# التذکرۃ (عربی)

## فی احوالِ الموتیٰ و امورِ الآخرۃ

# سفرِ آخرت کی منازل

تصنیف

امام علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ

مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحیم

# التذکرۃ (عربی)

فی احوال الموتیٰ و امور الآخرۃ

# سفرِ آخرت کی منازل (مترجم)

الجزء الاول

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى

اور جو اس کے پاس مومن ہو کر آئے کہ اس نے نیک کام کیے ہوں تو ایسے ہی لوگوں کیلئے بلند درجے ہیں (طٰہٰ: ۷۵)

# التذکرۃ (عربی)

فی احوال الموتیٰ و امور الآخرۃ

# سفرِ آخرت کی منازل (مترجم)

موت، قبر، عالمِ برزخ، حشر و نشر کے احوال، شفاعت، حساب و کتاب، حوضِ کوثر، میزان، پُل صراط، جنت اور دوزخ کے بارے میں تفصیلات، اُمتِ مسلمہ میں ہونے والے فتنوں کا تذکرہ، امام مہدی کی تشریف آوری اور علاماتِ قیامت، ایک عظیم مفسر اور محدث کے قلم سے


تصنیف

امام علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ

المتوفی ۶۷۱ھ

ترجمہ

مولانا غلام نصیر الدین



ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

تصحیح : محمد نواز نظامی، فیاض رضوی، محمد ارشاد
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
الطبع الاوّل : شعبان 1427ھ / اگست 2006ء
الطبع الثانی : رجب 1429ھ / جولائی 2008ء
قیمت : [redacted] روپے

**Farid Book Stall**
*Phone No:092-42-7312173-7123435*
*Fax No.092-42-7224899*
*Email:info@faridbookstall.com*
*Visit us at:www.faridbookstall.com*

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۷۳۱۲۱۷۳-۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

# فہرس

## سفرِ آخرت کی منازل (جلد اوّل)

# هَدِيَّۃِ ضُعَفَاء

## آیۃ من آیات للّٰہ معجزۂ مصطفٰے ﷺ

## حضرت ابوالوفاء استاذ العلماء استاذی المکرّم

## علامہ غلام رسول سعیدی (حفظہ اللہ تعالٰی جل وعلا)

کی جناب میں

## اس اعتراف اور شعور کے ساتھ کہ

گل آورد سعدی سُوئے بُوستان
بشوخی وفلفل بہندوستان

''سعدی بڑے ناز سے باغ میں پھول اور ہندوستان میں مرچ کا تحفہ لایا ہے''۔

پائے ملخے نزد سلیمان بردن
عیبت ست ولیکن ہنراست از مورے

''حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ٹڈی کے پائے پیش کرنا عیب کی بات ہے لیکن اگر یہ چیونٹی کی طرف سے ہو تو اس کی ہمت واستطاعت کے لحاظ سے یہ بھی کمال ہے''۔

غلام نصیر الدین
از نعیمیہ بہ نعیمیہ

# عرضِ مترجم

## سبب تالیف

رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ کا آخری عشرہ ہے' حضرت سیّد علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار کے قریب جنوب سمت میں واقع ستا ہوٹل کے متصل واقع مکتبہ اویسیہ (جواب انتقال کر چکا ہے' اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے) میں مفتی محمد خان صاحب قادری مدظلہ العالی نے چند اہل علم حضرات کو افطاری کی دعوت دی' جس میں ہمارے استاذ گرامی علامہ عبدالحکیم شرف قادری برکاتی (متعنا اللہ تعالیٰ عزّوجل بطول بقائھم مع العافیہ)' جناب حضرت علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب مدظلہ العالی' مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری (نیک آباد' گجرات) صاحب دامت برکاتہم العالیہ' صاحبزادہ حضرت مولانا رضائے مصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ رسولیہ شیرازیہ' لاہور مدعو تھے' دراصل یہ تصنیف و تألیف اور تراجم وتحقیق کے سلسلہ میں باہمی صلاح مشورے اور ترجیحات کے تعین اور تقسیم کار سے متعلق ایک علمی نشست تھی' ایسے ہوا کہ اس موقع پر راقم الحروف کے ذمہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''التذکرہ'' کا اُردو میں ترجمہ کرنا تجویز ہوا پس

ارشاد احباء ناطق تھا ناچار کچھ لکھنا پڑا جاناں!

کے مطابق راقم الحروف نے ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ کی شب بعد از نمازِ تراویح اپنے آبائی گاؤں چک نمبر 73/4-R (ہارون آباد' ضلع بہاول نگر) گھر میں اس ترجمہ کی بسم اللہ کی اور ۲۹ شعبان المعظم' ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۳ء کو اس کے ترجمہ' حواشی اور تخریج کا کام مکمل کیا۔ و الحمد للہ علیٰ ذلک۔

اور یہ ترجمہ شائع ہو کر آج اگست ۲۰۰۶ء آپ کے ہاتھوں میں ہے' اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائے۔ آمین

## سپاس گزاری

ارشادِ خداوندی ہے: ''ان اشکر لی و لوالدیک'' (لقمان) کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔

لہٰذا سب سے پہلے تو میں اللہ رب العزت کا سپاس گزار ہوں کہ اس ذاتِ پاک نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اس گناہ گار کو ایک جلیل القدر مفسّر اور محدث کی کتاب کا ترجمہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور پھر اپنے والدین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے محض اللہ عزوجل اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی رضا کی خاطر مجھے علم دین پڑھنے کی راہ دکھائی اور حصولِ علم کا موقع فراہم کیا اور ہر طرح کی سہولت میسر فرمائی' اس کے بعد اپنے جملہ اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے مجھے للہ فی اللہ پڑھایا اور میری تربیت کی' جس کی بدولت میں آج کچھ لکھنے اور پڑھنے پڑھانے کے قابل ہوں' بالخصوص اپنے مشفق اور مربّی استاذ گرامی حضرت سیّدنا غلام رسول سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور اپنے شفیق اور مصلح استاذ گرامی قدر حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

دامت برکاتہم العالیہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں' ان دونوں استادوں نے اس کتاب پر مقدمے تحریر فرما کر اصل کتاب کا ایسا جامع تعارف کرایا کہ سچی بات ہے کہ مترجم کو پوری کتاب کا ترجمہ کر لینے کے بعد بھی اس کتاب کی وہ معرفت حاصل نہیں ہو سکی تھی جو اپنے دونوں محترم اساتذہ کرام کے تعارفِ کتاب کے پڑھنے کے بعد حاصل ہوئی' سچ ہے کہ ''جائے استاد خالی است'' اور استاذ صاحب نے مترجم کے لیے دعائیہ کلمات لکھ کر جو نقد انعام عطا فرمایا ہے' اس انعام کی رقم کی مقدار کو راقم رقم کرنے سے قاصر ہے اور پھر ایسے عالم میں حضرت استاذ صاحب کا راقم کی کتاب پر ایک مبسوط اور جامع مقدمہ تحریر فرما دینا جب کہ آپ کا سارا وقت قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کے لیے وقف ہے اور آپ تفسیر کے کام کے علاوہ آج کل شاذ و نادر ہی کچھ لکھنے کے روادار ہیں' مجھے آپ کی اس شفقت پر ناز بھی ہے کہ ؂

میکدے میں اب بھی اتنی ساکھ ہے اپنی نصیرؔ
اک ہمارے نام کا رہتا ہے پیمانہ الگ

جزاهم الله تعالىٰ احسن الجزاء في الدنيا و العقبىٰ.

## اعترافِ حقیقت

معزز قارئین! میں کامل شرحِ صدر اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ اس ترجمہ میں آپ کو جو کمال اور خوبی نظر آئے' وہ سب میرے ادبِ عربی (نظم و نثر) کے استاذ محتشم' سر بہ سر ذہانت' فطانت' فقاہت' ثقاہت' نفاست' نظافت' نزاکت' مظہر مظہر جان جاناں' میری مراد عظیم اسلامی مفکر حضرت علامہ مولانا منیب الرحمان (باد درصیانت یزدان) سے ہے' لیکن اگر ترجمہ میں کوئی جھول نظر آئے تو اسے مترجم کی جھولی میں ڈالنا ہوگا کیونکہ معلم لبیب کا انداز تدریس و تفہیم بالکل صاف شفاف اور اجلا و سفید تھا' متعلم کے دامن فہم و اخذ میں ہی کوئی چھید تھا' کہنا یہ چاہا ہے کہ ؂

یوں ہی چل کر یہ نہیں طرزِ سخن آیا ہے
پاؤں استادوں کے دابے ہیں تو یہ فن آیا ہے

اسی طرح میں اپنے مربی ناصح اور معلم حکیم' پیکرِ حکمت و دانش حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔

حدیث شریف میں آیا ہے' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من لم يشكر الناس لم يشكر الله'' جس آدمی نے انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ شکرِ خداوندی کی ادائی سے بھی عہدہ برآ نہیں ہوا۔ (ترمذی' مسند امام احمد)

لہٰذا اس فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق میں جملہ معاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف کے مختلف مراحل میں اپنی اپنی حیثیت سے تعاون فرمایا' اس موقع پر میں خاص طور پر جن احباب کا ممنون اور سپاس گزار ہوں' ان میں سیّد محسن اعجاز صاحب جو محض کتابوں کے آڑھتی ہی نہیں بلکہ کتاب کے انتخاب سے لے کر کتاب کے چھپوانے تک کے تمام مراحل کے مہارتی بھی ہیں' جو ہر ناشر کے بس کا روگ نہیں ہے۔ شاہ صاحب کتاب کو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے اس طرح آراستہ کر کے پیش کرتے ہیں کہ ؂

بہارِ عالمِ حسنش دل و جان تازہ می دارد
بہ رنگ اصحابِ صورت را بہ بُو اصحابِ معنیٰ را

جناب مولانا نواز خان صاحب' مدرس جامعہ نعیمیہ' مولانا محمد فیاض رضوی صاحب' مولانا شاہد محمود رضوی صاحب اور حافظ علامہ ضمیر احمد مرتضائی صاحب زید علمہ وعملہ ہیں' جن میں اوّل الذکر نے تخریج اور باقی نے تصحیح کا

کام کیا' اسی طرح میں حضرت علامہ قاری ظہور احمد فیضی صاحب مدظلہ العالی کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں' جن کی رہنمائی سے ہمارے لیے ''التذکرہ'' کے نسخہ مخرجہ تک رسائی ممکن ہوئی اور احادیث و آثار کی تخریج کا کام ہمارے لیے آسان ہوا' اسی طرح حضرت ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب جو بہت بڑے ذخیرہ اندوز ہیں کتب دینیہ کے' جس کی بدولت ہم ایسے طالب علموں کو عیاشی مطالعہ کا خوب موقع مل جاتا ہے ان کا بھی شکریہ' اسی طرح مولانا محبوب احمد چشتی صاحب زید مجدہ اور جناب مولانا عارف نعیمی صاحب کے تعاون کا بہت بہت شکریہ' مولانا محمد عمران بسرا صاحب زید علمہ وعملہ' عزیز القدر مولانا حافظ امام علی صاحب زید علمہ وحلمہ' مولانا ارشاد صاحب کشمیری زید علمہ' عزیزم مولانا سید کرامت حسین سجادہ نشین علی پور سیداں شریف' عزیزم مولانا فریاد علی زید علمہ' جناب پیر عابد حسین سیفی صاحب۔

یاارحم الراحمین! بجاہ سیّد المرسلین خاتم النبیین ﷺ مجھے' میرے جملہ اساتذہ کرام کو' میرے والدین کو' میرے سسر جناب محترم حافظ خدابخش چشتی گولڑوی' لائل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو' میرے دوستوں کو' رشتے داروں کو' شاگردوں کو' اس کتاب کے چھاپنے والوں کو' کمپوزر کو' پروف ریڈرز کو' جلد ساز کو' تمام معاونین کو' اس کتاب کے پڑھنے سننے اور دیگر تمام مسلمانوں کو دنیا کی مصیبتوں اور دکھوں سے محفوظ رکھنا سب کا خاتمہ ایمان پر فرمانا قبر اور برزخ کی سختیوں سے بچالینا اور آخرت کے عذاب و عتاب سے سلامت رکھنا اور محض اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوب مکرم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمانا اور جنت میں اپنا اور اپنے حبیب ﷺ کا دیدار نصیب فرمانا' مولائے کریم میرے ایک نہایت مخلص اور مہربان جناب محترم حاجی عبد القیوم صاحب ابن جناب محترم القام قاری فضل احمد صاحب المعروف چچاجان (ر) صوبے دار رحمۃ اللہ تعالیٰ کو اور ان کے اہل خانہ کو دنیا و آخرت کی سعادتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمانا اور میرے پیارے سنگی اور استاد بھائی مولانا مفتی تنویر احمد ہزاروی صاحب جن کے خویش و اقارب حالیہ زلزلہ میں شہید ہوگئے' ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمانا' اور مولانا کو صبر جمیل۔

## آخری بات

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''ان الرجل یتکلم بالکلمۃ لا یری بھا بأسا یھوی بھا سبعین خریفا فی النار'' (جامع ترمذی' ابواب الزہد) آدمی ایک بات کہتا ہے جس میں وہ کوئی حرج نہیں سمجھتا مگر اس کلمہ کے سبب وہ شخص ستر سال جہنم میں گرا ہی چلا جاتا ہے۔ (اللہ محفوظ رکھے)

یااللہ! مجھ سے اگر کوئی غلطی اور لغزش ہوگئی ہو تو مجھے اپنے عفو و کرم سے معاف فرمادینا۔

''ربنا لا تواخذنا ان نسینا أو أخطأنا'' (البقرہ: ۲۸۶) اے ہمارے رب! ہم سے اگر بھول یا خطاء ہوگئی تو ہماری گرفت نہ فرمانا۔ (آمین)

عمر مُکدیاں مُکدیاں مُک گئی ہے — پینڈا یار دے در' دا نہیں مکدا
یار دل دے اندر وسدا اے — سفر اپنے ای گھر دا نہیں مکدا
سوہنا شہ رگ توں وی قریب رہندا — ڈوہنگا پینڈا اہجر دا نہیں مکدا

(میاں عبدالرشید رحمہ اللہ تعالیٰ)

85151

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## التذکرہ کے مصنف اور مترجم کا تعارف

تحریر: علامہ غلام رسول سعیدی

برادرم سید محسن اعجاز زید حبہم نے مجھ سے کہا کہ علامہ الفاضل غلام نصیر الدین زید علمہٗ نے مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے ''التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ'' کا جو اُردو ترجمہ کیا ہے اس پر ایک مقدمہ لکھ دوں، میں شب وروز ''تبیان القرآن'' کی تصنیف وتالیف میں مشغول رہتا ہوں اور چونکہ میں دیگر امراض کے علاوہ پچیس سال کے طویل عرصے سے کمر کے درد میں مبتلا ہوں جس کی وجہ سے مجھے بیٹھ کر کام کرنے میں مشکل اور تکلیف ہوتی ہے، اس لیے میں نے اپنی تمام تر جسمانی، ذہنی اور علمی توانائیاں صرف ''تبیان القرآن'' کے کام کے لیے وقف کی ہوئی ہیں اور انہی عوارض کی وجہ سے میں نے جمعہ کا خطاب اور شہر اور بیرون شہر میں وعظ اور تقریر کی محافل میں شرکت کو ترک کر دیا ہے۔

تاہم برادرم سید محسن اعجاز اور علامہ غلام نصیر الدین صاحب سے جو میرا دیرینہ دلی تعلق ہے اس وجہ سے میں ان کی اس خواہش کو ٹال نہیں سکا، یہ میں نے اس لیے بھی لکھا ہے کہ کوئی اور عالم یا ناشر میرے تحریر کردہ اس مقدمے کو مثال یا نظیر نہ بنائیں اور مجھ سے اس جیسے کام کی فرمائش کر کے مجھے شرمندۂ عذر نہ کریں۔

''التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ''، بہت عظیم اور محقق، مفسر اور محدث علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری، القرطبی، المتوفی ۶۶۸ھ کی گراں مایہ تالیف ہے، انسان کے مرنے کے بعد جو اس کو حالات پیش آتے ہیں، خواہ ان کا تعلق تدفین سے پہلے ہو یا تدفین کے بعد، قیامت تک کے حالات ہوں یا مرنے کے بعد جب انسان کو زندہ کر کے میدانِ محشر میں کھڑا کیا جاتا ہے، وہاں سے حساب وکتاب، دخولِ جنت یا دخولِ نار تک کے تمام مراحل ہوں، ان سب اُمور پر علامہ قرطبی نے قرآن مجید کی آیات، احادیث، تفاسیر، ائمہ اور فقہاء کی روشنی میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس موضوع پر ہر چند کہ متقدمین کی تصانیف بھی دستیاب ہیں، جن میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کی کتاب ''البعث والنشور'' (دار الفکر، ۱۴۱۴ھ)، حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ کی کتاب ''احوال القبور'' (دار الکتاب العربی، ۱۴۱۸ھ) اور علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی، متوفی ۹۱۱ھ کی دو تصانیف ہیں:

(۱) شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور۔ (دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۴ھ)

(۲) البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ۔ (دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ) تاہم علامہ قرطبی کی کتاب ''التذکرۃ'' ان تمام کتابوں سے زیادہ جامع مفصل اور مدلل ہے۔

ہم اپنے اس مقدمے میں پہلے علامہ قرطبی کی مختصر سوانح کا ذکر کریں گے، پھر کتاب ''التذکرہ'' کی اہم

خصوصیات بیان کریں گے' اس کے بعد اس کتاب کے مترجم علامہ غلام نصیر الدین گولڑوی کے مختصر حالات اور کوائف اور پھر ان کی دیگر تصانیف کا تعارف کرائیں گے۔فنقول و باللہ التوفیق و به الاستعانة یلیق.

## علامہ قرطبی کی مختصر سوانح

حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح' الامام' العلامہ' ابوعبد اللہ الانصاری' الخزرجی' اپنی ذات میں امام' متفنن' متبحر فی العلم ہیں' ان کی بہت مفید تصانیف ہیں جو ان کی کثرتِ اطلاع اور وفورِ فضل پر دلالت کرتی ہیں' وہ سن ۶۷۱ھ کی ابتداء میں فوت ہو گئے اور ان کی کتاب ''التذکرہ'' اور دوسری کتابیں ان کی امامت' ذکاوت اور کثرتِ اطلاع پر دلالت کرتی ہیں۔

(تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام جلد ۵۰ از ۶۷۱۔۶۸۰ھ ص ۷۵' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نوٹ: حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں علامہ قرطبی کے دو سنِ وفات لکھے ہیں: ۶۶۸ھ اور ۶۷۱ھ' اور ۶۶۸ھ کے سن کو مقدم رکھا ہے' اس لیے میں نے اپنی تمام تصانیف میں ان کا سن وفات ۶۶۸ھ ہی لکھا ہے۔ نیز علامہ ذہبی علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد القرطبی المالکی کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے بہت ضخیم تفسیر لکھی ہے اور اس کے لیے بہت مشقت اٹھائی ہے اور اس میں بہت انمول حقائق ذکر کیے ہیں (یہ تفسیر بیس اجزاء پر مشتمل ہے' اس تفسیر میں علامہ قرطبی نے بہ کثرت احادیث وارد کی ہیں اور مذاہب فقہاء بیان کیے ہیں اور فقہ مالکی کو ترجیح دی ہے اور یہ تفسیر بیروت کے متعدد مطابع سے کئی بار چھپ چکی ہے' علامہ قرطبی نے اس کا نام ''الجامع لاحکام القرآن'' رکھا ہے)۔

علامہ قرطبی کی دوسری مشہور کتاب ''الاسنیٰ فی الاسماء الحسنیٰ'' ہے اور ان کی تیسری اہم تصنیف ''التذکرہ'' ہے' یوں تو علامہ قرطبی نے اپنے وقت کے نامور شیوخ سے استفادہ کیا' لیکن ان کے زیادہ مشہور استاذ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم الانصاری القرطبی المالکی ہیں' یہ بہت مشہور محدث تھے اور انہوں نے سات جلدوں میں ''صحیح مسلم'' کی شرح ''المفہم'' کے نام سے لکھی ہے' ان کی وفات ۶۵۶ھ میں ہوئی (المفہم بھی بیروت سے متعدد بار چھپ چکی ہے)۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۰۱۔۱۰۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ قرطبی کے حالات کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے:

تاریخ الملک الظاہر ص ۶۸' والمقتفی للبرزالی ج ۱ ص ۳۵ب۔۳۶أ' والوافی بالوفیات ج ۲ ص ۱۲۲۔۱۲۳' رقم الحدیث: ۴۷۰' وغایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۸۰' وشذرات الذہب ج ۵ ص ۳۳۵' وعیون التواریخ ج ۲۱ ص ۲۷' تاریخ الخلفاء ص ۴۸۳' وطبقات المفسرین للسیوطی ص ۲۸' والدیباج المذہب ص ۳۱۷' ونفح الطیب ج ۷ ص ۲۲۱' وکشف الظنون ص ۳۸۳۔۳۹۰' وایضاح المکنون ج ۱ ص ۸۱۔ ج ۲ ص ۲۴۱' وہدیۃ العارفین ج ۲ ص ۱۲۹' ودیوان الاسلام ج ۴ ص ۲۸۔۲۹' رقم الحدیث: ۱۶۹۴' والاعلام ج ۵ ص ۳۲۲' معجم المؤلفین ج ۸ ص ۲۳۹' وتوضیح المشتبہ ج ۷ ص ۶۵۔

## ''التذکرة فی احوال الموتیٰ وامور الآخرة'' کا تعارف

''التذکرہ'' دو جلدوں میں چھپی ہوئی ہے' پہلی جلد کے صفحات ۴۶۷ ہیں اور دوسری جلد کے صفحات ۵۹۶ ہیں۔

## اس کتاب میں درج ذیل اہم مباحث ہیں

موت اور قبضِ روح سے لے کر جنازے اور تدفین تک کے معاملات' قبر کے احوال اور منکر نکیر کے سوالات اور ان کے جوابات کا بیان' برزخ کے احوال' قیامت کا وقوع اور دو بار صور پھونکنے کے واقعات اور میدانِ محشر میں مسلمانوں اور کفار کے حشر اور حساب کتاب کے احوال' حوض پر وارد ہونے کے احوال' جنت اور دوزخ کے درجات اور کیفیات۔ اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کے مسلک کے موافق درج ذیل اُمور بیان کیے گئے ہیں:

(۱) جو شخص قریب المرگ ہو اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنا۔

(۲) میت کے دفن کے بعد اس کو منکر نکیر کے سوالات کے جوابات کی تلقین کرنا۔

(۳) قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کر کے میت کو ایصالِ ثواب کرنا۔

(۴) دیگر فوت شدہ لوگ اپنی اپنی قبروں میں زائرین کو دیکھتے ہیں۔

(۵) اگر میت کے پڑوس میں کسی بدکار کی قبر ہو تو اس سے میت کو ایذاء پہنچتی ہے اور اگر کسی نیک شخص کی قبر ہو تو اس سے میت کو راحت پہنچتی ہے۔

## علامہ قرطبی کی دیگر تصانیف درج ذیل ہیں

(۱) التذکار فی افضل للاذکار (علامہ نووی کی ''کتاب الاذکار'' بھی اسی طریقے پر ہے)

(۲) شرح التقصی

(۳) کتاب (قمع الحرص بالزہد والقناعۃ ورد ذل السؤال بالکتب والشفاعۃ)

## ''التذکرۃ'' کے مترجم علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی کے مختصر احوال اور کوائف

علامہ غلام نصیر الدین ولد محمد علی جالندھری یکم محرم الحرام ۱۳۷۷ھ/ ۱۱ اگست ۱۹۵۸ء کو بروز پیر صبح کے وقت پیدا ہوئے۔ ان کا آبائی وطن ہارون آباد ضلع بہاول نگر ہے' مروجہ تعلیم مڈل تک حاصل کی' درسِ نظامی کی تعلیم جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ' دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی' دارالعلوم نعیمیہ کراچی' جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حاصل کی۔

## ان کے مشہور اساتذہ درج ذیل ہیں

(۱) علامہ فیض احمد (مؤلف مہر منیر)

(۲) علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ

(۳) علامہ عبد العلیم سیالوی

(۴) علامہ مفتی محمد عبد القیوم قادری رحمہ اللہ

(۵) علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

(۶) راقم الحروف غلام رسول سعیدی غفرلہ

سید عبد الحق شاہ صاحب المعروف (لالہ جی) مدظلہ العالی' زیب سجادہ گولڑہ شریف سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اور ۱۹۸۶ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے تدریس کا آغاز کیا اور سات سال تک وہاں پڑھایا اور اس کے بعد جامعہ عثمانیہ' فاروق آباد میں تین سال پڑھایا' اس کے بعد ۱۹۹۴ء سے تادمِ تحریر جامعہ نعیمیہ' لاہور میں درسِ نظامی کی منتہی کتب پڑھا رہے ہیں۔

## علامہ غلام نصیر الدین کی تصانیف اور تراجم

(۱) تراجم المحدثین ومزایا مؤلفاتھم (عربی)
(۲) متطلبات التوحید والعقبات فی طریق تطبیقھا (راقم الحروف کی کتاب ''معاشرے کے ناسور'' کا عربی ترجمہ)
(۳) مصطلحات الحدیث (شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقدمہ مشکوٰۃ کا اُردو ترجمہ)
(۴) علم الصیغہ کا اُردو ترجمہ
(۵) علم الصرف اوّلین و آخرین
(۶) مدینۃ المصادر
(۷) شہر یارِ علم (علامہ شرف صاحب کی ''مدینۃ العلم'' کا اُردو ترجمہ)
(۸) کرامت اور معجزہ (علامہ شرف صاحب کی ''المعجزہ والکرامت'' کا اُردو ترجمہ)
(۹) فلسفۂ قربانی
(۱۰) التذکرۃ (یہ علامہ قرطبی کی زیرِ تبصرہ کتاب کا اُردو ترجمہ ہے)
(۱۱) کتاب البر والصلہ (یہ علامہ ابن جوزی کی کتاب کا ترجمہ ہے)
(۱۲) السباعیات (اس کا موضوع فقہ حنفی ہے اور یہ عربی کتاب کا ترجمہ ہے)
(۱۳) فتوح الشام للواقدی (اس کا ترجمہ ہنوز جاری ہے)
(۱۴) زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن (علامہ سید محمد بن علوی مالکی (مکہ مکرمہ) کا اُردو ترجمہ)

علامہ غلام نصیر الدین نے ''التذکرۃ'' کا بہت آسان، سہل اور رواں دواں زبان میں ترجمہ کیا ہے' ان کے ترجمہ میں بے ساختگی' ادبی شرینی اور محاورات کا صحیح استعمال ہے' مشکل اور ثقیل الفاظ سے احتراز کیا ہے اور ادب عربی کو ادب اُردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ عام تراجم کی طرح اس میں پرانی اُردو نہیں ہے بلکہ اس ترجمہ میں اس دور کی مروج زبان ہے اور اس کا اسلوب دل نشین ہے۔

علامہ غلام نصیر الدین زید علمہٗ وسعدہٗ نہایت سنجیدہ' مخلص' کم گو اور محض للہ فی اللہ دین کا کام کرنے والے عالم دین ہیں' زیادہ لوگوں سے ملنے جلنے اور تعلقات بنانے سے احتراز کرتے ہیں' تنہائی پسند ہیں اور عزلت نشین ہیں۔ تدریس کے بعد ان کا زیادہ وقت تصنیف و تالیف میں گزرتا ہے' لوگوں کے بے حد اصرار کے باوجود انہوں نے اپنی افتادِ طبع سے امامت اور خطابت کو اختیار نہیں کیا' قناعت پسند ہیں اور زہد کا پیکر ہیں' حرص و طمع' دنیاداری اور شہرت و ناموری سے بالکل ناآشنا ہیں' اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے ہیں اور ان سے بہت محبت رکھتے ہیں۔

راقم الحروف سے ان کا تعلق ایک سال دارالعلوم نعیمیہ' کراچی میں رہا ہے اور چار سال جامعہ نعیمیہ' لاہور میں رہا اور انہوں نے اپنے اخلاص اور اپنی خدمات کے اَن مٹ نقوش میرے دل پر چھوڑے ہیں اور ہمیشہ ان کے لیے میرے دل سے دعائیں نکلتی رہی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے علم میں' ان کی تدریس میں اور ان کی عبادات میں زیادہ سے زیادہ برکتیں عطا فرمائے اور دنیا کے ہر غم' فکر اور مصائب اور پریشانیوں اور امراض سے محفوظ اور مامون رکھے' ان کو

خوشحالی اور شادمانی عطا فرمائے اور اولادِ نرینہ عطاء فرمائے اور آخرت میں انہیں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت الفردوس کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور میرا اور ان کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور نبی ﷺ کی زیارت اور شفاعت سے شاد کام فرمائے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ کراچی
۱۸ ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ/ ۲۸ اپریل ۲۰۰۵ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلّی ونسلّم علٰی رسولہ الکریم وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ دنیا دار فانی ہے' جو یہاں آیا ہے اسے بہر حال ایک دن یہاں سے کوچ کرنا ہے' کوئی راضی ہو یا ناراض اس سے نظامِ قدرت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ''کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ'' ایسا موجبہ کلیہ ہے جس کی کلیت کا کوئی بڑے سے بڑا ملحد بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن ہم جیسے اکثر و بیشتر لوگوں پر دنیا کی لذتوں میں منہمک ہونے کی وجہ سے غفلت اس قدر حاوی رہتی ہے کہ موت کا خیال بھی کبھی کبھار ہی آتا ہے۔

اس سلسلے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ جو دنیا کی رعنائیوں' رنگینیوں' قوسِ قزح ایسی روشنیوں اور لذتوں میں منہمک ہوتے ہیں' یہ لوگ موت کو یاد نہیں کرتے اور اگر کبھی یاد کرتے بھی ہیں تو اس افسوس کی بناء پر کہ دنیا ہمارے ہاتھ سے جاتی رہے گی' یہ لوگ موت کی مذمت کرتے ہیں' موت کی یاد سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ سے ان کی دوری میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

(۲) جو تائب ہیں لیکن مبتدی' ایسے لوگ موت کا اس لیے کثرت سے ذکر کرتے ہیں کہ ان کا دل خشیتِ الٰہیہ سے معمور ہو جائے اور ان کی توبہ مکمل ہو جائے۔ یہ لوگ بعض اوقات موت کو اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ کہیں موت کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے اور زادِ راہ کے پوری طرح تیار کرنے سے پہلے ہی نہ آ جائے۔

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو محبوب کی ملاقات کو ٹالتا ہے لیکن اس لیے نہیں کہ وہ اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا بلکہ اس لیے کہ وہ پوری طرح تیار ہو کر اس کی ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ موت کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔

(۳) عارف جو انتہا کو پہنچا ہوا ہو' وہ ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہے' کیونکہ موت تو محبوب کی ملاقات کے وعدے کا دن ہے' اور باکمال عارف محبوب کی ملاقات کے وعدے کو فراموش نہیں کر سکتا' ایسے لوگ تو عموماً موت کے دن کے منتظر ہوتے ہیں' ان کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ گناہ اور معصیت کے گھر سے رہائی پا کر جلد از جلد رب العالمین کے جوارِ رحمت میں پہنچ جائیں۔ جیسے کہ بعض حضرات نے موت کی آمد پر کہا: ''جَاءَ حَبِیْبٌ عَلٰی فَاقَۃٍ'' محبوب دل نواز شدید انتظار کے بعد آیا ہے۔

دوسری قسم سے تعلق رکھنے والا تائب اگر موت کو ناپسند کرتا ہے تو وہ معذور ہے' جس طرح کہ تیسری قسم سے تعلق رکھنے والا عارف موت کی محبت اور اس کی تمنا کرنے میں معذور ہے اور ان دونوں سے بلند مرتبہ وہ شخص ہے جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے' وہ اپنے لیے نہ تو موت کو ترجیحی طور پر پسند کرتا ہے اور نہ ہی زندگی' وہ کہتا ہے کہ مجھے وہی چیز پسند ہے جو میرے آقا و مولا کو پسند ہے' یہ شخص کمالِ محبت کی وجہ سے تسلیم و رضا کے مقام پر فائز

ہے اور یہی بندے کے کمال کی انتہاء ہے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی مجددی مدظلہ العالی (کوٹلی' آزاد کشمیر) نے فرمایا:

دنیا بھی اس کی ہے اور آخرت بھی اس کی' وہ مالک ہے جہاں چاہے رکھے۔

ممکن ہے دنیا کی عیش ونشاط میں منہمک شخص کو بھی موت کی یاد سے فائدہ پہنچ جائے' موت کو کثرت سے یاد کرنے والے کو تین فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) جلد توبہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔

(۲) دنیا کا جتنا مال میسر آجائے اس پر قناعت حاصل ہوتی ہے۔

(۳) عبادت میں ذوق وشوق حاصل ہوتا ہے۔

اس کے برعکس موت کے فراموش کرنے والے کو بطورِ سزا تین چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے:

(۱) توبہ کو آج کل پر ٹالتا رہتا ہے۔

(۲) دنیا کا جتنا حصہ مل جائے اس پر صبر شکر نہیں کرتا۔

(۳) عبادت میں سستی اور کاہلی کا مرتکب ہوتا ہے۔

فکرِ آخرت سے غافل اور دنیا کی آرائش وزیبائش میں محو انسان! موت اور اس کے سکرات میں غور کر' ذرا سوچ کہ موت کا پیالہ کتنا تلخ اور کڑوا ہوگا؟ موت کتنا سچا اور اٹل وعدہ ہے؟ موت کا فیصلہ کتنا عادلانہ ہے؟ موت دلوں کو چھلنی بنا دیتی ہے' آنکھوں سے ساون کی برسات کا سماں باندھ دیتی ہے' پیاروں کو دور دراز لے جا کر پھینک دیتی ہے' لذتوں کی غارت گر ہے' آرزوؤں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔

انسان! تو نے کبھی موت کے بارے میں بھی سوچا؟ کبھی سوچا کہ یہ جہاں چھوڑ کر دوسرے جہاں چلے جانا ہے؟ ذرا چشمِ تصور سے وہ افسوس ناک منظر دیکھو جب وسیع وعریض دنیا چھوڑ کر قبر کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں جاؤ گے تو جان سے پیارے بھائی چھوڑ کر آجائیں گے اور ہم پیالہ وہم نوالہ قسم کے دوست بھی تمہارے پاس چند لمحے ٹھہرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں
اندھیرا گھر اکیلی جان' دم گھٹتا' دل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

(رضا بریلوی)

یہ کتاب موت اور آخرت سے غافلوں اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کو پھلانگ جانے والے نافرمانوں کے لیے پیش کی جارہی ہے' ممکن ہے کہ وہ صحیح ایمان واسلام اور توبہ کی طرف لوٹ آئیں۔

یہ کتاب موت' قبر اور آخرت کے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے' اس میں حضرت مصنف نے علوم کے دریا

بہادیئے ہیں' اس میں انہوں نے ائمۂ دین اور امت مسلمہ کے جلیل القدر علماء کی کتابوں سے جو استفادہ کیا ہے اس کا نچوڑ جمع کر دیا ہے' یہ بے مثال کتاب ہے' ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

حضرت مصنف نے اس کتاب کو تقریباً تین سو ابواب پر تقسیم کیا ہے' ہر باب کے تحت ایک یا متعدد فصلیں لائے ہیں' کم استعمال ہونے والے الفاظ کے معانی بیان کرتے ہیں' حدیث شریف سے معلوم ہونے والے فقہی مسائل بیان کرتے ہیں اور کوئی اشکال ہو تو اسے حل کر دیتے ہیں۔ ہر باب کی ابتداء میں رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث لاتے ہیں' صحابۂ کرام کے ارشادات بیان کرتے ہیں' اس کے بعد کچھ واقعات اور روایات کر دیتے ہیں' امام قرطبی نے اپنا یہ عہد نبھایا ہے کہ ہر کلام کے قائل کا حوالہ دے دیتے ہیں اور حدیث شریف جس محدث نے روایت کی ہے' اس کا تذکرہ بھی کر دیتے ہیں' البتہ بعض احادیث کے روایت کرنے والے محدثین کا حوالہ نہیں دیا اور بہت سی موضوع اور ضعیف حدیثیں بھی بیان کر گئے ہیں' جو امام قرطبی جیسے محدث سے مخفی نہیں رہ سکتیں۔

اس موضوع پر لکھنے والے چند علماء کے نام یہ ہیں:

(۱) امام ابن جوزی : ان کی تصنیف ہے (اھوال القبور واحوال اھلھا الی النشور)

(۲) امام سیوطی : ان کی تصنیف ہے (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور)

امام سیوطی نے یہ کتاب امام قرطبی کے انداز پر لکھی ہے اور اس پر اضافہ بھی کیا ہے۔

(۳) امام ابن قیم جوزیہ : ان کی تصنیف ہے (کتاب الروح)

(۴) حافظ ابن کثیر : ان کی تصنیف ہے (النہایۃ یا الفتن والملاحم)

یہ اس موضوع پر اہم ترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔

نوٹ: اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ''البدور السافرۃ'' قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ''تذکرۃ الموتی والقبور'' امام احمد رضا بریلوی کی تصنیف ''حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات'' نیز ان کا ایک رسالہ ''اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح'' علامہ نور بخش توکلی کی تصنیف ''کتاب البرزخ'' اور علامہ ابن قیم کی کتاب ''حادی الارواح'' لائق مطالعہ ہیں۔۱۲ اشرف قادری

تذکرہ امام قرطبی کا دو حضرات نے خلاصہ کیا ہے:

(۱) علامہ عبد الوہاب شعرانی' نیز انہوں نے اضافہ بھی کیا ہے' اگرچہ اس کتاب کا ان کی طرف منسوب ہونا مشکوک ہے۔

(۲) علامہ احمد بن محمد یحییٰ قریشی حسنی' انہوں نے اس کا نام رکھا ''التذکرۃ الفاخرۃ فی احوال الموتی''۔

## تذکرۂ مصنف

امام مفسر ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابوبکر ابن فرح انصاری خزرجی اندلسی قرطبی

امام قرطبی کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں' البتہ یہ معلوم ہے کہ وہ ساتویں صدی ہجری میں قرطبہ میں پیدا ہوئے'

ان کے والد زراعت پیشہ شخصیت تھے، وہ اپنی فصل کی کٹائی میں مصروف تھے، اسی دوران ۶۲۷ھ میں عیسائیوں نے انہیں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شہید کر دیا۔

امام قرطبی نے نوعمری میں ہی قرآن پاک پڑھا، عربی اور شعر و ادب کی تعلیم حاصل کی اور قرطبہ کے مختلف علمی حلقوں میں حاضر ہو کر اپنی علمی تشنگی مٹاتے رہے، پھر انہیں شوقِ علم کشاں کشاں مصر لے گیا، جہاں انہوں نے اپنے دور کے یگانۂ روزگار فضلاء سے اکتسابِ فیض کیا۔

ان کے چند اساتذہ کے اسماء مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) ابوجعفر احمد بن محمد قیسی، یہ ''ابن ابی حجہ'' کی کنیت سے مشہور تھے، علومِ عربیہ اور علومِ قرآنیہ کے فاضل تھے۔

(۲) ربیع ابن عبدالرحمٰن بن احمد بن ربیع اشعری۔

(۳) ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی: وہ قرطبہ میں پیدا ہوئے اور وہاں کے بہت سے علماء سے استفادہ کیا، پھر اسکندریہ آ کر وہیں کے ہو رہے، وہاں کے مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور وہاں کے اکابر مشائخ میں سے شمار ہوئے ''المفهم في شرح صحيح مسلم'' ان کی تصنیف ہے۔

(۴) حسن بن محمد بن عمروک تیمی، نیشاپوری، دمشقی، ان کی کنیت ابوعلی تھی، دمشق میں پیدا ہوئے اور تحصیل علم کے لیے بہ کثرت سفر کیے، یہاں تک کہ مؤرخین نے انہیں (رحّال) کا لقب دے دیا۔

## تصانیف

امام قرطبی کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) **الجامع لاحكام القرآن**: دس جلدوں میں مشہور تفسیر ہے۔

(۲) **التذكرة فی احوال الموتیٰ وامور الآخرة**: اس کتاب کا اُردو ترجمہ ''سفرِ آخرت'' کے نام سے آپ کے سامنے ہے۔

(۳) **التذكار فی افضل الاذكار**: جناب فوز احمد زمرلی (عربی مقدمہ نگار ''التذکرہ'') کی تحقیق کے ساتھ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

(۴) **الاسنیٰ فی شرح أسماء الله الحسنیٰ۔**

(۵) **شرح التقصی۔**

(۶) **الاعلام بما فی دين النصاری من المفاسد والاوهام واظهار محاسن الاسلام**: یہ کتاب احمد حجازی السقا کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(۷) **قمع الحرص بالزهد والقناعة ورد ذل السؤال بالكتب والشفاعة**: اس کا ایک قلمی نسخہ برلن کی لائبریری میں ہے، اس کا نمبر: ۸۷۷۸ ہے، دوسرا نسخہ مکتبۃ الفاتح، استنبول (ترکی) میں ہے، اس کا نمبر ہے: ۲۷۳۷۔

ابن فرحون کہتے ہیں کہ اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔

(۸) **رسالة فی القاب الحديث**: اس کا ایک نسخہ مکتبۃ الجزائر میں ہے اور اس کا نمبر: ۳۷۷ ہے۔

(۹) الاقضیہ۔

(۱۰) المصباح فی الجمع بین الافعال و الصحاح: یہ لغت کی کتاب ہے‘ جس میں امام قرطبی نے جوہری کی تصنیف ’’الصحاح‘‘ اور ابن القطاع کی تصنیف ’’الافعال‘‘ کو جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب مکتبہ بریل لیڈن‘ ہالینڈ میں موجود ہے‘ اس کا نمبر: ۳۸۳ ہے۔

(۱۱) المقتبس فی شرح موطأ مالک بن انس۔

(۱۲) منهج العباد و محجة السالكين و الزهاد۔

(۱۳) اللمع اللؤلؤية فی شرح العشرينات النبوية۔

## مذہب

امام قرطبی مالکی المذہب‘ لیکن مذہبِ مالکی کے لیے متعصب نہیں تھے‘ بلکہ وہ دلیل کی پیروی کرتے تھے‘ یہاں تک کہ انہیں اطمینان ہو جاتا کہ یہ مسئلہ صحیح ہے‘ چاہے اس کا قائل کوئی بھی ہوتا۔

اس سلسلے میں سورۂ بقرہ کی درج ذیل آیات کی تفسیر ملاحظہ کی جائے: ۴۳۔۱۷۳۔۱۷۸۔

## زہد و تقویٰ

امام قرطبی اولیاء اللہ اور ان علماء عارفین میں سے تھے‘ جو دنیا سے بے نیاز اور اُمورِ آخرت کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں‘ ان کے زہد کا یہ عالم تھا کہ وہ تکلف سے کوسوں دور تھے‘ یہاں تک کہ ایک تہبند میں چلتے پھرتے تھے‘ البتہ سر پر ٹوپی ہوتی تھی‘ وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے تھے‘ یا تو عبادت میں مصروف رہتے یا پھر تصنیف و تالیف میں منہمک رہتے‘ یہاں تک کہ انہوں نے اہم اور مفید تصانیف کا ذخیرہ امت مسلمہ کو عطا فرمایا۔

## وفات

مصر اور اسکندریہ میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد ’’منیۃ بنی خصیب‘‘ چلے گئے‘ وہیں ۹ شوال ۶۷۱ھ پیر کی رات دنیا سے رحلت فرما گئے‘ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان کی قدیم قبر سے ان کا جسد خاکی دریائے نیل کے مشرق کی طرف واقع ’’منیا‘‘ میں منتقل کیا گیا‘ جہاں ان کا مزار زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔ ۱۹۷۱ء میں اس کے پہلو میں ایک عظیم الشان مسجد بنائی گئی‘ جس کا نام ’’مسجد امام قرطبی‘‘ ہے۔[۱]

## اُردو ترجمہ

مولانا علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی حفظہ اللہ تعالیٰ فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ و فاضل تنظیم المدارس‘ مدرس جامعہ نعیمیہ‘ لاہور اور مدیر ماہنامہ عرفات‘ منجھے ہوئے مدرس‘ قلم کار اور صاحب طرز ادیب ہیں‘ وہ کم گو‘ شگفتہ مزاج اور شگفتہ قلم ہیں‘ انہوں نے اپنے آپ کو علم اور تعلیم کے لیے وقف کیا ہوا ہے‘ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل‘ اخلاص اور قلم میں برکتیں عطا فرمائے اور تادیر تعلیمات مصطفیٰ ﷺ بندگانِ خدا تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے‘ اللہ تعالیٰ اہل

[۱] اس وقت میرے سامنے دار الکتاب العربی‘ بیروت کا چھپا ہوا ’’التذکرۃ‘‘ کا نسخہ ہے‘ اس کی تحقیق اور تخریج فاضل علامہ فواز احمد زمرلی نے کی ہے‘ نیز مقدمہ بھی لکھا ہے‘ راقم نے اسی مقدمہ کا ترجمہ کیا ہے‘ جو آپ گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کر چکے ہیں‘ البتہ کہیں اختصار ہے اور کہیں ترتیب بھی تبدیل کی گئی ہے۔ ۱۲ اشرف قادری

سنت و جماعت میں ایسے علماء بہ کثرت پیدا فرمائے' قحط رجال کے اس دور میں ایسے لوگ غنیمت ہیں۔

ان کی تصانیف اور تراجم کے نام یہ ہیں:

(۱) **تراجم المحدثین ومزایا مؤلفاتھم** (عربی)

(۲) **متطلبات التوحید والعقبات فی طریق تطبیقھا** (علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی کتاب ''معاشرے کے ناسور'' کا عربی ترجمہ)

(۳) **مصطلحات الحدیث** (شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقدمۂ مشکوٰۃ کا اُردو ترجمہ)

(۴) **علم الصیغہ** کا اُردو ترجمہ

(۵) **علم الصرف اوّلین و آخرین**

(۶) **مدینۃ المصادر**

(۷) شہر یارِ علم (راقم الحروف کی ''**مدینۃ العلم**'' کا اُردو ترجمہ)

(۸) کرامت اور معجزہ (راقم الحروف کی ''**المعجزہ والکرامت**'' کا اُردو ترجمہ)

(۹) فلسفۂ قربانی

(۱۰) **التذکرۃ** (یہ علامہ قرطبی کی زیرِ تبصرہ کتاب کا اُردو ترجمہ ہے)

(۱۱) **کتاب البر والصلہ** (یہ علامہ ابن جوزی کی کتاب کا ترجمہ ہے)

(۱۲) **السباعیات** (اس کا موضوع فقہ حنفی ہے اور یہ عربی کتاب کا ترجمہ ہے)

(۱۳) **فتوح الشام للواقدی** (اس کا ترجمہ ہنوز جاری ہے)

(۱۴) **زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن** (علامہ سید محمد بن علوی مالکی (مکہ مکرمہ) کا اُردو ترجمہ)

اللہ تعالیٰ اس ترجمے کو امت مسلمہ کے لیے مفید اور نفع بخش بنائے اور اسے قبولیتِ عامہ عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

مؤسس المکتبۃ القادریۃ' لاہور' پاکستان

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۴۲۶ھ/۱۳ اگست ۲۰۰۵ء

# دیباچہ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

زمین پر جتنے ہیں سب فنا ہونے والے ہیں O اور تمہارے جلال اور عزت والے رب کی ذات باقی رہے گی O

(الرحمٰن: ۲۶۔۲۷)

مہر علی ایہہ! جھوک فنا دی
دائم قائم ذات خدا دی

حضرت سیدنا نصیر الدین دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

نے موج نے قطرہ و نے یم خواہد ماند
نے تاج و سریر نے حشم خواہد ماند
آخر پس ہاو ہوئے ایں بزم وجود!
خاموشیِ صحرائے عدم خواہد ماند

قدیم ادب عربی کی کتب میں قس بن ساعدہ الایادی کا ایک خطبہ جو اس نے طائف میں عُکاظ کے میلہ میں دیا تھا، موجود ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ابتدائی دور تھا آپ بھی تشریف لے گئے اور جب قس بن ساعدہ نے خطاب شروع کیا تو حضور ﷺ سامعین میں تشریف فرما تھے۔

یاد رہے کہ آپ ﷺ نے اس کے لیے "رحم اللہ قسًا" کے الفاظ بھی فرمائے تھے اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا: "ان من البیان لسحرًا" "بعض باتوں میں جادو ہوتا ہے"۔

قس دنیا کے بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

ایھا الناس اسمعوا وعوا انه من عاش مات و من مات فات و کل ماھو آت آت لیل داج وانھار ساج والسمآء ذات ابراج ونجو تزھر وایجاد تزحر، وجبال مرسل، وارض مدحاة، وانھار مجراة، ان فی السمآء نحبراً وان فی الارض لعبراً، ما بال الناس یذھبون ولا یرجعون؟ ارضوا فاقاموا، ام ترکوا فناموا؟ یا معشر الایاد؟ این الآباء

اے لوگو! سنو اور یاد رکھو! جو زندہ ہے وہ مرے گا۔ جو مرے گا وہ دنیا سے چلا جائے گا جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا، یہ تاریک رات، یہ روشن دن، یہ بُرجوں والا آسمان، یہ چمکتے تارے یہ موج زن سمندر، یہ جمے ہوئے پہاڑ، یہ پھیلی ہوئی زمین، یہ بہتے ہوئے دریا شاہد ہیں کہ یقیناً آسمان میں کوئی خاص قوت ہے اور زمین میں عبرتیں ہیں، آخر یہ لوگ کہاں چلے جاتے ہیں کہ وہاں سے پھر واپس نہیں آتے، کیا وہاں رہنے پر رضا مند ہو گئے؟ یا پھر دنیا چھوڑ کر سو گئے؟ اے خاندان ایاد! تمہارے آباؤ اجداد کدھر گئے؟ ان ظالم فرعونوں کا

والأجداد وأين الفراعنة الشداد؟ ألم يكونوا اكثر منكم مالًا واطول احالًا طحنهم الدهر بكلكلته ومزقهم بتطاولة.

کیا حشر ہوا؟ کیا مال و دولت میں وہ ہم سے بڑھ چڑھ کر نہ تھے؟ کیا ان کی عمریں تمہاری عمروں سے زیادہ لمبی نہیں ہوتی تھیں؟ زمانہ نے سب کو حوادث کی چکّی میں پیس ڈالا ہے اور ان کی جمعیتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔ (طلوعِ مہر)

## تذکرۂ آخرت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الذاریات: ۵۵)

اور آپ سمجھاتے رہیں اس لیے کہ سمجھانا یقیناً ایمان والوں کے لیے مفید ہے ○

''ابن ماجہ'' کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ دانا اور زیرک وہ مسلمان ہے جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو اور جو لوگ موت کے مابعد کے لیے سب سے اچھی تیاری کرنے والے ہیں وہی دانا اور سمجھ دار ہیں۔

ذوق کا یہ شعر اہلِ ذوق کے لیے: ؎

کیا وہ جینا! جس میں ہو کوشش نہ دین کے واسطے	واسطے واں کے بھی کچھ؟ یا سب یہیں کے واسطے؟

''مشکوٰۃ شریف'' میں ایک حدیث ہے، جس میں حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کے دو تہائی حصے گزر جاتے تو اٹھتے اور فرماتے:

اے لوگو! اللہ کو یاد کرو، ہلا دینے والی چیز آ پہنچی، جس سے متصل پیچھے آنے والی آ پہنچی، موت آ چکی مع ان تکالیف کے جو اس میں ہیں، موت ہر شخص کی قیامتِ صغریٰ ہے اور بڑی قیامت کا سگنل، مطلب یہ ہے کہ موت سر پر کھڑی ہے، اعمالِ صالحہ میں جلدی کرو۔ مفتیِ اعظم ہند کا ایک بند اور بندہ ساز پند ہے: ؎

اچھے جو کام کرنے ہیں کرلو	جان اپنی نہیں پرائی ہے

اور اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے: ؎

اوترتے چاند، ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے	اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

یوں تو ویسے ہی موت کا ''تذکرہ'' اور یادِ آخرت کرتے رہنا چاہیے۔ خصوصاً جب آدمی کسی جنازہ میں شرکت کرے تو جاتے وقت اور وہاں سے لوٹنے کے بعد زیادہ چاہیے، کیونکہ ؎

کلیاں من میں سوچت ہیں جب کلی کوئی کملاوت ہے	جو دن ان پر بیت گیا وہ کل ہم پر بھی آوت ہے
مالی آیا باغ میں اور کلیاں کریں پکار	کھلی کھلی سب توڑ لو کل ہم ری ہے بار

اور انسان قبر جو آخرت کی منازل میں سے پہلی اور مشکل منزل ہے، اس کی آبادی اور آسانی کے لیے خدا کی یاد زیادہ سے زیادہ کرے، کیونکہ ؎

اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دل اکتاتا	خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

بابا بلّھے شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اٹھ جاگ گھراڑے مارنہیں ایہہ سون تیرے درکار نہیں

## قیامت قائم کرنے کی حکمتیں اور قیام قیامت پر عقلی دلائل

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ (المؤمنون:۱۱۵)

کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے ○

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (النمل:۸۶)

کہا: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی کہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو بنایا سوجھانے والا' بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے کہ جو ایمان رکھتے ہیں○

### تشریح

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ''بعث بعد الموت'' پر دلیل ہے اس لیے کہ جو دن کی روشنی کو شب کی تاریکی سے اور شب کی تاریکی کو دن کی روشنی سے بدلنے پر قادر ہے' وہ مردے کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے' نیز انقلاب لیل ونہار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ان کی دنیوی زندگی کا انتظام ہے تو یہ عبث نہیں کیا گیا بلکہ اس زندگانی کے اعمال پر عذاب وثواب کا ترتب مقتضائے حکمت ہے اور جب دنیا دار العمل ہے تو ضروری ہے کہ ایک دار الآخرت بھی ہو' وہاں کی زندگی میں یہاں کے اعمال کی جزاء ملے۔

## وقوع قیامت پر عقلی ونقلی دلائل

صاحب تبیان القرآن' مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

ہم اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بعض لوگ ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کے ظلم پر کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض لوگ ظلم سہتے سہتے مر جاتے ہیں اور ان کو مظلومیت پر کوئی جزاء نہیں ملتی۔ اگر اس جہاں کے بعد کوئی اور جہاں نہ ہو تو ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزاء کے بغیر رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے' اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی اور عالم ہو جس میں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزاء۔

اور جزاء اور سزا کے نظام کے برپا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کو بالکلیہ ختم کر دیا جائے' کیونکہ جزاء اور سزا اس وقت جاری ہو سکتی ہے جب بندوں کے اعمال ختم ہو جائیں اور جب تک تمام انسان اور یہ کائنات ختم نہیں ہو جاتی لوگوں کے اعمال کا سلسلہ ختم نہیں ہو گا۔ مثلاً قابیل نے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا' اب اس کے

بعد جتنے قتل ہوں گے ان کے قتل کے جرم میں قابیل کے نامۂ اعمال میں گناہ لکھا جاتا رہے گا' اس لیے جب تک قتل کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا قابیل کا نامۂ اعمال مکمل نہیں ہوگا' اسی طرح ہابیل نے ظالم سے بدلہ نہ لینے کی رسم ایجاد کی' اب اس کے بعد جو شخص بھی یہ نیکی کرے گا' اس کی نیکی سے ہابیل کے نامۂ اعمال میں نیکی لکھی جاتی رہے گی۔ اس لیے جب تک اس نیکی کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا ہابیل کا نامۂ اعمال مکمل نہیں ہوگا' اسی طرح ایک شخص مسجد میں کنواں بنا کر مر جاتا ہے تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی' جب تک اس کنویں سے پانی پیا جاتا رہے گا' اس شخص کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور کوئی شخص بت خانہ یا شراب خانہ بنا کر مر گیا تو جب تک وہاں بت پرستی یا شراب نوشی ہوتی رہے گی' اس کے نامۂ اعمال میں برائیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ اس لیے جب تک یہ دنیا اور اس دنیا میں انسان موجود ہیں اس وقت تک لوگوں کا نامۂ اعمال مکمل نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے نامۂ اعمال کو مکمل کرنے کے لیے دنیا اور دنیا والوں کو مکمل ختم کرنا ضروری ہے اور اسی کا نام قیامت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی متقاضی ہے کہ جزاء اور سزا کا نظام قائم کیا جائے اور جزاء اور سزا کو نافذ کرنے سے پہلے قیامت قائم کرنا ضروری ہے۔

## وقوعِ قیامت پر شرعی دلائل

یہ دنیا دار امتحان ہے اور اس میں انسان کی آزمائش کی جاتی ہے اور اس امتحان کا نتیجہ اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتا۔ لیکن نیک اور بد' اطاعت گزار اور نافرمان' موافق اور مخالف اور مؤمن اور کافر میں فرق کرنا ضروری ہے اور یہ فرق صرف قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۝ (النجم: ۳۱)

تاکہ بُرے کام والوں کو ان کی سزا دے اور نیکی کرنے والوں کو اچھی جزاء دے ۝

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۝ (ص: ۲۸)

کیا ہم ایمان والوں اور نیکی کرنے والوں کو زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ ۝

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ (الجاثیہ: ۲۱)

اور کیا بُرے کام کرنے والوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے کہ (ان سب کی) زندگی اور موت برابر ہو جائے؟ وہ کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں ۝

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ (القلم: ۳۵-۳۶)

کیا فرماں برداروں کو مجرموں جیسا کر دیں گے ۝ تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو ۝

## دنیا میں راحت اور مصیبت کا آنا مکمل جزاء اور سزا نہیں ہے

ہر چند کہ بعض لوگوں کو دنیا میں ہی ان کی بداعمالیوں کی سزا مل جاتی ہے' مثلاً ان کا مالی نقصان ہو جاتا ہے یا وہ ہولناک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ان پر دشمنوں کا خوف طاری ہو جاتا ہے' لیکن یہ ان کی بداعمالیوں کی پوری پوری سزا نہیں ہوتی۔ اور ہم کتنے ہی لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ساری عمر عیش پرستی' ہولناکیوں اور ظلم وستم کرنے میں گزار دیتے ہیں' پھر اچانک ان پر مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے اور ان کی دولت اور طاقت کا نشہ کافور ہو جاتا ہے' لیکن ان کے جرائم کے مقابلہ میں یہ بہت کم سزا ہوتی ہے' اس لیے ان کی مکمل سزا کے لیے ایک اور جہاں کی ضرورت ہے جہاں قیامت کے بعد ان کو پوری پوری سزا ملے گی۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝

ہم ان کو بڑے عذاب سے پہلے (دنیا میں) ہلکا عذاب ضرور چکھائیں گے تا کہ وہ باز آ جائیں O

(السجدہ: ۲۱)

اس طرح بہت سے نیک بندے ساری عمر ظلم وستم سہتے رہتے ہیں اور مصائب برداشت کرتے رہتے ہیں اور انہیں اپنی زندگی میں آرام اور راحت کا بہت کم موقعہ ملتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم کرے گا اور ہر شخص کو اس کی نیکی اور بدی کی پوری پوری جزاء اور سزا دے گا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۝

سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کی (جزاء) پائے گا O

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۝

اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کی (سزا) پائے گا O

(الزلزال: ۷۔۸)

(تبیان القرآن ج ۱' سورۂ فاتحہ' ص ۱۸۲' مطبوعہ فرید بک سٹال' اُردو بازار لاہور)

## خوفِ آخرت کی شرعی حیثیت

خوفِ آخرت کی شرعی حیثیت کیا ہے اور عذابِ جہنم سے ڈرنے کا شریعت مبارکہ کس حد تک تقاضا کرتی ہے؟

ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جہنم سے صرف اسی قدر ڈرنا واجب ہے کہ اس سے انسان کے اندر فرائض کو ادا کرنے اور حرام چیزوں اور ممنوعہ کاموں سے دور رہنے کا داعیہ پیدا ہو جائے۔ اگر جہنم کا خوف کچھ اور بڑھ جائے اور انسان اپنے انگ انگ پر اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کو نافذ اور لاگو کرے' مستحبات پر عمل کرے' مکروہات سے اجتناب کرے اور رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرے تو جہنم کا یہ خوف اور بھی لائق تحسین اور اچھا ہے۔ لیکن اگر یہ خوف مزید بڑھ کر زندگی کا روگ بن جائے اور انجام کار انسان کو موت کے منہ میں دھکیل دے اور اسے کسی کام کا نہ چھوڑے یہاں تک کہ انسان اللہ کے اوامر و نواہی کی ادائیگی سے بھی عاجز ہو جائے تو ایسا خوفناک خوف قابل تحسین نہیں قرار دیا جا سکتا۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کا خوف دلوں میں اس کی ہیبت اور عظمت پیدا کرنے کے لیے شریعت کا مقصود اول ہے'

تا کہ انسان مستحبات کو انجام دے کر اور مکروہات سے اجتناب کر کے اللہ تعالیٰ عزوجل کا قرب حاصل کرے لیکن اگر انسان اس خوف کو بڑھا کر زندگی کا روگ بنالے کہ یہ خوف فرائض و مستحبات کی انجام دہی اور حرمات و مکروہات سے اجتناب کی راہ میں رکاوٹ بن جائے تو اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔البتہ اگر جہنم کا خوف انسان پر غالب آجاتا ہے تو اس صورت میں انسان معذور ہے اسلاف کا حال کچھ ایسا ہی تھا کہ جہنم کا خوف ان کے دلوں پر غالب آگیا تھا۔(محدث ص۱۱۴ مارچ ۲۰۰۵ء)

غلام نصیر الدین
جامعہ نعیمیہ لاہور

۞۞۞۞۞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان رحم فرمانے والا

# ترجمہ خطبۂ کتاب

اپنے رب کا محتاج' اپنے گناہوں سے تائب' اپنے مالک کی رحمت کا امیدوار بندہ (محمد بن احمد ابن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی اندلسی ثم قرطبی' اللہ تعالیٰ اس کی' اس کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے) عرض کرتا ہے کہ تمام خوبیوں کا مالک وہ اللہ ہے جو سب سے بلند شان والا اور سب کا نگہبان ہے اور سب کا مددگار اور سب کا آقا ہے۔ اسی نے سب کو پیدا کیا اور زندگی دی اور اپنی مخلوق کے لیے مرنے' فنا ہونے اور دوبارہ زندہ ہو کر دارالجزاء کی طرف آنے کا حکم دیا تاکہ (ان کے عملوں کے مطابق) فیصلہ ہو اور ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری پوری جزاء ملے' جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ○ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے ○

(طٰہٰ: ۱۵)

نیز اللہ تعالیٰ اپنی روشن کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ○ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ○

(طٰہٰ: ۷۴-۷۶)

بے شک جو اپنے رب کے دربار میں مجرم ہو کر حاضر ہو گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ آرام سے زندگی گزارے گا (بلکہ سخت عذاب میں مبتلا ہو گا) ○ اور جو اپنے رب کے دربار میں ایمان دار ہو کر حاضر ہوں جنہوں نے نیک عمل بھی کیے ہوں گے تو انہیں کے لیے بلند مرتبے ہوں گے ○ وہ بسنے کے ہمیشہ رہنے والے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ○ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بدلہ اس کا جو (کفر اور گناہوں سے) پاک ہوا ○

میں نے ایک مختصر اور جامع کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جو (دنیا میں) میرے نفس کے لیے نصیحت (اور خیر خواہی کا ذریعہ) ہو اور مرنے کے بعد ایک اچھا کارنامہ ثابت ہو اور اس کتاب میں (بالخصوص) مندرجہ ذیل امور کا بیان ہوگا۔

(۱) موت کی یاد (۲) مرنے والوں کے احوال

(۳) حشر و نشر کا بیان (۴) جنت اور دوزخ کا بیان

(۵) فتنوں اور قیامت کی نشانیوں کا تذکرہ اور اس کے علاوہ بہت کچھ اور بھی۔

اور اس کتاب کی تالیف میں میرا اسلوب یہ رہا ہے کہ میں نے امت کے جلیل القدر، ثقہ اور باعتماد علماء اور ائمہ کی تصانیف سے جو اقوال لیے ان کو من وعن نقل کر دیا اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ میری کتاب میں دیکھیں گے کہ میں نے سلف صالحین کے جو ارشادات نقل کیے ہیں وہ واضح طور پر ان اکابر کے نام کی طرف منسوب کر کے لکھے ہیں۔

اس کتاب کا نام میں نے ''التذکرۃ باحوال الموتیٰ وامور الآخرۃ'' رکھا ہے۔ کتاب کو مختلف ابواب پر مرتب کیا اور ہر باب کے بعد ایک یا ایک سے زیادہ فصلیں مقرر کیں اور ان فصلوں میں، ابواب میں مذکور آیات، احادیث، اشعار، ارشاداتِ اکابر میں وارد ہونے والے الفاظ کی تفسیر، غریب اور مشکل الفاظ کی تشریح کر دی گئی ہے۔ اسی طرح آیات اور احادیث سے حاصل اور مستنبط ہونے والے احکام اور مسائل کی نشاندہی اور وضاحت کر دی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نفع اور فائدہ حاصل ہو اور اس لیے بھی کہ حدیثِ رسول ﷺ میں تفقہ اور سمجھ بوجھ حاصل کرنا ہی اصل منشاء اور مقصود ہے اور یہی وہ عمل ہے جو قیامت کے دن اور مقامِ محمود پر موجود ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی ذات کے لیے خالص بنا دے اور اپنی رحمت اور احسان وکرم سے اس کو درجۂ قبولیت عطا فرمائے۔ اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور اس پاک ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ (آمین)

## کسی مالی اور بدنی نقصان کی وجہ سے موت کی تمنا اور دعا کرنا جائز نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر تمنا ہی کرنی ہے تو یوں عرض کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے، تو زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت میں بہتری ہو تو موت دے۔ (صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۱۲۷، صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱، ترمذی رقم الحدیث: ۹۷۰، ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۲، نسائی ج ۴ ص ۳، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۵، ابن حبان ج ۲ ص ۱۵۷، المستدرک ج ۳ ص ۴۴۳، القضاعی رقم الحدیث: ۹۳۷، ابن السنی رقم الحدیث: ۵۴۴، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۳۵)

انہی سے دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور اس کو آنے سے پہلے نہ بلائے کیونکہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور مؤمن کے لیے زیادتیٔ عمر میں بہتری ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۷، ص ۸، مسند احمد ج ۲، ص ۳۱۶، البیہقی ج ۳، ص ۳۷۷، صحیح ابن حبان ج ۵، ص ۸، الطبرانی المعجم الصغیر ج ۱، ص ۷۷)

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر نیک ہے تو امید ہے کہ اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا اور اگر بدکار ہے تو شاید نیکی کی طرف لوٹ آئے۔ (صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۱۲۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹، نسائی ج ۴ ص ۲، ترمذی رقم الحدیث: ۹۷۰، صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۲۸۵، سنن داری ج ۲ ص ۳۱۳)

بزّار نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم موت کی تمنا مت کرو کیونکہ نزع کی ہولناکی سخت ہے، انسان کی عمر دراز ہونا سعادت ہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۲، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۶۱۳، ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۸۳، البیہقی الآداب رقم الحدیث: ۱۱۳۵، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۲۴۰)

# فصل: موت کیا ہے؟

علماء فرماتے ہیں کہ موت محض عدم اور فناء کا نام نہیں ہے بلکہ موت بدن سے رُوح کے تعلق کے ختم ہو جانے کا نام ہے اور ایک پردہ ہے جو روح اور بدن کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور ایک گھر سے نکل کر دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔

## موت سب سے بڑی مصیبت ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد مبارک ''فَاَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃُ الْمَوْتِ'' (المائدہ:۱۰۶) (پھر تمہیں موت کی مصیبت پہنچے) میں موت کو مصیبت فرمایا ہے، موت بہت بڑی مصیبت ہے۔ ہمارے علماء فرماتے ہیں: موت سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ انسان موت سے غافل ہو جائے اور موت کی یاد سے منہ پھیر کر اس کی فکر اور اس کے لیے عمل کو چھوڑ دے اور بے شک تنہا موت میں سمجھدار کے لیے سامانِ فکر اور نصیحت قبول کرنے والے کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری طرح چوپایوں کو موت کا علم ہوتا تو تم ان چوپایوں میں سے کسی کو فربہ اور موٹا ہونے کی حالت میں نہ کھاتے۔ (ابن المبارک الزھد ج ۲ ص ۳۸، وکیع الزھد ج ۱ ص ۲۸۵، القضاعی رقم الحدیث: ۲۳۴، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۹۳، الالبانی ضعیف الجامع: ۴۸۱۶)

**حکایت:** کہتے ہیں کہ ایک اعرابی اونٹ پر سوار کہیں جا رہا تھا کہ اچانک اس کا اونٹ گرا اور مر گیا اور اعرابی نے اونٹ سے اتر کر اس کے لاشہ کے اردگرد چکر لگانا شروع کر دیا، وہ گہری سوچ میں ڈوبا اور کہہ رہا تھا: تجھے کیا ہوا کہ کھڑا نہیں ہوتا؟ تجھے کیا ہوا کہ اٹھتا نہیں؟ یہ تیرے تمام اعضاء اور سارے کل پرزے تو صحیح سلامت ہیں پھر تجھے کیا ہو گیا؟ وہ کیا چیز تھی جو تجھ کو چلاتی اور اٹھاتی تھی اور کس چیز نے تجھے پچھاڑ کر پھینک دیا ہے؟ کس چیز نے تجھے حرکت کرنے سے روک دیا ہے؟ پھر وہ انتہائی حیرت زدہ حالت میں اپنے اونٹ کے ساتھ اس اچانک پیش آنے والے حادثہ اور واقعہ پر تعجب کرتے ہوئے اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔

ایک بہادر اور شہ زور آدمی جو اپنی طبعی موت سے فوت ہوا، اس کے متعلق شاعر کہتا ہے:

جاءتہ من قبل المنون اشارۃ فھوی صریعا للیدین وللفم

''اس کے پاس موت کی طرف سے اشارہ آیا، پس وہ منہ کے بل چاروں شانوں چت ہو کر گر پڑا''۔

ورمی بمحکم درعہ وبرمحہ وامتد ملقی کالفتیق الاعظم

''اور اس نے اپنی مضبوط زرّہ اور نیزہ پھینک دیا اور کھجور کے تنے کی طرح سیدھا دراز گرا پڑا تھا''۔

لایستجیب لصارخ ان یدعہ أبدا ولا یرجی لخطب معظم

''اب اگر کوئی بلند آواز سے اس کو پکارے گا تو وہ کبھی بھی جواب نہیں دے سکے گا اور نہ کسی

بڑے معرکے کے لیے اس کی امید کی جا سکے گی''۔

ذهبت بسالته وفر غرامه لما رأى حبل المنية يرتمي

''جب اس نے موت کی رسی کو اپنی طرف دراز ہوتے دیکھا تو اس کا سارا نشۂ عشق ہرن ہوا چلا اور اس کی بہادری ختم ہوئی''۔

يا ويحه من فارس ما باله ذهبت مروته ولما يكلم

''اے افسوس! اس بہادر کو کیا ہو گیا ہے کہ اس کی مردانگی ختم ہو گئی حالانکہ اس کو ایک زخم تک نہیں لگا''۔

هذی يداه وهذه أعضاؤه ما منه من عضو غدا بمثلم

''یہ دیکھو اس کے ہاتھ پاؤں سارے اعضاء ٹھیک ٹھاک ہیں کل تک تو اس کے کسی حصۂ بدن میں کوئی عیب، رخنہ اور نقص نہیں تھا''

هيهات ما حبل الردى محتاجة للمشرفي ولا اللسان اللهذم

''ارے بھائی! موت اور ہلاکت تو نوک دار، تیز کاٹنے والی چمکدار تلوار کی محتاج نہیں ہوتی''۔

هي ويحكم امر الاله وحكمه والله يقضي بالقضاء المحكم

''تمہیں خدا عقل دے! وہ تو اللہ تعالیٰ کا امر اور حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بڑا محکم ہوتا ہے''۔

ياحسرتا لو كان يقدر قدرها ومصيبة عظمت ولما تعظم

''کچھ مصیبتیں بہت بڑی ہوتی ہیں اور تجھے ابھی موت کی لڑائی کا اندازہ نہیں ہوا۔ اے کاش! انسان اندازہ کر لے کہ موت کتنی بڑی آزمائش ہے''۔

خبر علمنا كلنا بمكانه وكأننا في حالنا لم نعلم

''خبر اور علم کی حد تک تو ہم سب جانتے ہیں مگر ہم اپنے حال میں کچھ ایسے مست ہیں کہ لگتا ہے کہ ہمیں موت کی سختی کا صحیح ادراک نہیں ہے۔''

## موت کی تاریخ کا آغاز

ابوعبداللہ حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں نقل کیا ہے کہ ہم سے قتیبہ بن سعید اور خطیب بن سالم دونوں نے عبدالعزیز ماجشون کے واسطہ سے محمد بن منکدر سے یہ حدیث روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہوں نے فرمایا: اے حوا! تمہارے بیٹے کو موت نے آ لیا ہے، حضرت حوا بولیں کہ موت کیا ہوتی ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ موت آنے کا مطلب یہ ہے کہ اب تمہارا بیٹا نہ کھائے گا نہ پیئے گا نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ بیٹھ سکے گا۔ یہ سن کر حضرت حوا رونے لگیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: یہ رونا

دھونا آپ پر اور آپ کی بیٹیوں پر رہا میں اور میرے بیٹے اس رد نے دھونے سے بری ہیں۔

# فصل

سابقہ سطور میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں آیا ہے: ''فلعلہ ان یستعتب'' اس کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''الاستعتاب'' کا معنیٰ ہے ''عتبیٰ'' یعنی رضامندی طلب کرنا اور وہ گناہوں سے رجوع لانے اور توبہ کرنے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

جوہری نے کہا: ''استعتب'' کا معنیٰ ''عتبیٰ'' (یعنی رضامندی) طلب کرنا ہے۔ عربی میں جب کسی کی رضامندی کو طلب کیا جائے اور وہ رضامند ہو جائے تو یہ محاورہ بولتے ہیں: ''استعتبته فاعتبنی'' یعنی میں نے اس سے رضامندی کو طلب کیا پس اس نے مجھے راضی کر دیا اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا۔

اللہ تعالیٰ کافروں کے متعلق فرماتا ہے:

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ○ اور اگر وہ منانا چاہیں تو کوئی ان کا منانا نہ مانے۔

(حم السجدۃ: ۲۴)

سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا کہ موت کی تمنا تین اشخاص ہی کر سکتے ہیں۔

(۱) ایک وہ شخص جو مرنے کے بعد کے حالات سے بے خبر ہے۔

(۲) دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی مقررہ تقدیر سے راہِ فرار اختیار کرتا ہو۔

(۳) تیسرا وہ شخص جو اللہ عزوجل کی ملاقات کا مشتاق ہے اور اس سے ملنے کی محبت رکھتا ہے۔

روایت ہے کہ ملک الموت علیہ السلام (موت کا فرشتہ) اللہ عزوجل کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لیے آئے تو انہوں نے فرمایا: اے فرشتۂ موت! کیا آپ نے کبھی کسی خلیل (دوست) کو خلیل (دوست) کی روح قبض کرتے دیکھا ہے؟ پس ملک الموت نے واپس جا کر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جا کر ابراہیم (علیہ السلام) سے یہ کہو کہ کیا آپ نے کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہو؟ اور جب فرشتۂ موت واپس آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمانے لگے: فوراً میری روح قبض کرو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہر بندۂ مؤمن کے لیے موت میں بھلائی ہے۔ پس جو شخص میری بات کی تصدیق نہیں کرتا وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لیے سب سے بھلا ہے ○

(آل عمران: ۱۹۸)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ . (آل عمران:۱۷۸) اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دے رہے ہیں کچھ ان کے لیے بھلا ہے۔

اور حیان ابن الاسود کا قول ہے:

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب. موت ایک پُل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملانے کا ذریعہ ہے۔

## دین میں فتنہ کے خوف سے موت کی تمنا اور دعا کرنا جائز ہے

اللہ عزوجل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ (یوسف:۱۰۱) مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قربِ خاص کے لائق ہیں ○

اور مریم علیہا السلام کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○ (مریم:۲۳) بولی: ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی ○

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ قبر کے پاس سے گزرنے والا یہ نہ کہے گا: اے کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۷۴، موطا امام مالک ص ۱۶۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۳۷، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۹۳، ابن حبان ج ۸ ص ۲۴۹، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۴)

# فصل

پچھلے باب میں موت کی تمنا اور اس کے لیے دعا کرنے کو ناجائز کہا تھا اور اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ ان دونوں باتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس فصل میں مصنف اس تعارض کو رفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارا آئندہ بیان پڑھ لیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ان دونوں ابواب کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔

رہا یوسف علیہ السلام کا معاملہ تو حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کبھی بھی کسی شخص نے موت کی تمنا نہیں کی ہے سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی نعمتوں کی تکمیل فرما دی اور ان کے لیے لشکروں کو جمع فرما دیا تو وہ اپنے رب سے ملاقات کے لیے مشتاق ہوئے اور عرض کرنے لگے:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ . (یوسف:۱۰۱) اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا۔

پس حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے رب کریم سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔

اور بعض نے کہا کہ بے شک یوسف علیہ السلام نے موت کی تمنا نہیں کی' انہوں نے یہی تمنا کی کہ جب میری موت آئے تو مجھے مسلمان اٹھانا اور مفسرین کے نزدیک اس آیت کی تفسیر میں یہی قول مختار ہے۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

اور باقی رہا حضرت مریم علیہا السلام کا موت کی دعا کرنا تو انہوں نے دو وجوہ سے موت کی تمنا کی تھی۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ ان کو ڈر تھا کہ ان کے دین میں بدگمانی کی جائے گی اور ان کو عار دلائی جائے گی اور یہ امران کے لیے دین میں فتنہ کا باعث ہوگا (پس انہوں نے لوگوں کو بدگمانی سے بچانے اور اپنے دین میں فتنہ کے ڈر سے موت کی تمنا کی) اور دوسرا اس وجہ سے مریم علیہا السلام نے موت کی دعا کی تا کہ کہیں ان کی قوم ان کے سبب جھوٹ' بہتان اور بدکاری کی تہمت لگانے میں مبتلا نہ ہو اور یہ چیز اس قوم کو ہلاک کر دیتی۔ واللہ اعلم۔

اور تحقیق اللہ تعالیٰ عزوجل حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر افتراء باندھنے والوں کے بارے میں فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ○ (النور:١١) | اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے○ |

نیز ارشاد خداوندی ہے:

| | |
|---|---|
| وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ○ (النور:١٥) | اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے○ |

اور بے شک مریم علیہا السلام کے بارے اختلاف ہے کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد'' وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ '' (المائدہ:٧٥) کے مطابق صدیقہ وولیہ ہیں یا اللہ تعالیٰ کے ارشاد'' فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا '' (مریم:١٧) اور'' اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ '' (آل عمران:٤٢) کے پیش نظر نبی تھیں اور اس بناء پر ان کے خلاف افتراء باندھنا بہت بڑی بات ہے اور ان کے حق میں بہتان تراشی زیادہ سخت ہے اور اس میں ہلاکت یقینی ہے اور ہماری بیان کردہ دونوں تفسیروں کی بنیاد پر حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں موت کی تمنا کرنا جائز قرار پایا۔

اور حدیث شریف کا جواب یہ ہے کہ اس میں مال یا بدن میں نقصان کی وجہ سے جو گناہوں کے مٹانے کا سبب ہے' موت کی تمنا کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں تو خبر دی گئی ہے کہ قرب قیامت لوگ دینی حالت کے سخت بگڑ جانے اور دین کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے دین میں فتنہ کے ڈر سے موت کی آرزو کرنے لگیں گے نہ کہ مالی اور بدنی نقصان کی وجہ سے موت کی تمنا کریں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول مبارک سے اس معنیٰ کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ امت کی تعلیم کے لیے یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کی دعا کرتا ہوں اور تو جب لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو

مجھے آزمائش میں ڈالے بغیر اپنے پاس بلا لینا (وفات دینا)۔ (مؤطا امام مالک ج۱ص ۲۱۸' مسند احمد ج ۵ص ۲۴۳' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۷۲۵-۷۲۶' جامع ترمذی: ۳۲۳۵' سنن دارمی ج ۲ص ۱۲۶' تفسیر طبری ج ۷ص ۱۶۲)

امام مالک ہی سے اسی کی مثل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے۔ وہ یہ دعا مانگتے تھے کہ:

اللهم قد ضعفت قوتي و كبرت سني وانتشرت رعيتي فاقبضني اليك غير مضيع ولا مقصر.

اے اللہ! میری قوت کم ہوئی اور عمر بڑی ہوئی' میری رعایا منتشر ہوئی' تو مجھے وفات دے تاکہ میں ضائع کرنے والا اور کوتاہی کرنے والا نہ بنوں۔

ابھی ایک ماہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ شہید ہوئے۔

ابن عبدالبر نے "التمہید والاستذکار" میں علیم کندی سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ میں ابوعباس غفاری کے ساتھ ایک چھت پر تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ طاعون سے بھاگ رہے ہیں تو آپ نے کہا: اے طاعون! مجھے پکڑ لے۔ یہ کلمہ تین مرتبہ کہا۔ میں نے ان سے کہا: تم یہ کیوں کہتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موت کی تمنا نہ کرو کیونکہ موت کے وقت عمل منقطع ہو جاتا ہے اور آدمی کو لوٹ کر نہیں آنا اس لیے وہ تباہ ہو جائے گا۔

ابو العباس نے کہا: میں نے سنا' رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: چھ چیزوں سے پہلے مر جاؤ (۱) بے وقوفوں کی حکومت سے (۲) شرط کی زیادتی سے (۳) حکمت کی باتوں کے بیچنے سے (یعنی عدلیہ اور قلمکار بِک جائیں گے) (۴) خون کی ناقدری سے (۵) قطع رحمی سے (۶) اور ان سے جو قرآن کو گاتے بجاتے ہیں۔ ایک آدمی کو آگے کرتے ہیں جو ان کو قرآن گا کر سنائے' خواہ وہ سب سے کم سمجھ رکھتا ہو۔

اس کا مزید بیان انشاء اللہ تعالیٰ باب الفتن میں آئے گا۔ (مسند احمد ج ۳ص ۴۹۴' السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۹۷۹)

# ۱-موت کا ذکر اور اس کی تیاری

امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لذتوں کو توڑنے والی چیز کو بکثرت یاد کرو' یعنی موت کو۔ (سنن نسائی ج ۴ص ۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۸' مسند احمد ج ۲ص ۲۹۳' ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۰۷' صحیح ابن حبان ج ۴ص ۲۸۳' ابن المبارک الزہد ج ۲ص ۳۷' المستدرک ج ۴ص ۳۲۱' حلیۃ الاولیاء ج ۶ص ۳۵۵' القضاعی رقم الحدیث: ۶۶۸' تاریخ بغداد ج ۱ص ۳۸۴' مسند البزار ۳۶۲۳' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۶۰۶)

حافظ ابونعیم نے بھی اسی سند کے ساتھ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی حدیث روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لذتوں کو قطع کرنے والی چیز کا ذکر بہ کثرت کیا کرو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لذتوں کو کاٹنے والی چیز کیا ہے؟ فرمایا: موت۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں ایک انصاری مرد آیا اور رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کے بعد آپ سے پوچھنے لگا کہ سب سے افضل مؤمن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں' پھر اس نے

سوال کیا کہ سب سے عقل مند مؤمن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھے اور موت کے بعد کے لیے سب سے اچھی تیاری کرے۔ یہ ہیں عقل مند۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۸۴ ۲ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۹ المستدرک ج ۴ ص ۵۴۰)

امام مالک نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ باب الفتن میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ہوگا۔

ترمذی نے شداد بن اوس سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا خود محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کے لیے کام کرے اور عاجز وہ ہے جو خواہشاتِ نفس کی پیروی کرے اور اللہ سے قسم قسم کی تمنائیں کرے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴ ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۵۹ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۰ ابوداؤد طیالسی رقم الحدیث: ۱۱۲۲ ابن المبارک الزھد ص ۵۶ بیہقی ج ۳ ص ۳۶۹ القضاعی رقم الحدیث: ۱۸۵ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۵۰ الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۷۱۴۱ الطبرانی الصغیر ج ۲ ص ۳۶ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۶۷ مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۲۸۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو بکثرت یاد کرو وہ گناہوں کو زائل کرتی اور دنیا میں زہد پیدا کرتی ہے اور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ نصیحت کرنے اور ڈرانے کو موت کافی ہے۔ (القضاعی رقم الحدیث: ۱۴۱۰ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۰۸ السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۵۰۲)

حضور اکرم ﷺ سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! کیا شہداء کے ساتھ کسی اور کا حشر بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس کا جو شب و روز میں موت کو بیس (۲۰) مرتبہ یاد کرے گا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۲۹۰)

نیز حضرت سدی سے اس آیت کریمہ "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا"۔ (الملک: ۲) "اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ آزمائے کہ تم میں سے کون بہ لحاظ عمل اچھا ہے"۔ کی تفسیر میں مروی ہے کہ کون تم میں سے موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور کون اس کے لیے زیادہ تیاری کرتا ہے اور کون زیادہ ڈرتا ہے۔

# فصل

ہمارے علماء فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے): حضور ﷺ کا یہ ارشاد "**اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت**" لذتوں کو توڑنے والی چیز (موت) کو بہ کثرت یاد کرو۔

ڈرانے اور نصیحت کرنے میں مختصر مگر نہایت فصیح و بلیغ اور جامع کلام ہے اس لیے کہ جو موت کو کما حقہٗ یاد کرتا ہے اس کے نزدیک دنیا کی لذتیں ہیچ ہو جاتی ہیں اور موت کی یاد دنیا میں زہد پیدا کرتی ہے اور انسان مستقبل میں لمبی امیدیں کرنے سے رک جاتا ہے لیکن کچھ لوگوں کی طبیعتوں پر جمود اور دلوں پر غفلت چھائی ہوتی ہے ان کے لیے طویل وعظ و نصیحت اور پرسوز اور زہرہ گداز الفاظ کی حاجت ہوتی ہے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد "**اکثروا ذکر ھادم اللذات**" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" (آل عمران: ۱۸۵) یہی دونوں ارشادات سننے والے کے لیے کافی ہیں اور جو اس میں غور کرے وہ دوسری چیزوں کو بھول جائے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر مندرجہ ذیل اشعار کی مثال دیا کرتے تھے:

لا شئ مما ترى تبقى بشاشته يبقى الإله ويودى المال والولد

''تم جن چیزوں کو دیکھ رہے ہو ان میں سے کسی کی بھی رونق اور تازگی باقی نہ رہے گی' مال اور اولاد ہلاک ہو جائیں گے' صرف اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔''

لم تغن عن هرمز يوما خزائنه والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا

''ہرمز کو اس کے خزانوں نے ایک دن کا بھی نفع نہ دیا' قوم عاد نے ہمیشہ رہنے کا قصد کیا مگر وہ ہمیشہ نہ رہے''۔

ولا سليمان إذ تجرى الرياح له والانس والجن فيما بينها ترد

''اور سلیمان علیہ السلام کہ ہوائیں جن کی مرضی سے چلتی تھیں' تمام انسان اور جن بہ حکم الٰہی جن کے زیرِ حکم تھے وہ بھی نہ رہے''۔

أين الملوك التى كانت لعزتها من كل أوب إليها وافد يفد

''وہ تمام بادشاہ جن کی عزت اور رعب کی وجہ سے چار دانگ عالم سے وفد کے وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے سب کے سب کہاں ہیں؟''

حوض هنالك مورود بلا كذب لابد من ورده يوما كما وردوا

''یہ دنیا موت کا ایک تالاب ہے جس کے گھاٹ پر ہر ذی روح کو یقیناً ایک نہ ایک دن ضرور آنا اور جامِ مرگ پینا ہے۔''

## فصل

مذکورہ بالا امور کی تحقیق اور ثبوت کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ بے شک موت کا ذکر دارِ فانی یعنی دنیا سے بے رغبتی اور دارُ البقاء یعنی آخرت کی طرف ہر لحظہ متوجہ رہنے کا شعور پیدا کرتا ہے اور انسان کی ہمیشہ سے دو حالتیں رہی ہیں' تنگی وخوشحالی اور نعمت ومشقت۔ پھر اگر تو انسان نے تنگ دستی اور مشقت کی حالت دیکھی ہو تو اس پر موت کو یاد رکھنا آسان اور سہل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کچھ تو سختی کا مزا چکھ چکا ہوتا ہے اگرچہ عارضی سہی اور موت کا معاملہ اس سے زیادہ سخت ہے لیکن جب انسان خوشحال اور آرام میں ہوتا ہے تو چونکہ اس کا تعلق موت سے یکسر کٹ چکا ہوتا ہے اس لیے نعمت وخوشحالی کی حالت میں غرور اور عیش وآرام اس کو موت کی یاد سے مانع ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ:

اذكر الموت هادم اللذات وتجهز لمصرع سوف ياتى

''لذتوں کو توڑنے والی چیز ''موت'' کو یاد رکھا کرو اور قبر کا سامان تیار کر لو جہاں عنقریب تم نے جانا ہے''۔

واذكر الموت تجد راحة فى إذكار الموت تقصير الأمل

''موت کو یاد کرنے سے راحت ملتی ہے اور موت کو یاد کرنے سے خواہشات میں کمی واقع

ہوتی ہے''۔

اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ موت کا سال اور وقت معلوم ہے اور نہ بیماری کا پتا ہوتا ہے کب آ گھیرے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت موت کا ڈر رہے اور وہ اس کی تیاری میں لگا رہے۔

ایک نیک آدمی کا واقعہ ہے کہ وہ ہمیشہ رات کو شہر کی فصیل پر یہ آواز لگاتا تھا: کوچ! کوچ! جب وہ فوت ہو گیا تو امیر شہر نے پوچھا: آج کوچ' کوچ کی صدا کیوں نہیں آتی؟ اس کو بتایا گیا کہ وہ ندا کرنے والا فوت ہو گیا ہے تو یہ سن کر امیر شہر نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

ما زال يلهج بالرحيل وذكره حتى أناخ ببابه الجمال

''وہ ہمیشہ سفر کا ذکر کرتا رہتا تھا' یہاں تک کہ لے جانے والے نے سواری اس کے دروازے پر لا بٹھائی''۔

فأصابه متيقظا متشمرا ذا أهبة لم تلهه الآمال

''پس قاصد نے اس کو بیدار' کمربستہ اور فکرمند پایا (دنیا کی) امیدیں اس کو (سفر آخرت سے) غافل نہ کر سکیں''۔

یزید رقاشی اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتے: اے یزید! تجھ پر افسوس! (اگر تو نے آج عبادت نہ کی تو) کون تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے نماز پڑھے گا؟ کون تیری طرف سے روزے رکھے گا؟ کون تیری طرف سے تیرے رب کو راضی کرے گا؟ پھر کہتے: اے لوگو! تم اپنی بقایا زندگی میں کیوں (اپنی غفلتوں پر) نوحہ نہیں کرتے ہو اور کیوں (اپنے گناہوں پر توبہ کے) آنسو نہیں بہاتے ہو! موت جس کی متلاشی ہو' قبر کو جس کا گھر بننا ہو' خاک جس کا بچھونا ہو گا' کیڑے مکوڑے جس کے ساتھی ہوں گے وہ ان ساری چیزوں کے باوجود کسی بڑی مصیبت کا منتظر ہو تو اس کا کیا حال ہو گا؟ پھر روتے روتے غش کھا کر گر پڑتے۔

تیمی نے کہا: دو چیزوں نے میرے سامنے دنیا کی لذتوں کو بے حقیقت بنا دیا۔ ایک موت کی یاد نے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے لیے کھڑے ہونے کے ڈر نے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز علماء کرام کو جمع کرتے' وہ موت' قیامت اور آخرت کا تذکرہ کرتے تو سب حضرات ایسے روتے جیسا کہ سامنے میت رکھی ہو۔

ابو نعیم کا بیان ہے کہ:

حضرت سفیان ثوری جب موت کا ذکر کرتے تو کئی دن تک بے ہوش رہتے اور جب ان سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو کہتے: میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا۔ حضرت اسباط بیان کرتے ہیں: ایک شخص کی حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے بہت تعریف کی گئی' آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ موت کو بھی یاد کرتا ہے یا نہیں؟ عرض کی گئی: ''جی نہیں'' آپ نے فرمایا: تو پھر وہ ایسا نہیں جیسا کہ تم کہتے ہو۔ (امام احمد الزہد رقم الحدیث: ۲۹۵' ابن المبارک الزہد رقم الحدیث: ۲۶۵' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۶۲۲' احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۵۱' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۰۹)

حضرت دقاق فرماتے ہیں کہ جس نے موت کو بہ کثرت یاد کیا اسے تین انعامات ملیں گے:

(۱) توبہ کی جلد توفیق ہوگی۔
(۲) دل میں قناعت نصیب ہوگی۔
(۳) عبادت میں خوشی ہوگی۔
اور جس نے موت کو بھلا دیا اس پر تین مصیبتیں نازل ہوں گی۔
(۱) توبہ میں ٹال مٹول (۲) بے صبری (۳) عبادت میں سُستی۔

اے فریب خوردہ شخص! تو موت اور اس کی سختیوں کا تصوّر ذہن میں لا، اے مغرور شخص! تو ذرا سوچ کہ جامِ موت کتنا سخت اور کڑوا ہے، موت کا وعدہ کتنا سچا ہے، اس کا فیصلہ کتنا انصاف والا ہے، دلوں کو زخمانے، آنکھوں کو رُلانے، جماعتوں کو متفرق کرنے، لذتوں کو توڑنے اور امیدوں کو کاٹنے کے لیے موت کافی ہے۔

اے ابنِ آدم! کیا تجھ کو اس دن کی فکر نہیں ہے جس میں موت تجھے پچھاڑ ڈالے گی اور تو اپنے کشادہ گھر سے قبر کے تنگ و تاریک گھر میں منتقل ہو جائے گا، تیرا ساتھی اور دوست تیرے ساتھ خیانت اور بے وفائی کرے گا، تیرا بھائی اور سچا یار تجھ کو چھوڑ دے گا، تجھ کو لباس اور بچھونے سے عاری کر دیا جائے گا، نرم و گداز گدّوں کی جگہ کچی اینٹیں ہوں گی، ملائم اور گرم لحاف کی جگہ تیرے اوپر منوں مٹی ڈال دی جائے گی۔

اے مال کو جمع کرنے اور مکانات کی تعمیر میں اپنی تمام توانائی کو صرف کرنے والے! بخدا! آج کفن کی دو چادروں کے سوا تیرا کوئی مال نہیں ہے بلکہ کفن بھی یقیناً خراب ہو کر پھٹ جائے گا اور آخر کار تیرا جسم مٹی کے لیے ہے، پس کہاں ہے تیرا وہ مال جس کو تو جمع کرتا رہا؟ کیا مال نے تجھ کو موت کی سختیوں سے بچا لیا؟ ہرگز نہیں بلکہ تو اپنا مال ان کے لیے چھوڑے جا رہا ہے جو تیرا شکر ادا کریں گے نہ فاتحہ پڑھیں گے، اور تو نے آگے گناہوں کو اس کے پاس بھیجا ہے جو تیرے بہانے نہیں سنے گا۔

اور بعض مفسرین نے حسب ذیل آیت کریمہ کی بڑی اچھی تفسیر کی ہے:

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ. اور جو اللہ نے تجھے دیا ہے اس کے بدلے آخرت کو خرید۔ (القصص:۷۷)

کہ اللہ تعالیٰ نے جو تجھے دنیا کا مال دیا ہے اس کے بدلے آخرت میں جنت کو خرید، کیونکہ مؤمن کے لائق یہ ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں کو ایسی جگہوں میں خرچ کرے جس سے اس کو آخرت میں نفع ملے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کو نہ تو مٹی اور پانی میں ضائع کرنا چاہیے اور نہ ظلم اور سرکشی کرنے میں خرچ کرنا چاہیے۔

مفسّرین یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اے انسان! تجھے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ تو اپنا سارا مال یہیں چھوڑ جائے گا سوائے اپنے حصہ کے کفن کے۔

اور اسی معنیٰ کا ایک شعر ہے:

نصیبک مما تجمع الدهر كله ردأان تلوى فيهما و حنوط

''جو کچھ تو نے زندگی بھر میں جمع کیا ہے اس میں تیرا حصہ صرف وہ دو چادریں ہیں جن میں تو لپیٹا

جائے گا اور خوشبو''۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا:

هي القناعة لا تبغي بها بدلا فيها النعيم و فيها راحة البدن

''قناعت ایک ایسی بے نظیر چیز ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے' قناعت میں دل کا سکون اور بدن کی راحت ہے''۔

انظر لمن ملك الدنيا بأجمعها هل راح منها بغير القطن و الكفن

''اس شخص کو دیکھ کہ جس کی ملکیت میں دنیا کی ہر چیز تھی کیا وہ اس بھری دنیا سے روئی اور ایک کفن کے سوا کچھ اور لے کر گیا؟''

نوٹ: مکران کا ایک شاعر ناطق کہتا ہے:

ناطق نه شد بجز کفنے حاصلم زدهر آن هم به مزد گورکنی گورکن گرفت

''اے ناطق! زمانے سے مجھے صرف ایک کفن حاصل ہوا اور وہ بھی گورکن نے اپنی مزدوری میں رکھ لیا''۔

امام دین گجراتی اپنے لہجے میں کہتا ہے:

ملک عدم توں ننگے پنڈے آئے اس جہان تے بندہ اک کفن دی خاطر کتناں پینڈا کر دا اے

''جب ہم اس دنیا میں آتے ہیں تو ننگے ہوتے ہیں' دیکھو! بندہ ایک کفن کی خاطر کتنا سفر طے کر کے اس دنیا میں آتا ہے!''۔

# فصل: ایک حدیث کی تشریح

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے فرمان: ''الكيس من دان نفسه''۔ عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو خود بدلہ دے۔ یعنی نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔

کی لغوی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'دان'' کا معنیٰ ہے محاسبہ کرنا۔

ایک قول ہے کہ اس کا معنیٰ ذلیل کیا جانا ہے۔ ابو عبید نے کہا: ''دان نفسه'' کا معنیٰ ہے نفس کو رام کرنا اور غلام بنانا۔ ''دنته ادينه'' کا محاورہ اس وقت بولتے ہیں جب نفس مطیع اور رام کرنے سے رام ہو جائے اور مطیع بن کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور بعد الموت کے لیے عمل کی تیاری کرنے لگے۔ اس طرح انسان زندگی میں جو اس سے کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے' نیک کاموں کے ذریعے اپنے اچھے انجام کی تیاری کرے' سابقہ لغزشوں سے توبہ کرے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کی یاد میں وقت گزارے یہی انسان کا توشۂ آخرت ہے۔

اور ''الكيس'' کی ضد ''العاجز'' ہے ''كيس'' کا معنیٰ عقل مند ہے اور عاجز وہ شخص ہے جو کام میں کوتاہی

کرے اور اپنے نفس کی خواہشات پر چلنے اور رب کی اطاعت کرنے میں کوتاہی کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے بخشش اور اجر و ثواب کی آرزو رکھے اور یہ نفس کا دھوکا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے امر و نہی کا انسان کو پابند کیا ہے تو پھر اجر و ثواب بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہونے ہی سے ملے گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض لوگوں کو جھوٹی آرزوئیں (اللہ کی یاد سے) غافل کیے رکھتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ان کے پلّے میں ایک نیکی تک نہیں ہوتی‘ ان میں سے ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میرا اپنے رب کے ساتھ حسن ظن ہے‘ اور وہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اگر اس کا اپنے رب کے ساتھ حسن ظن ہوتا تو پھر چاہیے تھا کہ وہ اچھے کام بھی کرتا کیونکہ حسن ظن تو حسن عمل کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (حٰم السجدہ:۲۳)

اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں ○

سعید بن جبیر کا قول ہے کہ:

اغرة باللہ ان یتمادیٰ الرجل بالمعصية و یتمنی علی اللہ المغفرة.

انسان کی خود فریبی یہ ہے کہ وہ گناہ میں حد سے بڑھ جائے اور اللہ سے بخشش کی تمنا کرے۔

ابو عمیر صوری نے اپنے بعض برادران کو خط لکھا کہ امابعد:

برادرم! تم ساری زندگی تو دنیا کی ادھیڑ بن میں لگے رہے ہو اور اپنے برے عمل کے باوجود اللہ تعالیٰ سے قسم قسم کی آرزوئیں رکھتے ہو‘ ’’وانما تضرب حدیدا باردا‘‘ ٹھنڈے لوہے کو تو ضربیں ہی لگائی جاتی ہیں۔ والسلام

اس کا مزید بیان باب ’’القبر اول منازل الآخرة‘‘ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

## ۲-ان چیزوں کا بیان جو دنیا میں زہد‘ موت اور آخرت کی یاد میں مدد دیتی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی‘ پھر آپ روئے اور جو اصحاب آپ کے گرد تھے وہ بھی روئے‘ پھر آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تھی تو مجھے یہ اجازت نہیں دی گئی (تاکہ استغفار کرنے سے کسی کو والدہ ماجدہ کے متعلق ارتکاب معصیت کا وہم نہ ہو کیونکہ جب غیر معصوم کے لیے استغفار کیا جائے تو اس سے اس کے ارتکاب معصیت کا شبہ ہوتا ہے) پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی‘ پس قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۷‘ ص ۴۵‘ نسائی ج ۴ ص ۹۰‘ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۷۲‘ مسند احمد ج ۲

ص ۱۴۴۱ ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۴۳ عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۱۴ صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۶۷ المستدرک ج ۲ ص ۶۰۵ البیہقی ج ۴ ص ۷۸)

ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کریں کیونکہ یہ دنیا میں زہد پیدا کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۴۶ ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۱۹ مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۲ نسائی ج ۴ ص ۸۹ بیہقی ج ۴ ص ۷۷ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۷۱ مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۱۷۶۹)

نوٹ: حضور اکرم ﷺ کے لیے زیارتِ قبور سے پہلے ممانعت اور بعد میں اجازت دینے کی بہت سی وجوہ تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں لوگ بت پرستی چھوڑ کر نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اس لیے فساد کا سدِ باب کرنے کے لیے فرمایا کہ زیارتِ قبور نہ کرو یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ سنگ پرستی چھوڑ کر لوگ قبر پرستی میں مبتلا ہو جائیں لیکن جب لوگ حقیقتِ اسلام اور لذّت توحید سے آشنا ہو گئے تو زیارتِ قبور کے بے شمار فوائد کی وجہ سے اجازت دے دی گئی تو امر و نہی اختلافِ احوال کی بناء پر ہیں۔ (مترجم)

# فصل: زیارتِ قبور

علماء کے نزدیک قبروں کی زیارت مردوں کے لیے بالاتفاق جائز ہے عورتوں کے لیے زیارت قبور کے حکم میں اختلاف ہے۔ جوان عورتوں پر قبروں کی زیارت کے لیے جانا حرام ہے بوڑھی عورتوں کو اجازت ہے اور اگر اکیلی عورتیں ہوں اور مردوں عورتوں کا اختلاط نہ ہو تو اس صورت میں سب کے لیے بالاتفاق جائز ہے اور اس معنیٰ کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ''زوروا القبور'' (قبروں کی زیارت کرو) عام ہے عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہو گا لیکن اگر کسی وقت میں یا کسی مقام پر مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہو تو اس صورت میں (فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے) جائز اور حلال نہیں ہو گا۔ جیسے فرض کیجئے ایک مرد عبرت کے لیے قبروں کی زیارت کو جاتا ہے اور اس کی نظر کسی عورت پر پڑتی ہے اور وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے یا اس کا عکس ہوتا ہے تو اس طرح مرد اور عورت ہر ایک ہی گناہ اور ثواب دونوں کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں اور یہ واضح ہے۔ واللہ اعلم

اور بعض علماء نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ کا فرمان کہ ''قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے'' یہ فرمان زیارتِ قبور کی رخصت سے پہلے کا ہے اور بعد میں جب نبی کریم ﷺ نے رخصت عطا فرما دی تو اس رخصت میں مرد اور عورت دونوں داخل ہو گئے اور جو قول ہم نے پہلے ذکر کیا تھا وہ زیادہ درست ہے۔ واللہ اعلم

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قبرستان تشریف لے گئے جب قبروں پر ان کی نظر پڑی تو آپ نے کہا: کیا تم ہم کو اپنی خبریں سناتے ہو یا ہم تم کو اپنی خبریں سنا دیں؟ ہماری طرف سے خبر سنو! کہ تمہارے مال تقسیم ہو چکے ہیں تمہاری بیویوں نے نئی شادیاں رچالی ہیں تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ بس چکے ہیں پھر آپ نے فرمایا: بہ خدا! اگر ان میں بولنے کی سکت ہوتی تو یقیناً وہ یہ کہتے کہ ہم نے تقویٰ اور پرہیز گاری سے بہتر کوئی زادِ آخرت نہیں دیکھا ہے۔

ابو العتاہیہ نے خوب کہا ہے:

یا عجباً للناس لو فکروا و حاسبوا انفسھم ابصروا

''اے افسوس! اگر لوگ سوچیں اور اپنا محاسبہ خود کریں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں''۔

و عبروا الدنیا الی غیرھا فانما الدنیا لھم معبر

''اور لوگ دنیا کو چھوڑ کر آگے گزر جائیں، بے شک دنیا تو ان کے لیے ایک پُل ہی ہے''۔

لا فخر الا فخر اھل التقوی غداً اذا ضمھم المحشر

''کل قیامت کے دن جب سب لوگ محشر میں جمع ہوں گے تو پرہیزگاروں کے سوا کسی کے لیے فخر کا مقام نہیں ہوگا''۔

لیعلمن الناس ان التقی ، والبر کانا خیر ما یدخر

''ضرور سب لوگوں کو معلوم پڑ جائے گا کہ نیکی اور تقویٰ ہی بہترین ذخیرہ تھے''۔

عجبت للانسان فی فخرہ وھو غداً فی قبرہ یقبر

''انسان جب فخر کرتا ہے تو مجھے تعجب ہوتا ہے کیونکہ کل ہی اس کو قبر میں دبا دیا جاتا ہے''۔

ما بال من اولہ نطفة و جیفة آخرہ یفجر

''اس شخص کا کیا حال ہے (وہ کاہے پر اتراتا ہے) جس کی ابتداء ایک حقیر نطفہ تھی اور انجام مردار لاشہ جو پھٹ جائے گا''۔

اصبح لا یملک تقدیمَ ما یرجو ولا تاخیر ما یحذر

''(مرنے کے بعد تو انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ) جس کی وہ اُمید کرتا ہے اس کو آگے اور جس چیز سے وہ بچتا ہے اس کو دور کرنے کا مالک نہیں رہتا''۔

واصبح الامر الی غیرہ فی کل ما یقضی وما یقدر

''اب تو ہر چیز میں معاملہ دوسروں کے سپرد ہے، وہ جو فیصلہ کر دیں اور جو مقرر کر دیں''۔

## فصل

علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: زیارتِ قبور سے بڑھ کر دلوں کے لیے کوئی چیز نفع بخش نہیں ہے خصوصاً جب دل سخت ہو گئے ہوں تو سنگدل لوگوں کو چار چیزوں سے اپنے دل کا علاج کرنا چاہیے۔

(۱) علم کی مجلسوں میں حاضر ہوں اور وعظ و نصیحت، ڈر، امید اور نیک لوگوں کے واقعات سے دل کی سختی کو دور کریں کیونکہ ان چیزوں سے دل نرم ہو جاتا ہے اور اس میں بڑی تاثیر ہے۔

(۲) موت کی یاد سے، پس جیسا کہ پچھلے باب میں گزرا ہے کہ لذتوں کو کاٹنے والی، جماعتوں میں جدائی ڈالنے اور اولاد کو یتیم بنانے والی چیز یعنی موت کو بکثرت یاد کرے۔ روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ

عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرا دل سخت ہو گیا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کثرت سے موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جائے گا۔ پس اس عورت نے ایسا ہی کیا تو اس کا دل نرم ہو گیا اور وہ ام المؤمنین کے پاس شکریہ ادا کرنے کے لیے آئی۔

علماء نے فرمایا کہ موت کی یاد گناہوں سے روکتی، سخت دل کو نرم کرتی اور دنیا کی خوشی کو زائل کرتی اور دنیا کے مصائب کو برداشت کرنے میں آسانی پیدا کرتی ہے۔

(۳) قریب الموت لوگوں کے پاس جانے سے، کیونکہ جو شخص مرنے والے کو حالتِ نزع میں دیکھتا اور موت کی سختیوں کا مشاہدہ کرتا اور اس کی جان نکل جانے کے بعد اس کی شکل وصورت میں غور وفکر کرتا ہے تو یہ چیز نفوس سے لذّتوں کو قطع کرنے، دلوں سے مسرّتوں کو دور کرنے، آنکھوں کو نیند سے اور جسموں کو راحت سے روکنے کا ذریعہ بنتی ہے اور اس سے انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے اور زیادہ کوشش کرنے اور مشقت کو برداشت کرنے لگتا ہے۔

روایت ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے تو اس کو موت کی سختیوں میں مبتلا پایا پس اس کے کرب والم اور اس پر نازل ہونے والی شدت کو دیکھ کر اپنے گھر لوٹ آئے، رنگ پیلا پڑ چکا ہے گھر والوں نے کہا: اللہ خیر کرے، کھانے کا سنایئے! بولے: اے میرے گھر والو! ہائے بس آپ لوگ کھائیں، پئیں اور اللہ کی قسم! میں نے پچھاڑے جانے کی جگہ (قبر) کو دیکھا ہے پس میں اسی کے لیے برابر عمل کروں گا یہاں تک کہ اس سے ملوں۔

## گناہوں کو چھوڑنے اور دل کی سختی کو دور کرنے کا نسخہ

جس شخص کا دل سخت ہو گیا ہو اور گناہ اس کا پیچھا نہ چھوڑتے ہوں تو اس کو مذکورہ بالا تین امور سے اپنی بیماری کے علاج میں مدد لینی چاہیے اور شیطان کے اغواء اور اس کے فتنوں کا ان امور کے ذریعہ مقابلہ کرنا چاہیے، اگر اس سے فائدہ ہو جائے تو سبحان اللہ! لیکن اگر معاملہ بہت ہی بگڑ گیا ہو، دل پر زیادہ زنگ چڑھ گیا ہو، گناہ کے دواعی اور اسباب دل میں مضبوط جڑ پکڑ چکے ہوں تو ایسے شخص کے لیے قبروں کی زیارت کرنا دل کی قساوت اور سختی کو دور کرنے کے لیے نہایت مؤثر علاج ہے کہ یہ امر علاج قلب کے لیے پہلے تین امور کی بہ نسبت بہت زیادہ تاثیر رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طبیب قلوب حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا کہ:

| | |
|---|---|
| زوروا القبور فانها تذكر الموت والآخرة و تزهد في الدنيا. | تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ موت اور آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا میں زُہد پیدا کرتی ہے۔ |

اوّل امر (علم کی مجالس میں حاضری) کا تعلق کانوں سے سننے کے ساتھ اور ثانی کا تعلق دل کو اس کے انجام کی خبر دینے سے ہے اور تیسرا امر جو قریبِ مرگ لوگوں کے پاس حاضر ہونا ہے، انسان کو ڈرنے اور بچنے کے مقام پر لا کھڑا کرتا ہے۔

اور چوتھا امر مرنے والے مسلمانوں کی قبروں کی زیارت، یہ معائنہ ہے۔ اسی لیے تیسرا امر مشاہدۂ حالتِ موت

اور چوتھا امر معائنہ موت (جو عین الیقین کا درجہ رکھتا ہے) پہلے دونوں امور سے زیادہ مؤثر ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ: شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱، المستدرک ج ۲ ص ۳۲۱، الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۴۵۱، صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۳۲، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۰۰، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۳)

(اس کی روایت میں حضرت ابن عباس متفرد ہیں، کسی دوسرے سے یہ مروی نہیں ہے) مگر (تیسرے اور چوتھے امر میں فرق یہ ہے کہ) قریب الموت لوگوں کے حال سے عبرت پذیری تمام اوقات میں ناممکن اور مشکل ہے مثلاً بعض اوقات ایک شخص اپنے دل کی سختی کا علاج کسی قریب مرگ شخص کے پاس حاضر ہو کر نزع اور سکرات کے عالم میں اس کے کرب والم کو دیکھ کر کرنا چاہتا ہے مگر اتفاق سے اس گھڑی اس کو ایسا کوئی آدمی نہیں ملتا لیکن قبروں کی زیارت تو بہت آسانی سے میسر ہو سکتی ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرنا بھی زیادہ مناسب اور قابل قبول ہے۔

## قبرستان میں جانے کے آداب

جو قبروں کی زیارت کا قصد کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ آدابِ زیارت کو سیکھ لے اور قبرستان میں آئے تو دل سے حاضر ہو اور حاضری سے اس کا مقصود فقط قبرستان سے چکر لگا کر آنا نہ ہو کیونکہ یہ تو وہ حالت ہے جس میں چوپائے بھی اس کے ساتھ شریک ہیں (اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پناہ میں رکھے) بلکہ زیارت سے مقصود وجہ اللہ (اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنا) اور اپنے دل کے فساد کی اصلاح اور درستی ہو یا قرآن خوانی سے میّت کو نفع پہنچانا مقصود ہو۔ (جیسا کہ انشاء اللہ اس کا بیان آگے آئے گا)

قبرستان میں جوتا اُتار کر جائے، قبروں کے اوپر چلنے اور قبر کے اوپر بیٹھنے سے اجتناب کرے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۳۰، نسائی ج ۴ ص ۹۶، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۶۸) اور جب قبرستان میں داخل ہو تو سلام کرے اور مرنے والوں کو حاضر کے صیغہ سے خطاب کرتے ہوئے یوں سلام کرے: ''**السلام علیکم دار قوم مؤمنین**''۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۴۱، ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۱، نسائی ج ۴ ص ۹۳، ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۵۳، ابن ماجہ ۱۵۴۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۰-۴۰۸، البیہقی ج ۱ ص ۸۲، الطبرانی المعجم الصغیر ج ۱ ص ۲۴۴-۲۴۵، صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۶۸-۶۹)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح سلام فرماتے تھے اور لفظ ''دار'' کے ساتھ اس کے آباد اور باشندوں سے کنایہ کرتے تھے، اسی لیے ان کے لیے ''کُـــم'' یعنی خطاب کا صیغہ استعمال فرماتے تھے کیونکہ عرب جب ''دار'' (یعنی گھر) کا لفظ بولتے ہیں تو ان کی مراد گھر والوں سے ہوا کرتی ہے اور اسی طرح جب کسی متعارف شخص کی قبر پر پہنچے تو اس کو بھی ''**علیک السلام**'' کہے۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا کہ:

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے ''**علیک السلام**'' کہا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''**علیک السلام**'' مت کہو کیونکہ یہ مُردوں کا سلام ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث ۵۱۸۷، ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۲۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۴، البیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۶، السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۱۴۰۳)

اور زیارت میں جس طرح زندہ کو مخاطب ہوتے ہیں اسی طرح میّت کے چہرے کی طرف سے آئے کیونکہ اگر وہ اس کی زندگی میں اس سے مخاطب ہوتا تو ادب کا یہی تقاضا ہوتا کہ اس کے چہرے کی طرف سے پیش ہوتا اور سامنے آتا یہاں بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔ پھر زائر ان لوگوں سے عبرت حاصل کرے جو کبھی اپنی افواج اور لشکروں کی قیادت کیا کرتے تھے، اپنے ساتھیوں اور خاندان والوں سے باہمی معاملات میں دلچسپی لیتے اور پیار محبت کی باتیں کرتے تھے، انہوں نے مال جمع کیے، لمبے چوڑے بینک بیلنس بنائے، پھر اچانک ان کو موت آ گئی اور وہ اس ناگہانی موت سے اپنے اہل وعیال اور احباب سے جدا ہو گئے اور اب مٹی کے نیچے قبروں میں پڑے ہیں۔

زائر اپنے ان بھائیوں کے حال میں غور کرے جو دنیا سے چلے گئے اور اپنے مرنے والے ساتھیوں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں کہ انہوں نے دنیا میں اپنے مقاصد تک رسائی حاصل کی، مال جمع کیے اور سوچے کہ کیسے ان کی امیدیں کٹ گئیں اور ان کے اموال ان کو موت سے نہ بچا سکے، مٹی نے ان کے چہروں کے محاسن کو مٹا دیا ہے، قبروں میں ان کے اجزاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، ان کی عورتیں بیوہ ہو گئیں، ان کی اولادوں کو یتیمی نے آ گھیرا ہے، ان کی بستیوں اور راستوں کو غیروں نے آپس میں بانٹ لیا ہے۔

اور زائر کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کے حال کو یاد کرے اور نصیحت حاصل کرے جو مرنے سے قبل اپنی حوائج کے حصول کے لیے بھاگے پھرتے تھے، اپنے مطالب و مقاصد کو پانے کے لیے بڑے حریص تھے، اسباب اور ذرائع کو اپنے موافق کرنے کی غرض سے کیا کیا چالیں چلتے اور کیسے کیسے مکر کرتے، انہیں اپنی قابل رشک صحت پر مان تھا، جوانی پر ناز تھا۔ پھر زائر کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ لہو ولعب کی طرف اس کا میلان اسی طرح ہے جیسا کہ ان مرنے والوں کو اس کھیل کود سے گہری دلچسپی ہوتی تھی اور تیزی کے ساتھ آنے والی ہلاکت اور دردناک موت جو اس کے سامنے کھڑی ہے وہ اس سے اسی طرح غافل ہے جیسا کہ یہ قبروں میں پڑے لوگ غافل ہوا کرتے تھے اور یقیناً اس کا ٹھکانہ بھی آخر قبر ہے اور زیارت کرنے والا اپنے دل میں ان لوگوں کی یاد کو حاضر لائے جو اپنی اغراض میں دوڑ دھوپ کرتے تھکتے نہ تھے اور اب کیسے ان کی ٹانگیں ٹوٹ چکی ہیں، یہ لوگ اپنی موٹی موٹی آنکھوں سے اپنے اردگرد کو دیکھتے تو لذت پاتے، خوبصورت ماحول کا نظارہ کرتے تو لطف اندوز ہوتے لیکن آج ان کی وہ غزالہ صفت آنکھیں رخساروں پر بہہ چکی ہیں اور جو شخص اپنی طلاقت لسانی، شعلہ بیانی، اپنی قوت گویائی کی فصاحت و بلاغت سے مخالفین پر تابڑ توڑ حملے کیا کرتا تھا بے شک کیڑوں نے اس کی زبان کو کھا لیا ہے، وہ شخص جو زمانے کو اپنے حق میں ساز گار پا کر ہنستا تھا خاک نے اس کے دانتوں کو پرانا اور بوسیدہ کر دیا ہے۔ اور زائر کو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ اس کا حال بھی اس مرنے والے کے حال کی طرح ہے اور اس کا انجام بھی اس کے انجام کی طرح ہے (یعنی اس نے بھی ایک دن مر جانا ہے) (یہ اسی وقت ہوگا جب کہ زائر اس مرنے والے کی موت کے بعد عبرت پکڑے اور نصیحت حاصل کرے ایسی نصیحت کہ دنیوی مشاغل اس سے چھوٹ جائیں اور آخرت میں فائدہ دینے والے اعمال کرنے لگ جائے کہ وہ دنیا میں زاہد بن جائے اور اپنے آقا و مولا (اللہ تعالیٰ) کی اطاعت کرنے لگ جائے اور اس کا دل نرم ہو جائے

اور اس کے علاوہ اس کے اعمال میں خشوع وخضوع پیدا ہو جائے)۔

# فصل

ابوبکر احمد بن علی الخطیب نے کتاب ''السابق واللاحق'' اور علامہ ابن شاہین نے اپنی کتاب ''الناسخ والمنسوخ فی الحدیث'' میں اپنی اپنی سندوں کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے' آپ بیان فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' جب آپ علیہ السلام 'عقبۃ الحجون' کے پاس سے گزرے تو آپ رنجیدہ وغمگین ہو کر رونے لگے اور آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی روئی' پھر آپ ایک دم سواری سے اترے اور مجھ سے فرمایا کہ اے حمیرا! آپ یہیں ٹھہریں۔ (الموضوعات لابن جوزی ج ۱ ص ۲۸۴)

پس میں اونٹ کے ایک طرف ہو کر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی' کافی دیر کے بعد آپ واپس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ نہایت خوش وخرم اور مسکرا رہے ہیں' میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ میرے پاس سے انتہائی غمگین' کبیدہ خاطر اور گریہ کناں تشریف لے گئے تھے اور میں بھی آپ کے رونے کی وجہ سے روتی رہی اور اب آپ نہایت شاداں وفرحاں تبسم کناں تشریف لا رہے ہیں' اس خوشی کا سبب؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امی جان (سیّدہ) آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے مرقدِ پُر انوار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ ماجدہ کو زندہ فرما دیں اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ عالمِ برزخ کی طرف واپس فرما دیا۔

امام سہیلی نے ''الروض الانف'' میں بسندِ مجہول روایت کیا ہے کہ:

| | |
|---|---|
| **ان اللـه تعالی احیا له اباه و امه و امنا به.** | اللہ تعالیٰ نے حضور سیّد عالم ﷺ کی خاطر آپ کے والدین شریفین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔ |

## ایک تعارض کا جواب

اس باب کے شروع میں امام مسلم کے حوالہ سے ایک روایت گزری ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اجازت مانگی مگر مجھے اجازت نہ ملی۔ ''**استاذنت ربی ان استغفر لابی فلم یاذن لی**''. اور اسی باب کی دوسری حدیث جس کو الخطیب اور ابنِ شاہین نے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:

| | |
|---|---|
| **سالت ربی فاحیا لی امی فامنت بی ثم ردها.** | میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ ماجدہ کو زندہ کرنے کی درخواست پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لا کر واپس عالمِ برزخ کی طرف تشریف لے گئیں۔ |

ان دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ ان روایتوں میں تطبیق پیدا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الحمدللہ! ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ والدین کریمین کا زندہ ہونا نہی عن الاستغفار کے بعد کا واقعہ ہے' اس کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث ہے کہ آپ کے والدین کریمین کے زندہ ہونے کا واقعہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہوا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فخر المحدثین علامہ ابنِ شاہین رحمہ اللہ کے حوالے سے تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح امام ابنِ شاہین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی روایت (زندہ ہوکر اسلام لانا) کو دیگر روایات کے لیے ناسخ قرار دیا ہے''۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کی مبین وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگ میں' جب وہ واپس لوٹا تو آپ نے دوبارہ بلا کر اس سے فرمایا: تیرا اور میرا باپ دوزخ میں ہیں۔ اور سلمہ بن یزید جعفی کی روایت میں ہے کہ جب آپ نے ہمیں غمگین دیکھا تو فرمایا: اور میری ماں تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے۔ (صحیح مسلم ج۳ص۷۹' مسند احمد ج۳ص۱۱۹' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۷۳' البیہقی ج۷ص۱۹۰' صحیح ابن حبان ج۱ص۳۹۳)

یہ تب ہے کہ اگر والدین کا زندہ کرنا ثابت ہو اور میں نے یہ حدیث سنی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی خاطر آپ کے چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ واللہ اعلم

نوٹ: امام زرقانی نے تعارض کو ختم کرتے ہوئے بہت ہی خوب بات کہی ہے' وہ لکھتے ہیں:

ویمکن الجواب عن الحدیثین انها کانت موحدة غیر انها لم یبلغا شأن البعث والنشر وذلک اصل کبیر فاحیا هما الله له حتی امنا بالبعث ولجمیع ما فی الشریعة ولذا تاخر احیا هما الی حجة الوداع حتی تمت الشریعة و ینزل (اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا) (المائدہ:۳) فاحییتا حتی امنا بجمیع ما انزل الله علیه هذا معنی نفیس جداً.

ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ آپ کے والدین کریمین اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے تھے مگر قیامت' رسالت اور دیگر شریعت پر تفصیلی ایمان نہ تھا حالانکہ آخرت وغیرہ پر ایمان ایک اصل کبیر ہے۔ یہ بات اس لیے قابلِ توجہ ہے کہ ان کا زندہ ہونا اس موقع پر وقوع پذیر ہوا جب شریعت مکمل طور پر نازل ہو چکی تھی اور اس کے بارے میں ان الفاظ میں اعلان ہو چکا تھا ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً'' لہٰذا ایسے موقع پر اللہ نے انہیں زندگی دی تاکہ وہ شریعت پر تفصیلی ایمان لے آئیں۔ یہ گفتگو بہت ہی نفیس ہے۔

نوٹ: حضرت مجدد گولڑوی عارف باللہ سید مہر علی شاہ قدس سرّہ العزیز سے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا جواب تحریر فرمایا۔ سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہوں:

سوال: حضرت رسول کریم ﷺ کے والدین اسلام پر فوت ہوئے یا کہ نہیں؟ اگر اسلام پر نہیں تو کس پیغمبر

صاحب کے دین پر تھے؟

آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایمان ثابت ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ:

اثبات اسلام کے تین طریقے ہیں:

اوّل: یہ کہ والدین شریفین آنحضرت ﷺ دینِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔

دوم: یہ کہ دونوں صاحب ''زمانۂ فترت'' میں تھے نہ کہ زمانۂ نبوت میں یعنی ان کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی تھی۔

سوم: یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پیغمبر خدا ﷺ کی دعا سے آپ کے والدین شریفین کو زندہ کیا اور وہ اسلام لائے۔ چنانچہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بارگاہِ ایزدی میں سوال کیا کہ الٰہی! میرے والدین کو زندہ فرما کر مشرّف بہ اسلام کر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ سوال منظور فرما کر آپ کے والدین کو زندہ فرما کر مشرّف بہ اسلام کیا۔ اگرچہ بعض احادیث میں اس کے خلاف بھی تصریح معلوم ہوتی ہے۔ اور اس حدیث کی علماء متقدمین نے تضعیف بھی کی ہے لیکن متاخرین محققین نے ''حدیث احیاء'' کی تصحیح وتحسین کئی طرح فرمائی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ''حدیث احیاء'' ان احادیث سے جن کو متقدمین نے روایت کیا ہے، متاخر ہے۔

گویا کہ یہ علم متقدمین سے ایک گونہ پوشیدہ ومستور تھا اور متاخرین پر اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء من فضلہ۔ (فتاویٰ مہریہ:۱۲)

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ والدین کریمین کے ایمان کے بارے میں جو حدیث ہے وہ موضوع ہے، قرآن عظیم اور اجماع دونوں سے اس حدیث کا رد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اور نہ ان کی جو کافر مریں۔

(النساء:۱۸)

جس شخص کی موت کفر پر ہوئی ہو اس کو دوبارہ دنیا میں آنے کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا بلکہ اگر کوئی شخص موت کے وقت عذاب کو دیکھ کر ایمان لے آئے تو ایسا ایمان بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہے تو پھر دوبارہ زندہ ہونے کے بعد ایمان لانا کیونکر نفع دے سکتا ہے؟

اور تفسیر میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لیت شعری ما فعل أبوای'' اے کاش! مجھے پتا ہوتا کہ میرے والدین کے ساتھ (برزخ) میں کیا سلوک کیا گیا ہے، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ:

وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ۝ اصحاب جحیم کے متعلق آپ سے نہیں پوچھا جائے گا۝

(البقرہ:۱۱۹)

یہ اعتراض حافظ ابو الخطاب عمر بن دحیہ نے نقل کیا ہے مگر یہ اعتراض درست نہیں ہے اس لیے کہ نبی پاک ﷺ کے فضائل اور خصائص مسلسل آپ کے وصال تک تدریجاً مکمل ہوئے، اس لیے والدین کریمین کا زندہ ہونا اور آپ پر ایمان لانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لیے فضیلت اور کرامت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو

عنایت فرمائی ہے۔

مصنف (امام قرطبی) رحمہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص مبارکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا عقلاً محال ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن پاک میں کئی مُردوں کا زندہ ہونا بیان ہوا ہے مثلاً بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کی مخبری کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطور معجزہ مُردوں کو زندہ کرنا۔ اسی طرح ہمارے نبی آخر الزمان ﷺ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مُردوں کو زندہ فرمایا ہے۔ جب یہ تمام حقائق ثابت ہیں تو پھر آپ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں کیا چیز مانع ہے بلکہ یہ چیز حضور ﷺ کی فضیلت اور عظمت میں اضافہ کرنے والی ہو گی جبکہ اس سلسلے میں احادیث بھی وارد ہیں۔ اور وہ احادیث جن میں آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کا ذکر ہے اور یہ احادیث ''من مات کافراً'' کے لیے مخصص قرار پائے گی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ''من مات کافراً'' کی آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے کہ رجعت و اعادۃ کے بعد ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا یہ بات بجائے خود مردود ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لیے آفتاب کو غروب ہونے کے بعد واپس لوٹایا، اب اگر چھپنے کے بعد سورج کو واپس لوٹانے میں کوئی فائدہ نہ ہوتا اور ڈوبے ہوئے سورج کے واپس ہونے سے وقت میں تجدد پیدا نہ ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو کیوں لوٹاتا؟

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کا زندہ ہونا، آپ پر ایمان لانا اور آپ کی تصدیق کرنا ان کے لیے نفع مند ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کی امت کا ایمان اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ان کی توبہ اس وقت قبول فرمائی جبکہ وہ عذاب سے متلبس تھے جیسا کہ بعض اقوال میں آیا اور یہ ظاہر قرآن ہے اور باقی آیت کا جواب یہ ہے کہ یہ والدین کریمین کے ایمان لانے سے پہلے کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بھیدوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔

# ۳- قبرستان میں داخل ہونے کی دعا اور قبر پر رونے کے جواز کا بیان

ابوداؤد نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبروں کی زیارت موت کو یاد دلاتی ہے۔

(رواہ سنن ابوداؤد)

امام نسائی نے انہی سے روایت کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبروں کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہو وہ زیارت ضرور کرے لیکن وہاں فضول بات نہ کرے۔ (نسائی ج ۴ ص ۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۴۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶، البیہقی ج ۴ ص ۷۷، الطبرانی المعجم الصغیر ص ۴۲، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷)

امام ابوعمر ابن عبدالبر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:
حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے اور اسے سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا تو اب بھی پہچانتا اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (مسند الفردوس رقم الحدیث: ۶۰۵۵، احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۷۵)
حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: اور جب بندہ ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی اور جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے تو مردہ اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔
امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں قبرستان میں جا کر کس طرح دعا کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ کہا کرو کہ:

| | |
|---|---|
| اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُتَأَخِّرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. | اے مؤمنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! السلام علیکم، اور جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو بعد میں جانے والے ہیں سب پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔ |

(صحیح مسلم ج ۷ ص ۴۴، نسائی ج ۴ ص ۹۳، البیہقی ج ۴ ص ۷۹، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۲۲)

اور ایک روایت میں حضرت بریدہ سے مروی ہے:
ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔
امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ:
نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی، آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۴۸، صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۳، مصنف عبدالرزاق ۶۶۶۸، البیہقی ج ۱۰ ص ۱۰۱)

## فصل

باب زیارت القبور میں جو احادیث ذکر ہوئی ہیں ان سے کئی فقہی احکام ثابت ہوتے ہیں مثلاً:
(۱) زیارتِ قبور مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے جائز ہے۔
(۲) قبرستان میں جا کر دعا کرنے کا طریقہ معلوم ہوا۔
(۳) اصحاب قبور کو سلام کرنا اور مُردوں کا سلام کو سننا اور زیارت کے لیے آنے والوں کو مُردوں کا پہچاننا اور سلام کا جواب دینا ثابت ہوا۔
(۴) قبر کے پاس عورت کے رونے کا جواز ثابت ہوا کیونکہ اگر عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا اور قبر کے پاس رونا حرام ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس عورت کو منع فرما دیتے اور اس کو اس طریقے سے ڈانٹ ڈپٹ فرماتے جس طرح حرام اور ممنوع کام کے کرنے پر زجر و توبیخ فرمائی جاتی ہے اور جس روایت میں عورتوں کو زیارتِ قبور سے منع کرنے کا ذکر ہے وہ روایت صحیح نہیں ہے اور جو روایت ہم نے جواز کے لیے ذکر کی ہے وہ صحیح ہے

لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ عورتیں باپردہ ہو کر قبروں کی زیارت کے لیے جائیں اور وہاں خلاف شرع کسی بات کا ارتکاب نہ کریں اور قبروں پر جا کر جزع فزع کرنا' میّت کے اوصاف بیان کر کے نوحہ کرنا ناجائز ہے اور پھر اس سے پہلے جوان اور بکثرت قبروں کے چکر لگانے والی عورتوں اور بوڑھی اور شرعی طریقہ کی پابندی کرنے والی عورتوں کا فرق بیان ہو چکا ہے' وہ بھی دھیان میں رہے۔

(۵) جس طرح میت سامنے ہو تو غم وحزن اور رقت ورحم کی وجہ سے رونا جائز ہے اسی طرح قبر کے پاس یادِ غم اور رحمت ورأفت کی وجہ سے اگر کوئی روتا ہے تو جائز ہے۔

اور اہلِ عرب کے ہاں رونے سے اس کا معروف معنیٰ ہی مراد لیا جاتا ہے جس میں نوحہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ چونکہ چلّانا' رخسار پیٹنا' گریبان چاک کرنا پایا جاتا ہے اس لیے وہ علماء کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے اور اسی رونے کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے وعید (سزا کی خبر) سنائی گئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اس سے بیزار ہوں جو سر منڈائے' چیخیں مارے' کپڑے پھاڑے۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۶۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۸۶' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۰' نسائی ج ۴ ص ۲۰' الطیالسی رقم الحدیث: ۵۰۷' مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۳۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۰۱)

اور رہا وہ رونا جس میں نوحہ نہ ہو تو اس بارے میں حدیث میں آچکا ہے کہ موت کے وقت اور قبر کے پاس رونا مباح ہے اور یہ رونا رحمت اور نرم دلی کی علامت ہے جس سے تقریباً کوئی انسان خالی نہیں ہوتا۔

اور بے شک جب نبی کریم ﷺ اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر روئے۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۷۲) اور اسی طرح جب عورتیں حضرت ابوسلمان رضی اللہ عنہ پر رو رہی تھیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ ان کو چھوڑ دو' رو لینے دو جب تک کہ اس میں بلند آواز سے واویلا کرنے اور سر میں خاک ڈالنے سے بچتی ہیں۔

# ٤-مومن کی موت کی علامات

ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن پیشانی کے پسینہ سے مرتا ہے۔ (نسائی ج ۴ ص ۶' ترمذی رقم الحدیث: ۹۸۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۱' الطیالسی رقم الحدیث: ۸۰۸' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۲۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۷۷۹' صحیح الجامع رقم الحدیث: ۶۵۴۱)

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے کہ مرنے والے میں تین علامتیں دیکھو' اگر اس کی پیشانی پر پسینہ آئے' آنکھوں میں آنسو آئیں اور نتھنے پھیل جائیں تو یہ اللہ کی رحمت ہے اور اگر وہ اس طرح آواز نکالے جس طرح نوجوان اونٹ جس کا گلا گھونٹا گیا ہو' رنگ پھیکا پڑ جائے اور جھاگ ڈالنے لگے تو یہ اللہ کے عذاب نازل ہونے کی علامت ہے۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۶۵)

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن کی خطاؤں میں سے اگر کوئی خطا باقی رہ جاتی ہے تو مرتے وقت پیشانی کے پسینہ سے اس کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ پیشانی پر پسینہ کا آنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ اپنے کرتوتوں پر اپنے رب کے حضور شرمندہ ہے اور پیشانی پر پسینہ آنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا نچلا دھڑ تو ڈیڈ (Dead) ہو چکا ہوتا ہے اور بدن کے بالائی حصہ میں قوائے حیات اور حرکت ابھی باقی ہوتی ہے اور حیاء وشرم آنکھوں میں ہوتی ہے اور حیاء کے وقت پیشانی پر پسینہ اور آب انفعال کے قطرات نمودار ہوتے ہیں اور کافر میں حیاء کا نام تک نہیں ہوتا اس پر یہ (علامت) ظاہر نہیں ہوتی۔

اور اسی طرح گنہگار مسلمان جو عذاب میں مبتلا ہو اس پر بھی یہ علامات ظاہر نہیں ہوتیں کیونکہ وہ اپنی حالت میں جو اس پر نازل ہوتی ہے پھسلا ہوا ہوتا ہے اور پسینہ تو صرف اس کے ماتھے پر نمودار ہوتا ہے جس پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور ہر ولی' صدیق اور نیکوکار' بشارت' تحائف اور عزتوں کے ملنے کے باوجود اپنے رب کریم سے شرمسار ہوتا ہے (اس لیے اس کی پیشانی پر موت کے وقت پسینہ ظاہر ہوتا ہے)۔

مصنف فرماتے ہیں کہ کبھی تو تینوں علامات اکٹھی ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی صرف ایک اور کبھی دو ہی علامتوں کا ظہور ہوتا ہے اور موت کے وقت پیشانی پر پسینہ کا آنا تو خود ہم نے بھی مشاہدہ کیا ہے اور ایسا لوگوں کے اعمال میں تفاوت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے مؤمن کی موت پیشانی کے پسینہ سے آتی ہے' اس کے جو گناہ باقی ہوتے ہیں تو موت کے وقت اس پر سختی کی جاتی ہے تاکہ یہ سختی اس کے گناہوں کو مٹانے کا کفارہ بن جائے اور وہ دنیا سے گناہوں سے پاک ہو کر جائے۔

## ۵-مؤمن اور کافر کی جان کس طرح نکلتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی جان اس طرح نکلتی ہے جیسے کوئی چیز چھلکتی ہے اور کافر کی جان کو اس طرح کھینچ کر نکالا جاتا ہے جس طرح گدھے کی جان کو کھینچ کر نکالا جاتا ہے اور بے شک مؤمن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو موت کے وقت شدت کے ذریعہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے اور کافر جب کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو موت کے وقت آسانی کر کے اسے بدلہ دے دیا جاتا ہے۔

(الطبرانی ج ۵ ص ۱۰۰' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۵۹)

## ٦-موت کی سختیوں' انسان کے انجام اور اعضاء کے ایک دوسرے کو الوداعی سلام کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے چار آیات میں موت کی سختی کا ذکر فرمایا ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط . اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ۔

(قٓ:١٩)

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ . (الانعام:٩٣) اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہیں۔

تیسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۙ پھر کیوں نہ ہو جب جان گلے تک پہنچے ○

(الواقعہ:٨٣)

چوتھے مقام پر فرمایا گیا کہ:

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ (القیامہ:٢٦) ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی ○

امام بخاری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث نقل کرتے ہیں انہوں نے بیان فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا جس میں آپ ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر لگاتے تھے اور فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' بے شک موت کی بھی سختیاں ہوتی ہیں' پھر ہاتھ بلند کر کے فرمانے لگے: ''فی الرفیق الاعلیٰ '' یہاں تک کہ روح مبارک قبض کر لی گئی اور دست اقدس جھک گیا۔ (صحیح بخاری ج ٨ص ١٤٤' جامع ترمذی رقم الحدیث: ٩٧٨' ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٦٢٣' مسند احمد ج ٦ ص ٤٨-٧٤-٧٧' البیہقی دلائل النبوۃ ج ٧ ص ٢٠٧)

ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

میں رسول اللہ ﷺ کی موت کی سختی کو دیکھنے کے بعد کسی کی آسان موت پر رشک نہیں کرتی۔

(نسائی ج ٤ ص ٧' ترمذی رقم الحدیث: ٩٨٦' المشکوٰۃ رقم الحدیث: ١٥٦٣)

**نوٹ:** حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے میں کسی کی جانکنی آسان دیکھتی تو رشک کرتی اور چاہتی تھی کہ میری موت بھی ایسی ہی آسان ہو' میں سمجھتی تھی کہ آسانیٔ نزع مرنے والے کی نیکی ومقبولیت کی علامت ہے' مگر جب حضور اکرم ﷺ کی شدت نزع دیکھی تو یہ خیال اور رشک دونوں جاتے رہے' میں سمجھ گئی کہ سختیٔ جانکنی اچھی چیز ہے بری نہیں۔ (مترجم)

''صحیح بخاری'' میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' وہ بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی موت میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان واقع ہوئی اور میں نبی ﷺ کے بعد کسی شخص پر موت کی سختی کو کبھی ناپسند نہیں کروں گی۔ (صحیح بخاری ج ٨ص ١٤٠' نسائی ج ٤ ص ٦-٧' مسند احمد ج ٦ ص ٦٤)

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے واقعات بیان کیا کرو کیونکہ ان میں عجب عجب باتیں ہوئی ہیں۔

(ترمذی رقم الحدیث: ٢٦٦٩' مسند احمد ج ٢ ص ١٥٩' صحیح ابن حبان ج ٨ ص ٥٠' المقاصد الحسنہ رقم الحدیث: ٣٩٦)

پھر آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت قبرستان میں گئی اور انہوں نے مشورہ کیا کہ دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ کسی مردہ کو زندہ کر دے جو ہم کو مرنے کے بعد کے حالات بتائے۔ چنانچہ وہ اس عمل میں مصروف تھے کہ اچانک ایک سیاہ فام شخص ظاہر ہوا' اس کی پیشانی پر سجدوں کے نشانات تھے' اس نے کہا کہ اے لوگو! تم نے مجھ کو کیوں پریشان کیا؟ مجھ کو مرے ہوئے سو (١٠٠) سال ہوئے ہیں لیکن موت کی تپش اب تک محسوس کر رہا ہوں' تو اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھ کو پہلی حالت پر لوٹا دے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان جب موت کی تکلیف اور اس کی مدہوشی سے دوچار ہوتا ہے تو اس کے اعضاء اور جوڑ بند باہم ایک دوسرے کو ان الفاظ میں سلام کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو تم مجھ سے اور میں تم سے قیامت تک کے لیے جدا ہو رہا ہوں۔ (احیاء العلوم ج۴ ص۴۶۳' الجامع الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۲۴)

محاسبی نے ''الرعایہ'' میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے میرے خلیل! تو نے موت کو کیسا پایا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ جیسے گرم سیخ گیلی اون میں ڈالی جائے اور پھر اس کو کھینچا جائے۔ حکم ہوا کہ بے شک ہم نے آپ پر موت کو آسان فرما دیا ہے۔

(ابن جوزی الموضوعات ج۳ ص۲۲۰)

اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جب اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے موسیٰ! تو نے موت کو کیسا پایا؟ عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ چڑیا کو دیگچی میں چھوڑ دیں کہ نہ تو مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ رہائی ملتی ہے کہ اڑ جائے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ بکرے کی کھال قصاب کے ہاتھ سے اترے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے حواریو! تم اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ وہ تم پر موت کی سختی کو آسان کر دے۔ ایک روایت ہے کہ موت تلوار کی ضرب سے' آروں کے چیرنے سے اور قینچیوں کے کاٹنے سے زیادہ سخت ہے۔

حافظ ابو نعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں ذکر کیا ہے کہ ابن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' ملک الموت (کی اصلی صورت) کو دیکھ کر (برداشت کرنا) تلوار کی ہزار چوٹوں سے زیادہ سخت ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج۵ ص۱۸۶' تاریخ بغداد ج۳ ص۲۵۲' ابن جوزی الموضوعات ج۳ ص۲۲۰' ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۴۷۷۲)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مرنے والے انسان کو فرشتے اپنی بانہوں میں لے کر قابو کیے رکھتے ہیں ورنہ وہ موت کی سختیوں سے جنگلوں اور صحراؤں میں بھاگتا پھرتا۔

قاضی ابوبکر ابن عربی سے روایت ہے: ملک الموت علیہ السلام کو جب تمام مخلوق کی روحیں قبض کرنے کے بعد اپنی جان نکالنے کا کام سپرد ہوگا تو وہ (موت کی سختی کو محسوس کر کے) عرض کرے گا: اے خدا! مجھے تیری عزت کی قسم! اگر مجھے موت کی سختی کا علم ہوتا تو میں کسی مؤمن کی جان نہ نکالتا۔

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے موت کی سختی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام

نے فرمایا کہ بے شک موت کی آسان تر تکلیف کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کانٹے دار شاخ کو اون میں ڈالے اور پھر اسے کھینچے تو اس شاخ کے ساتھ اون بھی نکل آئے گا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۶۲ ۴' ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۱۸۴۲)

(گویا اسی طرح نزع اور جان کنی کے وقت ہر ہر رگ میں کانٹے چبھتے ہیں اور ان کے ساتھ روح نکلتی ہے۔ مترجم)

شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ اے اباجان! آپ کہا کرتے تھے کہ کوئی عقل مند انسان مجھے نزع کے عالم میں مل جائے تو میں اس سے موت کے حالات دریافت کروں تو آپ سے زائد عقل مند کون ہوگا' براہ مہربانی اب آپ ہی مجھے موت کے حالات بتا دیجیے' آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اے بیٹے! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے دونوں پہلو ایک تخت پر ہیں اور میں سوئی کے نکوے کے برابر سوراخ سے سانس لے رہا ہوں اور ایک کانٹے دار شاخ میرے قدم کی طرف سے سر کی جانب کھینچی جا رہی ہے' پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدا لی      فی تلال الجبال أرعی الوعولا

''کاش! اگر مجھے پہلے سے اس (موت کی سختی) کا علم ہوتا تو میں (دنیا کے فتنوں اور آلائشوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے) پہاڑوں کی چوٹیوں پر نکل جاتا اور بکریاں چراتا اور عبادت میں زندگی گزار دیتا''۔

حضرت ابومیسرہ سے مرفوعاً روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر موت سے دوچار ہونے والے کے ایک بال کی تکلیف اور درد کو تمام آسمانوں اور زمین والوں پر رکھ دیا جائے تو سب مر جائیں۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۶۳)

کسی شاعر نے کہا ہے:

أذکر الموت ولا أرهبه      إن قلبی لغلیظ کالحجر

''مجھے موت کی یاد دلائی جاتی ہے مگر میرے کان پر جوں تک نہیں رینگتی یقیناً میرا دل پتھر کی طرح سخت ہو چکا ہے''۔

أطلب الدنیا کأنی خالد      وورائی الموت یقفو بالأثر

''میں دنیا کی لگن میں اس طرح مگن ہوں کہ گویا ہمیشہ مجھے دنیا ہی میں رہنا ہے حالانکہ موت سائے کی طرح میرے پیچھے لگی ہوئی ہے اور میرے قدم پر قدم رکھے آ رہی ہے''۔

وکفی بالموت فاعلم واعظاً      لمن الموت علیه قد قدر

''یقین کیجیے کہ جس کے لیے موت کا آنا مقرر ہو اس کے لیے تو ڈرسانے اور نصیحت کرنے کو موت ہی کافی ہے''۔

والمنایا حوله ترصده      لیس ینجی المرء منهم المفر

''موتیں انسان کے چاروں طرف گھات لگائے بیٹھی ہیں کہ کسی ذی روح کا ان کے چنگل

سے بچ نکلنا ممکن نہیں ہے"۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

بينا الفتى مرح الخطا فرح بما　　يسعى له إذ قيل قد مرض الفتى
إذ قيل مات بليلة ما نامها　　إذ قيل أصبح مثخنا ما يرتجي
إذ قيل أصبح شاخصاً و موجها　　ومعللا إذ قيل أصبح قد قضى

"ایک نوجوان چنگا بھلا تھا اور اپنی کاوشوں پر شاداں وفرحاں' نازاں نازاں پھر رہا تھا' پتہ چلا کہ اچانک چارپائی کو لگ گیا اور بستر کو چپک گیا' پھر اطلاع آئی کہ وہ رات بھر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتا رہا اور ایک پل بھی آنکھ نہیں لگا سکا' صبح کو معلوم ہوا کہ مریض سخت نڈھال اور کمزور ہو گیا ہے اور بچنے کی کوئی امید نہیں' لو! اب رپورٹ یہ ہے کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور ٹک ٹک دیدے پھاڑے دیکھ رہا ہے اور کوئی چیز حلق سے نیچے نہیں اترتی' پانی کا گھونٹ بھی اب تو اندر جانے سے رہا' پھر اعلان ہو گیا کہ بیمار چل بسا!"

## فصل

اے لوگو! سنو! سوئے ہوئے افراد کے لیے اپنی نیندوں سے بیدار ہونے کا وقت آن پہنچا ہے اور غافل لوگوں کو اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جانے کا وقت آ لگا ہے۔ اس سے پیشتر کہ چلنے پھرنے' حرکت کرنے سے عاجز ہو جائیں' تمہاری سانسوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور اچانک موت کا جام پی کر عالم برزخ کی طرف کوچ کر جاؤ اور شہر خموشاں میں جا بسو۔

روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بعض ساتھیوں کی طرف وصیت کرتے ہوئے لکھا:

اما بعد! اے میرے ساتھیو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ تم کو دیکھتا ہے' تقویٰ اور پرہیز گاری کو اپنا زادِ آخرت بناؤ' بے شک تم ایک ایسے گھر (دنیا) میں رہتے ہو جہاں سے جلد تمہیں ایک دوسرے گھر (آخرت) کی طرف منتقل ہو جانا ہے' قیامت کے دن میدان محشر میں اللہ تعالیٰ تم سے کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کا بھی حساب لے گا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو' موت کو یاد کیا کرو جس کے بغیر چارہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان سن لو' وہ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ　　ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

(آل عمران: ۱۸۵)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ (الرحمٰن: ۲۶)　　زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے ۝

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ○ (محمد: ٢٧)
تو کیسا ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہوئے ○

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ فرشتے آگ کے کوڑوں (فائر ہنٹرز) سے ماریں گے (واللہ اعلم)

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ○ (السجدہ: ١١)
تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے، پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے ○

## ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کی شکل وصورت اور اوصاف کا بیان

مصنف (علامہ قرطبی رحمہ اللہ) لکھتے ہیں: مجھے حسب ذیل روایات ملی ہیں۔

(۱) ملک الموت علیہ السلام (اتنے عظیم الجثہ ہیں کہ) ان کا سر آسمان میں ہے اور ان کے دونوں پاؤں زمین پر ہیں اور تمام دنیا ملک الموت کے سامنے اس طرح سے ہے جیسے ایک شخص کے سامنے کھانے کا ڈونگہ رکھا ہو اور وہ اس میں سے کھا رہا ہو۔

(۲) حضرت عزرائیل علیہ السلام ہر آدمی کے چہرے کو تین سو چھیاسٹھ (٣٦٦) مرتبہ دیکھتے ہیں۔

(۳) حضرت عزرائیل علیہ السلام آسمان کے نیچے ہر گھر کو چھ سو مرتبہ دیکھتے ہیں۔

(۴) حضرت عزرائیل علیہ السلام دنیا کے وسط میں قیام فرما ہیں اور دنیا بھر کے صحرا، سمندر اور پہاڑ ان کی نظر میں اس طرح ہیں جیسے تم میں سے ایک شخص کے قدموں میں انڈا رکھا ہوا ہو۔

(۵) حضرت عزرائیل علیہ السلام کی مدد کے لیے بہت سے اور فرشتے ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، ان مددگار فرشتوں میں سے ہر فرشتہ اتنا بڑا ہے کہ اگر اس کو حکم ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو ہڑپ کر جا تو وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو ایک ہی لقمہ میں نگل جائے۔

(٦) ملک الموت علیہ السلام سے دوسرے فرشتے اس طرح ڈرتے ہیں جیسا کہ تم شیر وغیرہ سے ڈرتے ہو۔

(۷) جب ملک الموت کسی انسان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو حاملینِ عرش (فرشتے) ان کی وحشت سے اس قدر خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ گھل کر بال کی مانند دبلے ہو جاتے ہیں۔

(۸) موت کا فرشتہ آدمی کی روح کو اس کے ہر عضو، ناخن، رگوں، پٹھوں اور ہر بال کے نیچے سے اسے یوں کھینچتا ہے کہ ایک جوڑ بند سے دوسرے جوڑ بند تک روح کے پہنچنے میں ہر لمحہ انسان پر تلوار کی ایک ہزار ضرب سے زیادہ دشوار گزرتا ہے۔

(۹) مرنے والے کے ایک بال کے درد کو اگر آسمانوں اور زمینوں پر رکھ دیں تو اس کی وجہ سے وہ پگھل کر پانی ہو جائیں یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچتی ہے تو پھر حضرت عزرائیل اس کو قبض کر لیتے ہیں۔

(۱۰) حضرت عزرائیل علیہ السلام جب مومن کی روح قبض کرتے ہیں تو اس کو بہترین خوشبو میں بسا کر سفید ریشم میں لے لیتے ہیں اور جب کافر کی روح نکالتے ہیں تو اس کو ایک بھڑکتے ہوئے آتشیں ٹاٹ میں ڈال لیتے

ہیں جس کی بدبو مردار سے بھی زیادہ گندی ہوتی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب مؤمن کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو چار فرشتے آتے ہیں ایک فرشتہ میت کے دائیں قدم سے روح کو کھینچتا ہے اور دوسرا فرشتہ بائیں قدم سے اور جان اس طرح بہتی ہوئی آتی ہے جیسے مشک سے پانی ٹپکے اور فرشتے انگلیوں کے کناروں اور پوروں سے روح کو کھینچتے ہیں اور کافر کی جان اس طرح کھینچ کر نکالی جاتی ہے جیسے تر اون میں گرم سیخ کو ڈال کر کھینچ لیں۔

ابو حامد قدس سرہ العزیز ''کشف علوم الآخرۃ'' میں فرماتے ہیں:

اے بندۂ مغرور! تو خود کو اس طرح تصور کر کہ تجھ پر سکراتِ موت کا عالم ہے تو موت کی سختیوں میں مبتلا ہے تیری ہچکی بندھی ہوئی ہے اور کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں نے وصیت کر دی ہے اور اس کے مال کا حساب ہو چکا ہے اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں کی زبان گران ہوگئی ہے (فالج زدہ ہوگیا ہے اور بات چیت نہیں کرسکتا) اور یادداشت کھو بیٹھا ہے اپنے ہمسایوں کو پہچانتا ہے اور نہ اپنے بھائیوں سے کلام کرسکتا ہے اور گویا کہ میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنے مخاطب کی بات کو سن رہا ہے مگر اس کو جواب دینے کی تجھ میں قدرت اور سکت نہیں ہے پھر تیری کم سن بیٹی قیدی کی طرح افتاں خیزاں لڑکھڑاتی ہوئی روتی دھوتی تیرے پاس آ کر بڑی لجاجت کے ساتھ بیچارگی کے عالم میں کہتی ہے: میرے پیارے ابو جان! آپ کے بعد مجھ یتیم کا کون پرسان حال ہوگا؟ ابا جی! میری فرمائشوں کو کون پورا کیا کرے گا؟ بخدا! تو یہ ساری گفتگو سن رہا ہے مگر تیری بے بسی کا عالم یہ ہے کہ تجھ میں اپنی ننھی سی بچی کی باتوں کا کوئی جواب دینے کی قدرت نہیں ہے تیری حالت بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی شاعر کہتا ہے:

و أقبلت الصغری تمرغ خذھا علیّ و جنتی حیناً و حیناً علی صدری

''(میں نزع کے عالم میں ہوں) اور میری ننھی منی بیٹی آتی ہے اور اپنے معصوم سے گالوں کو کبھی میرے رخساروں پر ملتی ہے اور کبھی میرے سینے پر''۔

و تخمش خدیھا و تبکی بحرقۃ تنادی (أبی إنی غلبت علی الصبر)

''اور جب اس کو اپنی بات کا جواب نہیں ملتا تو اپنے رخسار نوچتی ہے اور پرسوز آواز میں رو کر پکارتی ہے آواز دیتی ہے......ابو!......ہائے اللہ! میں آوازیں دے دے کر تھک گئی ہوں''۔

حبیبی أبی (من للیتامی ترکتھم کأفراخ زغب فی بعید من الوکر؟)

''میرے پیارے ابو جان! ہم یتیموں کو کون سنبھالے گا؟ ابو جی آپ ہمیں ایسے حال میں چھوڑ کر جا رہے ہیں جیسے پرندے کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور ابھی ان کے پر بھی نہیں نکلے اور وہ اپنے آشیانے سے دور جا پڑے ہوں اور ان کے ابو کو کسی نے شکار کرلیا ہو۔ ہائے ابو جی! اب ہم سے کون پیار کیا کرے گا؟''

اے انسان! جب تو اپنے بستر پر لیٹے تو یہ تصور کرلیا کر کہ تو اس تخت پر لیٹا ہوا ہے جس پر میت کو لٹا کر نہلایا جاتا ہے اور غسل دینے والا تجھے غسل دے رہا ہے اور جب تو کمبل یا لحاف اوڑھے تو یہ تصور کرلیا کر کہ تجھے کفن میں

لپیٹ دیا گیا ہے اور تیرے گھر والے اور تیرے ہمسائے سب تجھ سے وحشت زدہ ہیں اور تیرے دوست بیلی اور بھائی بہنیں سب تجھ پر رو رہے ہیں اور (تو یہ خیال کر کہ تو سن رہا ہے کہ) غسل دینے والا کہہ رہا ہے: فلاں کی بیوی کہاں؟ یتیم بچے کہاں ہیں؟ بچو! آؤ اپنے ابو کا آخری دیدار کر لو! تمہارے ابو آج تمہیں چھوڑ کر ایک ایسے سفر پر جا رہے ہیں کہ آج کے بعد پھر وہ دنیا میں تم سے کبھی نہیں ملنے آئیں گے۔

اور پھر مندرجہ ذیل اشعار کو پڑھ لیجیے گا' تجھے آخرت کی یاد دلانے کے لیے نہایت مفید رہیں گے۔

ألا أيها المغرور مالك تلعب تومل آمالا و موتك أقرب

''اے بندہ مغرور! تجھے کیا ہوا کہ تو لمبی امیدیں کرنے اور کھیل' تماشوں میں مشغول ہے حالانکہ موت تیرے سر پر کھڑی ہے''۔

وتعلم أن الحرص بحر مبعد سفينته الدنيا فإياك تعطب

''تمہیں معلوم ہے کہ حرص ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے اور دنیا اس کی کشتی ہے اور اس کی ہلاکت خیزیوں سے بچیئے گا''۔

و تعلم أن الموت ينقض مسرعا عليك يقيناً طعمه ليس يعذب

''اور تمہیں یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ موت بہت جلد تم پر ٹوٹ پڑے گی اور اس کا مزہ اور ذائقہ نہایت درجہ کڑوا ہے''۔

كأنك توصي واليتامى تراهم وأمهم الثكلى تنوح و تندب

''تصور کیجیے کہ گویا تو وصیت کر رہا ہے اور تو اپنے یتیم ہونے والے بچوں کو (بصد حسرت) دیکھ رہا ہے اور ان بچوں کی دکھی ماں فریاد اور نوحہ کناں ہے''۔

تغص بحزن ثم تلطم وجهها يراها رجال بعد ما هي تحجب

''وہ غم کی ماری کرب والم کے گھونٹ پیتی ہے اور پھر اپنا چہرہ پیٹتی ہے اور اسے ہوش ہی نہیں ہے کہ آج غیر مرد اسے دیکھ رہے ہیں جبکہ وہ کبھی کسی غیر مرد کے سامنے بے حجاب نہ ہوئی تھی''۔

وأقبل بالأكفان نحوك قاصد ويحثي عليك التراب والعين تسكب

''قاصد تیری طرف کفن اٹھائے آ رہا ہے اور (لیجیے) اب تیرے اوپر مٹی ڈالی جا رہی ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں''۔

## فصل

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے کہا کہ یہ موت کی سختی جب انبیاء و مرسلین علیہم السلام' اولیاء کرام اور متقین لوگوں کو بھی پہنچتی ہے تو پھر ہم جیسے لوگوں کا کیا بنے گا جو آخرت کی یاد سے غافل اور موت کی تیاری کے

سلسلے میں بہت پیچھے ہیں۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ ۝ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۝ (ص:٦٧-٦٨) تم فرماؤ وہ بڑی خبر ہے ۝ تم اس سے غفلت میں ہو ۝

## انبیاءِ کرام پر موت کی سختی طاری کرنے کی حکمتیں

علماء کرام فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر سکرات موت طاری کرنے کے دو فوائد ہیں۔ایک فائدہ اور حکمت یہ ہے کہ موت کی تکلیف کا اندازہ لگایا جا سکے۔اگرچہ یہ باطنی چیز ہے کیونکہ بعض مرتبہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک شخص موت کے شدائد میں مبتلا ہے لیکن دیکھنے والا یہ دیکھ رہا ہے کہ وہ حرکت بھی نہیں کرتا' وہ سمجھتا ہے کہ شاید روح آسانی سے جدا ہو رہی ہے حالانکہ وہ اس کے اندرونی معاملے کا تصور اور احساس تک نہیں قائم کر سکتا۔لیکن جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ خدا کے مخلص بندے اولیاء وانبیاء جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ان پر سخت ترین تکالیف آئیں تو امت کے گنہگاروں کے لیے یہ چیز باعثِ تسلی ہوگئی اور شہیدِ حقیقی پر یہ تکالیف نازل نہ ہوں گی' اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بسا اوقات بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ یہ حضرات قدسیہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اس کے نبی اور رسول ہیں پھر ان پر بہ وقت موت اتنی سختی کیوں ہوتی ہے؟اور حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان تمام نفوس قدسیہ پر اس سختی کو نرم اور سہل فرما دے جیسا کہ حضرت ابراہیم وعلی نبینا علیہما السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

أما انا قد هو نا عليك. لیکن (اے ابراہیم!) ہم نے آپ پر اس کو آسان فرما دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں اور پیاروں کے حق میں موت کی سختی فضائل وکمالات کی تکمیل اور درجات کی بلندی کے لیے ہوتی ہے' یہ کوئی عذاب اور نقص نہیں ہے بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

دنیا میں سب سے زائد آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوئی۔پھر جو ان کے جتنا قریب ہوتا اسی کے حساب سے اس کی آزمائش ہوتی ہے۔(ترمذی رقم الحدیث:٢٣٩٨' ابن ماجہ رقم الحدیث:٢٠٢٤' مسند احمد ج١ص١٧٢' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:٦٩٨' المستدرک ج٣ص٣٤٣' سنن دارمی ج٢ص٣٢٠' مشکل الآثار ج٣ص٦١' البیہقی ج٣ص٣٧٢' حلیۃ الاولیاء ج١٠ص١٠١' السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث:١٤٣' صحیح الجامع رقم الحدیث:١٠٠٣)

اور پھر ان کے بعد جتنا کسی کو ان سے قرب ہوگا اور ان کے بعد جو بزرگ ہوگا اور پھر ان کے بعد جو ہوئے الی آخرہ' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہونے اور ان پر انعام فرمانے کے باوجود اور یہ کہ وہ اس سختی کو نرمی آسانی اور تخفیف میں بھی تبدیل فرما سکتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ ان حضراتِ محبوبین کے فضائل وکمالات اور درجات کی تکمیل فرما دے اور ان کو آزمائش میں سرخرو کر کے کمالِ رفعت وبلندی تک پہنچا دے اور اس سختی اور آزمائش کے ذریعے ان کے مراتب کو بلند اور ان کے اجر وثواب کو عظیم فرما دے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ سے آزمائش کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف اور سفروں سے آزمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتحان صحراؤں اور چٹیل

میدانوں،لق و دق ریگستانوں کو طے کرنے اوران کی بادیہ پیمائی سے فرمایا اور ہمارے آقا و مولیٰ حضور پرنور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی آزمائش دنیا میں فقر سے اور کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے فرمائی اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور محبوب بندوں پر گنہگاروں اور نافرمانوں کی بہ نسبت زائد سختی اس بناء پر فرمائی ہے کہ یہ کوئی ان مقدس ہستیوں کے حق میں عقوبت ہے یا ان کے کسی (نعوذ باللہ) جرم اور گناہ پر مواخذہ ہے یا سزا کے طور پر سختی کی گئی ہے۔ گنہگاروں کو ان پاکباز اور معصوم و محفوظ ہستیوں سے کیا نسبت؟

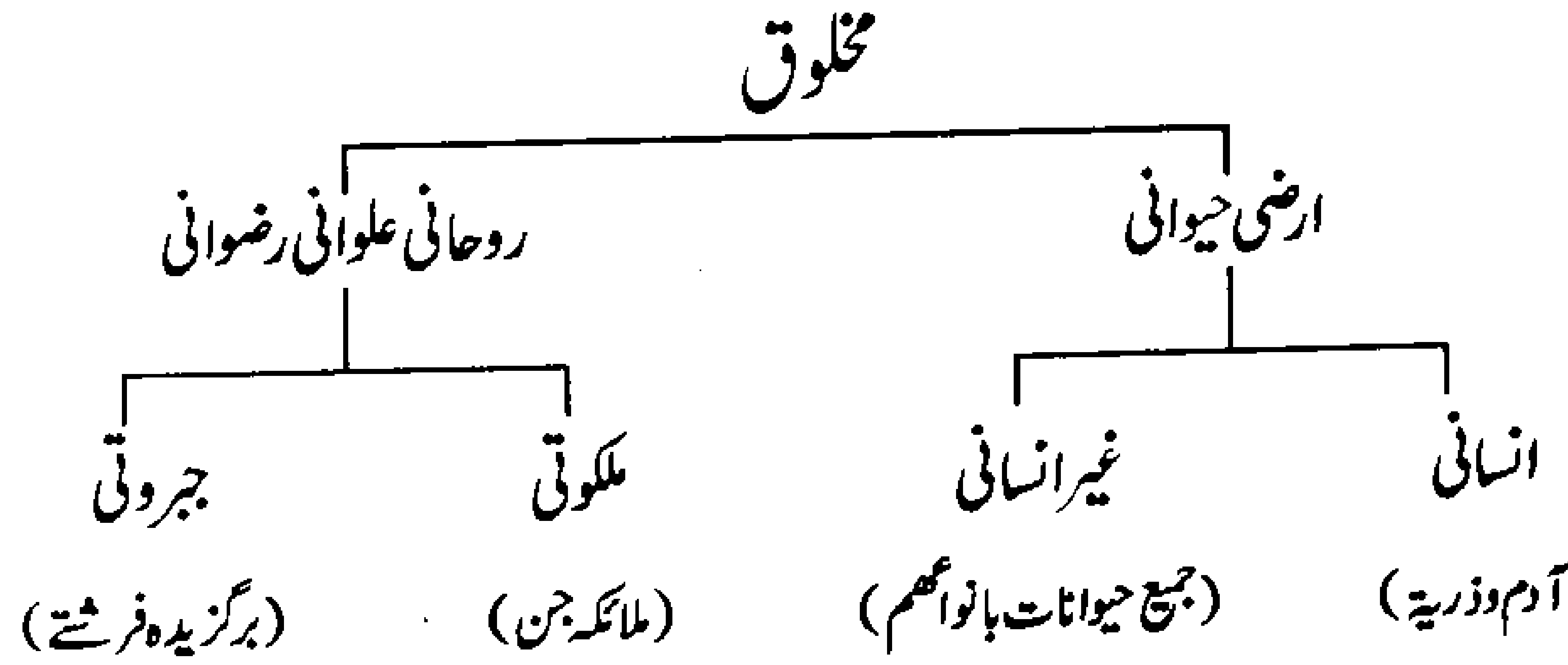
# فصل

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا سکراتِ موت کی چاشنی ساری مخلوق کو چکھنی ہوتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں سب نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے حتیٰ کہ:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے — لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس کے بعد ان کی حیات — مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا — جسم پر نور بھی روحانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح — اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا — صدقِ وعدہ کی قضا مانی ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کے قول صادق اور کلمہ حق کے مطابق تمام مخلوق کو کڑوے ذائقے والے پیالہ میں مزہ چکھنا ہے۔ پھر چکھ چکھا لینے کے بعد لوگوں کے دو فریق ہو جاتے ہیں۔ ہر فریق کی اپنی اپنی اقدار اور اوزان ہوا کرتے ہیں۔ جب بقاء صرف اس ذات وحدہ لاشریک لہ کے لیے ہے اور اس کے ماسوا ساری مخلوق کے لیے اس ذاتِ اقدس نے مرنے اور فنا کے گھاٹ اترنے کی سنت اور طریقہ کو جاری فرمایا ہے تو جس طرح اس نے مخلوق کے درجات اور مراتب روحانیہ کے درمیان فرق اور امتیاز رکھا اسی طرح ان کے ظاہری احوال کو بھی مختلف رکھا ہے چنانچہ مخلوق کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ ایک مخلوق ارضی حیوانی ہے اور دوسری مخلوق بالائی روحانی اور رضوانی ہے۔

ارضی حیوانی کی پھر دو قسمیں ہیں: انسانی اور غیر انسانی، اسی طرح عالم روحانی میں بھی ایک ملکوتی ہے اور ایک جبروتی ہے۔



اور ہر مخلوق نے اس پیالے سے اپنے حصے کا گھونٹ پینا ہے اور اس تلخ و گلوگیر شربتِ مرگ کو حلق سے نیچے اتارنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

(آل عمران:۱۸۵)

ابو حامد (امام غزالی قدس سرّہ) کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں اور یہ بات انہوں نے اس کتاب میں تین مختلف جگہ رقم فرمائی ہے:

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین موتوں سے تمام عالمین کا ارادہ فرمایا اور درج ذیل تین عالموں کے جو متخیر ہیں اور تین جہانوں کے باشندوں پر موت آئے گی۔

(۱) عالم دنیوی (۲) عالم ملکوت (۳) عالم جبروت

اوّل (عالم دنیوی) اِس میں آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد اور اسی طرح تمام قسم کے حیوانات عالم دنیوی میں آتے ہیں۔

دوم (ملکوتی مخلوق) میں فرشتے اور جن ہیں اور اہل جبروت سے مراد برگزیدہ فرشتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ (الحج:۷۵) اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے۔

ان برگزیدہ اور چنے ہوئے فرشتوں سے مراد کرّوبیان حاملین عرش اور پردہ ہائے جلالِ خداوندی کے مقرب فرشتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی تعریف میں فرمایا:

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (الانبیاء:۱۹-۲۰) اور اسی کے ہیں جتنے آسمان اور زمین میں ہیں اور اس کے پاس والے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں ۝ رات دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے ۝

یہ بارگاہِ اقدس کے فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول ''لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ '' (الانبیاء:۱۷) اگر ہم کوئی بہلاوا اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہمیں کرنا ہوتا' سے یہی قدسی صفات فرشتے مراد ہیں۔

اور یہ تمام برگزیدہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بلند مقام و مرتبہ رکھنے کے باوجود موت کا مزہ چکھیں گے اور ان کو جو بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل ہے وہ انہیں موت سے نہیں بچا سکے گا۔

ابن قسی لکھتے ہیں:

جس طرح ان مختلف عالموں اور جہانوں کے طریقے اور ان کی راہیں مختلف اور جداگانہ ہیں اسی طرح موت کی سختی اور اس کا احساس کرنے میں بھی ان کے درمیان فرق ہے' عالم روحانی والوں کا احساس بھی روحانی طور پر ہوتا

ہے جس طرح سونے والا شخص جب خواب میں کوئی ڈراؤنی چیز دیکھتا ہے تو رنج والم اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور جاگنے تک اسی طرح درد کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے اور ایک گونہ اضطراب اور بے چینی کا احساس اسے ہوتا ہے لیکن جب جاگ جاتا ہے تو پھر وہ پریشانی اور بے چینی زائل ہو جاتی ہے اور وہ امان اور راحت و آرام پاتا ہے چنانچہ عالم بالا کی قدسی صفات روحانی مخلوق کا احساسِ تکلیف ایسے ہے جیسے خواب اور نیند کے اندر کوئی شخص محسوس کرے کہ یہ محض وہم وخیال کی حد تک ہوتا ہے اور دوسرا عالم زیریں اور سفلی دنیا کی مخلوق جیسے انسان اور جنات ہیں' ان کا موت کے سکرات اور بے ہوشیوں کی تکلیف اور سختی کا درد محسوس کرنا ایسا ہے کہ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا' یہ تو وہی جان سکتا ہے جو خود اس کیفیت سے گزر رہا ہے کیونکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جان نکالے جانے کے وقت انسان کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ تلوار کی ایک ہزار چوٹوں سے زیادہ سخت ہے پھر اس کو کیونکر بیان کیا جا سکتا ہے؟

اور پھر اس احساسِ تکلیف میں بھی مخلوق کے مختلف گروہ ہیں جس میں وہ اپنے درجات اور مراتب کے مختلف ہونے کی وجہ سے جدا جدا حکم رکھتے ہیں اولاً تو مؤمن اور غیر مؤمن یعنی مسلمان اور کافر کا فرق ہے' پھر اہلِ اسلام میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں میں فرق ہوا کہ ان دونوں کے سکرات موت اور اس کے شدائد و آلام کے احساس میں وہی کچھ فرق ہے جو خود ایک نبی اور اس کے امتی اور پیروکار کے مرتبہ و مقام میں فرق ہے' پھر آگے انبیاء کرام علیہم السلام میں ان کے مقامات کے فرق کی وجہ سے سب حضرات کے احساسات ایک جیسے نہیں' ان میں بھی فرق ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات' مقامات اور فضائل و کمالات متفرق اور مختلف ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (البقرہ:۲۵۳) | یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا' ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔ |

(یعنی انبیاء علیہم السلام کے مراتب جداگانہ ہیں' بعض سے بعض افضل ہیں اگرچہ نبوت میں کوئی تفرقہ نہیں' وصف نبوت میں سب شریک ہیں مگر خصائص و کمالات میں درجے متفاوت ہیں)

اللہ تعالیٰ جو اپنی ذات اور صفات میں ہر عیب سے پاک ہے اس نے اپنے خلیل کی شان میں فرمایا کہ اے ابراہیم! لیکن آپ پر ہم نے موت کی سختی کو نرم اور آسان فرما دیا ہے' اب جس کو اللہ تعالیٰ آسان کہہ رہا ہے اس سے بڑھ کر کوئی زیادہ نرمی اور آسانی متصور نہیں ہو سکتی جس طرح اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بڑا اور عظیم قرار دے تو اس سے بڑھ کر کوئی چیز بڑی اور عظیم نہیں ہو سکتی اور ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ فرمانے والا وہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ مثلاً جنت کی نعمتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّ مُلْكًا كَبِيرًا ۝ (الدھر:۲۰) | اور جب تو دیکھے اور پھر دیکھے نعمتیں اور بڑا ملک ۝ |

اسی طرح دوست اور خلیل کی موت سے بڑھ کر آسان اور نرم و سہل موت کس کی ہو گی کیونکہ دونوں باتیں

فرمانے والا ایک اللہ پاک ہے (باقی اللہ ہی بہتر علم والا ہے)۔

# فصل

مذکورہ بالا تحقیق کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ بلاشبہ موت ایک بہت المناک معاملہ اور سخت امر ہے اور موت کے پیالہ کا ذائقہ نہایت کریہہ شنیع اور ناپسندیدہ ہے اور یہ لذتوں اور راحتوں کو کاٹنے والی اور ان کا قلع قمع کرنے والی ایک تیز تلوار ہے اور یہ ناگوار امور کو کھینچ کر لانے والی ہے کیونکہ جو چیز تیرے جوڑ بند توڑ ڈالے' تیرا انگ انگ ہلا کر رکھ دے' تیرے تمام اعضاء الگ الگ کر دے اور تیرے پورے بدن کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے یقیناً وہ کوئی معمولی امر نہیں ہے اور موت کا دن کوئی ایسا معمولی اور غیر اہم دن نہیں ہے کہ جس پر ہم کوئی توجہ ہی نہ دیں اور اس دن کے لیے تیاری سے غفلت کا شکار رہیں۔

حکایت: بیان کرتے ہیں کہ ہارون الرشید جب شدید بیمار ہوا تو اس نے فارس (ایران) کے شہر طوس سے ایک حاذق طبیب کو بلایا اور اپنا پیشاب ایک شیشی میں بھر کر دیگر بہت سے بیمار اور تندرست لوگوں کے پیشابوں کے ساتھ حکیم کے پاس ٹیسٹ کے لیے بھجوایا' حکیم مختلف لوگوں کے پیشاب ٹیسٹ کرتا رہا یہاں تک کہ جب اس نے ہارون الرشید کا قارورہ (شیشی' بوتل) دیکھا تو کہنے لگا: جس شخص کا یہ پیشاب ہے اس سے کہہ دو کہ اپنا وصیت نامہ لکھ رکھے کیونکہ اس کے قوائے بدن مضمحل ہو گئے ہیں اور اس کی چولیں ہل چکی ہیں اور اس نے باقی قارورے اٹھوا دیئے اور اٹھ کر چلا گیا' اب ہارون الرشید اپنی زندگی سے ناامید ہو چکا ہے اور یہ اشعار پڑھتا ہے:

ان الطبيب بطبه ودوائه لا يستطيع دفاع نحب قد أتى

''طبیب صاحب اپنی طب اور دوائی وتشخیص وتجویز سے پیش آمدہ بڑے خطرہ (موت) سے کسی کو نہیں بچا سکتے''۔

ما للطبيب يموت بالداء الذى قد كان أبرأ مثله فيما مضى

''ڈاکٹر صاحب کو کیا ہوا کہ جس بیماری کا علاج کر کے انہوں نے زندگی میں بے شمار مریضوں کو تندرست وتوانا کیا تھا آج اسی بیماری کے ہاتھوں خود چل بسے''۔

مات المداوى والمداوى والذى جلب الدواء و باعه ومن اشترى

''ڈاکٹر' مریض' کیمسٹ' ڈرگسٹ' میڈیسن امپورٹر' سیلر سب مرگ کے آگے ایسے ہیں جیسے مرغ کے آگے دانہ''۔

بقول مولانا روم:

چوں اجل آمد طبیب ابلہ شود روغن بادام خشکی می کند

''جب موت آجاتی ہے تو پھر ڈاکٹر کی بھی ''مت'' ماری جاتی ہے' وہ مریض کو بادام روغن دیتا ہے تو وہ خشکی پیدا کرنی شروع کر دیتا ہے (یعنی دوا الٹا اثر کرنے لگتی ہے)''۔

کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کو یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے اس کی موت کا ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے تو بولا کہ ہمارا حمار (دراز گوش) لاؤ' گدھا لایا گیا تو حکم دیا کہ ہمیں اس پر سوار کردو' جب سواری پر بٹھا دیا گیا تو دونوں رانیں لٹک گئیں' حکم دیا کہ مجھے ڈونکی (گدھے) سے اتار دو' میرے کوچ کا بگل بجانے والے اور اس پر بگلیں بجانے والے سچے ہیں اور کپڑے کے چند تھان برائے اکفان منگائے اور ان میں سے پسند کا ایک کفن منتخب کرلیا اور اپنے بستر مرگ کے قریب ہی قبر کھدوائی' پھر اس میں جھانک کر دیکھا اور یہ آیت پڑھی:

مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ﴿۲۹﴾ (الحاقۃ: ۲۸_۲۹) میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال O میرا سب زور جاتا رہا O

اور اسی رات وہ مرگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

شیخ فرماتے ہیں: اے بندۂ خدا (اللہ تجھ پر رحم فرمائے)! تو کن خیالوں میں مست ہے؟ یہ موت تو تجھ پر بھی آنے والی ہے' پھر تیری رونق اور تروتازگی زائل ہو جانی ہے' تیرا قابلِ دید حسنِ منظر یکسر تبدیل ہو جانا ہے' موت تیری صورت اور اس کے جمال کو مٹا دے گی' موت دوستی' یارانے' میل ملاپ' خویش و اقارب کے ہاں آنے جانے سے روک دے گی' موت تجھے نعمت اور شادابی' سطوت و قدرت' نخوت و عزت کے بعد ایسی حالت کی طرف لوٹا دے گی جس میں تیرے سب سے پیارے' تجھ پر سب سے زیادہ رحم کرنے اور ترس کھانے والے' تیرے بہت ہی مہربان لوگ کہیں گے کہ تجھے جتنا جلدی ہو سکے زمین کے ایک تنگ اور تاریک گڑھے میں پھینک دیں اور اس گڑھے کو پتھروں' چھوٹے کنکروں اور بجری سے پکا مضبوط کر کے بند کر دیں گے' پھر اس میں کیڑے مکوڑے تجھ پر حاکم ہوں گے' اس کے بعد تو پوری طرح مٹ کر مٹی ہو جائے گا اور تیری خاکِ بدن کو پیروں سے روندا جاتا رہے گا اور بسا اوقات ممکن ہے تیری خاکِ بدن سے آگ میں پکا کر کوئی عمدہ برتن بنالیا جائے یا تیری مٹی کسی دیوار میں لگا دی جائے یا رگڑائی کے لیے ریگ مال یا کھرچنا بنالیا جائے یا تیرے جسم کی مٹی سے کوئی چولھا انگیٹھی بنالی جائے جیسا کہ حضرت مولائے علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق مروی ہے: آپ نے پیالہ ہاتھ میں لے کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے خوبصورت پیالے! اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تیرے اندر کتنی ہی سرگیں آنکھوں اور نرم و نازک رخساروں کی مٹی ملی ہوئی ہے۔ کسی شاعر نے بڑی خوبصورت معنی خیز بات کہی ہے کہ:

عجب نسبت بر خاك اگر گل شگفت     كه چندیں گل اندام در خاك خفت

''زمین پر اگر کوئی خوبصورت پھول کھلتا ہے تو تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نہ جانے کتنے پھول جیسے خوبصورت لوگ اس مٹی میں رُل کر گل ہو گئے''۔

؎ کیا زیرِ زمین بھی کوئی بزمِ حسیناں ہے آباد
بلبل ہے کیوں نالہ کناں پھول کیوں چاکِ گریباں نکلے؟

**حکایت:** بیان کرتے ہیں کہ دو شخصوں کا زمین کی ملکیت کے بارے میں جھگڑا اور اختلاف تھا' اللہ عزوجل نے اس متنازعہ زمین کی دیوار کی ایک اینٹ کو قوتِ گویائی عطا فرمائی اور وہ اینٹ بولی کہ:

اے اللہ کے بندو! تم دونوں کس چیز کے بارے میں لڑ رہے ہو اور کس بات پر تمہارا جھگڑا ہے؟ نیز اس خشت دیوار نے کہا: سنو! میں ایک بادشاہ تھا' میں نے ایک عرصہ دراز تک اس زمین پر بادشاہی کی ہے' پھر میں مر گیا اور بادشاہ سے خاک ہو گیا اور ایک ہزار سال تک اسی طرح مٹی رہا' پھر مجھے ایک ظروف ساز (کمہار) نے لے جا کر میری خاکِ تن سے برتن بنایا چنانچہ میرا تن بہ صورت برتن' برتنے میں آتا رہا حتیٰ کہ کسی کی ٹھوکر سے ٹھیکرا بن گیا' پھر رفتہ رفتہ میں دوبارہ مٹی بن گیا اور اس کے بعد میں ایک ہزار سال تک اسی طرح رہا' پھر ایک خشت زن اور تھپیرے نے میری ایک کچی اینٹ بنا ڈالی جس کو لا کر کسی نے مجھے اس دیوار میں چن دیا (چنانچہ تمہاری عقل کی آنکھوں کا روشن ہو جانا چاہیے اب تو دیا)۔ میرے بھائی تم دونوں کا ہے میں لڑے مرے جا رہے ہو۔

اس مضمون کی حکایات بے شمار ہیں بلکہ یہ سازی کائنات شاہد اور گواہ ہے کہ حدوث وتجدد' تغیر وتبدل اور ممکنات کی شکست وریخت اور اس کے بننے اور بگڑنے کا سلسلہ جاری ہے' نئی چیزیں بوسیدہ اور پرانی ہو کر مٹ رہی ہیں اور پرانی اور کہنہ چیزیں خاک میں مل کر پھر نئی اشیاء کے بنانے میں کام آتی رہتی ہیں جیسے اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم زمین کھود کر اس سے مٹی نکال کر اس کے برتن بناتے ہیں اور کہیں مکانات اور برج تعمیر ہو جاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ جوانی کے زمانہ میں' میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قرطبہ شہر کے باہر مضافات میں واقع پرانے قبرستان سے (جو یہودیوں کا قبرستان مشہور تھا) اپنے گدھوں وغیرہ پر چکنی مٹی اور کنکریٹ وغیرہ لا کر عمارات کی تعمیر کا سامان بنانے والوں اور مکانات کی زینت وآرائش کے لیے عمارتی ماربل' گچ اور مرکب تیار کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا تھا' ہم مٹی کھودتے ہوئے دیکھتے تھے کہ وہاں سے انسانی مردوں کی ہڈیاں اور بال گوشت وغیرہ مٹی میں مخلوط اور مکس ہوتے تھے۔

## تغیر روح میں نہیں صرف جسم میں ہوتا ہے

ہمارے علماء رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ تغیر صرف جسم میں ہوتا ہے' روح میں تغیر واقع نہیں ہوتا کیونکہ روح کا حکم اور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○ (ق:۴)

ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین گھٹاتی ہے ان میں سے' اور ہمارے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب ہے ○

نیز فرمایا:

فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ○ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَى ○

(طٰہٰ:۵۱-۵۲)

اگلی سنگتوں کا کیا حال ہے؟○ کہا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے میرا رب نہ بہکے نہ بھولے ○

## موت ہر مسلمان کے لیے کفارہ ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: موت ہر مسلمان کے لیے کفارہ ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۲۱' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۴۷' العقیلی الضعفاء رقم الحدیث: ۴۱۸' ابن جوزی الموضوعات

ج ۳ ص ۲۱۸' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۹۶۲)

ابن العربی نے اس حدیث کو "سراج المریدین" میں نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح حسن ہے۔

# فصل

مصنف (علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ) اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مرتے وقت جو تکالیف پاتا ہے وہ اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بن جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کو بھی مرض یا کوئی اور مصیبت لاحق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے' جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

(صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۱۲۰' صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۴' صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۲۴۸' مصنف عبدالرزاق ۲۰۳۱۲' الطیالسی رقم الحدیث: ۳۷۰' البیہقی ج ۳ ص ۳۷۳' القضاعی رقم الحدیث ۸۲۵' الوکیع الزھد رقم الحدیث: ۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو (دنیا میں) کسی مصیبت میں مبتلا فرما دیتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۱۰۳' موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۷' صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۲۴۹' البیہقی الآداب رقم الحدیث: ۱۰۳۴)

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جب میں کسی بندے پر رحم فرمانا چاہتا ہوں تو اس کو موت سے پہلے اس کی ہر برائی کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں' کبھی بیماری سے کبھی اس کے بیوی بچوں کو مصیبت میں ڈال کر' کبھی تنگیٔ معاش اور رزق کی کمی سے' پھر بھی اگر کچھ بچتا ہے تو مرتے وقت اس پر سختی کرتا ہوں حتیٰ کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اور اس پر راضی نہیں ہوتا اس کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کہ میں جس بندے کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہوں اس کو اس کی ہر نیکی کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں کبھی جسم کی صحت سے' کبھی فراخی رزق سے' کبھی اہل وعیال کی خوشحالی سے' پھر بھی اگر کچھ رہ جاتا ہے تو مرتے وقت اس پر آسانی کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ جب مجھ سے ملتا ہے تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ بھی نہیں رہتا کہ وہ نارِ جہنم سے بچ سکے۔

اسی مفہوم کی ایک روایت ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ صحابی رسول حضرت ابن خالد سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ناگہانی موت (ہارٹ اٹیک وغیرہ) کافر کے لیے غضب کی پکڑ ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۴' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۴' ترمذی رقم الحدیث: ۹۷۹' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۸۱' البیہقی ج ۳ ص ۳۷۸)

ترمذی نے حضرت عائشہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ یہ (اچانک موت) مؤمن کے لیے راحت اور کافر کے لیے غضب کی پکڑ ہے۔

(مسند احمد ج٦ ص١٣٦، ترمذی رقم الحدیث: ٩٧٩، البیہقی ج٣ ص٣٧٩)

محدث ابو محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایک روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہفتہ کے دن اچانک وصال فرما گئے۔

اور حضرت عمر ابن خطاب کے غلام زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب مؤمن پر ایسا درجہ باقی رہ جاتا ہے کہ عمل کے ذریعہ اس تک پہنچے تو مرتے وقت اس پر سختی کی جاتی ہے تاکہ موت کی تکالیف اور بے ہوشیوں کو برداشت کر کے وہ اس کے سبب جنت کا درجہ پالے اور اگر کافر نے دنیا میں کوئی بھلائی کا کام کیا ہو تو اس پر موت کو آسان کر دیا جاتا ہے تاکہ دنیا میں ہی اس کی نیکی کا بدلہ مکمل ہو جائے اور انجام کار وہ جہنم میں جائے۔

حافظ ابونعیم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی جان اس طرح نکلتی ہے جیسے کوئی چیز چھلکتی ہے اور کافر کی روح کو اس طرح کھینچ کر نکالا جاتا ہے جس طرح گدھے کی جان نکالی جاتی ہے مؤمن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو موت کے وقت اس پر سختی کی جاتی ہے تاکہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے اور کافر جب کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو موت کے وقت آسانی کر کے اسے بدلہ دے دیا جاتا ہے۔ (الطبرانی المعجم الکبیر ج٥ ص١٠٠، حلیۃ الاولیاء ج٥ ص٩٥)

ابن مبارک نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں موت کو پسند کرتا ہوں اپنے رب سے ملاقات کے لیے بیماری کو پسند کرتا ہوں خطائیں مٹانے کے لیے اور فقیری کو پسند کرتا ہوں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں تواضع اور انکسار پیدا کرنے کے لیے۔

## خوفِ الٰہی اور خدا سے حُسنِ ظن رکھنے کا بیان

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے وصال فرمانے سے تین روز قبل فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا۔

(صحیح مسلم ج١٧ ص٢٠٩، ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٠٩٧، ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤١٦٧، مسند احمد ج٣ ص٢٩٣، صحیح ابن حبان ج٢ ص١٦، الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ١٠٣٤، البیہقی ج٣ ص٣٧٨، القضاعی رقم الحدیث: ٩٣٨، حلیۃ الاولیاء ج٥ ص١٨٧، تاریخ بغداد ج١ ص٣٩٦، الطیالسی رقم الحدیث: ١٧٧٩)

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''حسن الظن باللہ'' میں روایت کی کہ بعض قوموں کو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے ہلاک کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسنِ ظن نہیں رکھتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

تمہاری یہ ہلاکت تمہارے اس گمان کے باعث ہے جو تم نے اپنے رب سے کیا تو تم نقصان اٹھانے والے ہو گئے ○ (حٰمٓ السجدہ: ٢٣)

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نوجوان

شخص کے پاس نزع کے وقت تشریف لائے اور اس سے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ کی مغفرت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے خوفزدہ ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں (امید اور خوف) جس شخص کے دل میں ایسی حالت میں جمع ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کی امید بر لائے گا اور اسے خوف سے محفوظ فرما دے گا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۹۸۳، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۱، احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۴۵، المشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۶۱۲)

اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے بھی نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور بعض محدثین نے مذکورہ بالا حدیث کو نبی کریم ﷺ سے ارسالاً روایت کیا ہے۔

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں حضرت حسن سے روایت کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے پر دو (۲) خوف جمع نہیں کروں گا اور نہ دو (۲) امن، تو جو مجھ سے دنیا میں ڈرے گا میں آخرت میں اسے بے خوف کر دوں گا اور جو دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے گا اس کو قیامت میں خوفزدہ کروں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا تو فرمایا کہ اے موسیٰ! میرا جو بندہ بھی قیامت میں مجھ سے ملے گا میں اس سے اس کے اعمال کا حساب لوں گا سوائے ان لوگوں کے جو پرہیزگار اور گناہوں سے دور رہنے والے ہیں کہ ان کو میں عزت اور کرامت سے نوازوں گا اور بغیر حساب کے جنت میں داخل فرماؤں گا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۲۳۲)

پس جو شخص اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ تعالیٰ سے شرم و حیاء کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے آخرت میں سوال اور تفتیش نہیں فرمائے گا اور اس بندے پر دنیا اور آخرت کے دو حیاؤں کو جمع نہیں فرمائے گا جس طرح اس پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے دو خوف جمع نہیں فرماتا۔

# فصل

اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن، بندے کو حالتِ صحت کی بہ نسبت موت کے وقت زیادہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے اور اس پر رحم کر کے اس کی مغفرت فرما دے اور مرنے والے کے پاس بیٹھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اس وقت اس کو یاد دلائیں کہ نزع کے وقت بندے کو اپنے رحیم و کریم رب سے اچھا گمان رکھنا چاہیے تاکہ وہ اس فرمان الٰہی میں داخل ہو جائے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں، تو وہ جیسا گمان چاہے میرے ساتھ رکھے۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۸۴، صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۱، ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۲، صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۵-۱۷-۹۰، القضاعی رقم الحدیث: ۱۴۴۸، الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۵، ج ۱۹ ص ۲۱۶، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر شخص کو مرتے وقت اللہ تعالیٰ

سے اچھا گمان ہی رکھنا چاہیے کہ یہی جنت کی قیمت ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۰۹ ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۷ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۶۷ مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳ صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۶ الزھد لابن المبارک رقم الحدیث: ۱۰۳۴ البیہقی ج ۳ ص ۳۷۸ القضاعی رقم الحدیث: ۹۳۸ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۸۷ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۹۶ الطیالسی رقم الحدیث: ۱۷۷۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دین کا ستون اس کی غایت و منشاء اور سر بلندی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے پس تم میں سے جس شخص کو ایسی حالت میں موت آئی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھتا تھا تو وہ بے خوف ہو کر جنت میں جائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی کہ بندہ اللہ سے جو اچھا گمان رکھے گا اللہ اسے پورا فرمائے گا کیونکہ ساری خیر اور بھلائی اس کے دستِ قدرت میں ہے۔

ابن مبارک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب کسی شخص کو نزع کی حالت میں دیکھو تو تلقین کرو کہ وہ اپنے رب سے اچھا گمان رکھتے ہوئے ملے۔ (یعنی ثواب و نجات کی امید کرتا ہوا مرے) اور جب کسی زندہ شخص کو دیکھو تو اسے عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب بندہ صحت مند ہو تو اس کے حق میں خوف اور ڈر امید و رجاء سے بہتر ہے اور جب بندہ موت و حیات کی کشمکش اور عالم نزع میں ہو تو اس وقت اس کو امیدِ رحمت رکھنا بہ نسبت خوف عذاب کے بہتر ہے۔

ابن ابی الدنیا نے معتمر سے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب میرے والد کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے معتمر! مجھے ایسی حدیثیں سنایئے جن میں رخصتوں اور خداوند کریم کی بیکراں رحمتوں کا ذکر ہے تاکہ میں اپنے رحیم و کریم مولیٰ جل شانہ سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے ملاقات کروں۔

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ بزرگانِ دین کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جب کوئی شخص قریب مرگ ہو تو اسے اچھے کام یاد دلاؤ حتیٰ کہ وہ اپنے رب سے اچھا گمان رکھے۔

ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک نوجوان شخص تھا جو ظالم اور بدکردار تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس کی ماں اس سے لپٹ گئی اور کہنے لگی: اے بیٹے! میں تجھے اس ہلاکت کے گڑھے سے ڈرایا نہ کرتی تھی؟ (اب قبر میں تیرے ساتھ کیا ہوگا؟) تو اس نوجوان نے کہا: اے میری ماں! بے شک میرا رب بہت رحمت اور احسان فرمانے والا ہے اور میں آج پر امید ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی بے کنار رحمت کے حصہ سے محروم نہیں فرمائے گا ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ پس اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان گنہگار شخص پر نزع کے وقت اپنے رب کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے کی وجہ سے رحم فرمایا اور اس کو بخش دیا۔

ایک دن عمر ابن ذر جبکہ ان کے پاس ابن ابوداؤد اور حضرت امام ابوحنیفہ تشریف فرما تھے اپنی گفتگو میں کہنے لگے: اے اللہ! کیا تو ہمیں عذاب دے گا حالانکہ ہمارے دلوں میں توحید کا عقیدہ جاگزیں ہے؟ اے مولیٰ کریم! تیری ذات کے بارے میں میرا حسن ظن یہی ہے کہ تو ہمارے ساتھ ایسا معاملہ نہیں فرمائے گا۔ اے اللہ! تو اس شخص

کی بخشش فرما دے جس کی ہمیشہ یہ حالت رہی جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے والے جادوگروں کی اس قدر حالت تھی' جب تو نے ان کی یہ کہنے پر مغفرت فرما دی تھی: ''آمنا برب العالمین''' (وہ جادوگر بولے:) ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان والوں کا رب ہے''۔ امام ابوحنیفہ یہ سن کر فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تمہارے بعد قصہ گوئی حرام اور ختم ہے۔

طبری نے روایت کی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتے تو نہایت افسردہ ہوتے اور ترش رو ہو کر ملتے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے ملاقات کو جاتے تو خوشگوار موڈ میں خندہ پیشانی سے ملتے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ جب بھی مجھ سے ملتے ہیں تو افسردہ ہوتے ہیں' لگتا ہے کہ جیسے آپ مایوس ہوں' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ اور آپ جب بھی ملتے ہیں تو ہنستے ہوئے ملتے ہیں گویا کہ آپ کو کوئی ڈر' خوف نہیں! پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں حضرات کی طرف وحی نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ: ''إن احبکما الی أحسنکما ظنا بی''' بے شک آپ دونوں میں سے میرے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہے جس کا میرے ساتھ حسن ظن زیادہ ہے''۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ اس کو دوزخ میں لے جاؤ پس وہ شخص کہے گا: اے میرے پروردگار! میری عبادات کا کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح تو میرے بندوں کو (اپنے وعظ اور تقریروں میں) میری رحمت سے مایوس اور ناامید کیا کرتا تھا آج میں تجھ کو اپنی رحمت سے ناامید کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ○ (الحجر:۵۶) | کون مایوس ہو سکتا ہے اپنے رب کی رحمت سے سوائے گمراہوں کے○ |

اس باب کی مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ ''باب سعة رحمة الله و عفوه يوم القيامة'' میں آ رہی ہے۔

# ۷-مرنے والے کوکلمہ کی تلقین

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مرنے والوں کو ''لا اله الا الله'' کہنے کی تلقین کرو۔ (صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳' نسائی ج ۴ ص ۵' ابوداؤد رقم الحدیث ۳۱۰۱' ترمذی رقم الحدیث ۹۷۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۴۵' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۳-۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۷' المنتقی لابن الجارود رقم الحدیث: ۵۱۳' البیہقی ج ۳ ص ۳۸۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۵۷' طبرانی المعجم الصغیر ج ۲ ص ۱۲۵' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۱۰' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۳۵)

ابن ابی الدنیا نے زید بن اسلم سے روایت کیا' وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی قریبِ مرگ شخص پر موت طاری ہونے لگے تو اسے ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کرو۔ کیونکہ جس شخص کی موت کے وقت ''لا الہ الا اللہ'' پر خاتمہ کی مہر لگا دی جائے یہ (کلمہ طیبہ) اس شخص

کے لیے جنت میں داخلہ کے لیے زادِ راہ بنتا ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے قریبِ مرگ لوگوں کے پاس بوقتِ موت موجود رہو اور انہیں ''لاالہ الا اللہ'' کی تلقین کیا کرو اور ان کے سامنے کلمہ کا ذکر کرو کیونکہ وہ' وہ سب دیکھ رہے ہوتے ہیں جو تم نہیں دیکھ رہے ہوتے۔ (یعنی موت کی سختیوں کا سامنا کر رہے ہوتے ہیں جس کا مشاہدہ فقط موت کا سامنا کرنے والا ہی کرسکتا ہے۔ لہٰذا تم انہیں کلمۂ طیبہ کی تلقین کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی بے پناہ وسعتوں کا تذکرہ کیا کرو تاکہ وہ قریبِ مرگ شخص رحمتِ باری تعالیٰ کی امید کا حسنِ ظن رکھنے کے بعد اس کی مغفرت کا مستحق ہو سکے اور بوقتِ مرگ شیطان کے بہکاوے میں آ کر خاتمہ بالخیر کی محرومی سے بچ جائے۔)

اور ابونعیم نے مکحول کی حدیث اسماعیل بن عیاش بن ابی عباذ عتبہ بن حمید سے' انہوں نے مکحول سے اور انہوں نے واثلہ بن اسقع سے حدیث بیان کی ہے' وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم اپنے قریبِ مرگ لوگوں کے پاس موجود رہو اور انہیں ''لاالہ الا اللہ'' کی تلقین کیا کرو اور انہیں جنت کی بشارت دو۔ بڑے بڑے دانا (موت کی سختی کو دیکھ کر) حیران رہ جاتے ہیں۔ اور بے شک شیطان اس موت کے وقت انسان کے بہت قریب ہوتا ہے (تاکہ اسے بہکائے اور اس کا انجام کار خراب کرے)۔

اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے موت کے فرشتہ کو (اس کی اصلی صورت کو) دیکھنا (برداشت کرنا) تلوار کی ہزار چوٹوں سے زیادہ سخت ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' جب کسی آدمی کی جان نکلتی ہے تو اس کے جسم کا ہر عضو تکلیف اور درد میں مبتلا ہوتا ہے۔ مصنف (علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں: حدیثِ مکحول (مذکورہ بالا حدیث) غریب ہے اور اسماعیل سے ہی ہم نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔

## فصل

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ میت (قریبِ مرگ) کو اس کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا سنت ماثورہ ہے (یعنی بزرگوں کا طریقہ چلا آ رہا ہے) اس پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اور یہ تلقین اس لیے کی جاتی ہے تاکہ مرتے وقت آخری کلمہ جو اس کی زبان پر جاری ہو وہ ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہو تاکہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔

اور اس لیے بھی تاکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فرمانِ عالیشان ''من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ'' (دمِ آخر جس کی زبان پر کلمہ طیّبہ جاری ہوا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا) کے عموم میں داخل ہو جائے۔

اس حدیث پاک کو ابوداؤد نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابومحمد عبدالحق نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

اور مرنے والے کے پاس حاضر ہونے والے کو چاہیے کہ اسے ایسی بات کے ذریعے تنبیہ کرے جس سے

شیطان بھاگ جائے (یعنی اللہ کی یاد خصوصاً کلمۂ طیبہ کی تلقین کہ اللہ کے ذکر سے شیطان بھاگتا ہے) کیونکہ شیطان مرنے والے شخص کے پاس اس کا عقیدہ اور ایمان خراب کرنے اور اس میں فساد پیدا کرنے کے لیے آتا ہے جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔

پس جب مرنے والے شخص کو کلمۂ طیبہ کی ایک مرتبہ تلقین کرلو تو اسے (اس تلقین کو) صبح وشام مت دہراؤ (یعنی زیادہ رٹ نہ لگاؤ اور اسے پڑھنے پر مجبور نہ کرو)۔ اہل علم حضرات نے کثرت سے تلقین کرنے کو اس پر بار بار اصرار کو یعنی میّت کو اس پر مجبور کرنے کو ناپسند کیا ہے جبکہ مرنے والا ایک بار تلقین کو سمجھ جائے۔

ابن مبارک کہتے ہیں: میّت (مرنے والے) کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرو پس جب (ایک مرتبہ) تلقین کر چکو تو پھر اسے (اس کے حال پر) چھوڑ دو۔ (یعنی بار بار اصرار نہ کرو)۔

ابومحمد عبدالحق فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ (بار بار تلقین کرنے سے منع) اس بات کے خوف کی وجہ سے ہے کہ جب اس کے اوپر اصرار کیا جائے گا تو ممکن ہے کہ وہ تنگ دل ہو جائے اور انکار کردے اور شیطان اس پر کلمہ پڑھنے کو ثقیل کردے گا۔ پس یہ اس کے خاتمہ کے خراب ہونے کا اور انجام بد کا سبب بن جائے گا۔ نیز ابن المبارک نے بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔

نوٹ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تلقین مستحب ہے اس پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا البتہ اس کی کثرت اور اس پر اصرار مکروہ ہے کیونکہ جو شخص مرض الموت میں مبتلا ہو وہ تکلیف اور کرب میں ہوتا ہے بار بار تلقین کی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ اس کے دل میں کلمہ پڑھنے سے کوئی تنگی آجائے یا وہ زبان سے انکار کردے اور جب مرنے والا ایک بار کلمہ پڑھ لے تو اس سے دوبارہ پڑھنے کے لیے اصرار نہ کیا جائے الّا یہ کہ وہ کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات کرے کیونکہ حدیث کے مطابق اس کا آخری کلام "لا اله الا الله محمد رسول الله" ہونا چاہیے۔

تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس بلند آواز سے کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت پڑھا جائے علماء کرام فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا اور افسادِ عقیدہ سے بچانے کے لیے محتضر کو تلقین کلمہ کا حکم ہوا۔

(ب) اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہاں آپ نے "محمد رسول الله" کا ذکر نہیں فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "لا اله الاالله" کلمہ طیبہ کے لیے علَم (نام) بن گیا ہے جیسے "الحمد" سورۂ فاتحہ اور "قل هو الله" سورۂ اخلاص کے لیے علَم بن گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ایک دفعہ "الحمد" اور تین دفعہ "قل هو الله" پڑھو تو اس سے مراد صرف الحمد اور قل هو الله نہیں پوری سورۃ فاتحہ اور پوری سورۃ اخلاص مراد ہوتی ہیں اس طرح "لا اله الا الله" سے مراد پورا کلمہ (لا الـه الا الـلـه محمد رسول الـلـه) ہے۔ "درغرر" میں ہے: "یلقن بذکر شهادتين عنده لان الاولى لا تقبل بدون الثانية." "کلمہ طیبہ کے دونوں جز میّت کو تلقین کیے جائیں اس لیے کہ "لا الـه الا الله" بغیر "محـمـد رسـول الـلـه" کے مقبول نہیں۔ "بحرالرائق" میں ہے: مرنے والے کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اس کے پاس "لا الـه الا الـلـه محـمـد رسـول الـلـه" پڑھیں اور "شرح الکنز للملا مسکین" میں ہے: "لقن المحتضر "الشهادة" وهى ان يقول اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمداً

عبدہ و رسولہ"۔نزع کے وقت مرنے والے کو پورے کلمۂ شہادت کی تلقین کریں یعنی اس کے پاس پڑھیں۔

حسن ابن عیسیٰ کہتے ہیں کہ ابن مبارک نے مجھے نصیحت کی تھی کہ جب میری موت کا وقت آئے تو مجھے کلمۂ شہادت کی تلقین کیجیے گا اور جب میں ایک بار کلمہ پڑھ لوں تو دوبارہ پڑھنے کو نہ کہنا الّا یہ کہ اس کے بعد میں کوئی اور بات کروں۔

اور تلقینِ کلمہ سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ آدمی جب مرے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یاد نہ ہو کیونکہ مدارِ کار دل پر ہے اور دل کے عمل کو ہی دیکھا جاتا ہے اور دل میں ہی کلمہ کا ثابت ہونا نجات کا باعث ہے ورنہ خالی زبان کا ہلا دینا جبکہ وہ دل کی ترجمان نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ ہے اور نہ اعتبار ہے۔

(مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی عالمِ دین' دنیا سے رخصت ہو رہا ہو تو اس کے لیے تلقین کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اس کے پاس رحلت کے وقت علماء کرام حضور سید عالم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ پر ایک مذاکرہ کا اہتمام کریں اور وہ عالمِ دین اور خادمُ الحدیث' حدیثِ رسول کا مذاکرہ اور تکرار کرتے ہوئے ربِّ کریم سے جا ملے گویا دمِ آخر یہ منظر ہو کہ:

ما ہر چہ خواندہ ایم و شنیدہ ایم فراموش کردہ ایم الا حدیث "سرکار" کہ تکرار می کنیم۔جیسا کہ ابونعیم نے بیان کیا کہ ابوزرعہ بازار میں تھے اور ان کے پاس ابوحاتم' محمد بن سلمہ' منذر بن شاذان کے علاوہ بہت سے اور علمائے کرام کی جماعت بھی حاضر تھی (ابوزرعہ کا وقتِ نزع تھا) انہوں نے حدیثِ تلقین کا ذکر کرنا چاہا لیکن ابوزرعہ کے علمی مقام اور بزرگی کی وجہ سے حیاء ان کے آڑے آ گئی اور شرماتے ہوئے آپس میں کہنے لگے: دوستو! آیئے ہم ایک حدیث مبارکہ پر مذاکرہ کریں چنانچہ مذاکرۂ حدیث کا آغاز کرتے ہوئے سب سے پہلے محمد بن سلمہ نے کہا:

"حدثنا الضحاک بن مخلد حدثنا ابو عاصم قال حدثنا عبدالحمید بن جعفر عن صالح بن أبی غریب"۔

اور بس یہیں تک سند بیان کی' ان کے بعد ابوحاتم نے کہا:

"حدثنا بزار حدثنا ابو عاصم عن عبدالحمید بن جعفر عن صالح بن ابی غریب" اور ابوحاتم نے بھی اس سے آگے سند بیان نہیں کی اور باقی علماء کرام نے سکوت اختیار فرمایا۔اب ان دونوں محدثوں کے بعد ابوزرعہ نے جو وہیں بازار ہی میں تھے حدیثِ تلقین کو مکمل سند کے ساتھ یوں بیان فرمایا:

قال (ابوزرعة) حدثنا ابوعاصم عن عبدالحمید بن جعفر عن صالح بن أبی غریب عن کثیر بن مرة الحضرمی. عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: "من کان آخر کلامه لااله إلا الله دخل الجنة" و فی روایة "حرمه الله علی النار" اور فوت ہو گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

عبداللہ بن شبرمہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ عامر شعبی کے ساتھ کسی مریض کی عیادت کرنے کے لیے گیا تو ہم

نے اس بیمار شخص کو نزع کی حالت میں پایا اور ایک مرد اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کر رہا تھا اور اس بیمار شخص کو بار بار اصرار کے ساتھ ''لا الـه الا الله'' پڑھنے کی تاکید کر رہا تھا' شعبی نے اس سے کہا کہ نرمی سے تلقین کرنی چاہیے' اتنے میں بیمار بھی ہوش میں آ گیا اور بولا کہ تو چاہے مجھے اس کلمہ توحید پڑھنے کی تلقین کرے یا نہ کرے بہر حال میں تو اس کو چھوڑ نہیں سکتا اور اس نے یہ آیت پڑھی:

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۔ (الفتح:۲۶) اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

یہ سن کر حضرت شعبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ اس نے ہمارے اس دوست کو نجات بخشی۔

نوٹ: صدر الافاضل سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلمہ تقویٰ سے مراد ''لا الـه الا الله محمد رسول الله'' ہے' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم! ایک پر لکھا ہوگا ''لا الـه الا الله'' دوسرے پر لکھا ہوگا ''محمد رسول الله''۔

اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ پیدائش اس آیت سے استخراج کی' یعنی ابجد کے حساب سے اعداد حروف کو جمع کیا جائے تو مجموعہ ۱۲۷۲ھ ہوگا' یہی آپ کا سال پیدائش ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (المجادلہ:۲۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے سے ان کی مدد فرمائی۔

اور بحمد اللہ! ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح وظفر حاصل ہوئی۔ رب العزۃ جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی اور دنیا گواہ ہے کہ شخص واحد' عظمت الوہیّت' ناموس رسالت' مقام صحابہ و اہل بیت اور حرمت ولایت اور عظمت و احترام ائمہ مجتہدین کا پہرہ دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ (مترجم)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان کی موت کے وقت کلمہ ''لا الـه الا الـلـه'' پڑھنے کی تلقین کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس کو فراموش کب کیا تھا حتیٰ کہ یاد کروں۔

(مصنف فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مرنے والا اگر چہ کتنا ہی بیدار ہو اور ہوش میں ہو مگر اس کو کلمہ شہادت کی یاد دہانی اور ''لا الـه الا الله محمد رسول الله'' پڑھنے کی تلقین لازماً کرنی چاہیے تاکہ حدیث شریف پر عمل ہو جائے۔

جیسا کہ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مرنے والوں کے پاس آؤ اور ان کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرو اور جنت کی بشارت دو کیونکہ اس وقت بڑے بڑے حکیم اور دانشمند مرد اور عورتیں حیران ہوتے ہیں۔ اس وقت شیطان انسان سے بہت ہی زیادہ قریب ہوتا ہے' مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ ملک الموت کو دیکھنا تلوار کی ایک ہزار ضربوں سے کہیں زیادہ سخت ہے

بہ خدا! جب انسان اس دنیا سے جاتا ہے تو اس کی جان اس طرح نکلتی ہے کہ بندے کا انگ انگ درد والم برداشت کرتا ہے۔(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۸۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۲-۱۵۴-۲۶۸' العلل ج ۲ ص ۱۷۶' رقم الحدیث: ۲۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ملک الموت ایک مرنے والے شخص کے پاس آئے تو اس کے دل کا جائزہ لیا لیکن کوئی عمل خیر نہ پایا' پھر اس کے جبڑوں کا آپریشن کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کی نوکِ زبان تالو سے لگی ہوئی ہے اور وہ ''لا الہ الا اللہ'' کہہ رہا ہے تو اس کلمہ نجات کے سبب سے اس کی بخشش ہوگئی۔

(تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۲۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۷۷۰' ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۷۲۴)

ابن ابی الدنیا نے کتاب ''المحتضرین'' میں اس کو اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور طبرانی نے اس حدیث کی روایت بالمعنیٰ کی ہے اور ابواب الجنۃ کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔

## جان بہ لب شخص کے پاس حاضر ہونے والوں کے لیے آداب واحکام کا بیان

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی مریض یا مرنے والے کے پاس جاؤ تو کلمہ خیر کہو کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔(صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲۲' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۶' ترمذی رقم الحدیث: ۹۷۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۴۷' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۴' المستدرک ج ۴ ص ۱۶' البیہقی ج ۴ ص ۶۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے تو میں نبی ﷺ کے پاس آئی' میں نے عرض کیا: یا رسولِ اللہ! ابو سلمہ فوت ہو گئے' آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ دعا پڑھو! اے اللہ! میری بخشش فرمادے اور ابو سلمہ کی بھی بخشش فرمادے اور ان کے بعد میرے لیے ان سے اچھا شخص مقرر کردے' پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو مقرر فرمادیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو سلمہ کے پاس تشریف لائے درآنحالیکہ ان کی آنکھیں چڑھ گئی تھیں' آپ نے ان کی آنکھیں بند کردیں' پھر آپ نے فرمایا: جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں۔(صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۵' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۴' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۲' البیہقی ج ۳ ص ۳۸۴)

ان کے گھر والوں نے رونا شروع کردیا' آپ نے فرمایا: اپنے لیے صرف بھلائی کی دعا کرو کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں' پھر آپ نے دعا کی:

اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند کر اور اس کے پسماندگان کی نگہبانی فرما اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما' اے سارے جہانوں کے پروردگار! اس کی قبر کو کشادہ اور روشن فرمادے۔

## فصل

علماء کرام نے فرمایا کہ اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے جو امر فرمایا کہ مریض یا جان بہ لب شخص

کے پاس حاضر ہونے والے کلمۂ خیر کہیں' یہ امر استحباب کے لیے ہے اور اس حدیث میں مریض یا قریب مرگ شخص کے حق میں دعا سکھائی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ میت یا بیمار کے پاس دعا کرنے والے کی دعا پر ملائکہ آمین کہتے ہیں۔ اس لیے علماء نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو اور اس وقت میت کے پاس نیک اور پرہیزگار لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے اور میت اور اس کے پسماندگان کے لیے دعا خیر کریں تاکہ ان کی اجتماعی دعا اور فرشتوں کے آمین کہنے کا نفع میت' اس کے متعلقین و اہل خانہ اور دیگر حاضرین کو حاصل ہو۔

## میّت کی آنکھیں بند کرتے وقت کیا پڑھے؟

ابن ماجہ نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی مرنے والے شخص کے پاس حاضر ہو تو جان نکلنے کے بعد اس کی آنکھیں بند کردو کیونکہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کا تعاقب کرتی ہیں اور کلمۂ خیر کہو کیونکہ فرشتے میّت کے پاس موجود لوگ جو بھی کہتے ہیں اس پر آمین کہتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۵' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۲' الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۱۶۸' صحیح الجامع ۵۰۶)

حفصہ بنت سیرین نے ام الحسن سے روایت کی' انہوں نے فرمایا کہ میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر تھی کہ اتنے میں ایک انسان نے آ کر اطلاع دی کہ فلاں آدمی مر رہا ہے' حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ام الحسن سے فرمایا کہ جاؤ جب اس کے مرنے کا وقت قریب ہو تو یہ دعا پڑھے گا:

السلام علی المرسلین والحمد لله رب العلمین.

سارے رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔

سفیان ثوری نے ابن عبداللہ مزنی سے روایت کی' وہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی مُردہ کی آنکھیں بند کرو تو اس وقت یہ کہو کہ ''بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ)'' اور ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ'' پڑھے' پھر سفیان ثوری نے یہ آیت تلاوت کی:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ.

اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ (الشوریٰ: ۵)

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میّت کی آنکھیں' روح نکلنے کے بعد بند کرنی چاہئیں۔ میں نے محمد بن احمد المقری سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے ابومیسرہ سے سنا ہے کہ جعفر معلم جو ایک بڑے دانش مند شخص تھے' ان کی وفات کے وقت میں نے ان کی آنکھیں بند کی تھیں' بعد میں وہ میرے خواب میں آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ جب آپ نے میری جان کے نکلنے سے پہلے میری آنکھیں بند کیں تو اس سے مجھے سخت اذیت پہنچی تھی۔

## ایمان بگاڑنے کے لیے موت کے وقت شیطان کا میّت کے رشتہ داروں اور دوستوں کا روپ دھار کر آنے اور برے خاتمہ کے اسباب کا بیان

ابوالحسن القابسی ابن ابی زید کے رسالہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نزع کے وقت دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آ کر بیٹھتے ہیں جو دائیں طرف ہوتا ہے وہ اس کے باپ کی شکل بن کر آتا ہے اور میت سے کہتا ہے: اے میرے بیٹے! مجھے تجھ سے بڑی محبت اور شفقت تھی اور تو نصرانی ہو کر مر کیونکہ دین نصرانیت تمام ادیان میں بہتر ہے اور جو بائیں پہلو پر ہوتا ہے وہ اس کی ماں کی شکل پر آتا ہے اور شیطانی ماں اس کو کہتی ہے: اے بیٹے! تو میرے شکم میں رہا، میں نے تجھے اپنا دودھ پلایا تو میری گود میں کھیلا اور تو یہودی ہو کر مرنا کیونکہ یہودیت ہی تمام ادیان میں اچھا دین ہے۔ (احکام الجنائز ص ۲۴۳)

ابو حامد امام غزالی نے بھی ''کشف علوم الآخرۃ'' میں اسی مفہوم کی روایت بیان کی ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: جب آدمی جان بہ لب ہوتا ہے تو وہ گھڑی اس کے لیے بڑی آزمائش اور فتنے کی گھڑی ہوتی ہے، ابلیس اس وقت اپنے مددگاروں کو خاص طور سے اس انسان کے پاس بھیجتا ہے اور مرنے والے کا عقیدہ بگاڑنے اور ایمان کو خراب کرنے کی ڈیوٹی ان کو سونپتا ہے چنانچہ شیطان کے وہ چیلے اور اعوان و مددگار اس قریب الموت شخص کے پاس اس کے ان خویش و اقارب مثلاً باپ، ماں، بھائی اور ایسے دوست، احباب کی شکل میں متشکل ہو کر آتے ہیں جو اس سے پہلے فوت ہو چکے ہیں لیکن اس کے ساتھ مخلص اور اس کے خیر خواہ رہے تھے، اب جان کنی کے وقت مرنے والے شخص سے بڑے مخلصانہ اور خیر خواہانہ انداز سے کہتے ہیں: اے فلاں! تم دنیا سے رخصت ہونے والے ہو اور ہم سب آپ سے پہلے موت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں، ہم تو آپ کو ایک نیک مشورہ دینے حاضر ہوئے ہیں کہ تم یہودی ہو کر مرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی دین مقبول اور پسندیدہ ہے، اب اگر وہ مرنے والا ان کی بات کو ٹھکرا دے اور یہودی ہو کر مرنے سے انکار کر دے تو اس کے پاس دوسرے شیطان آ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ دیکھیے! یہ آپ کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہے، ہماری مانو اور صرف نصرانی اور عیسائی ہو کر مرنا کیونکہ دین مسیح علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے دین موسیٰ علیہ السلام کو منسوخ کر دیا ہے غرضیکہ وہ شیاطین مختلف شکلوں میں اس کے پاس ہر مذہب اور ملت کے عقائد کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے چلے جاتے ہیں پس اس وقت اللہ جل شانہ جس کی کج رویوں کے باعث دل کو ٹیڑھا اور کج کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کو ٹیڑھا کر دیتا ہے اور یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ (آل عمران: ۸)

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کرنا اور خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرمانا۔

مصنف اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے (عقل والے لوگ دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! تو موت کے وقت ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما جس طرح موت سے قبل ایک زمانے تک تو نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی ہے۔

## موت کے وقت مؤمن کے پاس بشارت دینے والے فرشتوں کا آنا

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کے لیے ہدایت کا اور ایمان پر اس کو ثابت

قدم رکھنے کا ارادہ فرماتا ہے تو موت کے وقت اس پر اپنی خصوصی رحمت بھیج دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے رحمت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں یعنی جبریل علیہ السلام تشریف لا کر مرنے والے کے پاس اسے شیطانوں کو بھگا دیتے ہیں اور مرنے والے کے چہرہ پر ہاتھ پھیر کر اس کے پائے جانے والے آثارِ غم کو مٹا دیتے ہیں تو مرنے والا یقیناً مسکرا دیتا ہے۔ اسی لیے کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

نشان مرد مؤمن باتو گویم چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

اور ایسے موقع پر بے شمار بندگانِ خدا کو دیکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مبشر کی بشارت پر ان کے چہرے پر عجب رونق اور شگفتگی آ گئی اور وہ خوشی سے مسکرا دیئے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں: اے بندۂ خدا! تو نے مجھے پہچانا بھی ہے؟ میں جبریل ہوں اور یہ تیرے اردگرد تیرے دشمن شیطان تھے جنہوں نے تجھے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا اور میں نے آ کر اللہ کے حکم سے ان کو دور ہٹایا' وہ تیرا ایمان لوٹنے آئے تھے پس سن لو کہ تم محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی لائی ملتِ حنیفیہ اور شریعتِ جلیلہ پر مرنا' چنانچہ اس نازک گھڑی میں رحیم و کریم مولیٰ کے فرستادہ فرشتے کی تشریف آوری پر انسان کو جو فرحت و انبساط کی دولت حاصل ہوتی ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا' دنیا کی ہر خوشی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور اسی خصوصی کرم اور بیکراں رحمت کے متعلق ارشادِ خداوندی ہوتا ہے کہ:

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (آل عمران: ۸)

اور خاص اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بے شک تو ہی بہت بڑا دینے والا ہے ۝

اس بشارت کے بعد ملک الموت اس شخص کی کچوکے سے روح قبض کر لیتے ہیں جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادہ عبداللہ ابن احمد فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد احمد بن حنبل کی وفات کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور میرے ہاتھ میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا کہ اس سے میں ان کے جبڑے باندھ دوں گا' حضرت والد صاحب بے ہوش تھے' پھر آپ ہوش میں آئے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں: نہیں' دور ہو جا...... نہیں' دور ہو جا...... انہوں نے کئی بار ایسا کہا' میں نے عرض کیا کہ ابا جان! یہ آپ کس چیز کا اظہار فرما رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ شیطان میرے مقابل کھڑا ہے' اس نے میری انگلیوں کو زور سے دبا رکھا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے احمد! فتنی...... اور میں کہہ رہا ہوں کہ نہیں' دور ہو جا...... نہیں' دور ہو جا' یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔

مصنف (علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ ہم سرحد اسکندریہ میں تھے کہ ہمارے استاذ امام احمد بن عمر قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ وہ اپنے شیخ ابن محمد قرطبی کے برادرِ مکرم کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں قرطبہ میں حاضر تھے' جب نزع کے وقت ان کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کی گئی تو وہ ''لا' لا'' کہتے رہے' بعد میں جب انہیں افاقہ ہوا تو ہم نے ان سے اس کا ذکر کیا تو وہ فرمانے لگے کہ اس وقت دو شیطان آ

کر میرے دونوں پہلو پر بیٹھے تھے' ایک کہہ رہا تھا کہ تو یہودی ہو کر مر کہ یہودی مذہب تمام ادیان میں بہتر ہے اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ تو نصرانی ہو کر مر کہ یہ سب دینوں میں اچھا ہے اور میں ان دونوں شیطانوں سے کہہ رہا تھا کہ نہیں' نہیں' خبیثو! تم دونوں مجھے یہ سبق پڑھانے آئے ہو؟ حالانکہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے کتاب ترمذی اور نسائی میں نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارک لکھی ہے:

''عن النبی ﷺ ان الشیطان یأتی أحدکم عند موته فیقول مت یهودیا مت نصرانیا ''. نبی ﷺ سے مروی ہے کہ تم میں سے کسی شخص کی موت کے وقت شیطان اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: یہودی ہو کر مر' نصرانی ہو کر مر۔

چنانچہ یہ جواب ان شیطانوں کو تھا' تمہیں نہیں۔

اس طرح کے کئی واقعات ہیں کہ صالحین نے شیطان کو جواب دیتے ہوئے ''لا' لا '' یعنی نہیں' نہیں کہا نہ کہ تلقین کرنے والے کو' میں نے ابوعیسیٰ کی ترمذی کو مکمل دیکھا اور پھر ساری کتاب کو سنا بھی لیکن اس میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی' ممکن ہے ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ حدیث موجود ہو' میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں نہیں ہے' اللہ بہتر جانتا ہے اور رہی نسائی وہ مکمل تو میرے پاس نہیں ہے اس کا اکثر حصہ میرے پاس موجود ہے' اس میں سے کچھ حصہ میں نے سنا مگر اس میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی لیکن چونکہ اس کے متعدد نسخے ہیں اس لیے احتمال ہے کہ اس کے بعض نسخوں میں یہ حدیث موجود ہو۔ واللہ اعلم

مجاہد سے روایت ہے کہ جب بھی کوئی شخص مرتا ہے تو اس کے ساتھی اس پر پیش کیے جاتے ہیں' اگر وہ اہل ذکر سے ہے تو ذکر والے اور اگر کھیل کود والوں کے ساتھ اس کی یاری دوستی ہوتی ہے تو وہ پیش کیے جاتے ہیں۔

ربیع بن شبرہ کہتے ہیں (یہ بصرہ کے عابد تھے) کہ مرتے وقت ایک شخص سے کہا گیا کہ ''لا الہ الا اللہ '' کہو تو اس نے کہا: ''مجھے بھی شراب پلاؤ اور خود بھی پیو''۔

اور اہواز میں ایک شخص کو کلمۂ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی گئی تو کہنے لگا: دہ' یا زدہ' دوازدہ۔ یعنی دس' گیارہ' بارہ..... ابومحمد عبدالحق لکھتے ہیں کہ یہ شخص چونکہ حساب کتاب کا کام کرتا تھا اس لیے اس کے ذہن میں اسی حساب کتاب اور ناپ تول کا خیال سمایا ہوا تھا۔

ربیع کہتے ہیں کہ بصرہ میں ایک شخص کو مرتے وقت کلمہ کی تلقین کی گئی تو وہ یہ شعر پڑھنے لگا:

یا رب قائلة یوماً وقد تعبت أین الطریق إلی حمام منجاب

''بہت سی وہ عورتیں جو تھک کر منجاب کے حمام کا راستہ پوچھتی ہیں' مجھ کو یاد آ رہی ہیں''۔

فقیہ ابوبکر کہتے ہیں: اس شخص سے ایک عورت نے حمام کا راستہ پوچھا تو اس نے اسے اپنے گھر کا سرنامہ دے دیا تو موت کے وقت بھی یہی کلمہ کہنے لگا۔

ابومحمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''العاقبہ'' میں یہ حکایت نقل کی ہے اور اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ شخص ایک دن اپنے گھر کے سامنے کھڑا تھا اور اس کے گھر کا دروازہ حمام کے دروازے کی طرح

لِھا' وہاں سے ایک خوبصورت عورت گزری' اس نے اس شخص سے پوچھا کہ منجاب کے حمام کی طرف کون سا راستہ جاتا ہے؟ اس نے کہا کہ منجاب کا حمام تو یہی ہے اور اپنے گھر کی جانب اشارہ کیا' جب وہ اس کے گھر میں داخل ہو گئی تو اس کے پیچھے یہ بھی داخل ہو گیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ یہ حمام تو نہیں ہے اور میں تو اکیلی اس شخص کے ساتھ اس گھر میں ہوں تو وہ جان گئی کہ میرے ساتھ دھوکا ہو گیا ہے' وہ عورت کہنے لگی کہ آپ کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کر کے مجھے نہایت خوشی ہوئی ہے اور اس گھر میں مجھے بڑی اپنائیت محسوس ہو رہی ہے' اگر ہم باہمی رضامندی اور خوشی سے اس گھر کی ''خانہ آبادی'' کا کوئی سامان کر لیں تو خوب گزرے گی' آنکھوں کی ٹھنڈک' دل کے سرور! کیا صلاح ہے؟ وہ کہنے لگا: آپ تشریف رکھیے! میں بازار سے کچھ کھانے پینے کا سامان لے کر ابھی آیا' یہ کہہ کر وہ بازار چلا گیا اور گھر کا دروازہ بھی بند نہیں کیا' اب اس نے بازار سے ضرورت کی اشیاء خریدیں اور جب گھر واپس آیا تو دیکھا کہ اس کی شکار کردہ ''غزالہ'' ہرن ہو چکی ہے اور کوئی ایڈریس بھی چھوڑ کر نہیں گئی تو یہ شخص پاگل ہو گیا اور گلی کوچوں میں اس عورت کو یاد کر کے روتا پھرتا اور یہ شعر پڑھتا رہتا کہ:

یـا رب قـائـلـة یـومـا قد تعبت  أیـن الـطـریـق إلـی حمام منجاب

کیوں آنکھ ملائی تھی کیوں آگ لگائی تھی
اب کیوں رخ کو چھپا بیٹھے کر کے مجھے دیوانہ

ایک دن وہ یہی شعر پڑھتا ہوا گزر رہا تھا' جب وہ ایک گھر کے پاس سے گزرا تو کھڑکی سے ایک لڑکی نے کہا دیوانے!

هَلَّا جَعَلْتَ لَهَا لَمَّا ظَفَرْتَ بِهَا  حِرْزًا عَلَى الدَّارِ أَوْ قُفْلًا عَلَى الْبَابِ

''جب تو نے بلبل کو پکڑ لیا تو پھر پنجرہ کا دروازہ کھلا چھوڑ کر دانہ دنکا لینے کیوں چلا گیا تھا''۔

گویا کہ لڑکی نے تو جلتی پر تیل ڈالا اور اس کے آتش عشق کو اور بھڑکا دیا' اس کے بعد برابر وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ نوبت بایں جارسید نعوذ باللہ من المحن والفتن o

ہم ہر قسم کے فتنوں اور مصیبتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (آمین!)

لوگوں کے بارے میں ایسی بے شمار باتیں مشہور ہیں کہ آدمی دنیا میں جیسے کام کرتا ہے' مرتے وقت وہی تخیلات اس کے سامنے آتے ہیں' شرابی کے سامنے شراب کی باتیں' جواری کے سامنے جوئے کی باتیں' بدکار کے سامنے بدکاری کی باتیں۔ ایک شخص کی حکایت بیان کرتے ہیں کہ وہ دلالی کا پیشہ رکھتا تھا' جب موت کے وقت اس کو ''لاالہ الا اللہ'' پڑھنے کی تلقین کی گئی تو وہ کہنے لگا: ساڑھے تین' ساڑھے چار۔

میں نے ایک حساب دان کو دیکھا کہ وہ سخت بیماری کی حالت میں ہے اور اپنی انگلیوں کی گرہوں پر حساب لگا رہا ہے' جب اس کو کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو اس نے کہنا شروع کر دیا: فلاں مکان میں اتنے افراد کے رہنے کی گنجائش ہے اور فلاں فلاں باغات میں اتنے مالی اور باغبان کام کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور شخص کا واقعہ ہے کہ جب مرتے وقت اس کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی گئی تو کہنے لگا: ''تیری گدھی والی عقل ہے'' ایک اور شخص کو جب تلقین کی

گئی تو وہ کہنے لگا کہ ''پیلی گائے'' اس کے ذہن پر اپنے مویشیوں کا شوق اور ان کی محبت غالب تھی اس لیے موت کے وقت بھی وہ بات اس کی زبان پر آ گئی' اے اللہ تعالیٰ! تو اپنے احسان اور کرم سے ہمیں ایمان پر زندہ رکھ اور جب ہم مریں تو ہماری زبانوں پر کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' جاری ہو اور ہمارے دل ایمان کی دولت سے معمور و سرشار ہوں۔

اندراں آں دم کز بدن جانم بری — از جہاں بانو ایمانم بری

''اے اللہ! جب تو میرے بدن سے میری جان نکالے تو ایمان کے نور کے ساتھ مجھے اس دنیا سے لے جانا''۔

حکایت: ابن ظفر نے کتاب ''النصائح'' میں یہ حکایت بیان کی ہے کہ یونس بن عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سوت اور دھاگہ بیچتے تھے' ان کا معمول تھا کہ وہ صبح سویرے اور شام کے وقت' اسی طرح جس دن بادل چھائے ہوئے ہوں اس میں سودا فروخت نہیں کرتے تھے' ایک دن انہوں نے اپنا ترازو لیا اور اس کو پتھروں سے توڑ مروڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' ان سے کہا گیا کہ آپ نے اس کو کسی کاریگر سے مرمت کرا لیا ہوتا؟ آپ نے ذرا سی خرابی کی وجہ سے غصہ میں آ کر اس کو توڑ ہی ڈالا' کہنے لگے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ اس ترازو میں کوئی خرابی ہے تو بہ خدا! میں اپنے تمام مال میں سے ایک رات کی خوراک بھی اپنے پاس باقی نہ رہنے دیتا (حتیٰ کہ نیا خرید لیتا)۔ ان سے کہا گیا کہ پھر آپ نے اس کو توڑا کیوں ہے؟ فرمانے لگے کہ ابھی کا واقعہ ہے کہ میں ایک شخص کی عیادت کو گیا' وہ حالتِ نزع میں تھا' میں نے اس کو کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے کی تلقین کی تو اس نے سخت دردمندی ظاہر کی' میں نے جب تکرار کے ساتھ تلقین کی تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا کرو (کہ وہ میری زبان کھول دے) کیونکہ یہ ترازو کا کانٹا میری زبان پر چبھا ہوا ہے اور یہی کانٹا میرے کلمہ پڑھنے میں رکاوٹ ہے' میں نے اس سے کہا کہ صرف یہی چیز مانع ہے' اس نے کہا کہ جی ہاں! میں نے دریافت کیا کہ آپ اس سے کام کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ میرے علم کے مطابق' میں نے اس ترازو کے ساتھ ہمیشہ جو بھی لین دین کیا ہے حق اور جائز ہی کیا ہے' کبھی ڈنڈی نہیں ماری سوائے اس بات کے کہ یہ ترازو کافی پرانا ہے اور بڑے عرصہ سے میں نے اس کو ماہرین ناپ تول سے چیک نہیں کرایا (شاید اسی وجہ سے کوئی اس میں کمی بیشی ہو جس سے لین دین میں مجھ سے کوتاہی ہوتی رہی اور آج موت کے وقت میں گرفتارِ کرب والم ہوں) اس واقعہ کے بعد یونس رحمہ اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھی بیع کرتے اس کو کہتے کہ تم اپنا ترازو لے آؤ اور اپنے ہاتھ سے وزن کر لو ورنہ اس شرط کے بغیر میں آپ سے بیع نہیں کروں گا۔

## بُرے خاتمہ کا بیان نیز یہ کہ اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص طویل زمانہ تک اہلِ جنت کے عمل کرتا رہتا ہے پھر اس کا اہلِ نار کے اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے اور ایک شخص زمانہ دراز تک دوزخیوں کے عمل کرتا رہتا ہے اور اس کا جنتیوں کے اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴' صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۱۹' تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۵۶)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ دوزخیوں میں سے ہوتا ہے اور ایک شخص دوزخیوں کے سے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتیوں میں سے ہوتا ہے اور اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۳۳۰، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۰، ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۲۹۹، صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۱۸)

ابو محمد عبدالحق لکھتے ہیں:

الحمد للہ کہ ایسا کہیں نہ سنا گیا ہے اور نہ ہمارے علم میں ہے کہ ایک انسان اپنا ظاہر و باطن دونوں درست رکھتا ہو اور نیکی اور استقامت کے باوجود اس کا خاتمہ بُرا ہوا ہو (اللہ برے انجام سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے) بُرا انجام اسی کا ہوتا ہے جس کی عقل میں فساد ہو اور وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو اور ان پر اصرار کرتا ہو کیونکہ بسا اوقات کسی شخص پر کبائر کا بہت غلبہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ توبہ کرنے سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور شیطان موت کے صدمہ اور سختی و دہشت کے وقت اس کو اچک لیتا اور پوری طرح اپنے چنگل میں قابو کر لیتا ہے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ.

یا پہلے تو کوئی شخص ٹھیک ہوتا ہے بعد میں اس کا حال بدل جاتا ہے اور وہ نیک طریقہ چھوڑ کر برے کام کرنے لگ جاتا ہے اور یہی چیز اس کے برے خاتمہ اور برے انجام کا سبب بنتی ہے جیسا کہ ابلیس ایک روایت کے مطابق اسّی ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اور بلعم باعور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں سے نوازا تھا لیکن وہ ''فانسلخ منها بخلوده إلى الأرض واتباع هواه'' اور برصیص عابد جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر۔

(الحشر: ۱٦)

حکایت: روایت کرتے ہیں کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان اور نماز کے لیے مسجد ہی میں رہتا تھا' اس کے چہرے پر عبادت کی رونق اور طاعت کے انوار تھے' ایک دن وہ حسب عادت اذان پڑھنے کے لیے جب مسجد کے منار پر چڑھا تو نیچے ایک ذمی نصرانی کا گھر تھا' مؤذن نے اس کے گھر جھانک کر دیکھا تو اس کی نظر صاحب خانہ کی بیٹی پر پڑ گئی اور دیکھتے ہی اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا اور اس نے اذان چھوڑی اور اتر کر سیدھا اس نصرانی کے گھر چلا آیا' نصرانی کی لڑکی نے پوچھا: کیا حال ہے اور کیسے آئے ہو؟ مؤذن نے کہا: بس آپ سے ہی ملنا ہے۔ لڑکی بولی: کس لیے؟ مؤذن نے کہا کہ تو نے تو میری عقل چھین لی اور تو میرے دل کے اندر بس اور سما گئی ہے وہ کہنے لگی: صاف صاف کہو تم چاہتے کیا ہو؟ مؤذن نے کہا: میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں' لڑکی نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے میرا باپ نہیں مانے گا کیونکہ آپ مسلمان ہیں اور میں عیسائی ہوں؟ مؤذن نے کہا کہ اگر میں عیسائی مذہب اختیار کر لوں تو پھر؟ لڑکی بولی: اگر آپ عیسائی ہو جائیں تو میں آپ سے شادی کر لوں گی چنانچہ وہ مؤذن شادی کے لیے عیسائی ہو گیا۔ ان کا عقد ہو گیا اور اس نے انہی کے گھر میں رہنے کا ارادہ کر لیا' اسی دن وہ مکان کی چھت پر چڑھا ہوا تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گر کر مر گیا' اب نہ دین اور ایمان پاس تھا اور نہ لڑکی اور:

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

اور اس گلنار نے اس نوری صفت مؤذن کو منار سے نار میں پہنچا دیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

حکایت: بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کسی لڑکے پر عاشق ہو گیا' وہ لڑکا اس سے سخت نفرت کرتا اور اس کو دیکھنے تک کو گوارا نہیں کرتا تھا' اس شخص کا مرضِ عشق جب حد سے بڑھ گیا تو ناامید ہو کر بستر سے لگ گیا لیکن مختلف ذرائع سے مسلسل اس سے رابطہ کرنے کی کوشش جاری رکھی یہاں تک کہ اس لڑکے نے اتنی حامی بھر لی کہ میں اس کی عیادت کرنے آ جاؤں گا' عاشق زار کو جب اس بات کی خبر پہنچی تو نہایت خوش ہوا اور اسی فرحت و سرور سے اس کی آدھی بیماری کٹ گئی لیکن وہ لڑکا راستہ سے ہی یہ کہہ کر واپس مڑ گیا کہ بخدا! میں ایسی مشکوک جگہ اور محلِ تہمت میں نہیں جاؤں گا جہاں مجھے اپنی عزت کے داغدار ہونے کا خطرہ ہے' جب لڑکے کے واپس مڑ جانے کی اطلاع اس پگلے سودائی کو پہنچی تو غش کھا کر گر پڑا اور اس کی اتنی حالت بری ہو گئی کہ موت کی علامات اور آثار ظاہر ہونے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ مرغ بسمل اور ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور ایسی بری حالت میں بھی ایڑیاں رگڑتے اور جان دیتے ہوئے یہ شعر گنگنا رہا تھا

سلام یا راحة العلیل و برد ذل الدنف النحیل

''اے کمزور اور لاچار عاشق کی حالت بد کی ٹھنڈک اور مریض محبت کے دل کے چین! سلامت رہو''۔

رضاک أشهی إلی فؤادی من رحمة الخالق الجلیل

''اے محبوب! تیری رضا اور خوشنودی مجھے اللہ عزوجل کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے''۔

(نعوذ باللہ من ذلک) ہم اس قسم کی خرافات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

(راوی کہتا ہے:) میں نے اس بدبخت سے کہا: اللہ کے غضب سے ڈر۔ کہنے لگا: ''بس جو ہونا تھا سو ہو گیا'' میں اس شقی القلب کی یہ بات سن کر فوراً اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور ابھی میں اس کے گھر کے دروازہ تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ میں نے ایک زور کی چیخ سنی اور وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ بدبختی اور برے انجام سے محفوظ رکھے۔

(آمین!)

مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام بخاری نے حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بہ کثرت فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے دلوں کو پھیرنے والے کی۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۵۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵' نسائی ج ۷ ص ۳' مؤطا امام مالک ص ۲۹۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۹۲' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۴۶' ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۴۰' صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۲۶۹' البیہقی ج ۱۰ ص ۲۷' الشریعہ ص ۳۱۷' الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۶۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۷۲' تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۱۵' ابن ابی عاصم السنہ رقم الحدیث: ۲۲۵' دارقطنی الصفات رقم الحدیث: ۴۰۔۴۱)

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تمام بنی آدم کے قلوب اللہ کے دستِ قدرت میں ہیں اور وہ ان کو جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اور کسی چیز کو قبول یا رد کرنے اور پسند اور ناپسند کرنے ایسے اوصاف میں دلوں کا مختلف ہونا اور ایک حالت سے

دوسری حالت کی طرف پھرنا اور بدل جانا آندھی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ. (الانفال:۲۴)

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ (کا حکم) آدمی اور اس کے دل (کے ارادوں کے درمیان) میں حائل ہو جاتا ہے۔

حضرت مجاہد نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آدمی اور اس کی عقل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ آدمی کو کچھ نہیں سوجھتا کہ میں نے کیا کرنا ہے۔ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی سے ہوتی ہے ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ. (قٓ:۳۷)

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل (بینا) رکھتا ہو۔

مصنف (علامہ قرطبی) فرماتے ہیں کہ قلب سے مراد "عقل" ہے۔

علامہ طبری کا مختار یہ ہے کہ اس آیت میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ تمام بندوں کے دلوں کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ جل شانہ ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اس کا حکم اور ارادہ بندوں کے دلی ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ کوئی انسان بھی اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے بغیر کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بہت کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى طَاعَتِكَ.

اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنی طاعت پر ثابت رکھنا۔

(ام المؤمنین بیان کرتی ہیں:) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اکثر یہ دعا مانگتے ہیں کیا آپ کو بھی کوئی اندیشہ ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! مجھے کس چیز نے بے خوف کر دیا درانحالیکہ تمام بندوں کے دل زبردست مالک جل شانہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جب بدلنا چاہتا ہے اپنے بندے کا دل بدل دیتا ہے۔

(صحیح مسلم ج۱۶ص۲۰۴ مسند احمد ج۳ص۱۱۲ ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲۲ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۳۴ الطیالسی رقم الحدیث: ۱۶۰۸ ابن ابی شیبہ ج۱۰ص۲۰۹ حلیۃ الاولیاء ج۸ص۱۲۲)

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے تصرّف اور قبضہ و قدرت میں ہے دین پر قائم رہنا اور ایمان پر استقامت اور ثابت قدمی اس کی مشیت پر موقوف ہے اور انجام اور عاقبت کا حقیقی علم اللہ کو ہے اور بندہ اپنے ارادے میں مغلوب اور عاجز ہے اس لیے کسی بندے کو اپنے ایمان عمل نماز روزہ اور جملہ عبادات پر غرور نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب کچھ اگرچہ بندے کے کسب سے ہیں لیکن ان تمام امور کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی جب کسی کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اپنے محض فضل سے بندے میں ہدایت اور عبادات کی توفیق اور ہمت پیدا فرما دیتا ہے اور ایسی صورت میں کسی بندے کا اپنے ایمان اور عبادات پر فخر کرنا ایسا ہوگا جیسے

کوئی دوسرے کی دولت اور سامان پر فخر کرے اور بسا اوقات آپ سے یہ دولت ایمان چھن بھی سکتی ہے' پھر آپ کا قلب' اونٹ کے شکم سے بھی زیادہ خیر سے خالی ہوگا۔

اے بندۂ خدا! دنیا میں کتنے ہی ہرے بھرے پُر بہار باغات اور سرسبز و شاداب لہلہاتے ہوئے کھیت شام کو تم دیکھتے ہو کہ پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے تھے' ان پر بادِ سموم کا ایک جھونکا آیا تو صبح کو وہ خشک اور بھوسا بن چکے تھے' یہی حال بندے کا ہے کہ بندہ شام کرتا ہے تو اس کے دل کے چمن میں طاعت و فرمانبرداری کی کلیاں چٹک رہی ہوتی ہیں' ایمان و ایقان کے دل آویز گلاب کھلے ہوتے ہیں ''الف اللہ چنبے دی بوٹی'' پھلی پھولی ہوتی ہے' بندے کا دل عبادت الٰہی کے نور سے روشن اور خزاں کے تند و تیز تھپیڑوں سے محفوظ ہوتا ہے اور صبح کو معصیت کی وجہ سے وہی تندرست اور شگفتہ دل بیمار اور پژمردہ ہو کر ظلمت کدہ بن چکا ہوتا ہے' وہ عزیز و حکیم اور خلاق و علیم مالک ہے' اپنے ملک میں جو چاہے تصرف فرمائے۔

اے مالک! ہم تیری رضا چاہتے ہیں اور تیری ناراضگی سے تیری پناہ میں آتے ہیں' مولا! ہمارے دلوں کو اپنے فضل اور رحمت سے اپنی طاعت و فرمانبرداری میں ثابت رکھنا' ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمانا۔ آمین

## شراب پینے سے کیا کیا آفتیں آتی ہیں اور کون کون سے گناہ سرزد ہوتے ہیں ترک نماز'... ناحق قتل' زناکاری

امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: شراب سے بچو کیونکہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے' پہلے زمانہ میں ایک عابد شخص تھا' اسے ایک بدکار عورت نے اپنے دامِ فریب میں گرفتار کرنا چاہا اور ایک لونڈی کو اس شخص کے پاس اس بہانہ سے بھیجا کہ میں تجھے گواہی دینے کے لیے بلا رہی ہوں (گواہی ایسے دینی فریضہ کی ادائیگی کے لیے) وہ شخص اس لونڈی کے ساتھ چلا آیا۔ اس لونڈی نے' جب وہ شخص اندر چلا گیا' مکان کے ہر دروازہ کو بند کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک عورت کے پاس پہنچا جو نہایت حسین و جمیل تھی اور اس عورت کے پاس ایک لڑکا تھا' شراب کا ایک برتن تھا۔ اس عورت نے کہا: خدا کی قسم! میں نے آپ کو گواہی کے لیے نہیں بلایا بلکہ اس لیے بلایا ہے تا کہ تو مجھ سے صحبت کرے یا اس شراب میں سے ایک گلاس پیئے یا اس لڑکے کو قتل کر ڈالے' وہ شخص بولا: مجھے اس شراب کا ایک گلاس پلا دو' اس عورت نے ایک گلاس اسے پلا دیا' جب اسے لطف آیا تو وہ بولا اور دو اور پھر وہاں سے نہ ہٹا جب تک کہ اس عورت سے صحبت نہ کر لی اور اس لڑکے کا ناحق خون نہیں کیا۔ تو تم شراب سے بچو کیونکہ اللہ کی قسم! شراب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ ایک' دوسرے کو نکال دیتا ہے۔ (یعنی اگر ایمان غالب ہوا تو شراب چھوٹ جائے گی اور اگر شراب نہ چھوٹی تو ایمان گیا۔ (معاذ اللہ)

(نسائی ج ۸ ص ۳۱۵' صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۶۷' سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۸۷' العلل الواھیۃ لابن جوزی رقم الحدیث: ۱۱۲۲)

فائدہ: ایک فارسی شاعر ایرج مرزا نے ام الخبائث کے قبائح اور فسادات و نقصانات کو بڑے مؤثر انداز میں منظوم کیا' اس مقام پر ترجمہ کرتے ہوئے مجھے ان کی نظم یاد آ رہی ہے' فائدہ کے لیے نقل کر رہا ہوں:

ابلیس شبے رفت ببالین جوانے آراستہ با وضع مہیبے سرو بررا
''رات شیطان سراپا ڈراؤنی اور بھیانک ہیئت قضائی اور شکل کے ساتھ ایک نوجوان کے سرہانے گیا۔''

گفتا کہ منم مرگ اگر خواہی زنہار باید بگزینی تویکے زیں سہ خطر را
''(اور کہنے لگا کہ) میں موت ہوں' جان بچانا چاہتے ہو تو تین خطروں میں سے ایک خطرہ کا انتخاب کر لو۔''

یا آن پدر پیر خودت را بکشی زار یا بکشی از خواہر خود سینہ و سررا
''یا تو اپنے بوڑھے والد کو بے دردی سے قتل کردو یا اپنی ہمشیر کو مار پیٹ کر ختم کردو۔''

یا خود زمے ناب بنوشی دوسہ ساغر تا آنکہ بہ پوشم زہلاك تو نظررا
''اور یا تو خود خالص شراب کے دو تین جام پی لے تا کہ میں تجھے ہلاک کرنے سے چشم پوشی کرلوں۔''

لرزید ازیں بیم جوان برخود و جاداشت کز مرگ فتدلرزہ بتن ضیغم نررا
''نوجوان اس خوف سے کانپ اٹھا اور یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں کیونکہ موت سے شیر ببر بھی لرز اٹھتے ہیں۔''

گفتانہ کنم با پدر و خواہرم ایں کار لیکن بہ مے از خویش کنم دفع ضرررا
''اس گبھرو نے کہا کہ میں اپنے پدرِ بزرگوار اور خواہرِ آبرودار کے ساتھ تو ایسا بہیمانہ سلوک نہیں کرسکتا البتہ تیسرا رسک لیتے ہوئے یعنی شراب پی کر بڑے خطرات کو خود سے دور کروں گا۔''

جامے دوسہ می خورد و چوشد خیرہ زمستی ہم خواہر خود رازد وہم کشت پدررا
''اس نے دو تین پیالے شراب کے چڑھا لیے اور جب بدمست ہوگیا تو بے غیرت ہوکر اپنی ہمشیر کو بھی مارا پیٹا اور بوڑھے باپ کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔''

ای کاش شود خشک بن تاك و خداوند زیں مایۂ شر حفظ کند نوع بشر را
''اے کاش! انگور کی بیل جڑ سے ہی سوکھ جائے اور نوعِ انسانی اس سرمایہ شر سے اور سرچشمۂ گناہ سے محفوظ رہے''۔(مترجم)

**حکایت:** بیان کرتے ہیں کہ ایک حافظ قرآن مسلمان کو عیسائیوں نے قیدی بنا کر اپنے کسی گرجے میں دو پادریوں کی خدمت پر لگا دیا' ان دونوں راہبوں (پادریوں) نے حافظ صاحب کے کثرت سے تلاوت قرآن مجید کرتے رہنے سے بہت سی آیات حفظ کرلیں اور وہ دونوں الحمدللہ مسلمان ہوگئے اور یہ مسلمان بدقسمتی سے عیسائی ہو گیا' اس سے کہا گیا کہ تو ارتداد سے توبہ کر اور اپنے سچے دین' اسلام پر قائم رہ ورنہ ہمیں ایسے شخص سے خدمت لینے کی قطعاً کوئی حاجت نہیں جو اپنے دین تک کو محفوظ نہیں رکھ سکتا مگر وہ بدبخت کہنے لگا: میں کبھی اسلام کی طرف نہیں لوٹوں گا' پس اس کو قتل کردیا گیا' اس کا قصہ حدیث میں مذکور ہے۔

اس باب میں بے شمار حکایات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان پر زندہ وسلامت رکھے اور ایمان پر ہی ہمارا خاتمہ فرمائے۔

خدایا بحق بنی فاطمه که بر قول ایمان کنم خاتمه

اشعار

قد جرتِ الأقلام فی ذی الوری　　بالختم من امر الحکیم العلیم

''اللہ' حکمت والے' علم والے کے حکم سے مخلوق کے خاتمہ کا فیصلہ قلم لکھ چکے ہیں''۔

فمن سعید و شقی و من　　مثر من المال و عار عدیم

''پس (فیصلہ تقدیر کے لحاظ سے) کوئی نیک بخت ہے اور کوئی بد بخت ہے' کوئی مالدار ہے اور کوئی نادار ہے''۔

ومن عزیز رأسه فی السها　　ومن ذلیل وجهه فی التخوم

''کوئی غالب ہے اور نشہ میں سرمست ہے اور کوئی ذلیل و مغلوب ہے' مٹی میں رُل رہا ہے''۔

ومن صحیح شیدت أرکانه　　وآخر واهی المبانی سقیم

''کوئی تندرست اور توانا ہے اور کوئی کمزور اور بیمار ہے''۔

کل علی منهاجه سالک　　"ذلک تقدیر العزیز العلیم"

''ہر ایک (تقدیر کے مقرر کردہ) راستہ پر گامزن ہے''۔ ''ذلک تقدیر العزیز العلیم''

ربیع کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ''تقدیر'' کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیئے:

ما شئت کان وإن لم أشا　　وما شئت إن لم تشأ لم یکن

''جو تو نے ارادہ فرمایا وہ ہو گیا اور اگر چہ میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا اور جو میں نے چاہا اگر تیری مشیّت نہ ہوئی تو وہ نہیں ہو سکا''۔

خلقت العباد علی ما علمت　　ففی العلم یجری الفتی والمسن

''تو نے اپنے سابق علم پر بندوں کو پیدا فرمایا اور تیرے علم میں ہے کہ کس نے جوانی میں فوت ہو جانا ہے اور کس نے بڑھاپے کو پانا ہے''۔

علی ذا مننت و هذا خذلت　　و هذا أعنت و ذا لم تعن

''تو اپنے احسان سے کسی کو عزت دینے والا ہے اور کسی کو رسوا فرمانے والا ہے اور تو کسی کی مدد فرمانے والا ہے اور کسی کو اپنی امداد سے محروم کرنے والا ہے''۔

فمنهم شقی و منهم سعید　　و منهم قبیح و منهم حسن

''تیری مخلوق میں سے کوئی بد بخت ہے اور کوئی نیک بخت ہے اور کوئی بدصورت ہے اور کوئی خوبصورت ہے''۔

و منهم غني و منهم فقير و كل بأعماله مرتهن

''اور تو ہی امیر بناتا ہے اور تو ہی فقیر بناتا ہے اور ہر آدمی اپنے اپنے عملوں میں گروی ہے''۔

# ۸- تقدیر کا بیان

## کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلّف ہونے کے منافی ہے؟

میرے استاذ مکرم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ رقم فرماتے ہیں: حدیث میں ہے: تم میں سے ہر شخص' ہر جاندار کا ٹھکانا' جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے' ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اپنے متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد کیوں نہ کرلیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہلِ شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہوگا' پھر آپ نے فرمایا: ''عمل کرو' اہلِ سعادت کے لیے نیک اعمال آسان کر دیئے جائیں گے اور اہلِ شقاوت کے لیے بُرے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے۔ (الحدیث)

اس مقام پر سوال کیا جاتا ہے کہ جب انسان کا جنتی یا جہنمی ہونا پہلے لکھ دیا گیا ہے تو انسان کو افعال کا مکلّف کیوں کیا گیا ہے اور اس کو جزاء یا سزا کیوں دی جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے ہم اس کے تابع ہیں اور اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا' اس کا پہلے اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور اس نے اپنے اس علم کو لکھ کر لوح میں محفوظ کر لیا' یعنی علم' معلوم کے تابع ہے' معلوم' علم کے تابع نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ○ اور انہوں نے جو کچھ کام کیے وہ سب کام نوشتوں میں (لکھے ہوئے) ہیں ○ (القمر: ۵۲)

یعنی ان کے کیے ہوئے کام لوح میں لکھے ہوئے ہیں' یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ لوح میں لکھا ہوا ہے وہی ان کو کرنا ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ ہم ایک ماہ پہلے ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ ''کراچی سے اسلام آباد'' بک کرا لیتے ہیں' اب ہمیں ایک ماہ پہلے یہ علم ہوتا ہے کہ فلاں دن اتنے بجے ہوائی جہاز کراچی سے اڑے گا اور اسی دن اتنے بجے اسلام آباد پہنچے گا اور ہم نے اپنے اس پروگرام کو اپنی ڈائری میں لکھ کر محفوظ کر لیا' اب واقع یہ نہیں ہے کہ چونکہ ہم کو پہلے علم تھا اور ہم نے اپنی ڈائری میں لکھ لیا تھا کہ فلاں دن جہاز اتنے بجے کراچی سے پرواز کر کے اتنے بجے اسلام آباد پہنچے گا' اس لیے ہمارے علم اور ہماری ڈائری کے تابع ہو کر جہاز پرواز کر رہا ہے اور اس مقررہ وقت میں کراچی

سے اسلام آباد پہنچ رہا ہے بلکہ جہاز تو اپنے پروگرام اور شیڈول کے مطابق پرواز کر رہا ہے' ہمیں اس کے شیڈول کا پہلے علم ہو گیا ہے سو ہمارا علم جہاز کے شیڈول کے تابع ہے' جہاز کا شیڈول ہمارے علم کے تابع نہیں ہے' ہم گھڑی میں ایک سال کی کارکردگی والا سیل ڈال دیں تو ہمیں پہلے علم ہوتا ہے کہ یہ سیل ایک سال چلے گا' اب اگر ایک سال بعد وہ سیل ختم ہو جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ سیل ہمارے پیشگی علم کی وجہ سے ختم ہو گیا اور اس کی ایک سال تک کی کارکردگی ہمارے علم کے مطابق تھی بلکہ ہمارا علم اس کی مدتِ کارکردگی کے مطابق تھا' ایک انجینئر ایک ڈیم بنانے سے پہلے اس کے مادہ اور دیگر اجزاء استعداد اور صلاحیت کا جائزہ لے کر یہ پیشین گوئی کرتا ہے کہ یہ سو سال تک کام کرے گا تو اب اس کی سو سال تک کی کارکردگی انجینئر کے علم کے تابع نہیں ہے بلکہ ڈیم کے اجزاء ترکیبی اور اس کی صلاحیت کے مطابق انجینئر کا علم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مختلف مشینوں کی کارکردگی کی مدت کی گارنٹی دی جاتی ہے تو ان مشینوں کی کارکردگی اس گارنٹی کے تابع نہیں بلکہ گارنٹی ان کی کارکردگی کے تابع ہوتی ہے' لیکن مخلوق کا علم ناقص ہوتا ہے اس لیے بعض اوقات ان کے قبل از وقت اندازے غلط ہو جاتے ہیں' اس کے برخلاف اللہ عزوجل کا علم کامل ہے اور اس نے جو اپنی مخلوق کی کارکردگی کا قبل از وقت اندازہ لگایا ہے وہ صحیح علم اور صحیح تقدیر ہے' اس میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ○ (القمر: ۴۹)
بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے ○

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○ (الطلاق: ۳)
بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ (تقدیر) مقرر کیا ہے ○

اللہ تعالیٰ روزانہ لاتعداد مخلوق کو پیدا فرما رہا ہے' اگر اس کو ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ کس چیز میں کیا صلاحیت اور استعداد ہے' وہ دنیا میں کیا کرے گی اور کتنی مدت تک باقی رہے گی اور اس نظام کائنات میں اس کا کیا رول ہو گا تو اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اس لاعلمی کے ساتھ اس عظیم کائنات کا یہ ہمہ گیر نظام کیا ایک دن بھی جاری رکھ سکتا ہے؟ جب ایک ڈیم بنانے والا انجینئر اپنے ڈیم کی کارکردگی سے بے خبر نہیں ہوتا تو یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق اور مربی اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے لاعلم ہو اور اس کو کسی شخص کے نیک اور بد افعال کا اسی وقت علم ہو جب وہ ان افعال کو انجام دے چکے' اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے' اس کو ازل میں اس بات کا علم تھا کہ جس وقت جو انسان پیدا ہو گا وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کام کرے گا؟ انسان کو جزاء اور سزا اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے' انسان اگر نیکی کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کو پیدا کر دیتا ہے اور بدی کو اختیار کرے تو بدی' اور ازل میں جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ارادہ اور اختیار کا علم تھا اس علم سے انسان کے اختیار اور آزادئ عمل کی نفی ہوتی ہے نہ ان پر جزاء اور سزا کے استحقاق کی نفی ہوتی ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰' مجتبائی پاکستان' ۱۴۰۵ھ)

امام ابوداؤد' ابن دیلمی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہوا ہے' آپ مجھے کوئی حدیث بیان کیجیے شاید اللہ تعالیٰ میرے دل

سے اس شبہ کو زائل کر دے' حضرت ابی بن کعب نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ اس کا ظلم نہیں ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم اللہ کے راستے میں احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور جب تک تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز تم سے ٹل گئی ہے وہ تم پر آ نہیں سکتی تھی' اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے' پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا' پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا' پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو روایت کیا۔ اس حدیث کو ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۹-۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

قرآن و حدیث سے اہل سنت و جماعت کے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے جو تقدیر کے قائل ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام واقعات خواہ خیر ہوں یا شر' مفید ہوں یا مضر' اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۝ اللہ تعالیٰ جو کام کرتا ہے اس سے ان کے متعلق سوال نہیں ہو سکتا اور ان سب سے سوال کیا جائے گا۝ (الانبیاء: ۲۳)

تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے وہ جو چاہے کرے' مالک سے اپنی ملکیت میں تصرف پر کوئی سوال نہیں ہو سکتا نیز اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے' اس مسئلہ میں عقل اور قیاس کی گنجائش نہیں ہے اور صرف کتاب اور سنت کی تصریحات پر توقف کرنا لازم ہے' اور جو شخص اس سے عدول کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگا' اس کے نفس کو شفاء حاصل نہیں ہوگی اور نہ اس کا قلب مطمئن ہوگا' کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی عالم کو نہیں دیا' کسی نبی مرسل کو نہ کسی مقرب فرشتے کو' ایک قول یہ ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مسئلہ تقدیر منکشف ہو جائے گا' ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنا ممنوع ہے' بلکہ احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے' جس شخص کو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا وہ اس کے لیے آسان ہو جائے گا نیکو کاروں کے لیے نیکی اور بدکاروں کے لیے بدی۔

(شرح نووی مسلم ج ۲ ص ۳۳۴) (بحوالہ اردو شرح صحیح مسلم فرید بک سٹال لاہور از علامہ غلام رسول سعیدی)

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ''جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو بحث نہ کرو''۔

## وفات سے پہلے ملک الموت کے قاصدوں کا آنا

ابن جوزی ''روضۃ المشتاق'' میں لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی نے ملک الموت سے کہا کہ آپ کے پاس کوئی قاصد نہیں جس کو آپ اپنے آنے سے پہلے روانہ کر دیا

کریں تا کہ لوگوں کے دل میں کوئی ڈر، خوف پیدا ہو تو ملک الموت نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم! میرے بہت سے قاصد ہیں، علل و امراض، بڑھاپا اور مصائب و ہموم، سماعت اور بصارت کا متغیر ہو جانا۔ جب لوگ ان چیزوں سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے تو پھر میں جب روح قبض کرنے آتا ہوں تو نداء کرتا ہوں کہ اے شخص! کیا یکے بعد دیگرے میرے قاصد تیرے پاس نہیں آتے رہے اور پے در پے ڈرانے والے تمہارے پاس نہ آئے تھے؟ اب میں خود آیا ہوں اور میرے بعد کوئی اور قاصد آئے گا نہ کوئی ڈرانے والا آئے گا۔

ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے ملک الموت نداء کرتا ہے: اے لوگو! جن کی عمر چالیس سال ہو گئی ہے تمہارے لیے یہ وقت زادِ سفر اور توشۂ آخرت تیار کرنے کا ہے کہ ابھی تمہارے اذہان حاضر اور اعضاء اور اعصاب قوی و مضبوط ہیں۔ اے پچاس سال کی عمر والو! فصل کاٹنے اور کچھ حاصل کر لینے کا وقت آ پہنچا ہے، اے ساٹھ سال کی عمر والو! تم ابھی تک سزا و عقاب کو بھولے ہوئے ہو اور جواب دہی کی فکر سے غافل ہو، تمہارا کوئی نصیر و مددگار نہیں ہوگا، ارشادِ خداوندی ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ (فاطر:۳۷)

اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈرسنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی عمر ساٹھ سال کی ہو گئی خدا اس کے لیے کوئی عذر نہ چھوڑے گا۔

(صحیح بخاری ج۱۱ ص۲۳۸، مسند احمد ج۲ ص۲۷۵، صحیح ابن حبان ج۴ ص۷۷، المستدرک ج۲ ص۴۲۸، الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۹۳۳، القضاعی رقم الحدیث: ۲۲۴، البیہقی ج۳ ص۳۷۰، حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۲۵۸، تاریخ بغداد ج۱ ص۲۹۰)

یعنی اللہ نے بندے کو ساٹھ سال کی عمر تک پہنچا دیا اور یہ بندے کے توبہ واستغفار کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے انتہاء درجے کی مہلت ہے اور سب سے بڑی معذرت خواہی اور گناہوں سے معافی مانگنے کا موقع بنی آدم کے لیے یہ ہے کہ اس نے اپنے رسولوں کو بھیج کر حجت تام فرمادی۔ ارشاد فرمایا کہ:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (الاسراء:۱۵)

اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں ۝

اور فرمایا: "وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ". (فاطر:۳۷) "نذیر" کی تفسیر میں علماء تفسیر کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ "نذیر" سے مراد قرآن پاک ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رسل کرام علیہم السلام ہیں۔

اور حضرت ابن عباس، عکرمہ، سفیان، وکیع، حسین ابن فضل، فرّاء اور طبری یہ حضرات فرماتے ہیں کہ "نذیر" سے مراد بڑھاپا ہے کیونکہ بڑھاپا ادھیڑ پن میں آتا ہے اور وہ اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ اب انسان کو طفلی مزاج اور لڑکپن جو لہو و لعب یعنی کھیل کود کا دور ہوتا ہے اس سے مکمل مفارقت اور کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے۔ شاعر کہتا ہے:

رأيت الشيب من نذير المنايا لصاحبه و حسبک من نذير

''میں سمجھتا ہوں جس شخص پر بڑھاپا آ گیا اس کے پاس موت کا قاصد آ چکا' بس انسان کو اس قدر انتباہ کافی ہے''۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

تقول النفس غیر لون هذا　　عساک تطیب فی عمر یسیر

''نفس کہتا ہے (ان سفید بالوں نے کیا دن چڑھا دیا؟) سیاہ خضاب کے ساتھ ان کا آفتابی رنگ بدل کر سر پر رات لے آ کہ اس سیاہی کے پردے میں تھوڑی سی دادِ عیش اور دے لیں''۔

فقلت لها المشیب نذیر عمری　　ولست مسودًا وجه النذیر

''میں نے نفس کو کہا کہ یہ (سفید موئی) (بڑھاپا) تو مجھے اختتامِ زندگی کا نوٹس دینے آیا ہے اور میں اس بزرگ اور معزز سفیر کا منہ کالا کر دوں!؟''۔

و قائلة تخضب فالغوانی　　نوافر عن معاینة النذیر

''اور بہت سی کہنے والیاں یہ کہتی ہیں کہ خضاب سے رنگ تبدیل کر لو اور جو قدرتی حسن و جمال کی وجہ سے زینت و آرائش سے بے نیاز ہوتی ہیں وہ (سفید بالوں کی صورت میں آنے والے اور) ڈر سنانے والے کو دیکھ کر اس کا رنگ سیاہی میں بدلنے سے نفرت کرتی ہیں''۔

قاضی منذر بن سعید البلوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شعر ہیں:

کم تصابی و قد علاک المشیب　　و تعامی جهلًا وأنت اللبیب

''تم کب تک بچوں کی طرح کھیل کود کی طرف مائل رہو گے حالانکہ تمہارا سر سفید ہو گیا ہے تم نادانی سے اندھے بنتے ہو حالانکہ تم سمجھدار ہو''۔

کیف تلهو و قدأتاک نذیر　　و شباک الحمام منک قریب

''تم کب تک سامانِ زینت و عیش پر فریفتہ رہو گے تحقیق تمہارے پاس بڑھاپا ڈرانے کو آ چکا ہے اور موت کا جال تم سے قریب ہے''۔

یعا مقیمًا قد حان منه رحیل　　بعد ذاک الرحیل یوم عصیب

''اے مقیم! تمہارے سفر کا وقت قریب آ گیا ہے اور اس کوچ کے بعد کا دن سخت گرم ہے''۔

ان للموت سکرة فارتقبها　　لا یداویک إذا أتتک طبیب

''بے شک موت کی سختی تیری نگاہ میں رہنی چاہیے' موت کا علاج کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے''۔

ثم تثوی حتی تصیر رهینًا　　ثم یأتیک دعوة فتجیب

''اور پھر (مرنے کے بعد) جب تجھے کفنا دفنا دیا جائے گا تو (تیرا پہلا ریمانڈ لینے) منکر نکیر تیرے پاس آئیں گے اور تجھے ان کے سوالات کا جواب دینا ہوگا''۔

بأمور المعاد أنت عليم     فاعملن جاهدًا لها يا أريب

''تم آخرت کے تمام امور کو جانتے ہو پس تمہاری دانائی یہ ہے کہ تم پورے یقین کے ساتھ اپنی آخرت کی بہتری کے لیے کوشاں رہو''۔

و تذكر يومًا تحاسب فيه     إن من يذكر الممات ينيب

''اور وہ دن یاد رکھو جس میں تمہارا محاسبہ ہوگا بلاشبہ وہی تائب ہوتا ہے جس کو مرنا یاد ہوتا ہے''۔

ليس في ساعة من الدهر الا     للمنايا عليك فيها رقيب

''تو زندگی کی ہر گھڑی موت کی نگاہ اور تاک میں ہے''۔

كل يوم ترميك منها بسهم     إن تخطى يومًا فسوف يصيب

''ہر دن موت تجھے اپنے تیر کے نشانے پر رکھتی ہے اگر آج نشانہ ٹھیک نہیں لگا تو کل تجھے ٹھکانے لگا دے گا اور آج اگر چوک گیا ہے تو کل تجھ کو ''اچک'' لے گا''۔

نوٹ: سیدی واستاذی علامہ نصیر الدین گیلانی اپنی فارسی کی ایک رباعی میں انسان کے اسی کھیل کود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

از بہر معاش حیلہ سازی تا کے؟     در بزم جہاں ہوس طرازی تا کے؟
تا چند بہ نقش ما سوا شیفتگی     بالعبتِ گل چوں طفل' بازی تا کے؟

''اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے یہ حیلہ سازی اور ہوس طرازی آخر کب تک چلے گی؟ کب تک انسان مقاصدِ عالیہ سے توجہ ہٹا کر دنیوی اسباب اور سامانِ زینت وعیش کا فریفتہ رہے گا؟ اور کب تک مٹی کے ان کھلونوں سے بچوں کی طرح کھیلنے میں مشغول رہے گا؟ گویا اگر انسان بچپن سے لے کر عہدِ پیری تک انہی کھلونوں سے کھیلتا رہے تو پھر اس کی ذہنی بلوغت کے دور کا آغاز کب ہوگا؟ حالانکہ بڑھاپا انسانی حیات کی آخری اسٹیج ہوتا ہے''۔

یعنی دوسرے لفظوں میں:

بس اس کے بعد تو راہِ عدم ہے
یہی باقی ہے رستہ دیکھنے کا
(مترجم)

قاضی (جسٹس) منذر بن سعید البلوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ اشعار ہیں:

ثلاث و ستون قد جزتها     فما ذا تؤمل أو تنتظر

''تم اپنی زندگی کی تریسٹھ (۶۳) منزلیں تو کراس کر چکے ہو اب کون سی آرزو باقی ہے یا کس کا انتظار ہے''؟

و حل علیک نذیر المشیب فما ترعوی أو فما تزدجر

''تمہیں ڈرانے کے لیے بڑھاپا تمہارے پاس آ کر فروکش ہو چکا ہے' تم نادانی کے کاموں سے باز کیوں نہیں آتے''۔

تمر لیا لیک مرا حثیثاً وأنت علی ما أری مستمر

''تمہاری راتیں تیزی سے گزر رہی ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری چال وہی ہے''۔

فلو کنت تعقل ما ینقضی من العمر لا عتضت خیراً بشر

''اگر تم عقل کے ناخن لیتے تو گزشتہ زندگی سے سبق سیکھ کر شرارتوں کے بدلے کوئی اچھے کام کرنا شروع کر دیتے''۔

فما لک و یحک لا تستعد لدار المقام و دار المقر

''تجھ پر افسوس ہے! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو جنت کے لیے تیاری کیوں نہیں کرتا''۔

أترغب عن فجأة للمنون و تعلم أن لیس منها وزر

''کیا تو موت کے اچانک آ جانے سے لا پرواہ ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ موت سے فرار اختیار کر کے کوئی پناہ نہیں ہے''۔

فإما إلی جنة أزلفت و إما إلی سقر تستعر

''کیونکہ مرنے کے بعد یا جنت ہے اور یا بھڑکتی ہوئی دوزخ''۔

فقیہ ابوعبداللہ محمد ابن ابی ذمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شعر ہیں کہ:

الموت فی کل حین ینشر الکفنا و نحن فی غفلة عما یداوینا

''موت ہر وقت اپنے کفن پھیلائے ہوئے ہے اور ہم ہیں کہ اس لاعلاج مرض کی سختیوں سے بچاؤ کی دوا کا بندوبست کرنے سے غافل ہیں''۔

لا تطمئن إلی الدنیا و بهجتها وإن تو شحت من أثوابها الحسنا

''دنیا اگرچہ کتنے ہی خوبصورت لباس میں آراستہ ہو کر تیرے پاس آئے تو اس کی زیب و زینت اور رونق پر دل نہ دے بیٹھنا اور اس کی بے وفائی سے بے خوف کبھی نہ ہونا''۔

أین الأحبة والجیران ما فعلوا أین الذین هموا کانوا لنا سکنا

''دوست' ہمسائے اور وہ جو کہتے تھے کہ ہمارا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہو گا وہ سب کہاں ہیں؟ اس دنیا نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا''؟

سقاهم الموت کأسا غیر صافیة فصیرتهم لأطباق الثری رهنا

''موت نے ان سب کو گدلا پیالہ پلا دیا اور تہ بہ تہ منوں مٹی کے نیچے ان کو گروی رکھ دیا ہے''۔

روایت ہے کہ ملک الموت حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: تم کون ہو؟ ملک الموت نے کہا کہ میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے ڈرتا ہے اور نہ ان کے فلک بوس مضبوط محلات وقصور اس کے لیے اندر جانے سے رکاوٹ بنتے ہیں اور نہ وہ رشوت قبول کرتا ہے' حضرت داوٗد علیہ السلام نے فرمایا: تب تو آپ ملک الموت ہوئے! کہا کہ جی ہاں! حضرت داوٗد علیہ السلام فرمانے لگے: آپ آ گئے اور میں نے تو ابھی تیاری نہیں کی ہے' ملک الموت کہنے لگے: اے داوٗد! آپ کا فلاں قریبی رشتہ دار کہاں ہے؟ آپ کا فلاں ہمسایہ کہاں ہے؟ فرمایا: وہ فوت ہو گئے ہیں' حضرت ملک الموت فرمانے لگے: کیا ان لوگوں کے مرنے میں تیاری کی یاددہانی اور عبرت موجود نہیں؟

## ''نذیر'' کی تفسیر میں چند اور اقوال

ایک قول یہ ہے کہ ''نـذیـر'' (ڈرسنانے والا) سے مراد بخار ہے اور اس قول کی تائید حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: بخار موت کا نمائندہ ہے۔

(مسند الشہاب رقم الحدیث: ۵۸-۵۹' ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۷۹۶)

لغت کے امام ازہری نے کہا کہ اس کا معنیٰ موت کا سفیر اور پیامبر ہے یعنی بخار کے آنے پر انسان کو موت کا احساس کر لینا چاہیے اور تپ چڑھنے پر انسان کے دل میں موت کا ڈر ہونا چاہیے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''نـذیـر'' سے مراد گھر والوں' رشتہ داروں' دوستوں اور بھائیوں کی موت ہے (کہ اس سے انسان کو اپنی جان کے لالے پڑ جانے چاہئیں) اور یہ رحلت کا خوف اور کھٹکا ہر وقت' ہر گھڑی انسان کے پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

وأراک تحملهم ولست تردهم　　　و کأنني بک قد حملت فلم ترد

''میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگوں کے جنازے اٹھا کر لے جاتے ہو اور ان جانے والوں کو تم واپس لوٹانے پر قادر نہیں ہو اور گویا میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ خود تمہارا جنازہ بھی اٹھایا جا رہا ہے اور تجھے بھی کوئی واپس لانے والا نہیں''۔

## عقل کی تعریف اور یہ کہ عقل مند کون ہے؟

عقل کا کمال یہ ہے کہ وہ حقیقت شناس ہو اور نیکی اور برائی میں فرق کر سکے اور عقل مند وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی آخرت کے لیے کام کرے اور اس چیز میں رغبت کرے جو اس کے رب کے پاس ہے۔

## انذار اور اعذار کے مفہوم ومصداق کا بیان

انذار اور اعذار کے لفظ قریب قریب ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں یعنی دونوں کا معنیٰ ہے نتائج و عواقب سے ڈرانا اور انجام کار سے چوکنا کرنا' انسان کو ویسے تو قدرت کی جانب سے مختلف تنبیہات ہوتی رہتی ہیں

لیکن سب سے بڑا انتباہ تو یہ ہے کہ اس نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا' پھر بڑھاپا وغیرہ بجائے خود انسان کے لیے بہت بڑی تنبیہ ہے کہ گناہوں اور کوتاہیوں کو چھوڑ کر اپنی آخرت سنوار لے۔

ساٹھ سال کی عمر انتہائی مہلت ہے کیونکہ ساٹھ سال کا ہو کر تو انسان میدانِ مرگ کے بالکل قریب جا پہنچتا ہے اور یہ عمر تو توبہ کرنے' عاجزی و انکساری کرنے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں وقت گزاری کی عمر ہوتی ہے جس میں ہر پل انسان کو موت کا انتظار اور اپنے رب کریم جلّ شانہ سے ملاقات کرنے کا شوق لگا رہتا ہے گویا دنیا میں قدرت نے انسان کو انجام کار اور نتائج وعواقب سے واقف کرنے اور بیدار کرنے کے لیے یکے بعد دیگر مسلسل سفیروں اور قاصدوں کا انتظام فرما رکھا ہے اولاً تو انبیاء کرام کو مبعوث فرما کر (حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد چونکہ نبوت کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اس لیے آپ کے بعد قرآن کریم' حدیث پاک اور آپ کی آل اطہار اور آپ کے علم کے وارث علماء کرام ترغیب و ترہیب کا فریضہ تبلیغ کے ذریعے انجام دیتے رہیں گے) اور ثانیاً بڑھاپا کے ذریعے انسان کو موت سے ڈرایا جاتا ہے اور اس کی میعاد چالیس سال کی عمر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (الاحقاف: ۱۵)

اور (جب انسان) چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے والہانہ توفیق عطا فرما کہ میں شکر ادا کرتا رہوں تیری اس نعمت کا جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی اور میں ایسے نیک کام کروں جن کو تو پسند فرمائے اور صلاح (و رشد) کو میرے لیے میری اولاد میں راسخ فرما دے بے شک میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں تیرے حکم کے سامنے سر جھکانے والوں میں سے ہوں ○

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب انسان چالیس برس کا ہو جائے تو یہ وقت ہے کہ انسان ان نعمتوں کی قدر و قیمت کو جانے جو اللہ نے اس پر اور اس کے والدین کو عطا فرمائی ہیں اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

فائدہ: حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جب انسان کی عمر چالیس سال ہوتی ہے تو اس کی جسمانی اور ذہنی قوتیں پورے شباب پر ہوتی ہیں۔ اس وقت نہ عنفوانِ شباب کا وہ اندھا جوش باقی رہتا ہے' نہ بڑھاپے کی کمزوریوں نے پنجے گاڑے ہوتے ہیں جسمانی اور ذہنی اعتبار سے یہ وقت بڑا معتدل ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ:

یعنی وہ آدمی جس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہو اور پھر بھی وہ تائب نہ ہو تو شیطان اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے (بُچہ مارتا ہے) اور کہتا ہے کہ یہ ایسا چہرہ ہے جو کبھی سرخرو نہ ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے:

من اتی علیه الاربعون سنة فلم

جس کے چالیس سال گزر جائیں پھر بھی اس کی نیکی

یغلب خیرہ شرہ فلیتجھزہ الی النار. اس کی برائی پر غالب نہ ہو تو ایسے شخص کو دوزخ کی طرف جانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ (مترجم) (روح المعانی)

شیخ سعدی نے کیا خوب کہا: چہل سالِ عمرِ عزیزت گشت' مزاج تو از حالِ طفلی نگشت۔ تیری پیاری عمر کے چالیس سال گزر گئے' اور تیری طبیعت ابھی بچوں جیسی ہے۔ (مترجم)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے شہر کے اہل علم لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ چالیس سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے تک دنیا کماتے اور طلب معاش کے لیے لوگوں کے ساتھ میل جول اور اختلاط رکھتے ہیں اور جوں ہی چالیس برس کے ہوئے بس دنیا سے منہ موڑ کر عزلت گزیں ہو جاتے ہیں اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔

تنبیہ: اس باب میں اس بات پر دلیل ہے کہ حاکم کو محکوم علیہ کا بار بار عذر قبول کر لینا چاہیے اور ان ماتحتوں پر اپنے حقوق کے قیام اور نفاذ کے سلسلہ میں نرمی کا برتاؤ کرنا سنت الٰہیہ ہے۔

حکایت: بیان کرتے ہیں کہ ایک عالم تھے جن کا آرام و راحت کی طرف بہت میلان رہتا تھا' ان کا ایک باغ تھا جس میں وہ اپنے احباب کے ساتھ تنہائی اور خلوت میں بزم آرائی کرتے اور ان خاص دوستوں کے علاوہ کسی کو ان کی محفلِ خاص میں شرکت کی اجازت نہ تھی' ایک دن ایسا ہوا کہ باغ میں ان کی مجلس گرم تھی' اسی دوران میں درختوں کے درمیان سے اچانک ایک مرد ظاہر ہوا جس کو وہ عالم دیکھ کر غصہ سے لال پیلا ہو گئے اور کہا کہ اس کو کس نے باغ میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ وہ مرد آ کر اس عالم کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا: مجھے یہ بتایئے کہ ایک شخص پر کسی کا حق واجب ہو اور وہ حق کی ادائیگی سے ٹال مٹول کرتا ہو تو اس شخص کے ساتھ کیسے نمٹا جائے؟ عالم نے جواب دیا کہ حاکم کو چاہیے کہ وہ اس شخص کو جس پر کسی کا حق ثابت ہے مناسب وقت تک مہلت دے تا کہ وہ حقوق کی ادائیگی سے سبکدوش ہو سکے' سوال پوچھنے والے شخص نے کہا کہ حاکم نے اس شخص کے لیے ایک مدت مقرر فرمائی لیکن اس کا کوئی مثبت اور مفید نتیجہ سامنے نہیں آیا اور نہ ہی وہ شخص اپنی حیلہ سازی اور ٹال مٹول کی عادت سے باز آتا ہے اب ایسے عالم میں کیا حکم ہو گا؟ عالم نے کہا کہ اس شخص کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے' سائل نے کہا کہ حاکم نے اس کے ساتھ اتنی نرمی کی ہے کہ پچاس سال سے زائد اس کو مہلت دیئے رکھی' یہ سن کر اس فقیہ عالم نے اپنا سر جھکا لیا اور ندامت سے پانی پانی ہو گیا اور وہ سائل وہاں سے چلا گیا' وہ عالم دیر تک کسی گہری سوچ میں ڈوبے رہے' جوں ہی افاقہ ہوا' عالم ہوش میں آئے تو اس سائل کے متعلق دریافت کیا' دربان نے کہا کہ باہر سے تو کوئی شخص اندر داخل ہوا ہے اور نہ کوئی باغ سے باہر گیا ہے پس اس عالم نے اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس سے رخصت کر دیا اور گوشہ نشینی کی ٹھان لی اور اس کے بعد پھر کبھی رنگ بھنگ کی مجلس میں نظر نہیں آئے سوائے درس و تدریس اور مذاکرہ علمی کی مجلس کے۔

**فائدہ از مترجم:** حضرت مولانا نقی علی خان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

شیطان کہتا ہے کہ زمانہ فاسد ہے' اس وقت میں وعظ و نصیحت کرنا بے فائدہ ہے' تیری بات کون سنے گا اور جو سنے گا وہ کب مانے گا' اس سے خلوت اختیار کر اور تہذیب نفس میں مشغول ہو' اوروں کے لیے اپنا وقت ضائع کرنا

حماقت ہے اور یہ اس ملعون کا بڑا فریب ہے۔ چاہتا ہے کہ علماء کو امر معروف اور نہی منکر سے روکے اور بفراغ خاطر عوام کو گمراہ کرے۔ خدا نے علماء کو وارثِ انبیاء کیا' ان کا امر معروف اور نہی منکر ترک کرنا خلقِ خدا کو شیطان کے قبضے میں دینا ہے' جب تک ایک شخص کی ہدایت محتمل ہو' علماء کو عزلت اور خلوت نہ چاہیے۔

سلطان المشائخ حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہ نے رجوع خلق سے گھبرا کر گوشہ نشینی کا ارادہ کیا' ایک مردِ غیبی نے ان کے پاس آ کر یہ شعر پڑھا:

آن روز کہ مہ شدی ندانستی کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

''عزلت ابتدائے کار میں مفید ہے' عالی حوصلہ وہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ رہے اور سوائے خالق کے کسی سے کام نہ رکھے''۔

بقول سیدی واستاذی سید نصیر الدین گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ:

با خلق نشستن و بحق پیوستن در مسلک ما گوشہ نشینی اینست

''منہاج العابدین'' میں لکھا ہے کہ ابو اسحاق رحمہ اللہ نے عابدانِ کوہِ لبنان سے کہا:

اے گھاس کھانے والو! تم گھاس کھانے میں مشغول ہو اور امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) اہل بدعت کے قبضے میں ہے' اٹھو اور خلقِ خدا کو نصیحت کرو۔

ہمارے استاذی وقار حضرت مفتی عبدالقیوم قادری قدس سرہٗ ایسے علماء اور مدرسین جو درس و تدریس کو چھوڑ کر پیر طریقت بننے کی کوشش فرماتے ہیں ان کو سختی سے یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ عالم کے لیے ''معتزلی'' اور گوشہ نشین ہو کر خلوت خانہ میں ''ھو ھو'' کا شغل کرنا جبکہ درس گاہوں میں عالم اور مدرس عنقا ہونے سے ''ہو'' کا عالم ہے' زہرِ قاتل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ باصلاحیت عالم اور مدرس کے لیے اشاعت علم اور درس و تدریس سے بہتر اور عبادت کیا ہوگی کہ وہ ورثۂ انبیاء ہے اور شعار مرسلین ہے۔ مولانا جامی قدس سرہ تو عالم و مدرس کے لیے شغل تدریس چھوڑ کر خلوت گزینی اور گوشہ نشینی کو مردانگی قرار نہیں دیتے' فرماتے ہیں:

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں کنجے گرفت و یادِ خدا را بہا نہ ساخت

خلوت وجلوت کے بارے امام احمد رضا خان قدس سرہ کا ''فتویٰ'' بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔ آپ فرماتے ہیں:

آدمی تین قسم کے ہیں: مفید' مستفید' منفرد۔

(۱) مفید وہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

(۲) مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے۔

(۳) منفرد وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔

مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔ (ملفوظات جلد سوم ص ۳۷)

یہی وجہ ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکمیل علوم شریعت و راہِ طریقت کے بعد کوئی گوشۂ تنہائی نہیں کی بلکہ بغداد کی گھنی آبادی کا انتخاب کیا جو بے شمار فتنوں کی آماجگاہ بلکہ تربیت گاہ بن چکا تھا۔ انہوں نے اپنے

خطبات سے خلفاء' امراء' علماء اور عوام کے دل ہلا دیئے' ان کے فیضِ اصلاح سے ہزاروں بے دین صراطِ مستقیم پر آئے اور لاکھوں بے راہ صالح اور نیک بن گئے' اسی طرح امام غزالی قدس سرہ کے علمی کارناموں سے کون واقف نہیں ہے۔ (امام احمد رضا اور تصوف علامہ مصباحی دامت برکاتہم العالیہ)

# فصل

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حکایات اور واقعات نصیحت اور عبرت پذیری میں چونکہ نہایت مفید اور مؤثر ہوتے ہیں اس لیے وعظ ونصیحت اور ترغیب وترہیب کے طور پر چند اور حکایات ذکر کر دینا مناسب ہے۔ (لہٰذا چند واقعات اور حکایات مزید ملاحظہ ہوں)

حکایت: بیان کرتے ہیں کہ ایک امیر کبیر اور آسودہ وخوشحال شخص تھا' اس نے اچانک اور ایک دم یکا یک عیش وعشرت اور نشاط وطرب کی زندگی کو چھوڑ دیا' جب اس سے اس ترکِ دنیا کا سبب دریافت کیا گیا تو اس نے جو جواب دیا اس کا مفہوم اور خلاصہ خود اسی کی زبانی کچھ یوں ہے کہ:

میری ایک باندی تھی اور وہ ایسی من موہنی صورت رکھتی تھی کہ میں اس کو سو بار دیکھ کر بھی ''چوں مستقی بر ساحل آب نیل'' ہی رہتا اور شربت وصال جس قدر پیتا جاتا پیاس بڑھتی ہی جاتی دل سیر نہ ہوتا کہ:

حسن والو تمہاری بھی کیا بات ہے ہر ملاقات پہلی ملاقات ہے

ایک دن میں اس کی سیاہ زلفوں سے کھیل رہا تھا اور اپنے دل کو یہ کہہ کر بہلا رہا تھا کہ:

اک خواب تھی جو بعد میں تعبیر بن گئی وہ زلف جب سنور گئی زنجیر بن گئی

میں اس کے گیسو ہائے دراز اور کاکل پُر پیچ کو الٹ پلٹ رہا تھا کہ اچانک اس کے دو موئے سفید پر میری نظر پڑی' میں نے اس کو خبر دی کہ تمہارے دو بال سفید ہو گئے' وہ یہ خبر سن کر کانپ اٹھی اور کہا کہ مجھے دکھاؤ' میں نے جب اس کو وہ سفید بال دکھائے تو اس نے بے ساختہ کہا:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔

(الاسراء:۸۱)

پھر میری طرف دیکھا اور کہا کہ میں خوب جانتی ہوں' اگر مجھ پر آپ کا حقِ خدمت نہ ہوتا تو اب میں آپ کے گھر ٹھکانہ نہ کرتی لہٰذا آپ مجھے رات میں یا دن میں اجازت دے دیں کہ میں اپنی آخرت کے لیے توشہ تیار کر لوں' میں نے اس سے کہا: نہیں' یہ تو اچھی بات نہیں' وہ غضب ناک ہو کر کہنے لگی: کیا تم میرے اور میرے پروردگار کے درمیان حائل ہوتے ہو اور میں اپنے رب سے ملاقات کے لیے تیاری کا وقت مانگتی ہوں اور تم میرے ساتھ جنگ کرتے ہو؟ اور کہا: ''اللھم بدل حبه لی بغضاً'' ''اے اللہ! اس شخص کی میرے ساتھ محبت کو نفرت سے بدل دے۔

(کہتا ہے کہ) اس کے بعد میں نے رات اس حال میں گزاری کہ میرے دل میں اس سے دوری کے سوا کوئی چیز زیادہ پسند نہ تھی اور میں نے اس باندی کو فروخت کے لیے پیش کیا تو لوگ منہ مانگے دام دینے کو تیار ہو گئے' پس جب میں نے اس کے سامنے اس کو فروخت کرنے کے عزم کا اظہار کیا تو اس نے رونا شروع کر دیا' میں نے کہا کہ

مجھے چھوڑنے کا ارادہ تو' تو نے کیا ہے اور جدائی کا پروگرام تیری طرف سے بنا ہے' وہ کہنے لگی: بخدا! میں نے دنیا کی کسی چیز کو تم پر ترجیح نہیں دی' مجھے بتاؤ آیا تمہیں ایک ایسی چیز میں رغبت ہے جو میری قیمت سے بھی بہتر اور اچھی ہے؟ میں نے پوچھا: وہ کیا چیز ہے؟ کہنے لگی: اللہ عزوجل کے لیے مجھے آزاد کر دو کیونکہ جتنی تجھے مجھ پر ملکیت حاصل ہے اللہ تعالیٰ تیرا اس سے بڑھ کر مالک ہے اور اگر تو میرے نفس کو مجھ پر واپس لوٹا دے اور کسی کے ہاتھ فروخت نہ کرے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تیرے نفس کو تجھ پر زیادہ لوٹانے والا ہے کہ وہ مالک حقیقی اور قادر مطلق ہے۔ پس میں نے کہا کہ بے شک تو آزاد ہے' اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا سودا پورا کر دیا ہے اور تمہیں اپنے مال سے کئی گنا زائد مل گیا پس اس کے بعد میں نے دنیا میں زہد کو اختیار کر لیا اور دنیا کے مال و دولت' اس کی نعمتوں اور آسائشوں سے میرا دل چل گیا ہے۔

گویا کہ راحت کے دلدادہ اس عالم اور فقیہ کو اس کی دانا کنیز اور باندی یہ بھولا ہوا سبق یاد دلا گئی کہ:

عالم و عابد و صوفی ہمه طفلان ره اند　　　مرد اگرست به جز عارف ربّانی نیست

''راہ سلوک میں خواہ عالم ہو' عابد ہو یا کوئی صوفی تمام ابھی طفل مکتب ہی ہیں کہ مرد کامل سوائے رب تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے والے کے کوئی نہیں''۔

اور یہ کہ:

ایها الناس! جهاں جائے تن آسانی نیست　　　مرد دانا به جهاں داشتن ارزانی نیست

''لوگو! یہ دنیا آرام و آسائش کا مقام نہیں' دنیا داری ایک دانا انسان کے شایان شان نہیں''۔

یعنی خیال دنیا جسے ہوس دنیا بھی کہہ سکتے ہیں ہر ایک نادان انسان کا شعار تو ہو سکتا ہے مگر کسی دانا اور مدبر ذہن کا عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنے سمیت اس ساری کائنات کو فانی سمجھتا ہے۔ بقائے دوام صرف ذاتِ باقی کو ہے۔ فانی نے ایک دن فنا ہو کر رہنا ہے لہٰذا فانی اشیاء ذات باقی کا مقام کہاں حاصل کر سکتی ہیں بقول استاذی سید نصیر الدین گیلانی:

دنیا کی چمک دمک ہے آنی فانی　　　جیسے کہ ہے موجوں کی روانی فانی
باقی سے مقابلہ نہیں فانی کا　　　باقی' باقی ہے اور فانی' فانی

حضرت سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حذر از پیروی نفس که در راهِ خدا　　　مردم افگن تر ازیں غول بیابانی نیست

''خواہشات نفسانیہ کی پیروی سے بچ کیونکہ اللہ کے راستے میں اس چڑیل سے بڑھ کر بڑے بڑوں کو گرا دینے والی کوئی چیز نہیں ہے''۔ (مترجم) (نام و نسب سید نصیر الدین گیلانی گولڑہ شریف)

## ایک حیرت انگیز اور نصیحت آموز سچا واقعہ

عبد اللہ ابن ابی نوح بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسجد نبوی شریف میں ایک ادھیڑ عمر شخص کو دیکھا جس کا معمول یہ تھا کہ کھجور کی شاخ سے مسجد کی دیواروں سے غبار جھاڑتا رہتا تھا' میرے دریافت کرنے پر بعض لوگوں نے بتایا کہ یہ صاحب امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور صاحب اولاد ہیں' بڑے مالدار ہیں'

اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ان کے پاس ہے' بے شمار ان کے غلام ہیں' ہوا یہ کہ ایک دن یہ آئینہ دیکھ رہے تھے کہ اچانک چیخ ماری اور دیوانہ وار مسجد نبوی شریف کی طرف دوڑے اور بس اس دن کے بعد پھر یہ مسجد ہی کے ہو کر رہ گئے جیسا کہ آپ نے دیکھ بھی لیا ہے' اس کے گھر والے جب بھی علاج وغیرہ کے لیے ان کو گھر لے جا کر گھر میں پابند رکھنے کی کوشش اور ارادہ کرتے ہیں یہ صاحب وہاں سے بھاگ نکلتے ہیں اور روضۂ رسول ﷺ پر آ کر پناہ لے لیتے ہیں اور وہ لوگ اس کو پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ ابونوح (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ پورا دن اس کی نگرانی کی مگر مجھے اس میں کوئی بیماری اور خلل نظر نہ آیا' پھر میں نے ساری رات بھی اس پر نگاہ رکھی' جب رات کا ایک پہر گزرا تو وہ مسجد سے نکل پڑا' میں بھی چھپتے چھپاتے ان کے پیچھے ہولیا یہاں تک کہ وہ جنت البقیع میں آ گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے کھڑے ہو کر نفل پڑھنے شروع کر دیئے اور نوافل پڑھتے ہوئے زار و قطار روتا رہا اور طلوع فجر تک یہ سلسلہ جاری رہا' اس کے بعد اس نے بیٹھ کر دعا مانگی' اسی دوران میں ایک چوپایہ آیا' بکری تھی' ہرن تھا یا نیل گائے' میں کوئی درست اندازہ نہیں لگا سکا' وہ کھڑی ہو گئی اور اپنی ٹانگیں پھیلا دیں' اس نے اس بکری وغیرہ کا پستان منہ میں لے کر دودھ پیا' پھر اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور تھپکی دے کر کہا: چلی جا اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت ڈالے اور وہ واپس بھاگ گئی پھر میں وہاں سے کھسک گیا اور جلدی جلدی اس سے پہلے مسجد میں پہنچ گیا' میں کئی راتیں وہاں مقیم رہا اور ہر رات جس وقت وہ جنت البقیع جاتا تو میں بھی چوری چھپے اس کے پیچھے چلا جاتا رہا' میں نے اس کو سنا' وہ اپنی مناجات میں کہہ رہا تھا:

| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَرْسَلْتَ اِلَیَّ وَلَمْ تَاْذَنْ لِیْ فَاِنْ کُنْتَ قَدْ رَضِیْتَنِیْ فَائْذَنْ لِیْ وَاِنْ لَّمْ تَرْضِنِیْ فَوَفِّقْنِیْ لِمَا یُرْضِیْکَ. | اے اللہ! تو نے میری طرف اپنا قاصد بھیجا ہے' مجھے یہ نہیں معلوم کہ تو مجھ سے راضی بھی ہے؟ اگر تو مجھ سے راضی ہے تو مجھے القاء فرما دے کہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ میرا مالک کریم مجھ سے راضی ہے اور اگر تو راضی نہیں ہے تو اے مولائے کریم! تو مجھے ایسے کام کی توفیق رفیق ارزانی فرما دے جس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ |

(راوی کہتا ہے کہ) جب میرا سفر سے واپسی کا وقت آیا تو میں ان کے پاس الوداعی ملاقات کے لیے حاضر ہوا' وہ مجھے اچانک اپنے پاس پا کر ذرا پریشان سے ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ میں تو کئی راتوں سے آپ کا ساتھی ہوں' جنت البقیع میں آپ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا ہوں اور آپ کی دعا پر آمین کرتا رہا ہوں' اس نے کہا: تو نے کسی اور کو تو نہیں بتلایا؟ میں نے کہا کہ نہیں' کہتے: اچھا جاؤ اللہ خیر کرے گا' میں نے پوچھا کہ حضرت! وہ قاصد کون ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجا ہے؟ کہا کہ ایک دن میں نے آئینہ میں دیکھا کہ میری ڈاڑھی میں ایک سفید بال ہے پس میں جان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس موت کا پیامبر اور اللہ کا سفیر اور قاصد آ گیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ میرے لیے دعا فرمایئے' کہنے لگے کہ من آنم کہ من دانم' میں اس کا اہل نہیں ہوں اور لیکن آیئے ہم مل کر حضور سیّد عالم ﷺ کی قبر انور پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کے رسول مکرم ﷺ کے توسل سے دعا کریں' پس میں اس کے ساتھ مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا ہو گیا' اس نے پوچھا: تیری کیا حاجت ہے؟ میں نے کہا:

گناہوں کی معافی ہو جائے۔ پس اس نے حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ سے ہلکی سی دعا مانگی اور میں نے آمین کہا' پھر وہ قبرانور کی دیوار پر جھک گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ (اناللہ و انا الیہ راجعون) (البقرة:۱۵۶)

منم و ہمیں تمنا کہ بوقت جان سپردن      بہ رخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

ایہا صورت شالا پیش نظر رہے وقت نزع تے روز حشر۔ (مترجم عفی عنہ)

میں اس سے پرے ہٹ گیا یہاں تک کہ لوگوں کو اس کے انتقال کر جانے کی اطلاع ہو گئی اور اس کے بیٹے اور متعلقین آئے اور اس کے جسدِ خاکی و نورانی کو اٹھا کر لے گئے اور اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور میں نے اس کی نماز جنازہ میں بھی شرکت کی۔

## ایک فکر انگیز واقعہ

کہتے ہیں کہ شاہانِ یونان میں سے ایک بادشاہ گزرا ہے جس نے اپنے لباس کی سیٹنگ اور چہرے مہرے کی بیوٹیشن اور آرائش و زیبائش کے لیے ایک نہایت سلیقہ منداور کلچرڈ...... لونڈی مقرر کر رکھی تھی جو اس کو لباس زیب تن کراتی تھی اور بنا سنوار کر تیار کرتی تھی' ایک دن جب اس لونڈی نے اس بادشاہِ یونان کو لباس پہنانے کے بعد آئینہ پیش کیا تو بادشاہ نے اپنے چہرے پر ایک سفید بال دیکھا' قینچی منگا کر اس کو کاٹ دیا' لونڈی نے وہ بال لے کر چوما اور اپنی ہتھیلی پر رکھ کر اپنے کان اس کی طرف لگا دیئے' بادشاہ نے یہ منظر دیکھ کر اس سے کہا: تو نے کس چیز کی طرف اپنے کان لگا رکھے ہیں؟ لونڈی کہنے لگی: میں اس سفید بال سے جو بادشاہ کے قرب کی سعادت اور شرف سے محرومی کے کرب دالم میں مبتلا ہے ایک عجیب وغریب بات سن رہی ہوں' بادشاہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لونڈی نے کہا: میری زبان اس کو بیان کرنے کی جسارت نہیں کر سکتی' بادشاہ نے کہا کہ تو بیان کر کہ دانائی اور حکمت کا یہی تقاضا ہے' تجھے امان ہے۔

لونڈی نے کہا کہ یہ سفید بال زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ:

اے بادشاہ! تیرا اقتدار اور تسلط عنقریب ختم ہونے والا ہے' تو نے اپنے ظلم سے مجھے خوف سے دوچار کیا ہے' میں تجھ پر غلبہ حاصل نہیں کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی اولاد سے یہ عہد و پیمان لیا ہے کہ وہ تجھ سے میرے خون کا بدلہ لے لیں گے اور یوں سمجھیے کہ انہوں نے تیرے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے پس یا تو پہلے ہی ہلّہ میں جلد تجھ کو ٹھکانے لگا دیں گے اور یا پھر تیری شہوت کو توڑیں گے' تیری قوت اور صحت کو برباد کریں گے حتیٰ کہ تیری حالت یہ ہو گی کہ تو موت کو غنیمت سمجھنے لگے گا۔ بادشاہ نے لونڈی سے کہا کہ تو یہ کلام میرے لیے تحریر کر دے' لونڈی نے جب یہ کلمات لکھ کر بادشاہ کو دیئے تو اس نے غور و فکر کرنے کے بعد بادشاہی چھوڑ دی اور کسی نوجوان کو اپنے ملک کا بادشاہ مقرر کر دیا۔

اور اسی مفہوم کو کسی شاعر نے اپنے شعر میں ادا کیا ہے' اس سے بھی یہی مقصود ہے۔

وزائرة للشیب لاحت بمفرقی      فبادرتها خوفاً من الحتف بالنتف

''اور ایک موت کا سفیر بڑھاپے اور سپید موئی کی صورت میں میرے سر کی چوٹی پر رونما ہوا تو

میں نے فوراً اس کا استیصال کرنے کی ٹھانی اور طبعی موت مرنے کے خوف اور اندیشہ سے پہلی ہی فرصت میں اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا''۔

فقالت: علی ضعفی استطعت ووحدتی رویدک حتی یلحق الجیش من خلفی.

''اس پیامبر موت نے مجھ سے کہا کہ تو نے مجھے اکیلا اور کمزور پا کر جرم ضعیفی کی سزا دینے کی ہمت کی ہے! ذرا ٹھہر جا! میرے پیچھے ایک لشکر جرار آ رہا ہے وہ آ کر تجھ سے مل لے گا''۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عجیب واقعہ بالوں کے سفید ہونے کی تاریخ کا آغاز

اسرائیلیات میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنے بیٹے کی تقریب سے اپنے رب عز وجل (کے گھر) کی طرف واپس لوٹے تو حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی ریش مبارک میں ایک سفید بال کو دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں کہ اس پوری روئے زمین اور اللہ کی دھرتی پر جن کے بال سفید ہوئے چنانچہ انہوں نے اس کا انکار کیا اور جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو وہ سفید بال دکھلایا تو سوچنا شروع کر دیا اور آپ کو وہ سفید بال بہت بھلا لگا اور حضرت سارہ نے پسند نہ کیا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ اس سفید بال کو زائل کر دیجیے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا انکار کیا چنانچہ آپ کے پاس ملک الموت تشریف لائے اور انہوں نے کہا: اے ابراہیم! آپ پر سلام ہو (آپ کا نام ''ابوام'' تھا اور سریانی زبان میں لفظ میں تفخیم اور تعظیم کے اظہار کے لیے ''ھا'' کا اضافہ کر دیتے ہیں) حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں اپنے اللہ کا اور ساری کائنات کے مالک اور معبود اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں' ملک الموت علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام آسمان والوں میں اور تمام اہل زمین میں معظم بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کو اور آپ کی صورت و شکل کو خوبصورت بنایا ہے' رہا آپ کا نام مبارک تو تمام زمین اور آسمان میں آپ کو ''ابراہیم'' کے نام سے پکارا جاتا ہے' باقی رہی آپ کی خوبصورت شکل مبارک پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے بالوں میں وقار اور نورانیت کو نازل فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتے کی یہ ساری گفتگو حضرت سارہ کو سنائی اور فرمایا کہ یہ بال کا سفید ہونا جس کو تم ناپسند کرتی تھیں یہ تو نورانیت اور بزرگی و وقار کی علامت ہے' حضرت سارہ نے کہا: کہ مجھے تو یہ پسند نہیں ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ لیکن میں تو اس کو محبوب رکھتا ہوں اور پھر یہ دعا فرمائی:

اللھم زدنی نورًا و وقارًا. اے اللہ! تو میرے نور اور وقار میں اضافہ فرما دے۔

پھر بعد میں ان کی ساری ڈاڑھی مبارک آہستہ آہستہ سفید ہو گئی تھی۔

احادیثِ نبویہ میں وارد ہے:

جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہو گئے وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوں گے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۰' ج ۲ ص ۲۱۰' ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۳۴' نسائی ج ۶ ص ۲۶' مصنف عبدالرزاق ۱۵۲-۹۵۴۴-۹۵۴۸' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۱۵۲' البیہقی ج ۹ ص ۱۶۲' صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۲۷۹' الطبرانی المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۰۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۹۷۳' القضاعی

رقم الحدیث: ۴۵۷، صحیح الجامع رقم الحدیث: ۶۱۸۳)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس بات سے حیاء فرماتا ہے کہ وہ کسی سفید بالوں والے (بوڑھے مسلمان) کو عذاب دے۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۳۵، کشف الخفاء ۷۴۲)

اس باب میں احادیث بہ کثرت آئی ہیں، اسی طرح اشعار بھی بہت ہیں اور ہم اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں جو ذکر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

''سفید بال اور خضاب لگانے'' کے موضوع پر ایک اعرابی نے شعر کہے ہیں:

یابؤس من فقد الشباب وغیرت　　　منه مفارق رأسه بخضاب

''کیسا برا ہے وہ شخص جس کی جوانی گزر گئی ہے اور اس کے چہرے کو (سیاہ) خضاب کے ساتھ رنگ کر کے متغیر کیا گیا ہے''۔

یرجو غضارة وجهه بخضابه　　　و مصیر کل عمارة لخراب

''اور وہ بابا جان (بڑھاپے میں) خضاب سے اپنے مکھڑے پر دورِ شباب کے حسن اور تازگی کی بحالی کے خواہش مند اور امیدوار ہیں حالانکہ ہر عمارت کا انجام ویرانی ہے۔ (جبکہ بڑے میاں آثار قدیمہ ہی کی آرائش و زیبائش پر زر کثیر صرف کرنے پر مصر ہیں)''۔

شیئان لو بکت الدماء علیهما　　　عینای حتی یؤذنا بذهاب

''دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر چہ میری دونوں آنکھیں ان کے جانے پر خون کے آنسو ہی کیوں نہ بہائیں، آخران دونوں کو جانے کی اجازت دینی ہی پڑے گی''۔

إنی وجدت أجل کل مصیبة　　　فقد الشباب و فرقة الأحباب

''ایک جوانی ہے اور دوسری دوستوں کی جدائی اور میں نے ہر مصیبت کے آنے کی ایک مدت کو مقرر کردہ پایا ہے''۔

## بندہ کس وقت لوگوں کو پہچاننا چھوڑ دیتا ہے؟

ابن ماجہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ بندے کا لوگوں کو پہچاننا کس وقت ختم ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۳، التاریخ ج ۸ ص ۴۰۸)

## فصل

حضور ﷺ کا ارشاد عالی کہ بندہ جب معائنہ کر لیتا ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو اس وقت بندے کے لیے لوگوں کی جان پہچان اور شناخت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اس سے کس چیز کا معائنہ کرنا مراد ہے؟ مصنف (رحمہ اللہ تعالیٰ)

فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں معائنہ سے یا تو ملک الموت کو دیکھنا مراد ہے اور یا فرشتوں کو دیکھنا۔ (واللہ اعلم)

ایک دوسری روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ کی حالت نہ ہو (یعنی آثارِ موت ظاہر ہونے سے پہلے پہلے)۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲' ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۳-۳۴۳۰' صحیح الجامع رقم الحدیث: ۱۸۹۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۴۹' المستدرک ج ۴ ص ۲۵۷' القضائی رقم الحدیث: ۱۰۸۵' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۹۰)

غرغرہ یعنی جب سانس اکھڑنے لگے اور گلوگیر ہو' روح حلق تک پہنچ جائے اور بندہ جان بہ لب ہو تو اس وقت وہ اپنے انجام رحمت یا ذلت کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے اور اس وقت کا ایمان معتبر ہے اور نہ توبہ قبول ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۔ (المؤمن: ۸۵)

ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ ۔ (النساء: ۱۸)

اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے: اب میں نے توبہ کی۔

اور ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ (النساء: ۱۷)

وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں' ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے ○

توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے یہاں تک کہ بندہ روحوں کو قبض کرنے والے فرشتے کا معائنہ کر لے اور یہ غرغرہ یعنی آثارِ موت ظاہر ہونے کے وقت ہوتا ہے' جب رگِ دل کٹ جاتی ہے اور روح سینہ سے اٹھ کر گلے میں اٹک جاتی ہے تو اس وقت انسان' موت یا فرشتہ کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے اور اس وقت موت آ جاتی ہے اس لیے بندے پر واجب ہے کہ وہ غرغرۂ موت اور وقتِ نزع سے پہلے توبہ کر لے کیونکہ وقتِ نزع میں توبہ قبول نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ۔ (النساء: ۱۷)

پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں۔

حضرت ابن عباس اور سدی رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ "من قریب" سے مراد یہ ہے کہ مرض اور موت سے پہلے توبہ کر لے۔

ابومجلز، ضحاک، عکرمہ اور ابن زید اور دوسرے محدثین نے فرمایا کہ جب تک بندہ فرشتۂ موت کو نہ دیکھے، توبہ قبول ہوتی ہے۔

محمود وراق نے کیا خوب کہا ہے:

قدم لنفسک توبة مرجوة قبل الممات و قبل حبس الألسن

بادر بها غلق النفوس فانها ذخر وغنم للمنیب المحسن

''زبان کے بند ہونے اور موت کے آنے سے پہلے پُر امید ہو کر توبہ کر لے، سانس بند ہونے سے پہلے جلدی سے توبہ کر لے کہ یہ توبہ رجوع کرنے والے نیکوکار کے لیے ذخیرۂ آخرت اور غنیمت ہے''۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: اس وقت میں (نزع سے پہلے) توبہ صحیح ہے کیونکہ آئندہ گناہ کو ترک کرنے کا عزم مصمم کرنا اور گزشتہ گناہوں پر پشیمان ہونا پایا گیا اور قبولیت توبہ کی امید باقی ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ گناہوں کے فوراً بعد توبہ کرے اور پھر اس پر اصرار بھی نہ پایا جائے تو توبہ قبول ہوگی۔ بہرکیف اس میں کسی کو کلام نہیں ہے کہ زمانہ صحت میں توبہ کرنا افضل ہے اور موت کے وقت توبہ تو غایت درجہ کی دوری اور بعد ہے اور لیکن موت سے پہلے پہلے توبہ کرنا پس وہ قریب ہے، ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ ''من قریب'' سے مراد موت سے قبل توبہ کرنا مراد ہے۔

حضرت حسن روایت کرتے ہیں: شیطان جب زمین پر آیا تو کہنے لگا: اے اللہ! مجھے تیری عزت کی قسم ہے کہ جب تک آدمی کے جسم میں جان باقی رہے گی میں اس سے جدا نہیں ہوں گا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مجھے بھی اپنی عزت کی قسم ہے جب تک بندے کی روح حلق تک نہیں آ جاتی اور غرغرہ اور نزع کا وقت نہیں ہو جاتا میں اس کے لیے توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔

## توبہ کا حکم

تمام اہلِ اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ توبہ کرنا ہر کلمہ گو پر فرض ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (النور:۳۱)

اور اللہ کی طرف توبہ کرو، اے ایمان والو! سب کے سب اس امید پر کہ فلاح پاؤ گے ۝

اور ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ. (تحریم:۸)

اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو۔

## توبہ کی شرائط کا بیان

توبہ کی چار شرطیں ہیں۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہوا ہے اس پر دل سے نادم اور پشیمان ہو۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اس گناہ کو فی الفور ترک کر دے۔
(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا پکا ارادہ کرے۔
(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ توبہ صرف اللہ سے حیاء کرتے ہوئے اور اس کے خوف اور ڈر کی وجہ سے ہو کسی غیر کے خوف کی وجہ سے نہ ہو۔

اگر ان شرائط میں کوئی خلل اور نقصان پایا گیا تو توبہ صحیح نہیں ہوگی اور بعض علماء نے توبہ کے قبول ہونے کی یہ بھی شرط بیان کی ہے کہ بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرے اور کثرت سے استغفار کرے' گناہ پر اصرار نہ ہو اور توبہ محض زبانی نہ ہو دل کی گہرائی سے ہو کیونکہ جو شخص زبان سے تو "استغفر الله' استغفر الله" پڑھتا رہے لیکن معصیت پر اسی طرح مصر اور قائم ہو تو ایسے شخص کی استغفار محتاجِ استغفار ہے کیونکہ اصرار سے گناہِ صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتے ہیں۔

## اصرار اور تکرار میں فرق

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہماری استغفار بھی دوسری استغفار کی محتاج ہوتی ہے۔ مصنف (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ حضرت اپنے زمانہ کا یہ حال بیان فرما رہے ہیں تو ہمارے زمانے کا کیا حال ہوگا جس میں لوگوں نے ظلم کرنے کی انتہاء کر دی ہے؟ ہاتھ میں تسبیح بھی ہوتی ہے اور ظلم وستم سے بھی باز نہیں آتے' ان ظالموں کا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ سے توبہ استغفار کر رہے ہیں جبکہ امرِ واقع یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تحقیر اور ان کا استہزاء ہے اور ایسے لوگوں کا شمار اس گروہ میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑانے والے ہیں اور ان کے بارے میں قرآن پاک کہتا ہے:

وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ — اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق مت اڑاؤ۔

(البقرہ:۲۳۱)

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر تیز تیز یہ دعا پڑھ رہا ہے: "اللهم إني أستغفرک وأتوب اليک" آپ نے فرمایا کہ اے اعرابی! تیز تیز زبان سے اور عجلت بازی سے استغفار کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے' تیری توبہ ایک دوسری توبہ کی محتاج ہے۔ بقول نظیری:

ہست استغفارِ ما محتاج استغفار ما

اعرابی نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ توبہ کا صحیح طریقہ ارشاد فرما دیجئے' آپ نے فرمایا: جس توبہ میں یہ چھ چیزیں پائی جائیں وہ سچی توبہ ہے:

(۱) جو گناہ پہلے سرزد ہو چکے ہیں ان پر ندامت ہو۔
(۲) جو فرض ادا نہیں کیے ان کی قضاء کرے۔
(۳) کسی کا حق غصب کیا ہے تو اسے لوٹا دے۔
(۴) جس طرح پہلے اپنے نفس کو معصیت میں گلاتا رہا ہے اسی طرح اب اس کو اطاعت میں گلا دے اور جس طرح

اس نفس کو گناہ کی حلاوت چکھائی ہے اب اس کو عبادت واطاعت کی تلخی بھی چکھا لے۔

(۵) جس طرح تو نفس کو اللہ کی نافرمانی میں مزّین کرتا اور موٹا کرتا رہا اب اطاعتِ الٰہی میں بھی اسی طرح مزّین کر لے۔

(۶) اور جتنا تو ہنستا رہا ہے اب ہر ہنسنے کے بدلے اتنا ہی رو لے اور آنسو بہا لے۔

## توبۃ النصوح

ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندے کی سچی توبہ وہ ہے جس کو قرآن نے توبۃ النصوح کہا ہے۔توبہ کے وقت انسان کی کیفیت اس طرح ہو کہ جیسا کی زمین اپنی وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہو گئی ہے اور جان بھی تنگ اور شکنجے میں آئی ہوئی لگے جیسے وہ تین حضرات (حضرت کعب بن مالک' مرارہ بن ربیعہ عامری اور ہلال بن امیہ واقفی) جن کی توبہ قبول کرنے کا معاملہ مؤخر کیا گیا۔ (صحیح مسلم میں اس کی تفصیل موجود ہے)

## توبۃ النصوح سے کیا مراد ہے؟

مصنف لکھتے ہیں کہ توبۃ النصوح سے بعض نے یہ مراد لیا ہے کہ جن لوگوں کے حقوق مارے ہیں ان کو حق واپس کر دے یا ان سے معاف کرا لے اور طاعات وعبادات پر مداومت اور ہمیشگی کرے (اس کی اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن امور سے توبہ کی جائے گی وہ یا تو کفر ہے یا اس کے علاوہ' پس اگر یہ کفر ہے تو اس سے توبہ کی شرط یہ ہے کہ بندہ ایمان بھی لائے اور ساتھ ہی اپنے ماضی کے کفر پر نادم بھی ہو' صرف ایمان لانا ہی توبہ کی حقیقت نہیں ہے (مثلاً کوئی یہودی ایمان لائے تو اس کی توبہ کے قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اس برائی کا مرتکب تھا کہ حضور ﷺ کی صفات چھپاتا تھا تو وہ اب اس چھپانے کو ترک کر دے اور لوگوں میں بیان کرے' کوئی عیسائی مسلمان ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کے بندہ اور رسول ہونے کا اقرار کرے اور ان کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی نفی کرے اور اسی طرح اب کوئی قادیانی مثلاً مسلمان ہو تو اس پر لازم ہے کہ مرزا کے دعویٰ نبوت سے برأت کا اظہار کرے اور اس کے کفر کا اقرار کرے)۔

اور غیر کفر کی پھر دو صورتیں ہیں کہ ان امور کا تعلق حقوق اللہ سے ہے یا حقوق العباد سے۔اگر وہ حقوق اللہ ہیں تو اس کی پھر آگے دو صورتیں ہیں کہ بعض چیزوں سے توبہ کی فقط یہ شرط ہے کہ ان کو ترک کر دیا جائے لیکن بعض اشیاء ایسی ہیں کہ جن میں شرع نے صرف ترک کرنے پر توبہ کے قبول ہونے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ یہ شرط بھی زائد کی ہے کہ ان کی قضاء کرے مثلاً نماز اور روزہ وغیرہ اگر رہ گئے ہوں تو توبہ کے لیے ان کی قضاء بھی لازم ہے اور بعض میں کفارہ کی ادائیگی لازم ہے مثلاً قسم توڑنے کا کفارہ۔

اور اگر بندہ کے جرم کا تعلق آدمیوں کے حقوق سے ہے تو پھر توبہ کے قبول ہونے کے لیے بہر حال لازم یہ ہے کہ حقداروں کو ان کے حقوق لوٹائے جائیں اور اگر وہ نہ مل سکیں تو ان کی طرف صدقہ کر دے اور اگر کسی شخص کا ان چاروں حقوق سے بری الذمہ اور سبکدوش ہونا دشوار ہو تو امید کی جانی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے

معاف فرمادے گا اور کتنے ہی گناہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا' بندے پر لازم ہے کہ وہ برائیوں کے ارتکاب کے بعد زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے اور جن مسلمان مردوں اور عورتوں پر کوئی ظلم و زیادتی کر بیٹھا ہے ان سے ہر ممکن طریقے سے معافی تلافی کرے اور ان کے حق میں استغفار کرے' ان کی مغفرت اور بخشش کی دعائیں کرتا رہے۔ یہ توبہ کی حقیقت میں (مختصر گفتگو) تھی۔

## حقیقی تائب کن اوصاف کے حامل کو کہا جائے گا؟

حضرت عبداللہ ابن مسعود مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کی جماعت میں تشریف فرما تھے کہ جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا: جانتے ہو توبہ کرنے والا کون ہے؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا اللہ! تیرا ہی آسرا! نہیں (یا رسول اللہ!) آپ نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص نے توبہ کی اور اس کے مخالف اس سے راضی نہیں ہیں تو وہ شخص توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

☆ اور جب کسی شخص نے توبہ کی اور اپنا لباس نہیں بدلا تو وہ توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

☆ اور جب کسی شخص نے توبہ کی اور اپنی مجلس نہیں بدلی تو وہ توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

☆ اور جب کسی شخص نے توبہ کی اور اپنے اخراجات اور اپنی زینت کو نہیں بدلا تو وہ توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

☆ اور جب کسی بندے نے توبہ کی اور اپنا بستر اور تکیہ نہیں بدلا تو وہ توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

☆ اور جب کسی بندے نے توبہ کی اور اپنے اخلاق میں وسعت ظاہر نہیں کی تو وہ توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

☆ اور جب کسی شخص نے توبہ کی اور اپنے دل میں اور ہاتھ میں کشادگی پیدا نہیں کی تو وہ توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ ان عادتوں سے توبہ کرلے تو وہ حقیقت میں توبہ کرنے والا ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مخالف اور جن سے لڑائی جھگڑا ہوا ہو ان کو راضی کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان کا چھینا ہوا مال واپس کردے یا اگر کسی کے ساتھ خیانت اور بددیانتی کی تھی یا کسی کی غیبت کی تھی یا کسی کی آبروریزی اور بے عزتی کی تھی یا مخالف کی تکلیف پر خوشی کا اظہار کیا تھا یا انہیں گالی گلوچ کی تھی تو ان کو ہر ممکن طریقے سے راضی کرے اور ان سے معافی مانگے اور وہ لوگ دنیا میں نہیں رہے تو ان کے حقوق مالی ان کے وارثوں کو لوٹا دے اور اگر ان ورثہ کو نہیں جانتا اور یا ان کا اتا پتا نہیں ہے تو ان کی طرف سے صدقہ کردے اور ان کے مرجانے کی صورت میں ان کے لیے استغفار کرے اور ان کی بخشش کی دعا کرے اور یوں دعا کرے کہ اے اللہ! میری اس دعا کو اس کا عوض اور بدلا بنادے جو میں نے ان کی برائی کی تھی اور ان کی غیبت کرتا رہا ہوں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور حدیث پاک میں جو تائب کے لباس بدلنے کا ذکر ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے حرام کا لباس پہن رکھا ہے تو اس کو بدل کر حلال کمائی کا لباس پہن لے اور اسی طرح اگر ایسے کپڑے پہنتا ہو جن سے تکبر اور بے جا فخر و مباہات کا اظہار ہوتا ہو تو اس کی جگہ سادہ لباس پہنے۔

اور مجلس بدلنے سے مراد یہ ہے کہ لہو ولعب اور جاہلوں اور بدعتیوں کی مجلس میں بیٹھنا چھوڑ دے اور علماء' فقراء اور صلحاء اور اہلِ ذکر و فکر کی مجالس میں بیٹھا کرے' ان سے علیک سلیک رکھے' مصافحہ کرے اور اپنی استطاعت کے

مطابق ان کی خدمت کر کے ان کے دل میں اپنا مقام پیدا کرے اور ان کا تقرب حاصل کرے۔

اور کھانے کے بدلنے سے مراد یہ ہے کہ حلال کھائے مشکوک اور مشتبہ ذرائع سے حاصل کردہ خوراک سے پرہیز کرے اور محض شہوت اور خواہش نفس کے لیے نہ کھائے۔

اور کھانے کے اوقات میں بھی تبدیلی لائے اور لذیذ اور مرغن غذاؤں کو ہی اپنا مقصود نہ بنالے۔

اخراجات کی تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ حرام آمدن کو ترک کر دے اور کسب حلال کو اپنا شعار بنائے۔

زینت و آرائش میں تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ گھر اور مکانِ سادہ ہو اور گھر کا سارا ساز و سامان فرنیچر اور برتن اور کھانا پینا سب چیزیں جائز و حلال اور سادہ لے آئے۔

اور بستر تبدیل کرنے سے مراد یہ ہے کہ پہلے جو بیکاری' غفلت' عیاشی اور گناہوں میں راتیں گزاری ہیں اب ان کے بدلے میں فرائض و واجبات کی ادائیگی کے علاوہ شب بیداری کرے اور رات کو جاگ کر نوافل ادا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ. ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں۔

(السجدۃ:١٦)

یعنی راتوں کو دادِ عیش دیتے پھرنے کے بجائے وہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں' ان کا حال ان دنیا پرستوں کا سا نہیں ہے جنہیں دن کی محنتوں کی کلفت دور کرنے کے لیے راتوں کو ناچ گانے اور شراب نوشی اور کھیل تماشوں کی تفریحات درکار ہوتی ہیں' اس کی بجائے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ دن بھر اپنے فرائض انجام دے کر جب وہ فارغ ہوتے ہیں تو اپنے رب کے حضور کھڑے ہو جاتے ہیں' اس کی یاد میں راتیں گزارتے ہیں' اس کے خوف سے کانپتے ہیں اور اسی سے اپنی ساری امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔

(بستروں سے پیٹھیں الگ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ راتوں کو سوتے ہی نہیں' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ راتوں کا ایک حصہ خدا کی یاد میں صرف کرتے ہیں)۔ (تفہیم القرآن ابوالاعلیٰ مودودی۔ مترجم)

## تبدیلیٔ اخلاق

اس سے مراد سختی سے نرمی' تنگ ظرفی سے وسعت قلبی' بخل اور کنجوسی سے سخاوت و بخشش کی طرف لوٹنا ہے۔ دل کی کشادگی کا پتا اس سے چلے گا کہ وہ ہر حال میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے لگے اور ہاتھ کی کشادگی سے مراد یہ ہے کہ سخاوت کرے اور اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دے اور ایثار کرے' اسی طرح دیگر بری عادتوں کا ترک کرنا اخلاق و عادات کی تبدیلی میں آتا ہے مثلاً شراب وغیرہ پینا چھوڑ دے' زنا ترک کر دے' بیواؤں اور یتیم و بے سہارا لوگوں پر خرچ کرنے کی عادت ڈالے' ان کے اخراجات اور شادی بیاہ اور جہیز وغیرہ کے اخراجات اپنے ذمے لے اور ان تمام تر تبدیلیوں اور نیک کاموں کو انجام دینا شروع کر دینے کے ساتھ گزشتہ گناہوں اور ماضی کے غلط کرتوتوں پر برابر نادم اور پشیمان بھی رہے اور زندگی کے جو قیمتی اور انمول لمحات بیکاری اور غفلت کے اندر برباد کر دیئے ہیں ان پر حسرت اور کف افسوس بھی ملتا رہے اور جب ان مذکورہ اوصاف اور شرائط کے مطابق بندہ توبہ

کامل کر لے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے اور محافظ فرشتوں کے نوشتوں اور ان کے دفتروں سے اور زمین کے ان خطوں سے اس کے تمام گناہوں اور خطاؤں کو محو فرما دیتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ○ (طٰہٰ:۸۲)

اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا اور پھر (تا دمِ آخر) ہدایت پر رہا۔

اور اس جملہ گفتگو کی اصل وہ حدیث ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد ایک عالم سے سوال کیا کہ آیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے جاؤ فلاں فلاں علاقے میں چلے جاؤ وہاں کچھ اللہ تعالیٰ کے عابد بندے رہتے ہیں تم ان کی صحبت میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بری جگہ ہے۔

فائدہ: علماء نے کہا ہے کہ توبہ کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ جس زمین میں اس نے گناہ کیے ہوں اس کو چھوڑ دے اور جو لوگ اس کو گناہ کی دعوت دیتے ہوں اور گناہ میں اس کی معاونت کرتے ہوں ان سے قطع تعلق کر لے تاوقتیکہ وہ بھی تائب نہ ہو جائیں اور یہ کہ علماء' صلحاء عبادت گزاروں اور اہل تقویٰ کی صحبت اور مجلس کو اختیار کرے اور ان کی نصیحت اور مجلس سے فائدہ حاصل کرے۔ (مترجم)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں عبداللہ بن مغفل سے یہ حدیث روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' میں اپنے والد کے ایک جانب پہلو میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ میرے والد نے ان سے کہا: آیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ بے شک بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے (یعنی توبہ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرماتا ہے یعنی اس کی توبہ کو شرف قبولیت بخشتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! میں نے سنا ہے' حضور ﷺ فرماتے تھے کہ ندامت توبہ ہی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۷ص ۸۲)

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۸ص ۴۸۷' صحیح مسلم ج ۱۷ص ۱۱۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۲' مسند احمد ج ۱ص ۳۷۶-۴۲۳' المستدرک ج ۴ص ۲۴۳' الحمیدی رقم الحدیث: ۱۰۵' القضاعی رقم الحدیث: ۱۳-۱۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۱' الطبرانی المعجم الصغیر ج ۱ص ۳۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ص ۲۵۱' تاریخ بغداد ج ۹ص ۴۰۵' الطیالسی رقم الحدیث: ۳۸۱' البیہقی ج ۱۰ص ۱۵۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۲۴۹' صحیح الجامع رقم الحدیث: ۶۶۷۸)

ابوحاتم بستی نے ''المسند الصحیح'' میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

کیا ہے وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تین بار یہی کلمات ارشاد فرما کر آپ خاموش ہو گئے تو ہم میں سے ہر شخص نے اپنا سر جھکا لیا اور رسول اللہ ﷺ کی قسم کی وجہ سے غمگین ہو کر رونے لگا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے اور رمضان کے روزے رکھتا ہے اور سات کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے قیامت کے دن جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا حتیٰ کہ وہ دروازے بجیں اور کھڑکیں گے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ . (النساء:۳۱)

اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے گناہ ہم بخش دیں گے۔

(نسائی ج ۵ ص ۸' ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۵' البیہقی ج ۱۰ ص ۱۸۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۰' ج ۲ ص ۲۰۴' ابن جریر رقم الحدیث: ۹۱۸۵)

مؤلف کتاب شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قرآن پاک کی یہ آیت دلیل ہے کہ گناہوں میں بعض کبیرہ ہیں اور بعض صغیرہ برخلاف اس شخص کے مذہب کے جو یہ کہتا ہے کہ تمام گناہ کبیرہ ہوتے ہیں (اس کی مکمل تفصیل ہم نے اسی آیت کے تحت اپنی تفسیر سورۃ نسآء میں بیان کر دی ہے) صغیرہ گناہ مثلاً اجنبیہ عورت کی طرف نظر کرنا اور اس کے بدن کو چھونا وغیرہ۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کچھ حق واجب نہیں ہے لیکن اس نے اپنے کرم سے یہ لازم فرما لیا ہے کہ اگر کوئی بندہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے اور بچے اور اسی طرح فرائض کی ادائیگی کرتا رہے تو وہ صغائر کو ضرور بخش دے گا۔ اپنے قول برحق اور سچا وعدہ کی بناء پر (یہ نہیں کہ اس پر یہ واجب ہے)۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں وارد ہے۔

جس کو امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پنجگانہ نماز اور جمعہ کی ادائیگی سے اگلے جمعہ تک کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اسی طرح ماہ رمضان کے روزے رکھنا آئندہ رمضان تک کے صغائر کے لیے کفارہ بن جاتا ہے جبکہ کبائر سے انسان اجتناب کرتا ہو۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۱۷-۱۱۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۰-۴۱۴' ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۴-۱۸۱۴' البیہقی ج ۲ ص ۴۶۶-۴۶۷' المستدرک ج ۱ ص ۱۱۹' صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۱۶' الطیالسی رقم الحدیث ۲۴۷۰' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۵۰' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۷)

اور اس باب میں یہی مذہب صحیح ہے اور یہی مفسرین اور فقہاء کی جماعت کا موقف ہے باقی رہے کبائر تو ان کا کفارہ اپنی شرائط کے ساتھ توبہ کرنا ہی ہے۔

کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ ان کی تعیین کا یہ مقام نہیں ہے اس لیے ان کو آئندہ کے لیے اٹھا رکھتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ''قصاص'' کے باب میں اور کچھ حصہ ''دوزخ'' کے باب میں آجائے گا۔

## مؤمن اور کافر کو جان نکلنے سے پہلے جنت' دوزخ کی بشارت مل جاتی ہے

ابن مبارک نے محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ جب مؤمن کی روح مائل پرواز ہوتی ہے تو

ملک الموت آ کر کہتے ہیں: 'السلام علیک یا ولی اللہ'' اے اللہ کے دوست! آپ پر سلام ہو' آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔ پھر اس آیت سے استدلال کیا کہ:

الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ ۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ۙ (النحل:۳۲)

وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ملک الموت مؤمن کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں: آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے۔

براء بن عازب اس آیت:

تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ (الاحزاب:۴۴)

ان کے لیے ملتے وقت کی دعا سلام ہے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ موت کے وقت ملک الموت مؤمن کو سلام کہتا ہے اور مؤمن کی روح سلام کہے بغیر قبض نہیں کرتا۔

مجاہد نے کہا: بے شک مؤمن کو اس کی اولاد کے نیک کاموں کی بشارت دی جاتی ہے تاکہ مؤمن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس کو راحت و قرار ملے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں' اگر نیک آدمی ہو تو اس سے کہتے ہیں: اے پاک روح! نکل جا جو پاک جسم میں تھی نکل! قابلِ تعریف' خیریت' راحت اور پاک رزق اور راضی رب کی بشارت حاصل کر' اس سے یہ مسلسل کہتے ہیں یہاں تک کہ نکل آتی ہے' پھر اس کو آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے' اس کے لیے آسمان کو کھولا جاتا ہے' کہا جاتا ہے: یہ کون ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: یہ فلاں ہے' تو کہا جاتا ہے کہ خوش آمدید! پاک روح کو جو پاک جسم میں تھی' آ جایئے قابلِ ستائش ہو اور خیریت' راحت' پاک رزق اور راضی پروردگار کی بشارت لیجئے' اس سے یہ برابر کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے جس میں اللہ (کا حکم و امر اور تجلّی) ہے اور جب آدمی برا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے پلید جان! نکل' جو پلید جسم میں تھی' نکل ملامت والی ہو کر' کھولتے پانی' پیپ اور اس سے ملتے جلتے دوسرے عذابوں کی بشارت قبول کر' اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتیٰ کہ نکل آتی ہے' پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے تو اس کے لیے آسمان کھلوایا جاتا ہے' پوچھا جاتا ہے: یہ کون ہے؟ کہا جاتا ہے: فلاں' تو کہا جاتا ہے: اس کے لیے خوش آمدید نہیں ہے' پلید جان ہے جو پلید جسم میں تھی' ملامت کی ہوئی واپس مڑ جا' کیونکہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھل سکتے' پھر اسے آسمان سے نیچے پھینک اور پٹخ دیا جاتا ہے حتیٰ کی قبر کی طرف آ جاتی ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۰' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۷' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۳' صحیح الجامع رقم الحدیث: ۱۹۶۴)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں اگر آدمی نیک ہوتا ہے تو اس سے کہتے ہیں: اے پاک روح! نکل۔
(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۸، مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۰، صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۷، الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۸۹، المستدرک ج ۱ ص ۳۵۳، صحیح الجامع رقم الحدیث: ۱۹۶۴)

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مسلمان کی روح نکلتی ہے تو اس کو دو فرشتے اپنے ہاتھوں میں لے کر بلندی کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۲۰۵)

حماد نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس (روح) کی عمدہ خوشبو اور مشک کا ذکر کیا اور فرمایا کہ آسمان والے کہتے ہیں: پاک روح، زمین کی طرف سے آئی، اللہ تجھ پر اور اس تن بدن پر رحمتیں فرمائے جسے تو نے آباد اور معمور کیے رکھا، پھر اسے پروردگار کے پاس لے جاتے ہیں، رب کریم فرماتا ہے کہ اسے اختتامِ مدت تک وہیں پہنچا دو۔

فرمایا کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے "حماد کہتے ہیں کہ" حضور ﷺ نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر فرمایا اور یہ کہ آسمان والے کہتے ہیں کہ یہ خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، تو کہا جاتا ہے: اسے میعادِ معیّن تک کے لیے لے جاؤ، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر چادر تھی، اسے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح (اشارہ کر کے بتایا) اپنی ناک مبارک سے لگایا۔

## جو اللہ سے ملنے کو محبوب رکھے اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے

امام بخاری نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ سے ملنے کو محبوب رکھے، اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (یا کسی اور زوجہ مطہرہ) سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں: (میں نے کہا: یا رسول اللہ!) ہم میں سے ہر شخص (طبعًا) موت کو ناپسند کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے لیکن جب مؤمن کو اللہ کی رحمت، رضوان اور جنت کی بشارت دی جائے تو وہ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے سو اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی کی خبر دی جائے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے سو اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۳۵۷، صحیح مسلم ج ۱۷ ج ۹، نسائی ج ۴ ص ۹، ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۶، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۴، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳، الحمیدی رقم الحدیث: ۲۲۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۴۹، صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۶، القضاعی رقم الحدیث: ۴۳۰، الطیالسی رقم الحدیث: ۵۷۴، البزار رقم الحدیث: ۸۰۷، البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث: ۲، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۱۲، الزھد لوکیع رقم الحدیث: ۸۹، التاریخ ج ۶ ص ۲۷۲)

(اس حدیث کو امام مسلم اور ابن ماجہ نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن مبارک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

## فصل

یہ حدیث اگرچہ مبیّن و مفسر ہے تاہم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کی تفسیر منقول ہے

جس کی تفصیل اس طرح ہے: شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا: اے ام المؤمنین! میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے' اگر واقعی اسی طرح ہے تو ہم مارے گئے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے قول سے جو ہلاک ہوا وہ واقعی ہلاک ہو گیا' بتاؤ وہ کیا حدیث ہے؟

انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

اور ہم میں ایسا کوئی نہیں ہو گا جو موت کو ناپسند نہ کرتا ہو' حضرت عائشہ عفیفہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا لیکن اس کا وہ مطلب نہیں جو تم نے سمجھا ہے لیکن جب آنکھیں اوپر اٹھ جائیں اور سینہ میں دم گھٹ جائے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور انگلیاں ٹیڑھی ہو جائیں اس وقت جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

اس حدیث کی تفسیر میں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک اور روایت یہ بھی منقول ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے (یعنی اس کا خاتمہ بالخیر فرمانا چاہتا ہے) تو اس کے مرنے سے ایک سال پہلے ایک فرشتے کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے جو اس کو راہِ راست پر لگاتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ خیر پر مر جاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو بڑی اچھی حالت میں موت آئی ہے اور ایسے (توفیق یافتہ) شخص کا جب وقتِ اخیر آتا ہے اور وہ اپنے رب کے انعام و اکرام کو دیکھ لیتا ہے تو اس کی جان نکلنے میں جلدی کرتی ہے' اس وقت اسے اپنے اللہ سے ملنے کی چاہت ہوتی ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند فرماتا ہے اور جب اللہ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ نہیں فرماتا تو اس کی موت سے ایک سال قبل اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو اسے گمراہ کرتا رہتا ہے اور فتنوں میں ڈال دیتا ہے (حتیٰ کہ وہ بدترین حالت میں مرتا ہے) لوگ کہتے ہیں: فلاں شخص کا خاتمہ برا ہوا ہے ایسا (بے توفیق) شخص جب قریبِ مرگ ہوتا ہے اور عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو اس کی جان اٹکنے لگتی ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب وہ خدا سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے اور خدا اسے ملنے کو پسند نہیں فرماتا۔

ترمذی نے ''تقدیر'' کے باب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل جب کسی بندے کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کوئی کام لے لیتا ہے' عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیسے کام لیتا ہے؟ فرمایا کہ مرنے سے قبل اس کو نیک کام کرنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث ۲۱۴۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۴' صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۷۸' البیہقی ج ۱ ص ۹۹' المستدرک ج ۱ ص ۲۴۰' مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۶۱' السنۃ لابن ابی عاصم ۳۹۲-۳۹۸)

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ انہی سے ایک دوسری روایت ہے: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو معسول (شیریں زبان' خوش خصال) بنا دیتا ہے' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! معسول کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے اس کے مرنے سے پہلے اچھے کاموں کی راہیں کھول دیتا ہے حتیٰ کہ اس کے اردگرد رہنے والے سب اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۰' صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۸ ۲۷' تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۳۴' الطبرانی الکبیر ج ۸ ص ۱۳۰۔۲۰۴' السنہ لا بن ابی عاصم رقم الحدیث: ۴۰۰' السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۱۱۴)

سورۂ واقعہ کی آیت ''فروح و ریحان'' کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''الروح'' سے مراد رحمت ہے اور ''ریحان'' سے مراد یہ ہے کہ موت کے وقت فرشتے مؤمن کے پاس جنت سے پھول دار ٹہنیاں لے کر آتے ہیں (وہ سونگھتا ہے اور اس کی جان پرواز کر جاتی ہے اور اس کی روح کو پھولوں میں رکھ کر لے جایا جاتا ہے)۔

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس قول:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ○ (المؤمنون: ۹۹۔۱۰۰)

حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس پھیر دے ○

کی تفسیر میں فرمایا کہ جب مؤمن فرشتوں کو دیکھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: ہم آپ کو دنیا میں واپس لوٹا دیں؟ تو وہ کہتا ہے: کیا مجھے اس مصیبت خانے میں دوبارہ بھیجو گے؟ نہیں' نہیں' میں تو ہمیشہ خدا کی جناب میں رہوں گا اور لیکن جب کافر سے کہتے ہیں کہ ہم تجھ کو دنیا کی طرف لوٹا دیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ:

ارْجِعُوْنِ ۙ○ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا. (المؤمنون: ۹۹۔۱۰۰)

مجھے لوٹا دو ○ تا کہ میں اچھے کام کروں۔

(تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۴۰' فتح القدیر ج ۳ ص ۵۰۱)

## ایک حدیث کی تشریح

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں ہے کہ ''حتیٰ کہ روح اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہے'' تو اس کا کیا مطلب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کسی مکان اور جگہ میں نہیں ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا حکم اور امر (یا اس کی تجلی) اور اس سے مراد کون سا آسمان ہے؟ تو اس سے مراد ساتواں آسمان ہے جو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے کہ زمین سے جو بھی چیز عروج کرتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پہ جا کر رک جاتی ہے اور زمین کی طرف بھی جو چیز اترتی ہے وہیں سے نازل ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث الاسراء میں (صحیح مسلم میں ساتویں کی بجائے چھٹے آسمان کا ذکر ہے۔ مترجم) حضرت کی حدیث ہے: بے شک وہ روح ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گی۔

## ایک علمی مذاکرہ کا بیان

مؤلف تذکرہ شیخ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایک دفعہ میں اپنے صاحب علم و نظر ساتھی ججوں سے گفتگو کر رہا تھا'

ہمارے ساتھ اہل نظر وفکر کی ایک جماعت شریک گفتگو تھی' ابوعمر بن عبدالبر نے اللہ تعالیٰ کے قول ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى○ '' (طٰہٰ:۵) کی تفسیر میں جو کچھ بیان کیا اس پر بات چیت جاری تھی' میں نے یہی حدیث اس کے لیے پیش کی تو ایک جج نے فوراً کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس حدیث کے راویوں پر لعن طعن شروع کر دی' تازہ کھجوریں ہمارے پاس رکھی تھیں اور اس میں سے ہم کھا رہے تھے اور گفتگو جاری تھی' میں نے اس سے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' ابن ماجہ نے اس کو اپنی سنن میں لکھا ہے اور حدیثوں کو اس انداز سے رد نہیں کر دینا چاہیے بلکہ اس میں مناسب تاویل کر کے کسی معقول معنیٰ پر محمول کرنا چاہیے اور اس حدیث کے رُواۃ وہی ہیں جنہوں نے ہمارے لیے پانچ نمازیں اور ان کے احکام نقل کیے ہیں' اگر یہ راوی یہاں سچے ہیں تو وہاں بھی سچے ہوں گے اور اگر یہاں جھوٹے ہیں تو وہاں بھی جھوٹے ہوں گے پھر تو ان جملہ روایات اور احادیث مرویہ کو قبول کرنے میں کسی پر اعتماد اور وثوق نہیں رہے گا۔

بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مؤمن کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو فرشتے ریشم اور خوشبودار ٹہنیاں لے کر آتے ہیں اور اس کی روح کو اس طرح نکالتے ہیں جیسے آٹے سے بال اور اس سے کہتے ہیں کہ اے مطمئن نفس! اللہ کی رحمت اور کرامت کی طرف نکل کر آ' جب اس کی روح نکلتی ہے تو اسے اس مشک دار پھول اور خوشبو پر رکھا جاتا ہے اور ریشم میں لپیٹ کر علیین میں لے جاتے ہیں اور جب کافر کی روح نکلنے کو ہوتی ہے تو فرشتے ایک کھردرے سے ٹاٹ یا بالوں کے کمبل میں انگارے اور کنکریاں رکھ کر لاتے ہیں اور سختی سے اس کی روح نکالتے ہیں اور کہتے ہیں: اے خبیث روح! تو خدا سے ناخوش اور خدا تجھ سے ناخوش ہے' تو ذلت اور عذابِ الٰہی کی طرف چل؟ جب اس کی روح نکلتی ہے تو اس کو چنگاریوں پر رکھ کر بھونا جاتا ہے' پھر ٹاٹ میں لپیٹ کر اس (سجّی) کو سجّین میں لے جاتے ہیں۔ (نسائی ج ۴ ص ۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۴' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۷۔۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۲۔۳۵۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۴۔۱۰۵' الالکائی ج ۱ ص ۱۷۹)

نوٹ: اس حدیث میں ہے کہ مؤمن کی روح کو علیین میں لے جاتے ہیں' اس سے پہلے ابوہریرہ کی حدیث میں تھا کہ اس کو آسمان میں لے جاتے ہیں جہاں اللہ (کا حکم) ہے تو یہ حدیث پچھلی حدیث کی تفسیر ہے اور احادیث بعض، بعض کی تفسیر ہوتی ہیں لہٰذا کوئی اشکال نہیں رہا۔ (مترجم)

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایک دفعہ یہ حدیث کہ روح اس آسمان میں پہنچتی ہے جس میں اللہ (کا حکم) ہے) ایک مشہور جج کے سامنے بیان کی جس کے علم اور فقاہت کا بڑا چرچا تھا' اس نے چھوٹتے ہی اس حدیث کے راویوں اور نقل کرنے والوں پر لعنت کے ڈھنڈورے برسانا شروع کر دیئے' اس نے اس حدیث سے تجسیم (اللہ کے لیے جسم اور مکان کو ماننا) کا گمان کیا' میں نے اس سے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو روایت کرنے والے وہی راوی ہیں جنہوں نے پانچ نمازیں' ان کے احکام اور دوسرے امورِ دین کے متعلق احادیث نقل فرمائی ہیں اگر اس جگہ ان کی تصدیق نہیں کرو گے تو پھر وہاں بھی ان کی تکذیب کرنا پڑے گی اور اگر وہ اس جگہ سچے نہیں تو پھر وہاں بھی ان کی حدیث کی تصدیق نہ کرو' اور اگر وہاں (نمازوں کی فرضیت والے مقام پر) ان رُواۃ کی تصدیق

کرتے ہو تو یہاں بھی ان کی تصدیق کرو اور اس حدیث کو سچا مانو! دراصل قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی حدیث کا ظاہری معنیٰ درست نہ ہو تو اس کی تاویل کر کے اچھے معنیٰ پر اس کو محمول کرنا چاہیے اور مناسب تاویل سے اوہام کا ازالہ ہو جاتا ہے'ابھی ہماری گفتگو جاری تھی کہ اتنے میں اہل فقہ ونظر کی ایک جماعت بھی آ گئی' میں نے ان سے بھی اپنی اس بحث کا ذکر کیا اور پھر میں نے حدیث التنزیل اور اللہ کے قول ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ ''(طٰہٰ:۵) اور اس کے متعلق ان علمائے کرام کی تصریحات کو پیش کیا جس کا بیان میں انشاء اللہ اسی کتاب کے ایک مقام پر تفصیلاً بیان کروں گا جو الحمد للہ طالبِ ہدایت کے لیے کفایت کرے گا۔ انتظار فرمائیے!

**نوٹ**: اس باب کے آغاز میں محمد بن کعب کی روایت میں تھا کہ ''إذا استنقعت نفس المؤمن'' استنقاع نفس کا کیا معنیٰ ہے؟ شمر نے کہا کہ مجھے اس کا معنیٰ معلوم نہیں اور میں نے امام زہری سے سنا' وہ کہتے تھے کہ اس کا معنیٰ ہے جب جان نکلنے لگے اور گلے میں آ کر رک جائے تو گھٹ گھٹ کی آواز بلند ہوتی ہے جیسا کہ بوتل میں پانی ہو اس کو اوندھا کریں تو آواز بلند ہوتی ہے اور ہروی نے نقل کیا ہے کہ نفس سے مراد اس مقام پر ''روح'' ہے۔

## •••-باب

اس باب میں مندرجہ ذیل امور کا بیان ہوگا

(۱) آسمانوں پر روحوں کا باہم ملاقات کرنا

(۲) اہل زمین کے بارے میں سوال وجواب کرنا

(۳) اعمال کے پیش کیے جانے کا بیان

ابن مبارک نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مؤمن کی روح قبض کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ اللہ کے بندوں میں سے بخشے ہوئے لوگ ملاقات کرتے ہیں جیسے دنیا میں بشارت دینے والے ملتے تھے' وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے حال احوال پوچھتے ہیں' پھر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اپنے ساتھی کو دیکھو تا کہ اس کو راحت میسر ہو کیونکہ یہ پہلے شدید کرب والم میں تھا پس وہ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ فلاں مرد کا کیا ہوا؟ فلاں عورت کا کیا ہوا؟ کیا اس نے شادی کر لی ہے؟ پھر اس مرد کے متعلق سوال کرتے ہیں جو اس سے پہلے فوت ہوا تھا' وہ بتاتا ہے: وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو گیا' وہ کہتے ہیں: ''انا للہ وانا الیه راجعون'' اس کو ''ہاویہ'' میں پہنچا دیا گیا ہے اور ہاویہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے اور کہا کہ بے شک تمہارے اعمال برزخ میں تمہارے عزیزوں اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں' اگر وہ اعمال اچھے ہوں تو ان کو خوشی اور مسرت ہوتی ہے اور کہتے ہیں: اے اللہ! یہ تیرا اپنے بندہ پر انعام اور فضل ہے' تو اپنے بندے پر اس نعمت کو پورا کر اور اسی پر اس کا خاتمہ کر اور برے اعمال بھی ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں' اس وقت وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! تو اپنے اس بندے پر رحم وکرم فرما۔

ابن مبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک

تمہارے اعمال تمہارے فوت ہونے والوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں (اگر اچھے ہوں تو) وہ خوش ہوتے ہیں اور (اگر برے ہوں تو) ان کو تکلیف ہوتی ہے نیز کہا کہ حضرت ابودرداء یہ دعا کیا کرتے: اے اللہ! میں کسی ایسے عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جس سے عبداللہ بن رواحہ کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اے اللہ! میں ایسے عمل سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کے کرنے کی وجہ سے میں عبداللہ بن رواحہ کے نزدیک رسوا ہو جاؤں اور ان کی نظروں سے گر جاؤں۔

ابن مبارک نے عثمان سے روایت کی وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن جبیر نے کہا کہ میں اپنی بھتیجی (عمرو بن اوس کی بیٹی اور عثمان کی بیوی) سے ملنا چاہتا ہوں میرے لیے اجازت لے کر آئیں چنانچہ جب اجازت لے کر میں نے ان کو بتایا تو وہ گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ بھتیجی! بتاؤ تمہارے شوہر کا تمہارے ساتھ کیسا سلوک ہے؟ اس نے کہا کہ بے شک وہ میرے محسن ہیں اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق اچھا برتاؤ کرتے ہیں پھر ابن جبیر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے عثمان! ہماری اس بچی کے ساتھ نیکی کرنا اور تم جو بھی کچھ سلوک اس کے ساتھ کرتے ہو وہ اس کے والد عمرو بن اوس کو معلوم ہو جاتا ہے۔ عثمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کیا مُردوں کو بھی زندوں کی خبریں پہنچ جاتی ہیں؟ ابن جبیر کہنے لگے: ہاں! ہر شخص کو اس کے عزیز و اقارب کے احوال کی خبر کر دی جاتی ہے اگر وہ اچھی خبر ہو تو مرنے والوں کو خوشی ہوتی ہے اور اگر کوئی بری خبر ہو تو ان کو افسوس ہوتا ہے اور وہ غمگین ہوتے ہیں حتیٰ کہ پہلے مُردوں کی روحیں نئے فوت ہونے والے کی روح سے اس مرد کے متعلق جو اس سے پہلے فوت ہو چکا ہوتا ہے سوال کرتی ہیں کہ اس کا کیا بنا؟ تو کہا جاتا ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ تو وہ کہتے ہیں: نہیں! اس کو (یہی ہوسکتا ہے کہ) فرشتے ہاویہ میں لے گئے ہوں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مؤمن کی روح قبض کر کے فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں تو وہاں پہلے سے موجود مؤمنین کی روحیں اس کا استقبال کرتی ہیں اور اس سے سوال کرتی ہیں کہ فلاں شخص کا کیا حال تھا؟ وہ روح کہتی ہے: کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ (وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو چکا ہے) وہ روحیں کہتی ہیں: بخدا نہیں! وہ نہ تو ہمارے پاس آیا اور نہ ہمارے پاس سے گزرا پھر کہتے ہیں: اس کو جہنم کے طبقہ ہاویہ میں پہنچا دیا گیا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

ابونعیم رحمہ اللہ نے وہب بن منبہ سے روایت کی وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان میں ایک قصرِ ابیض (وائٹ ہاؤس) بنا رکھا ہے اس میں مؤمنین کی روحیں میٹنگ کرتی ہیں پس جب بھی اہل دنیا میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو وہ روحیں اس کا استقبال کرتی ہیں اور اس سے دنیا والوں کے احوال اس طرح دریافت کرتی ہیں جیسے اپنے دیس سے آنے والے شخص سے پردیسی مسافر پوچھا کرتا ہے۔

امام نسائی نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مر جاتا ہے اور اس کی روح کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے تو اس کے پاس مؤمنین کی روحیں آتی ہیں اور ان کو اس نئی آنے والی سے مل کر اس سے زائد خوشی ہوتی ہے جتنی

کسی کو اپنے سفر سے آنے والے عزیز کو دیکھ کر ہوتی ہے' پھر وہ پوچھتی ہیں کہ فلاں مرد کا کیا حال تھا اور فلاں عورت کا کیا بنا؟ پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہتی ہیں: اچھا اس کو چھوڑو (آرام کرنے دو) یہ دنیا کے غموں میں پھنسا ہوا تھا اور جب (وہ ایسے شخص کے متعلق پوچھتے ہیں جو اس شخص سے پہلے مر گیا تھا تو) وہ کہتی ہے: کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ وہ کہتی ہیں: کہ اس کو ہاویہ میں لے گئے۔ (پوری حدیث انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آ رہی ہے)

(نسائی ج ۴ ص ۸۔۹' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۷۔۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۲' احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۶۵' الجامع الصحیح رقم الحدیث: ۵۰۴)

## زندہ لوگوں کے اعمال کا مُردوں کے پاس پیش کیا جانا

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے مر جانے والے خویش و اقارب کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں' اگر اچھا کام ہو تو خوش ہوتے ہیں اور اگر برا کام ہوتا ہے تو (افسردہ و غمگین ہوتے ہیں اور) دعا کرتے ہیں: اے اللہ! تو ان کو موت نہ دینا یہاں تک کہ ان کو ہماری طرح ہدایت نہ دے۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۸-۳۲۷' ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث ۱۷۹۴' کنز العمال ۴۳۰۲۹)

حکیم ترمذی نے اپنی سند سے ''نوادر'' میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پیر اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور جمعہ کے روز انبیاء کرام اور ماں باپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور مرنے والوں کو اپنے رشتہ داروں کے اچھے کاموں سے بڑی خوشی ہوتی ہے اور مسرت سے ان کے چہرے دمک اٹھتے ہیں۔

تو اے اللہ کے بندو! اپنے فوت شدہ عزیزوں کو اپنے برے کاموں سے ایذاء اور تکلیف نہ دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۱۹' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۰' ج ۲ ص ۴۸۴' البیہقی ج ۴ ص ۲۹۳' الطیالسی رقم الحدیث: ۶۳۲)

امام ثعلبی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو تمہاری روحیں اپنے مرنے والے رشتہ داروں اور عزیزوں کی روحوں کے پاس آتی ہیں' پھر وہ روحیں آپس میں ایک دوسرے سے کہتی ہیں: اس کو آرام کرنے دو کیونکہ یہ دنیا میں تکلیف میں تھا' پھر آپ نے ذکر فرمایا کہ بعد میں پھر روحیں اس نئی آنے والی روح سے دنیا والوں کے احوال دریافت کرتی ہیں کہ فلاں کا کیا بنا؟ اور فلاں عورت نے کیا کیا ہے؟ اگر وہ اچھے کام کا ذکر کرے تو ان کو خوشی ہوتی ہے اور اگر ان کے برے کام کا ذکر کیا جائے تو دعا کرتی ہیں کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما دے حتیٰ کہ وہ روحیں اس سے یہ بھی پوچھتی ہیں کہ فلاں لڑکے کی شادی ہوگئی ہے اور فلاں لڑکی کا بیاہ ہو گیا ہے؟ اور فرمایا کہ وہ اس سے اس مرد کے متعلق سوال کرتی ہیں جو اس سے پہلے فوت ہو چکا ہوتا ہے تو یہ شخص کہتا ہے: وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا ہے' کیا وہ ابھی تک تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ آیا وہ تمہارے پاس سے نہیں گزرا؟ تو وہ (ارواح) کہتی ہیں: نہیں بخدا! پھر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں: اس کو اس کی ماں (اصل ٹھکانا) ہاویہ کی طرف لے جایا گیا ہے' ہاویہ کیا ہی بری ماں ہے اور وہ بھی کتنا برا ہے جو اس کی گود میں گیا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے گھر کی بلی تک کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(نسائی ج ۴ ص ۸۔۹' ابن حبان ج ۵ ص ۷۔۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۲' احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۶۵' الجامع الصحیح رقم الحدیث: ۵۰۴)

تمام روحیں باہم مجتمع تھیں، جن کا (اس وقت) تعارف تھا ان میں الفت ہوگئی اور جو (اس وقت) اجنبی تھیں وہ مختلف رہیں۔ (صحیح مسلم ج۱۶ ص۱۸۵، صحیح بخاری ج۶ ص۳۶۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۳، مسند احمد ج۲ ص۲۹۵۔۵۲۷، القضاعی رقم الحدیث: ۲۷۴، صحیح ابن حبان ج۸ ص۱۶، الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۶۹، تاریخ بغداد ج۸ ص۲۰۶، حلیۃ الاولیاء ج۱ ص۱۹۸)

علامہ شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشاد کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ سونے والوں کی روحیں اور مُردوں کی روحیں باہم ملاقات کیا کرتی ہیں، اس کے علاوہ اس حدیث مبارک کی اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے۔

## نوٹ: ''الارواح جنود مجندۃ'' کا معنیٰ

(تمام روحیں باہم مجتمع تھیں، جن کا (اس وقت) تعارف تھا ان میں الفت ہوگئی اور جو اس وقت اجنبی تھیں وہ مختلف رہیں) تعارف کا مطلب ہے (۱) بعض جبلی صفات میں تناسب اور تشابہ، یا (۲) معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہر روح کو دوسری روح کی خصوصیات سے مطلع فرما دیا تھا، یا (۳) یہ معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو اجتماعی طور پر پیدا فرمایا، پھر ان کو مختلف جسموں میں متفرق کر دیا، پھر جس شخص کی روح اس کے جسم کے موافق ہوگئی وہ روح اس جسم سے محبت کرتی ہے اور جس شخص کی روح اس کے جسم کے ناموافق ہوتی ہے وہ اس سے متنفر ہوتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا کہ روحیں بحیثیت روح کے تو ایک دوسرے سے متفق ہیں لیکن نوع اور شخص کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں پس جن روحوں کی صفات، عالم ارواح میں ایک دوسرے کے موافق تھیں وہ ایک دوسرے سے مانوس تھیں اور پیار کرتی تھیں اور ان کے ساتھ تھیں اور جن روحوں کی صفات ایک دوسرے کے مخالف اور مبائن تھیں وہ روحیں عالمِ ارواح میں دوسری روحوں سے الگ تھیں۔

(شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

# ۹-مردے کو زندہ لوگوں کی باتوں سے تکلیف پہنچنے کا بیان

## مرنے والے کو بُرا کہنے کی ممانعت

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ میت کو قبر میں اس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے جس چیز سے اس کو اپنے گھر میں تکلیف پہنچتی تھی۔ (العلل لابن ابی حاتم ج۱ ص۳۷۲)

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ مقرر فرما دیتا ہو (یا کسی اور ذریعے سے کیونکہ وہ قادر ہے جس طرح چاہے مردے کو آگاہ فرما دے) میّت کو زندوں کے اقوال اور افعال پہنچا دیتا ہو اور اس سے فرشتۂ مؤکل کی طرف اشارہ ہو (اور یہ بھی ممکن ہے کہ ''ما'' بمعنیٰ ''من'' ہو اور حدیث کا معنیٰ اب یہ ہو کہ جو مرنے والے کی زندگی میں اس کو گھر میں تکلیف پہنچاتا تھا وہ اس کو اب قبر میں بھی تکلیف پہنچاتا ہے)۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں کوئی نازیبا بات کی تو آپ نے اس سے فرمایا: خدا تیراستیاناس کرے! تجھے کیا ہے؟ بلاشبہ تو نے (اپنی بکواس سے) اللہ کے رسول ﷺ کو آپ کے مزارِ اقدس میں اذیت پہنچائی ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں مردوں کو برا کہنے پر زجر وتوبیخ کی گئی ہے اور حدیث مبارک میں مردوں کو گالی دینے سے نہی وارد ہے اور کوئی ایسا کام کرنے کی بھی ممانعت ہے جس سے انہیں زندگی میں تکلیف پہنچتی تھی اور حدیث مبارک میں زندوں کو ایسا کام کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے جو مُردوں کو برا لگے اور اس میں ماں باپ کی وفات کے بعد بھی ان کی نافرمانی سے سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد ان کی سہیلیوں کو ہدایا اور تحائف وغیرہ بھیجا کرتے تھے اور جب ایسا کرنا میّت کے لیے صلہ اور نیکی ہے تو پھر اس کی ضد قطع رحمی اور نافرمانی قرار پائے گی۔

گزشتہ حدیث میں جو کہا گیا تھا کہ میّت کو قبر میں اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس چیز سے اس کو اپنے گھر میں زندگی کے اندر تکلیف ہوتی تھی تو اس حدیث کا ایک مطلب تو پہلے بیان ہو چکا اور دوسرا معنیٰ اس حدیث کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں جو لفظ ''ما'' ہے یہ بمعنیٰ ''من'' ہو اور اس سے مراد انسان کے ساتھ جو مؤکل فرشتہ ہے وہ ہو اور حدیث کا معنیٰ یہ ہو کہ جو شخص (فرشتۂ مؤکل) میّت کو اس کی زندگی میں اس کے گھر میں تکلیف پہنچاتا تھا وہ قبر میں بھی اس کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

اور حدیث پاک میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے آدمی کے ساتھ جو فرشتہ مقرر ہے وہ دو میل دور چلا جاتا ہے۔ (الطبرانی الصغیر ج ۲ ص ۳۰، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۰۷۶، احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۳۵، الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۶، المجروحین ج ۲ ص ۱۳۶)

اور یوں ہی جب آدمی اللہ تعالیٰ کی کوئی اور نافرمانی کرتا اور معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے فرشتۂ مؤکل کو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب ایک شخص اللہ کی نافرمانیوں پر اصرار کرتے ہوئے ان سے توبہ کیے بغیر فوت ہو جاتا ہے اور گناہ کے بعد اس نے کوئی نیکیاں بھی نہیں کی ہوتیں جو ان گناہوں کا کفارہ ہوسکیں تو پھر فرشتہ قبر میں اس بندے کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اور اس پر سختی کرتا ہے اور مقصود فرشتے کی اس تغلیظ اور اذیت رسانی سے یہ ہوتا ہے کہ بندے کو گناہوں وغیرہ سے پاک صاف کر دیا جائے (کیونکہ قبر حوالات ہے، اس لیے فرشتہ اس کا جوڈیشنل ریمانڈ لیتا ہے اور اس کی تطہیر وتمحیص کرتا ہے) اللہ پاک ہی بہتر علم والا ہے۔

# ۱۰-روح کے احوال

## بدن سے جدا ہونے کے بعد روح کہاں جاتی ہے؟

حضرت ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب ہی صحیح ہے کہ روح جب بدن سے نکلتی

ہے تو فرشتے اس کو لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر رک جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس روح سے باز پرس فرماتا ہے' پھر اگر تو وہ روح سعید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس روح کو لے جائیں اور جنت میں اسے اس کا مقام دکھائیں پس فرشتے اتنی دیر تک اس کو جنت میں لے جاتے ہیں جب تک میّت کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے اور جب میّت کو غسل دے کر اس کو کفن پہنا دیا جاتا ہے تو اس کی روح کو واپس لوٹا دیا جاتا ہے اور میّت کے کفن اور جسد کے درمیان اس کو رکھ دیا جاتا ہے اور جس وقت جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو وہ (مرنے والا) لوگوں کی کلام کو سنتا ہے کہ کون اس کے بارے میں بری باتیں کر رہا ہے اور کون اس کو خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے' پھر جب قبرستان پہنچ جاتے ہیں اور نمازِ جنازہ ہو چکتی ہے تو اس وقت (دفن کے بعد) روح کو جسم میں لوٹایا جاتا ہے اور اس شخص کو بٹھایا جاتا ہے اس حال میں کہ اس کی روح جسم میں ہوتی ہے اور پھر دو فرشتے اس کا امتحان لینے آتے ہیں' اس کا بیان آگے انشاء اللہ آئے گا۔

عمرو بن دینار سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہر میّت کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور روح' جب میّت کو غسل دیا جاتا ہے' کفن پہنایا جاتا ہے' اس کے جنازہ کو لے کر چلتے ہیں' پھر دفن کے بعد قبر میں بٹھایا جاتا ہے' ان تمام کاموں کو دیکھتی ہے۔ حافظ ابونعیم اسی حدیث کے آخر میں اور داؤد نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب میّت چارپائی پر ہوتی ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ سن لے لوگ تیرے متعلق جو کلمات ثناء کہہ رہے ہیں۔

ابو حامد (حضرت امام غزالی) قدس سرہ العزیز اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں رقم فرماتے ہیں:

## مؤمن کی روح سعید کے احوال

جب فرشتہ نیک روح کو قبض کرتا ہے تو دو خوبصورت چہروں والے فرشتے خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوتے ہیں اور ان کے بدنوں سے خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں' وہ اس فرشتہ سے اس روح کو وصول کر لیتے ہیں اور جنت سے اپنے ساتھ لائے ہوئے ریشم میں اسے لپیٹ لیتے ہیں اور وہ روح شہد کی مکھی جتنی جسامت رکھتی ہے اور اس ''مگس انگبین'' جتنی جسامت کی حامل ''روح'' میں پورا انسانی تشخص' عقل و دماغ اور دنیا میں اس نے جس قدر علوم و فنون کا اکتساب کیا ہوتا ہے وہ تمام تر معلومات اس میں موجود ہوتی ہیں۔ چنانچہ فرشتے اس روح کو لے کر فضا میں محوِ پرواز ہو جاتے ہیں اور راستے میں سابقہ امتوں اور ماضی میں فوت ہونے والے تمام انسانوں کی ارواح ٹڈی دل لشکر کی مانند منتشر اور پھیلی ہوئی ہوتی ہیں جہاں سے وہ گزرتے ہیں یہاں تک کہ آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔

امین فرشتہ آسمانِ دنیا کے دروازہ پر دستک دیتا ہے' اندر سے آواز آتی ہے: کون؟ آنے والا فرشتہ جواب دیتا ہے: میں صلصائیل ہوں اور یہ (اس کا بہت اچھا اور پسندیدہ نام لے کر بتاتا ہے) فلاں شخص میرے ساتھ ہے (یعنی اس کی روح) اندر سے فرشتہ کہتا ہے: جی ہاں! یہ شخص بہت اچھا انسان ہوا ہے اور غیر متزلزل عقیدہ رکھتا تھا' پھر دوسرے آسمان پر پہنچ کر جب فرشتہ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو پوچھا جاتا ہے کہ تم کون ہو؟ وہ پہلا سا جواب دیتا ہے تو دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: فلاں کے لیے ''اھلاً وسھلاً'' (خوش آمدید) کہ یہ شخص اپنے تمام فرائض کے ساتھ اپنی نماز کی محافظت کرتا تھا' پھر وہاں سے چل کر تیسرے آسمان پر پہنچتے ہیں ''امین'' دروازہ کھلواتا ہے تو

اسے کہا جاتا ہے آپ کون ہیں اور امین حسب سابق جواب دیتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے: فلاں کو ''مرحبا'' (ست بسم اللہ جی آیاں نوں) کہ یہ شخص اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا پورا پاس اور لحاظ رکھتا تھا' اس میں کسی قسم کی کنجوسی نہیں ہے اور ہیرا پھیری نہیں کرتا تھا۔ پھر وہ چوتھے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں' دروازہ کھٹکھٹانے پر پوچھا جاتا ہے: کون ہو؟ وہی جواب ہوتا ہے تو ''اھلاً'' کے ساتھ استقبال ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے: یہ شخص روزے رکھتا تھا تو بڑے اچھے روزے رکھتا تھا نہ تو حرام کے کھانے سے سحری افطاری ہوتی تھی اور نہ روزے کے دوران میں بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے روزے کو میلا اور خراب کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد پانچویں آسمان پر جا کر دستک دی جاتی ہے اور وہی سوال وجواب ہوتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں: ''اھلاً وسھلاً'' اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض حج کو شہرت اور نمود ونمائش سے پاک رکھتے ہوئے ادا کیا' پھر چھٹے آسمان پر یہی سوال و جواب ہوتا ہے اور وہاں کے فرشتے کہتے ہیں: پاکیزہ روح اور صالح مرد کو خوش آمدید' یہ شخص اپنے ماں باپ کا بہت فرماں بردار تھا اور اس کے لیے دروازہ کھول دیا جاتا ہے' پھر فرشتے اس روح کو لے کر ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں اور اسی طرح سوال وجواب ہوتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں: یہ شخص بوقتِ سحر استغفار کیا کرتا تھا' پوشیدہ طور پر صدقات کرتا اور یتیموں کی کفالت کیا کرتا تھا' پھر دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ فرشتے روح کو لے کر عظمت وجلال کے عظیم شامیانوں اور پردوں تک پہنچ کر رک جاتے ہیں اور اجازت طلب کرنے پر دریافت کیا جاتا ہے: تم کون ہو؟ امین فرشتہ کے بتانے پر فرشتے کہتے ہیں: ''اھلاً وسھلاً'' (خوش آمدید) نیک بندے اور پاک صاف روح کے لیے' یہ شخص کثرت سے استغفار کرتا تھا' ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کا فریضہ سرانجام دیتا اور مسکینوں کی عزت کیا کرتا تھا اور اس کے بعد فرشتے اس روح کو لے کر ملائکہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو تمام ملائکہ اس کو خیریت کی بشارت دیتے ہیں' اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ روح سدرۃ المنتہیٰ تک جا پہنچتی ہے' روح کو لے کر جانے والا فرشتہ دستک دیتا ہے اور اندر سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کون ہو؟ جانے والا فرشتہ جواب دیتا ہے تو کہا جاتا ہے: فلاں کو خوش آمدید! دنیا میں اس کا عمل نیک تھا اور خالص اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی کے لیے تھا' پھر دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور فرشتے اس روح کو لے کر پہلے آگ کا سمندر عبور کرتے ہیں' پھر نور کا سمندر آتا ہے' اس کو پار کرنے کے بعد بحرِ ظلمت آتا ہے اور پھر پانی کا سمندر' پھر برف کا سمندر اور پھر ژالوں اور اولوں کا سمندر' ان سب سمندروں کو عبور کر جاتے ہیں اور ہر ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک درمیانی مسافت ایک ہزار برس کی ہے' پھر عرشِ الٰہی پر ڈالے ہوئے حجابات میں سوراخ کیے جاتے ہیں اور یہ اسّی ہزار بڑے بڑے خیمے ہیں اور ہر بڑے خیمہ کے اندر اسّی ہزار جھروکے اور روزن رکھے گئے ہیں اور ہر ایک روزن اور جھروکے پر اسّی ہزار چاند ہیں اور یہ چاند اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل اور تقدیس بیان کرتے ہیں اور یہ چاند اتنے بڑے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک چاند آسمانِ دنیا پر ظاہر کر دیا جائے تو اسے اپنے نور سے جلا کر راکھ کر دے اور لوگ اس کی پوجا کرنی شروع کر دیں (نعوذ باللہ من ذلک) اور اس وقت ان عظمت وجلال کے پردوں کے ماوراء دربارِ قدسیہ سے نداء آتی ہے: یہ کون روح ہے جس کو تم لے کر حاضر ہوئے ہو؟ عرض کیا جاتا ہے: فلاں ابنِ فلاں ہے' رب جلیل بزرگ و برتر ارشاد فرماتا ہے: اس کو قریب کرو اور

پھر ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

اے میرے بندے! تو کیا ہی اچھا بندہ تھا اور جب فرشتے اس روح کو اللہ تعالیٰ کی دو بے کیف چشمہائے کرم کے سامنے کھڑا کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو بعض ملامت اور عتاب کے ساتھ شرمندہ کرے گا حتیٰ کہ بندہ خیال کرنے لگے گا کہ وہ یقیناً ہلاک ہو گیا پھر وہ رحیم و کریم آقا اپنے بندے سے عفو و کرم کا معاملہ فرمائے گا اور اپنے فضلِ محض سے بخش دے گا۔

## اسی عفو و درگزر کے مضمون کی ایک اور روایت

روایت ہے کہ قاضی یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا گیا (خواب دیکھنے والے محمد بن سالم تھے) تو پوچھا گیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو انہوں نے بتایا کہ خدا نے مجھ کو اپنے رُوبرُو بلا کر ڈانٹا اور کہا کہ اے بدعمل بڈھے! تو نے فلاں فلاں برے کام کیے ہیں، میں نے عرض کی کہ اے مولا! تیرا فرمان جو مجھ تک پہنچا ہے اس میں تو ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ فرمان کیا ہے؟ (حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے) میں نے عرض کی کہ مجھ سے امام زہری نے بیان کیا، انہوں نے معمر سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ صدیقہ عفیفہ سے، انہوں نے نبی پاک ﷺ سے، انہوں نے جبریل علیہ السلام سے، انہوں نے تجھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے، تو نے فرمایا کہ جو شخص حالت اسلام میں بوڑھا ہوا تو میں اس کے سفید بالوں کی وجہ سے حیاء فرماتا ہوں کہ اس کو عذاب دوں۔ (یعنی اس کو عذاب نہیں دیتا) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے یحییٰ! تو نے سچ کہا، زہری نے سچ کہا، معمر نے سچ کہا، عروہ نے سچ کہا، عائشہ نے سچ کہا، محمد (مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء) نے سچ کہا، جبریل علیہ السلام نے سچ کہا یقیناً میں نے تجھے بخش دیا ہے۔

منصور بن عمار کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ بتاؤ تمہارے ساتھ خدا نے کیا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رُوبرُو کھڑا کر کے فرمایا: اے منصور! بتا تو کیا لے کر آیا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے مولیٰ! چھتیس (۳۶) حج، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تیرے چھتیس حجوں میں سے ایک حج کو بھی قبول نہیں فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: اے منصور! تو کیا لایا ہے؟ میں نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میں تین سو ساٹھ ختم قرآن لے کر حاضر ہوا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تو تیرا ایک ختم قرآن بھی قبول نہیں فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: اے منصور! تو کیا لایا ہے؟ میں نے عرض کی: اے اللہ! میں تجھ کو ہی لایا ہوں اور بس! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے منصور! اب تو میری ذات (کا نام مبارک) لایا ہے، بے شک میں نے تیری بخشش فرما دی ہے۔

بعض لوگوں کی روح کرسی تک پہنچتی ہے اور نداء سنتی ہے، پھر فرشتے اس کو واپس لوٹا دیتے ہیں اور بعض کو حجاب کے پاس سے واپس لوٹا دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک صرف عارف ہی پہنچتے ہیں۔

ابن نباتہ کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ بتاؤ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: اے ابن نباتہ! تو وہ شخص ہے جو لوگوں سے خالص کلام کیا

کرتا تھا حتیٰ کہ کہا جاتا کہ اس کا کلام کتنا فصیح ہے، میں نے عرض کی: اے اللہ! تو پاک ہے، بے شک میں تیری تعریف کیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: چل تو میری ثناء بیان کر جس طرح دنیا میں بیان کیا کرتا تھا، میں نے عرض کی:

أَبَادَهُمُ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ وَأَسْکَتَهُمُ الَّذِیْ أَنْطَقَهُمْ وَسَیُوْجِدُهُمْ کَمَا أَعْدَمَهُمْ وَ سَیَجْمَعُهُمْ کَمَا فَرَّقَهُمْ.

اسی نے لوگوں کو فنا کے گھاٹ اتارا ہے جس نے انہیں پیدا کیا تھا اور اسی نے انہیں خاموش کر دیا ہے جس نے انہیں قوتِ گویائی عطا فرمائی تھی اور عنقریب وہ ان مُردوں کو دوبارہ معرضِ وجود میں لائے گا جس طرح اس نے ان کو معدوم کر دیا تھا اور وہ (اللہ تعالیٰ) جلد ہی ان سب کو جمع کر دے گا جیسے اس نے ان کا شیرازہ بکھیرا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: جا بے شک میں نے تیری مغفرت فرما دی ہے۔

# فصل

## کافر کی روح کا حال

کافر کی روح سختی سے نکالی جاتی ہے اور کافر کا حلق اس وقت اس طرح کڑوا ہو جاتا ہے جیسے اندرائن کھانے سے ہو اور فرشتہ کہتا ہے: اے خبیث روح! خبیث جسم سے نکل آ، پس وہ چلاتی ہے اور اس کی آواز گدھے کے رینگنے سے بھی بڑھ کر مکروہ ہوتی ہے، پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام جب روح کو قبض کر لیتے ہیں تو ان سے سیاہ وردی میں ملبوس سپاہی (وہ فرشتے جو دوزخیوں کو دوزخ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے) جو قبیح صورت ہوتے ہیں اور ان کے بدن سے بدبو اٹھ رہی ہوتی ہے اس روح کو لے لیتے ہیں، ان کے ہاتھ میں بالوں سے بُنا ہوا ایک کمبل ہوتا ہے پس اس کمبل میں اسے لپیٹ لیتے ہیں اور وہ روح ایک ٹڈی کے برابر جسامت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کی شکل انسان ہی کی رہتی ہے کیونکہ کافر آخرت میں جسم کے لحاظ سے مؤمن سے بھاری بھرکم ہو گا جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ دوزخ میں کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی مثل ہو گی، پھر دوزخی پولیس اس روح کو لے کر بلندی کی طرف پرواز کر جاتی ہے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر پہنچ کر فرشتہ دروازہ پر دستک دیتا ہے، اندر سے کہا جاتا ہے: تو کون ہے؟ وہ آنے والا فرشتہ جواب دیتا ہے: میں دقیائیل ہوں کیونکہ عذاب پر مقرر فرشتے کا نام دقیائیل ہے، پھر پوچھا جاتا ہے کہ تیرے ساتھ کون ہے؟ تو دقیائیل کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے اور اس کا نہایت برا اور ناپسندیدہ ترین نام لیا جاتا ہے جس سے کہ دنیا میں اس کو چڑایا جاتا تھا (کہا جاتا ہے:) ''لا اھلاً و لا سھلاً و لا مرحباً'' اس کے لیے خوش آمدید نہیں ہے اور دروازہ نہیں کھولا جاتا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ. (الاعراف:۴۰)

ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

فرشتہ جس وقت یہ گفتگو سنتا ہے تو اس روح کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ○ (الحج:۳۱)
پس ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے ○

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ○ (الحج:۳۱)

اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے ○

اور جب وہ روح زمین تک پہنچتی ہے تو دوزخ کے فرشتے فوراً اس کو کھینچ کر کے سجین کی طرف لے جاتے ہیں اور سجین ایک بہت بڑی چٹان ہے جہاں کافروں کی روحیں ٹھہرتی ہیں۔

# ۱۱- مختلف لوگوں کی رُوحوں کے مختلف احوال کا بیان

## یہود ونصاریٰ کی روح کا حال

ان یہود ونصاریٰ کی روحیں جو اپنی اپنی شریعت پر کاربند رہے' کرسی کے پاس سے ان کو واپس قبر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور ان کی روح اپنے جسد کے غسل دینے اور دفنانے کا مشاہدہ کرتی ہیں۔

## مشرک کی روح کا حال

مشرک کی روح ان میں سے کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتی کیونکہ اس کو وہیں سے سجین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔

## منافق کی روح کا حال

منافق کی روح بھی اس کے گڑھے کی طرف غضب سے دھتکار کر لوٹا دی جاتی ہے۔

## گنہگار اور کوتاہی کرنے والے مؤمنوں کی ارواح کا حال

عمل میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں کی روحوں کے احوال مختلف ہیں' ان میں سے بعض کو اس کی نماز رد کرے گی کیونکہ جب کوئی بندہ اپنی نماز میں کوتاہی کرتا ہے اور چوری کرتا ہے یعنی پورے آداب کے ساتھ ادا نہیں کرتا تو اس کو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دیا جاتا ہے' پھر جب اس کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے تو نماز کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھ کو برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد اور ضائع کیا تھا اور بعض کو اس کی زکوٰۃ رد کرتی ہیں کیونکہ وہ محض اس لیے زکوٰۃ نکالتا تھا تا کہ لوگوں میں شہرت ہو کہ فلاں بہت صدقہ وخیرات کرتا ہے اور بسا اوقات ایک آدمی اپنی زکوٰۃ عورتوں کے پاس رکھ دیتا ہے اور ہم نے اس کو دیکھا ہے اللہ اس کی آفت سے ہمیں محفوظ رکھے اور بعض لوگوں (کی روح) کو ان کا روزہ رد کر دیتا ہے کیونکہ کئی لوگ کھانے پینے سے تو رک جاتے ہیں لیکن بری باتوں سے باز نہیں آتے' بے حیائی اور خسارے کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور سارا مہینہ بس یونہی بیکار گزر جاتا ہے۔

اور بعض کو ان کا حج رد کر دیتا ہے کیونکہ اس نے محض حاجی صاحب کہلانے کے لیے حج کیا ہوتا ہے یا پھرنا جائز

مال سے حج کیا ہوتا ہے اور بعض کو والدین کی نافرمانی رد کر دیتی ہے اور اسی طرح باقی تمام نیکی کے احوال ہیں جن کی معرفت صرف ان علماء کرام کو ہی ہو سکتی ہے جو معاملات کے اسرار کو جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کو کس طرح خالص کرنا ہے یہ علماء ہی بتا سکتے ہیں ان تمام معانی کے متعلق آثار اور اخبار وارد ہیں جیسا کہ اعمال وغیرہ کے رد کر دیے جانے کے متعلق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

بہرحال جب روح کو جسم کی طرف واپس لوٹایا جاتا ہے تو دیکھتی ہے اگر ہنوز غسل دینے میں لوگ لگے ہوئے ہوں تو وہ اس کے سرہانے بیٹھ جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو غسل دے لیا جاتا ہے پھر جب میّت کو کفن دے دیا جاتا ہے تو روح میت کے سینے سے باہر کی طرف چمٹ جاتی ہے اور بیل اور اونٹ کی طرح آواز نکالتی ہے اور کہتی ہے: مجھے جلدی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف لے چلو ''ای رحمة لو تعلمون ما انتم حاملونی إلیه''۔ (پھر عذاب کو دیکھ کر کہتی ہے) کون سی رحمت؟ اگر تمہیں علم ہو جائے تو تم مجھے اس عذاب کی طرف اٹھا کر لے جانے والے نہ ہوتے۔

اور اگر اس کو بدبختی کی خبر دی جاتی ہے تو کہتی ہے: مجھے چھوڑ دو کس عذاب کی طرف مجھے لیے جا رہے ہو اگر تم جانتے تو مجھے کبھی اس عذاب کی طرف نہ لے جاتے۔ پس جب میّت کو قبر میں داخل کر کے اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے تو قبر پکارتی ہے: اے بندے! تو میری پشت پر خوش ہوا کرتا تھا اور آج تو میرے پیٹ میں غمگین ہوگا تو میری پشت پر قسم قسم کی نعمتیں کھاتا تھا اور اب میرے اندر تجھے کیڑے کھائیں گے اور اس طرح کے الفاظ سے قبر اس کو بہت زیادہ زجر و توبیخ کرتی رہے گی حتیٰ کہ اس پر مٹی کو ہموار کر دیا جائے گا پھر ایک فرشتہ جس کا نام ''رومان'' ہے اور یہ سب سے پہلا فرشتہ ہوگا جو قبر میں سب سے پہلے میت سے ملاقات کرتا ہے اس کو پکارے گا اس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے غیب کو زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم مضبوط ہے۔

# ۱۲-موت کی کیفیّت اور اس میں لوگوں کے اختلافِ احوال کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں وفات کی کیفیت کو بعض مقامات پر اجمال کے ساتھ اور بعض جگہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

## مجمل آیات کا بیان

ارشادِ خداوندی ہے:

| | |
|---|---|
| الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ (النحل:۳۲) | وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں۔ |
| قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (السجدۃ:۱۱) | تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔ |
| تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ○ (الانعام:۶۱) | ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور قصور نہیں کرتے ○ |

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۔ (النحل:۲۸)
وہ کہ فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں اس حال پر کہ وہ اپنا بُرا کر رہے تھے۔

مذکورہ بالا تمام آیات مجمل ہیں' نبی کریم ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا۔

## تفصیلی آیات توفی کا بیان

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۔ (الانفال:۵۰)
اور کبھی تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں مار رہے ان کے منہ پر اور ان کی پیٹھ پر۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ○ (محمد:۲۷)
تو کیسا ہو گا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے ان کے منہ اور ان کی پیٹھیں مارتے ہوئے ○

بعض علماء نے فرمایا کہ اس آیت کا حکم باتفاق تمام مفسرین کے جنگ بدر کے دن قتل ہونے والے کافروں کے ساتھ خاص ہے اور بعض علماء جیسا کہ مہدوی وغیرہ کا اس میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور اب بھی کفار کو ذلت و رسوائی کے ساتھ مار کر ان کی روحیں قبض کی جاتی ہیں۔ (واللہ اعلم)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ ہے: ابوزمیل نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث بیان کی' اس روز ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا' اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا ''اے حیزوم آگے بڑھ''۔ (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا' اس مسلمان نے اس مُشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ اس طرح پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہو اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا' اس انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا' آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا' یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی' اس دن مسلمانوں نے ستر (۷۰) مشرکوں کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار کر لیا۔ (صحیح مسلم: کتاب الجہاد)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ (الی قولہ) تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (الانعام:۹۳)
اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں...... آج تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے ○

(صحیح مسلم ج ۱۲ ص ۸۵-۸۶' ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۸۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰' صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۱۴۱' مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۱۵۲' امام بیہقی دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۶۳-۸۱)

یہ حدیث جیسا کہ آگے آئے گا مجمل (آیت کا) بیان ہے۔

# فصل

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ بعض آیات میں وفات دینے کی نسبت ملک الموت کی طرف کی گئی ہے جیسے ''قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ '' (السجدہ:۱۱) اور بعض میں ہے'' تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا '' (الانعام:۶۱) (ہمارے فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں) اور بعض میں ہے:'' تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ '' (النحل:۲۸-۳۲) ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات فرشتے دیتے ہیں اور بعض میں ہے'' اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ '' (الزمر:۴۲) اور'' وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ '' (الحج:۶۶) اس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود وفات دیتا ہے۔ بظاہر ان آیات میں تعارض اور ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے لہٰذا ان میں تطبیق اور جمع کیونکر ہو گی؟

شیخ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان آیات میں کوئی ٹکراؤ نہیں کیونکہ ملک الموت روح قبض کرنے والے ہیں جبکہ دیگر فرشتے معاون اور مددگار ہیں اور اللہ تعالیٰ فاعل حقیقی ہے۔

امام کلبی رحمہ اللہ نے کہا کہ ملک الموت جسم سے روح نکالتے ہیں اور پھر فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں' نیکوں کی ملائکہ رحمت کے اور بدوں کی ملائکہ عذاب کے حوالے کر دیتے ہیں اور یہ بات نصوص سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آئندہ روایت اس کی مؤید ہے۔

حدیث پاک میں ہے' حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک ملک الموت روحوں کو اس طرح بلاتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی اونٹنی کے بچے کو اپنی طرف بلاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ جن لوگوں کی جانیں نکالنے کا ارادہ کرتا ہے ملک الموت ان کی روحوں کو بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان روحوں کو قبض فرمالیتا ہے۔

حضرت عکرمہ اور دوسرے بعض علماء فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ملک الموت بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ایک صحیفہ ہے جس میں شعبان کی پندرہ تاریخ کو لکھتے ہیں اور اس رات اللہ تعالیٰ لوگوں کے رزقوں اور عمروں کا فیصلہ فرماتا ہے اور احکام تقسیم ہوتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جس رات میں ہر حکم کا فیصلہ ہوتا ہے وہ شب قدر ہے جو رمضان میں آتی ہے' حضرت قتادہ' حسن اور مجاہد وغیرہ کا یہی قول ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ . (الدخان:۱-۳)
حٰمٓ O قسم ہے اس روشن کتاب کی O بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا (یعنی لیلۃ القدر)۔

حضرت ابن عباس کے ان اقوال میں تطبیق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو فیصلے فرماتا ہے اور لیلۃ القدر میں ارباب فیصلہ کے حوالے فرماتا ہے' اس طرح ان دونوں قولوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ (واللہ اعلم)

اور جب کسی شخص کی عمر پوری ہو جاتی ہے اور اس کی روح قبض کرنے کا وقت قریب آ جاتا ہے تو سدرۃ المنتہیٰ سے پتا گرتا ہے جس پر اس شخص کا نام تحریر ہوتا ہے اور وہ ملک الموت کے پاس جو صحیفہ ہے اس میں لوگوں کے نام درج ہیں اس نام کے اوپر آ کر گرتا ہے پس ملک الموت جان جاتے ہیں کہ اس کی زندگی پوری ہو گئی ہے اور اس کا دانہ پانی ختم ہو گیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت عرش کے نیچے بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ایک صحیفہ رکھا ہوا ہے جس پر لوگوں کے نام درج ہیں پس جس کے مرنے کا وقت آتا ہے تو عرش سے بیری کا پتا گرتا ہے اور وہ سیدھا اس صحیفہ پر آ کر گرتا ہے اس پر اس شخص کا نام ہوتا ہے، پچھلی حدیث میں یہ تھا کہ جب فرشتہ موت دیکھتا ہے کہ کسی شخص کا دانہ پانی ختم ہے تو اس کے بعد وہ اس شخص پر سکرات موت طاری کر دیتا ہے اور وہ شخص بے ہوش ہو جاتا ہے اور موت کی سختیاں اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہیں۔

حدیثِ معراج میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا گزر ایک فرشتے کے پاس سے ہوا جو کرسی پر بیٹھا تھا جبکہ ساری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کے دو گھٹنوں کے درمیان میں ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک لوح ہے جس میں لکھا ہوا ہے اور وہ اس میں نظر جمائے بیٹھا ہے، دائیں دیکھتا ہے نہ بائیں، میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ملک الموت ہیں، میں نے کہا: اے ملک الموت! تمام روئے زمین، خشکی اور سمندر کی مخلوق کی روحیں تم کس طرح قبض کرنے پر قادر ہوتے ہو؟ ملک الموت نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ پوری دنیا میرے دو گھٹنوں کے درمیان ہے اور ساری مخلوقِ خدا میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میرے دو ہاتھ مشرق اور مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں پس جب کسی آدمی کا رزق بند ہو جاتا ہے تو میں اس کی طرف نظر کرتا ہوں، بس! اور جس وقت میں اس کی طرف دیکھتا ہوں تو میرے معاون و مددگار فرشتے سمجھ جاتے ہیں کہ اس کی روح قبض کرنی ہے اور وہ فوراً جا کر اس کی جان نکالنے لگتے ہیں اور جب روح اس کے حلق تک پہنچتی ہے تو میں اس کو ہاتھ بڑھا کر کھینچتا ہوں اور اس کو قبض کر لیتا ہوں، مجھے اس بات کا علم ہوتا ہے اور کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

حدیث میں ہے کہ چار فرشتے اترتے ہیں، ایک دائیں پاؤں سے روح کو کھینچتا ہے اور دوسرا فرشتہ بائیں پاؤں سے روح کو کھینچتا ہے اور تیسرا فرشتہ دائیں بازو سے اور چوتھا بائیں بازو سے اور فرماتے ہیں کہ بسا اوقات آدمی کو فرشتوں کے اس معاملہ کا غرغرہ کی حالت سے پہلے کشف ہو جاتا ہے اور وہ شخص فرشتوں کا معائنہ کر لیتا ہے اور حقیقتِ حال اس پر منکشف ہو جاتی ہے کہ فرشتے اس کے پاس کیوں آئے ہیں اور اگر اس کی زبان چل رہی ہوتی ہے تو وہ ان آنے والے فرشتوں کے متعلق بیان بھی کر دیتا ہے اور بعض اوقات وہ اپنے آپ سے جو کچھ دیکھا ہوتا ہے اس بات کی تکرار کرتا ہے اور وہ یہ گمان کر رہا ہوتا ہے کہ یہ شیطان کا عمل تھا لیکن پھر جب اس کی زبان بند ہو جاتی ہے تو خاموش ہو جاتا ہے اور بیان نہیں کر سکتا اور فرشتے اس کی روح کو انگلیوں کے سروں اور پوروں سے کھینچتے

ہیں اور وہ اس طرح ٹپک کر نکل آتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک کر بہ جاتا ہے۔

اور فاجر کی روح اس طرح نکلتی ہے جس طرح ایک گرم سیخ کو تر اون میں ڈال کر کھینچ لیا جائے جیسا کہ حضور ﷺ کی حدیث متعدد بار گزری ہے۔اور مرنے والا اس طرح خیال کرتا ہے کہ اس کا پیٹ کانٹوں سے بھرا ہوا ہے اور اس کی روح کو ایک سوئی کے نکوے میں سے نکالا جا رہا ہے اور آسمان کو زمین پر منطبق کر دیا گیا ہے اور وہ ان دو پاٹوں کے درمیان پس رہا ہے، پھر جب جان، قلب کے پاس آتی ہے تو دل فیل ہونے سے اس کی زبان بھی ڈیڈ ہو جاتی ہے، پھر اس سے کوئی بات نہیں ہو سکتی اور روح کو آدمی کے سینے میں سمیٹنے اور مجتمع کرنے میں دو حکمتیں اور راز ہیں: ایک تو یہ کہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کسی انسان کے اگر سینہ پر کوئی سخت چوٹ لگ جاتی ہے تو وہ مدہوش ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ اس تکلیف کی وجہ سے بات چیت تک نہیں کر سکتا اور اسی طرح آپ نے دیکھا ہو گا کہ آدمی کے کہیں بھی کوئی نیزہ وغیرہ گھونپا جائے تو اس کی چیخ نکلتی ہے لیکن اگر کسی شخص کے سینے میں کوئی نیزہ اور خنجر گھونپ دیا جائے تو وہ آواز نکالے بغیر چت گرتا ہے۔

اور دوسرا راز اس میں یہ ہے کہ جس شخص میں طبعی حرارت سے بلند ہونے والی آواز کی حرکت ہوتی ہے تو اس کا نفس دونوں حالتوں میں متغیر ہوتا ہے، ارتفاع (یعنی بلڈ پریشر کے ہائی ہونے سے بھی) اور (برودۃ) یعنی ٹھنڈے اور (لو:Low) ہونے سے بھی۔اور جب حرارت ختم ہو جائے تو سانس نکل جائے گا اور آواز تک نہیں آئے گی۔

موت کے وقت مرنے والوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، کسی کی جان اس طرح نکالی جاتی ہے کہ ملک الموت آگ سے نکال کر زہر میں بجھائے گئے نیزہ سے اس کو کچوکے دیتے ہیں تو روح باہر کو بھاگتی ہے اور بدن سے چھلک جاتی ہے اور فرشتہ اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے اور وہ سیماب کی طرح لرز رہی ہوتی ہے، اس کی شکل انسانی ہوتی ہے اور جسامت ٹڈی کے برابر، اس کے بعد ملک الموت سے دوزخ کے فرشتے اس روح کو لے لیتے ہیں اور بعض کی روح کو آہستہ آہستہ کھینچ کر نکالا جاتا ہے یہاں تک کہ جب گلے میں آ کر رک جاتی ہے تو اس کے دل کے ساتھ صرف ایک تند بھر کا اتصال اور ربط باقی رہ جاتا ہے پس اس وقت عزرائیل علیہ السلام اسے وہ زہر آلود نیزہ مارتے ہیں۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس زہر آلود نیزے کا ذکر صرف حافظ ابونعیم نے کیا ہے، ان کے علاوہ کسی اور محدث کے ہاں کسی کی روایت میں مجھے اس کا ذکر نہیں ملا۔

حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے پاس ایک نیزہ (برچھا) ہے جس کی لمبائی چوڑائی مشرق سے مغرب تک ہے، جب بھی دنیا میں کسی شخص کی زندگی ختم ہو جاتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام اس کے سر پر وہ برچھا مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب موتوں کا ایک لشکر تم سے ملے گا۔

سلیمان ابن مُضیرؔ کلابی کہتے ہیں کہ میں مالک بن انس رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آ کر سوال کیا کہ اے ابوعبداللہ! پسوؤں کی روح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں؟ امام مالک نے دیر تک اپنا سر جھکائے رکھا، پھر پوچھا: ان کی روح ہوتی ہے؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: بس پھر ان کی جان بھی ملک

الموت ہی قبض کرتے ہیں کیونکہ قرآن پاک میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا. اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

(الزمر: ۴۲)

(خطیب ابوبکر رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے۔)

# ۱۳- مؤمن اور کافر کی روح قبض کرنے کے متعلق ملک الموت کی حالت کا بیان

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے) نے فرمایا ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کو دیکھنا اور پھر اس سے دل میں جو ڈر اور گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے وہ ایسا ہولناک امر ہے کہ انسان اس منظر کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا اور اس کو صحیح معنوں میں وہی انسان جان سکتا ہے جس کے ساتھ موت کا معاملہ خود شروع ہو چکا ہو اور وہ خود اس کیفیت سے گزر رہا ہو ہم یہاں صرف چند مثالیں ذکر کریں گے جو عام بیان کی جاتی ہیں اور کچھ حکایات کا ذکر کریں گے جو روایت کی جاتی ہیں۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیث علیہ السلام کے بعض صحیفوں میں پڑھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے ملک الموت دکھا دیں کہ میں ان کی صورت کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ ملک الموت کی ایسی صفات ہیں کہ تم ان کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے اور میں عنقریب ملک الموت کو تمہارے پاس اس صورت میں بھیجوں گا جس میں وہ نبیوں اور برگزیدہ ہستیوں کے پاس آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہلے حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا اور پھر ان کے بعد آپ کے پاس حضرت ملک الموت ایک سفید و سیاہ مینڈھے کی شکل میں آئے اور انہوں نے اپنے پروں میں سے چار ہزار پروں کو پھیلا دیا اور ان کا ایک پر اتنا بڑا تھا کہ تمام آسمانوں اور زمینوں سے متجاوز تھا اور دوسرا پر ساری زمینوں سے تجاوز کر گیا اور ایک پر منتہائے مشرق تک اور ایک منتہائے مغرب تک جا پہنچا اور پوری روئے زمین ان کے سامنے ہے جس میں تمام پہاڑ میدان گہرائیاں اور ساری مخلوق جن انسان اور تمام حیوانات اور تمام سمندر تمام ہوائیں فضائیں اور ان چیزوں کی حیثیت ان کے سامنے اس طرح تھی جیسے سینے کے اوپر گڑھے کی ہے یا زمین کی بلند چوٹی پر رائی کا ایک دانہ رکھا ہوا ہو اور ان کی بہت سی آنکھیں ہیں جن کو صرف خاص مقامات پر ہی کھولا جاتا ہے اور بہت سے ایسے پر ہیں جن کو خاص جگہوں پر ہی کھولا جاتا ہے اور کچھ پر ہائے بشارت ہیں جن کو صرف برگزیدہ ہستیوں کے لیے کھولتے ہیں اور کچھ پر وہ ہیں جو کفار کے لیے کھولتے ہیں ان پروں پر سیخیں کانٹے دار کیل اور قینچیاں لگی ہوئی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ملک الموت کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور سات دن تک بے ہوش رہے جب ہوش میں آئے تو مارے خوف کے ان کی

رگیں پیلی زرد تھیں اور رنگ اڑا ہوا تھا۔

ابن ظفر واعظ جن کی کنیت ابو ہاشم محمد بن محمد ہے نے یہ حکایت اپنی کتاب ''النصائح'' میں لکھی ہے۔

## حضرت ملک الموت کی وہ شکل جس میں مؤمن کی روح قبض کرتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے سوال کیا کہ اے ملک الموت! آپ مجھے وہ صورت دکھایئے جس میں آپ مؤمن کی روح قبض کرتے ہیں' ملک الموت نے کہا: آپ ذرا اپنا رخ پھیریے' آپ نے منہ پھیر کر جو دیکھا تو آپ کے سامنے ایک حسین شکل نوجوان تھا جو سفید لباس میں ملبوس تھا اور اس کے جسم سے خوشبو مہک رہی تھی' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مؤمن کو صرف آپ کے دیدار کی دولت دی جائے تو کافی ہے' وہ باغ باغ ہو جائے گا۔

پھر آپ نے فرمایا: اچھا اب مجھے اپنی وہ صورت دکھایئے جس میں تم کافروں کی روح قبض کرتے ہو تو ملک الموت نے کہا کہ اسے دیکھنے کی آپ میں تاب نہیں' وہ آپ کی طاقت سے باہر ہے لیکن آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں آپ دکھایئے' ملک الموت نے کہا: اچھا آپ اپنا رخ پھر پھیریے' آپ نے منہ موڑ کر جو دیکھا تو ایک سیاہ فام شخص ہے جس کے دونوں پاؤں زمین پر ہیں اور اس کا سر آسمان میں ہے اور انتہائی غیر خوبصورت شکل ہے اور اس کے بدن کے ہر بال کے نیچے سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں' آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ اگر کافر کو محض تمہاری شکل ہی دیکھنے کی تکلیف برداشت کرنی پڑے تو یہی کافی تکلیف دہ اور جان لیوا ہے۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی معنیٰ کی ایک مرفوع حدیث ملائکہ کی صفت میں بعد میں انشاء اللہ آئے گی جو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت غیرت مند مرد تھے آپ کا ایک مخصوص عبادت خانہ تھا جس میں آپ عبادت کرتے اور جب باہر تشریف لے جاتے تو دروازہ بند کر جاتے' ایک دن جب آپ باہر سے واپس پلٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس عبادت خانہ کے صحن میں ایک مرد کھڑا ہے' آپ نے دریافت کیا کہ تجھے میرے گھر میں داخل ہونے کی کس نے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: مالک خانہ نے' ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: گھر کا مالک تو میں ہوں؟ اس شخص نے کہا: مجھے اس گھر میں اس نے داخل کیا ہے جو اس گھر کا حقیقی مالک ہے' آپ نے فرمایا: تو کون سا فرشتہ ہے؟ اس نے جواب دیا: میں ملک الموت ہوں' آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھا سکتے ہو جس میں تم مؤمن کی روح قبض کرتے ہو؟ کہا کہ ہاں! پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو پلٹ کر دیکھا تو وہ مرد ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں بہترین لباس میں آپ کے سامنے کھڑا ہے اور اس کے جسم سے خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں' آپ نے فرمایا: اے ملک الموت! مؤمن کے لیے موت کے وقت آپ کی اس حسین صورت کی زیارت ہی کافی ہے' پھر ملک الموت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح پاک کو قبض کر لیا۔

# فصل

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے فرمایا کہ کسی شخص کو اس بات پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ ملک الموت علیہ السلام دو شخصوں کے لیے دو مختلف صورتوں میں کیونکر ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے اس کی مثال بالکل اس طرح ہے کہ انسان کی شکل وصورت صحت و مرض' بچپن اور جوانی' ادھیڑ عمر اور بڑھاپا میں مختلف ہوتی ہے اور اسی طرح ایک انسان پابندی سے نہایا دھویا رہے' چہرے کی مالش کرے' ابٹن کا استعمال کرے اور کریم وغیرہ استعمال کرے تو اس کا چہرہ تروتازہ اور شگفتہ ہوتا ہے اور اگر وہ مسلسل سفر میں رہتا ہے اور شدید دھوپ اور لو وغیرہ سے اس کی جلد متاثر ہو جاتی ہے تو اس کی شکل میں کافی تبدیلی اور تغیر رونما ہوتا ہے' اسی طرح فرشتے کو سمجھ لیجئے۔فرق اتنا ہے کہ آدمی کی صورت میں یہ تبدیلی اور تغیر و تبدل کبھی مہینوں اور کبھی سالوں کے فرق سے ہوتا ہے جبکہ فرشتوں کی صورت کو بدلنے اور مختلف شکل و روپ اور قالب میں ظاہر ہونے کا معاملہ تھوڑا سا مختلف ہے کہ وہ ایک ہی دن میں بلکہ ایک ہی ساعت میں اس تبدیلی' قالب پر اور اختلافِ صورت پر قادر ہیں اور یہ ایک ظاہر بات ہے بلکہ انسان بھی لباس اور میک اپ کے ذریعے ایک ہی دن بلکہ گھنٹوں میں بھی مختلف روپ دھار لیتا ہے۔

## ۰۰۰-باب

اس باب میں حسب ذیل امور کا بیان ہوگا:

(۱) ملک الموت ہی تمام مخلوق کی روحوں کو قبض کرتے ہیں۔

(۲) ملک الموت روزانہ ہر گھر کے دروازے پر پانچ مرتبہ آتے ہیں۔

(۳) ہر ذی روح پر ہر گھنٹے کے بعد۔

(۴) اور ہر آدمی کے چہرے پر ایک دن میں ستر مرتبہ نظر ڈالتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ . (السجدۃ:۱۱) تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

ابن فضل نسفی نے اپنی کتاب ''اللؤلؤیات'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت جب کسی مؤمن کی روح قبض کرتے ہیں تو اس کے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو جاتے ہیں' اہلِ خانہ شور اور چیخ و پکار شروع کر دیتے ہیں' کوئی اپنے چہرے پر طمانچے مارتا ہے' کوئی اپنے بالوں کو کھول کر بکھیرنے لگتا ہے اور ہلاکت کی بددعائیں دیتا ہے تو ملک الموت علیہ السلام کہتے ہیں: یہ بے صبری اور غم و تکدر کا اظہار' کاہے کو ہو رہا ہے؟ بہ خدا! میں نے تم میں سے کسی کی زندگی کو کم کیا ہے نہ کسی کی روزی چھینی ہے اور نہ ہی کسی پر کوئی ذرا بھی ظلم کیا ہے' پھر بھی اگر تم مجھ پر ناراض ہو اور مجھ سے گلہ ہے تو سنو کہ میں تو اللہ کی طرف سے مامور ہوں

اور اگر تمہارا غصہ مرنے والے پر ہے تو وہ تو اس میں مجبور ہے اور اگر تمہیں اپنے پروردگار پر غصہ آتا ہے تو تم پھر اپنے رب کے ساتھ کفر کرتے ہو (نعوذ باللہ من ذلک) اور میں نے تو تم لوگوں کے پاس بار بار آنا ہے اور اگر لوگ اس فرشتہ کو دیکھ پائیں اور اس کے کلام کو سن لیں تو میّت کو بھول جائیں اور انہیں اپنی جان کے لالے اور اپنا رونا پڑ جائے۔

اسی مفہوم کی روایت ایک حدیثِ مشہور میں ''اربعین'' کے اندر حضرت انس بن مالک سے مرفوعاً مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتۂ موت ہر گھر کے دروازے پر روزانہ پانچ مرتبہ آ کر کھڑا ہوتا ہے' جب کسی انسان کی عمر پوری ہو جاتی ہے اور اس کا رزق دنیا سے ختم ہو جاتا ہے تو اس پر موت کی بے ہوشی طاری کر دیتے ہیں اور کرب والم سے وہ مدہوش ہو جاتا ہے (اور اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے) تو اس کے گھر والے رونے لگتے ہیں' کوئی بالوں کو بکھیرنے والا ہوتا ہے تو کوئی اپنے چہرے پر طمانچے مارتا ہے' کوئی غم میں نڈھال ہوتا ہے' کوئی چیخ چیخ کر بددعائیں دیتا ہے پس ملک الموت علیہ السلام کہتے ہیں: تمہارا بُرا ہو آخر یہ جزع فزع کس وجہ سے ہے؟ میں نے نہ اس کا رزق چھینا ہے نہ وقت سے پہلے اس کی جان نکالی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے امر کے بغیر آیا ہوں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر اس کی روح قبض کی ہے اور مجھے تو تمہارے پاس بار بار آنا ہے حتیٰ کہ تم میں سے کوئی باقی نہ بچے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر لوگ اس کو دیکھ پائیں اور اس کے کلام کو سن لیں تو میّت کو بھول جائیں اور خود اپنے ہی آپ کو رونے لگ جائیں حتیٰ کہ جب میّت کو چارپائی پر رکھتے ہیں تو اس کی روح پھڑ پھڑاتی ہوئی آواز دیتی ہے: اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! خیال کیجیے گا' دنیا تمہیں تماشا نہ بنالے جس طرح مجھے دنیا نے کھیل تماشا بنائے رکھا اور میں حلال اور حرام مال جو ہاتھ لگا جمع کرتا رہا اور غیروں کے لیے چھوڑ کر خالی ہاتھ آخرت کو راہ لی' اوروں کے لیے سامان عیش وعشرت مہیا کیا لیکن اپنے لیے بوجھ تیار کیا' اس لیے میرے گھر والو! میری تمہیں یہی نصیحت ہے کہ اگر: مانه کردیم شما حذر بکنید ہم نہیں کر سکے تم پرہیز کرو۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری مرد کے سرہانے ملک الموت کو دیکھا تو آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: میرے ساتھی کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ وہ مؤمن ہے تو ملک الموت نے عرض کیا: یا محمد (ﷺ) آپ کا دل خوش ہو اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (سبحان اللہ! شانِ مصطفیٰ کتنی بلند ہے کہ فرشتے بھی آپ سے خطاب کرتے ہیں تو کتنے پیارے الفاظ میں اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا کس قدر احترام ولحاظ! اللہ! اللہ!) بلا ریب میں تو ہر مؤمن پر نرمی کرتا ہوں اور کوئی خیمے والے ہوں یا کچے مکانوں والے خشکی میں ہوں یا سمندر میں' میں ہر روز ان میں سے ایک ایک کے چہرے کو پانچ مرتبہ غور سے دیکھتا ہوں' اس لیے میں ہر چھوٹے بڑے کو ان سے زیادہ پہچانتا ہوں' بہ خدا! یا رسول اللہ! اگر میں مچھر کی روح بھی قبض کرنا چاہوں تو بے اذنِ الٰہی قبض نہیں کر سکتا حتیٰ کہ مچھر کی روح قبض کرنے کا حکم دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

ماوردی نے جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام پنجگانہ نمازوں کے اوقات میں

چہروں کو دیکھتے ہیں۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ ملک الموت ہی ہر جاندار کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں اور اس کے تمام تصرفات اللہ عزوجل کے حکم سے ہوتے ہیں اور ہر فعل کا خالق اور موجد اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

## چوپایوں کی جان کون نکالتا ہے؟

ابن عطیہ بیان کرتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ تمام جانوروں کی زندگیاں اللہ تعالیٰ بلاواسطہ ملک الموت ختم فرما دیتا ہے لیکن انسان کی عظمت وشرافت کے پیش نظر اس کی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت اور ان کے مددگار مقرر فرمائے ہیں تو ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اس کے ہاتھ پر تمام روحوں کو قبض کرنے اور اجسام سے ان کے نکالنے کا فعل اس کے پیدا کرنے سے ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ. (الانفال:۵۰)

اور کبھی تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں۔

اور فرمایا:

تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا. (الانعام:۶۱)

ہمارے فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی حقیقت میں فعل کا فاعل ہے) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا. (الزمر:۴۲)

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کی نیند میں۔

اور فرمایا:

اِلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ. (الملک:۲)

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی۔

اور فرمایا:

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ. (البقرۃ:۲۵۸)

وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تعارض ہے کیونکہ بعض آیات میں وفات دینے کی نسبت ملک الموت کی طرف ہے اور بعض میں دوسرے فرشتوں کی طرف اور بعض میں ہے کہ خدا خود وفات دیتا ہے لیکن شیخ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان میں کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ ملک الموت روح قبض کرنے والے ہیں جبکہ دیگر فرشتے مددگار ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل فاعل حقیقی ہے لیکن چونکہ روحوں کو قبض کرنے میں فرشتہ بلاواسطہ اور مباشرۃً (براہِ راست) تصرف کرنے والا ہے اس لیے وفات دینے کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی ہے جس طرح تخلیق کرنے کی نسبت فرشتے کی طرف کی گئی ہے ورنہ خالق اور موجد تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ صادق و مصدوق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے' پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے' پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو بھیجتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے۔

(صحیح مسلم ج۱۶ص۱۹۰' صحیح بخاری ج۱۱ص۴۷۷' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۸۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۶' مسند احمد ج۱ص۴۳۰۔ ۳۸۲' صحیح ابن حبان ج۸ص۱۸' الحمیدی رقم الحدیث: ۱۲۶' البیہقی ج۱۰ص۲۶۶' حلیۃ الاولیاء ج۸ص۲۴۴' الشریعہ ص۱۸۲' السنہ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۱۷۵' تاریخ بغداد ج۹ص۶۰)

اعمش نے خیثمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''یجمع فی بطن امہ'' کی تفسیر بیان کرتے فرمایا کہ ''یجمع'' کا معنیٰ ''خَلَقَ'' یعنی پیدا کرنا ہے۔

نیز کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نطفہ جب رحم میں گرتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے کوئی انسان پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ قطرۂ منی عورت کے بدن میں سرایت کر جاتا ہے حتیٰ کہ ہر ناخن اور ہر بال کے نیچے تک' پھر چالیس راتوں تک اسی طرح ٹھہرا رہتا ہے' اس کے بعد وہ خون کی شکل میں رحم میں اتر آتا ہے اور جمع ہونے کے یہی معنیٰ ہیں کہ وہ خون رحم میں آ کر جمع ہو جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب نطفہ پر بیالیس (۴۲) راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے' وہ اس کی صورت بناتا ہے' اس کے کان' آنکھیں' کھال' گوشت اور اس کی ہڈیاں بناتا ہے' پھر کہتا ہے کہ اے پروردگار! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ (آگے انہوں نے مکمل حدیث کو بیان کیا) (صحیح بخاری ج۱۱ص۴۷۷' صحیح مسلم ج۱۶ص۱۹۳' مسند احمد ج۴ص۷' الحمیدی رقم الحدیث: ۸۲۶' السنہ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۱۸۰' الشریعہ ص۱۸۳)

سابق حدیث اس کی مبیّن اور مفسر ہے' کیونکہ جب تک نطفہ پر مکمل بیالیس (۴۲) راتیں نہیں گزر جاتیں اللہ تعالیٰ اس سے پہلے فرشتہ کو نہیں بھیجتا۔ باقی اس حدیث میں فرشتے کی طرف جو تخلیق کرنے اور صورت بنانے کی نسبت کی گئی ہے تو یہ نسبت مجازی ہے' حقیقی نہیں ہے کیونکہ فرشتہ جو مضغہ پر صورت گری' نقش بندی اور مینا کاری کرتا ہے وہ سب کچھ اس کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور ایجاد اور تخلیق فرمانے کا فعل اور کرشمہ فرشتے کے ہاتھ پر ظاہر فرما دیتا ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے حقیقی طور پر پیدا کرنے کی نسبت کی سبب سے نفی کر کے فقط اپنی ذات پاک کی طرف حقیقتاً پیدا کرنے کی نسبت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ. اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا' پھر تمہاری صورتیں بنائیں تمہارے نقشے بنائے۔ (الاعراف:۱۱)

اس کے علاوہ بھی اس مضمون کی متعدد آیات ہیں' اسی طرح عقلاً بھی اس پر دلائل اور براہین قائم ہیں کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پروردگارِ عالمین کے سوا مخلوق میں سے کسی چیز کا کوئی دوسرا خالق اور موجد نہیں ہے اور

اسی طرح ''ثم یرسل الملک فنفخ فیه الروح'' کے قول میں بھی کہا جائے گا کہ اس میں فرشتے کا پھونکنا سبب ہے اور اس میں روح اور زندگی کو پیدا اللہ تعالیٰ ہی فرمانے والا ہے' اسی طرح تمام تر اسباب عادیہ کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا احداث اور تخلیق اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے' یہ ایک اصول ہے جس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیے اور اس سے گمراہ فرقوں اور طبائع کے قائلین نیچریہ وغیرہ کی خرافات اور باطل وگمراہ کن نظریات سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صحیح مذہب پر تمام مخلوق کی روحوں کو اللہ تعالیٰ ہی قبض کرنے والا ہے جبکہ ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتے محض وسائط اور اسباب ہیں۔

اس کی مؤید یہ حدیث ہے کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت یہ بتلائیے کہ کیا پسوؤں کی جان بھی عزرائیل علیہ السلام نکالتے ہیں؟ انہوں نے کافی دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد پوچھا: کیا ان میں جان ہوتی ہے؟ جب سوال کرنے والے نے کہا: ہاں تو آپ نے فرمایا کہ ان پسوؤں کی روحیں بھی ملک الموت نکالتے ہیں اور پھر دلیل میں قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی کہ:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا. اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

(الزمر:٤٢)

# ١٤-ملک الموت اور ملک الحیات کا مناظرہ

حدیث پاک میں ہے کہ ملک الموت اور ملک الحیات دونوں کے درمیان مناظرہ ہوا'

پس ملک الموت نے کہا کہ میں زندوں کو مارتا ہوں اور ملک الحیات نے کہا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف وحی نازل کی کہ بس تم دونوں اپنے کام سے کام رکھو' کسی کو زندگی اور موت دینے والا صرف میں ہی ہوں' میرے سوا کوئی مارنے والا ہے نہ زندہ کرنے والا۔ (احیاء العلوم ج۴ص ۲۵۷)

حافظ ابونعیم نے حضرت ثابت بنانی سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رات اور دن کے چوبیس (۲۴) گھنٹوں میں سے کوئی ساعت ایسی نہیں گزرتی جس میں ملک الموت ہر جاندار کے سر پر نہ کھڑے ہوں' پس اگر اس کو کسی ذی روح کی جان نکالنے کا حکم ملتا ہے تو وہ اس کی روح قبض کر لیتا ہے ورنہ چلا جاتا ہے اور یہ حکم عام ہے' ہر ذی روح کو شامل ہے۔

اور حدیث الاسراء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سید کائنات ﷺ نے فرمایا: میں نے کہا: اے ملک الموت! تم پوری روئے زمین' خشکی اور سمندر کے جانداروں کی ارواح قبض کرنے پر کیسے قدرت پاتے ہو؟ مکمل حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملک الموت بندوں کے چہروں کو روزانہ ستر مرتبہ دیکھتا ہے' جب کوئی بندہ ہنستا ہے تو فرشتۂ موت اس سے کہتا ہے کہ تعجب کی بات ہے' میں اس کی روح قبض کرنے کو آیا ہوں اور یہ ہنس رہا ہے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ٤٢١٨٥)

## عزرائیل علیہ السلام کو روحیں قبض کرنے پر مقرر کرنے کے سبب کا بیان

امام زہری' وہب ابن منبہ اور بہت سے محدثین نے روایت کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے (جب آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو) جبریل علیہ السلام کو زمین سے مٹی لانے کے لیے بھیجا' جب حضرت جبریل علیہ السلام زمین پر مٹی لینے آئے تو مٹی نے ان کو خدا کا واسطہ دے کر اس کی پناہ مانگی چنانچہ انہوں نے اس کو اللہ کی پناہ دے دی' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا' انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تو تیسرے نمبر پر حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا گیا' مٹی نے ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی مگر انہوں نے اس کی ایک نہ سنی' مٹی لی اور اللہ کے دربار میں حاضر ہو گئے' رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے عزرائیل! کیا مٹی نے تجھ سے میری پناہ نہیں مانگی تھی؟ عرض کیا: جی مانگی تھی' فرمایا: تو پھر تجھے رحم نہ آیا؟ جس طرح تیرے پیش رو دو ساتھیوں نے اس پر ترس کھاتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا تھا تو تُو نے کیوں نہ اس کو میرا واسطہ دینے پر چھوڑا؟ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! تیری اطاعت کرنا مجھ پر بہ نسبت میرے اس رحم کرنے کے زیادہ ضروری تھا' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جا تو ملک الموت ہے' میں نے اس کی روحوں کو قبض کرنے پر تجھے مسلط کیا' یہ سن کر حضرت عزرائیل علیہ السلام روئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رونے کا کیا سبب ہے؟ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! بے شک تو نے اس سے انبیاء' مرسلین اور برگزیدہ ہستیوں کو پیدا فرمانا ہے اور تیری پیدا کردہ چیزوں میں سے مخلوق کے نزدیک موت سے زائد کوئی ناپسندیدہ چیز نہیں ہے اور جو لوگ مجھے پہچان لیں گے تو میرے دشمن ہو جائیں گے اور مجھے برا بھلا کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک میں موت کے علل و اسباب پیدا کر دوں گا اور لوگ ان اسباب وعلل کی طرف موت کی نسبت کر دیا کریں گے اور تیرا نام ہی نہیں لگے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مصائب اور بیماریوں کو پیدا فرمایا۔

اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی روایت کیا' اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کے لیے چھ زمینوں سے مٹی لی گئی اور زیادہ تر حصہ چھٹی زمین سے لیا گیا ہے اور ساتویں زمین سے مٹی بالکل نہیں لی گئی کیونکہ ساتویں زمین میں جہنم کی آگ ہے اور جب فرشتہ مٹی لے کر حاضر ہوا تو رب تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ کیا مٹی نے تجھ سے میری پناہ نہیں مانگی تھی؟ الحدیث۔

امام قتیبی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ زمین نے کہا: اے میرے رب! تو نے آسمانوں کو پیدا فرمایا اور اس کے بعد ان میں سے کوئی چیز کم نہیں فرمائی اور تو نے مجھے پیدا فرمایا تو مجھ میں کمی کر دی ہے' زمین کے یہ عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> ''مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے! میں ان کے نیکوں اور بدکاروں کو تیرے اندر پناہ دوں گا' پس زمین نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ میں تیری نافرمانی کرنے والوں سے ضرور انتقام اور بدلہ لوں گی''۔

راوی کہتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کے پانیوں سے' نمکین' شیریں (میٹھا) کڑوا' خوشبودار اور بھمک والا پانی منگوایا اور اس میں مٹی کو گوندھا گیا' وہ خمیر چالیس دن میں تیار کیا گیا اور ایک روایت کے مطابق چالیس سال

تک اس مٹی کو گوندھا جاتا رہا اور ابھی اس میں روح کو نہیں پھونکا گیا اور اس جسدِ خاکی کے پاس سے فرشتوں کا گزر ہوتا تو ٹھہر جاتے اور اس کو دیکھتے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے: بلاشبہ ہمارے رب نے اس سے زیادہ حسین کوئی چیز پیدا نہیں فرمائی اور اس کو سب میں خوبصورت بنایا ہے اور یقیناً کچھ ہونے والا ہے اور ابلیس لعنتی جب کبھی وہاں سے گزرتا تو اس پر اپنا ہاتھ مارتا اور اس سے بجنے کی آواز سنتا۔ یہی معنیٰ ہے ''صلصال فخار'' کا کہ وہ بجتی ہوئی مٹی ہے۔ ابلیس لعین کہتا: اگر اس کو مجھ پر فضیلت دی گئی تو میں اس کی اطاعت نہیں کروں گا اور اگر مجھے اس پر برتری اور فوقیت دی گئی تو میں اس کو ہلاک اور تباہ کر دوں گا' یہ مٹی کا اور میں ناری۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبریل اور میکائیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مٹی لانے کے لیے بھیجا اور شیطان مٹی لے کر آیا تھا اور مٹی نے شیطان سے اللہ کا واسطہ دے کر فریاد کی تھی اور کہا تھا کہ میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں مگر شیطان نے مٹی اٹھالی اور رب کی طرف آسمانوں پر چڑھ آیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا مٹی نے تجھ سے میری پناہ نہیں مانگی تھی؟ ابلیس نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب! تو رب تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں اس مٹی سے جس کے لانے میں تیرے ہاتھوں نے جنایت کی ہے ضرور ایک مخلوق کو پیدا فرماؤں گا جو تجھے تکلیف پہنچائے گی۔ (واللہ اعلم)

## جب روح نکال کر لے جاتے ہیں تو آنکھیں اس کا تعاقب کرتی ہیں

ابن ماجہ نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوسلمہ کے پاس آئے درانحالیکہ ان کی آنکھیں چڑھ گئیں تھیں' آپ ﷺ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں۔

(صحیح مسلم ج ٦ ص ٢٢٢' مسند احمد ج ٤ ص ١٢٥' ج ٦ ص ٢٩٧' ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٤٥٤' المستدرک ج ١ ص ٣٥٢' البیہقی ج ٣ ص ٣٨٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں' صحابہ نے کہا: کیوں نہیں' آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں روح کو دیکھتی ہیں۔ (صحیح مسلم ج ٦ ص ٢٢٣-٢٢٤' البیہقی ج ٣ ص ٣٨٥)

اور صحیح کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اوّلاً جب میت کی آنکھیں چڑھتی ہیں تو اس سیڑھی کو دیکھنے کے لیے ہوتی ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے' یہ سیڑھی سبز رنگ کے زمردیں پتھر کی ہے اور اتنی خوبصورت ہے کہ کبھی دیکھی نہیں گئی اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب آنکھیں دیر تک دیکھتی ہی رہ جاتی ہیں۔

# فصل

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد مبارک ''ان الروح إذا قبض تبعه البصر'' اور ارشاد مبارک ''فذلک حین یتبع بصره نفسه'' میں چونکہ ''روح'' اور ''نفس'' ایک ہی مسمی

(ذات) کے دو نام ہیں لہٰذا آپ کا یہ ارشادِ مبارک روح اور نفس کے بارے میں جو مختلف اقوال ہیں ان میں سے یہ ایک قول ہی بے نیاز کر دیتا ہے کہ اس میں یقیناً روح اور نفس سے ایک ہی چیز مراد ہے اور دونوں کا مصداق ایک ہی ہے' یہ دو الگ الگ چیز کے نام نہیں ہیں۔

## قبروں میں مردوں کی باہم ملاقات اور اچھا کفن پہنانے کا بیان

امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اگر ہو سکے تو اچھا کفن دے۔

(صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۲' نسائی ج ۴ ص ۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵-۳۲۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۶۶' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۳۲' ترمذی رقم الحدیث: ۹۹۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۷۴' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۹' المنتقیٰ رقم الحدیث: ۵۴۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴' البیہقی ج ۳ ص ۴۰۳' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۵۲' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۱۶)

ایک دوسری روایت میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ باہم ملاقات کرتے اور اچھے کفن سے تفاخر کرتے یعنی خوش ہوتے ہیں۔

(الموضوعات ج ۳ ص ۲۴۰' احکام الجنائز رقم الحدیث: ۳۱۲' اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۲۳۵)

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بہترین کفن یہ ہے کہ میت کو ان کپڑوں میں کفنایا جائے جن میں وہ نماز پڑھتا تھا۔

# باب-٠٠٠

## جنازہ کو لے جانے میں جلدی کرنے اور میت کے کلام کرنے کا بیان

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ جب میت چارپائی پر رکھ دی جاتی ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے: مجھے آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے: ہائے! مجھے کہاں لے جاتے ہو' اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۸۲' نسائی ج ۴ ص ۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱-۵۸' ابن حبان ج ۵ ص ۱۸' سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۱)

اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ میت کہتی ہے: ''یا اھلی و یا ولدی'' (اے میرے گھر والو! اے میرے بچو!)۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنازے کو تیزی سے لے چلو' اگر وہ نیک ہے تو خیر ہے جسے آگے کر رہے ہو اور اگر اس کے سوا ہے تو شر کو اپنی گردنوں سے اتارو۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۸۳' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۲' نسائی ج ۴ ص ۴۲' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۶۵' ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۱۵' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۱۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۷۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰-۴۸۸' مؤطا امام مالک

ص ١٦٦' ابن الجارود رقم الحدیث: ٥٢٧' البیہقی ج ٤ ص ٢١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢٨١)

# فصل

## الفاظِ حدیث کی لغوی و شرعی تحقیق

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''صعق'' کا معنیٰ موت ہے اور ''الاسراع'' (تیزی سے لے چلنا) سے کیا مراد ہے؟ تو فرماتے ہیں کہ اس سے جنازہ کو اٹھا کر قبر کی طرف چلنے میں تیزی کرنا مراد ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا ہے تاکہ میّت متغیر نہ ہو جائے اور پہلا معنیٰ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ نسائی کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

امام نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیینہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میرے والد نے فرمایا کہ میں عبدالرحمٰن بن سمرہ کی نماز جنازہ میں حاضر ہوا اور زیاد چارپائی کے آگے آگے چل رہا تھا تو عبدالرحمٰن بن سمرہ کے گھر کے مردوں اور اس کے غلاموں نے بھی آگے چلنا شروع کر دیا' دوسرے لوگ پیچھے تھے اور ان کے قدم بقدم چلتے تھے اور وہ کہتے تھے: آہستہ آہستہ چلو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور وہ رینگتے ہوئے چلتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے کچھ ہی راستہ طے کیا تھا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خچر پر سوار ان سے آملے' جب انہوں نے لوگوں کو اس طرح کرتے دیکھا تو اپنی سواریوں کے ساتھ ان پر چڑھ دوڑے اور اپنا کوڑا ان کی طرف جھکایا اور فرمایا: راستہ چھوڑ دو مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے ابوالقاسم (حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء) کو عزت دی ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ہم جنازے میں اس رفتار سے چلتے تھے جو رمل (کندھوں کو ہلاتے ہوئے دوڑنا) کے قریب ہوتی پس لوگ پھیل کر دراز ہو گئے۔ (نسائی ج ٤ ص ٤٢-٤٣' ابوداؤد رقم الحدیث: ٣١٦٧' صحیح ابن حبان ج ٥ ص ٢٠' مسند احمد ج ٥ ص ٣٦' البیہقی ج ٤ ص ٢٢' المستدرک ج ١ ص ٣٥٥)

(ابومحمد عبدالحق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے) نیز ''سنن ابوداؤد'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی ﷺ سے جنازے کے ساتھ چلنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: دوڑنے سے کم' اگر نیک ہے تو اس کو جلدی پہنچاؤ اور اگر بد ہے تو اہل نار سے دوری بہتر ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ١٠١١' ابوداؤد رقم الحدیث: ٣١٦٨' البیہقی ج ٤ ص ٢٢)

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ جنازہ میں تیز چلنے سے مراد معتدل رفتار سے چلنا ہے' تاکہ کمزور لوگوں پر ساتھ چلنا دشوار نہ ہو۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قدرے تیز چلنا افضل ہے اور یہود و نصاریٰ کی طرح رینگتے ہوئے نہیں جانا چاہیے پس نارمل اور معمول کی چال کے ساتھ چلنا بہتر ہے۔

## دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ ایک جنازہ میں تشریف لے گئے' جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک چادر منگوائی اور اس کو قبر پر پھیلا کر پردہ کر دیا اور فرماتے تھے کہ قبر

کے اندر مت جھانکو کیونکہ یہ امانت ہے اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کفن کی گرہ کھل جائے اور میّت کی گردن میں سیاہ سانپ کا طوق پڑا ہوا نظر آئے اور اسی طرح ممکن ہے کہ اس کے بارے میں حکم دیا جائے کہ اس کو بیڑیاں پہنا دو اور زنجیروں کی آواز سنائی دے۔ (الموضوعات لابن جوزی ج ۳ ص ۲۳۵)

عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت سعد بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی قبر پر کپڑے سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ (شعبی نے کہا کہ) سعد بن مالک فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر میں اترے اور آپ نے حضرت سعد بن معاذ کی قبر پر کپڑے سے پردہ کیا اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے کپڑا پکڑا تھا۔
(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ٦٤٧٧، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۶، البیہقی ج ۴ ص ۵۴)

# فصل

دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

(۱) عبداللہ بن یزید، شریح اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد (کی قبر) پر کپڑے وغیرہ کا پردہ کرنا مکروہ ہے۔

(۲) امام احمد اور اسحاق کا مختار یہ ہے کہ یہ عورت کے لیے پسندیدہ ہے، احناف کا بھی یہی مختار ہے۔

(۳) احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ مرد کی قبر پر پردہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) ابوثور کہتے ہیں: مرد اور عورت دونوں کی قبر پر پردہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۵) امام شافعی کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، امام شافعی کے نزدیک دفن کے وقت عورت کی قبر پر پردہ کرنا مرد کی بہ نسبت زیادہ مؤکد ہے۔ (ابن المنذر)

مؤلف تذکرہ شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرد اور عورت دونوں کی قبر پر بوقت دفن پردہ کرنا سنت ہے اس علت کی بناء پر کہ جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کے دفن کے وقت ان کی قبر پر پردہ کرانے میں بیان فرمائی لہٰذا حضور سیّد عالم ﷺ کی اقتداء میں مرد و عورت دونوں کی قبر پر پردہ کر لینا سنتِ رسول ﷺ ہے۔ (واللہ اعلم)

نیز شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے بعض اصحاب نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے ایک شخص کی قبر میں زنجیر کے بجنے کی آواز سنی اور ہمارے فقیہ اور عالم ساتھی شیخ طریقت ابوعبداللہ محمد بن احمد قصری رحمہ اللہ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ قسطنطنیہ کا کوئی حاکم مر گیا اور اس کے لیے قبر کھودی گئی، جب لوگ قبر کھودنے سے فارغ ہوئے اور میّت کو قبر میں اتارنے لگے تو اچانک دیکھتے ہیں کہ قبر میں ایک کالا سانپ ہے، لوگ خوفزدہ ہو گئے اور اس میں میّت کو دفنانے سے ڈر گئے اور ایک دوسری قبر کھودی گئی، جب اس میں میّت کو داخل کرنے کا ارادہ کیا تو وہی کالا سانپ اس میں موجود تھا، پھر ایک جگہ اور قبر کھودی گئی، اس کا بھی یہی حال تھا حتیٰ کہ تقریباً تیس (۳۰) جگہ لوگوں نے

اس حاکم کی قبر کھودی مگر ہر جگہ سانپ نکلتا اور جب بھی وہ دفن کرنے کا ارادہ کرتے وہ سانپ سامنے آ جاتا حتیٰ کہ وہ تنگ آ گئے۔ اہل علم سے پوچھا کہ اب وہ کیا کریں پس انہیں بتایا گیا کہ وہ اسی کالے سانپ کے ساتھ ہی اس کو دفن کر دیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور دنیا و آخرت میں پردہ پوشی کی دعا کرتے ہیں۔

## •••-باب

اس باب میں حسب ذیل امور کا بیان ہوگا:

(۱) دفن کی حالت میں اور دفن کے بعد قرآن مجید پڑھنے کا بیان۔

(۲) تلاوتِ قرآن' دعا' استغفار اور صدقہ وغیرہ کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے۔

ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ ''الاحیاء'' میں اور ابو محمد عبد الحق رحمہ اللہ کتاب ''العاقبہ'' میں رقمطراز ہیں: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۂ فاتحہ' معوذتین اور ''قل ھو اللہ احد'' پڑھو اور ان کا ثواب اہل قبور کو پہنچا دو کیونکہ یہ پہنچتا ہے۔

علی بن موسیٰ حداد بیان کرتے ہیں: میں احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ جوہری کے ہمراہ ایک جنازہ میں موجود تھا' جب میّت کو دفن کیا گیا تو ایک نابینا شخص آیا اور قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنے لگا' حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اے فلاں! قبر پر قرآن خوانی بدعت ہے۔ علی بن موسیٰ حداد فرماتے ہیں: جب ہم قبرستان سے باہر آئے تو محمد بن قدامہ رحمہ اللہ نے حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے عرض کیا: اے ابو عبد اللہ! مبشر حلبی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ ثقہ (قابلِ اعتماد) آدمی تھے' میں نے دریافت کیا کہ آپ نے ان سے کچھ لکھا ہے؟ فرمایا: ہاں! علی بن موسیٰ بن حداد نے عرض کیا کہ حضرت مبشر حلبی بن اسماعیل نے عبد الرحمٰن بن العلاء بن الحجاج سے اور انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کے دفن کرنے کے بعد ان (کی قبر) کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں تلاوت کی جائیں اور انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آپ نے اس بات کی وصیت فرمائی تھی۔ (یہ سن کر) حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: میں اپنے موقف سے رجوع کرتا ہوں اور اس شخص سے کہو کہ وہ (قبر کے پاس) پڑھے۔

نوٹ: سبحان اللہ! علماء حق کی کیا شان ہے؟ امام احمد رحمہ اللہ کی اخلاقی جرأت ملاحظہ فرمایئے کہ حق واضح ہو جانے اور دلیل سامنے آنے کے بعد فوراً حق بات کی طرف رجوع فرما لیا۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے بعض علماء نے میّت کو ثواب پہنچنے پر حدیث عسیب سے استدلال کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور سیّد عالمین ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے تو آپ نے ایک تر شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا لگا دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی قبر والوں سے

عذاب میں تخفیف ہو گی۔ (صحیح بخاری ج۳ ص۲۲۲' صحیح مسلم ج۳ ص۲۰۰' نسائی ج۴ ص۱۰۶' ترمذی رقم الحدیث: ۷۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷-۳۴۹' مسند احمد ج۱ ص۲۲۵' ج۵ ص۳۵' صحیح ابن حبان ج۵ ص۵۲' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۵۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۷۵' البیہقی ج۱ ص۱۰۴' ج۲ ص۴۱۲)

اور مسند ابی داؤد طیالسی میں ہے کہ آپ نے شاخ کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک قبر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی ان کا عذاب ہلکا ہو جائے گا۔ (معالم السنن ج۱ ص۲۷' ترمذی ج۱ ص۱۰۳' صحیح مسلم ج۸ ص۲۳۱-۲۳۶)

علماء کہتے ہیں: یہ حدیث قبر کے پاس درخت وغیرہ لگانے کی اصل ہے اور یہ کہ جب اللہ تعالیٰ درختوں اور شاخوں وغیرہ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے تو کوئی مؤمن قبر کے پاس اگر قرآن مجید پڑھے گا تو کیا عالم ہو گا؟

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اہلِ قبور کو ثواب پہنچائے تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر اجر عطا فرمائے گا۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۵۹۶' احکام الجنائز ص۱۹۳' القراءۃ علی القبور ج ق ۲۰۱ ص۲)

خادم رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: جب کوئی مسلمان آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ قبور کو پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) مشرق سے لے کر مغرب تک ہر مؤمن کی قبر میں چالیس (۴۰) روشنیاں داخل کرتا ہے اور اللہ عزوجل ان مردوں کی قبروں کو کشادہ فرما دیتا ہے اور قاری کو ستر نبیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور ہر میت کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ہر مرنے والے کے بدلے اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

(احکام الجنائز ص۱۹۱' صحیح مسلم ج۲ ص۱۸۸' ترمذی ج۴ ص۴۲' مسند احمد ج۲ ص۲۸۴)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَجْسَادِ الْبَالِيَةِ وَالْعِظَامِ النَّاخِرَةِ خَرَجَتْ مِنَ الدُّنْيَا وَهِيَ بِكَ مُؤْمِنَةٌ فَاَدْخِلْ عَلَيْهَا رَوْحًا مِنْكَ وَسَلَامًا مِنِّي اِلَّا كَتَبَ بِعَدَدِهِمْ حَسَنَاتٍ.

اے اللہ! اور ان پرانے جسموں اور بوسیدہ ہڈیوں کے مالک! جب یہ اجسام دنیا سے قبروں میں گئے تھے تو تجھ پر ایمان رکھنے کی حالت میں گئے تھے پس تو ان پر اپنی طرف سے راحت اور میری طرف سے سلامتی داخل فرما۔

تو اس دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ روئے زمین پر چلنے والی تمام مخلوق سے اور سب انسانوں میں افضل وہ ہے جو لوگوں کو علم سکھائے' جب بھی دین اپنے لباس اور شعار کو پرانا کر لیتا ہے تو معلم دین اس دین کو (اپنے تجدیدی کارناموں سے) نیا لباس پہناتے ہیں اور اس تعلیم پر اجرت طلب نہیں کرتے بلکہ اس کو گناہ تصور کرتے ہیں۔ (معلم کا یہ مقام اور درجہ اس لیے ہے کہ) معلم جب بچے کو کہتا ہے کہ کہہ دو "بسم اللہ

الرحمن الرحیم'' تو اللہ تعالیٰ معلم دین' طالب علم بچے اور بچے کے والدین سب کے لیے دوزخ سے برأت کو لکھ دیتا ہے۔ (رواہ الثعلبی)

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس باب (ایصالِ ثواب کے باب) میں اصل وہ صدقہ ہے جس میں ائمہ میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے تو جس طرح صدقے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اسی طرح قرآن پاک پڑھنے' دعا اور استغفار کرنے کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر چیز صدقہ ہے اس لیے کہ صدقہ صرف مال کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

حضور ﷺ سے حالتِ امن میں نمازِ قصر کے متعلق سوال پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نماز میں قصر اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر صدقہ ہے پس اللہ تعالیٰ کا صدقہ قبول کرو۔

(صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۹۶' ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۸۷' نسائی ج ۳ ص ۱۱۷' ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۳۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۔۳۶' مسند الشافعی ص ۲۴' ابن حبان ج ۴ ص ۱۸۰' البیہقی ج ۳ ص ۱۴۱)

نیز ارشادِ نبوی ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم میں ہر ایک شخص پر اپنے ہر جوڑ کا صدقہ دینا واجب ہے۔ پس بے شک ہر تسبیح (''سبحان اللہ'' کہنا) صدقہ ہے اور ہر تہلیل (''لاالہ الا اللہ'' کہنا) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (''اللہ اکبر'' کہنا) صدقہ ہے اور ہر تحمید (''الحمدللہ'' کہنا) صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور چاشت کے دو نفل ادا کرنے سے ان سب صدقات کا ثواب مل جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۳۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۷' البیہقی ج ۳ ص ۴۷)

اور اسی لیے علماء کرام نے زیارتِ قبور کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ قبر پر جانے والے کا میت کے لیے کچھ پڑھنا (قرآن' درود شریف' تہلیل' تحمید وغیرہ) اس کی طرف سے میت کے لیے تحفہ ہے۔

نیز ارشاد فرمایا' نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میت (مرحوم) ڈوبنے والے کی مثل ہے فریاد کرنے والے کی مانند ہے' انتظار کرتا ہے ان دعاؤں کا جو اس کو باپ' بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہیں' جب دعا اسے پہنچتی ہے تو اس کو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبوب ہوتی ہے اور بے شک مرنے والوں کے لیے زندوں کا تحفہ دعا اور استغفار ہے۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۹۷۱)

## درود شریف کی برکت

حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس آ کر کہنے لگی کہ میری جوان بیٹی فوت ہوگئی ہے اور میری تمنا ہے کہ میں اسے خواب میں دیکھوں' آپ مجھے نفل پڑھنے کا طریقہ بتائیں جس سے میں اس کو مل سکوں' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اس عورت کو نماز کا طریقہ بتایا' اس نے خواب میں اپنی بیٹی کو دیکھا کہ اس کے جسم پر تارکول کا لباس ہے' گردن میں آگ کا طوق ہے اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی ہوئی ہیں' یہ منظر دیکھ کر وہ عورت کانپ اٹھی' صبح جب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے اس خواب کا ذکر کیا تو وہ بھی اس پر بہت مغموم ہوئے' اس کے کچھ مدت بعد حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی ہے

اور وہ جنت میں ایک تخت پر اپنے سر پر تاج سجائے بیٹھی ہے اور کہتی ہے کہ بزرگو! مجھے پہچانتے ہو؟ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس لڑکی سے کہا کہ نہیں' وہ کہنے لگی کہ میں وہی لڑکی ہوں جس کی ماں کو آپ نے نمازِ نفل پڑھنے کا طریقہ بتایا تھا اور مجھے ہی میری امی نے خواب میں دیکھا تھا' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے پوچھا کہ تو' تو اب بہت اچھی حالت میں ہے' اس کا کیا سبب ہے؟ اس لڑکی نے کہا کہ ایک دن کوئی شخص ہمارے قبرستان سے گزرا اور وہ نبی پاک صاحبِ لولاک حضور رحمۃ للعالمین ﷺ پر درود شریف پڑھ رہا تھا اور اس قبرستان میں پانچ سو ساٹھ انسان عذاب میں مبتلا تھے' اس شخص کے درود پاک پڑھنے کے بعد غائب سے آواز آئی کہ ان تمام قبرستان والوں سے نبی پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی برکت سے عذاب کو اٹھالو۔

ایک شخص نے بیان کیا کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا' میں نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ بتاؤ تمہارے ساتھ قبر میں کیا سلوک ہوا؟ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آگ کا شعلہ لے کر آیا اور اگر میرے حق میں ایک دعا کرنے والے شخص نے دعا نہ کی ہوتی تو وہ آگ کا شعلہ لانے والا اس آگ سے مجھے ہلاک کر دیتا۔

ابو محمد عبدالحق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''العاقبہ'' میں اس مضمون کی ائمہ صالحین سے بکثرت حکایات نقل فرمائی ہیں اور ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب ''عیون الاخبار'' میں ایک طویل حکایت ذکر کی ہے' چونکہ یہ حکایت وعظ وتذکیر' تخویف وتحذیر اور موت وانتقال کی دعاؤں اور تضرع وابتہال پر مشتمل ہے اس لیے ہم نے مناسب خیال کیا کہ اس حکایت کو یہاں بیان کر دیا جائے۔

حارث بن نبہان سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میری عادت تھی کہ پرانے قبرستانوں کی طرف نکل جاتا اور وہاں جا کر اہلِ قبور کے لیے رحیم وکریم باری تعالیٰ سے رحم کی دعائیں کرتا' اپنی آخرت کی فکر میں ڈوب جاتا اور اس اجڑے ہوئے دیار اور شہرِ خاموشاں کے باسیوں کے احوال سے عبرت حاصل کرتا اور ان کی طرف نظر کرتا کہ سب خاموش ہیں' کوئی نہیں ہے جو بات کر سکے اور ایسے بے بس اور لاچار کہ اپنے ہمسایوں سے ملاقات نہیں کر سکتے' زمین کا پیٹ ان کا بستر ہے اور اس کی پشت ان کا لحاف اور اوپر اوڑھنے کی چادر ہے اور میں پکارتا کہ اے قبروں والو! دنیا سے تمہارے آثار تو مٹ گئے ہیں اور تمہارے غم نہیں مٹے اور تم مصیبت اور آزمائش کے گھر میں جا بسے ہو اور تمہارے اقدام متورم ہو گئے' پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتا' جب رونے دھونے سے بس کرتا تو ایک گنبد کی طرف چلا جاتا جس کے نیچے ایک قبر اور مزار تھا' اس گنبد کے سایہ میں سو جاتا۔

کہتے ہیں کہ ایک دن میں مزار کے پاس سویا ہوا تھا' اچانک میں نے محسوس کیا کہ کوئی صاحب قبر کو گرز سے مار رہا ہے اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور اس کی گردن میں ایک زنجیر پڑی ہوئی ہے اور اس کی آنکھیں نیلی پڑ چکی ہیں اور چہرہ سیاہ ہو چکا ہے اور وہ کہہ رہا ہے: ہائے میری بربادی! مجھ پر اتنی بڑی مصیبت آ پڑی ہے کہ اگر دنیا والے مجھے دیکھ پاتے تو کبھی اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرتے' بخدا! مجھ سے لذتوں کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے مجھے ہلاک کر دیا اور مجھ سے گناہوں کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے مجھے ڈبو دیا' تو کیا کوئی ہے جو اس وقت میری

شفاعت کرنے والا ہو؟ اور یا کوئی ہے جو میرے اس قبر کے معاملہ کی میرے گھر والوں کو خبر دینے والا ہو؟ حارث کہتے ہیں کہ میں گھبرایا ہوا اٹھا اور خواب میں جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس سے قریب تھا کہ میرا دل پھٹ جائے پس میں اپنے گھر چلا آیا اور رات اسی کی فکر میں جو میں نے خواب میں دیکھا گزار دی اور جب صبح ہوئی تو میں نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے چھوڑیں میں دوبارہ اس جگہ جاتا ہوں جہاں میں نے وہ منظر خواب میں دیکھا تھا تاکہ قبروں کی زیارت کو آنے والوں میں سے کسی کو وہاں پاؤں اور اس کو وہ کچھ بتلاؤں جو میں نے دیکھا ہے' کہتے ہیں کہ میں اس مقام پر چلا گیا جہاں گزشتہ کل میں نے خواب میں یہ منظر دیکھا تھا' وہاں مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا تو بیٹھے بیٹھے مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میری آنکھ لگ گئی اور میں نیند میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہی صاحبِ قبر ہے جو اپنے چہرے کو پیٹ رہا ہے اور کہہ رہا ہے: ہائے میری بربادی' مجھ پر کتنی بڑی مصیبت آ پڑی ہے؟ میں نے دنیا میں کتنی لمبی زندگی گزاری لیکن میں زندگی بھر برے کام کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اپنے پروردگارِ حقیقی کو ناراض کیا اور میں اپنی کرتوتوں کے سبب رب تعالیٰ کے قہر وغضب کا شکار ہوں اور اگر میرے پروردگار نے مجھ پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً میری تباہی اور ہلاکت آ لگی ہے۔

حارث کہتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس کی وجہ سے میری عقل مغلوب ہو چکی تھی پس میں اپنے گھر چل دیا اور بقیہ رات گھر گزاری' جب صبح ہوئی تو میں قبرستان میں آیا تاکہ قبروں کی زیارت کو آنے والوں میں سے اگر کوئی ملے تو اس کو اپنا خواب سناؤں' اسی انتظار میں پھر میری آنکھ لگ گئی' پس اچانک میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہی صاحبِ قبر ہے اور اس کے دونوں پاؤں باہم جکڑے ہوئے ہیں اور وہ اس حال میں کہہ رہا ہے کہ دنیا والے میرے حال سے کتنے غافل ہیں' مجھ پر عذاب کو دو چند کر دیا گیا ہے' میرے سارے حیلے اسباب کٹ چکے ہیں' رب الارباب مجھ پر غضب ناک ہے اور مجھ پر (رحمت کا) ہر دروازہ بند ہو چکا ہے' پس میں ہلاک ہو گیا اگر میرے عزت اور بخشش فرمانے والے مالک و پروردگار نے مجھ پر رحم نہ فرمایا تو!

حارث کہتے ہیں کہ میں اسی گھبراہٹ کے عالم میں نیند سے بیدار ہوا اور واپس گھر جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اتنے میں تین نوجوان لڑکیاں وہاں آ گئیں' میں قبر سے ہٹ کر تھوڑی سی دور جا کر چھپ گیا تاکہ ان کی گفتگو سنوں' تینوں میں سے چھوٹی آگے آئی اور قبر کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور کہا: ''السلام علیک یا ابتاہ'' اے ابوجان! آپ پر سلام ہو' آپ اپنی آرام گاہ میں کیسے پرسکون ہیں اور اپنی قبر میں کیسے قرار اور چین سے محوِ استراحت ہیں اور ہمارا کوئی دنیا میں پرسانِ حال نہیں ہے' وائے حسرت! ابو جی! ہمارے سوال اور فرمائشوں کو پورا کرنے والا کوئی نہیں اور پھر اس نے زور زور سے رونا شروع کر دیا' اس کے بعد دونوں بڑی لڑکیاں آگے آئیں اور دونوں نے قبر پر آ کر سلام کیا اور کہنے لگیں: یہ ہمارے ابوجان کی قبر ہے جو ہم لوگوں پر شفقت فرماتے تھے اور ہم پر ترس کھاتے اور مہربانی کرتے تھے' ہم دعا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کے فرشتوں کو بھیج کر آپ سے قبر کی وحشت کو دور فرمائے اور آپ کو اپنی رحمت سے مانوس کرے اور اللہ تعالیٰ عذاب اور انتقام و سزا کو آپ سے پھیر دے اور دور کرے۔

اے ابو جان! تمہارے بعد ایسی ایسی باتیں ہوئیں کہ اگر آپ ان کو اپنی زندگی میں دیکھ لیتے تو آپ کو غم ہوتا اور اگر آپ اس پر مطلع ہوتے تو آپ کو حزن وملال ہوتا' مردوں نے ہمارے چہروں سے نقاب نوچ لیے اور بلاشبہ آپ ہمارے چہروں کو ڈھانپتے تھے اور ہماری عزت وآبرو کے رکھوالے تھے۔

حارث کہتے ہیں کہ میں ان لڑکیوں کے کلام کو سن کر رو پڑا' پھر میں اٹھ کر جلدی سے ان کی طرف گیا' دعا و سلام کے بعد میں نے ان سے کہا: اے بچیو! بے شک بندے کے اعمال کبھی قبول ہوتے ہیں اور کبھی مردود ہو جاتے ہیں تو بیٹی تم بتاؤ کہ تمہارے باپ کے عام طور پر عمل کیسے ہوتے تھے کیونکہ میں نے اس قبر میں اس کا جو حال دیکھا ہے وہ نہایت پریشان کن ہے اور جہاں تک میں اس کے حال پر آگاہ ہوا ہوں وہ بہت دردناک ہے۔

حارث کہتے ہیں کہ جب ان لڑکیوں نے میری گفتگو سنی تو اپنے چہروں سے پردہ ہٹا دیا اور بولیں: اے نیک بندے! وہ کیا چیز ہے جو آپ نے دیکھی؟ میں نے کہا: مجھے تین دن ہو گئے ہیں کہ میں ہر روز اس قبر پر آ رہا ہوں اور روزانہ اس قبر میں زنجیروں اور گرزوں کی آواز سنتا ہوں' راوی کہتے ہیں کہ ان لڑکیوں نے جب میرا یہ جواب سنا تو کہنے لگیں: کتنی خطرناک خبر ہے! اور کتنی غمناک مصیبت (کی بات) ہے' ہم کتنے خوش کن لمحات میں جی رہے ہیں اور ہم نے شہروں کو اپنی خوشیوں اور مسرتوں سے معمور کر رکھا ہے اور ہمارے باپ آتش جہنم میں جل رہے ہیں۔

اللہ کی قسم! اب ہم چین اور قرار کے قریب نہیں جائیں گی اور نہ ہی زندگی کی لذتوں سے بہرہ اندوز ہوں گی یہاں تک کہ رو رو کر عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ رب العزت کے دربار میں عرض کریں گی کہ وہ کریم و رحیم مولیٰ ہمارے مشفق ابو جان کو عذاب سے آزاد فرما دے اور دوزخ کی آگ سے بچا لے' پھر وہ لڑکیاں اپنی چادروں کو گھسیٹتے ہوئے واپس چلی گئیں۔

حارث کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر چلا گیا اور رات گھر میں گزاری اور جب صبح ہوئی تو میں قبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور بیٹھے بیٹھے مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے اچانک خواب میں ایک نہایت حسین وجمیل صورت والے شخص کو جو انتہائی قابلِ رشک حالت میں ہے اور اس نے اپنے پاؤں میں زریں جوتے پہن رکھے ہیں اور حور وغلمان اس کے ہمراہ ہیں' کو دیکھا اور (حارث کہتے ہیں کہ) میں نے اس کو سلام کرنے کے بعد اس سے پوچھا: (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے) تم کون شخص ہو؟ اس نے کہا: میں وہی شخص ہوں جس کے معاملہ سے تم پریشان حال ہوئے تھے اور جس کی حالتِ زار کو دیکھ کر تمہیں غم اور دکھ ہوا تھا' اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے' میری قبر پر تمہاری تشریف آوری کتنی خیر وبرکت کی موجب ٹھہری' میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: گزشتہ دن جب تم میرے حال پر مطلع ہوئے اور تم نے میری بیٹیوں کو میرے برے حال سے خبردار کیا تو انہوں نے بڑی گریہ زاری کی اور نہایت مسکین صورت بنا کر (برہنہ سر ہو کر' بال کھول کر' اپنے رخساروں پر خاک مل کر) تضرع' اشکبار آنکھوں کے ساتھ عزت والے اور بخشنے والے مولیٰ کریم سے میری مغفرت اور بخشش کی التجائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے میری بیٹیوں کی دعاؤں سے اپنا فضل وکرم فرماتے ہوئے میرے گناہوں اور لغزشوں کو معاف فرما دیا اور مجھے دوزخ سے نجات عطا فرما دی اور دار القمر جنت میں اپنے نبی مختار محبوبِ ذی وقار حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے جوار میں

جائے سکونت عطا فرمادی ہے اور تم جب میری بیٹیوں سے ملو تو ان کو میرے اس حال سے آگاہ کرنا اور میرا واقعہ ان سے بیان کر دینا تاکہ ان کے دل سے ڈر' خوف' غم اور پریشانی دور ہو جائے اور انہیں یہ اچھی خبر بھی سنانا کہ بے شک میں جنتوں میں ہوں اور وہاں حوریں ہیں' مشک اور کافور ہیں اور میرے پاس خوبصورت خدمتگار غلام ہیں اور مجھے راحت و سرور حاصل ہے اور اللہ عزت و بخشش والے نے میری کوتاہیوں اور خطاؤں کو معاف فرما دیا ہے۔

حارث کہتے ہیں کہ میں نے جب خواب میں یہ سب کچھ دیکھا اور سنا تو نہایت خوشی ہوئی اور میں شاداں و فرحاں اٹھ کر اپنے گھر گیا' رات گزر گئی اور صبح کو میں قبر پر آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لڑکیاں ننگے پاؤں وہاں حاضر ہیں' میں نے انہیں سلام کیا اور کہا کہ تمہیں بشارت ہو تحقیق میں نے تمہارے باپ کو بہت اچھی حالت میں خلد بریں میں دیکھا ہے اور بے شک اس نے مجھے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا ہے اور تمہاری مساعی کو ناکام نہیں ہونے دیا' اللہ تعالیٰ نے تمہاری عاجزانہ دعاؤں کا صلہ تمہیں عنایت فرما دیا ہے' تم اس کریم ورحیم آقا کا اس کے عظیم احسان اور انعام فرمانے پر شکر بجالاؤ' حارث کہتے ہیں کہ چھوٹی لڑکی نے یہ خوشخبری سنی تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ ایزدِ قدوس میں عرض کرنے لگی:

یا اللہ! اے دلوں کو انس عطا فرمانے والے! اے عیبوں کو چھپانے والے! اے مصیبتوں کو دور کرنے والے! اے گناہوں کو بخشنے والے! اے غیبوں کو جاننے والے! اے مطلوب آرزو کو پہنچانے والے! تو میرے مسئلہ کو میرے شوق کو' میرے تنہائی میں معذرت کرنے کو اور میرے گناہ کو ترک کرنے اور اپنی لغزش سے میرے معافی مانگنے کو جانتا ہے اور اے اللہ! تو میری ہمت کو جانتا ہے اور میری نیت سے آگاہ ہے اور میری اندر کی بات کو جانتا ہے اور تو ہی میری گردن کا مالک ہے اور تو ہی میری پیشانی کو پکڑنے والا ہے اور میری طلب کی غایت تو ہے اور سختی کے وقت میری امید تو ہے اور جب میں تنہا ہوں تو تو ہی میرا مونس ہوتا ہے' میری حالت زار پر رحم فرمانے اور میری لغزش کو معاف کرنے والا اور میری دعا کو قبول فرمانے والا تو ہی ہے' اگر مجھ سے اس کام میں جس کا تو نے حکم فرمایا تھا کوتاہی ہوئی ہے تو تیرے حلم کے سہارے ایسا ہو گیا اور اگر میں کسی ایسے کام کی مرتکب ہوئی ہوں جس سے تو نے ممانعت فرمائی ہے تو میرے اس گناہ کو چھپا لینا' پس میں کس زبان سے تیرا ذکر کروں اور تیری کس کس نعمت پر شکر ادا کروں' کیونکہ تیری نعمتوں کی کثرت کے سامنے میرا دامنِ شکر تنگ ہے' اے سب سے زیادہ عزت والے اور تمام طالبان کی غایت اور منتہائے طلب! روز جزاء کے مالک! جو میرے دل کی چھپی باتوں کو بھی جاننے والا ہے اور چھوٹے اور بڑے سب کے معاملہ کی تدبیر فرمانے والا ہے پس اگر تو نے اپنے فضلِ محض سے اس حاجت کو پورا فرما دیا اور تو نے اپنے ایک بندے کے حق میں میری سفارش کو شرف قبولیت بخش دیا تو پھر اس کے بعد مجھے بھی اپنے پاس بلا لے اور میری روح کو قبض کر لے اور تو ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے' پھر اس نے زور سے چیخ ماری اور دنیا سے جدا ہو گئی' اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

حارث کہتے ہیں: اس کے بعد دوسری لڑکی کھڑی ہو گئی اور اس نے بلند آواز سے پکارا: یا رب! میری مصیبت کو دور کر اور میرے دل کو شک سے پاک فرما' اے وہ ذات جس نے مجھے گرنے نہ دیا کھڑے رکھا اور میری لغزش کو

معاف فرمایا' میری حیرت میں میری رہنمائی کی اور سختی میں میری مدد فرمائی اور اگر تو نے میری دعا کو قبول فرمالیا اور میری حاجت کو پورا کر دیا ہے اور میں اپنی درخواست میں کامیاب ہوگئی ہوں تو تو مجھے میری بہن کے ساتھ ملا دے' پھر اس نے زور سے چیخ ماری اور دنیا چھوڑ گئی' اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

حارث کہتے ہیں کہ پھر تیسری لڑکی نے اٹھ کر بلند آواز سے دعا مانگی کہ اے نقصان کو پورا کرنے والے! ذات وصفات میں سب سے بڑے! سب سے زیادہ عزت والے بادشاہ! خاموش رہنے والے اور بات کرنے والے دونوں کا تجھے علم ہے' تیرا فضل عظیم ہے' تیرا ملک قدیم ہے' تیری ذات کریم ہے' جسے تو عزت دے وہ عزت والا ہے اور جسے تو ذلیل فرمائے وہ ذلت والا ہے اور شریف وہ ہے جس کو تو شرف عطا فرمائے اور سعید وہ ہے جس کو تو سعادت بخشے اور شقی وہ ہے جس کو تو بدبختی میں چھوڑ دے اور قریب وہ ہے جس کو تیرا قرب نصیب ہو اور بعید وہ ہے جس کو تو اپنی رحمت سے دور کر دے اور محروم وہ ہے جس کو تو نے (اپنی رحمت سے) محروم کر دیا ہو' نفع پانے والا وہ ہے جس کو تو اپنی بخشش سے نواز دے اور نقصان اٹھانے والا وہ ہے جسے تو عذاب میں مبتلا کر دے' میں تجھ سے تیرے عظیم نام اور کریم ذات کے وسیلہ سے سوال کرتی ہوں اور تیرے اس پوشیدہ علم کا تجھے واسطہ دیتی ہوں جس کا ادراک کرنے سے عقلیں قاصر ہیں اور اذہان اس کی مناولت سے عاجز ہیں جو تو رات پر ڈال دے تو وہ تاریک ہو جاتی ہے اور تیرا اسم وہ ہے کہ دن پر ڈال دیتا ہے تو روشن ہو جاتا ہے اور پہاڑوں پر ڈالا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور ہواؤں پر ڈالا تو طوفان آ جاتا ہے اور آسمانوں پر ڈالا تو وہ بلند ہو گئے' آوازوں پر پڑے تو وہ دھیمی ہو جائیں اور فرشتوں پر پھونک دیا تو وہ سجدہ ریز ہو گئے۔ یا اللہ! میں تجھ سے دعا کرتی ہوں کہ اگر تو نے میری حاجت کو پورا کر دیا اور میری مطلب برآری فرمادی ہے تو مجھے میری دونوں بہنوں کے ساتھ ملا دے۔

پھر اس نے بھی چیخ ماری اور اس کی جان بدن سے جدا ہوگئی' اللہ ان پر رحم فرمائے اور تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اپنا رحم وکرم نازل فرمائے۔ حکایت ختم ہوئی۔ والحمد لله رب العالمين.

## ایصالِ ثواب قرآن وحدیث کی روشنی میں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قبرستان میں سورۂ ''یٰس'' پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مُردوں کے عذاب میں تخفیف فرما دے گا اور پڑھنے والے کو مُردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ (احکام الجنائز رقم الحدیث: ۲۵۹' الاحادیث الضعیفہ ص ۱۲۹۱)

ابو محمد عبدالحق کہتے ہیں کہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حکم دیا تھا کہ ان کی قبر کے پاس سورۂ بقرہ پڑھی جائے۔

قبر پر قرآن خوانی کی اباحت و جواز پر حضرت علاء بن عبدالرحمٰن سے روایت آئی ہے اور امام نسائی اور دوسرے محدثین نے معقل بن یسار سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے مُردوں کے پاس سورۂ ''یٰس'' پڑھو۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۴۸' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶' المستدرک ج ۱ ص ۵۶۵' ابن حبان ج ۵ ص ۳' البیہقی ج ۳ ص ۳۸۳' الطیالسی رقم الحدیث: ۹۳۱' تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۰۴' مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۶۲۲'

الاختیارات العلمیہ ص۵۴' احکام الجنائز ص ۲۴۴)

مؤلفِ تذکرہ شیخ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کہ ''اپنے مُردوں کے پاس ''یٰسٓ'' پڑھو'' دو احتمال رکھتی ہے' ایک تو یہ کہ مرتے وقت اور دوسرا یہ کہ قبر پر۔

ابو محمد عبدالحق بیان کرتے ہیں: مجھ سے اسماعیل بن احمد عرف ابن افرند (یہ دونوں باپ بیٹا مشہور اولیاء صالحین میں سے ہوئے ہیں) نے بیان کیا کہ ان کے والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کے بعد ان کے بعض بھائیوں نے جن کی بات قابلِ اعتماد ہے' مجھے بتایا کہ میں تمہارے باپ کے مزار کی زیارت کو گیا اور میں نے وہاں ایصالِ ثواب کی نیت سے قرآن مجید کے کچھ پاروں کی تلاوت کی' پھر میں نے کہا: اے فلاں! یہ تو میں نے جو کچھ کلام پڑھا تھا تجھے اس کا ثواب ہدیہ کر دیا مجھے کیا ملا؟ وہ کہتے ہیں کہ اتنا کہنا تھا کہ میری طرف مشک آمیز ہوا کا ایک جھونکا آیا جس کی بھینی بھینی دل آویز خوشبو سے میں مست حال ہو گیا اور تقریباً گھنٹہ بھر یہ خوشبو میرے دماغ پر چھائی رہی' پھر جب میں وہاں سے واپس ہوا تو اب بھی میں اس خوشبو کو محسوس کرتا تھا یہاں تک کہ آدھے سفر تک خوشبو میرے ساتھ موجود رہی۔

ابو محمد بیان کرتے ہیں: میں نے بعض قابلِ اعتماد ساتھیوں سے ملاقات کی' انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے بعض راتیں قرآن خوانی کرنے کے بعد اس کا ثواب اپنی اہلیہ کی روح کو پہنچایا اور اللہ عزوجل سے اس کے لیے دعا اور استغفار کی اور اس کی بخشش کا سوال کیا' جب دوسری رات ہوئی تو مجھ سے ایک عورت نے جو میری بیوی کو اور مجھے دونوں کو جانتی تھی بیان کیا کہ میں نے گزشتہ رات خواب میں فلاں عورت (مرحومہ سے مراد تھی) کو دیکھا جو ایک خوبصورت محل میں ایک خوبصورت مجلس میں موجود ہے اور اس نے اس گھر کے اندر موجود ایک تخت کے نیچے سے چند طباق نکالے' وہ طباق نورانی شیشوں سے بھرے ہوئے تھے' اس مرحومہ نے مجھے کہا کہ یہ تحائف میرے شوہر نے مجھے ہدیہ ارسال کیے ہیں' میرے دوست نے بتایا کہ میں نے یہ واقعہ آپ کے سوا کسی کو نہیں بتایا۔

مؤلفِ تذکرہ شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایصالِ ثواب کے ثبوت میں ایک مرفوع حدیث جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے باب ''ما یتبع المیّت إلی قبرہ'' میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ پڑھنے کا ثواب پڑھنے والے کو ہے اور میت کو سننے کا ثواب ہے اور اسی لیے اس کو رحمت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (الاعراف: ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو ○

شیخ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ خدا کے کرم سے کچھ بعید نہیں کہ وہ پڑھنے اور سننے دونوں کا ثواب مُردے کو پہنچا دے اور جو قرآن پڑھنے کا ثواب میّت کو ہدیہ کیا جائے وہ اسے پہنچتا ہے اگرچہ اس نے نہیں سنا جیسا کہ صدقہ' دعا' استغفار وغیرہ کا ثواب میت کو ملتا ہے اور نیز قرآن پڑھنا خود دعا' استغفار' تضرع اور ابتہال

ہے اور قرآن سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والوں نے کسی اور چیز سے تقرب حاصل نہیں کیا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس شخص کو قرآن پڑھنے نے مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا میں اسے اس کا بہترین اجر دیتا ہوں جو میں مانگنے والوں کو عطا کرتا ہوں۔

(ترمذی رقم الحدیث: ٢٩٢٦ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ١٠٦)

## مرنے کے بعد باقی رہنے والے کام

حضور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب عمل منقطع ہو جاتے ہیں' سوائے تین اعمال کے: صدقۂ جاریہ' علم نافع اور نیک اولاد جو والدین کے لیے دعا کرتی ہے۔

(صحیح مسلم ج ١١ ص ٨۵' ابوداؤد رقم الحدیث: ٢٨٦٣' نسائی ج ٦ ص ٢۵١' ترمذی رقم الحدیث: ١٣٧٦' ابن حبان ج ۵ ص ٩' البیہقی ج ٦ ص ٢٧٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣٧٢' مشکل الآثار ج ١ ص ٩۵)

قرآن مجید پڑھنا بھی دعا ہی کے معنیٰ میں ہے اور وہ اولاد دوست احباب اور مسلمانوں کی طرف سے صدقہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے بیان کیا ہے۔

## ایصالِ ثواب پر اعتراضات کے جوابات

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ — اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش ۝

(النجم: ٣٩)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کا عمل کسی بھی دوسرے شخص کو نفع نہیں دیتا۔ اس آیت کی تاویل میں مختلف اقوال ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم آیت ''الحقنابھم ذریتھم'' سے منسوخ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ. (الطور: ٢١) — اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔ (کنز الایمان)

(صدر الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جنت میں اگرچہ باپ دادا کے درجے بلند ہوں تو بھی ان کی خوشی کے لیے ان کی اولاد ان کے ساتھ ملا دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس اولاد کو بھی وہ درجہ عطا فرمائے گا۔)

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن فوت شدہ نابالغ بچے کو اس کے باپ کے میزان میں رکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس بچہ کی سفارش کو اس کے باپ دادا کے حق میں قبول فرمائے گا' اسی طرح باپ دادا کی شفاعت ان کی اولادوں کے حق میں قبول فرمائے گا۔ اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ. (النساء: ١١) — تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔

اور آیت " لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ " (النجم:٣٩) (کہ انسان کو اسی کی کوشش کا بدلہ ملے گا) کا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انسان سے مراد اس جگہ کافر ہے باقی رہا مسلمان تو اس کو اپنے عمل اور کوشش کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو دوسرا کوئی اس کے لیے کوشش کرتا ہے اس کا بھی اسے نفع پہنچتا ہے۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ایصالِ ثواب کے سلسلے میں بکثرت احادیث طیبہ میں دلائل اور شواہد موجود ہیں اور بے شمار حدیثوں سے ثابت ہے کہ مؤمن کو دوسرے شخص کے نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص مرجائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کا ولی رکھ سکتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۹۲ صحیح مسلم ج ۷ ص ۲۳ ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۸۳ ترمذی رقم الحدیث: ۷۱۸ مسند احمد ج ٦ ص ٦٩ ابن حبان ج ۵ ص ۲۳۲ البزار رقم الحدیث: ۱۰۲۳ ابن خزیمہ ص ۲۰۵۲ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۹۵ البیہقی ج ۴ ص ۲۵۵)

نوٹ: امام نووی لکھتے ہیں: جمہور فقہاء کے نزدیک میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جا سکتا وہ نذر کا روزہ ہو یا کوئی دوسرا روزہ موطا امام مالک ص ۲۴۵ پر حدیث شریف ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے متعلق احادیث منسوخ ہیں کیونکہ بقول امام مالک ان پر صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی کا عمل نہیں ہے۔ (تعزیتی اجتماع اور قرآن خوانی ص ۱۷ از علامہ محمد صدیق ہزاروی)

## دوسرے کی طرف سے حج اور غلام آزاد کرنا

اور حضور ﷺ نے اس شخص کو جس نے اپنی طرف سے حج ادا نہیں کیا اور دوسرے کی طرف سے حج ادا کرنا چاہتا ہے فرمایا کہ (پہلے) اپنی طرف سے حج کر اور پھر اس کے بعد شبرمہ کی طرف سے حج کیجیے گا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۹۴ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۰۳ ابن حبان رقم الحدیث: ۹۶۲ البیہقی ج ۴ ص ۳۳۶ ابن الجارود ص ۴۹۹ ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۰۳۹ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۹ نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۵۵)

اور مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ان کی طرف سے اعتکاف ادا کیا اور غلام آزاد فرمائے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی مکرم ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: کون سا صدقہ افضل رہے گا؟ آپ نے فرمایا: پانی۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۵ نسائی ج ٦ ص ۲۵۴-۲۵۵ مسند احمد ج ٦ ص ۷ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۸۴ ابن حبان ج ۵ ص ۱۴۵ المستدرک ج ۱ ص ۴۱۴ البیہقی ج ۴ ص ۱۸۵ الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۵۳۷۹ تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۸۹)

موطا میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ کی دادی سے حدیث روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے مسجد قبا تک پیدل چل کر جانے کی منت مانی تھی پھر وہ اپنی منت پوری کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فتویٰ دیا کہ ان کی بیٹی ان کی منت پوری کرلے۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ آیت "لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى" (النجم:٣٩) کا تیسرا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے' اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب میرا بندہ نیکی کا "ھم" کرتا ہے اور اس پر ابھی عمل نہیں کرتا تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور اگر وہ اس نیکی پر عمل کرتا ہے تو میں اس کے لیے دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ بندہ برائی کا "ھم" کرتا ہے اور ابھی اس پر عمل نہیں کرتا تو میں اس پر گناہ نہیں لکھتا اور اگر وہ برائی کرے تو اسے ایک ہی گناہ لکھتا ہوں۔

(صحیح بخاری ج ١ص ٩٨' صحیح مسلم ج ٢ص ١٤٧-١٤٨' ترمذی رقم الحدیث: ٣٠٧٣' مسند احمد ج ٢ص ٣١٧)

قرآن پاک کی یہ آیت اس پر دلیل ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ. (الانعام:١٦٠) — جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ. (البقرہ:٢٦١) — ان کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں' ہر بال میں سو دانے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ. (البقرہ:٢٦٥) — اس باغ کی مثل ہے جو ٹیلے پر ہو۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ. (البقرۃ:٢٤٥) — ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لیے بہت گنا بڑھا دے۔

چوتھا جواب یہ کہ "لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى" (النجم:٣٩) کا مطلب ہے کہ انسان کے لیے بطریق عدل تو وہی ہے جو اس نے کوشش کی ہے البتہ بطریق فضل و احسان جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے زائد دے یعنی انسان کو صرف اپنے عمل کا ثواب ملنا قانونِ عدل ہے اور دوسرے کے کیے کا فائدہ پہنچنا اس کا فضل ہے کہ وہ بندے کو استحقاق سے زائد عطا فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ محض سے ایک نیکی پر دس سے لے کر سات سو گنا اور بلکہ دس لاکھ تک نیکی کا ثواب اس کو دے دیتا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایک نیکی کرنے پر دس لاکھ نیکیوں کا ثواب عطا فرما دیتا ہے (تو حضرت ابو ہریرہ نے) فرمایا میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ایک نیکی کرنے پر ضرور بیس لاکھ نیکیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ (مسند احمد ج۵ ص۵۲۱، ج۲ ص۲۹۶، تفسیر طبری رقم الحدیث: ۹۵۱۰)

اور یہ فضل ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بچوں کو بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل فرمایا تو اس مؤمن کے متعلق جو خود عمل کرلے یا کوئی دوسرا اس کی طرف سے عمل کرے آپ کا کیا خیال ہے، کیا ان پر وہ فضل نہیں فرمائے گا؟ امام خرائطی نے ''کتاب القبور'' میں نقل فرمایا ہے کہ انصار میں یہ مسنون طریقہ اور معمول تھا کہ جب جنازہ اٹھاتے تو اس کے ساتھ سورۂ بقرہ پڑھتے ہوئے جاتے تھے۔

کسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے کہ:

زرو الـديک و قف علی قبریھما، فکـانـنـی بک قـد حـملت إلیھما

''تو اپنے والدین کی قبروں کی زیارت کیا کر اور ان کی قبروں پر جا کر ٹھہرا کر پس گویا کہ میں نے تجھے ان دونوں کی قبروں پر جانے کی ترغیب دی ہے اور برانگیختہ کیا ہے۔''

ان اشعار کے آخر میں یہ شعر ہے:

و قرأت من آی الکتاب بقدر ما تستـطیـع و قـد بعثت ذاک الیھما

''اور تو اپنی ہمت کے مطابق جس قدر قرآن مجید پڑھے گا، بے شک اتنا ہی تو ان کو ثواب بھیجنے والا ہو گا''۔

ایصالِ ثواب کے باب میں ہم نے بہت طویل اور مفصل گفتگو کی ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ مفتی اعظم امام عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ جو اپنے وقت کے شیخ، فقیہ اور قاضی تھے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور اپنے مؤقف پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ''وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی'' (النجم: ۳۹) ''انسان کو اپنی ہی کوشش کا بدلہ ملے گا''۔

یعنی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام ایصالِ ثواب کے قائل نہیں تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے بعض شاگردوں اور ساتھیوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ آپ دنیا میں ایصالِ ثواب اور ختم وغیرہ کے قائل نہ تھے اب کیا حال ہے؟ تو کہا کہ ہاں پہلے تو یہی کہتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ثواب پہنچتا ہے اور اب میں نے رجوع کرلیا۔

## انسان کا اسی زمین میں دفن ہونا جس سے وہ پیدا ہوا ہے

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

امام ترمذی نے مطر بن عکامش سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی موت کا فیصلہ کسی زمین میں فرمالیتا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی ضرورت اس زمین کی طرف پیدا کر دیتا ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، مسند احمد ج۵ ص۲۲۷، ابن حبان ج۸ ص۸، المستدرک ج۱ ص۴۲، حلیۃ الاولیاء ج۴ ص۳۶)

صحیح الجامع رقم الحدیث:۷۴۸)

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اس کے علاوہ عکامش سے روایت ہے کہ ابوعزّہ جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اوران کا نام یسار بن عبید تھا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی موت کا فیصلہ کسی زمین میں فرمالیتا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی حاجت اس زمین کی طرف پیدا فرما دیتا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ کسی کا شعر ہے کہ:

إذا ما حمام المرء كان ببلدة دعته إليها حاجة فيطير

''(تقدیر میں) جب کسی شخص کی موت کا فیصلہ کسی شہر میں ہو چکا ہو تو کوئی ضرورت اسے اس شہر کی طرف کھینچتی ہے اور وہ اڑتا ہوا اس شہر میں پہنچ جاتا ہے۔

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے گردونواح کا دورہ فرماتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لے آئے' آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ چند لوگ قبر کھودر ہے ہیں' آپ نے ان کی طرف متوجہ ہوکر دریافت فرمایا کہ یہ کس کی قبر کھود رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ایک مرد حبشہ سے آیا تھا یہاں فوت ہو گیا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: 'لا اله الا الله!'' اس کو اس کی اپنی زمین سے نکال کر اس زمین کی طرف بھیجا گیا کہ جس سے یہ پیدا ہوا تھا۔

(المستدرک ج ۱ص ۳۶۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی موت جس زمین میں لکھی ہوتی ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کسی کام کے بہانے وہاں بھیجتا ہے اور اس کی روح وہاں قبض فرماتا ہے تو قیامت کے روز زمین کہے گی کہ اے اللہ! یہ امانت ہے تیری جو تو نے میرے اندر ودیعت رکھی تھی۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۳' السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۲۲۲' المستدرک ج ۱ص ۴۱' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۳۴۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۳۸)

# فصل

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے فرمایا کہ اس باب (ایصالِ ثواب) کے بیان کی غرض و غایت اور فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ انسان غافل نہ ہو' ہر وقت بیدار رہے اور جہالت و تاریکی سے نکل کر حسن عبادت سے موت کی تیاری رکھے' کسی کا قرض ادا کرنا ہو تو اس سے بری اور سبکدوش ہو رہے اور اپنے نفع نقصان اور لین دین کے بارے وصیّت نامہ اقامت کی حالت میں (یعنی حضر میں بھی) لکھ کر رہے کجا یہ کہ اپنے وطن سے سفر پر جانے کا وقت ہو کیونکہ اس کو کیا معلوم کہ کس خطۂ زمین میں اس کا مرنا تقدیر میں لکھا ہوا ہو۔ بقول کسی شاعر کے کہ

مشيناها خطى كتبت علينا ومن كتبت عليه خطى مشاها

''اس زمین پر جتنے قدم چلنا ہم پر لکھا ہوا تھا ہم چلے اور کسی شخص پر جتنے قدم کسی زمین پر چلنا لکھے ہوتے ہیں وہ چلتا ہے''۔

وارزاق لنا متفرقات فمن لم تأته منا أتاها

''ہمارے رزق (دنیا میں) بکھرے ہوئے ہیں تو ہم میں سے جس شخص کے پاس اس کا رزق نہیں پہنچا وہ خود وہاں پہنچ جاتا ہے''۔

ومن كتبت منيته بارض فليس يموت فى أرض سواها

''اور جس زمین میں کسی کے لیے مرنا لکھا ہوتا ہے اس کے سواہ کسی دوسری جگہ میں نہیں مرے گا''۔

''الآثار القدیمہ'' میں مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک مرد بیٹھا ہوا تھا' وہ اچانک آپ سے کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! مجھے سرزمینِ ہند میں ایک کام ہے' ہواؤں کو حکم دیں کہ وہ مجھے اٹھا کر اسی گھڑی فوراً سرزمین ہند میں پہنچا دیں' پھر حضرت عزرائیل تشریف لائے اور آپ نے دیکھا کہ وہ مسکرا رہے ہیں' آپ نے پوچھا کہ تم کیوں مسکرا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ حضرت میں اس پر تعجب کر رہا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی روح ہند میں قبض کروں اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے' کیسے ہند پہنچے گا؟ اور ایک روایت میں ہے کہ ہواؤں نے اس کو اسی گھڑی اٹھا کر ہندوستان پہنچا دیا اور ملک الموت نے ہند میں اس کی جان نکالی۔ (واللہ اعلم)

## •••-باب

اس باب میں مندرجہ ذیل امور کا بیان ہوگا:

(۱) ہر بندہ پر اس کی تخلیق کے وقت اس کی قبر کی مٹی اس پر چھڑکی جاتی ہے۔

(۲) بندہ کا رزق اور اس کی عمر کا بیان۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''مخلقة و غير مخلقة'' کی تفسیر کا بیان ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ پر اس کی قبر کی مٹی سے تھوڑی سی مقدار کو اس پر چھڑکا جاتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۸۰' التاریخ ج ۱۳ ص ۱۴۱)

ابو عاصم نبیل (جو بصرہ کے جلیل القدر ثقہ علماء میں سے ایک ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرات شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کی مثل کوئی دوسری فضیلت نہیں پائی کہ ان دونوں حضرات کی مٹی وہی ہے جو رسول مکرم ﷺ کی مٹی ہے۔ (یہ حدیث غریب ہے)

حکیم ترمذی ابو عبداللہ نے ''نوادر الاصول'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں:

ایک فرشتہ رحم پر مقرر ہے وہ نطفہ کو رحم سے لے کر ہاتھ پر رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب! اس کو پیدا کیا جائے گا یا نہ؟ اگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیدا ہوگا تو یہ پوچھتا ہے کہ اس کا رزق کیا ہے؟ اثر کیا ہے؟ موت کا وقت کیا ہے؟ عمل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لوح محفوظ میں دیکھو! تو وہ لوح محفوظ میں دیکھتا ہے تو سب چیز لوح محفوظ میں لکھی دیکھتا ہے پھر وہ اس کے دفنانے کی جگہ کی مٹی لے کر اس میں اس کے نطفہ کو گوندھتا ہے۔ یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ . (طٰہٰ:۵۵) ہم نے تمہیں اسی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے۔

علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

ایک فرشتہ رحم پر مقرر ہے جب نطفہ رحم میں ٹھہرتا ہے تو فرشتہ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے: اے اللہ! یہ پیدا ہونے والا ہے یا نہیں؟ تو اگر وہ کہتا ہے کہ پیدا ہونے والا نہیں تو رحم اسے پھینک دیتا ہے اور اگر کہتا ہے کہ پیدا ہونے والا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے: اے اللہ! مرد ہے یا عورت؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اس کی موت کا وقت کیا ہے؟ اثر کیا ہے؟ رزق کیا ہے؟ کس زمین میں مرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ سب کچھ لوح محفوظ سے دیکھو تو نطفہ سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رازق کون ہے؟ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ۔ تو اسے پیدا کر دیا جاتا ہے وہ اپنے گھر والوں میں زندہ رہتا ہے اور اپنا رزق کھاتا ہے اور اپنے نشانات قدم بناتا ہے اور جب موت آتی ہے تو مر جاتا ہے اور اسی جگہ دفن ہوتا ہے (جس سے پیدا ہوا تھا)۔

نوٹ: اثر سے مراد وہ مٹی ہے جس کو لے کر اس کے ساتھ آب منی کو گوندھا جاتا ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر میں قسم کھا کر (اور میں بغیر استثناء اور بغیر شک کے قسم کھانے میں سچا اور نیک ہوں گا) کہوں کہ بلا ریب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور حضرت ابوبکر صدیق کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک ہی مٹی سے پیدا فرمایا اور پھر ان کو اسی زمین کی طرف لوٹایا ہے تو میں اپنے اس حلف میں سچا ہوں گا۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام بھی اسی مٹی سے پیدا ہوئے اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ کتاب کے آخر میں آئے گا اور یہ باب اس آیت کی تفسیر کرتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ . (الحج:۵) اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ . (الانعام:۲) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا (یعنی تمہاری اصل حضرت آدم کو جس کی نسل سے تم پیدا ہوئے۔)

اور اسی طرح آیت:

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ۝ پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے (السجدۃ:٨) (یعنی نطفہ سے)۝

ہم نے اپنی کتاب ''الجامع لاحکام القرآن'' میں جو کچھ بیان کیا' اس سے آیات اور احادیث میں بظاہر جو تعارض معلوم ہوتا تھا' وہ ختم ہو جاتا ہے اور یہ باب ان تمام باتوں کا جامع ہے' غور کر لیجئے۔

# ٥٠٠-باب

اس باب میں یہ امور بیان ہوں گے:

(١) میت کے ساتھ کون سی چیزیں قبر تک جاتی ہیں' ان میں سے کون سی واپس آ جاتی ہیں اور کون سی باقی رہتی ہیں؟

(٢) اور مرنے کے بعد میّت کو کن کن چیزوں کا فائدہ پہنچتا ہے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین چیزیں اس کے ہمراہ جاتی ہیں' دو واپس آ جاتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے۔(١) گھر والے (٢) مال (٣) عمل۔ یہ تین چیزیں ہیں پہلی دو واپس آ جاتی ہیں اور عمل رہ جاتا ہے۔

(صحیح بخاری ج١١ص٣٦٢' صحیح مسلم ج١٨ص٩٥' نسائی ج٤ص٥٣' ترمذی رقم الحدیث: ٢٣٧٩' مسند احمد ج٣ص١١٠' ابن حبان ج٥ص٤٢' المستدرک ج١ص٧٤' البیہقی الآداب رقم الحدیث:٥٠١' حلیۃ الاولیاء ج١٠ص٤)

## جو چیزیں صدقہ جاریہ بنتی ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان انتقال کے بعد اپنی قبر میں ہوتا ہے تو سات چیزوں کا اجر پھر بھی جاری رہتا ہے(١) علم جو کسی کو سکھایا (٢) نہر جاری کی (٣) کنواں کھدوایا (٤) کھجور (پھل دار درخت) لگائے (٥) یا مسجد تعمیر کرے (٦) کسی کو قرآن مجید دیا (٧) نیک اولاد چھوڑی جو مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرتی ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ج٢ص٣٤٤' فیض القدیر ج٣ص٨٨)

یہ حدیث غریب ہے اور ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن میں اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منجملہ ان اشیاء میں سے جن کا ثواب اور اجر انسان کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے چند چیزیں یہ ہیں (١) علم جو کسی کو سکھایا اور اس کی نشر واشاعت کی (٢) نیک اولاد چھوڑی (٣) مصحف شریف جو کسی کو دیا ہو (٤) مسجد تعمیر کی ہو (٥) سرائے اور مسافر خانہ بنایا ہو (٦) نہر جاری کی ہو (٧) حالت صحت وتندرستی میں اپنے مال سے صدقہ نکالا ہو۔ ان چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث:٢٤٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے فوت شدگان کی طرف صدقہ کرتے ہو تو ایک فرشتہ اس صدقہ کو نور کے طباق میں رکھ کر لاتا ہے اور قبر کے سرہانے کھڑا ہو

کر بلند آواز دیتا ہے: اے قبر والے مسافر! تیرے گھر والوں نے یہ ہدیہ بھیجا ہے اس کو قبول کر۔

فرمایا کہ پھر فرشتہ وہ ہدیہ وسوغات اس کی قبر میں داخل کر دیتا ہے اور اس کی قبر میں توسیع کر دی جاتی ہے اور قبر میں اس کے لیے روشنی کر دی جاتی ہے تو مرنے والا کہتا ہے: اللہ تعالیٰ میرے گھر والوں کو میری طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے' فرمایا کہ اس قبر والے کا پڑوسی صاحب قبر (حسرت و یاس کے عالم میں) کہتا ہے: میں نے اپنے پیچھے کوئی اولاد چھوڑی اور نہ کوئی (دوست شاگرد وغیرہ) جو میرا ذکر کرے پس وہ اپنی محرومی پر غمگین ہوتا ہے اور دوسرا شخص خوش ہوتا ہے۔

حضرت بشار بن غالب فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رابعہ بصری رحمہ اللہ علیہا کو دیکھا' میں ان کے لیے بہت دعا کرتا تھا' انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے بشار! تمہارے بھیجے ہوئے ہدایا مجھ کو نورانی طباقوں میں ریشمی رومالوں سے ڈھک کر پیش کیے جاتے ہیں اور اسی طرح اے بشار! زندہ مسلمانوں کی دعائیں جب وہ اپنے فوت ہونے والے بھائیوں کے لیے کرتے ہیں قبول کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارے فلاں عزیز کا ہدیہ ہے جو اس نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔

الحمد للہ! ایصالِ ثواب کے سلسلے میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ کفایت کرے گا۔ اسماعیل بن رافع فرماتے ہیں کہ کوئی ذی رحم رشتہ اپنے رشتہ دار کے ساتھ اس شخص سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہوگا جو اپنے قرابت دار کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے حج کرے' غلام آزاد کرے یا صدقہ دے کر اس کا ثواب اس کو پہنچائے۔

# باب-٠٠٠

## نزع کی سختی کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موت کی تمنا مت کرو کیونکہ نزع کی ہولناکی سخت ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۲' مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۱۶۱۳' ترمذی رقم الحدیث ۲۴۹۳' البیہقی الآداب رقم الحدیث: ۱۱۳۵' البزار رقم الحدیث: ۳۲۴۰)

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہو گئے تو ایک شخص نے آپ سے کہا بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کے جسم کو آگ نہیں چھوئے گی' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کی طرف دیکھا اور فرمایا: بیشک تم لوگ جس کو دھوکا میں مبتلا کر دیتے ہو وہ دھوکے میں پڑ جاتا ہے (مطلب یہ کہ "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند" مرید لوگ خواہ مخواہ پیر اور شیخ کا دماغ خراب کرتے رہتے ہیں")۔

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر پوری روئے زمین میری ملکیت میں ہو تو میں نزع کی سختی اور ہولناکی سے بچنے کے لیے اس کو فدیہ میں دے ڈالوں۔

- ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین چیزوں سے ہنسی آتی ہے اور تعجب ہوتا ہے اور تین چیزوں پر رونا آتا ہے۔ پہلی بات جس پر مجھے تعجب ہوتا ہے یہ ہے کہ (۱) ایک شخص دنیا کی امید رکھنے والا ہے حالانکہ موت

اس کی طالب اور متلاشی ہے (۲) دوسری تعجب خیز بات یہ ہے کہ انسان غافل ہے حالانکہ موت اس سے غافل نہیں بیٹھی (۳) اور تیسری بات جس سے میں ہنستا اور متعجب ہوتا ہوں یہ کہ ایک شخص منہ بھر کر کھل کھلا کر ہنستا ہے اور اسے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض۔

اور جن تین چیزوں نے مجھے رلایا ہے ان میں سے ایک محمد رسول اللہ ﷺ کے احباب واحزاب یعنی صحابہ کی جدائی ہے اور دوسری چیز موت کی مدہوشیوں کے وقت نزع کی ہولنا کی ہے اور تیسری بات قیامت کے دن کہ جب تمام راز ظاہر ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے لیے کھڑا ہونے اور پھر جب یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جنت ملے گی یا دوزخ۔ اس حدیث کو ابن مبارک نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ہمیں بے شمار راویوں نے خبر دی کہ معاویہ بن قرہ نے کہا: ابودرداء بیان کرتے ہیں آگے یہی حدیث ذکر کی...... الخ

امام محمد نے موقوفاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں دو ایسے دنوں اور دو ایسی راتوں کے متعلق نہ بتلاؤں کہ ان کی مثل مخلوق نے کبھی سنا نہیں ہوگا؟ دو دنوں میں سے پہلا دن وہ ہے جس میں اللہ کی طرف سے خبر لانے والا آئے گا یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی خبر دے گا اور یا ناراض ہونے کی اور دوسرا دن وہ ہے جس میں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے حساب کے لیے پیش ہوگا۔

اور دو راتوں میں سے پہلی رات وہ ہے جو قبر میں میت کے لیے پہلی رات ہے کہ ایسی رات پہلے اس نے کبھی نہیں گزاری اور دوسری وہ رات کہ جس کی صبح قیامت کے دن وہ اٹھے گا۔

## •••-باب

اس باب میں حسب ذیل امور بیان کیے جائیں گے۔

(۱) قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔

(۲) قبر کے پاس رونا۔

(۳) قبر کے پاس رونے کا کیا حکم ہے؟

(۴) آخرت اور قبر کے لیے تیاری کرنا۔

ابن ماجہ نے حضرت ہانی بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ان کی ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی تو ان سے کہا جاتا کہ جنت اور دوزخ کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ نہیں روتے لیکن قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے اور اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کا مرحلہ اس سے بھی زیادہ آسان ہوگا اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو پھر بعد میں اس سے زیادہ سختی ہوگی۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۰۸ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۷ مسند احمد ج۱ ص۶۳ المستدرک ج۱ ص۳۷۱ ج۴ ص۳۳۰ القضاعی رقم

حدیث:۲۴۸' تاریخ بغداد ج ٦ ص ۸۹'البیہقی ج ۴ص ٥٦' مشکوۃ رقم الحدیث:۱۳۲)

اور کہا: یارسول اللہ! قبر سے زیادہ ہولناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

ترمذی رقم الحدیث:۲۳۰۹'ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۲٦۷'نفس سند الحدیث رقم الحدیث:۲۳۰)

رزین کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر پر یہ شعر پڑھتے سنا:

فإن تنج منها تنج من ذی عظیمة والا فــإنــی لا اخــالــک نــاجـیـاً

''اگر تو قبر سے نجات پا گیا تو بڑی آزمائش سے بھی بچ جائے گا ورنہ میں نہیں سمجھتا کہ تو بچ سکے''۔

ابن ماجہ نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے'وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھے تو آپ قبر کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے اور خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا یہاں تک کہ مٹی گیلی اور تر ہوگئی' پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے بھائیو! اس کی مثل کے لیے تیاری کرلو۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۱۹۵)

# فصل

قبر مفرد لفظ ہے'اس کی جمع قلت (جس کا اطلاق تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے) قبر آتی ہے اور جمع کثرت کے لیے قبور کا صیغہ استعمال ہوتا ہے اور مدفن (جائے دفن) کے لیے مقبر کا وزن آتا ہے جیسا کہ ایک شعر میں ہے:

لــکــل أنــاس مــقــبــر بــفــنــائهــم وهــم یــنــقـصــون و الـقـبـور تــزیــد

''تمام لوگوں کی جائے دفن اپنی اپنی آبادیوں کے شاملات میں ہے لوگ کم ہوتے جا رہے ہیں اور قبروں میں اضافہ ہو رہا ہے''۔

## قبروں کا موجد کون ہے؟

سب سے پہلے قبر کھودنے کا طریقہ کس نے ایجاد کیا؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ''کوّا'' ہے (کیونکہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو کوے نے آ کر اس کو قبر کھودنے کا طریقہ بتایا)۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل اس کے موجد ہیں لیکن یہ قول محض بے اصل ہے'اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ قابیل کو کفن دفن کا علم تھا مگر اس نے ہابیل کو جان بوجھ کر اس کو ہلکا جانتے ہوئے اور بے حرمتی کے ارادہ سے صحرا میں پھینک دیا تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو مٹی کھود کر ہابیل پر ڈالنے لگا تاکہ اس کو دفن کر دے'اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا کہ:

قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۚۛ (المائدہ:٣١)

بولا: ہائے خرابی! میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیاO

قابیل کو ندامت اس بات پر ہوئی کہ اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کو اعزاز و اکرام سے نوازا اور اس کے لیے کوّے کو مقرر فرمایا حتیٰ کہ وہ اس کو چھپائے اور یہ ندامت توبہ نہیں تھی اور ایک قول یہ ہے کہ قابیل کو اپنے بھائی ہابیل کے قتل کرنے پر ندامت نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے مفقود اور گم ہونے پر ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر اس کی ندامت اپنے بھائی کے قتل پر تھی تو یہ ندامت توبہ ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو اس کے سرہانے بیٹھا رو رہا تھا کہ اچانک دو کوّے آئے اور ان دونوں نے آپس میں لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ ایک کوّے نے دوسرے کو ہلاک کر دیا' پھر اس کے لیے ایک گڑھا کھودا اور دفن کر دیا تو قاتل نے بھی اپنے بھائی (مقتول) کے ساتھ اسی طرح کیا اور اس کے بعد یہ طریقہ بنی آدم میں ہمیشہ کے لیے باقی چلا آ رہا ہے اور قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ (عبس:٢١)

اس کے لیے قبر بنائی تا کہ اس کو قبر میں چھپا دے۔

میت کا اکرام اور احترام کرتے ہوئے اور اس کو ایسی چیزوں سے قرار نہیں دیا جن کو روئے زمین پر پھینک دیتے ہیں کہ اس کو چیلیں' کوّے اور گدھیں نوچیں اور کھائیں (یہ فراء کی تفسیر ہے)۔

ابوعبیدہ نے کہا: ''اقبرہ'' کا معنی ہے کسی کی قبر تیار کرنا اور قبر کھودنے کا حکم دینا۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ جب عمر بن ہبیرہ نے صالح ابن عبدالرحمن کو قتل کیا تو بنو تمیم ابن ہبیرہ کے پاس آئے اور کہا: ''اقبرنا صالحاً'' صالح کی قبر ہم اپنے ہاتھوں سے کھودنے والے ہیں یعنی ہم اس کے قتل کے خود ذمہ دار ہیں اور ہم نے گویا خود ہی اپنے بندے کو پیوند خاک کیا ہے۔ عمر ابن ہبیرہ نے کہا: ''لے جاؤ اپنے بہادر کی لاش اٹھا کر''۔

## احکام قبر

قبر اونٹ کے کوہان کی طرح اٹھی ہوئی ہو' سطح زمین کے اوپر (متصل) تھوڑی بلند ہو' گارے' پتھر اور چونے گچ سے تعمیر نہ ہو کیونکہ یہ ممنوع ہے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے' اس پر بیٹھنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم ج ٧ ص ٣٧' مسند احمد ج ٣ ص ٣٩٩' ترمذی رقم الحدیث: ١٠٥٢' ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٢٠٩' نسائی ج ٤ ص ٨٧' ابن حبان ج ٥ ص ٦٥' المستدرک ج ١ ص ٣٧٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٣٧)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے' ان پر لکھنے' ان پر تعمیر کرنے اور ان کو روندنے سے ممانعت فرمائی ہے (ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے)۔

ہمارے علماء کرام (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) فرماتے ہیں کہ قبروں کو چونا گچ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ دنیوی

زندگی میں زینت اور فخر و مباہات کے کاموں میں سے ہے اور قبر تو آخرت کی منزل اور گھر ہے اور یہ فخر کا مقام نہیں ہے' قبر میں میت کی زینت و آرائش اس کا عمل ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے کہ:

وإذا وليت أمور قوم ليلة     فاعلم بأنك بعدها مسئول

''اور جب کچھ زمانہ کے لیے تجھے قوم کے امور کا والی بنا دیا جائے تو یہ بات دماغ میں رہنی چاہیے کہ بعد میں تجھ سے باز پرس بھی ہوگی''۔

وإذا حملت إلى القبور جنازة     فاعلم بأنك بعدها محمول

''اور جب تو دیکھے کہ قبروں کی طرف کوئی جنازہ اٹھا کر لے جایا جا رہا ہے تو جان لے کہ ایک دن تیرا بھی جنازہ اٹھنے والا ہے''۔

يا صاحب القبر المنقش سطحه     ولعله من تحته مغلول

''اے قبر والے! تیری قبر اوپر سے تو منقش و زرنگار ہے اندر خدا جانے نار ہے کہ یا بہار ہے''۔

صحیح مسلم میں ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس کام پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا (آپ نے فرمایا تھا:) خبردار! کوئی بت' مورتی مٹائے بغیر نہ چھوڑنا اور نہ ہی کوئی اونچی قبر ہموار کیے بغیر رہنے دینا۔

(صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۶' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۰۲' نسائی ج ۴ ص ۸۸_۸۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۴۱)

ابوداؤد نے ''مراسیل'' میں عاصم بن ابی صالح سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ''رایت قبر النبی ﷺ شبرًا أو نحوًا من شبر'' یعنی فی الارتفاع میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کو دیکھا ہے وہ ایک بالشت بھر یا بالشت کے قریب بلند تھی۔

ہمارے علماء کرام (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) فرماتے ہیں کہ قبر کو کوہان نما بنایا جائے' پہچان کے لیے تاکہ قبر کا احترام کیا جائے' بہت زیادہ اونچی قبر بنانے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ دور جاہلیت میں بناتے تھے کیونکہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ قبریں بہت بلند کر دیتے تھے اور اس کے اوپر تعظیم اور تفخیم کے لیے بلند عمارت بناتے تھے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

أرى أهل القصور إذا أميتوا     بنوا فوق المقابر بالصخور

''اہل قصور کو میں نے دیکھا ہے کہ جب مرتے ہیں تو لوگ ان کی قبور پر بڑے بڑے صخور (پتھر) سے قصور تعمیر کر دیتے ہیں''۔

أبوا إلا مباهاة فخراً     على الفقراء حتى في القبور

''یہ امیر لوگ قبروں میں جا کر بھی فقیر اور غریب لوگوں پر فخر جتانے اور اکڑ دکھانے سے باز نہیں آتے''۔

لعمرك لو كشفت الترب عنهم     فما تدرى الغنى من الفقير

''تیری زندگی کی قسم! اگر تو ان (کی قبروں) سے مٹی ہٹا کر دیکھے تو' تو امیر اور غریب میں فرق نہیں کر سکے گا''۔

ولا الجلد المباشر ثوب صوف من الجلد المباشر للحریر

''اور نہ اون کا لباس پہننے والے اور ریشم کا لباس پہننے والے میں تجھے کوئی فرق معلوم ہوگا''۔

إذا أكل الثرى هذا و هذا فما فضل الغنی علی الفقیر؟

''جب مٹی نے امیر اور غریب دونوں کو ہی چاٹ لیا تو پھر فقیر پر امیر اور مالدار کی فضیلت اور برتری کہاں رہی؟''

اے بندۂ خدا! تیرے وہ جمع کیے ہوئے مال کہاں ہیں؟ تیرے بنک بیلنس اور مشکل وقت کے لیے جوڑ کر رکھے ہوئے سرمایہ کو کیا ہوا؟ بلا ریب موت کے وقت تیرا ہاتھ بالکل خالی ہے اور تیری حالت مالداری اور عزت کے بعد فقیری اور ذلت میں بدل گئی ہے' اے اپنے گناہوں میں گروی شخص کہ جس کا گھربار وطن اور دیار سب کچھ چھن گیا ہے یہ تیرا کیا حال ہوگیا ہے؟ ہدایت کا راستہ تجھ پر کتنا مخفی ہوگیا ہے' دور دراز کے سفر کے لیے زادِ راہ اپنے ساتھ اٹھانے کا بندوبست اور اہتمام تو نے نہ ہونے کے برابر کیا' اے فریب خوردہ شخص! کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ سخت ہولناک دن کی طرف کوچ اور رحلت کرنے کے بغیر تیرے لیے کوئی چارہ نہیں ہے اور وہاں تجھے ''قیل وقال'' نفع نہیں دے گی بلکہ بہت عطا فرمانے والے بادشاہ کے روبرو تیرے اوپر وہی چیز لوٹائی جائے گی جس کو تیرے دو ہاتھوں نے پکڑا' جو تیرے دو قدموں نے چل کر کیا' تیری زبان نے جس کا نطق کیا' تیرے اعضاء اور جوارح نے عمل کیا' پھر اگر تو تجھ پر رحمت ہوگئی تو' تو جنتوں کی طرف جائے گا اور اگر کوئی دوسری صورت ہوئی تو پھر دوزخ کی طرف۔ اے ان احوال سے غافل شخص! تیری یہ سستی اور غفلت کب تک باقی رہے گی؟ کیا تو گمان کرتا ہے کہ یہ معمولی اور چھوٹا معاملہ ہے اور تو اس زعم میں مبتلا ہے کہ یہ عظیم مرحلہ آسانی سے گزر جائے گا؟ اور کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ جب دنیا سے تیرے کوچ کا وقت قریب ہوگا تو تیرا حالِ زار تجھے فائدہ اور نفع دے گا یا (تو اس گھمنڈ میں ہے کہ) جس وقت تیرے کرتوت تیری تباہی کا باعث بنیں گے تو تیرا مال تجھے ہلاکت سے بچالے گا؟

یا جب (پل صراط پر) تیرے قدم پھسلیں اور ڈگمگائیں گے تو تیرا نادم و پشیمان ہونا تجھے کوئی فائدہ دے گا یا میدان حشر جب تجھے جمع کرے اور ملائے گا تو تیرا قبیلہ اور قوم تجھ پر مہربانی کرے گی؟ ہرگز نہیں بہ خدا! تیرے خیالات خراب ہیں اور عنقریب تجھ پر ضرور سب کچھ کھل جائے گا' تو تھوڑے پر قناعت نہیں کرتا اور حرام کے بغیر تیرا پیٹ نہیں بھرتا' وعظ و نصیحت سننے سے تو الرجک ہے' وعید اور عذاب کی خبر سن کر تجھ پر کوئی لرزہ طاری نہیں ہوتا یعنی انتہائی بے حسی اور عجیب مُردنی چھائی ہوئی ہے:

کوئی آنکھ اشک سے تر نہیں کسی دل میں غم کا گزر نہیں

نہ وہ ہاؤ ہو نہ وہ شورشیں نہ وہ آہ برق نظام ہے (سید نصیر)

تیری عادت ہے کہ تو ہوائے نفس کے ساتھ پلٹے کھاتا ہے' تو چڑھتے سورج کو سلام کرنے والا ابن الوقت ہے

اور تو اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارنے والا ہے' مال اور جائیداد کو بڑھانا تجھے بہت پسند ہے اور آگے کی یاد اور فکر نہیں ہے۔اے غفلت میں سوئے پڑے شخص! مال و دولت جمع کرنے کے خبط اور جنون میں تو' تو بڑا بیدار اور ہوشیار ہے' کب تلک یہ غفلت شعاری' بیکاری رہے گی جاری؟ کیا تیرا خیال ہے کہ تجھے یوں ہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا اور کل قیامت کے دن تیرا محاسبہ نہیں ہوگا؟ یا تیرا خیال ہے کہ موت رشوت قبول کر کے تجھے چھوڑ دے گی۔(ام تمیز بین الأسد والرشا)

ہر گز نہیں' اللہ کی قسم! مال اور اولاد ہر گز تجھے موت سے نہیں بچا سکیں گے اور اہل قبور کو صرف اور صرف نیک عمل ہی نفع پہنچاتے ہیں۔تو خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے سنا اور یاد رکھا اور جو دعویٰ کیا اس کو حقیقت کر دکھایا اور خواہشات سے نفس کو روکا اور اس بات پر یقین رکھا کہ آخرت کا خوف کرنے والا ہی کامیاب ہے اور وہی فلاح پاتا ہے جو جانتا ہے کہ:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ (النجم:۳۹۔۴۰)

اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش ○ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی ○

تو اس خوابِ غفلت سے اٹھ اور نیک کام کر کے اپنے لیے توشۂ آخرت تیار کر اور تو نیکوں کی منزل اور ان کے مرتبے کی تمنا نہ کر درانحالیکہ تو گناہوں پر قائم رہے اور بدکاروں والے کام کرنے والا ہو بلکہ اچھے کام کثرت سے کیا کر اور تو یاد رکھ کہ زمین اور آسمانوں کا مالک اللہ تعالیٰ تجھے تنہائی اور خلوتوں میں بھی دیکھنے والا ہے' دنیا کی امیدیں تجھے دھوکا میں ڈال کر تجھ سے عمل آخرت نہ چھڑا دیں۔کیا تو نے رسولِ اکرم ﷺ کا وہ ارشادِ مبارک نہیں سنا جو آپ نے قبر کے کنارے بیٹھے فرمایا تھا کہ:

یا إخوانی لمثل هذا فاعدوا.

اے برادرانِ اسلام! قبر کی تیاری کرو۔

یا تو نے اللہ تعالیٰ (جس نے تجھے پیدا کیا اور درست بنایا) کا فرمان نہیں سنا' وہ فرماتا ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ٘ . (البقرہ:۱۹۷)

اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔

نوٹ: جیسے دنیوی سفر کے لیے توشہ ضروری ہے ایسے ہی سفر آخرت کے لیے پرہیزگاری کا توشہ لازم ہے۔اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا: تقویٰ سات قسم کا ہے۔

(۱) کفر سے بچنا' یہ بفضلہٖ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے (۲) بدمذہبی سے بچنا' یہ ہر سُنّی کو نصیب ہے (۳) ہر کبیرہ سے بچنا (۴) صغائر سے بچنا (۵) شبہات سے احتراز (۶) شہوات سے بچنا (۷) غیر کی طرف التفات سے بچنا' یہ اخص الخواص کا منصب ہے اور قرآن کریم ساتوں مرتبوں کا ہادی ہے۔(کنز الایمان حاشیہ)

اور شعراء کہتے ہیں:

تـزود من معـاشـک لـلمعـاد و قـم لـلـه واعـمـل خیر زاد

"تو اپنی زندگی سے آخرت کے لیے توشہ تیار کر لے اور اللہ تعالیٰ کے لیے قیام کر اور بہترین زادِ راہ

تیار کر''۔

ولا تجمع من الدنیا کثیرًا — فإن المال یجمع للنفاد

''اور تو زیادہ دنیا کی دولت جمع نہ کر کیونکہ مال تو فنا کرنے کے لیے جمع کیا جاتا ہے''۔

أترضى أن تکون رفیق قوم — لهم زاد وأنت بغیر زاد؟

''کیا تو اس بات پر راضی ہوگا کہ تو ایسی جماعت کا رفیقِ سفر ہو جن کے پاس زادِ سفر ہو اور تیرے پاس زادِ راہ نہ ہو''۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

إذا أنت لم ترحل بزاد من التقى — ولا قیت بعد الموت من قد تزودا

''جب تو پرہیز گاری کے توشہ کے بغیر سفر پر جائے گا اور تیری ملاقات موت کے بعد اس شخص سے ہو گی جو اپنے ساتھ زادِ راہ رکھتا ہے''۔

ندمت على أن لا تکون کمثله — وأنک لم ترصد کما کان أرصدا

''تو تجھے اس پر ندامت ہوگی کہ تو اس کی مثل نہیں ہے اور یہ کہ تو اس کی طرح مسلح نہیں ہے''۔

الموت بحر طافح موجه — تذهب فیه حیلة السابح

''موت تو ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس میں تیرنے والے کا ہر بچنے کا بہانہ بہ جاتا ہے''۔

یا نفس انی قائل فاسمعی — مقالة من مشفق ناصح

''اے نفس امارہ! میں تمہیں ایک مہربان نصیحت کرنے والے کی حیثیت سے ایک بات کہتا ہوں پس تو غور سے سن''۔

لا ینفع الانسان فی قبره — غیر التقی والعمل الصالح

''انسان کو اس کی قبر میں سوائے تقویٰ (پرہیز گاری) اور نیک اعمال کے کوئی شئے نفع نہ دے گی۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

أسلمنی الأهل ببطنِ الثرى — وانصرفوا عنی فیا وحشتا

''گھر والے مجھے قبر کے سپرد کر کے چلے گئے، ہائے اللہ! یہاں کتنی وحشت ہے''۔

وغادرونی معدماً بائسًا — ما بیدی الیوم إلا البکا

''میرے عزیز مجھے محرومی اور ناداری کی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے اور میرے ہاتھ میں آج سوائے اشکوں کی دولت کے کچھ نہیں ہے''۔

وکل ما کان کأن لم یکن — وکل ما حذرته قد أتى

''اور ہر وہ چیز جو تھی گویا کہ اب ختم ہوگئی ہے اور ہر وہ خطرہ جس سے میں ڈرتا ہوں اس کا سامنا ہے''۔

وذاکم المجموع والمقتنى — قد صار فی کفی مثل الهبا

''اور وہ کل اندوختہ اور ساری جمع پونجی بے شک میری کف دست میں ایک ذرۂ حقیر کی مثل ہو گیا ہے''۔

ولم أجد لي مؤنسا ههنا غير فجور موبق أوبقا

''یہاں میں کسی کو مونس و غمخوار نہیں پاتا سوائے بدکار ہلاک کرنے والے کے جس نے ہلاک کر دیا ہے''۔

فلو تراني و ترى حالتي بكيت لي يا صاح مما ترى

''پس اگر تو مجھے دیکھے اور میری حالت کو تو اے میرے ساتھی! تو میری حالت کو دیکھ کر روئے''۔

ایک شاعر کہتا ہے:

ولدتک إذ ولدتک أمک باکیا والقوم حولک یضحکون سرورا

''جب تو پیدا ہوا تھا تو روتے ہوئے اور تیری قوم کے لوگ تیری پیدائش پر خوش اور ہنس رہے تھے''۔

فاعمل لیوم أن تکون إذا بکوا فی یوم موتک ضاحکا مسرورا

''پس تو دنیا میں ایسے کام کر کے مرنا کہ جب تیری موت کے دن سب رو رہے ہوں تیرے لبوں پہ مسکراہٹ ہو''۔

محمد قرشی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! بے شک میں تم پر شفیق اور تمہارا خیر خواہ ہوں، تم میری نصیحت سنو اور قبر کی تاریکی (کو دور کرنے) کے لیے رات کی تاریکی میں نیک عمل کرو اور حشر کے دن سے پہلے گرمی میں روزے رکھو اور اپنے بڑے گناہوں کو مٹانے کے لیے حج ادا کرو اور تنگی والے دن کی وجہ سے صدقہ دو۔

یزید رقاشی اپنے خطاب میں فرمایا کرتے تھے: اے اپنی قبر کے گڑھے میں دفن ہونے والے! اور قبر میں خلوت گزیں تن تنہا شخص! زمین کے شکم میں اپنے اعمال سے انس پکڑنے والے! کاش! میری سمجھ تمہارے کام میں ہوتی تو میں پوچھتا کہ تو کون سے عمل کے بل بوتے پر بغلیں بجا رہا ہے اور اپنے کن احوال پر رشک کرنے والا ہے پھر روتے حتیٰ کہ ان کا عمامہ بھیگ جاتا ہے اور کہتے: اللہ کی قسم! تو اپنے نیک عملوں پر رشک کر اور اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے معاون اور مددگار بھائیوں پر رشک کر۔ اور جب کسی قبر کی طرف دیکھتے تو بیل کی طرح آواز نکالتے۔ عنقریب اس بات کا بیان آئے گا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو قبر اس سے گفتگو کرتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس بارے میں وعظ و نصیحت کی باتوں کا بیان بھی آئے گا۔

## دفن کے لیے خاص مقام اور جگہ اختیار کرنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے میری قبر کی (یا فرمایا کہ میری) زیارت کی میں اس کے لیے گواہ یا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور جو شخص کسی ایک حرم میں (حرم مکہ یا حرم مدینہ منورہ) فوت ہوا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کو امن والوں میں

اٹھائے گا۔ (دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۸، الطیالسی رقم الحدیث: ٦٦، البیہقی ج ۵ ص ۲۴۵، الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۷۰)

دارقطنی نے حاطب سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو شخص حرمین (طیبین) میں سے کسی ایک حرم پاک میں فوت ہوا تو وہ قیامت کے دن مامون اور محفوظ اٹھایا جائے گا۔ (دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۸، الطبرانی الصغیر ج ۲ ص ۲۲، البیہقی ج ۵ ص ۲۴۵، الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۴۵۷، الفوائد المجموعہ ص ۱۱۴، الموضوعات لابن جوزی ج ۲ ص ۲۱۸)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آیا اور کہنے لگا: اپنے رب کے پاس چلیے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تھپڑ مار کر اس کی آنکھ نکال دی، ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس واپس گئے اور کہا: تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور اس نے میری آنکھ نکال دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کے پاس جاؤ اور کہو: آپ (حیات کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر آپ زندگی اور حیات چاہتے ہیں تو) اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھیے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: پھر کیا ہو گا؟ کہا: پھر آپ کو موت آئے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: پھر اب قریب ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! ارضِ مقدسہ سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر میری روح قبض کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہ خدا! اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو کثیب احمر (سرخ ٹیلے) کے پاس راستہ کی ایک جانب ان کی قبر دکھاتا۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۰٦، صحیح مسلم ج ۱۵ ص ۱۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵، ابن حبان ج ۸ ص ۴۰)

ترمذی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی تم میں سے موت تک مدینہ میں رہ سکتا ہو وہ موت تک مدینہ میں رہے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۳۹۱۷، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۱۲، مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۔۱۰۴، الطبرانی ج ۲۴ ص ۲۹۴، صحیح ابن حبان ج ٦ ص ۲۱، صحیح الجامع ص ۵۸۹۱)

ابو محمد عبدالحق نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مؤطا میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا کرنا اور اپنے نبی پاک ﷺ کے شہر مبارک میں موت نصیب فرمانا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید دونوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں مقام عقیق سے مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع میں منتقل کر دینا چنانچہ انہیں وہاں لا کر دفن کیا گیا اور یہ (اللہ بہتر جانتا ہے) انہوں نے اس لیے کہا ہوگا کہ ان کو علم تھا کہ جنت البقیع میں دفن ہونا باعثِ فضیلت ہے۔

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ ''زادھا اللہ عزًا و شرفًا'' کی فضیلت کا کوئی بھی منکر نہیں ہے اور سب کو معلوم ہے۔ باقی فضیلتوں سے قطع نظر صرف صالحین اور اہلِ فضل شہداء کا قرب و جوار ہی فضیلت کے لیے

کافی ہے۔ حضرت کعب احبار کے بارے میں مروی ہے کہ (موت کے وقت) جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی کوئی حاجت؟ تو انہوں نے بعض اہلِ مصر سے فرمایا کہ ہاں! سفح مقطم (مصر کے ایک پہاڑ کا نام ہے) سے مٹی کی ایک بوری لا دیجیے' راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' اس مٹی کو آپ کیا کریں گے؟ فرمایا: وہ مٹی میں اپنی قبر میں رکھوں گا' ان سے کہا کہ آپ یہ کہہ رہے ہیں حالانکہ تم مدینہ شریف میں ہو اور جنت البقیع کے متعلق فلاں فلاں فضیلت بیان کی گئی ہے' انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ یہ پہاڑ (کوہِ مقطم) قصیر سے تکموم تک مقدس پہاڑ ہے۔

## فصل

ہمارے علماء کرام (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں: زمین کا کوئی خطہ اور قطعہ کسی آدمی کو مقدس اور مطہر اور گناہوں سے پاک اور صاف نہیں کر دیتا' گناہوں کے میل کچیل سے انسان توبۂ نصوح سے ہی پاک ہوتا ہے اور ساتھ ہی انسان کے کام بھی نیک ہوں اور رہا یہ کہ کسی خاص خطۂ زمین میں دفن ہونے سے انسان گناہوں سے پاک ہو جائے تو وہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی انسان کسی مقدس سرزمین میں نیک اعمال کرے تو اس زمین کی برکت سے ایک تو اس کے اجر و ثواب میں کئی گنا اضافہ کر دیا جاتا ہے اور دوسرا اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے وراس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اور اس کے جنت میں داخل ہونے کا سبب بن جاتا ہے اور اسی طرح جب کوئی انسان کسی مرد صالح یا کسی مقدس جگہ کی تلاش میں نکلتا ہے اور راہ میں اس کو موت آ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے' یہ مطلب نہیں کہ ابتداء ہی سے وہ زمین اس کی تقدیس و تطہیر کا موجب ہے۔ مالک نے ہشام بن عروہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا' انہوں نے کہا: مجھے جنت البقیع میں دفن ہونا پسند نہیں ہے اور جنت البقیع کے علاوہ دوسری جگہ دفن ہونا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میں نے اس بات سے ڈرتے ہوئے کہا ہے کہ میری قبر کی خاطر کسی مرد صالح کی ہڈیوں کو کھود کر ظاہر کیا جائے یا کسی بدکار و فاجر کے قرب و جوار ہی میں دفن کر دیا جائے اور اس میں تمام خطۂ ہائے زمین برابر ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ارضِ مقدسہ میں دفن کرنا باعثِ فضیلت اور گناہوں سے پاک ہونے کا موجب ہونا متفق علیہ اور اجماعی مسئلہ نہیں ہے اور انسان کو اس کے بھائیوں' رشتہ داروں اور ہمسایہ لوگوں کے پاس دفن کرنا مستحسن ہے لیکن فضیلت اور درجہ کی وجہ سے نہیں۔

## فصل

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ وہ ملک الموت کے تھپڑ مارتے جیسا کہ سابق حدیث میں گزرا کہ انہوں نے ملک الموت کو تھپڑ مار کر ان کی آنکھ نکال دی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا حتیٰ کہ آنکھ نکال دینے کا اقدام کرنا کیونکر جائز تھا؟

شیخ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب چھ طریقوں سے دیا گیا ہے۔

(۱) پہلا جواب یہ ہے کہ یہ خیالی آنکھ تھی' حقیقی آنکھ نہیں تھی اور یہ قول باطل ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام جو فرشتوں کی صورت دیکھتے ہیں وہ حقیقی صورت نہیں ہوتی' یہ سالمیہ کا مذہب ہے جو کہ باطل ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت مجاز پر محمول ہے' حقیقت مراد نہیں ہے' تھپڑ مارنے اور آنکھ نکالنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو حجت اور مناظرہ میں ساکت کر دیا۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ابتداءً ان کو پہچانا نہیں تھا کہ یہ ملک الموت ہیں بلکہ انہوں نے گمان کیا کہ یہ کوئی آدمی ہے جو انہیں قتل کرنے آیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے مدافعت کی اور مدافعت میں اس کو تھپڑ مار دیا جس کے نتیجہ میں اس کی آنکھ نکل گئی' ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کسی شخص کے لیے اپنا دفاع کرنا ہر ممکن طریق سے ضروری ہوتا ہے' یہ توجیہ اچھی ہے کیونکہ اس میں آنکھ سے اور تھپڑ مارنے سے ان کے حقیقی معنیٰ مراد لیے گئے ہیں' یہ جواب امام ابوبکر خزیمہ نے دیا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ملک الموت علیہ السلام واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گئے تو اس نے کہا: اے میرے رب! تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا تو موسیٰ علیہ السلام نے اگر اس کو پہچانا نہ ہوتا تو ملک الموت سے یہ قول صادر نہ ہوتا (معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کو جانتے تھے)۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بہت سریع الغضب آدمی تھے' ان کو غصہ بہت جلد آ جاتا تھا اور انہوں نے اپنی جلالی طبیعت اور سرعتِ غضب کی وجہ سے ملک الموت کو تھپڑ دے مارا' یہ جواب ابن العربی نے ''الاحکام'' میں ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ جواب فاسد ہے کیونکہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے اس قسم کے فعل کا سرزد اور واقع ہونا رضا کی حالت میں جائز ہے اور نہ غضب کی حالت میں۔

(۵) پانچواں جواب یہ ہے کہ جسے ابن مہدی نے ذکر کیا ہے کہ ملک الموت کی مستعار آنکھ اس لیے ضائع ہوئی کہ وہ اپنی اصل شکل بدل کر دوسری شکل میں موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو کوئی دوسرا شخص سمجھ کر اس کو تھپڑ مار دیا اور اس کی آنکھ نکل گئی' اس کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس واقعہ کے بعد جب ملک الموت دوبارہ بارگاہِ خداوندی سے واپس آئے تو ان کی آنکھ موجود تھی۔

(٦) چھٹا جواب یہ ہے (اور یہی جواب انشاء اللہ سب میں سے صحیح ہے) کہ صحیح بخاری اور دوسری کتبِ حدیث میں یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتے یہاں تک کہ پہلے اسے یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ زندگی اور موت میں سے جسے چاہیں اختیار کر لیں اور جب ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے کا یہ طریقہ ترک کیا اور اس نے آ کر انہیں زندگی اور موت کا اختیار نہیں دیا اور موسیٰ علیہ السلام کے سامنے صرف موت کو پیش کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام غضب

میں آئے اور اس کو تھپڑ مارا اور آنکھ نکال دی کیونکہ اس نے موت و حیات کے درمیان اختیار کی تصریح نہیں کی تھی' اس قول کی حجت پر دلیل یہ ہے کہ جب ملک الموت دوبارہ ان کے پاس آئے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندگی اور موت کے درمیان اختیار دیا اور آپ نے موت کو اختیار کرتے ہوئے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اللہ تعالیٰ چھپے ہوئے رازوں کو خوب جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ ابن العربی نے اس جواب کو ذکر کیا ہے۔ والحمدللہ

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملک الموت پہلے کھلم کھلا لوگوں کے پاس آتے تھے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے تھپڑ مار کر اس کی آنکھ نکال دی۔

اور اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ پھر اس کے بعد سے اب ملک الموت لوگوں کے پاس خفیہ طور پر (روح قبض کرنے) آتے ہیں۔

## نوٹ: ''صالحین کے قرب میں دفن کرنا مستحب ہے''

اس باب کی حدیث میں ہے کہ ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: آپ ایک بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی' حضرت موسیٰ نے کہا: پھر کیا ہوگا؟ کہا: پھر موت ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پھر ابھی' اور یہ دعا کی کہ جب میں بیت المقدس سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر ہوں تو پھر میری روح قبض کر لینا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جس وقت اور جس جگہ چاہتے ہیں وہاں ان کی روح قبض کی جاتی ہے اور حیات اور موت ان کے اختیار میں کر دی جاتی ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے قریب دفن ہونے کی تمنا اس لیے کی کہ وہاں انبیاء اور صالحین کی قبریں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۹)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: اس حدیث میں فضیلت والے اور متبرک مقامات اور صالحین کے قرب میں دفن کرنے کے استحباب کا بیان ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۷)

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: اس حدیث میں فضیلت والے مقام اور صالحین کے مدافن میں دفن ہونے کی رغبت کا ذکر ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۶۵)

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث میں فضیلت والے مواضع اور صالحین کے مدافن کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۰)

انور شاہ کشمیری دیوبندی عالم لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صالحین کے قرب کی تمنا کرنے کا جواز ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۰) (مترجم)

## نیک لوگوں کے پاس میّت کو دفن کرنا پسندیدہ کام ہے

ابوسعید ماکینی نے کتاب ''المؤتلف والمختلف'' میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے مرنے والوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کریں کیونکہ مردوں کو زندوں کی طرح بُرے ہمسایہ سے تکلیف پہنچتی ہے۔

(کشف الخفاء ج ۱ ص ۴۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۹۱۶)

علامہ زمخشری نے اپنی کتاب ''ربیع الابرار'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تمہارا کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس کو اچھا کفن پہناؤ، اس کی وصیت کو جلد پورا کرنے کی کوشش کرو اور اس کی قبر میں اس کے لیے گہرائی رکھو اور اسے بُرے پڑوسی سے دور رکھو، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا آخرت میں بھی نیک ہمسایہ نفع دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ کیا دنیا میں نیک ہمسایہ نفع دیتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح آخرت میں بھی نیک ہمسائے کا فائدہ ہوتا ہے۔

حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مرنے والوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کرو، کیونکہ میّت کو برے ہمسائے سے تکلیف پہنچتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ۳۵۴، الضعفاء والمجروحین ج ۳ ص ۳۳۳، الموضوعات لابن جوزی ج ۳ ص ۲۳۸، السلسلۃ الضعیفۃ ۵۶۳-٦١٣)

# فصل

ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ میّت کو صالحین کے قبرستان اور فضیلت والے لوگوں کے مدافن میں دفن کرنا مستحب ہے لہٰذا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑنے اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے مرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے ان نیک اور محبوب بندوں کے قرب و جوار میں دفنانے کے لیے جگہ حاصل کی جائے اور بُرے لوگوں کے قبرستان سے اپنے مردوں کو دور رکھنے کی کوشش کی جائے کہ جن کی مجاورت اور ہمسائیگی سے ان کو اذیت اور تکلیف پہنچنے کا خدشہ اور ڈر ہو اور جیسا کہ حدیث میں آیا کہ بُرے لوگوں کے حال کا مشاہدہ کرنے سے ان کے نیک پڑوسیوں کو وحشت ہوتی ہے اور رنج والم سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

حکایت: بیان کرتے ہیں کہ قرطبہ میں (اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پناہ میں رکھے) ایک عورت کو دفن کرنے کے بعد اس کے گھر والوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اہل خانہ کو معتوب کرتے ہوئے ان سے گلہ کرتے ہوئے کہتی ہے کہ تمہیں اینٹیں پکانے کے بھٹہ کے علاوہ مجھے دفن کرنے کے لیے کوئی اور جگہ نہیں ملی تھی؟ جب صبح ہوئی تو اس عورت کے گھر والوں نے دیکھا کہ اس کی قبر کے اردگرد دور دور تک کہیں کسی بھٹہ کا نام ونشان نہیں ہے تو انہوں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کے برابر والی قبر ایک خشت زن اور پتھارے کی ہے اور وہ اینٹیں پکانے کا بھی کام کرتا تھا اور اس بھٹے والے نے اس بے چاری کا بھی بھٹہ بٹھایا ہے چنانچہ انہوں نے اس کی میّت کو وہاں سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کیا۔ اس واقعہ کو ابومحمد عبدالحق نے اپنی کتاب ''العاقبۃ'' میں ذکر کیا ہے۔

ایک اعرابی کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے لڑکے کو جوفوت ہو گیا تھا' خواب میں ملاقات کے وقت کہا: بیٹا! سناؤ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا کہ مجھے اور تو کوئی تکلیف نہیں ہے البتہ میرے برابر والی قبر میں یک فاسق شخص مدفون ہے' اسے جو طرح طرح کے عذاب ہوتے ہیں تو اس سے مجھے بہت گھبراہٹ ہوتی ہے۔

حکایت: ابوالقاسم ختلی نے ''کتاب الدیباج'' میں طاؤس ابن ذکوان یمانی رحمہ اللہ کا واقعہ نقل کیا ہے' عبدالملک بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ہم سے طاؤس یمانی نے بیان کیا کہ وہ حج کے لیے جا رہے تھے' جب مقام بطحاء کے قبرستان کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو طاؤس فرماتے ہیں کہ میں وہاں اپنے رفقاء کے ساتھ ٹھہرا' رات کو میں نماز پڑھ رہا تھا اور میرے اوپر کھردری بُنتی کی چادر تھی جو میں نے یمن میں ستر دینار کی خریدی تھی' جس جگہ میں نماز پڑھ رہا تھا وہاں میرے قریب ہی ایک نئی قبر کھودی ہوئی تھی' اتنے میں سامنے سے شمع کی روشنی نمودار ہوئی جو جنازہ کے ساتھ لا رہے تھے' میں نے اچانک سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجَارِ لسُّوءِ. اے اللہ! میں برے ہمسائے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے سلام پھیرا اور جنازہ لے کر آنے والوں سے آ کر دعا سلام کے بعد میں نے ان سے کہا: خدا تم لوگوں کا بھلا کرے' بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ لوگ اپنے مردے کو کسی دوسری جگہ لے جا کر دفنا دیں تو وہ بولے: ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ اب تو ہم قبر کھود چکے ہیں' اب تو ہم یہیں دفنائیں گے' میں نے پوچھا کہ میت کا ولی قرب کون ہے؟ لوگوں نے ایک صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ میت کا بیٹا صاحب ہیں' میں نے س نوجوان سے کہا کہ کیا آپ میرے ساتھ ایک سودا کرتے ہیں' دیکھیے! یہ میرے پاس ایک نہایت قیمتی چادر ہے جو میں نے یمن سے ستر دینار میں خریدی تھی اور یہاں تمہارے ہاں تو یہ اور بھی گراں ہوگی' اتنے میں کون دیوے ایسا کیجیے کہ یہ اپنی چادر مجھے دے دیں اور آپ میری چادر لے لیں' اگر تمہارے باپ پر کسی کا قرض ہے تو اسے فروخت کر کے وہ ادا کر دیجیے گا ورنہ اپنے کام میں لائیے گا اور اس کے بعد میری آپ سے ایک درخواست یہ ہے کہ آپ اپنے والد کی قبر کسی اور جگہ بنا لیجیے یہاں ہم پسند نہیں کرتے ہیں' اس لیے آپ اس جگہ سے دستبردار ہو جائیں تو نوازش ہوگی۔ طاؤس کہتے ہیں: لوگوں نے کہا کہ ہم نہیں مانتے کہ ایک آدمی ستر دینار کی چادر اپنے اوپر لپیٹے پھر رہا ہو اور کہنے لگے کہ اپنا تعارف تو کرائیے کہ آپ کون ہیں؟

میں نے کہا: تم طاؤس یمانی کو جانتے ہو؟ وہ کہنے لگے: ہاں' میں نے کہا کہ میں ہی طاؤس یمانی ہوں اور چادر کے متعلق میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے حقیقتاً میں نے ستر دینار کی لی ہے پس اس نوجوان نے اپنی چادر مجھے دی اور مجھ سے وہ قیمتی چادر لے لی اور میت کو دوسری جگہ لے جا کر دفنانے پر رضامند ہو گیا اور جنازہ وہاں سے لے گئے' اب میں صاحبِ قبر کے پاس آیا اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ بھائی! یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ ایک شخص کو اپنا ہمسایہ بنانا ناپسند کریں اور میرے بس اور استطاعت میں بھی ہو کہ میں اسے آپ سے دور کر سکوں اور پھر وہ تمہارے جوار میں دفن ہو جائے' یہ کہا اور میں نے دوبارہ اپنی نماز پڑھنی شروع کر دی۔

## نوٹ: صالحین کے قرب میں دفنانے کا فائدہ (اضافہ از مترجم)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا' دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں' اس کے عزیزوں نے اس خیال سے کہ قبر پانی کے صدمے سے کھل گئی ہے دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں وہ شاخیں بھی میّت کے ساتھ رکھ دیں' اب جو دیکھا تو دو سانپ اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھنوں سے اس کا منہ بھنبھوڑ رہے ہیں' حیران ہوئے' کسی صاحبِ دل سے یہ واقعہ بیان کیا' انہوں نے فرمایا: وہاں بھی اژدھا اور سانپ ہی تھا مگر ایک مرد صالح' ولی اللہ کے مزار اور قبر کا قرب تھا' اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا' وہ اژدھے درخت گل کی طرح ہو گئے تھے اور ان کے پھن گلاب کے پھول۔ اس کی خیریت چاہتے ہوتو وہیں لے جا کر دفن کرو وہیں لے جا کر رکھا تو پھر پہلے کی طرح اس کے بدن پر درخت گل تھے اور اس کے نتھنوں پر گلاب کے پھول۔ یہ اس حدیث کا ثمرہ ہوا جو اوپر بیان کی گئی ہے یعنی:

هم لقوم لا یشقی بهم جلیسهم. یہ وہ نیک لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔ (روح البیان: مترجم)

## مردوں کے باہم ملاقات کرنے اور اچھے کفن پر باہم فخر کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کو اچھے کفن دو کیونکہ وہ اپنی قبروں میں آپس میں ملاقات کرتے اور (اچھے کفن کی وجہ سے) ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔

(الموضوعات ابن جوزی ج ۳ ص ۲۴۰' احکام الجنائز رقم الحدیث: ۳۱۲' اللآلی المصنوعة ج ۲ ص ۲۳۵)

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۳' نسائی ج ۴ ص ۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵_۳۲۹' ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۶۶' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۳۲' ترمذی رقم الحدیث: ۹۹۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۷۴' مستدرک ج ۱ ص ۳۶۹' المنتقی رقم الحدیث: ۵۴۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴' البیہقی ج ۳ ص ۴۰۳' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۵۲' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۱۶)

## قبر کے ہر روز خطاب کرنے اور دفن کے بعد آدمی سے کلام کرنے کا بیان

ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جائے نماز (مسجد) میں تشریف لائے تو لوگوں کو ہنسی مذاق کرتے دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لذات کو قطع کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو تو وہ ضرور تمہیں اس سے غافل کر دے جو (ہنسی مذاق) میں دیکھ رہا ہوں۔ پس تم لذتوں کو قطع کرنے والی چیز یعنی موت کا ذکر بہ کثرت کیا کرو کیونکہ قبر ہر روز کلام کرتی ہے کہ میں تنہائی اور مسافری کا گھر ہوں' میں کیڑوں اور مٹی کا گھر ہوں اور جب مؤمن دفن ہو جاتا ہے تو قبر مرحبا کہتی ہے اور کہتی ہے کہ تو میری پشت پر چلنے والوں میں سب سے زائد محبوب تھا اور اب تو مجھ میں سما گیا ہے تو اب میرا برتاؤ اپنے ساتھ دیکھ لے گا' پھر وہ قبر اس کے لیے حدِ نگاہ تک فراخ ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب فاجر و کافر انسان مدفون ہوتا ہے تو قبر ناراضگی کا اظہار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ تو میری پشت پر چلنے والوں

میں میرے نزدیک سب سے بُرا تھا اور اب تو مجھ میں سما گیا تو اب تو میرا برتاؤ اپنے ساتھ دیکھ لے گا' اس کے بعد قبر اس پر بند ہو جاتی ہے اور اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر نکل جاتی ہیں (راوی) کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی بعض انگلیوں کو بعض میں ڈال کر عملی طور پر وہ منظر دکھایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ستر اژدھے یا ستتر (۷۷) مقرر فرما دیتا ہے' ان میں سے اگر کوئی ایک بھی زمین پر ایک پھنکار مار دے تو وہ کبھی سبزہ نہ اگائے' ایسے اژدھے اسے کاٹتے ہیں یہاں تک کہ روز حساب آ جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۰' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۶)

عبداللہ بن عبید کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ قبر کو زبان عطا کرتا ہے جس سے وہ کلام کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے انسان! تو نے مجھ کو کیسے بھلا دیا' کیا تو میرے بارے میں نہ جانتا تھا کہ میں وحشت' کیڑوں اور تنہائیوں کا گھر ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک قبر روتی ہے اور روتے ہوئے کہتی ہے: میں وحشت' تنہائی اور کیڑوں کا گھر ہوں؟

ابن عبدالبر نے روایت کی ہے کہ غضیف بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عبید کے ساتھ بیت المقدس گیا اور وہاں ہم عبداللہ بن عمرو بن عاص کی مجلس میں حاضر ہوئے' میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو قبر اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ اے ابن آدم! تجھے کس چیز نے میرے بارے میں دھوکہ میں ڈالا' کیا تجھ کو پتہ نہ تھا کہ میں تنہائی کا گھر ہوں' کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں ظلمت کدہ ہوں' کیا تجھے پتہ نہ تھا کہ میں حق کا گھر ہوں' اے انسان! تجھ کو کس چیز نے میرے بارے میں دھوکا میں رکھا' تو میرے اردگرد چلنے کے باوجود کس چیز پر اتراتا تھا؟

پس اگر وہ مؤمن ہوتا ہے تو اس کی قبر میں وسعت اور فراخی کر دی جاتی ہے اور اس کا ٹھکانا سرسبز و شاداب کر دیا جاتا ہے اور اس کے نفس کو آسمان پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ (کتاب التمہید)

ابو محمد عبدالحق نے اپنی کتاب ''العاقبہ'' میں اور حاکم نے ''کنی'' میں ابوالحجاج ثمالی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب قبر میں مردہ رکھا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ کیا تو نہیں جانتا تھا ''خرابی ہو تیرے لیے'' کہ میں فتنہ' تاریکی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں' اے انسان! تو میرے پاس سے اکڑتا ہوا نازنخرے سے گزرتا تھا۔ اگر نیک ہوگا تو قبر میں جواب دینے والا فرشتہ جواب دے گا کہ اگر یہ مردہ نیکی کا حکم کرنے والا اور برائی سے روکنے والا ہو تو کیا ہوگا؟ قبر کہے گی کہ تب تو میں اس کے لیے سرسبز و شاداب ہو جاؤں گی اور اس کا جسم نور علی نور ہو جائے گا اور اس کی روح پروردگارِ عالم کے دربار میں چلی جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۹۰' احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۹۸' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۵)

ابن مبارک نے عبداللہ بن عبید سے روایت کی کہ جب میت کے ساتھ آنے والے چل دیتے ہیں تو مرنے والا بیٹھ کر ان کے قدموں کی آواز سنتا ہے اور اس سے اس کی قبر سے پہلے کوئی ہم کلام نہیں ہوتا' قبر کہتی ہے کہ اے

ابن آدم! کیا تو نے میرے حالات نہ سنے تھے' کیا تو میری تنگی' بدبو' ہولناکی اور کیڑے مکوڑوں سے نہ ڈرایا گیا تھا' اگر ایسا تھا تو پھر تو نے کیا تیاری کی؟

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بکثرت قبر کو یاد کیا تو وہ اس کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ پائے گا اور جو اس کی یاد سے غافل رہا اس کے لیے قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی۔

احمد بن حرب کہتے ہیں کہ زمین اس شخص پر تعجب کرتی ہے جو نرم وگداز خوابگاہ تیار کرتا اور اپنے سونے کے لیے بستر لگاتا ہے اور کہتی ہے: اے ابن آدم! تجھے طویل زمانے تک میرے شکم میں جبکہ درمیان میں کوئی چیز حائل بھی نہیں ہوگی' سونا اور رہنا یاد نہیں ہے؟

ایک زاہد سے سوال کیا گیا کہ یہ بتایئے کہ سب سے مؤثر واعظ اور بلیغ نصیحت کرنے والا کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ مُردوں کے مسکن کو دیکھنا (یعنی زیارتِ قبور) مؤثر ترین سامانِ عبرت ہے اور خشیتِ الٰہی کے پیدا ہونے کا موجب اور ذریعہ ہے۔

ابوالعتاہیہ نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے:

وعظتک أجداث صُمُتُ ... ونعتک أزمنة خُفُتُ
وتکلمت عن أوجه تبلی ... وعن صور سبت
وأرتک نفسک فی القبور ... وأنت حی لم تمت

''اے شخص یہ سنسان قبرستان تیرے لیے واعظ ہے اور تجھ سے بیتے ہوئے دنوں کا حال بیان کرتا ہے''

''اور یہ قبریں ان دراز قد اور حسین چہرے والوں کی تجھے داستان سناتی ہیں جو کبھی محل بوسہ اور من موہنی صورت ہوتی تھیں اور آج کہنہ اور بوسیدہ ہوگئی ہیں''

''زیارتِ قبور سے تمہیں اس طرح لگے جیسے تم قبر میں پڑے ہو حالانکہ تم ابھی فوت نہیں ہوئے زندہ ہو''۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں: میں ایک جنازہ کے ساتھ گیا' جب قبرستان پہنچے تو ایک عورت نے کہا: اے قبروں والو! اگر تم کو انتقال کرنے والے کا علم ہو جائے تو تم سراپا تصویرِ غم بن جاؤ اور اس کی مرثیہ خوانی کرو' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے قبر سے ایک آواز سنی' کوئی کہہ رہا ہے: تحقیق اللہ کی قسم! انتقال کر کے ہمارے پاس آنے والا یہ شخص پہاڑوں کی مثل گناہوں کے ساتھ آیا ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس کو کھاؤں حتیٰ کہ یہ بوسیدہ ہڈیوں کا ڈھانچا اور پنجرہ ہو کے رہ جائے' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چارپائی (یا تخت) کے اوپر میّت میں ایک ارتعاش اور زبردست جنبش پیدا ہوئی اور حسن بصری بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

## قبر ہر ایک کو دبائے گی

نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: یہ وہ ہیں کہ عرشِ الٰہی ان کے لیے حرکت میں آ گیا اور ان کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے اور ان کے جنازہ پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے، تحقیق ان کو قبر نے دبایا، پھر ان کے لیے فراخ اور کشادہ ہوگئی۔ (نسائی ج۴ ص۱۰۰)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبر دباتی ہے اور اگر اس سے کسی کو نجات مل سکتی تھی تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

(مشکل الآثار ج۱ ص۱۰۷، احیاء العلوم ج۴ ص۵۰۳)

نہاد بن سری نے ''زہد'' میں ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ قبر کے دبانے سے کوئی نہ بچا، حتیٰ کہ سعد بن معاذ بھی کہ جس کا ایک رومال بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

حضرت نافع کی روایت میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ کے جنازہ میں ستر ہزار ایسے فرشتے نازل ہوئے جو کبھی زمین پر نہیں اترے تھے اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کے متعلق فرمایا کہ تمہارے ساتھی کو قبر میں خوب دبایا گیا ہے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۳۲۵)

علی بن معبد نے کتاب ''الطاعۃ والمعصیہ'' میں نافع سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم صفیہ بنت ابی عبید جو عبداللہ بن عمر کی بیوی ہیں، کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ غمگین اور گھبرائی ہوئی تھیں، ہم نے پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا؟ کہنے لگیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج کے پاس سے آ رہی ہوں، ان زوجہ مطہرہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اگر کوئی عذابِ قبر سے بچ سکتا تھا تو وہ سعد بن معاذ تھے لیکن قبر نے ان کو بھی دبایا۔ (الموضوعات لابن جوزی ج۳ ص۲۳۳-۲۳۲)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دفن سے فارغ ہوئے تو ان کی قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور آپ کے چہرے مبارک پر غم کے آثار نمودار ہوئے، اس کے بعد پھر آپ کا غم ختم ہوگیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپ کو ابھی پہلے غمگین اور پھر خوش دیکھا، اس کی کیا وجہ تھی؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: میں اپنی بیٹی زینب کی کمزوری اور قبر کے دبانے کو یاد کر رہا تھا، پھر میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے قبر کو وسیع اور کشادہ و فراخ فرما دیا اور لیکن اللہ کی قسم! پھر بھی قبر نے زینب بنت رسول کو اتنا دبایا کہ اس کے دبانے کی آواز کو (انس وجن کے سوا) مشرق اور مغرب کے درمیان کی ہر چیز نے سنا۔

(العلل المتناہیہ رقم الحدیث: ۱۵۱۷۔۱۵۱۸، الموضوعات لابن جوزی ج۳ ص۲۳۱، احیاء العلوم ج۴ ص۵۰۳، الہیثمی ج۳ ص۴۷)

ابراہیم غنوی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا تو ایک بچہ کا جنازہ گزرا، آپ رونے لگیں، میں نے عرض کیا: آپ کیوں روتی ہیں؟

اے مؤمنوں کی امی جان؟ فرمانے لگیں کہ اس بچے پر قبر کے دبانے سے شفقت کرتے ہوئے۔

شیخ قرطبی فرماتے ہیں: یہ حدیث اگر چہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر موقوف ہے لیکن ایسی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔

عمر ابن شیبہ نے کتاب ''المدینۃ علی ساکنہا السلام'' میں فاطمہ بنت اسد والدۂ مکرمہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ ایک آنے والے شخص نے اطلاع دی کہ علیؓ، جعفر اور عقیل کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اٹھو ہمارے ساتھ کہ میری امی کی طرف چلیں، راوی کہتے ہیں کہ ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے اور اس طرح کھڑے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور جب ہم دروازے پر پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی قمیص مبارک اتار کر فرمایا کہ کفن دینے لگو تو کفن کے، کپڑوں کے نیچے بدن سے متصل یہ قمیص پہنا دینا، پھر جب جنازہ لے کر نکلے تو رسول اللہ ﷺ کبھی جنازہ کو کندھا دیتے اور کبھی جنازہ کے آگے چلنے لگتے اور کبھی جنازہ کے پیچھے ہو جاتے حتیٰ کہ جنازہ قبرستان میں پہنچ گیا، حضور انور ﷺ پہلے خود قبر میں لیٹے پھر باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ: ''ادخلوھا باسم اللہ وعلی اسم اللہ'' اور جب دفن کر چکے تو آپ نے قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''جزاک اللہ من ام و ربیبۃ خیرا'' اللہ تعالیٰ ماں اور پرورش فرمانے والی کو اچھا صلہ اور انعام عطا فرمائے۔ آمین۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قمیص اتار کر عنایت فرمانے اور پھر قبر میں لیٹنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کرتہ تو اس ارادہ سے پہنایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ ان کو کبھی بھی نہ چھوئے گی اور قبر میں اس لیے لیٹا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر میں وسعت اور فراخی پیدا فرما دے (عمر ابن شیبہ نے ''کتاب المدینۃ'' میں حضرت انس سے روایت کی کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر کے دبانے سے حضرت فاطمہ بنت اسد کے علاوہ کسی نے نجات نہیں پائی، عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! اور نہ آپ کے فرزندِ ارجمند قاسم نے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور نہ ابراہیم نے (یہ چھوٹے تھے)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ مکرمہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ ان کے سرہانے کی طرف بیٹھ گئے اور (خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے) یہ کلمات ارشاد فرمائے:

امی جان! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، میری ماں (حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بعد آپ میری ماں تھیں، آپ خود بھوک کاٹتی تھیں اور مجھے سیر کر کے کھلاتی تھیں، مجھے چادر اوڑھاتی تھیں اور خود ویسے رہتیں، مجھے اچھے اچھے کھانے کھلاتی تھیں اور اپنے نفس کو اچھے کھانوں سے باز رکھتی اور صبر فرماتی تھیں اور (یہ تمام شفقتیں اور مہربانیاں) اللہ کی رضا اور خوشنودی طلب کرنے اور دارِ آخرت جنت کو حاصل کرنے کی غرض سے ہوتی تھیں پھر رسول اللہ ﷺ نے تین بار غسل دینے کا حکم فرمایا جب کافور ملے پانی کو بہانے کی باری آئی تو آپ نے خود اپنے ہاتھ سے وہ پانی بدن پر ڈالا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص اتاری اور حضرت فاطمہ بنت اسد کو پہنائی

جبکہ دیگر کفن کے کپڑے اس قمیص کے اوپر پہنائے گئے۔ (المجمع ج۹ص۲۵٦)

## حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کی قبر کھودنے والوں کا بیان

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، عمر بن الخطاب اور ایک سیاہ فام لڑکے کو بلوایا اور ان حضرات کو قبر کھودنے کا حکم دیا، جب یہ لوگ لحد تک قبر کھود چکے تو لحد رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے تیار کی اور اس کی مٹی اپنے ہاتھ سے نکالی اور جب فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ قبر میں داخل ہو کر اس میں لیٹ گئے، پھر اس کے بعد یہ کلمات ارشاد فرمائے: تمام خوبیوں کا مالک اللہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس پر موت نہیں آ سکتی، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اس کو حجت سکھا، ان کی قبر کو ان کے لیے اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے حق کے صدقے (وسیلے) سے وسیع اور کشادہ فرما بلاشبہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا تو ہی ہے۔ (مجمع الزوائد ج۹ص۲۵٦)

اور ان پر چار تکبیرات پڑھیں اور ان کو لحد میں اتارنے والے رسول اللہ ﷺ، حضرت عباس اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

## میّت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے اور وہ میّت کے حق میں ------ بدترین لوگ ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مرنے والے شخص کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو فرشتے اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور فرمایا: میّت کے گھر والے کہتے ہیں: ''**واسيداه واشريفاه وا أميراه**'' اے ہمارے سردار! اے معزز! اور اے امیر! تو فرمایا کہ فرشتہ اس سے کہتا ہے: سن لے لوگوں کے اقوال، تو سردار تھا، تو امیر تھا، تو شریف تھا؟ فرمایا کہ مُردہ کہتا ہے: اے کاش! یہ لوگ خاموش ہو جائیں، فرمایا کہ قبر اس طرح دباتی ہے کہ اس میں انسان کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جاتی ہیں۔

# فصل

## زندہ لوگوں کے نوحہ سے میّت پر عذاب کی توجیہات

مؤلفِ تذکرہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) فرماتے ہیں کہ بعض علماء یا اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ زندہ کی آہ و بکا اور نوحہ سے اسی صورت میں میّت کو عذاب ہوتا ہے جب میّت کو معلوم ہو کہ اس کے یہاں رونے اور نوحہ کا رواج اور رسم ہے اور اس نے پھر نوحہ نہ کرنے کی وصیت نہیں کی اور اس کی مرضی سے نوحہ کیا جائے یا یہ کہ گناہ اور عذاب اس کو ہو گا جو اس کی وصیت کر کے مرا ہو گا جیسے کسی نے کہا تھا کہ:

**إذا مت فانعيني بما أنا أهله — و شقي على الجيب يا ابنة معبد**

''جب میں مر جاؤں تو اے بنتِ معبد! تو اپنا گریبان چاک کرنا اور مجھ پر میری شان کے لائق رونا''۔

اور اسی طرح جب وصیت کر کے مرے۔

بلاشبہ ایک روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زندوں کے رونے سے میّت کو عذاب ہوتا ہے چاہے مرنے والا اس کی وصیت کرے' اس کے یہاں اس کا رسم ورواج ہو اور نہ وہ اس کو پسند کرتا ہو یعنی مطلقاً زندوں کے رونے سے میّت کو عذاب ہوتا ہے اور حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ حضرات حضرت انس کی مذکور حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

اور دوسرے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے کہ قیلہ بنت مخرمہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے مرے ہوئے بچے کا ذکر کیا اور رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ایک آدمی اپنے جس ساتھی کے ساتھ دنیا میں اچھے طریقہ سے مل جل کر رہتا رہا اور پھر تمہارے اس ساتھی کو اس کے مالک ومولیٰ عزّوجل نے اپنے پاس بُلا لیا تو اس بات سے بھی عاجز ہے کہ اس کے بچھڑنے اور جدا ہونے پر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کا کلمہ ہی کہہ دے؟ پھر آپ نے دعا فرمائی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے اللہ! تو نے اپنی قضاء وقدر کے فیصلہ کے مطابق جو کچھ مجھ سے واپس لے لیا ہے' اس کا مجھے بدلہ عطا فرما اور جو کچھ تو نے میرے پاس باقی چھوڑا ہے اس پر میری مدد فرما' پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ بے شک تمہارا ایک شخص اپنے عزیز کے انتقال پر روتا ہے (اور صبر نہیں کرتا) تو اس کا مرنے والا ساتھی اس کے رونے سے غمگین اور پریشان ہوتا ہے' اے اللہ کے بندو! اپنے مرنے والوں کو رو رو کر تکلیف نہ پہنچایا کرو۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ' ابن ابی خیثمہ اور دوسرے ائمہ محدثین نے نقل کیا ہے اور سند کے اعتبار سے یہ حدیث معروف ہے لا باس بہ اور سیاقِ حدیث دلالت کرتا ہے کہ قیلہ بنت مخرمہ کا رونا اور گریہ کرنا اس کے بیٹے کے اختیار اور پسند کرنے سے نہیں تھا کیونکہ ان کا بیٹا اصحاب رسول ﷺ میں سے تھا اور نہ ہی یہ گریہ دبکا دور جاہلیت کے معروف رونے سے تھا کہ جس کو میت پسند کرے اور اس کے لیے وصیت کر کے جائے کہ میرے مرنے پر نوحہ کرنا اور رونا۔

ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میّت کو زندہ کے اس پر رونے سے عذاب ہوتا ہے جب نوحہ کرنے والی کہتی ہے: اے میرے دست دبازو! اے میرے مددگار! اور اے میرے پردہ کے محافظ! تو میّت کو ڈانٹ ڈپٹ پڑتی ہے' جھڑکا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے تو تو! اس کا مددگار' عزت کا رکھوالا اور سہارا تھا؟ (صحیح مسلم ج ٦ ص ٢٣٠' صحیح بخاری ج ٣ ص ١٥٠' ترمذی رقم الحدیث: ١٠٠٦' مسند احمد ج ۱ ص ٤٧' ابن حبان ج ٥ ص ٥٠' مستدرک ج ٢ ص ٤٧١' بیہقی ج ٤ ص ٧١)

امام بخاری نے حضرت نعمان بن بشیر سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ پر بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کی ہمشیر عمرہ نے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگیں: اے پہاڑ! اور ان کے اوصاف اور خوبیاں شمار کر کے واویلا اور بین کرتی تھیں تو جب حضرت ابن رواحہ کو افاقہ ہوا اور وہ ہوش میں آئے تو فرمانے لگے: اے بہن! تو نے جو بات بھی میرے متعلق کہی! ان کے بارے میں مجھ سے کہا گیا کہ کیا تو ایسا اور ایسا ہے؟ چنانچہ جب عبداللہ بن

رواحہ کا انتقال ہوا تو ان کی بہن ان پر روئی نہیں تھیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۲۴۲، البیہقی ج ۴ ص ۶۴)

یہ حدیث بھی دلیل ہے کیونکہ عبداللہ بن رواحہ کا نہ تو طریقہ تھا اور نہ ہی وہ رونے اور نوحہ کرنے کو پسند کرنے والے تھے اور نہ ہی انہوں نے اس کی وصیت کی تھی کیونکہ وہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں' ان کا مقام اس سے بہت بلند اور ارفع ہے کہ وہ خلاف شریعت کسی کام کا حکم دیں یا اس کی وصیت کر کے جائیں۔

حضرت عمران بن حصین نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ میت کو اس کے گھر والوں کے اس کے اوپر چیخنے چلانے کی وجہ سے عذاب دیتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۵۰، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۹، ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۰۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۱، صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۵۴، بیہقی ج ۴ ص ۷۱، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۴۲، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۶۴)

تو ایک شخص نے ان سے کہا: ایک آدمی خراسان میں مرتا ہے اور یہاں اس پر نوحہ ہوتا ہے (تعجب ہے کہ اس کو کیونکر عذاب ہوگا؟) عمران فرمانے لگے: ''صدق رسول الله ﷺ و كذبت'' رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا اور تو جھوٹا ہے (یعنی حدیث کے مقابلے میں تیرا قیاس آرائیاں کرنا اور عقلی گھوڑے دوڑانا کوئی وقعت نہیں رکھتا)۔

**محاکمہ:** حضرت مؤلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو اگر ظاہر پر محمول کریں تو اس صورت میں تو یہی معنیٰ ہوں گے کہ نفسِ نوحہ سے تعذیب واقع ہوتی ہے لیکن یہ درست نہیں ہے بلکہ حدیث کو مذکورہ توجیہات پر محمول کیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میّت کے حق میں اس کے گھر والوں میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو اس کے اوپر رونے دھونے میں تو بڑے تیز ہیں مگر اس کے قرض اتارنے کی طرف کوئی نہیں آتا۔

## زندہ لوگوں کے نوحہ سے میّت پر عذاب کی توجیہات

**نوٹ:** صحیح مسلم میں حدیث نمبر ۲۰۳۸ سے لے کر ۲۰۴۱ میں ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ میّت پر زندہ کے نوحہ کرنے سے میّت کو عذاب ہوتا ہے' اس کے بعد حدیث نمبر ۲۰۵۱ تک حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ چونکہ قرآن مجید میں ہے: ''لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ط'' (الزمر: ۷) ''کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لیے کہا جائے گا کہ حضرت عمر بھول گئے یا انہیں اجتہادی غلطی لاحق ہوئی' رسول اللہ ﷺ نے یہ بات کافروں کے لیے فرمائی تھی کہ لوگ دنیا میں ان پر نوحہ کر رہے ہیں اور انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

جمہور علماء نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کی متعدد توجیہات کی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) ایک توجیہ یہ ہے کہ اگر مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد نوحہ کیا جائے تو پھر زندہ کے نوحہ کرنے سے اس میّت کو عذاب ہوتا ہے اور اگر وصیت کے بغیر لوگ از خود نوحہ کریں تو پھر میّت کو عذاب نہیں ہوتا۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ جس خاندان میں یا جس جگہ میّت پر نوحہ کرنے کا رواج ہو وہاں مرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے پہلے یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد نوحہ نہ کرنا اور اگر اس نے یہ وصیت نہیں کی اور اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس پر نوحہ کیا تو اس کو عذاب ہوگا۔

(۳) تیسری توجیہ یہ ہے کہ مرنے والا خدانخواستہ ایسے غیر شرعی کاموں کے کرنے میں مشہور تھا جن کو فساق میں اچھا سمجھا جاتا ہے مثلاً جوا کھیلنا' شراب پینا' موسیقی اور رقص وغیرہ اور اس کے فن کے دلدادہ زندہ لوگ اس کے غیر شرعی کاموں کے محاسن بیان کر رہے ہوں حالانکہ قبر میں اس کو ان کاموں پر عذاب ہو رہا ہے۔

(العیاذ باللہ)

(۴) چوتھی توجیہ یہ ہے کہ جب مرنے والے کے احباب اور رشتہ دار اس کی موت پر رنج وغم میں مبتلا ہوتے ہیں' روتے پیٹتے اور نوحہ کناں ہوتے ہیں تو زندہ لوگوں کے رونے اور ان غیر شرعی چیزوں سے میّت کو قبر میں تکلیف اور اذیت ہوتی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے عذاب سے تعبیر فرمایا ہے' قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سب سے اچھی توجیہ ہے۔ (شرح مسلم) مترجم۔

## فتنۂ قبر سے نجات کا نسخۂ قرآنی

حافظ ابونعیم نے یزید بن عبداللہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مرض الموت میں سورۂ ''قل هو الله احد'' پڑھ لی وہ قبر کے دبانے سے مامون ومحفوظ اور قبر کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے سلامت رہتا ہے اور قیامت کے دن فرشتے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر پل صراط سے جنت میں لے جائیں گے (یہ حدیث غریب ہے)۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۹۳' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۴۵)

# ٭٭٭-باب

## قبر میں لحد بنانے اور میّت کو قبر میں رکھتے وقت پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

قبر دو طرح کی ہوتی ہے' ایک لحد یعنی بغلی (یا پنجابی میں سانویں) دوسری شق یعنی صندوقی (یا پنجابی میں چیردیں) دونوں قسم کی قبریں جائز ہیں لیکن اگر زمین مضبوط ہو تو لحد افضل ہے۔ (اگر شق جائز ہی نہ ہوتی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھودا ہی نہ کرتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو بلواتے ہی کیوں؟ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کے لیے لحد پسند فرمائی)۔

نوٹ: قبر کی لمبائی میّت کے قد کے برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم سے کم نصف قد کی اور بہتر یہ کہ گہرائی بھی قد برابر ہو اور متوسط درجہ یہ کہ سینہ تک ہو۔ (بہار شریعت)

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ جو اہلِ مکہ کے لیے قبریں کھودا کرتے تھے اور شق کھودنے کے ماہر تھے' ان کی طرف آدمی بھیجا اور ابوطلحہ انصاری' یہ مدینہ والوں کے لیے قبریں کھودتے تھے

اور آپ لحد کھودنے کے ماہر تھے' ان کی طرف بھی آدمی بھیجا' اس کے بعد صحابہ نے دعا کی (یعنی جب ان دونوں کو بھیج چکے تو دعا کی:) اے اللہ! اپنے رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شق اور لحد میں سے ایک کو پسند اور اختیار فرما۔ (اور جو پسندیدہ اور مختار ہو اس کا کھودنے والا پہلے پہنچ جائے) چنانچہ حسن اتفاق یہ ہوا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے اور وہ حاضر ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد مبارک کھودی۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٦٢٨' البیہقی ج ٣ ص ٤٠٨)

ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لحد ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ٣١٩٢' نسائی ج ٤ ص ٨٠' ترمذی رقم الحدیث: ١٠٤٥' ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٥٥٤' مسند احمد ج ٤ ص ٣٦٣' البیہقی ج ٣ ص ٤٠٨' حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ٢٠٣' الحمیدی رقم الحدیث: ٨٠٨' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ١٧٠١' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ٦٣٨٥' الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ١٢٣٩٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٢٢' مشکل الآثار ج ٤ ص ٤٤۔٤٨)

ابن ماجہ نے اور ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا' ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔ ابوعبداللہ ترمذی نے "نوادر الاصول" میں سعید بن مسیّب سے روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھا' جب میّت کو لحد میں رکھا گیا تو آپ نے پڑھا: اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں' پھر جب قبر کو برابر اور درست کرنے لگے تو کہا: اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذابِ قبر سے پناہ میں رکھ' پھر جب اس پر مٹی ڈال کر برابر کی گئی تو قبر کے ایک جانب کھڑے ہو کر یہ دعا کی: اے اللہ! اس کی کروٹوں سے زمین کو جدا رکھ' اس کی روح کو اوپر پہنچا اور اسے اپنی خوشنودی عطا فرما۔ میں نے عرض کیا: اے ابن عمر! یہ کوئی ایسی دعا ہے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے یا اپنی رائے سے کی ہے؟ فرمایا: ایسا ہے تو بے شک میں وہ دعا کر سکتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٥٥٠' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٢٦٠' ابن ابی شیبہ ج ٤ ص ١٣١' ابن السنی رقم الحدیث: ٥٧٧)

اعمش نے عمرو بن مرہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میّت کو قبر میں رکھنے کے بعد یہ دعا کرنا مستحب قرار دیتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. اے اللہ! اسے شیطان مردود سے پناہ میں رکھ۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ جب قبر میں میّت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو شیطان ایک خاص صورت میں اس کے سامنے آتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ کہہ دے میں تیرا رب ہوں۔ ابوعبداللہ نے کہا: یہ بہت بڑا فتنہ ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ دعائے تثبیت فرماتے تھے' آپ سے یہ دعا کرنا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ مَنْطِقَهٗ وَافْتَحْ اَبْوَابَ السَّمَآءِ لِرُوْحِهٖ. اے اللہ! (منکر نکیر) کے سوال کے وقت اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کی روح کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دے۔

. تو اگر شیطان کو وہاں راہ نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ میت کے لیے شیطان سے پناہ کی دعا کیوں کرتے؟

## دفن کے بعد قبر کے پاس کچھ دیر ٹھہرنے اور میّت کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرنے کا بیان

صحیح مسلم میں ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ بھی صحابی ہیں' حالتِ نزع میں فرمایا:

جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے اور نہ آگ اور جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر آہستہ آہستہ آرام آرام سے مٹی ڈالنا' پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر قیام کرنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو حتیٰ کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

عبدالرحمٰن ابن شماسہ کی روایت میں یہ ہے: انہوں نے فرمایا کہ اور مجھ پر میری چادر کو مضبوط کر کے باندھ دینا کیونکہ مجھ سے سوال جواب ہونے کو ہیں اور میرے اوپر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا اور میرا دایاں پہلو میرے بائیں پہلو سے مٹی ڈالے جانے کا زائد حقدار نہیں ہے اور میری قبر میں لکڑی اور پتھر نہ لگانا اور جب مجھے دفنا چکو تو میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کاٹ کر بنا لیا جائے یہاں تک کہ تم سے انس حاصل کروں۔ (الزھد لابن المبارک ص ۱۴۱' الطبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۰)

ابوداؤد نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جب دفنِ میّت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۰۵' ابن حبان ج ۵ ص ۴۰' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۰' البیہقی ج ۴ ص ۵۶-۳۵' المشکوۃ رقم الحدیث: ۱۳۳)

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میّت کو دفن کرنے کے بعد وہاں ٹھہرتے اور اس کے لیے ثابت رہنے کی دعا فرماتے تھے اور فرمایا کرتے کہ آخرت کے معاملات میں جن امور کا مؤمن کو سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں قبر کا معاملہ سب سے ہولناک ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب میں سے ایک مرد صحابی کو دفن کرنے سے فارغ ہو کر اس کی قبر پر ٹھہرے اور یہ کلمات ارشاد فرمائے: بے شک ہم اللہ کے لیے (اس دنیا میں) ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! تیرا بندہ تیرے پاس آتا ہے اور تو سب سے اچھا میزبان ہے' زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے دور رکھ اور اس کی روح کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دے اور اس بندے کو اپنی طرف سے اچھے طریقے سے قبول فرما اور (منکر نکیر کے) سوال کے وقت اس کو جواب میں ثابت قدمی عطا فرما۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۰۱)

## فصل

آجری نے کہا کہ دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ میّت کی طرف متوجہ

کراس کے لیے دعا کی جائے کہ اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے' تو ہم سے زائد اس کو جانتا ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی سمجھتے تھے اور اے اللہ! تو نے اس کو سوال کے لیے بٹھایا ہے تو اے اللہ! اس کو قولِ ثابت سے ثابت قدمی عطا فرما جیسے کہ تو نے دنیا میں اس کو ثابت قدمی عطا کی' اے اللہ! اس پر رحم کر اور اپنے نبی مکرم محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت اس کو نصیب فرما اور ہم کو اس کے بعد گمراہ نہ ہونے دینا اور اس کے اجر سے محروم نہ فرمانا۔

حکیم ترمذی نے کہا کہ دفن کے بعد میّت کی قبر پر ٹھہرنا اور ثابت قدمی کی دعا مانگنا میّت کی مدد ہے' بالخصوص جماعت نماز کے بعد کیونکہ جماعت مسلمانوں کے لیے ایسے لشکر کی طرح ہے جو بادشاہ کے دروازے پر شفاعت اور سفارش کے لیے آیا ہو اور یہ وقت میّت کے لیے بڑا اہم اور نازک ہوتا ہے کیونکہ یہ سوال کا وقت ہے۔

## فصل

حضرت عمرو بن العاص نے اپنے صاحبزادہ کو دو باتوں کی نزع کے وقت نصیحت کی تھی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے ساتھ نہ تو کوئی نوحہ کرنے والی جائے اور نہ آگ ساتھ لے جانا' ان دو چیزوں سے اجتناب کرنے کی وصیت دو وجہ سے کی تھی' ایک تو اس لیے کہ یہ دورِ جاہلیت کا عمل تھا اور دوسرا یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

### حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت والی حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل

علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مندرجہ ذیل امور جاہلیت کے کام ہیں۔

(۱) جنازہ کے گرد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر یا کچھ اور بلند آواز سے چلّا چلّا کر پڑھنا۔

(۲) قبروں پر عمارت وغیرہ تعمیر کرنا۔

(۳) مساجد اور قبرستان میں مُردوں کے لیے قرآن خوانی وغیرہ کے اجتماع منعقد کرنا۔

(۴) اہل میّت کے ہاں تعزیتی اجتماع منعقد کرنا۔

(۵) میّت والوں کا لوگوں کے لیے کھانا پکانا اور کھلانا۔

(۶) لوگوں کا میّت والوں کے گھر رات گزارنا۔ ان امور میں سے ہر ایک جاہلیت کے کام ہیں۔

(۷) انہی امور میں سے ایک ساتویں کا کھانا بھی ہے جس کے لیے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور میّت کی مرثیہ خوانی ہوتی ہے' اس کے لیے رحم طلب کیا جاتا ہے اور اس اجتماع کو عبادت کا درجہ دیا جاتا ہے اور عبادت وقربت کی نیت اور ارادہ سے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں' یہ بدعت ہے اور یہ اسلاف کا معمول تھا اور نہ علماء کے نزدیک محمود ہے۔

علماء فرماتے ہیں: مسلمانوں کو کافروں کی اقتداء اور پیروی نہیں کرنی چاہیے' ہر انسان اپنے گھر والوں کو ایسے اجتماعات میں حاضر ہونے سے منع کرے۔

(۸) اسی کے مثل اور مشابہ رخساروں کو پیٹنا' بالوں کو بکھیرنا' گریبان پھاڑنا اور نوحہ سننا اور اسی طرح میّت والوں کا

تعزیت کے لیے آنے والوں کے لیے کھانے پکانا جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے' یہ بدنصیب لوگوں کا عمل ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ جاہلیت کا کام ہے' ان سے کہا گیا: کیا یہ ثابت نہیں ہے؟ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو (تو امام احمد بن حنبل نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ) یہ آلِ جعفر کے گھر والوں نے تھوڑا ہی تیار کیا تھا یہ تو ان کے لیے کھانا تیار کیا گیا تھا۔ (ابوداؤد رقم الحدیث ٣١١٦' ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٦١٠' مستدرک ج ١ ص ٣٧٢' مسند احمد ج ١ ص ٢٠٥' مسند شافعی ج ١٠ ص ٢٠٨' البیہقی ج ٤ ص ٦١)

ان تمام باتوں سے منع کرنا واجب ہے' ہر شخص اپنے گھر والوں کو ان کاموں سے منع کرے اور ان کو اس کی اجازت ہرگز نہ دے اور اگر کسی شخص نے اپنے گھر والوں کو ان کاموں کے کرنے کی اجازت دے دی تو یقیناً اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی ہے اور ان کاموں کے کرنے والوں کی گناہ اور ظلم کرنے میں اعانت کی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. (التحریم: ٦) اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

مفسرین نے اس کا معنیٰ یہ کیا ہے کہ گھر کا سربراہ اپنے گھر والوں کو علم و ادب سکھائے۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں جریر بن عبد اللہ بجلی سے روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اہل میت کے ہاں (تعزیتی) اجتماع منعقد کرنے اور میت والوں کے کھانا پکانے' کھلانے کو بھی نوحہ کرنے میں ہی شمار کرتے تھے۔

(ابن ماجہ الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٦١٢-١٣٠٨)

یعنی جس طرح نوحہ کی ممانعت ہے اسی طرح یہ دونوں امور بھی ممنوع ہیں۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں اور خرائطی نے ہلال بن خباب سے روایت کیا ہے کہ ان کا قول ہے کہ مرنے پر میت والوں کا کھانا پیش کرنا امر جاہلیت میں سے ہے۔

علامہ آجری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہمشیر کا انتقال ہوا تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تعزیت کے لیے جاؤ اور رات ان کے گھر گزارنا کیونکہ ہمارے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے سے خصوصی مراسم تھے' میری بیوی تعزیت کے بعد واپس گھر آ گئیں تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے تمہیں ان کے ہاں رات گزارنے کو نہیں کہہ کر بھیجا تھا؟ تو اس نے کہا کہ میرا ارادہ تو وہیں رات ٹھہرنے کا تھا مگر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے اور انہوں نے تمام خواتین جو افسوس اور تعزیت کے لیے جمع تھیں ان کو اپنے گھروں کو چلے جانے کا حکم دے دیا اور فرمانے لگے سب اپنے گھروں کو چلی جاؤ اور میری بہن کو رات عذاب میں مبتلا نہ کرو۔

علامہ بختری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اہل میت کے گھر رات گزارنا جاہلیت کے کام کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مؤلفِ تذکرہ شیخ قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آج حالات اس قدر بدل چکے ہیں کہ معاملہ الٹ چکا ہے

ں تمام امور لوگوں کے نزدیک اب سنت کا درجہ اختیار کر چکے ہیں اور ان امور کا چھوڑنا بدعت قرار پاتا ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ لوگوں پر کوئی سال نہیں گزرتا مگر یہ کہ لوگ اس میں ایک ات کو ختم کر دیتے ہیں اور ہر سال کوئی نئی بدعت نکال لیتے ہیں یہاں تک کہ سنتیں مٹ رہی ہیں اور بدعتیں سر اٹھا ہی ہیں' سنتوں کا عامل اور بدعتوں کا منکر ہرگز کوئی شخص نہیں ہوگا مگر جس شخص پر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی بری ذات سے روکنے اور ان کی خواہشات اور ارادوں کی مخالفت کر کے ان کی دشمنی مول لینے اور ان کی ناراضگی کو شت کرنا آسان اور سہل فرما دے' اور جس شخص کو یہ توفیق حاصل ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ل کرنے کے مقابلے میں لوگوں کی مخالفت اور ناراضی کی پرواہ نہیں کرتا' اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو بہت اچھا صلہ فرماتے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

بے شک تو ہرگز کوئی چیز نہیں چھوڑے گا مگر یہ کہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر چیز عطا فرما ے گا۔ (مسند احمد ج۵ ص۷۸-۷۹-۳۶۳' البیہقی ج۵ ص۳۳۵' مجمع الزوائد ج۱۰ ص۲۹۶)

نیز ارشادِ نبوی ہے:

**لا یزال فی ھذہ الامۃ عصابۃ تلون علی امر اللہ لا یعنرھم جدال جادلھم ولا عداوۃ من عاداھم.**

اس امت میں اس وقت تک اجتماع رہے گا (فرقہ میں نہ پڑے گی) جب تک یہ اللہ کے حکم پر جہاد کرتے رہیں گے' نہ تو کسی مدمقابل سے برسرِ پیکار ہونا انہیں نقصان پہنچائے گا اور نہ ہی کسی دشمن کی دشمنی۔

(صحیح بخاری ج۱۳ ص۲۹۳' صحیح مسلم ج۱ ص۳۷۳' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۲' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۲-۲۲۲۹' ابن ماجہ رقم یث: ۶-۷-۱۰' مسند احمد ج۴ ص۱۰۴' ابن حبان ج۸ ص۲۸۹' المستدرک ج۴ ص۴۵۶' الطیالسی رقم الحدیث: ۶۸۹' البیہقی ج۹ ص۳۹' ناعی رقم الحدیث: ۹۱۴' سنن دارمی ج۲ ص۲۱۳' الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۲۰۱۱' حلیۃ الاولیاء ج۸ ص۳۷۳' تاریخ بغداد ج۴ ص۳۲۲' برابن جریر ج۵ ص۲۲۲)

## فصل

اور اسی باب (نوحہ زنی) سے متعلق ایک یہ حدیث بھی ہے جو بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود ی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو انم میں) رخسار پیٹے' گریبان پھاڑے اور زبان سے جہالت کی باتیں کرے۔

(صحیح بخاری ج۳ ص۱۶۳' صحیح مسلم ج۲ ص۱۰۹' نسائی ج۴ ص۱۹' ترمذی رقم الحدیث: ۹۹۹' مسند احمد ج۱ ص۴۴۲' مشکل الآثار ج۲ ص۱۳۵' البیہقی ج۴ ص۶۳' حلیۃ الاولیاء ج۵ ص۳۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۸۴' ابن حبان ج۵ ص۶۰' الطیالسی ص۲۹۰)

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہوگئی اور ان کا سر ان کی اہلیہ

کی گود میں تھا' ان کی اہلیہ نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور انہیں (دورہ کی وجہ سے) اتنی طاقت نہ تھی کہ کچھ کہہ سکیں' جب آرام اور افاقہ ہوا تو فرمایا: میں بیزار ہوں اس سے جس سے رسول اللہ ﷺ بیزار ہیں' بے شک رسول اللہ ﷺ (مصیبت پر) چیخنے والی اور سر منڈانے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بیزار ہیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمٰن بن یزید اور ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے روایت کیا' ان دونوں نے فرمایا کہ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو ان کی اہلیہ ام عبداللہ اونچی اونچی روتی ہوئی آئیں (فرماتے ہیں:) پھر انہیں آرام ہوا تو فرمایا: کیا تم جانتی نہیں؟ آپ انہیں حدیث پاک سنایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی ہے یہ کہ میں اس سے بیزار ہوں جو سر مونڈائے' چیخے چلائے اور کپڑے پھاڑے۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۶۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۸۶' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۶۱' ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۰' نسائی ج ۴ ص ۰' الطیالسی ص ۵۰۷' مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۳۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۰۱)

امام ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے منہ نوچنے والی' گریبان پھاڑنے والی اور واویلا کر کے موت اور ہلاکت کو پکارنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۸۵' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۸۹)

حاتم اصم فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی مصیبت زدہ کو کپڑے پھاڑتے' ماتم کرتے اور بے صبری کا مظاہرہ کرتے دیکھے اور پھر تو اس سے تعزیت کرے تو' تو بھی اس کے گناہ میں برابر کا شریک ہے (اس سے عبرت پکڑنی چاہیے ان کو جو شیعہ کے ماتمی جلوسوں میں شریک ہوتے ہیں)۔ کیونکہ وہ نافرمان اور گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے' ضرورت ہے کہ اس کو گناہ سے روکا جائے۔ حضرت ابو سعید بلخی رحمۃ اللہ کا فرمان ہے:

جو شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہونے پر کپڑے پھاڑتا ہے یا سینہ کوبی کرتا ہے تو گویا کہ وہ اپنے ہاتھ میں نیزہ پکڑ کر اپنے رب عزوجل سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

ماتم کرنے والوں کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے ایک شاعر حیرت میں ڈوب کر کہتا ہے:

عجبت لجازع باک مصاب  بأهل أو حميم ذي اكتئاب

''مجھے ایسے شخص پر تعجب ہوتا ہے جو اپنے گھر کے کسی فرد یا اپنے کسی جگری دوست کی موت کے صدمہ سے دوچار ہونے سے رونے پیٹنے والا اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے والا ہو''۔

شقيق الجيب داعي الويل جهلا  كأن الموت كالشئى العجاب

''اور جاہلانہ پن سے موت اور ہلاکت کو پکارنے والا اور گریبان چاک کرنے والا ہو' لگتا ہے کہ جیسے موت کوئی اچنبھا اور نئی چیز ہے''۔

وسوى الله فيه الخلق حتى  نبي الله منه لم يحاب

''نفسِ موت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کے درمیان مساوات اور برابری کو قائم فرمایا ہے یہاں تک کہ ''انبیاء کو بھی اجل آنی ہے''۔

لــه مـلـک یـنــادی کـل یـوم لـدوا للـموت وابـنـوا لـخـراب

''اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر دن منادی کرتا ہے: ویران ہونے کے لیے عمارتیں بناؤ اور مرنے کے لیے بچے جنو!''۔

## مرنے کے بعد جب انسان کو لحد میں اتار دیں تو کیا تلقین کی جائے؟

ابو محمد عبدالحق ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو (یعنی دفن سے فارغ ہو کر) تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے: ''یا فلان ابن فلانة!'' کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا' پھر کہے: ''یا فلان ابن فلانة!'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ پھر کہے: ''یا فلان ابن فلانة!'' وہ کہے گا: ہمیں ارشاد کر' اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے' مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی' پھر کہے:

''اذکر (اذکری) ما خرجت علیه من الدنیا شهادة ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله ﷺ و انکَ رضیتَ (و انکِ رضیتِ) بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا و بالقرآن اماما''۔

منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے: چلو ہم نے اس کے پاس بیٹھ کر کیا کرنا ہے جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے؟ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی بجائے خود اس کی طرف سے نکیرین کو جواب عطا فرمائے گا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۴۰۶' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۵' احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۲۰' سبل السلام ج ۲ ص ۱۶۱)

اس پر کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر کسی شخص کو مرنے والے کی والدہ کا نام معلوم نہ ہو؟ فرمایا: تو حوا کی طرف نسبت کرے۔

سعید ازدی بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا' وہ حالتِ نزع میں تھے' مجھ سے فرمانے لگے: اے سعید! جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ کفنانے دفنانے کا وہی طریقہ اختیار کرنا جس کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے مُردوں کے ساتھ سلوک کرنے کا امر فرمایا ہے' آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

جب تم میں سے کوئی مر جائے اور تم اس پر مٹی ڈال چکو تو کوئی آدمی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر کہے: اے فلاں بیٹے فلانی کے! (یعنی اس موقعہ پر خصوصی طور پر ماں کی طرف نسبت کی جائے گی) مردہ یہ بات سنے گا لیکن جواب نہ دے گا' پھر دوبارہ ایسے ہی پکارے تو وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا' پھر ایسے ہی پکارے تو وہ کہے گا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے مجھے ہدایت کی بات بتایئے لیکن تم اس کی آواز نہ سن سکو گے' تو تلقین کرنے والا کہے: وہی کلمہ یاد کرو جو پڑھتے ہوئے تم دنیا سے آئے ہو یعنی ''اشهدان لااله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله'' اور قیامت آنے والی ہے' اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھانے والا ہے' جب یہ کہا جاتا ہے تو منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں کہ چلو ایسے آدمی کے پاس بیٹھ کر ہم کیا

کریں گے کہ جس کو اس کی حجت (جواب دینے کا طریقہ) بتا دی گئی ہے تو اس شخص کی بجائے اللہ تعالیٰ خود اس کی طرف سے نکیرین کو جواب عنایت فرمائے گا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ٤٢٤٠٦ مجمع الزوائد ج ٣ ص ٤٥ احیاء العلوم ج ٤ ص ٤٢٠ سبل السلام ج ٢ ص ١٦١)

مؤلف فرماتے ہیں: ابوامامہ کی حدیث بہ نسبت سعید ازدی کے غریب ہے اس لیے ہم نے سعید ازدی ہی کی روایت لی ہے۔

ابومحمد عبدالحق نے روایت کیا کہ ابن ابی شیبہ نے فرمایا کہ میری ماں نے اپنی موت کے وقت مجھے وصیت فرمائی کہ اے بیٹا! جب تو مجھے دفن کر چکے تو میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر یوں کہنا: اے ام شیبہ! پڑھ ''لاالہ الااللہ'' یہ تلقین کر کے پھر واپس جانا چنانچہ ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ جب رات ہوئی تو میں نے خواب میں اپنی ماں کی زیارت کی وہ مجھے فرمانے لگیں اے میرے بیٹے! اچھا ہوا تو نے میری وصیت کو یاد رکھا اور مجھے کلمہ پاک کی تلقین کر دی ورنہ اگر ''لاالہ الا اللہ'' مجھے نہ پہنچا ہوتا تو یقیناً میں ہلاک ہو چکی تھی۔

## قرطبہ میں لوگوں کا تلقین کرنے کا طریقہ اور معمول

مؤلف تذکرہ شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمارے استاذ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی فرماتے تھے کہ جب میّت کی قبر بن چکے تو اس وقت یہ کہنا افضل ہے ''قُلْ : اَللّٰهُ رَبِّیْ - اَلْاِسْلَامُ دِیْنِیْ - مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ'' کیونکہ یہ نکیرین کے سوال کرنے کا وقت ہے لہٰذا میّت کو سوالاتِ نکیرین کے جوابات تلقین کرنا مناسب ہے۔ جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب اس کی تائید میں احادیث بھی ہم ذکر کریں گے اور ہمارے یہاں قرطبہ میں یہی عمل جاری ہے ہمارے قرطبہ میں جب مٹی ڈالتے ہیں تو یہ پڑھتے ہیں: ''قُلْ هُوَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''۔

## ایک تعارض اور اس کا رفع

اگر کوئی شخص کہے کہ حدیث میں ہے کہ مُردہ سنتا ہے تو یہ قول رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے قول: ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ○'' ۔ (فاطر: ٢٢) ''اور آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں ہیں ○'' اور اسی طرح قول باری تعالیٰ: ''فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' ۔ (الروم: ٥٢) ''آپ مردوں کو نہیں سناتے ہیں'' کے معارض ہے اور اس سے ٹکراتا ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں مردوں کے سننے کی نفی ہے تو شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے: نبی کریم ﷺ نے اہلِ قلیب کو پکارا اور انہیں سنایا اور فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ مردۂ کفار جواب نہیں دے سکتے اور حضور سیّد عالم ﷺ نے میّت کے حق میں ارشاد فرمایا کہ بے شک مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے اور یہ کہ یہ مختلف حالات اور مختلف اوقات میں فرمایا گیا ہے اس کا تفصیل کے ساتھ بیان انشاء اللہ تعالیٰ ''سماعِ موتی'' کے باب میں آئے گا۔

## اہلِ میت کا اپنے دنیاوی مشاغل میں کھو جانے اور اپنے مرنے والے کو بھلا دینے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازے کے ساتھ جانے والوں

پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے تو وہ غمگین اور پریشان رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس مرنے والے کو قبر کے سپرد کر کے لوٹتے ہیں تو فرشتہ ایک مٹھی مٹی ان پر پھینک کر کہتا ہے کہ جاؤ تم اپنی دنیا کی طرف اللہ تم کو تمہارے مرنے والوں کی یاد بھلا دے تو وہ لوگ مردے کو بھلا کر اپنے کام میں مگن ہو جاتے ہیں اور خرید و فروخت میں مشغول ہو جاتے ہیں گویا کہ ان کا اس سے کوئی تعلق اور رشتہ ہی نہ تھا۔

## موت کی ابتداء اور موت کو پیدا کرنے کا فلسفہ

مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت پر اپنا (بے کیف) ید قدرت پھیرا اور اس سے آدم علیہ السلام کی ذرّیت کو نکالا تو ملائکہ نے عرض کی: اے پروردگار! زمین میں ان کی گنجائش نہیں ہے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں موت کو پیدا کرنے والا ہوں' تو انہوں نے کہا: تب تو ان کی زندگی مکدر اور گدلی ہو جائے گی (زندگی کا مزہ نہیں رہے گا) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں امید کو پیدا کرنے والا ہوں۔

## تمنائیں کیوں پیدا کی گئیں؟

شیخ قرطبی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انسان کے دل میں امید کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے' امید ہی سے ذرائع معاش کا انتظام و انصرام اور بندوبست ہوتا ہے اور امید ہی سے دنیا کے معاملات کو استحکام نصیب ہوتا ہے' کاریگر اور صنعت کار اپنی صنعت و حرفت کو امید ہی کے سہارے استوار کرتا ہے' ایک عبادت گزار امید پر ہی عبادت میں مشغول رہتا ہے اور جس امید اور آرزو کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسی لمبی اور دراز امیدیں باندھے کہ نتیجتاً اپنی آخرت کو پس پشت ڈال دے اور دنیا میں ایسا کھو جائے کہ اپنی عاقبت کی یاد سے غافل ہو جائے اور اعمال صالحہ سے لاپرواہ ہو جائے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غفلت اور امید بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابن آدم پر دو عظیم انعام ہیں کیونکہ اگر غفلت اور امید کا وجود نہ ہوتا تو پھر کوئی مسلمان سڑکوں پر اور بازاروں میں گھومتا پھرتا نظر نہ آتا آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں میں اس قدر بیداری پیدا ہو جائے کہ وہ امیدیں کوتاہ کر دیں اور موت کا خوف ان پر ایسا چھا جائے کہ وہ اپنے معاش کی طرف نظر ہی نہ کریں اور زندگی کے دیگر لوازمات اور ضروریات کے حصول سے دستکش ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے' اس لیے غفلت اور امید زندگی بھی بہت بڑا انعامِ خداوندی ہے۔

اور اسی مفہوم کا ایک مقولہ مطرف بن عبد اللہ سے بھی منقول ہے' انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں کب مر جاؤں گا تو مجھے اپنی عقل کے زائل ہو جانے کا اندیشہ تھا لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کو موت سے غافل فرما دیا ہے اور اگر غفلت نہ ہوتی تو زندگی کا کوئی لطف اور مزہ رہ جاتا اور نہ ہی بازاروں کی رونقیں اور مارکیٹوں میں لوگوں کی یوں گہما گہمی ہوتی' یہ سب رونقیں اور زندگی کی بہاریں غفلت کی بدولت ہیں۔

## قبر میں دفن ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اپنے بندہ پر سب سے زیادہ رحمت ہوتی ہے

حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جب بندے کو قبر میں دفن کر کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں تو پروردگارِ عالم اس وقت اپنے بندہ پر سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مرفوعاً ایسی روایت آئی ہے کہ جب بندے کو قبر میں دفن کر کے اس کے اہل خانہ اور دوسرے لوگ واپس چلے جاتے ہیں تو اللہ رب العزت اپنے بندے پر سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہوتا ہے۔

ابو غالب فرماتے ہیں: شام میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس میرا آنا جانا رہتا تھا' ایک دفعہ میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوسیوں میں سے ایک نوجوان پڑوسی کے گھر گیا جو بیمار تھا اور اس نوجوان کا چچا بھی اس کے پاس تھا اور وہ اپنے اس بھتیجے (جو سرکش طبیعت کا مالک تھا) سے کہہ رہا تھا: اوہ خدا کے دشمن! کیا میں تجھے اچھے کام کرنے اور بُرے کام سے باز رہنے کو نہیں کہا کرتا تھا؟ وہ نوجوان بولا: اے چچا جان! یہ تو بتایئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے میری ماں کے سپرد کر دیتا تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتی؟ تو چچا نے جواب دیا کہ وہ تجھے جنت میں داخل کرتی' تو نوجوان کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھ پر میری ماں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ الغرض وہ جوان مر گیا اور اس کے چچا نے اس کو دفن کر دیا۔ ابو غالب کہتے ہیں: میں خود اس نوجوان کے چچا کے ہمراہ اس کی قبر میں داخل ہوا' جب اس کی قبر کو برابر کر چکے تو (ایک اینٹ گر گئی تو اس کا چچا کود کر ایک طرف کو ہٹ گیا) میں نے دریافت کیا کہ اے بھائی کیا معاملہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس کی قبر نور سے بھر گئی ہے اور حدِ نگاہ تک اس میں وسعت کر دی گئی ہے۔

نوٹ: ابن ابی الدنیا اور بیہقی ''شعب الایمان'' میں اور ابن عساکر ابو غالب سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ میں شام میں قیس کے ایک بہترین شخص کے پاس گیا' اس شخص کا ایک سرکش بھتیجا تھا' یہ ہر چند اس کو نصیحت کرتا تھا مگر وہ ہدایت پر نہ آتا تھا' اتفاق سے وہ بیمار ہو گیا' اس نے اپنے چچا کو بلوایا لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا مگر میں اس کو مجبور کر کے لے آیا' اس نے آتے ہی بھتیجے کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور کہنے لگا کہ اے دشمنِ خدا! کیا تو نے ایسا نہیں کیا اور ویسا نہیں کیا تو اس نوجوان نے پوچھا کہ اے چچا! یہ تو بتایئے کہ اگر اللہ مجھ کو میری ماں کے سپرد کر دیتا تو وہ کیا کرتی؟ تو چچا نے کہا کہ وہ تجھے جنت میں داخل کرتی' تو نوجوان نے کہا کہ بہ خدا! خدا مجھ پر میری ماں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ الغرض وہ جوان مر گیا اور اس کے چچا نے اس کو دفن کر دیا' جب اس پر اینٹیں رکھی جا رہی تھیں تو ایک اینٹ گر پڑی تو اس کا چچا کود کر ایک طرف کو ہٹ گیا' میں نے پوچھا کہ اے بھائی! کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اس جوان کی قبر تو نور سے بھر گئی اور حدِ نگاہ تک وسیع اور کشادہ کر دی گئی ہے۔ (از مترجم)

ابوسلیمان دارانی ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے:

اے وہ ذات جو کسی چیز کو باقی رکھ کر اس سے انس پکڑتی ہے اور نہ کسی چیز کو فنا کرنے کے بعد جسے وحشت ہوتی ہے! اے ہر پردیسی کے مونس و غمگسار! میری غربت و مسافرت کو دیکھ' مجھ پر قبر میں رحم فرما اور اے ہر تنہا شخص

کے ساتھی! میری تنہائی کو دیکھ کر قبر میں مجھے اپنی رحمت سے مانوس کر دے۔
اندلسِ شرق کے ایک بلیغ شاعر اور ممتاز رائٹر ابوبکر عبدالرحمٰن بن محمد ابن مفاوز سلمی نے بڑے خوبصورت اشعار کہے ہیں، شاعر لکھتا ہے:

أیھا الواقف اعتبارًا بقبری　　　استمع فیه قول عظمی الرمیم

''اے میری قبر پر عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے ٹھہرنے والے! میری بوسیدہ ہڈیوں کی بات کو غور اور دھیان سے سن!''

اودعونی بطن الضریح و خافوا　　　من ذنوبی و آیسوا من نعیم

''جب میرے متعلقین نے میرے گناہوں سے خوفزدہ اور جنت سے ناامید ہو کر مجھے قبر کے پیٹے ڈال دیا تو''

قلت لا تجزعوا علی فانی　　　حسن الظن بالرؤف الرحیم

''میں نے کہا: تم میرے بارے پریشان اور فکرمندمت ہونا کیونکہ میں اپنے نہایت مہربان اور بے حد رحم فرمانے والے خدا کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے والا ہوں''۔

ودعونی بما اکتسبت رھینا　　　غلق الرھن عند مولی کریم

''میں اپنے ہاتھوں کی کمائی کے سبب گروی ہوں، مجھے بس ایسے ہی بندھا ہوا اور اپنے عملوں میں گروی شدہ میرے کریم آقا کے پاس تم چھوڑ دو''۔

## •••-باب

اس باب میں تین امور کا بیان ہوگا جو حسبِ ذیل ہیں:
(۱) کب، کون سا فرشتہ آدمی کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے؟
(۲) دو آیتوں کی تفسیر: ''وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ○''۔ (ق:۲۱)
(اور ہر جان یوں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ○)۔
(۳) ''لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ○'' (الانشقاق:۱۹) (ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے ○)۔

ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان بے خبر ہے کہ اس کے لیے کون سی چیز کو پیدا کیا گیا ہے، جب اللہ تعالیٰ کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو حکم دیتا ہے کہ اس کا رزق لکھو، اس کے نشانات قدم لکھو، اس کی موت کا وقت لکھو، اس کی نیک بختی اور بد بختی لکھو، پھر ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اس کو محفوظ کر لیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر دو فرشتوں کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کی نیکیاں اور برائیاں لکھتے ہیں۔ اب جبکہ اس کی موت کا وقت آتا ہے تو یہ دو فرشتے اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں جو اس کی روح قبض

کرتے ہیں' پھر جب اس شخص کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کی روح ملک الموت واپس کر دیتے ہیں اور اب قبر والے فرشتے آ کر اس سے سوالات کرتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں' پھر جب قیامت ہوگی تو نیکیوں کا فرشتہ اترے گا اور اس کے ہمراہ برائیوں کا بھی' پھر وہ اس کی گردن سے بندھی ہوئی کتاب کو کھولتے ہیں' ایک کا نام سائق (ہنکانے والا) ہے اور دوسرے کا نام شہید (گواہ) ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج۳ص۱۹۰)

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ○ (قٓ:۲۲)

(کافر سے کہا جائے گا:) بے شک تو اس سے غفلت میں تھا (یعنی دنیا میں) تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے (کہ تو ان چیزوں کو دیکھ رہا ہے جن کا دنیا میں انکار کرتا تھا)○

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ ''لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ○'' (الانشقاق:۱۹) کی بابت فرمایا: تمہیں حال کے بعد حال پیش آئے گا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ موت کے شدائد و اہوال' پھر مرنے کے بعد اٹھنا' پھر موقف حساب میں پیش ہونا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کے حالات میں تدریج ہے' ایک وقت دودھ پیتا بچہ ہے' پھر دودھ چھوڑ دیتا ہے' پھر لڑکپن کا زمانہ آتا ہے' پھر جوان ہوتا ہے' پھر جوانی ڈھلتی ہے' پھر بوڑھا ہوتا ہے اور بھی اس میں اقوال ہیں۔ (مترجم)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سامنے بہت بڑا معاملہ درپیش ہے کہ جس کی تم (بغیر تائید الٰہی کے) طاقت نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو (ابونعیم نے کہا: یہ حدیث غریب ہے)۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جابر بن یزید جعفی متروک الحدیث ہے' احکام میں اس کی روایت حجت نہیں ہے۔

مؤلفِ تذکرہ لکھتے ہیں کہ:

قرطبہ شہر میں وزیر اعظم ابو عامر ابن شہید کی قبر ہے اور اس کی قبر کے برابر میں اس کے ایک ساتھی وزیر ابو مروان زجاجی کی قبر ہے اور یہ دونوں قبریں ایک باغ میں بنائی گئی ہیں جہاں زندگی میں یہ دونوں وزراء اکثر محفل جماتے اور دادِ عیش دیتے تھے۔ وزیر اعظم کی قبر پر کچھ اشعار تحریر ہیں جن میں گویا وہ اپنے ساتھی وزیر سے مخاطب ہے اور وہ اشعار درج ذیل ہیں:

يا صاحبي قم فقم أطلنا  أنحن طول المدى هجود؟

''اے دوست! اٹھ' ہم نے بہت سو لیا ہے کیا ہمیشہ ہم نے سوئے ہی رہنا ہے''؟

فقال لي لن نقوم منهاز  ما دام من فوقنا الصعيد

''تو میرے ساتھی نے کہا: جب تک ہمارے اوپر مٹی پڑی ہے ہم ہرگز اٹھ نہیں سکتے''۔

نذكر كم ليلة نعمنا  في ظلها والزمان عيد

''اس باغ کے سایوں میں ہم نے کتنا زمانہ دادِ عیش دیتے ہوئے گزارا اور سارا وقت اور زمانہ ہی کیا

تھا' عید تھا اور......"۔

وکم بینیر همی علینا　　سحابة ثرة تجود؟

"اور کتنی ہی برساتیں آئیں کہ موسلا دھار بارشیں برسیں اور پانی سے بھرے ہوئے کالے بادل جب اُمڈ کر آتے تھے تو کیسا سماں بندھتا تھا؟"

کل کان لم یکن تقضی　　و شؤمه حاضر عتید

"اور اب جس وقت وہ زمانہ یاد کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کبھی کچھ حاصل ہوا ہی نہ تھا' ہر طرف نحوست کے سائے ہیں اور دشمنی کے اندھیرے چھائے ہوئے ہیں"۔

حصله کاتب حفیظ　　و ضمه صادق شهید

"اب تو نیکی بدی لکھنے والے اور امتحان لینے والے فرشتوں نے گواہی اور حساب کے لیے دبوچ رکھا ہے"۔

یا حسرتا إن تنکبتنا　　رحمة من بطشه شدید

"اے کاش! رب کی سخت پکڑ کی جگہ اس کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہو"۔

یا رب عفوًا فأنت مولی　　قصر فی حقه العبید

"اے پروردگار! معاف فرما دے! ہم تیرے حق میں کوتاہی کرنے والے بندے ہیں اور تو ہماری گردنوں کا مالک ہے" بس:

بادشاہا جرم ما را در گزار　　ما گنہگاریم تو آمرزگار

اے مالک! تو ہمارے گناہ معاف فرما دے　　ہم گنہگار ہیں اور تو بخشنے والا ہے

## منکر نکیر کے سوال' قبر اور دوزخ کے عذاب سے پناہ کا بیان

امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے لوگ منہ پھیر کر جانے لگتے ہیں' ابھی اتنے قریب ہوتے ہیں کہ وہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا رہتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور دونوں اس سے پوچھتے ہیں: تو ان مرد باکمال محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ رہا مؤمن تو وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس پر اس سے کہا جائے گا: جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ' اللہ نے اس کے بدلے جنت میں تیرا ٹھکانہ بنا دیا تو وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۳۲' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۰۲' نسائی ج ۴ ص ۹۷' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۱۵-۴۷۲۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶-۲۳۳' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۴۹' البیہقی ج ۴ ص ۸۰' الشریعہ ص ۳۶۵' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۸۶۳)

لیکن منافق اور کافر سے کہا جاتا ہے کہ ان ذات پاک کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا' جو لوگ کہتے تھے وہ ہی میں کہتا تھا تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ پہچانا' نہ قرآن کی تلاوت کی اور اسے لوہے کے

ہتھوڑوں سے چوٹیں لگائی جاتی ہیں جس سے وہ ایسی چیخیں مارتا ہے کہ سوائے جن وانس تمام قریب کی چیزیں سنتی ہیں۔ (مسلم و بخاری) الفاظ بخاری کے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے لیے بیان فرمایا کہ بے شک مؤمن کے لیے اس کی قبر میں چالیس ہاتھ وسعت کر دی جاتی ہے اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ ستر ہاتھ وسعت کر دی جاتی ہے اور اس پر قبر کو سرسبز و شاداب اور باغ و بہار بنا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ آگے اسی طرح پوری حدیث مذکور ہے۔

## فرشتوں کے قول ''لا دریت ولا تلیت'' کی تحقیق

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نحویوں کا قول ہے کہ ''تلیت'' کی اصل ''تلوت'' ہے مگر ''دریت'' کی مشاکلت کی وجہ سے اور اس کی موافقت کے لیے واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا ہے۔ اس قول کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب سے نقل فرمایا۔ ''لا دریت ولا تلوت'' ''ای لم تدر و کتم تتل القرآن فلم تنتفع بدرایتک ولا تلاوتک'' یعنی ان کی نبوت پر تو عقلی دلائل بھی قائم تھے ان کے معجزات وغیرہ اور نقلی دلائل بھی آیاتِ قرآنیہ' تو نے زندگی میں نہ تو انہیں عقل سے پہچانا اور نہ قرآن کے ذریعہ مانا (واضح رہے کہ یہ ساری گفتگو کفار اور منافقین کے ساتھ ہے' اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں)۔

ابن ماجہ روایت کرتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

مردہ قبر میں پہنچتا ہے' پھر اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے نہ گھبرایا ہوا نہ پریشان' پھر اس سے کہا جاتا ہے: تو کس دین پر تھا؟ وہ کہتا ہے: اسلام پر تھا' پھر کہا جاتا ہے: یہ کون صاحب ہیں؟ وہ کہتا ہے: ''محمد رسول اللہ (ﷺ)'' جو ہمارے پاس رب کی طرف سے معجزات لے کر آئے' ہم نے ان کی تصدیق کی' تب کہا جاتا ہے: کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ کہتا ہے: کوئی خدا کو نہیں دیکھ سکتا' پھر دوزخ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے' وہ ادھر دیکھتا ہے کہ بعض' بعض کو کچل رہی ہے' پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ ادھر دیکھ جس سے تجھے اللہ نے بچالیا' پھر جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی تروتازگی کی طرف اور جو اس میں ہے دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے' تو یقین پر تھا اسی پر مرا اور انشاء اللہ اسی پر اٹھایا جائے گا اور بدکار آدمی کو خوف و دہشت کے ساتھ قبر میں بٹھایا جائے گا' اس سے پوچھا جائے گا: تم دنیا میں کس دین پر تھے؟ وہ کہے گا: مجھے معلوم نہیں' اس سے پوچھا جائے گا: یہ شخص کون ہیں؟ وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا سو میں نے کہہ دی' پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی' وہ جنت کی نعمتیں اور تروتازگی دیکھے گا' اس سے کہا جائے گا: دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے پھیر دیا (دور رکھا ہے) پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی' وہ دیکھے گا کہ دوزخ میں بعض آگ بعض کو جلا رہی ہے' اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا ہے' تم شک میں تھے اور اسی پر فوت ہوئے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی (شک) پر اٹھائے جاؤ گے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٢٦٨' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٤٤٣)

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میت کو یا تم کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو سیاہ اور نیلے فرشتے آتے ہیں' ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ وہ شخص وہی بات کہے جو وہ کہتا تھا کہ وہ اللہ کے عبدِ خاص اور اس کے رسول مکرم (ﷺ) ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' وہ فرشتے یہ کہیں گے کہ ہمیں علم تھا کہ تم یہی کہو گے' پھر اس کی قبر میں ستر در ستر وسعت کر دی جائے گی' پھر اس کی قبر منور اور روشن کر دی جائے گی' پھر اس سے کہا جائے گا: سو جاؤ' وہ کہے گا: میں واپس جا کر اپنے اہلِ خانہ کو خبر دے دوں' فرشتے اس سے کہیں گے: اس طرح سو جا جس طرح وہ دلہن سوتی ہے جس کو وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خوابگاہ سے اٹھا دے اور اگر وہ شخص منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی' فرشتے کہیں گے کہ ہمیں یقین تھا کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا: اس کے ساتھ جڑ جاؤ تو زمین اس کے ساتھ جڑ جائے گی اور اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جائیں گی اور اس کو اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھائے گا (ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے)۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۱' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۴۸' الشریعہ ص ۳۶۵' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۸۶۴)

## عذابِ قبر اور فتنۂ دجال سے پناہ مانگنے کا بیان

ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بنونجار کے باغ میں داخل ہوئے' آپ ﷺ نے ایک آواز سنی اور گھبرا گئے' پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ ان قبروں والے کون لوگ تھے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کچھ لوگوں کی قبریں ہیں جو جاہلیت میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو اور فتنۂ دجال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو' صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ پناہ کس وجہ سے مانگیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک مؤمن کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور اس سے کہتا ہے: تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ پھر اگر اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرمائے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا' پھر فرشتہ سوال پوچھتا ہے کہ اس شخص کے بارے تو کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول (ﷺ) ہیں' اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں پوچھی جاتی اور پھر فرشتہ اس کو لے کر اس گھر کی طرف جاتا ہے جو دوزخ میں اس کے لیے بنایا گیا ہوتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں تیرا یہ گھر تھا لیکن اللہ کریم نے رحم فرمایا اور تجھے اس سے محفوظ رکھا اور بچا لیا اور اس دوزخی گھر کے بدلے جنت میں تیرے لیے گھر بنا دیا ہے تو وہ مرنے والا کہتا ہے: مجھے اجازت دیجیے تا کہ میں جا کر اپنے اہل خانہ کو یہ بشارت سنا آؤں تو اس سے کہا جاتا ہے: بس یہیں آرام کیجیے اور جب کافر کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اور جھڑکنے کے بعد پوچھتا ہے کہ تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ کافر کہتا ہے: میں نہیں جانتا اور کہتا ہے: لوگ ایک بات کہتے تھے میں نے بھی لوگوں سے سن کر کہہ دی' اس کے بعد وہ فرشتہ لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ضربیں لگاتا ہے جس سے وہ چیخیں مارتا

ہے جس کو انسان اور جنوں کے علاوہ (قریب کی) ہر چیز سنتی ہے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۲)

ابوداؤد نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک ہوئے' ابھی قبر نہ کھودی گئی تھی کہ ہم پہنچ گئے' ہم سب حضور پرنور ﷺ کے گرد ایسے بیٹھے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں (یہ صحابہ کرام کا کمال ادب تھا کہ اس طرح بیٹھتے گویا سروں پر پرندے ہیں' جب کسی کا پالتو پرندہ اس کے سر پر بیٹھتا ہے تو وہ سر جھکا لیتا ہے)۔

آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے' پھر آپ نے سر اقدس اٹھاتے ہوئے دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا: اللہ کی پناہ مانگو عذابِ قبر سے اور فرمایا کہ جب لوگ دفنانے کے بعد واپس جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی چاپ اور آہٹ کو سنتا ہے اور اسی وقت اس سے کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پھر میّت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر سوال پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ بندہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' فرشتے کہتے ہیں: اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے' پھر فرشتے دریافت کرتے ہیں: یہ شخص جو تم میں بھیجے گئے کون ہیں؟ وہ کہتا ہے: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں' پھر وہ پوچھتے ہیں: تمہارا علم کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ تو آسمان سے ایک منادی نداء کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا' اس کے لیے جنت کے قالین بچھا دو اور جنت ہی کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو تو جنت کی ہوا اور خوشبو آئے گی اور فرمایا کہ اس کے لیے حدِ نگاہ تک قبر میں وسعت کر دی جائے گی۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳' الشریعہ ص ۳۶۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۷-۳۹' ابن حبان رقم الحدیث: ۷۸۱' الاعتقاد للامام البیہقی ص ۱۳۳)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافر کی موت کا اسی طرح تفصیل سے ذکر کیا یہاں تک کہ فرمایا کہ...... اور کافر کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے' پھر دو فرشتے اس کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں کہ ''من ربک'' کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ''ھاہ ھاہ لا ادری'' ہائے افسوس کہ میں نہیں جانتا' فرشتے پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا'؟ وہ جواب دے گا کہ ہائے افسوس! میں یہ بھی نہیں جانتا۔ پس آسمان سے یہ آواز آئے گی کہ میرے اس بندے نے جھوٹ بولا بس اس کے لیے جہنم کا بچھونا بچھاؤ' آگ کا لباس پہناؤ اور دوزخ کا دروازہ اس کی جانب کھول دو۔ پس اس کی زہریلی لپٹیں وہاں تک آئیں گی' پھر اس کی قبر اس درجہ تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں پس کر چور ہو جاتی ہیں۔

حضرت جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اور اس پر اندھے بہرے فرشتے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں' اگر ان سے پہاڑ کو ضرب لگائی جائے تو اس کی چوٹ اور ''سٹ'' سے وہ بھی سیمنٹ ہو جائیں' اس سے اس کو مارتے ہیں ایسی مار جس کو جن اور انسان کے علاوہ مشرق اور مغرب تک کی ساری مخلوق سنتی ہے' پس وہ مٹی ہو جاتا ہے' پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے (یعنی ہتھوڑے کی ہر چوٹ پر جان نکلے گی اور پھر لوٹا دی جائے گی)۔

# فصل

ابو حامد اپنی کتاب ''کشف علم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب میت کو قبر میں دفن کر دیتے ہیں تو سب سے پہلے میت کی ملاقات کس سے ہوتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابن مسعود! تم پہلے شخص ہو جس نے مجھ سے یہ سوال پوچھا ہے؟ سب سے پہلے ایک فرشتہ جس کا نام رومان ہے میت کو پکارتا ہے' قبروں کے نیچے سے رینگتا ہوا آتا ہے اور آ کر کہتا ہے: اے بندۂ خدا! اپنا عمل لکھ' بندہ کہے گا: میرے پاس تو دوات اور کاغذ نہیں ہے' فرشتہ کہے گا: چھوڑ پرے ان چیزوں کو' تیرا کفن تیرے پیپر ہوئے' تیرا لعاب دہن تیری روشنائی ہے اور اپنی انگلی کو قلم بنا لے' پھر رومان اس میت کے کفن سے ایک پیس کاٹ کر اس کو دے دیتا ہے اور وہ بندہ لکھنا شروع کر دیتا ہے اگرچہ دنیا میں لکھنا نہ جانتا تھا اور بندے کو اپنی تمام ترنیکیاں اور زندگی بھر کے گناہ اس طرح یاد آ جائیں گے جیسے ایک دن کی باتیں ہوں پھر ''ملک رومان'' وہ بینر کپڑے کا ٹکڑا تہ لگا کر اور لپیٹ کر مردے کی گردن میں لٹکا دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ (الاسراء:١٣) اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی۔

اور جب رومان فرشتہ بندے سے اس کے اعمال بقلم خود لکھوانے سے فارغ ہو جاتا ہے تو ''فتان'' فرشتے قبر میں آتے ہیں اور وہ دو سیاہ فام فرشتے ہیں' اپنے دانتوں سے زمین کو پھاڑتے ہوئے آتے ہیں اور اپنے لمبے لمبے لٹکتے ہوئے بالوں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے آتے ہیں' ان کے کلام کرنے میں گرج اور کڑک ہوتی ہے اور ان کی آنکھوں میں اچک لینے والی بجلی ایسی تیز چمک ہوتی ہے' ان کے سانس لینے سے ایسی سائیں سائیں ہوتی ہے جیسے تیز آندھی اور جھکڑ چلنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے' دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے اور وہ ہتھوڑا اتنا بھاری ہے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر بھی اسے اٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں اور اگر اس ہتھوڑے سے دنیا کے سب سے بڑے پہاڑ پر ایک ضرب لگائیں تو اسے پاش پاش کر دے' پھر روح جب ان کو دیکھتی ہے تو کانپ اٹھتی ہے اور پیچھے کو دوڑ لگا دیتی ہے یہاں تک کہ میت کے نتھنوں میں گھس جاتی ہے' جس سے مردے کے سینہ تک جنبش پیدا ہوتی ہے اور وہ ایک طرح کا باحیات ہو جاتا ہے اور میت کی حالت ایسے ہوتی ہے جیسے نزع کے وقت ہوا کرتی ہے اور وہ حرکت کرنے اور ہلنے جلنے پر تو قادر نہیں ہوتا البتہ اتنا ہے کہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

راوی کہتے ہیں: پھر آپ نے فرمایا کہ وہ فرشتے میت کو اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بہت سختی کرتے ہیں اور مٹی اس کے لیے پانی کی طرح ہو جاتی ہے' وہ جتنا بھی حرکت کرتا ہے اس میں کشائش پاتا ہے اور اندر داخل ہو جاتا ہے اور دھنستا جاتا ہے۔

فرشتے اس سے یہ سوالات کرتے ہیں (١) تیرا رب کون ہے؟ (٢) تیرا دین کیا ہے؟ (٣) تیرا نبی کون ہے؟

(۴) اور تیرا قبلہ کون سا ہے؟ پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق بخشتا ہے اور قول ثابت (کلمہ طیّبہ) پر ثابت قدمی عطا فرماتا ہے وہ فرشتوں سے کہتا ہے: تمہیں مجھ پر کس نے مقرر کیا ہے اور کس نے میرے پاس بھیجا ہے؟ اور یہ جواب صرف ممتاز علماء کرام ہی دیں گے' ان کے ساتھ مخصوص ہے کوئی اور یہ نہیں کہے گا' یہ جواب سن کر ایک فرشتہ دوسرے سے کہے گا: اس (مولانا) نے سچ کہا ہے اور یہ (مولوی صاحب) ہمارے شر سے بچا لیے گئے ہیں' پھر وہ ایک عظیم گنبد جیسی قبر (اندر سے) اس میت پر بنانے کے بعد دائیں جانب سے اس کے لیے جنت کی طرف سے دروازہ کھول دیتے ہیں' پھر اس کے لیے جنت سے لائے ہوئے ریشم کے بچھونے بچھا کر ان پر خوشبوئیں چھڑک دیتے ہیں' اب اس کی قبر میں جنت کی نسیمیں روح افزاء ہوائیں اور دل آویز خوشبوئیں آتی رہتی ہیں' اس کے بعد میّت کا عمل اس کے پاس محبوب ترین شکل میں متشکل ہو کر آتا ہے اور اس کا دل بہلانے کو اس کے ساتھ پیار بھری باتیں کرنے لگتا ہے اور اس کی قبر روشنی سے بھر جاتی ہے اور جگمگانے لگتی ہے اور وہ رہتی دنیا تک اسی طرح فرحت اور خوشی کے ساتھ رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت برپا ہو جاتی ہے اور وہ پوچھتا ہے: قیامت کب آئے گی؟ اور اسے قیامت کے قائم ہونے سے زیادہ کسی چیز کی خوشی نہیں ہوتی۔

ان (برگزیدہ علماء) کے بعد اس مؤمن کا درجہ آتا ہے جو بھلائی کے کام کرتا ہے' ملکوت کے اسرار اور علم دین کا حصہ اس کے پاس نہیں ہوتا ہے' غیر عالم مؤمن صالح کے پاس رومان فرشتہ کے بعد اس کا عملِ خیر بہت اچھی صورت میں خوشبو میں بسا ہوا خوبصورت لباس زیب تن کر کے آتا ہے اور میّت سے کہتا ہے: ''کیا تم نے مجھے پہچانا؟ صاحبِ قبر کہے گا: تم کون ہو کہ تمہارے سبب اللہ تعالیٰ نے میری تنہائی میں مجھ پر احسان و انعام فرمایا ہے؟ وہ کہتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں' تو نہ غم کر اور نہ ڈر' عنقریب تیرے پاس منکر اور نکیر فرشتے آنے والے ہیں' وہ دونوں تجھ سے سوالات پوچھیں گے اور تم گھبرانا نہیں' پھر وہ میّت کو تلقینِ حجت کرتا ہے' اسی دوران میں اچانک میّت کے پاس منکر اور نکیر داخل ہوتے ہیں' پہلے تو اس کو جھڑکتے اور ڈانٹ پلاتے ہیں' پھر اس کو ٹیک لگا کر بٹھاتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں (سابق طریق پر جیسا کہ گزر چکا ہے) اور میّت جواب دیتی ہے: ''اللہ ربی'''' اللہ تعالیٰ میرا رب ہے'''' محمد نبی'''' محمد ﷺ میرے نبی ہیں'''' والقرآن امامی'''' اور قرآن مجید میرا امام ہے۔ ''والکعبۃ قبلتی'''' اور کعبہ میرا قبلہ ہے'''' وابراهيم أبي'''' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میرے جد اعلیٰ ہیں'''' وملته' ملتی'''' اور ان کا دین وملت میرا دین اور ملت ہے'' جو غیر عجمی ہے۔

یہ جوابات سن کر منکر نکیر کہتے ہیں تو نے سچ کہا ہے اور اس کے ساتھ منکر نکیر بھی وہی سلوک کرتے ہیں جو پہلے آنے والے نے کیا ہوتا ہے الّا یہ کہ یہ میّت کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور صاحبِ قبر جہنم کے سانپوں' بچھوؤں' زنجیروں اور طوقوں' اس کے کھولتے ہوئے پانیوں' جہنمیوں کی پیپ اور زقوم کے درختوں اور تمام آفتوں اور غموں کو مشاہدہ کرتا ہے اور گھبرا اٹھتا ہے تو منکر نکیر اس سے کہتے ہیں: آپ تسلی رکھیں آپ کے ذمہ پر کوئی برائی نہیں ہے (اگر ہوتی تو پھر) یہ تمہارا ٹھکانا تھا لیکن اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ نے تیرے اس ٹھکانے کے بدلے جنت عنایت فرما دی ہے' سو جا نیک بخت! پھر وہ دوزخ کا دروازہ بند کر دیتے ہیں اور وہ سویا رہتا ہے۔

اس کو پتہ ہی نہیں لگتا اور احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس پر کتنے مہینے' سال اور صدیاں بیت گئیں۔

اور بعض لوگوں سے بڑی بے رخی سے سوال پوچھے جائیں گے اور اگر اس کا عقیدہ اسلام سے مختلف ہوا یعنی اسلام کے خلاف ہوا تو وہ جواب میں ''اللہ ربی'' کہنے پر قادر نہ ہوگا' وہ یہ جملہ بول ہی نہیں سکے گا' اس کی بجائے وہ اور ہی اوٹ پٹانگ اور اول فول الفاظ بکنا شروع کر دے گا' فرشتے اس کو ایسی مار ماریں گے کہ ایک ضرب سے قبر میں آگ بھڑک اٹھے گی' پھر کچھ ایام کے لیے یہ آگ بجھی رہے گی اور اس کے بعد اچانک دوبارہ بھڑک اٹھے گی اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک اسی طرح جاری رہے گا۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کے لیے ''الاسلام دینی'' کہنا سخت مشکل اور دشوار ہوگا' یہ جواب ان کی زبان پر اس لیے ثقیل اور گراں ہوگا کہ وہ اسلام کے متعلق اپنے خیال اور وہم کے مطابق شک اور ارتیاب کا شکار رہتے تھے یا بوقت موت کوئی آفت آن پڑی ہوتی ہے تو فرشتے اس کو بھی ایک ایسی ضرب لگائیں گے کہ پہلے شخص کی طرح اس کی قبر میں بھی آگ بھڑک اٹھے گی۔

اور بعض لوگوں پر ''القرآن امامی'' زبان پر لانا مشکل پڑ جائے گا جس کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ شخص تلاوت تو کرتا تھا مگر نصیحت نہیں پکڑتا تھا اور نہ ہی قرآن کے امر و نہی پر عمل پیرا ہوتا تھا' اس شخص کی زندگی گزر گئی مگر اس نے قرآن پاک پڑھنے کے باوجود بدعملی کو اپنا شعار بنائے رکھا اور کوئی خیر اور بھلائی کا کام نہ کیا چنانچہ اس کے ساتھ بھی وہی کچھ برتاؤ کیا جائے گا جو دو پہلے شخصوں کے ساتھ کیا گیا۔

اور بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کا عمل ان کے پاس قبر میں کتیا کا پلّہ یا شیرنی کا بچہ بن کر آئے گا اور اس کی جسامت کے مطابق چھوٹا بڑا ہونے کے حساب سے اس شخص کو وہ بچہ ستاتا رہے گا اور ایک مسلسل عذاب کی صورت سے دوچار رکھے گا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ کچھ لوگوں کے عمل خنزیر کے بچے کی شکل میں تبدیل کر دیئے جاتے ہیں اور ان کے عمل خنوص یعنی بچہ سور کی شکل میں اس شخص کو قبر میں مبتلائے عذاب رکھیں گے۔

اور بعض لوگوں پر ''نبی محمد'' ''میرے نبی محمد مصطفیٰ (علیہ التحیة و الثناء) ہیں'' اپنی زبان پر لانا دشوار بن جائے گا' اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور سیّد عالم ﷺ کی سنت کو فراموش کر دینے والا تھا۔ (اے اللہ ہمیں اپنے محبوب کی ہر سنت پر عمل کرنے کی توفیق رفیق ارزانی فرما۔ آمین ثم آمین)

اور بعض لوگوں پر ''الكعبة قبلتي'' کہنا دوبھر ہوگا کیونکہ وہ اپنی نمازوں میں استقبال قبلہ میں خوب تحری وسوچ بچار سے کام نہیں لیتے تھے گویا اس شرط کو وہ کوئی زیادہ اہم نہیں خیال کرتے تھے' یا وضو میں فساد کی وجہ سے' یا نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے' یا رکوع اور سجود میں خلل اور کوتاہی کی وجہ سے' نماز کی شرائط و ارکان کی فضیلت میں تمہارے لیے ایک یہی روایت کافی ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کے ذمہ پر دوسری نماز ہو اور اسی طرح اس شخص کی نماز کو شرفِ قبولیت نہیں بخشتا جو حرام کا لباس پہن کر نماز ادا کرتا ہے۔

اور بعض لوگوں پر یہ کہنا کہ ''ابراهيم ابي'' ''ابراہیم علیہ السلام میرے بعید کے باپ ہیں'' پہاڑ بن جائے گا

اور دشوار ہو جائے گا' اس کی وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی کہ اس شخص نے کبھی سنا تھا یا اس کے ذہن میں یہ وسوسہ اور شیطانی خیال پیدا ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے یا نصرانی تھے تو تب سے وہ شک اور ارتیاب میں رہا (**العیاذ باللہ**) اور اس کے ساتھ بھی دوسروں جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔ ابو حامد امام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان تمام انواع کو اپنی کتاب ''الاحیاء'' میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔

اور رہا کافر تو فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: ''**مــن ربک ؟**'' تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ''**لا ادری**'' مجھے نہیں پتہ' تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ ''**لا دریت ولا عرفت**'' کہ تو کچھ نہ جانے اور کچھ نہ پہچانے' پھر فرشتے اس کو ہتھوڑوں سے مارتے ہیں حتیٰ کہ وہ ساتویں زمین میں دھنس جاتا ہے' پھر زمین اپنا دامن جھاڑ دیتی ہے اور اس کو اوپر اچھال دیتی ہے اور وہ پھر سے اپنی قبر میں آ رہتا ہے' پھر فرشتے اس کو مارتے ہیں اور سات بار اس طرح مارتے ہیں' اس کے بعد بدکاروں' کافروں کے سزائیں احوال مختلف ہوتے ہیں' بعض کے عمل کتا بن کر اس کو قیامت تک بھنبھوڑتا اور نوچتا رہتا ہے' یہ خوارج ہیں' ان بدکاروں میں سے مرتابین ہیں' دین میں شک کرنے والے ان کے اعمال خنزیر کی شکل میں متشکل ہو کر آتے ہیں اور ان کی قبروں میں ان سوروں کے ذریعے انہیں عذاب دیا جاتا ہے' اس طرح ان بدکاروں کی بہت سی قسمیں ہیں' اس سلسلے میں ایک ضابطہ اور اصول یہ ہے کہ دنیا میں جو شخص جس چیز سے زیادہ ڈرتا اور خوف کھاتا تھا اس کو اسی چیز کے ذریعے عذاب دیا جاتا ہے مثلاً ایک شخص دنیا میں شیر کی بہ نسبت کتے کے بچے سے زیادہ خوف زدہ ہوتا تھا تو اسے اسی پلے سے ڈرایا جائے گا علیٰ ھذا القیاس اور اس میں لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس رسوائی سے بچائے اور ہمیں ہر طرح کے عذاب سے محفوظ رکھے اور ہماری مغفرت فرمائے۔ (آمین)

# فصل

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: بخاری اور مسلم کی روایات میں دو فرشتوں کے سوال کرنے کا ذکر ہے' اسی طرح ترمذی کی روایت میں دو فرشتوں کا ذکر ہے اور ترمذی میں تو دونوں فرشتوں کے ناموں اور ان کے حلیوں اور شکلوں کی تصریح بھی ہے' اسی طرح ابوداؤد کی ایک حدیث میں دو فرشتوں کے سوال کرنے کا ذکر ہے جبکہ ابوداؤد کی دوسری روایت میں صرف ایک فرشتے کے سوال کرنے کا ذکر ہے تو ان روایات میں تطبیق کی صورت کیا ہو گی؟

شیخ فرماتے ہیں کہ الحمد للہ! ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ تمام روایات صحیح المعنیٰ ہیں' ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ بعض لوگوں کے پاس دو فرشتے ایک ساتھ سوال کرنے آتے ہیں تا کہ اس پر زائد گھبراہٹ طاری ہو اور یہ سوال تمام لوگوں کے جانے کے بعد ہوتا ہے تا کہ ہولناکی میں اضافہ ہو اور یہ شدت اور سختی گناہوں کے ارتکاب اور بداعمالیوں کے اکتساب کے حساب سے ہوتی ہے۔

اور کسی کے پاس دفن کرنے والوں کے جانے سے قبل ہی سوال ہو گا تا کہ تخفیف ہو جائے سوال کرنے والے اگرچہ دو (٢) فرشتے ہوتے ہیں۔

اور کسی کے پاس صرف ایک ہی فرشتہ آتا ہے تاکہ اس سے سوال میں زیادہ مراجعت اور عتاب نہ ہو اور سوالات کا سلسلہ ہلکا پھلکا رہے' یہ اس کے نیک اعمال کے صدقے اللہ کرم فرماتا ہے۔

ابوداؤد کی حدیث کی ایک توجیہ یہ بھی ممکن ہے کہ آنے والے فرشتے دو ہی ہوں اور سوال ایک ہی کرے اور راوی نے سوال کرنے والے فرشتہ کے ذکر پر اقتصار کرتے ہوئے ایک کہہ دیا اور دوسرے کا ذکر ترک کر دیا ہو کیونکہ حدیث میں یہ نہیں کہا کہ میت کے پاس صرف ایک ہی فرشتہ آتا ہے اور اگر ایسا کہا بھی ہو اور ایک فرشتے کے آنے کی تصریح کر دی ہو تب اس کا جواب موجود ہے کہ یہ لوگوں کے اختلافِ احوال پر محمول ہے۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ان فرشتوں کے فتنہ اور آزمائش سے بچا لیے جاتے ہیں اور ان کے پاس ایک فرشتہ بھی سوالات کے لیے نہیں آتا۔ (لہٰذا مختلف اشخاص کے اعتبار سے حکم مختلف ہے) جیسا کہ اس کا بیان تفصیل سے آگے انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

سوال و جواب کی کیفیت میں بھی احادیث مختلف ہیں اور یہ بھی لوگوں کے اختلافِ احوال کے اعتبار سے ہے' کسی سے تمام اعتقادی مسائل دریافت کیے جاتے ہیں اور کسی سے بعض اعتقادات کے بارے میں سوال پر اکتفا کر لیا جاتا ہے لہٰذا ان احادیث میں کوئی تناقض نہیں ہے اور اس کی ایک یہ توجیہ بھی ممکن ہے کہ بعض راویوں نے مکمل تمام سوالات ذکر کیے ہوں' جبکہ دوسروں نے چند ایک کے ذکر پر اکتفا کر لیا ہو اور انسان سے پوچھے تمام سوالات ہی جاتے ہوں جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

نوٹ: علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مسئول کا ھاہ ھاہ کہنا یہ تھکاوٹ یا چلنے یا بھاری بوجھ اٹھانے کی وجہ سے سانس پھولنے اور ہانپنے والے کی آواز کی نقل اور حکایت ہے اور کافر جواب دیتے ہوئے ایسی آواز نکالتا ہے۔

## حضرت براء بن عازب کی مشہور حدیث کا بیان جو روحوں کے قبض کرنے کے وقت اور قبروں میں پیش آنے والے تمام احوالِ موتی کی جامع ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' ابھی قبر نہیں کھودی گئی تھی کہ ہم پہنچ گئے' ہم سب حضور پرنور ﷺ کے گرد ایسے بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں' آپ نگاہ مبارک اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور پھر آپ نے نگاہیں جھکا لیں اور زمین کی طرف نظر فرمائی اور چند بار کہا: میں قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ (ابوداؤد رقم الحدیث ٤٧٢٤' مسند احمد ج٤ ص٢٨٦۔٢٩٦' الطیالسی رقم الحدیث: ٧٥٣' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ٦٧٣٧' الشریعہ ص٣٦٧' الاعتقاد للامام البیہقی ص١٣٣)

پھر ارشاد فرمایا: جو بندۂ مؤمن دنیا سے رخصت ہونے والا ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اے پاکیزہ روح! اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف نکل' تو اس کی جان اس طرح بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ سے قطرہ' جنت سے اس پر گورے گورے چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں' ان کے چہرے گویا آفتاب ہیں' ان کے پاس جنتی کفن اور خوشبوئیں ہوتی ہیں' وہ حدِ نگاہ تک

بیٹھ جاتے ہیں اور جب ملک الموت اس کی روح کو قبض کرتے ہیں تو فرشتے فوراً ان کے قبضہ سے لے لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے قول ''تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ O'' (الانعام:٦١) کا یہی مطلب ہے' پھر اس سے روئے زمین کی بہترین مشک کی سی خوشبو مہکتی ہے' پھر فرشتے اس کو لے کر ملاء اعلیٰ کی جانب روانہ ہوتے ہیں' پھر وہ آسمان اور زمین کے درمیان روحوں کے جس لشکر کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو روحوں کے وہ لشکر پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی روح ہے؟ فرشتے نام بتاتے ہیں جو دنیا میں اس کا بہترین نام تھا یہاں تک کہ وہ اس کو آسمان دنیا پر لے کر پہنچتے ہیں اور آسمان کھلواتے ہیں تو ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کے پیچھے قریب والے آسمان تک جاتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کی کتاب علیین میں لکھ دو۔

وَمَآ اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ؕ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۙ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ (المطففین:١٩-٢١)

اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے O وہ لکھا ایک مہر کیا نوشتہ ہے O کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں O

پس اس کی کتاب علیون میں لکھ دی جاتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ کیونکہ میں نے انسانوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں نے ان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی مٹی سے دوبارہ اٹھاؤں گا تو روح واپس زمین پر آ جاتی ہے اور جسم میں واپس لوٹا دی جاتی ہے اور دو فرشتے آ کر اس کو بٹھاتے ہیں اور سخت ڈانٹ کر دریافت کرتے ہیں کہ ''تیرا رب کون ہے؟'' وہ کہتا ہے: ''اللہ تعالیٰ'' پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: ''اسلام'' پھر پوچھتے ہیں کہ یہ شخص جو تم میں بھیجے گئے کون ہیں؟ وہ کہتا ہے: ''یہ رسول اللہ ﷺ ہیں'' پھر وہ دریافت کرتے ہیں: تجھے کیسے علم ہوا؟ وہ کہتا ہے: آپ ﷺ ہمارے پاس معجزات لے کر تشریف لائے تو میں آپ ﷺ پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی۔ اور یہی مقصد ہے اس آیت کریمہ کا کہ:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ (ابراہیم:٢٧)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قولِ ثابت (کلمۂ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ان کی گمراہی میں بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔

فرمایا کہ پھر آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا' اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ اور جنت ہی کا لباس پہناؤ اور جنت میں جو اس کا محل ہے وہ اس کو دکھاؤ اور اس کے لیے حدِ نگاہ تک قبر میں وسعت پیدا کر دو' پھر اس کے پاس ایک حسین چہرے' اچھے کپڑے اور خوشبو والا شخص آئے گا اور آ کر کہے گا کہ تجھے خوشخبری ہو' یہ تیرے وعدے پورے کیے جانے کا دن ہے اور تجھے مژدہ ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کا اور ایسی جنتوں کا جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں' وہ کہے گا: خدا تجھے خیر کی خوشخبری دے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے خیر و بھلائی عیاں اور نمودار ہے؟ وہ کہے گا: یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا یا یہ وہ امر ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ تھا' میں تیرا نیک عمل ہوں' بہ خدا! میں تیرے بارے یہی جانتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرنے والا اور اس کی معصیت اور نافرمانی کرنے سے بہت دور رہنے والا تھا' پس خدا تجھے جزاءِ خیر دے تو مردہ کہے گا: اے اللہ! قیامت قائم فرما دے تاکہ میں اپنے گھر والوں کی طرف جا سکوں (اور گھر جا کر اپنے خویش و اقارب کو بتا سکوں کہ

قرآن وحدیث میں اللہ نے جو وعدے فرمائے تھے سچے تھے تم بھی آخرت کی تیاری کرو' غفلت چھوڑ دو)۔

اور جب بندۂ کافر کا دنیا سے انقطاع اور آخرت کی طرف روانگی کا وقت آتا ہے تو سیاہ فام فرشتے آتے ہیں' ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں اور وہ اس کے پاس منتہائے نظر تک بیٹھ جاتے ہیں' پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: ''اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضی کی طرف نکل' وہ روح اس کے جسم میں پراگندہ ہو جاتی ہے' ملک الموت اس کی روح کو اس طرح کھینچ کر نکالتا ہے جس طرح گیلے اون میں سے کانٹے دار لوہے کی سیخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے' اس سے اس کے پٹھے اور رگیں ٹوٹے ٹوٹے ہو جاتے ہیں اور جیسے ہی ملک الموت روح کو قبض کرتے ہیں آسمان سے نازل ہونے والے مددگار فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ سے پلک جھپکنے سے پہلے لے کر اس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں اور روئے زمین پر کسی مُردار کی اتنی بدبو نہیں ہوتی جتنی اس کی بدبو ہوتی ہے' پھر وہ اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ (فرشتوں کی جماعت والے یا روحوں کا لشکر) اس سے پوچھتے ہیں: یہ کس کی خبیث روح ہے؟ پھر دنیا میں اس شخص کا جو بدترین نام ہوتا ہے فرشتے اس کا وہ نام لے کر بتاتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر پہنچتے ہیں اور ان کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا' فرشتے کہتے ہیں: اس روح کو زمین کی طرف واپس لوٹا دو' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اسی سے اس کو پیدا کیا ہے' اسی میں اس کو لوٹاؤں گا اور اسی مٹی سے دوبارہ اٹھاؤں گا' فرمایا کہ پھر اس کو زمین پر پھینک دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ○ (الحج: ٣١)

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر گیا' پھر اس کو (مردار خور) پرندے اچک لیتے ہیں یا تیز ہوائیں اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہیں ○

پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' سخت ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں اور اسے بٹھا کر کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ مردہ کہتا ہے: ''مجھے نہیں پتہ'' پھر فرشتے دریافت کریں گے کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ تو اسے آپ کا نام مبارک نہیں آئے گا' پھر اس کو بتایا جائے گا کہ کیا یہ محمد ﷺ ہیں؟ وہ بدبخت پھر بھی کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا' راوی کہتے ہیں تو اسے کہا جائے گا: ''لا دریت'' خدا کرے تو نہ ہی جانے اور اس کی قبر اس درجہ تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں چکنا چُور ہو جاتی ہیں۔

پھر اس کے پاس ایک بدبودار شخص آئے گا جس کا لباس نہایت نامعقول ہو گا اور شکل انتہائی قبیح ہو گی' وہ کہے گا: تجھے رب کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو' مردہ کہے گا: تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی پھوٹ رہی ہے اور تو بُری خبر لایا ہے' وہ شخص کہے گا کہ میں تیرا خبیث عمل ہوں' اللہ کی قسم! میں تیرے بارے میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ تو اللہ کی فرماں برداری کرنے میں سست اور پیچھے رہنے والا اور گناہ اور نافرمانی کے کام کرنے میں بڑا تیز تھا۔ اس کے بعد دو تین روایات مکرر ہیں ان کو حذف کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بندہ اللہ کے راستہ میں قتل ہوتا ہے تو سب سے پہلا قطرہ جو زمین پر گرتا ہے اس کے سبب اللہ تعالیٰ اس شہید کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے' پھر جنت سے ایک چادر آتی ہے جس میں اس کی روح کو قبض کر کے رکھا جاتا ہے اور جنت کی ایک سواری آتی ہے جس میں وہ روح سوار ہو جاتی ہے' پھر فرشتوں کے ہمراہ وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے اور وہ روح ان فرشتوں کے ساتھ اس طرح گھل مل جاتی ہے جیسا کہ گویا اس کی ان کے ساتھ پرانی دوستی ہے اور فرشتے آسمانوں کے تمام کناروں میں پھیلے ہوتے ہیں' وہ کہتے ہیں: تحقیق زمین سے ایک پاکیزہ روح آئی ہے' صاف ستھری جان آئی ہے' وہ آسمان کے جس دروازہ کے پاس سے بھی گزرتے ہیں ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے۔

اور جس فرشتہ کے پاس سے بھی ان کا گزر ہوتا ہے وہ اس روح پر سلام بھیجتا ہے اور اس کے حق میں دعا کرتا ہے اور آگے تک چھوڑنے کے لیے اس کے پیچھے چلتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ رحمٰن و رحیم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر کر دیا جاتا ہے' فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے مالک و پروردگار! یہ تیرا بندہ ہے جو تیرے راستہ میں شہید ہوا ہے اور وہ ملائکہ سے پہلے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور بعد میں فرشتے سجدہ کرتے ہیں' پھر اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کو پاک کر دیا جاتا ہے (یعنی اس کا حساب کلیر کر دیا جاتا ہے) پھر حکم ہوتا ہے کہ اس کو شہداء کے پاس لے جاؤ' شہداء کو سبزہ زاروں اور ریشم کے گنبد نما خیموں میں پائیں گے' ان کے یہاں بیل اور مچھلی ہوتے ہیں اور وہ مچھلی جنت کی نہروں میں پھر رہی ہوتی ہے اور ہر قسم کی خوشبو کھاتی ہے اور شام کو بیل اپنے سینگ سے اسے مار مار کر حلال کر ڈالے گا اور شہداء اس مچھلی کے گوشت کو کھائیں گے اور اس میں جنت کی خوشبوئیں پائیں گے اور رات کو وہ بیل جنت کی چراگاہوں میں چرتا پھر رہا ہوگا' جب صبح ہو گی تو ایک مچھلی اس بیل کو (جو پانی پینے نہر پر آئے گا) اپنی دم مار کر اسے گرا دے گی' اہل جنت اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھائیں گے اور اس کے گوشت میں جنت کی ہر قسم کی خوشبوئیں پائیں گے' پھر وہ واپس آ کر جنت میں اپنے محلات دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں گے کہ اے اللہ! تو جلد قیامت قائم فرما!۔

جب اللہ تعالیٰ مؤمن کو وفات دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی طرف دو (۲) فرشتے بھیجتا ہے جو اپنے ساتھ جنت کے کپڑے لیے آتے ہیں اور ان کے پاس جنت کے پھولوں میں سے پھول ہوتے ہیں' یہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے پاک روح! رب کی رحمت اور مہربانی کی طرف آ' اے پاکیزہ جان اور اے نفس مطمئنہ! نکل آ' اپنے رب کی طرف جو تجھ سے راضی اور خوش ہے تو وہ جان بہترین مہکتی ہوئی خوشبو کی مانند نکلتی ہے کہ ایسی خوشبو کبھی کسی انسان نے نہ سونگھی ہوگی' ادھر آسمان کے کناروں پر فرشتے کہتے ہیں: (سبحان اللہ!) زمین کی طرف سے پاک روح' پاک جان آئی ہے' وہ جس دروازے پر گزرتا ہے کھول دیا جاتا ہے' جس فرشتے کے پاس سے اس کا گزر ہوتا ہے وہ اس کے لیے دعا مغفرت اور شفاعت کرتا ہے' اب بارگاہِ ایزدقدوس میں حاضر ہوتا ہے' فرشتے بارگاہِ خداوندی میں سجدہ کرتے ہیں اور پھر سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کرتے ہیں: اے مولیٰ کریم! یہ تیرا فلاں بندہ ہے جس کو تو نے وفات دی ہے' تیرا یہ بندہ صرف تیری ہی عبادت کرتا تھا اور تیرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں (حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے)

ٹھہراتا تھا‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کو سجدہ کرنے کا حکم دو‘ وہ سجدہ میں گر جائے گا‘ پھر میکائیل علیہ السلام کو بلا کر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس جان کو لے جا اور مؤمنین کی جانوں میں اس کو شامل کر لے اور قیامت کے دن اس جان کے بارے میں‘ میں تجھ سے پوچھوں گا‘ پھر اس کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے‘ ستر ہاتھ لمبائی اور ستر ہاتھ چوڑائی اور اس میں پھول بکھیر دیئے جاتے ہیں اور ریشم بچھا دیئے جاتے ہیں اور اگر اس نے قرآن شریف پڑھا ہوتا ہے تو وہی اس کے لیے قبر میں نور اور روشنی بن جاتا ہے ورنہ اس کو سورج کی مانند ایک نور دیا جاتا ہے (یہ نور قرآن کے نور سے کم ہے) اس کی مثال ایسے ہے جیسے نئی نویلی دلہن سہاگ رات کو سو جاتی ہے کہ جسے صرف کوئی انتہائی پیار والا ہی اٹھا سکتا ہے۔ فرمایا کہ (حشر کے روز) جب وہ اٹھے گا تو ایسا لگے کہ ابھی تو نیند پوری نہیں ہوئی اور ''رج'' کر سو ہی نہیں سکا۔

اور جب کافر کو موت دینے کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے تو اس کی طرف دو (٢) فرشتے بھیجتا ہے اور اس کی طرف ایک بدترین بدبودار ٹاٹ کا ٹکڑا بھیجا جاتا ہے جو بہت سخت کھردرا ہوتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں: اے خبیث نفس! بھڑ کتے ہوئے جہنم اور عذاب کی طرف آ جا‘ اور اس رب کے حضور چلا آ جو تجھ پر ناراض ہے کیونکہ تیرے کرتوت نہایت بُرے رہے ہیں تو وہ انتہائی بدبودار مُردار کی طرح نکلتی ہے ایسی بدبو کہ کبھی کسی نے نہ پائی ہوگی‘ ہر آسمان پر پھیلے ہوئے فرشتے کہتے ہیں: زمین کی طرف سے کس قدر خبیث روح اور ناپاک نفس و جان آسمان کی طرف آ رہی ہے‘ اس کے لیے آسمان کے دروازے بند رکھے جاتے ہیں اور آسمانوں پر اسے نہیں چڑھنے دیا جاتا‘ پھر حکم ہوتا ہے تو اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور بختی اونٹوں کی گردنوں کی مثل موٹے موٹے سانپ اس کی قبر میں بھر دیئے جاتے ہیں جو اس کے گوشت کو ہڈیوں پر سے چھڑا کر کھاتے رہتے ہیں (یاد رہے کہ سانپوں کے کھانے سے گوشت ختم نہ ہوگا بلکہ ''كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا'' (النساء: ٥٦) کے مطابق پھر نئے سرے سے گوشت اس کے بدن پر چڑھتا رہے گا) پھر گرز اٹھائے اندھے‘ بہرے فرشتے آتے ہیں جو دیکھتے نہیں کہ اس کی حالتِ زار پر رحم اور ترس کھائیں اور سنتے نہیں کہ اس کی دردناک آوازیں سن کر ان کا دل پسیج جائے اور رحم کھانے لگیں اور یہ بھی نہیں کہ اندھا ہونے کی وجہ سے ان کی کوئی چوٹ چُوک جائے اور کوئی ضرب نشانے پر نہ لگے اور اس پر صبح و شام دوزخ میں جو اس کا ٹھکانا ہے وہ اس پر پیش کیا جاتا اور دکھایا جاتا ہے‘ جہنم کے عذاب کی سختی کو دیکھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا کہ مجھے اس قبر کے عذاب میں ہمیشہ رہنے دینا تا کہ عذاب جہنم کو میں نہ چکھوں‘ اس سے رہائی کی کوئی صورت نکل آئے۔

امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب مؤمن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم لے کر آتے ہیں اور روح سے کہتے ہیں: اے روح! اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی کی جانب اور رضائے خدا کی طرف خوشی خوشی نکل آ‘ تو وہ ایسے نکلتی ہے جیسے کہ بہترین خوشبو مہکتی ہو‘ حتیٰ کہ فرشتے اسے لے کر ایک دوسرے کو سنگھاتے ہیں اور باری باری پکڑتے ہیں‘ پھر اس کو آسمانوں کی جانب لے جاتے ہیں‘ جس آسمان پر پہنچتی ہے اس آسمان والے کہتے ہیں کہ کیا ہی پاک روح اہل

زمین کی طرف سے آئی ہے' پھر اس کو دوسری ارواح مؤمنین کی طرف لے جاتے ہیں تو ان کو اس سے زائد خوشی ہوتی ہے جیسے کسی کا غائب شدہ رشتہ دار واپس آ جائے' جب اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں ابنِ فلاں کا کیا حال ہے اور فلانی کا کیا حال ہے؟ تو وہ روح کہتی ہے: اسے چھوڑو وہ دنیا کے چکروں میں پڑا ہوا ہے' اسے تو غمِ دنیا کھائے جا رہا ہے عنقریب ہی راحت حاصل کرے گا اور بعض کے بارے میں وہ روح کہتی ہے: فلاں ابن فلاں کیا ابھی تمہارے پاس نہ پہنچا؟ تو وہ روحیں جواب دیتی ہیں کہ اس کا ذکر چھوڑو وہ تو جہنم رسید ہو چکا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو فرشتے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور روح سے کہتے ہیں: اے روح! اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف نکل درآنحالیکہ تو خدا سے ناراض اور خدا تجھ سے ناراض' تو وہ بدبودار مُردار کی طرح نکلتی ہے اور فرشتے اسے زمین کے دروازے پر لے جاتے ہیں جس دروازے پر پہنچتے ہیں یہی آواز آتی ہے: کتنی بدبودار ہے یہ روح' حتیٰ کہ اسے کافروں کی روحوں میں لا کر ملا دیتے ہیں۔ (نسائی ج ۴ ص ۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۴' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۷-۸' المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۵۲-۳۵۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۴-۱۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب مؤمن بندے کی روح قبض کی جاتی ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور اس کو سلام کرتے ہیں' مؤمن کی روح نکال کر سفید ریشم میں رکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے اس سے زیادہ اچھی خوشبو نہیں پائی' پھر اس سے سوالات کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اس کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ یہ غمِ دنیا سے چھٹکارا پا کر آیا ہے' پھر دریافت کرتے ہیں: فلاں کا کیا ہوا؟ اور فلانی کا کیا بنا؟ اور فرمایا کہ لیکن جب کافر کی جان نکالتے ہیں تو زمین کے داروغ کہتے ہیں: ہم نے اس سے زیادہ بدتر بدبو نہیں پائی اور محسوس نہیں کی' پھر اس کی روح زمین کے نچلے ترین حصے کی طرف پھینک دی جاتی ہے (یعنی اسفل السافلین میں)۔ (الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۸۹' نسائی ج ۴ ص ۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۴' ابن حبان ج ۵ ص ۷-۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۲-۳۵۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۴-۱۰۵)

**نوٹ:** میرے استاد گرامی حضرت علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

## قبر کے سوال میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کی تحقیق

بہ کثرت احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے سوال میں یہ کہیں گے کہ: ''**ما کنت تقول فی ھذا الرجل**'' (تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟)۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

یہ اشارہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ ذہنوں میں حاضر ہیں اور یا اس وجہ سے ہے کہ آپ کی صورت میت پر منکشف کر دی جائے گی' پہلا احتمال شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی کا مختار ہے۔

شیخ اکبر محی الدین قدس سرہ فتوحات میں لکھتے ہیں کہ وصف رسالت کے بغیر صرف یہ کہنا کہ تم اس شخص کے بارے کیا کہتے تھے؟ شدید امتحان ہے۔ (نبراس ص ۳۱۹)

میرے استاذ شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ:

میری تحقیق یہ ہے کہ ''ھٰذا'' کو اشارہ حسیہ کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس میں حقیقت یہ ہے کہ اس کا مشار الیہ خارج میں محسوس اور موجود ہو اور ''ھٰذا'' کے ساتھ اشارہ ذہنیہ کرنا مجاز ہے۔

عارف جامی لکھتے ہیں:

اسماء اشارہ کو مشار الیہ کی طرف ظاہری اعضا سے اشارہ حسیہ کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً اشارہ کیا جائے تو وہ اشارہ حسیہ میں حقیقت ہے اور ضمیر غائب سے اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ اس کے ساتھ ان کے معانی کی طرف اشارہ ذہنیہ کیا جاتا ہے نہ کہ حسیہ اور ''ذٰلکم اللہ ربکم'' میں جو اشارہ ہے حسیہ نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجاز پر محمول ہے۔ (مجاز کا قرینہ یہ ہے کہ چونکہ ہر چیز اللہ کے وجود اور اس کی ذات پر دلالت کرتی ہے تو شدت وضوح کی وجہ سے اس کو بمنزلہ محسوس نازل کر دیا گیا)۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور جب یہ ممکن ہے کہ صاحبِ قبر اور نبی ﷺ کے روضہ مبارک کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیا جائے وضع (اصل اور حقیقت) کے مطابق لفظ ''ھٰذا'' سے نبی پاک ﷺ کی طرف اشارہ کر کے یہ سوال کیا جائے کہ تم اس شخص کو دنیا میں کیا کہتے تھے تو پھر میّت کے ذہن میں حاضر معنیٰ اور تصور کی طرف اشارہ کر کے کسی قرینہ اور ضرورت شرعیہ کے بغیر اس کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض صالحین اور مقربین پر کرم فرما کر نبی کریم ﷺ ان کی قبر میں خود تشریف لے جائیں اور فرشتے نبی ﷺ کی طرف اشارہ کر کے سوال کریں: تم اس شخص کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟

اور عام مؤمنین کے لیے حجابات اٹھا کر نبی ﷺ کو روضہ انور میں دکھا کر سوال کیا جائے اور کفار اور منافقین کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے تم دنیا میں ان کے بارے میں کیا کہتے تھے؟

البتہ اس جگہ سوال ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں نبی ﷺ کو نہیں دیکھا اور وہ آپ کو پہچانتے نہیں ہیں ان سے یہ سوال کرنا کہ تم اس شخص کو کیا کہتے تھے یہ عدل و انصاف سے بعید ہے اور یہ سوال اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت دونوں کے خلاف ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کے ذہن میں نبی ﷺ کی شخصیت کا تصور ہے کافر ہو یا مؤمن اس کو یہ علم ہے کہ محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور وہ دینِ اسلام کے داعی تھے' سو میّت کے ذہن میں جو آپ کا تصور ہے اس کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا جائے گا کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایات میں یہ ہے کہ تم محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے؟ مؤمن صاحب قبر اس وقت یہ کہے گا: یہ اللہ کے رسول اور اس کے نبی ہیں اور کافر کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص دنیا میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو کچھ کہتا رہا ہو اس وقت بھی وہی کہے' سو اس وقت کوئی یہ کہے گا:

میں یہ کہتا تھا:

وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است۔

(مولوی اسماعیل دھلوی' متوفی ١٢٤٦ھ' صراطِ مستقیم ص ٨٦' مکتبہ سلفیہ لاہور)

نماز میں شیخ اور اس کی مثل بزرگوں کی طرف توجہ کرنا خواہ رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں، اپنی گائے اور گدھے کی صورت کا تصور کرنے سے بہت زیادہ برا ہے۔ (اللہ کی پناہ)

کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کی ایک حدیث کا یہ معنیٰ بیان کیا تھا:

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں۔

(مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص ۴۲، مطبع علیمی، لاہور)

کوئی کہے گا: میں یہ کہتا تھا: (نقل کفر کفر نہ باشد، نعوذ باللہ من ذلک) پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ (مولوی اشرف علی تھانوی، مردہ شد ۱۳۶۴ھ حفظ الایمان ص ۴ مکتبہ تھانوی، کراچی)

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے (الیٰ قولہ) پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ ہو۔

(مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ۱۳۴۶ھ براہین قاطعہ ص ۵۲۔۵۱، بلالی ڈھور)

حضرت حسان فرطِ عقیدت سے یوں کہیں گے:

واحسن منک لم تر قط عینی واجمل منک لم تلد النسآء

''آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت کے ہاں پیدا نہیں ہوا''۔

خلقت مبرأ من کل عیب کانک قد خلقت کما تشآء

''آپ کو ہر عیب سے مبرّا پیدا کیا گیا گویا آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا''۔

شیخ سعدی کہیں گے:

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ

''وہ اپنے کمال سے بلندیوں پر پہنچے، انہوں نے اپنے جمال سے اندھیرے دور کیے، ان کی تمام سیرت حسین ہے ان پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ بھیجو''۔ (مترجم)

# (ملحدوں پر رد) فصل اوّل

کیا روح اور نفس ایک چیز ہے؟ اس باب کی بہ کثرت احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ روح اور نفس ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔

روح جوہر (جسم) ہے یا عرض اور صفت ہے؟

روح ایک جسم لطیف ہے جو اجسام محسوسہ میں گھسا ہوا رہتا ہے اور روح جسم میں ''چوں بُو بگلاب اندر'' جذب اور ساری و جاری اور رواں دواں رہتی ہے، جسم میں داخل ہوتی ہے، خارج ہوتی ہے، میّت کے کفن میں لپٹ جاتی ہے، اس کے اندر داخل ہو کر سینہ سے چمٹ جاتی ہے، آسمانوں پر چڑھتی ہے۔

اس کو نہ فنا ہے نہ اس پر موت طاری ہوتی ہے اور ان ممکنات اور مخلوقات سے ہے جس کی ابتداء ہے اور اس کے لیے آخر اور انتہاء نہیں ہے۔

اور روح کے لیے دو ہاتھ اور دو آنکھیں ہیں۔ روح بدبودار ہوتی ہے اور ناپاک اور خوشبودار ہوتی ہے اور خبیث و پاکیزہ۔ یہ سب صفات مذکورہ اجسام کی صفتیں ہیں نہ کہ اعراض کی۔

حدیث وادی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''أخذ بنفسي يا رسول الله الذي أخذ بنفسک'' ''یا رسول اللہ! جس نے آپ کی روح کو خوابیدہ فرمادیا اسی ذات نے میری روح کو خوابیدہ فرمادیا'' اور حضور ﷺ نے اس کے مقابل حدیث وادی میں زید بن اسلم کی روایت میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض فرمالیا اور اگر اللہ چاہے تو وہ ان کو دوسرے وقت ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دے۔

(مؤطا امام مالک رقم الحدیث ٢٦)

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو آنکھ اس کا تعاقب کرتی ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

یہ (آنکھوں کا کھلا رہنا) اس وقت ہوتا ہے جب آنکھیں نفس (روح) کا پیچھا کرتی ہیں۔ اب اس سے بڑھ کر کیا صراحت ہوگی کہ روح اور نفس ایک ہی ہیں۔

شیخ نے فرمایا کہ: ''**هذا غاية في البيان ولا عطر بعد عروس**''

نوٹ: ''عروس کے بعد کوئی عطر نہیں'' اسماء بنت عبداللہ عذریہ کا مقولہ ہے۔

اپنے شوہر عروس کے بعد اس نے ''نوفل'' نامی ایک شخص سے شادی کی جو پہلے کے بالکل برعکس بخیل، بدصورت اور گندہ دہن تھا، ایک مرتبہ نوفل کے ساتھ وہ اپنے پہلے شوہر عروس کی قبر سے گزری اور اس کو یاد کر کے رونے لگی، پہلے شوہر کا مرثیہ کہتے ہوئے اس نے نوفل پر تعریض (ہٹ) کی، نوفل نے برہم ہو کر اس کو قبر سے اٹھادیا، اٹھتے ہوئے اس کی عطر کی شیشی ''عروس'' کی قبر پر گر پڑی نوفل نے عطر اٹھانے کے لیے کہا تو اسماء نے یہ فقرہ کہا

کہ: ''عروس کے بعد کوئی عطر نہیں''۔

وہ دن ہوا ہوئے جب پسینہ گلاب تھا اب عطر بھی ملو تو محبت کی بو نہیں (ختم شد)

روح کے بارے میں اہل رائے کا بہت اختلاف ہے' اہل علم کے اقوال میں سب سے زیادہ درست قول وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے کہ روح جسم ہے' اس کی تائید خود قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ اللہ ہی جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔ (الزمر:۴۲)

اس آیت میں نفس سے مراد مفسرین کہتے ہیں کہ ''روح'' ہے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ پھر کیوں نہ ہو جب جان گلے تک پہنچے ۝ (الواقعہ:۸۳)

یعنی نفس جب جسم سے نکلے' اور یہ جسم کی صفت ہے آیت میں اس کا ذکر نہیں لیکن دلالتِ کلام سے یہ مفہوم ہو رہا ہے جیسے شاعر کے اس قول میں ہے کہ

اماوی ما یغنی الثراء عن الفتی اذا حشرجت یومًا و ضاق بها الصدر

''اے میری جائے پناہ! جس دن جان نکلتے وقت سینہ گھٹن محسوس کرے اور سانس اکھڑنے لگے تو پھر مال و دولت آدمی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے''۔

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ روح مر جاتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے' وہ شخص بے دین ہے اور اسی طرح جو تناسخ کا قائل ہے وہ بھی ملحد اور بے دین ہے' تناسخ کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ روح جب بدن سے نکل جاتی ہے تو وہ کسی دوسری شئے میں منتقل ہو جاتی ہے' کبھی گدھے میں کبھی کتے میں اور کبھی کسی اور جانور کی صورت میں (ہندو اس کو آواگون کہتے ہیں)۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

روح' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے محفوظ فرمانے سے محفوظ رہتی ہے یا نعمتوں میں ہوتی ہے یا عذاب میں مبتلا ہوتی ہے' اس کا تفصیلی ارشاد انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

## فصل دوم

عذابِ قبر اور فتنۂ قبر' حق ہے' اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تصدیق کرنا لازم ہے جس طرح پیغمبر صادق نے اس کی خبر دی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بندۂ مکلف کو اس کی قبر میں زندگی کو اس کی طرف لوٹا کر زندہ فرماتا ہے اور اس میں دنیا کی زندگی کی طرح عقل و شعور پیدا فرماتا ہے تاکہ وہ منکر نکیر کے سوال سمجھے اور اس کے جوابات

دے سکے اور قبر میں میت کے پاس رب کی طرف سے جو کچھ عذاب وثواب ملتا ہے اور عزت وذلت جو بھی اس کے لیے تیار کر رکھا ہے اس کا ادراک کر سکے۔ نبی مختار ﷺ کی احادیث مبارکہ اسی پر دلالت کرتی ہیں اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی زبان اور لغت میں قرآن پاک نازل ہوا انہوں نے اپنے نبی مختار ﷺ سے یہی سمجھا جو ہم اہل سنت و جماعت کا مذہب ذکر کر چکے ہیں اور اسی طرح ان کے بعد تابعین نے اور آج تک مسلمان یعنی اہل سنت یہی سمجھتے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب نبی ﷺ نے منکر نکیر کے فرشتوں کے سوال کرنے اور قبر کے فتنہ کی خبر دی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میری عقل مجھے لوٹا دی جائے گی؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں'' عرض کیا کہ تب تو میں ان دونوں کے لیے کافی ہوں گا' بہ خدا!! اگر منکر نکیر نے مجھ سے سوال پوچھے تو میں ان سے سوال پوچھوں گا اور میں ان سے کہوں گا کہ میرا رب اللہ ہے پس تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فتان القبر کا ذکر فرمایا تو حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا قبر میں ہماری عقلیں واپس کر دی جائیں گی؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں' بالکل اسی طرح جس طرح آج کل ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''فی فیه الحجر'' تو پھر اس کے منہ میں پتھر یعنی اب میں ان کو چپ کرا دوں گا۔

سہل بن عمار بیان کرتے ہیں:

میں نے یزید بن ہارون کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا: سناؤ تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس دو سنگدل اکھڑ مزاج فرشتے آئے اور انہوں نے مجھ سے سوالات کرنے شروع کر دیئے: ما دینک ؟ ومن نبیک ؟ تیرا دین کیا ہے' تیرا نبی کون ہے؟ تو میں نے اپنی سفید ڈاڑھی پکڑ کر کہا کہ مجھ جیسے آدمی سے تم یہ سوالات کرتے ہو' میں نے اسّی سال تک لوگوں کو تمہارے سوالات کے جوابات سکھائے ہیں۔ (میں مدرس آدمی ہوں' مجھ سے بھی سوال کرتے ہو) پھر وہ چلے گئے اور جاتے ہوئے کہنے لگے کہ تم نے حریز بن عثمان سے کچھ لکھا ہے؟ میں نے کہا: ''ہاں'' وہ کہنے لگے: وہ (مولائے کائنات سیدنا) علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس دشمنِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن ہوا۔

حضرت براء کی حدیث میں ہے:

**فتعاد روحه فی جسده.** پھر میت کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔

آپ کے لیے اتنی دلیل کافی ہے کہ عذاب وغیرہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے جبکہ ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ سوال اور عذاب وغیرہ صرف روح پر ہوتے ہیں جسم پر نہیں لیکن درست مذہب وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ (واللہ اعلم)

# فصل سوم

فلاسفہ کے مذہب کو اختیار کرنے والے بعض مدعیانِ اسلام اور ملحدانہ نظریات کے حاملین اس بات کے قائل ہیں کہ عذابِ قبر کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ منکرین عذاب قبر اپنے مؤقف پر حجت قائم کرتے ہوئے اور دلیل دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جب ہم قبریں کھول کر دیکھتے ہیں تو وہاں نہ اندھے اور بہرے فرشتے دیکھتے ہیں جو لوہے کے ہتھوڑوں سے مُردوں کو مار رہے ہوں' نہ وہاں سانپ' اژدھے نظر آتے ہیں اور نہ وہاں آگ ہی بھڑکتی دکھائی دیتی ہے۔

اسی طرح اگر ہم کسی بھی وقت اور کسی بھی حال میں قبر کو کھولیں تو مردہ کو وہیں پاتے ہیں' نہ وہ کہیں گیا ہوتا ہے اور نہ ہی لاش میں کوئی تغیر و تبدل ہوا ہوتا ہے تو پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اگر ہم مردے کی پیشانی پر پارہ اور سیماب رکھ دیتے ہیں تو بعد میں اگر ہم قبر کو کھول کر دیکھیں تو وہ اسی طرح اپنے حال پر قائم ہوتا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اسے بٹھایا جائے' ہتھوڑے مارے جائیں اور وہ سیماب پیشانی پر بالکل اسی طرح پڑا رہے؟ پھر اس کو بٹھانا اور قبر کو تنگ یا کشادہ کرنے کی بات کیونکر تسلیم کر لی جائے؟ اسی طرح قبر کی تنگی اور کشادگی مشاہدہ کے خلاف ہے' قبر جس قدر کھودی جاتی ہے' جب اسے کھول کر دیکھتے ہیں تو اسی قدر پاتے ہیں' اس میں کوئی تغیر یا تبدیلی ہم نہیں پاتے' پھر تنگ قبر میں مردہ اور فرشتے کیسے سما سکتے ہیں؟

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ تمام چیزیں ان حالات کی طرف اشارہ ہیں جو روحانی عذاب سے روح پر وارد ہوتے ہیں اور ان کا وضعی طور پر کوئی وجود اور حقیقت نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ تمام چیزوں (عذاب قبر' قبر کی تنگی و کشادگی' قبر دوزخ کا گڑھا یا جنت کا باغیچہ اور قبر میں مردوں کو سوال و جواب کے لیے بٹھانا) پر ہمارا ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ جو عذاب و ثواب دینا چاہتا ہے اس پر قادر ہے اور اسے قدرت ہے کہ وہ ان تمام چیزوں سے ہماری نگاہیں پھیر دے بلکہ ان چیزوں کو ہم سے غائب اور پوشیدہ کر دے اور یہ سب کچھ اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ وہ ہر ممکن اور چاہے پر قادر ہے کیونکہ ہم مخلوق اور بندے ایسا کر سکتے ہیں کہ اس کی پیشانی پر رکھا ہوا پارہ ہٹا دیں اور (پھر رکھ دیں) اس کو بٹھائیں اور پھر دوبارہ لٹا دیں اور ایسے ہی ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم قبر اتنی گہری کھودیں اور کشادہ رکھیں جس میں وہ کھڑے بھی ہو سکیں چہ جائیکہ وہ بیٹھ نہ سکیں؟ اور ایسے ہی ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ ستر ہاتھ تو کیا ہم دو سو ہاتھ کشادہ قبر بھی بنا سکتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے یہ سب کچھ کیونکر مستبعد ہوگا کہ وہ تو زیادہ قوت اور قدرت کا مالک ہے' اس کو تو کسی کام کے کرتے دیر نہیں لگتی اور وہ تو بہت جلد حساب فرمانے پر قدرت رکھتا ہے جیسا کہ قرآن مجید ناطق ہے کہ:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ○ (یٰس: ۸۲)

اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے ○

اب کوئی بھی شخص جو اسلام کے ماننے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ رب کو اسی صفت کے ساتھ مانے گا' تو یہ ممکن ہے

کہ جب ہم قبر کو کھولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مردے کو اور اس کی قبر کو اسی حالت میں لوٹا دے جس پہ وہ دفن کے وقت تھا' ہاں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر میت ہمارے درمیان رکھی ہو اور فرشتے ہمارے سامنے اس سے سوال جواب کریں اور حاضرین کو اس کا کوئی علم تک نہ ہونے پائے' میت جواب دے مگر حاضرین اس کے جواب نہ سن سکیں تو اس میں کوئی استحالہ اور استبعاد نہیں ہے' اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ہمارے پاس دو شخص سو رہے ہوں' ان میں سے ایک نعمت و راحت اور خوشی میں ہو اور دوسرے کو خواب میں عذاب ہو رہا ہو' پھر وہ جاگ کر اپنی اپنی خواب کی صورت حال کو بیان کریں حالانکہ ان سونے والوں کے گرد بیٹھے ہوئے' جاگنے والوں کو ان کی اس کیفیت راحت و تکلیف کا کوئی شعور اور احساس تک نہیں ہوا ہوتا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ قبر میں فرشتے کے داخل ہونے کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ فرشتہ قبور اور اہلِ قبور کے احوال پر دور سے اپنی جگہ بیٹھا اطلاع پالیتا ہو' مردوں کو اس کا ادراک بھی ہو جاتا ہو لیکن وہ نہ قریب آئے اور نہ قبر میں داخل ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ فرشتے اپنے جسم لطیف کی وجہ سے قبروں کے مساموں میں سے گھستے ہوئے مردوں تک پہنچ جاتے ہوں اور انہیں قبروں کو کھودنے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ قبروں کو کھود کر اندر داخل ہوتے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ ان قبروں کو ان کی پہلی حالت پر لوٹا دیتا ہو اور اہلِ دنیا کو اس کا ادراک نہ ہوتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کے داخلہ کے لیے قبروں کے نیچے سے کوئی راستے ہوتے ہوں جو انسان کو معلوم نہیں ہیں غرضیکہ قبر کے احوال اور اہلِ قبر کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے وہ دنیوی زندگی سے قطعاً مختلف ہے لہٰذا آخرت اور برزخ کے احوال اور حالات کو دنیا کے حالات اور عادات پر قیاس نہیں کرنا چاہیے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اگر نبی صادق علیہ السلام ہمیں اس کی خبر نہ دیتے تو ہمیں قبر اور آخرت کے احوال بارے کچھ بھی معلوم نہ ہوتا۔

اسی طرح منکرین عذابِ قبر یہ بھی کہتے ہیں: جو بات عقل و مشاہدہ کے تقاضوں کے خلاف ہو ہم اس کے ناقل کو یقیناً غلط قرار دیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کی لاش کبھی تختۂ دار پر مدت دراز تک لٹکتی رہتی ہے نہ اس سے سوال و جواب ہوتا ہے نہ اس کو زندہ کیا جاتا ہے' اسی طرح چارپائی پر میت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ نہ وہ کسی آنے والے کے سوالوں کے جواب دے رہی ہوتی ہے اور نہ کوئی حرکت کرتی ہے اور جس شخص کو درندے چیر پھاڑ جاتے ہیں اور گدھ وغیرہ اس کی بوٹیوں کو نوچ کر کھا جاتے ہیں اور ان کے اجزاء درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں اور مچھلیوں کے شکموں میں ہضم ہو کر دور دور تک منتشر ہو جاتے ہیں اور ہواؤں کے دوش پر سوار ہو کر دنیا میں بکھر جاتے ہیں (یا جنہیں جلا کر ان کی راکھ ہوا یا سمندر' نہروں میں بہا دی' پہاڑوں' صحراؤں میں بکھیر دی) تو ان اجزاء کا جمع ہونا اور ان سے اعضاء کا مرکب ہونا کیونکر متصور ہوگا' ان متفرق اجزاء سے کیونکر سوال ہوگا؟ اور اس صورت میں دو فرشتوں کا آ کر سوال کرنا کس طرح سے ممکن ہوگا؟ اور جس کی یہ حالت ہو اس کے لیے قبر جہنم کا گڑھا یا جنت کا باغیچہ کیونکر بنتی ہے اور کیسے اس کو دبوچتی ہے؟

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب چار طریقوں سے دیا جاتا ہے۔

**اولاً:** پہلا طریقہ نقل ہے کہ جس طرح ہم پانچ نمازوں پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح ہمارے لیے لازم ہے

کہ ہم عذابِ قبر، فتنۂ قبر، سوال و جواب، قبر کا تنگ یا کشادہ ہونا، جنت کا باغیچہ یا جہنم کا گڑھا بننا وغیرہ پر ایمان لائیں کیونکہ ان چیزوں کی خبر دینے والے بھی وہی ہیں جنہوں نے ہمیں پانچ نمازوں کی خبر دی ہے اور اس میں نقل کے سوا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

ثانیاً: دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جیسا کہ قاضی لسان الامت نے ذکر کیا ہے کہ جو لوگ قبروں میں مدفون ہوتے ہیں جس طرح ان سے سوال ہوتے ہیں اسی طرح ان لوگوں سے بھی سوال ہوتے ہیں جو کسی وجہ سے قبر میں دفن نہ کیے جا سکے اور اللہ تعالیٰ مُردوں پر جاری ہونے والے احوال سے مکلفین پر حجاب ڈالتا رہتا ہے اور وہ ان مردوں کے احوال کو نہیں دیکھ سکتے جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کو حاضرین نہیں دیکھتے جبکہ انبیاء کرام ان کو دیکھتے ہیں اور جو زمین، سولی یا چارپائی پر پڑی لاش کے پاس سوال و جواب کے لیے آنے والے فرشتے کا انکار کرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ انبیاء کرام کے پاس آنے والے جبریل علیہ السلام کا بھی انکار کر دے، اسی طرح انسان جنوں کو بھی نہیں دیکھ پاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیاطین کے بارے میں فرماتا ہے کہ:

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ. (الاعراف:٢٧)

بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔

ثالثاً: تیسرا طریقۂ جواب: بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مصلوب اور سولی زدہ شخص کی طرف اس کی روح کو لوٹا دے اور ہمیں اس کا شعور نہ ہو سکے جس طرح ہم بے ہوش اور اس شخص کو جس پر سکتہ طاری ہو مردہ خیال کر کے دفن کر دیتے ہیں اور ہمیں اس کی حیات کا ادراک اور احساس و شعور نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ واقع میں زندہ ہوتا ہے، اسی طرح جس شخص کے اجزاء بدن متفرق ہوتے ہیں تو قدرت کے لیے کوئی مستبعد نہیں ہے کہ اس کے اجزاء میں حیات پیدا فرما دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے اجزاء کا اور ان کے مکان اور محل و مقام کا علم ہوتا ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اس کی لاش کو آگ میں جلا کر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دینا اور کچھ کو سمندر میں ڈال دینا، اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خشکی کو حکم دیا تو اس نے تمام اجزاء کو جمع کر دیا اور سمندر کو حکم فرمایا تو اس نے اس کے اجزاء جمع کر دیئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ یہ بتا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ وہ شخص کہنے لگا کہ اے اللہ! تیری گرفت سے ڈرتے ہوئے اور تیرے عذاب کے خوف سے میں نے ایسا کرنے کو کہا تھا اور اسی طرح سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ٢٦ میں چار پرندوں کو زندہ کرنے کا واقعہ موجود ہے۔

رابعاً: چوتھا طریقہ امام ابوالمعالی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک پسندیدہ طریقۂ جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ تمام اجزاء بدن سے سوال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ دل اور دیگر تمام اجزاء بدن کا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اجزاء سے روح کو متعلق کر کے ان میں زندگی کی رو پیدا فرما دیتا ہے اور ان تمام اجزاء سے سوال ہوتا ہے اور یہ عقلاً محال نہیں ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس سے زیادہ حیرت انگیز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی صلب سے ذریت کو نکالا اور ان سے اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے اقرار کیا اور گواہی دی

کہ "کیوں نہیں!"۔

## فصل چہارم

اگر یہ سوال کریں کہ تمہارے نزدیک چھوٹے بچوں کا کیا حکم ہے، تو اس کا جواب کیا ہوگا؟ شیخ قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: چھوٹے بچوں کا حکم وہی ہے جو بالغوں کا ہے کیونکہ اس وقت ان کی عقل مکمل کر دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی سعادت و نیک بختی اور منزلت کو پہچان سکیں اور ان کو سوالات کے جوابات بھی بذریعہ الہام بتا دیئے جاتے ہیں، احادیث کے ظاہر کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ ایک حدیث میں آیا کہ بچہ کو بھی قبر بھینچتی ہے جس طرح بڑوں کو بھینچتی اور دبوچتی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بچوں کی نماز جنازہ پڑھاتے اور دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (الحدیث) اے اللہ! تو اس کو عذابِ قبر سے بچانا۔

حالانکہ وہ چھوٹا بچہ ہے اور اس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔

نوٹ: آیا قبر میں بچوں سے بھی سوال ہوگا؟ تو اس مسئلہ کو ابن قیم نے "کتاب الروح" میں ذکر کرتے ہوئے حنابلہ کے دو قول نقل کیے ہیں: پہلا تو یہ ہے کہ سوال ہوگا کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور دعا کی کہ اے اللہ! تو اس کو عذابِ قبر سے بچانا" جیسا کہ ابھی شیخ قرطبی مالکی رحمہ اللہ کا موقف بیان ہوا کہ انہوں نے بھی اس پر یقین ظاہر کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ سوال نہ ہوگا کیونکہ سوال تو اس سے ہوگا جو رسول اللہ ﷺ اور اس کے بھیجنے والے کو سمجھتا ہو تو اس سے پوچھا جائے گا اس نے ان کی اطاعت کی یا نہیں؟ اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ عذابِ قبر سے مراد نہ قبر کا عذاب ہے اور نہ سوال، بلکہ وہ تکلیف ہے جو غم اور حسرت و وحشت کی وجہ سے ہوگی اور یہ بچوں کو بھی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول صحیح اور صواب ہے۔ نسفی نے "بحر الکلام" میں کہا کہ انبیاء اور مؤمنین کے بچوں سے حساب کتاب نہ ہوگا اور نہ ہی منکر نکیر کا سوال ہوگا، شافعیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: زیادہ صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے ان کی قبروں میں سوال نہیں ہوگا اور نہ مؤمنین کے بچوں سے سوال کیا جائے گا۔

## فصل پنجم

قبر کے بارے حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ:

قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(احیاء العلوم ج ١٠ ص ٣٠٣، المقاصد رقم الحدیث: ٥٨٧، مجمع الزوائد ج ٣ ص ٤٦)

اگر یہ سوال کریں کہ یہ حدیث حقیقت پر محمول ہے یا مجاز پر ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ حقیقت پر محمول ہے نہ کہ مجاز پر ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بیان کو بغیر ضرورت کے مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور اس جگہ قبر کو حقیقتاً جنت کا باغیچہ یا جہنم کا گڑھا قرار دینے اور مراد لینے میں کوئی استحالہ نہیں ہے لہٰذا اس حدیث کے حقیقی معنیٰ ہی مراد لینا زیادہ درست ہیں کہ مؤمن کی قبر سبزہ سے بھر جاتی ہے اور اس سے پہلے عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت گزری ہے اس میں انہوں نے صراحت فرمادی ہے کہ مؤمن کی قبر پھول پھلواڑی اور سبزہ سے بھر دی جاتی ہے اور کافر کے حق میں فرمایا کہ ان کے لیے آگ کے دو تخت بچھا دیئے جاتے ہیں۔

اور ہمارے بعض علماء نے اسے مجاز پر محمول کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مؤمن پر سوال کرنے میں تخفیف اور آسانی ہوگی اور وہ سختی وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور اچھی اور خوشگوار زندگی کاٹے گا اور ایسی سہولت وآسانی اور راحت وچین کو جنت اور اس کی نعمتوں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ مؤمن کی قبر جنت کا باغیچہ ہوگی جیسے محاورتاً کہہ دیا کرتے ہیں: وہ تو جنت میں بستا ہے جبکہ کوئی شخص سکھ چین کی زندگی بسر کر رہا ہو تو مؤمن بھی چونکہ آرام وراحت میں ہوگا اور قبر میں خوشگوار زندگی کاٹے گا اور اس کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ حجابات کو ہٹا دے گا اور وہ اپنی قبر میں حدِ نگاہ تک دیکھے گا جیسا کہ حدیث مبارک میں گزرا ہے اور کہا کہ کافر کی قبر کو جو جہنم کا گڑھا کہا ہے تو اس سے مراد ہے قبر کا اس کو بری طرح دبانا، سوالات میں سختی کرنا اور قبر میں دوسری سختیوں اور ہولناکیوں کا ہونا جیسا کہ کافروں پر اس طرح کے خوفناک احوال گزرتے ہیں اور بعض اہلِ کبائر بھی ان ہولناکیوں سے اور خوفناک معاملات سے قبر میں دوچار ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

اور پہلا قول ہی درست ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ جو بیان فرماتے ہیں وہ برحق ہے اور اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں ہے۔

## فصل ششم

ابوعمر نے ''تمہید'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! بے شک رجم حق ہے تم اس کے بارے میں دھوکا میں نہ پڑنا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجم کیا اور ان دونوں کے بعد ہم نے رجم کیا ہے اور عنقریب اس امت سے ایک قوم ایسی ظاہر ہوگی جو رجم کو جھٹلائے گی اور دجال کو جھٹلائے گی اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، عذابِ قبر اور شفاعت کا انکار کرے گی اور اسی طرح سزا کاٹنے کے بعد لوگوں کے دوزخ سے نکالے جانے کی تکذیب کرے گی۔

ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ جھٹلانے والے لوگ قدریہ اور خوارج ہیں اور اسی طرح جو ان دونوں فرقوں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں، آگے پھر ان کے کئی فرقے بن گئے ان میں سے ابوالہذیل اور بشر یہاں تک گئے کہ

دائرہ ایمان سے ہی نکل گئے' انہوں نے قبر کے عذاب کا سرے سے انکار ہی کر دیا' ان کا کہنا ہے کہ عذاب صرف دو بار صور پھونکے جانے کے درمیان کی مدت میں ہوگا اور سوال جواب بھی انہی اوقات میں واقع ہوں گے۔ امام بلخی' جبائی اور ابن جبائی عذابِ قبر کے تو قائل ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف کافروں اور فاسقوں کو ہوتا ہے مؤمنوں کے لیے وہ عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں اور اکثر معتزلہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو منکر نکیر کے نام سے موسوم کرنا جائز نہیں ہے۔ ''منکر'' تو اس آواز کو کہتے ہیں جو جواب کے وقت مردے کے کھنکنے سے پیدا ہوتی ہے اور ''نکیر'' مردے کو فرشتوں کے ڈانٹنے کو کہتے ہیں' صالح نے کہا کہ عذابِ قبر جائز ہے اور وہ مردوں پر جاری ہوتا ہے بغیر اس کے کہ روحوں کو ان کے جسموں میں لوٹایا جائے اور ایسا ممکن ہے کہ جسم میں روح کو لوٹائے بغیر وہ درد والم کو جان لے اور محسوس کر لے' یہ کرامیہ کا مذہب ہے۔

بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیتا ہے اور ان میں درد والم کو پیدا فرماتا ہے لیکن انہیں اس رنج والم کا شعور اور احساس نہیں ہوتا' جب مردے حشر کے دن قبروں سے اٹھیں گے تو پھر وہ اس درد کو محسوس کریں گے' اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ ایک بے ہوش اور نشے والے شخص کو اگر مارا جائے تو وہ بے ہوشی اور نشہ کی حالت میں ان چوٹوں کا درد محسوس نہیں کرتا لیکن جب ہوش میں آتا ہے اور نشہ ہرن ہوتا ہے تو اس وقت درد کا احساس ہوتا ہے۔ باقی معتزلہ مثلاً ضرار بن عمرو' بشر مریسی' یحییٰ بن کامل وغیرھم تو انہوں نے سرے سے عذابِ قبر ہی کا انکار کر دیا' ان منکرین کا کہنا ہے کہ جو شخص مر گیا پھر وہ اپنی قبر میں دوبارہ جی کر اٹھنے تک مرا ہی رہتا ہے' یہ مذکورہ بالا تمام اقوال فاسد ہیں' احادیثِ صحیحہ سے ان اقوال کی تردید ہوتی ہے۔

اور قرآنِ پاک میں عذابِ قبر کے ثبوت پر دلیل موجود ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ. (المؤمن:٤٦) انہیں (قومِ فرعون کو) جہنم کی آگ پر صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے۔

عذابِ قبر کا مزید بیان احادیث مبارکہ کی روشنی میں آئندہ ابواب میں آ رہا ہے' اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق بخشے اور عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین

## منکر نکیر علیہما السلام کا تعارف اور ان کے سوال کرنے کا انداز

اس سے پہلے ترمذی کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ تھا کہ قبر میں سوال کے لیے آنے والے فرشتے سیاہ فام اور نیلی آنکھوں والے ہیں' ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! بتاؤ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم فوت ہو جاؤ گے' تمہاری قوم تمہیں لے کر جائے گی اور جب تمہارے لیے تین ہاتھ ایک بالشت لمبا اور ایک ہاتھ ایک بالشت چوڑا گڑھا کھودیں گے' پھر تمہیں غسل دیں گے' کفن پہنائیں گے' حنوط لگائیں گے' جنازہ اٹھا کر لے جائیں گے اور اس گڑھے میں تمہیں رکھ دیں گے' پھر تمہارے اوپر مٹی ڈال کر واپس گھروں کو چلے جائیں گے اور جب لوگ دفنا کر چلے جائیں گے تو تمہارے پاس فتان القبر منکر نکیر آئیں گے' ان کی

آوازیں کڑک دار بجلی کی مانند ہوں گی اور نگاہیں خیرہ کر دینے والی بجلی کی طرح' اپنے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے ہوئے آئیں گے' انہوں نے ہاتھوں میں لوہے کے لٹھ اٹھا رکھے ہوں گے' وہ لٹھ اتنے بھاری ہوں گے کہ تمام اہلِ زمین اگر مل کر ان کو اٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اگر ہمیں اللہ تعالیٰ ذرہ ذرہ کی شکل میں بکھیر دے تو یہ حق ہے کہ ہمیں متفرق کر دے (لیکن) جب ہم دوبارہ قبروں سے زندہ کر کے اٹھائیں جائیں گے تو کیا ہم اسی حالت پر ہوں گے جس حالت پر دنیا میں تھے (یعنی ایمان وتقویٰ اور عقل وشعور کی حالت پر) فرمایا کہ ہاں' تو انہوں نے عرض کی کہ تب تو میں (بہ حکمِ خدا) ان دونوں (منکر نکیر) کو کافی ہو جاؤں گا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۳۸' الاعتقاد للامام البیھقی ۱۳۵' الشریعہ ص ۳۶۶' البعث ص ۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیثِ اسراء میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ منکر نکیر ہیں جو آدمی کے پاس آتے ہیں جب اسے مرنے کے بعد دفن کر دیتے ہیں اور وہ وہاں اکیلا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے جبریل! میرے لیے ان دونوں کی تعریف بیان کر:

جبریل علیہ السلام نے عرض کی: جی ہاں! میں بیان کرتا ہوں بغیر اس کے کہ ان کے طول وعرض کو ذکر کروں چنانچہ جبریل علیہ السلام نے ان دونوں فرشتوں کی انتہائی ہولناک تصویر کشی کی اور بتایا کہ ان کی آوازوں میں بجلی کی سی کڑک ہے اور ان کی نگاہوں میں خیرہ کر دینے والی بجلی کی سی چمک ہے اور ان کے ناخن جولاہے کے کانٹے دار کوچ کی مانند ہیں' ان کے مونہوں سے اور نتھنوں اور کانوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں' اپنے بالوں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے اور اپنے ناخنوں سے زمین کو کھودتے ہوئے آتے ہیں' ہر ایک اپنے ساتھ لوہے کا لٹھ اٹھائے ہوتا ہے اور وہ لٹھ اتنا وزنی اور بھاری ہوتا ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگ مل کر بھی اس کو نہ اٹھا سکیں' منکر نکیر انسان کے پاس اس وقت آتے ہیں جب لوگ اسے قبر میں دفن کرنے کے بعد اکیلا چھوڑ جاتے ہیں۔ فرشتے بہ حکمِ خداوند قدوس مردے کے جسم میں روح کو منسلک کر کے اسے بٹھاتے ہیں' پھر اس کو سخت ڈانٹ پلاتے ہیں اور ان کی جھڑکیوں سے مردے کی ہڈیاں تڑاک تڑاک کرتی ہیں اور اس کا انگ انگ اور ہر جوڑ بند ہل کر رہ جاتا ہے اور وہ غش کھا کر گر جاتا ہے' فرشتے پھر اس کو اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: سنبھل' بدحال نہ ہو' عقل سے کام لے اور اپنا مقام پہچان! اور یہ کہہ کر دوبارہ ڈانٹتے ہیں۔

اور گویا کہتے ہیں کہ اے شخص! تیری دنیا پیچھے رہ گئی ہے اور اب تو برزخ اور آخرت میں پہنچ گیا ہے پس تو ہمیں یہ بتا تیرا رب کون ہے اور تیرا نبی کون ہیں؟ پس اگر تو وہ مؤمن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو حجت کی تلقین فرما دیتا ہے اور وہ بتوفیق الٰہی جواب دیتا ہے کہ ''اللہ ربی' و نبیی محمد' ودینی الاسلام'' اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور میرا دین اسلام ہے۔

فرشتے پھر اس کو سخت طریقے سے ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کے جوڑ جدا جدا اور اس کی رگیں اور پٹھے تار تار ہو جاتے ہیں اور فرشتے اس سے کہتے ہیں: اے شخص! غور سے بتا تو کیا کہہ رہا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ

اسے کلمۂ طیبہ پر آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے جس طرح دنیا میں اسے ثابت قدمی عطا فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ اسے امن عطا فرما کر اس سے گھبراہٹ کو دور فرما دیتا ہے اور اب وہ ان فرشتوں سے خائف نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن پر یہ کرم فرماتا ہے تو اس وقت وہ ان فرشتوں سے مانوس ہو جاتا ہے اور مخاصمانہ انداز سے ان کے ساتھ لڑتے ہوئے کہتا ہے کہ اچھا تم مجھے اس لیے ڈراوے دے رہے تھے اور دھمکیاں دیتے تھے تا کہ میں اپنے رب کے بارے کسی شک اور تردد میں مبتلا ہو جاؤں اور تمہارا ارادہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا ولی اور مددگار بنالوں گا؟ (سن لو) میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور وہی میرا اور تم دونوں کا بھی مالک اور پروردگار ہے اور ساری کائنات کا وہی رب ہے' میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں اور میرا دین اسلام ہے۔

فرشتے پھر اس کو جھڑکتے ہوئے سوال پوچھتے ہیں اور وہ جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ''میرا رب تمام آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والا ہے اور میں صرف اسی کی عبادت کرنے والا تھا اور میں نے اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرایا ہے اور نہ ہی میں نے ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنایا' کیا تم چاہتے تھے کہ میں ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اس کی معرفت سے پھر جاؤں گا؟ ہاں تو سن لو! (میرا) وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ تین بار ان فرشتوں کو یہ جواب دے لے گا تو فرشتے اس کے لیے بچھے جائیں گے اور متواضعانہ رویہ اختیار کر لیں گے حتیٰ کہ بندہ ان سے ایسے مانوس ہو جائے گا جس طرح وہ دنیا میں اپنے عزیزوں اور محبت کرنے والے دوستوں سے مانوس ہوتا تھا اور فرشتے اس کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے اور کہیں گے: تو نے سچ کہا اور تو بری ہو چکا ہے' اللہ تجھے آگے بھی ثابت قدم رکھے اور تیری آنکھیں ٹھنڈی فرمائے' تجھے جنت کی اور اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کی خوشخبری ہو' پھر اس کے دونوں جانب سے قبر کو اتنا اتنا دور تک کھول اور ہٹا دیا جائے گا اور وہ حدِ نگاہ تک وسیع ہو جائے گی' جنت کی طرف سے اس کے لیے ایک دروازہ کھول دیں گے جس سے قبر میں ٹھنڈی تازہ ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہیں گی تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت بخشی کی پہچان ہو سکے اور جب بندہ یہ چیزیں دیکھے گا تو اسے یقین ہو جائے گا کہ وہ کامیاب اور سرخرو ہو چکا ہے۔

پس اس پر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر بجالائے گا' پھر فرشتے اس کے لیے جنت سے لایا ہوا ''استبرق'' کا فرش اور قالین اس کے لیے بچھا دیتے ہیں اور اس کے سرہانے اور پاؤں کی طرف ایک ایک چراغ روشن کر کے رکھ دیتے ہیں جس سے قبر جگمگانے لگتی ہے' اس کے بعد ایک عجیب ٹھنڈی ٹھار بھینی بھینی خوشبو والی ہوا چلے گی' جب بندہ اسے سونگھے گا تو اس پر اونگھ طاری ہو جائے گی جس کے ساتھ ہی نیند اسے اپنی آغوش میں لے لے گی اور فرشتے کہیں گے: تو نین سکھ اور خنک چشمی کے ساتھ دلہن کی طرح سو جا اب تجھ پر کوئی خوف طاری ہو گا نہ ڈر۔

پھر فرشتے (اللہ کے حکم سے) بندے کے نیک عمل کو ایک نہایت خوبصورت شکل میں اس کے سامنے پیش کریں گے جو خوشبو میں بسا ہوا ہو گا' وہ عمل صالح میت کے سرہانے آ کر ٹھہرے گا اور فرشتے کہیں گے: یہ تیرا (نیک) عمل اور اچھا کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انتہائی خوبصورت شکل میں متشکل کر کے اور خوشبو میں معطر کر کے

تیرے پاس بھیجا ہے تا کہ تو اس سے قبر میں مانوس رہے اور تنہائی اور وحشت محسوس نہ کرے اور یہ تجھ سے کیڑوں' مکوڑوں ہر تکلیف دہ جانور کو دور کرے گا اور تجھے قبر میں رسوا ہونے دے گا اور نہ قیامت کے تمام مراحل میں حتیٰ کہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں چلا جائے' نیک بختا! سو جا! اور تجھے آئندہ خوبصورت گھر کی مبارک ہو! پھر دونوں فرشتے میّت کو سلام کہہ کر پرواز کر جاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے کافر کا ذکر فرمایا اور قبر میں اس کے ساتھ جو توہین آمیز سلوک ہوتا ہے اور جن دردناک اور کٹھن مرحلوں سے اسے دوچار ہونا ہوتا ہے ان تمام تفصیلات کو بیان کیا اور آپ کے لیے وہی کافی ہے جو پہلے بارہا گزر چکا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی اسناد میں اگرچہ کلام ہے کیونکہ یہ بطریق ''عمرو بن سلیمان عن الضحاک بن مزاحم'' مروی ہے تاہم اس کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ (متن میں کوئی کلام نہیں ہے) یہ بڑی تفصیل کے ساتھ احوالِ قبر پر مشتمل ہے اور ہر بات کو پوری وضاحت کے ساتھ کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

## فصل

### حدیث کے الفاظ ''أتاک فتانا القبر منکر ونکیر'' کی تشریح

حکیم ابو عبداللہ ترمذی نے کہا کہ سوال کرنے والے فرشتوں کو فتانِ قبر اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے سوال میں جھڑکیاں پائی جاتی ہیں اور ان کے اخلاق و سیرت میں کچھ کرختگی ہے اور انہیں ''منکر نکیر'' اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی شکل و صورت انسانوں سے ملتی جلتی نہیں اور نہ ہی فرشتوں' چوپایوں اور حشرات الارض میں سے کسی کی شکل پر ہیں اور نہ کسی پرندے کی صورت رکھتے ہیں بلکہ ان کی صورت کچھ عجیب ہی ہے' دیکھنے والوں کے لیے چونکہ یہ اجنبی' بیگانے اور اوپرے سے ہوتے ہیں اسی اجنبیت اور ناآشنائیت کی وجہ سے انہیں منکر نکیر کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤمن کے لیے باعث عزت و احترام اور وجہ بصیرت بنایا ہے کہ مؤمن کے لیے معین و مددگار ثابت ہوتے ہیں جبکہ منافق کے لیے یہ برزخ میں پردہ دری کا باعث ہوگا اور یہ سب کچھ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے سے پہلے ہوگا یہاں تک کہ اس منافق پر عذاب نازل ہو۔

## فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ دو فرشتے ایک دن بلکہ ایک ساعت میں ان تمام مردوں سے کیسے خطاب کر سکتے ہیں جو دنیا میں مختلف اور متفرق مقامات پر مدفون ہوتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا جثہ اس قدر عظیم ہوگا کہ وہ ایک جہت میں ایک ہی وقت کثیر مخلوق سے مخاطب ہوں گے' تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ یہ خطاب خاص طور پر مجھ سے ہی ہے اور اللہ تعالیٰ مُردوں میں سے ہر مُردے کو

دوسرے مردے کا جواب سننے سے مانع اور رکاوٹ پیدا فرما دے گا اور ہر مردہ ان دونوں فرشتوں کا خطاب تو سن لے گا لیکن ایک دوسرے کے جوابات نہیں سن سکیں گے اگرچہ ایک ہی قبر میں ہوں اور یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جن اور انسان کے سوا تمام جاندار اس کی آواز کو سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس چیز پر قادر ہے کہ وہ ایک بات کسی کو تو سنا دے لیکن کسی دوسرے کو نہ سننے دے۔

نوٹ: یہ بھی ممکن ہے کہ قبر میں سوال کرنے والے صرف دو فرشتے نہ ہوں بلکہ منکر نکیر فرشتوں کی ایک جماعت کا نام ہو جس کے متعدد افراد ہوں اور ہر قبر میں الگ الگ فرشتے آ کر سوال کریں جیسے ہر انسان کے ساتھ الگ الگ اس کے اعمال لکھنے والے دو فرشتے مقرر ہیں جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ (مترجم)

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ بندے کے اچھے برے اعمال اچھی بری شکل میں متشکل ہو کر آتے ہیں اور وہی سوال کرتے ہیں تو اس پر اشکال یہ وارد ہوگا کہ اعمال تو اعراض ہیں ان کا اشخاص اور جواہر میں انقلاب (بدل جانا) کیسے جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جزائے اعمال سے اللہ تعالیٰ اچھے اور برے اشخاص تخلیق فرما دیتا ہے' یہ نہیں ہے کہ وہ عرض خود جوہر بن جاتا ہے۔اس کی مثال یوں خیال فرمائیں جیسے حدیث میں ثابت ہے کہ موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور پل صراط (جنت و دوزخ کے درمیان) کے اوپر اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔اب یہ تو محال ہے کہ خود موت ہی مینڈھا بن جائے کیونکہ موت ایک عرض اور صفت ہے جس کا جوہر اور جسم میں تبدیل اور منقلب ہونا ناممکن ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک فرد کو پیدا فرمائے گا اور اس کا نام موت رکھا جائے گا اور اس موت نامی شخص اور فرد کو جنت اور دوزخ کے وسط میں ذبح کر ڈالیں گے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:۴۷۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۴۹)

یہ ضابطہ ملحوظ رہنا چاہیے اور جہاں کہیں بھی اس نوعیت کا اشکال پیدا ہو اس کا جواب اسی ضابطہ کی روشنی میں دے دیا جائے' اس کا مزید بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے۔

## مؤمن کی قبر میں کتنی وسعت کی جاتی ہے؟

مؤمنین کے اعمال کے مطابق ان کی قبروں میں وسعت اور کشادگی پیدا کی جاتی ہے اور یہ وسعت کس قدر ہوتی ہے اس سلسلے میں احادیث اور آثار مختلف ہیں۔ ''صحیح بخاری'' اور ''مسلم'' کی حدیث میں آیا کہ:

**انه یفسح له سبعون ذراعا.** مؤمن کی قبر کو اس کے لیے ستر ہاتھ وسیع کر دیا جاتا ہے۔

اور ''ترمذی'' میں ہے کہ:

**سبعون ذراعاً فی سبعین ذراعاً.** قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کر دی جاتی ہے۔

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''مد البصر'' مؤمن کی قبر حدّ نگاہ تک وسیع کر دی جاتی ہے۔

اور علی بن معبد نے معاذہ سے روایت کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ

عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ کیا آپ ہمیں ہمارے فوت ہونے والوں کے بارے میں کچھ ارشاد نہیں فرمائیں گی کہ مُردوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ مؤمن ہے تو اس کی قبر چالیس ہاتھ بڑھادی جاتی ہے۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ معاملہ ضغطۂ قبر اور سوال کے بعد ہوگا اور کافر کی قبر مسلسل تنگ ہی رہے گی۔ **فنسأل الله العفو والعافية في الدنيا والآخرة** (پس ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ آمین!)۔

## ایک گورکن کا بیان

شیخ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: مجھے ایک عالم نے بتایا کہ مصر کے مضافات میں ایک شخص قبریں کھودا کرتا تھا' اس نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ میں نے تین قبریں کھودیں اور فارغ ہو کر ستانے کے لیے لیٹ گیا۔ اتفاق سے آنکھ لگ گئی' خواب میں دیکھتا ہوں کہ آسمان سے دو فرشتے اترتے ہیں اور ان تینوں قبروں میں سے ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر آپس میں ایک فرشتہ دوسرے سے کہتا ہے کہ اس کا رقبہ تین میل لمبا اور تین میل چوڑا لکھ لو' پھر دوسری قبر کے پاس جا کر کہتا ہے کہ اس کا رقبہ ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا لکھ لو' پھر تیسری قبر کے پاس جا کر کہتا ہے کہ اس کا فتر اَنی فتر لکھ لو' کہتا ہے کہ پھر میری آنکھ کھل گئی' اتنے میں ایک غیر معروف پردیسی آدمی کا جنازہ آیا جسے پہلی قبر میں دفن ہونا نصیب ہوا' پھر ایک دوسرا جنازہ آیا جو دوسری قبر میں دفن کیا گیا' پھر شہر سے ایک مشہور و مالدار عورت کا جنازہ آیا جس کے ساتھ شہر کے ہر طبقہ کا آدمی شریک جنازہ ہوا تھا اور جنازے کے ساتھ لوگوں کا کثیر ہجوم تھا اس امیر عورت کو تیسری قبر ملی۔

نوٹ: ''فتر'' انگشتِ شہادت اور انگوٹھے کے درمیان کے فاصلہ کو ''فتر'' کہتے ہیں' ہم قبر کے عذاب اور اس کی تنگی سے اللہ تعالیٰ رحیم و کریم اور ستار و غفار کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (آمین!)

# ۱۵-عذابِ قبر کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا. (طٰہٰ:۱۲۴)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔

ابوسعید خدری اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں نے تنگ زندگانی کی تفسیر عذابِ قبر سے کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: '' وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ '' (الطور:۴۷) کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس عذاب سے مراد عذابِ قبر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے قول '' فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ '' (الطور:۴۵) کے بعد ذکر فرمایا ہے اور یہ دن دنیا کے ایام میں آخری دن ہے لہٰذا یہ دلیل ہے کہ وہ جس عذاب میں مبتلا ہیں وہ قبر کا عذاب ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ مگر ان میں اکثر کو علم نہیں (کیونکہ وہ غیب ہے) ۝

(الانفال: ۳۴)

اور فرمایا:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ اور فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آ گھیرا ۝ آگ (کے عذاب) جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔

(المؤمن: ۴۵-۴۶)

اور اللہ تعالیٰ کے قول ''كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝'' (التکاثر: ۳) ''ہاں! ہاں! جلد جان جاؤ گے ۝'' کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی قبر میں تم پر جو عذاب نازل ہوگا (اس کو جان جاؤ گے) ''ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝'' (التکاثر: ۴) ''پھر ہاں! ہاں! جلد جان جاؤ گے ۝''۔ ''یعنی اس عذاب کو جو آخرت میں تم پر نازل ہوگا پس پہلا عذاب' قبر میں ہوگا اور دوسرا آخرت میں'' آیت کا مکرر لانا دو حالتوں کو بیان کرنے کے لیے ہے۔

## احادیث سے عذابِ قبر پر دلائل

حضرت زر بن جیش نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا' انہوں نے فرمایا کہ ہم عذاب قبر کے بارے میں تردد کرتے تھے حتیٰ کہ یہ سورۃ نازل ہوئی: ''اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝'' (التکاثر: ۱-۳) یعنی قبروں میں' اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کافر پر اس کی قبر اس قدر تنگ ہوگی کہ اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جائیں گی اور ''معیشت ضنک'' یعنی تنگ زندگانی سے بھی یہی عذابِ قبر مراد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو پتہ ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ معلوم ہے تنگ زندگانی کیا ہے؟ تو صحابہ کرام نے عرض کی (اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جاننے والے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کافر کے عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی' قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کافر پر اس کی قبر میں ننانوے تنین مسلط کر دیے جاتے ہیں (اور فرمایا:) جانتے ہو ''تنین'' کیا ہے؟ ننانوے سانپ ہیں اور ہر سانپ کے نو سر ہیں یہ ننانوے سانپ (کافر کے) جسم میں قیامت تک پھنکارتے رہیں گے اور اسے ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے اور قیامت کے دن اسے اندھا قبر سے اٹھایا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۳۱۷' ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۲۲' تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۲۲۸' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۵' تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۳۹۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر پر اس کی قبر میں ننانوے (۹۹) سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک نوچتے اور ڈستے رہیں گے' اگر ان میں سے ایک سانپ زمین پر پھونک مار دے تو زمین کبھی سبزہ نہ اگائے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۸' صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۴۹)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ پھر حکم دیا جاتا ہے کہ کافر پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جائے چنانچہ کافر کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے' پھر بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح سانپ اس کی قبر میں بھیج دیئے جاتے ہیں جو اس کے گوشت کو ہڈیوں سے چھڑا کر کھاتے رہتے ہیں اور اس کی طرف بہرے اور اندھے فرشتے بھیج دیئے جاتے ہیں جو گرزوں سے اس کی پٹائی کرتے ہیں (پہلے بھی یہ حدیث مفصل طور پر گزر چکی ہے)۔

# فصل

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث موقوف ہے جس میں بیان ہوا کہ کافر پر بختی اونٹ کی گردن ایسے سانپ مسلط کر دیئے جاتے ہیں' اس حدیثِ مرفوع کے معارض نہیں ہے جس میں کافر پر اندھے' بہرے فرشتوں کے مسلط کیے جانے کا ذکر ہے کیونکہ کفار کے احوال مختلف ہیں' کسی کو ایک سزا ملتی ہے اور کسی کو ساری سزائیں اکٹھی ملتی ہیں۔ اسی طرح اس حدیث کے کہ اندھے' بہرے فرشتے گرز سے اس کی پٹائی کرتے ہیں اور اس حدیث کے کہ سانپ اس کا گوشت نوچتے ہیں ان دونوں حدیثوں کے درمیان بھی تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ وقت وقت کی بات ہے کبھی یہ عذاب ہوتا ہے اور کبھی وہ عذاب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۝

یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں ۝ پھیرے کریں گے اس میں اور انتہاء کے کھولتے پانی میں ۝

(الرحمٰن: ۴۳-۴۴)

پس کبھی زقوم (تھوہر) کا پھل کھائیں گے اور کبھی گرم کھولتا ہوا پانی پئیں گے' کبھی آگ پر پیش کیے جائیں گے کبھی سخت ٹھنڈ اور برف پر۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے رحم و کرم سے عذابِ قبر اور عذابِ نار سے اپنی پناہ میں رکھے۔) اور کسی کافر کے لیے قبر میں آگ کے دو تخت بچھا دیئے جائیں گے اور کسی سے کہا جائے گا کہ تو سو جا جس طرح منہوس یعنی سانپ کا ڈسا ہوا شخص سوتا ہے۔

جیسا کہ علی بن معبد نے ابو حازم کے طریق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میت کو دفن کر دیتے ہیں تو اس کے پاس اس کے رب کی طرف سے ایک آنے والا آتا ہے اور میت سے دریافت کرتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ اگر تو وہ اہل تثبیت میں سے ہوتا ہے تو ثابت قدم رہتا ہے اور جواب میں کہتا ہے: اللہ تعالیٰ میرا رب ہے' پھر وہ دوسرا سوال کرتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: اسلام' پھر وہ سوال کرتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ تو مردہ جواب دیتا ہے کہ محمد ﷺ اور وہ خوشخبری دیکھ کر کھل اٹھتا ہے اور کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے گھر والوں کو خوشی کی خبر سناؤں تو اس کو کہا جاتا ہے: سو جا تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ بے شک تیرے بھائی بعد میں (فوت ہونے کے بعد) تجھ سے مل جائیں گے اور اگر اہل حق اور اہل تثبیت میں سے نہیں ہوتا تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ''ھاہ'' پھر ہتھوڑے سے اس کو مارا جاتا ہے' اس کی آواز

سوائے جن اور انسان کے ساری مخلوق سنتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: سو جا جس طرح مارگزیدہ سوتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۳۲' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۰۳' نسائی ج ۴ ص ۹۷' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۱۵-۴۷۲۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶-۲۳۳' ابن حبان ج ۵ ص ۴۹' البیہقی ج ۴ ص ۸۰' الشریعہ ص ۳۶۵' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۸۶۳)

## لفظ ''منہوس'' کی لغوی تحقیق

اہل لغت نے کہا: ''منہوس'' افعی گزیدہ اور سانپ کے ڈسے ہوئے کو کہتے ہیں' کسی شاعر نے رجزیہ اشعار میں کہا:

وذات قرنین طحون الضرس　　　تنهس لو تمكنت من نهس

تدير عينًا كشهاب القبس

''مارگزیدہ شخص کبھی تو شدت الم کی وجہ سے جاگ اٹھتا ہے اور کبھی بے ہوش آدمی کی طرح سو جاتا ہے''۔

نابغہ ذبیانی کہتا ہے:

فبت كأني ساورتني ضئيلة　　　من الرقش في أنيابها السم ناقع

''میں نے رات اس حال میں گزاری کہ گویا' سیاہ وسفید نقطوں والے' پتلے سانپ نے کہ جس کے دانتوں میں زہر جمع ہے مجھے ڈس لیا ہو''۔

تسهد من ليل التمام سليمها　　　كحلي النساء في يديه قعاقع

''سانپ کا ڈسا ہوا شخص شب بھر نیند نہ آنے کی وجہ سے اس طرح دانت پیٹتا رہتا ہے' ان کی کڑکڑاہٹ یوں سنائی دیتی ہے جیسے عورت کے زیور کی گرجدار آواز اور جھنکار ہوتی ہے''۔

يبادرها الراقون من سوء سمها　　　تطلقه طورًا و طورًا تراجع

''جھاڑ پھونک اور دم کرنے والے اس کو خطرناک زہر سے بچانے کے لیے جلدی اور تیزی کے ساتھ کبھی ادھر پلٹاتے ہیں کبھی ادھر''۔

## کافر کے لیے اس کی قبر میں عذاب کا بیان

حافظ وائلی نے اپنی کتاب ''الابانة'' میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بدر کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص گڑھے سے نکلا جس کی گردن میں زنجیر تھی جس کو ایک طرف سے ایک سیاہ شخص نے پکڑ رکھا تھا' اس نے مجھے پکار کر کہا کہ اے عبداللہ! مجھے پانی پلاؤ! اب مجھے معلوم نہیں کہ اس نے میرا نام لے کر آواز دی یا عرب کے طریقہ پر یا عبداللہ (یعنی اے اللہ کے بندے!) کہہ کر پکارا' اس سیاہ فام شخص نے مجھ سے کہا کہ اے عبداللہ! تم اس کو پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے' پھر اس نے کافر کو اپنی طرف کھینچا اور اسے لے کر زمین میں داخل ہو گیا۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن

ابوجہل ابن ہشام تھا اور یہ اس کا عذاب ہے قیامت تک۔

## عذابِ قبر کن چیزوں سے ہوتا ہے؟

گناہوں کے مختلف ہونے کے لحاظ سے گنہگاروں کے (عذاب اور سزا میں) احوال مختلف ہیں۔

## عذاب کے اسباب کا بیان

ابن ابی شیبہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: عذاب قبر عموماً پیشاب سے (پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے) ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۸، الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۶۔۳۸۸، المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۴، البیہقی ج ۲ ص ۴۱۲، الشریعہ رقم الحدیث: ۳۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں سے گزر ہوا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں ہو رہا کہ جس سے بچنا کوئی بڑا مشکل ہو، ان میں ایک چغل خور تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا، پھر آپ نے ایک سبز شاخ منگائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر، پھر فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی امید ہے ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۲۲، صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۰۰، نسائی ج ۴ ص ۱۰۶، ترمذی رقم الحدیث: ۷۰، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷۔۳۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵۔ ج ۵ ص ۳۵، ابن حبان ج ۵ ص ۵۲، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۵۳، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۵، البیہقی ج ۱ ص ۱۰۴، ج ۲ ص ۴۱۲)

امام مسلم سے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت معمولی تغیر کے ساتھ منقول ہے، اسی طرح ابوداؤد، ہناد بن سری اور امام بخاری سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۲۲، صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۰۰، نسائی ج ۴ ص ۱۰۶، ترمذی رقم الحدیث: ۷۰، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷۔۳۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ ج ۵ ص ۳۵، ابن حبان ج ۵ ص ۵۲، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۵۳، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۵، البیہقی ج ۱ ص ۱۰۴، ج ۲ ص ۴۱۲)

نوٹ: اس حدیث میں جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے تو آپ علیہ السلام نے یہ ظاہر فرما دیا کہ میں اگرچہ بہ ظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نگاہ سے اوجھل نہیں ہوتے (کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے) اور جب یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک چغل خور اور دوسرا پیشاب میں بے احتیاطی کرنے والا تھا تو یہ ظاہر فرما دیا کہ صرف ان کے عذاب ہی کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں یا یہ ظاہر فرما دیا کہ یہ بات نہیں ہے کہ میں صرف ان کے موجودہ حال کو جانتا ہوں بلکہ ان کے موجودہ اور گزرے ہوئے دونوں احوال کو جانتا ہوں اور جب ایک شاخ توڑ کر اس کے ٹکڑے کر کے ان کی قبروں پر رکھ دیئے اور فرمایا: اب ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا بلکہ اس کو دور کرنا بھی جانتا ہوں اور حال، ماضی کے علاوہ مستقبل کا بھی علم رکھتا ہوں کہ آئندہ ان کے عذاب میں ایک خاص مدت تک تخفیف رہے گی۔

غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ درحقیقت اس حدیث شریف میں حضور ﷺ نے

یہ بتلا دیا کہ اے میرے غلامو! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا تو عالم برزخ میں جا کر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہوسکتا ہوں اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں تو قبر میں جا کر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔ (مترجم)

ابوداؤد طیالسی نے ابوبکرہ سے روایت کی وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میرا ایک ساتھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ ہم دونوں کے درمیان میں تھے راستے میں دو قبریں آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان قبروں والوں کو اس وقت ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے تم دونوں میں سے کون شخص اس سامنے والی کھجور سے ایک سبز شاخ توڑ کر میرے پاس لائے گا؟ ہم دونوں ساتھیوں نے دوڑ لگائی اور میں اپنے ساتھی سے پہلے کھجور کی شاخ توڑ کر نبی پاک ﷺ کے پاس حاضر ہوگیا آپ ﷺ نے اس شاخ کو اوپر کی طرف سے چیر کر دو حصوں میں تقسیم فرما دیا اور دونوں قبروں پر آدھی آدھی شاخ رکھ دی اور فرمایا: جب تک ان شاخوں میں ذرا بھی تازگی اور تری باقی رہے گی ان قبر والوں پر عذاب ہلکا رہے گا' ان دونوں شخصوں کو غیبت کرنے اور پیشاب (سے پرہیز نہ کرنے) کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

## عذاب میں تخفیف' محض سبز شاخ سے ہوئی یا شفاعت مصطفیٰ ﷺ سے؟

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ یہ دونوں حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ عذاب میں تخفیف محض اس سبز ٹہنی کی وجہ سے ہوئی' اس میں کسی اور بات کا اضافہ نہیں ہے جبکہ امام مسلم کی طویل روایت میں جو حضرت جابر سے مروی ہے اس کے آخر میں یہ ہے:

قال انی مررت بقبرین یعذبان فاجبت بشفاعتی أن یرفه عنهما ما دام الغصنان رطبین.

حضور ﷺ نے فرمایا: میں دو قبروں کے پاس سے گزرا' میں نے دیکھا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے تو میں نے پسند کیا کہ اپنی شفاعت کے ذریعے ان دونوں شخصوں سے عذاب کو دور کر دوں جب تک کہ یہ دونوں شاخیں تر رہیں۔

اس حدیث میں سبز شاخ کے علاوہ حضور ﷺ کی شفاعت کا بھی ذکر ہے۔

شیخ فرماتے ہیں: میرے لیے جو بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں' ایک واقعہ نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث کی تحقیق کرنے والوں نے کہا ہے' علاوہ ازیں حدیث کا اسلوب اور سیاق و سباق بھی دلالت کرتا ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں کیونکہ ابن عباس اور ابوبکرہ دونوں کی روایت میں ایک ٹہنی کا ذکر ہے جس کو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے چیر کر دو حصوں میں تقسیم فرمایا اور خود اپنے دستِ اقدس سے ہر ایک کی قبر پر نصف نصف لگا دیا اور حدیث جابر ان دونوں کے برعکس ہے اور اس میں عذاب کے سبب کا بھی ذکر نہیں ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں۔

امام مسلم کے حوالہ سے حدیث جابر کا جو حصہ مؤلفِ تذکرہ نے نقل کیا' یہ ہے:

امام مسلم سے مروی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ میرے پاس

پہنچے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جابر! کیا تم نے میرے کھڑا ہونے کی جگہ کو دیکھ لیا ہے ناں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ان دو درختوں کی طرف چلے جاؤ اور ہر ایک درخت سے ایک ایک شاخ کاٹ کر لے آؤ حتیٰ کہ جب تم اس مقام پر آجاؤ جہاں میں اس وقت کھڑا ہوں تو ایک ٹہنی اپنی دائیں طرف اور ایک ٹہنی اپنی بائیں طرف گاڑ دینا' حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں اُٹھا اور ایک پتھر لیا' پھر اس کو توڑ کر اس کا کنارا تیز کیا' جب وہ دھاری دار ہوگیا تو میں لے کر ان درختوں کے پاس آیا اور میں نے ان دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ کاٹ لی اور ان کو کھینچ کر لے آیا حتیٰ کہ جب میں آ کر رسول اللہ ﷺ کے کھڑے ہونے کے مقام پر کھڑا ہوگیا تو میں نے (آپ کے ارشاد کے مطابق) ایک شاخ کو اپنی دائیں طرف اور دوسری کو اپنی بائیں طرف گاڑ دیا اور پھر میں رسول اللہ ﷺ سے آ کر مل گیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا میں نے کر دیا ہے تو پھر اس موقع پر آپ نے فرمایا:

اِنِّیْ مَرَرْتُ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانِ فَاَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِیْ ان یرفه عَنْهُمَا مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَیْنِ.

میں ان دو قبروں کے پاس سے گزرا تو ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا تھا پس میں نے پسند کیا کہ اپنی شفاعت سے ان دونوں سے عذاب دور کر دوں اور ان کو آرام پہنچاؤں جب تک یہ دونوں شاخیں تر رہیں۔

ابوداؤ طیالسی نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے معاملے میں نہیں' ان میں ایک تو لوگوں کا گوشت کھاتا تھا یعنی لوگوں کی غیبت کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا' پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگائی اور اسے لے کر دو ٹکڑوں میں چیر ڈالا اور ہر قبر پر آدھی آدھی رکھ دی اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں' اللہ ان کے عذاب میں کمی فرمائے۔

ضروری بات: (ا) رسول اللہ ﷺ کا شاید فرمانا بھی یقین کے درجہ میں ہوتا ہے۔ (مترجم)

## جن کو عذاب ہو رہا تھا وہ کافر تھے یا مؤمن؟

شیخ فرماتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ دونوں کافر تھے اور آپ ﷺ کے ارشاد ''انهما لیعذبان فی غیر کبیر'' کہ ''وہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہیں ہیں'' کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ غیبت و چغل خوری یا پیشاب سے پرہیز نہ کرنا کفر اور شرک کے مقابلہ میں چھوٹے گناہ ہیں یعنی کفر و شرک کی نسبت فرمایا کہ وہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیئے جا رہے ورنہ فی نفسہ تو یہ بڑے گناہ ہیں۔

اور اگر وہ مؤمن ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ حضور ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ کسی بڑے معاملہ یعنی کفر کی وجہ سے تو عذاب میں مبتلا نہیں ہیں' کفر سے تو کمتر معاملہ ہے لیکن وہ توبہ کر کے فوت نہیں ہوئے اس لیے ان کو ان گناہوں کی وجہ سے بھی عذابِ قبر ہو رہا ہے۔

اور اگر کافر ہیں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ ان کو تمام گناہوں' کفر اور تکذیب کے عذاب کے علاوہ مزید عذاب

ان دو گناہوں (غیبت وغیرہ) کی وجہ سے بھی ہو رہا ہے' کافر ہونے کی صورت میں صورت مسئلہ زیادہ روشن ہے۔ (واللہ اعلم)

اور اگر وہ مؤمن ہوں تو اس کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ شاید اس دن وہ مسلمان نئے نئے دفن کیے گئے ہوں اس لیے ان کو تازہ تازہ عذاب ہو رہا ہو (یہ توجیہ ابن برجان نے ارشاد الھادی میں ذکر کی ہے) میں کہتا ہوں کہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ وہ دونوں مؤمن تھے اور احادیث کا ظاہر بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

امام طحاوی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک بندے کے لیے حکم ہوا کہ اس کو قبر میں بطور سزا سو کوڑے مارے جائیں' وہ بندہ رب سے مسلسل دعا اور درخواست کرتا رہا یہاں تک کہ ایک کوڑا رہ گیا اور اس کی قبر کو آگ سے بھر دیا گیا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ عذاب اٹھا لیا اور بندہ کو ہوش آیا تو پوچھنے لگا: اے فرشتو! تم نے مجھے کس جرم کی پاداش میں کوڑے لگائے ہیں تو جواب ملا کہ تو نے بغیر طہارت کے ایک نماز پڑھی تھی اور تو ایک مظلوم شخص کے پاس سے اس کی مدد کیے بغیر گزر گیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۵۲' مشکل الآثار ج ۴ ص ۲۳۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کو دفن کے بعد شروع شروع میں کسی گناہ کی وجہ سے زیادہ عذاب ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ کم یا سرے سے ختم ہو جاتا ہے' اوپر والی توجیہ کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سمرہ بن جندب سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب نمازِ (فجر) سے فارغ ہوتے تو (بسا اوقات) ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے: ''آج رات تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟ سمرہ بن جندب کہتے ہیں: ''اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کر دیتا اور آپ ﷺ فرماتے: ''ماشاء اللہ'' پس ایک دن آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے'؟ ہم نے عرض کیا: ''نہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن میں نے آج رات دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ارض مقدسہ میں لے گئے (ہم نے دیکھا کہ) ایک مرد بیٹھا ہے اور ایک مرد کھڑا ہے اور اس نے ہاتھ میں لوہے کا زنبور (یا چمٹا) پکڑا ہوا ہے' وہ اس کی باچھوں میں داخل کر کے اس کی گدی تک لے جاتا ہے' پھر دوسری طرف اسی طرح کرتا ہے' ابھی وہ ایک باچھ کو کھینچ رہا ہوتا ہے کہ دوسری پھر اپنی حالت پر ہو جاتی ہے اور وہ اسی طرح اپنے کام میں لگا ہوا تھا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے۔ چنانچہ ہم وہاں سے چل کر ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور اس کے سرہانے ایک شخص پتھر اٹھائے کھڑا ہے اور لگاتار پتھر سے اس کا سر کچل رہا ہے اور ہر بار سر کچلے جانے کے بعد پھر ٹھیک ہو جاتا ہے اور اس کی سرکوبی مسلسل جاری ہے' میں نے کہا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے۔ ہم چلے اور ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی مثل اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہے' اس کے نیچے آگ جل رہی تھی اس کے اندر ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں' جب آگ کے شعلے ان کی طرف لپکتے اور قریب آتے ہیں تو وہ اوپر کو دوڑتے اور جب باہر نکلنے کے قریب ہوتے تو آگ بجھ جاتی اور وہ پھر اس تنور نما سوراخ میں لوٹ جاتے' میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: آگے چلیے۔ ہم آگے چل کر ایک

نہر پر پہنچے جو خون کی نہر تھی اس میں ایک مرد کھڑا ہے اور ایک شخص اس نہر کے کنارے کھڑا ہے اور اس کے سامنے پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے جب بھی وہ شخص جو نہر میں تھا کنارے کی طرف بڑھتا اور باہر نکلنے کی کوشش کرتا تو کنارے پر کھڑا شخص اس کے منہ میں پتھر ٹھونس کر اس کو واپس نہر میں جانے پر مجبور کر دیتا ہے اور یہ شغل مسلسل جاری تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ وہ بولے: آگے چلیے گا۔ پھر ہم چلتے چلتے ایک سرسبز باغ میں پہنچے اس باغ میں ایک بہت بڑا درخت ہوتا ہے جس کے نیچے ایک بزرگ انسان اور بہت سے بچے بیٹھے ہوتے ہیں اور اس درخت کے قریب ہی ایک شخص آگ جلائے بیٹھا ہے وہ دونوں شخص مجھے لے کر درخت پر چڑھ گئے اور پھر مجھے ایک ایسے گھر میں لے کر داخل ہوئے کہ میں نے اس سے پہلے ایسا خوبصورت گھر کبھی نہیں دیکھا تھا اس گھر میں بہت سے بوڑھے جوان عورتیں اور بچے موجود ہوتے ہیں پھر وہ مجھے دوبارہ درخت پر لے کر چڑھ گئے اور وہاں سے ہم ایک ایسے گھر میں اترے کہ جو پہلے گھر سے بھی زیادہ حسین اور بہتر ہوتا ہے اس میں بہت سے بزرگ اور جوان رونق افروز ہوتے ہیں میں نے ان سے کہا: تم رات بھر مجھے مختلف مقامات پر گھماتے اور سیر کراتے پھرے ہو اب مجھے اس کی تفصیل بتاؤ جو کچھ میں نے دیکھا ہے تو وہ کہنے لگے: جی ہاں! (عرض کیے دیتے ہیں) رہا وہ شخص جس کی باچھیں چیری جا رہی تھیں وہ بہت جھوٹ بولنے والا شخص تھا وہ جھوٹی باتیں بیان کرتا تھا پھر اس کی جھوٹی گفتگو دنیا بھر میں پھیل جاتی تھی چنانچہ اس کے ساتھ سزا کا یہ معاملہ قیامت تک برابر جاری رہے گا اور دوسرا شخص جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم القرآن کی دولت سے نوازا تھا مگر وہ رات کو سویا رہتا تھا اور دن میں بھی کوئی عمل نہیں کرتا تھا۔ (یعنی قرآن پڑھنے کے باوجود بے عمل تھا) اس کے ساتھ قیامت تک یہ برتاؤ جاری رہے گا اور جو ننگے مرد اور ننگی عورتیں تنور میں تھے وہ زنا کرنے والے لوگ تھے اور جو شخص خونی نہر میں تھا وہ سود کھانے والا شخص تھا اور گلشن میں بڑے درخت کے سایہ میں جو بزرگ تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے گرد جو بچے تھے یہ لوگوں کی وہ اولاد ہے (جو کہ نابالغ عمر میں فوت ہو گئے ہیں)۔ آگ جلانے والا شخص دوزخ کا داروغہ مالک تھا گھروں میں سے پہلا گھر عام مسلمانوں کا گھر تھا اور دوسرا گھر شہیدوں کا گھر تھا اور میں جبریل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں اپنا سر مبارک اٹھائیے میں نے جب اٹھایا تو میرے سر پر ایسے ہے جیسے بادل چھائے ہوں فرشتوں نے کہا: (یا رسول اللہ!) یہ (بادل کی مانند شفاف محل) آپ ﷺ کا محل ہے میں نے ان سے کہا: اب مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں اپنے محل میں داخل ہو جاؤں تو انہوں نے کہا: ابھی آپ ﷺ کی عمر مبارک باقی ہے جب آپ ﷺ (دنیا میں) اپنی باقی عمر پوری فرمالیں گے تو اس کے بعد آپ ﷺ اپنے اس محل میں تشریف لائیں گے۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۵۱ ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۴ مسند احمد ج ۵ ص ۸۔۹ ابن حبان ج ۷ ص ۸۳ المستدرک ج ۴ ص ۳۹۷ ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۶۲۔۶۶ البیہقی ج ۵ ص ۲۷۵ الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۶۹۸۴)

## فصل

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے کہا کہ بخاری کی یہ حدیث باقی احادیث کی بہ نسبت عذابِ قبر

کے ثبوت میں بہت واضح ہے اور یہ حدیث عذابِ برزخ کے حق ہونے میں نص ہے اگر چہ یہ خواب کا واقعہ ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب فرمایا کہ:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ . (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:) اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ (الصّٰفّٰت:۱۰۲)

تو آپ کے فرزند ارجمند نے جواب دیا:

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ . اے میرے باپ! کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ (الصّٰفّٰت:۱۰۲)

اسی طرح امام طحاوی کی حدیث بھی عذابِ برزخ میں نص ہے۔

## حدیث مذکور سے مستنبط ہونے والے مسائل

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے حسبِ ذیل مسائل ثابت ہوئے۔

(۱) اس میں ایک تو خوارج کا رد ہے اور دوسرا ان لوگوں کا جو کبائر کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں۔

(۲) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر نہیں ہے کیونکہ جس نے بغیر طہارت کے نماز پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی (گویا وہ تارک نماز ہوا) اور اس کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا اور اگر وہ کافر ہوتا تو پھر اس کی دعا نہ سنی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے○ (الرعد:۱۴)

(۳) بخاری اور مسلم کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ پیشاب سے بچنا اور پرہیز کرنا واجب ہے کیونکہ انسان کو عذاب واجب کے ترک پر ہی ہوسکتا ہے۔

(۴) جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ پیشاب کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے باقی تمام نجاستوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان سے پرہیز کرنا اور ان کا ازالہ کرنا واجب ہے' ابن وہب کا بھی یہی موقف ہے اور امام مالک سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے کہ جس شخص نے استنجاء کیے بغیر نماز پڑھ لی تو اس نے بغیر طہارت کے نماز پڑھی۔

**ایک غلطی پر تنبیہ:** شیخ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تک یہ نقل پہنچی ہے کہ ہمارے بعض اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ نے سبز شاخ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر رکھی تھی اور یہ قول باطل ہے اور صحیح واقعہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کو قبر نے دبایا تھا۔ جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں اور بعد میں قبر کی سختی ان سے دور کردی گئی اور ان کو قبر کے دبوچنے کی وجہ جو یونس بن بکیر نے اپنی پوری سند کے ساتھ امیہ بن عبداللہ سے نقل کی یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے بعض گھر والوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ پیشاب سے پاکی حاصل کرنے میں بعض اوقات کچھ کوتاہی کر جاتے تھے۔

اور ہناد بن سری نے حسن سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت سعد بن معاذ زخمی ہوگئے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کی اہلیہ کو ان کے علاج معالجہ کے لیے مقرر فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی رات حضرت سعد بن معاذ کا انتقال ہوگیا تو جبریل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور آپ کو بتلایا کہ تحقیق اس رات آپ لوگوں میں ایک ایسا شخص فوت ہوا ہے کہ اس کی اللہ سے ملاقات کی محبت کی وجہ سے عرش الٰہی جھوم اٹھا ہے۔ وہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ ان کی قبر میں داخل ہوئے اور ''الله اکبر' لااله الا الله ''اور'' سبحان الله ''پڑھنے لگے۔ جب قبر سے باہر تشریف لائے تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے آپ ﷺ کو پہلے تو کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک قبر نے انہیں اتنا شدید دبایا کہ وہ بال کی مثل باریک ہوگئے پس میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان سے اس سختی کو اٹھالے اور یہ سختی سے قبر کا دبانا اس وجہ سے تھا کہ وہ پیشاب سے بچتے نہیں تھے۔

ابو محمد عبد الغالب سالمی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ عذاب قبر کے بارے میں احادیث حدِ شہرت کو پہنچ چکی ہیں' ان احادیثِ مشہورہ میں سے ایک حدیث وہ ہے جو حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمائی کہ تحقیق زمین (قبر) نے اس کو ایسا دبایا کہ اس سے ان کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہوگئیں۔

اصحابِ رسول (ﷺ) رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم نے حضرت سعد بن معاذ کی کوئی برائی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ وہ اپنے اسفار میں پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتے تھے۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ''ثم فرج عنه'' اس امر پر دلیل ہے کہ ان کی تقصیر پر انہیں سزا مل چکی اور اس کے بعد ان کو قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔ اس فراخیٔ قبر کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے عذاب کی بات کوئی نہیں کرے گا سوائے اس شخص کے جو ان کی فضیلت اور مرتبے میں اور ان کے اخلاص اور پاکدامنی میں شک کرتا ہے۔ آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ جن کی خاطر عرش رحمٰن بھی جھوم گیا اور معزز ملائکہ کے پاس جب ان کی روح مبارک آئی تو انہوں نے خوشی خوشی نہایت پرتپاک انداز سے اس سے ملاقات کی۔ ایسے اکرام کے بعد بھی کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ کشادگی قبر کے بعد انہیں عذاب دیا جائے گا نہایت ہی بعید از عقل اور تعجب کی بات ہے۔ ایسا گمان تو سوائے ان کے مقام اور فضیلت سے ناواقف اور اجڈ کے کون کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور اس قسم کا گمان اور خیال کیا بھی کیسے جاسکتا ہے۔ ان کے فضائل اور مراتب مشہور و معروف ہیں اور بہت زیادہ ہیں جنہیں امام بخاری اور مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اور آپ وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے سات آسمانوں پر سے آنے والے حکم رب رحمٰن (احکام شرع) کو بنو قریظہ میں پہنچایا اور پھیلایا۔ آپ کے فضائل اور اس فریضۂ تبلیغ کو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا۔ جسے صحیح بخاری' صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

## عذاب برزخ اور شبِ معراج کے واقعات

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے آیت ''سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ

اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' (الاسراء:۱) کی تفسیر میں فرمایا کہ میرے پاس ایک گھوڑا لایا گیا اور مجھے اس پر سوار کیا گیا (فرمایا کہ) اس کا ہر قدم منتہائے نگاہ تک پڑتا تھا' ہم جا رہے ہیں اور جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ ہوتے ہیں کہ ہمارا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوتا ہے جو بوتے ہی کاٹ لیتے اور ادھر انہوں نے کاٹا اور ادھر پھر فصل تیار ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ جبریل! یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے والے مہاجر ہیں جن کی نیکیاں سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہیں۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا بدلہ دے گا

وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ (سبا:۳۹) وہ بہترین روزی دینے والا ہے ○

پھر ہم ایسے لوگوں سے گزرتے ہیں جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے ہوتے ہیں اور کچلتے ہی پھر ٹھیک ہو جاتے ہیں اور انہیں برابر یہ سزا مل رہی ہے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یارسول اللہ علیہ السلام! یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھنے میں بڑی سرگرانی اور بوجھ محسوس کرتے تھے' پھر میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کے آگے اور پیچھے شرمگاہوں پر چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں' وہ زقوم (تھوہڑ' یہ زہریلا خاردار پودا دوزخیوں کی خوراک میں شامل ہوگا) اور کانٹوں والے پودوں کو اس طرح چر رہے ہیں' جیسے اونٹ اور دیگر چوپائے چرتے ہیں' ان کی جہنم میں پتھروں سے سرکوبی ہو رہی ہے اور ایک سیکنڈ کے لیے بھی عذاب موقوف نہیں ہوتا۔ میں نے دریافت کیا: جبریل! یہ کون ہیں؟ وہ بتاتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ نہیں نکالا کرتے تھے۔ اللہ ان پر زیادتی فرمانے والا نہیں ہے اور نہ اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ پھر ایسے لوگوں کے پاس آیا جن کے پاس ایک ہانڈی میں کچھ پکا ہوا گوشت تھا اور دوسری ہانڈی میں کچا بدبودار گوشت تھا تو انہوں نے پکا ہوا گوشت چھوڑ دیا اور کچا اور سڑا ہوا گوشت کھانا شروع کر دیا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منکوحہ بیویوں کو جو ان کے لیے پاک اور حلال تھیں چھوڑ کر بدکار فاحشہ عورتوں کے پاس راتیں گزارتے تھے' پھر ہم دیکھتے ہیں کہ راہ میں ایک لکڑی پڑی ہے جو کسی بھی گزرنے والے کے کپڑوں کو پھاڑے بغیر نہیں چھوڑتی ہے اور ہر گزرنے والی چیز کی توڑ پھوڑ کرتی ہے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا چیز ہے؟ کہنے لگے: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ اور لوگوں کو ڈرانے کے لیے ہر راستے (اور پل) پر نہ

(الاعراف:۸۶) بیٹھو۔

یعنی یہ ڈاکوؤں کی پارٹی ہے جو راہزنی اور دہشت گردی کے لیے ناکہ بندیاں کرتے تھے۔ پھر میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرتا ہوں جس نے لکڑیوں کا اتنا بوجھ جمع کر رکھا ہے کہ اسے اٹھا نہیں سکتا اور مزید جمع کرنے کی فکر میں ہے' میں نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص وہ ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوں اور وہ ان کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' پھر بھی مزید امانتیں لیے جاتا ہے' پھر ہم ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کی زبانیں لوہے کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں' میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ فتنہ پرداز خطیب ومقرر ہیں۔ (رباعی:) پھر ہم ایک تنگ سوراخ اور چھوٹے سے بل کے پاس سے گزرے جس میں سے ایک بہت

بڑا بیل باہر نکلتا ہے اور دوبارہ وہ بیل اسی بل اور تنگ سے سوراخ میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کے اندر داخل نہیں ہوسکتا تو میں پوچھتا ہوں: یہ کیا ہے؟ اے جبریل! انہوں نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے کہ کوئی بات کہہ کر اس پر نادم ہو کر اپنے کلمات واپس لینا چاہتا ہے لیکن (اب آخرت میں) اسے واپس لینے پر قدرت نہیں پاتا۔

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۱۲۔۱۴ دلائل النبوۃ للامام البیہقی ج ۲ ص ۳۹۷)

ایسے ہی خطیبوں اور مقرروں کے لیے سیّدی نصیر الدین نصیر گیلانی کی ایک رباعی ہے:

در مسجد و محراب فغانے داری     صد فتنه بر انگیزی و شانے داری
بر گریۂ تو خلق خدا می خندد     اے واعظ مسکین! چه بیانے داری؟

(آغوشِ حیرت)

(جیسے ابن عبدالوہاب نجدی' اسمٰعیل دہلوی' تھانوی' نانوتوی وغیرہ کے گستاخانہ کلمات ہیں کہ وہ ان کو واپس لینے کی کوشش کریں گے لیکن واپس نہیں ہوں گے۔) (مترجم)

## معراج شریف کے متعلق ایک اور حدیث کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے میرے صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمیں شب اسراء کے متعلق بتائیں (الحدیث) اور اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: پس میں اور جبریل اوپر چڑھے تو ہماری ملاقات ایک فرشتے سے ہوئی' اس کا نام اسماعیل ہے اور وہ آسمان دنیا کا مالک ہے اور اس کے روبرو ستر ہزار فرشتے موجود رہتے ہیں اور ستر ہزار میں سے ہر ایک فرشتے کے ساتھ ایک لاکھ فرشتوں کا لشکر ہوتا ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ     آپ کے رب کے لشکروں کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی۔

(المدثر:۳۱)

جبریل نے دروازہ کھلوایا تو آدم علیہ السلام کو اسی صورت پر دیکھا جس صورت پر حق تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا تھا' ان کے سامنے ان کی مؤمن اولاد کی روحیں پیش کر کے ان کو دکھائی جارہی تھیں' آدم علیہ السلام ان کو دیکھ کر فرمارہے تھے: یہ پاکیزہ روح اور پاکیزہ نفس ہے اسے علیین میں رکھو' پھر ان کو ان کی کافر اولاد کی روحیں بھی دکھائی گئیں تو فرماتے تھے کہ یہ گندی روح ہے اور پلید نفس ہے اسے سجین میں رکھو۔ پھر میں ذرا اور آگے بڑھا تو میں نے دستر خوان دیکھے جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہوا ہے لیکن ان کے قریب کوئی بھی نہیں ہے اور دوسرے دستر خوان دیکھے جن پر سڑا ہوا اور بدبودار گوشت رکھا ہے اور لوگ اسے کھا رہے ہیں' میں نے پوچھا: جبریل! یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑ کر حرام کھایا کرتے تھے۔ پھر میں ذرا سا اور آگے بڑھا تو میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کے پیٹ مکانوں کی مثل بڑے بڑے تھے' جب ان میں سے کوئی اٹھنا چاہتا تو گر پڑتا تھا اور دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! قیامت برپا کر دے۔ یہ لوگ فرعونیوں کے قافلوں کی گزرگاہوں پر تھے' قافلہ آتا اور ان کو روندتا اور پائمال کرتا ہوا گزر جاتا اور یہ چیختے ہوئے رہ جاتے ہیں اور اللہ سے چلا چلا کر فریاد کر رہے ہیں۔ میں نے

پوچھا: جبریل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے اور آسیب زدہ لوگوں کی طرح کھڑے ہوتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّؕ . (البقرہ:۲۷۵)

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔

فرمایا کہ پھر میں ذرا اور آگے بڑھا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں جیسے تھے' زبردستی ان کے منہ کھول کھول کر ان میں پتھر ٹھونسے جا رہے تھے جو ان کی دُبر سے نکل جاتے تھے' وہ بری طرح چیخ رہے تھے اور پکار پکار اللہ سے فریاد رسی کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا: جبریل! یہ کون ہیں؟ کہا: یارسول اللہ! یہ آپ کی امت کے وہ ظالم لوگ ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠ (النساء:۱۰)

جو یتیموں کے مال ہڑپ کر جاتے تھے۔ بے شک جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹوں میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑ کتے دھڑے میں جائیں گے ○

پھر میں ذرا اور آگے بڑھا تو ایسی عورتوں کو دیکھا جن کے پستان لٹک رہے ہیں اور وہ اللہ کے دربار میں چیخ چیخ کر فریاد کر رہی ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ زانیہ عورتیں ہیں۔ پھر میں آگے چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلوؤں پر سے گوشت کاٹا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ یہ اسی طرح کھا جس طرح تو اپنے بھائی کا گوشت کھاتا تھا' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ غیبت کرنے والے اور عیب جوئی کرنے والے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر ج۹ ص۶۔۱۱ الدلائل فی البیہقی ج۲ ص۳۹۰)

ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے' وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے تھے میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کرتے تھے اور لوگوں کی ہتک عزت کے مرتکب ہوتے تھے۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۵۷' ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۷' فیض القدیر رقم الحدیث: ۳۷۱۷' السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۵۳۳)

## مؤمن کو قبر میں بشارت ملنے کا بیان

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ:

جب نیک بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے اچھے کام اس سے وحشت اور گھبراہٹ کو دور کرتے ہیں' عذاب کے فرشتے میّت کے پاؤں کی جانب سے آتے ہیں تو ''نماز'' ان سے کہتی ہے کہ اس کے پاس سے دور ہو جاؤ' پھر وہ اس کے سرہانے کی طرف سے آتے ہیں تو ''روزہ'' کہتا ہے: تم ذرا اسے ہاتھ تو لگا کر دکھاؤ' بے شک اس بندے نے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لیے دنیا میں ایک طویل پیاس برداشت کی ہے' پھر وہ اس کے

باقی جسم کے مقابل سے آتے ہیں تو حج اور جہاد کہتے ہیں: پیچھے ہٹو بلاشبہ اس (مردِ مجاہد) نے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی' اللہ تعالیٰ کے لیے مشقت اٹھاتے اور تھکاوٹ برداشت کرتے ہوئے حج اور جہاد کیا' اب تم اس کو کچھ نہیں کہہ سکتے ہو' پھر فرشتے اس کے ہاتھوں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے: میرے ساتھی سے باز رہو کہ ان دو ہاتھوں نے اللہ عزوجل کی رضا کے لیے کتنے صدقے نکالے یہاں تک کہ اللہ کے پاس آ پہنچے لہٰذا ان کو تکلیف دینے میں تمہیں اس پر کوئی راہ نہیں' کہا کہ پھر میت سے کہا جاتا ہے کہ آرام سے سو جا' تو زندگی میں بھی اچھا تھا اور مر کر بھی اچھا ہے۔

شرح الحدیث: شیخ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

یہ بشارت اس شخص کے لیے ہوگی جو اپنے عمل میں مخلص ہے اور جس نے اپنے قول و فعل میں اللہ تعالیٰ سے سچا معاملہ کیا اور ظاہر و باطن میں اپنی نیت کو پاک رکھا' ایسے شخص کے اعمال اس کے لیے حجت ہوں گے اور اس کا دفاع کریں گے اور چونکہ اعمال میں حسنِ نیت اور اخلاص کے لحاظ سے تمام لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے اس لیے سمجھ لینا چاہیے کہ اس باب اور سابق ابواب کے درمیان کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

## فتنۂ قبر اور اس سے پناہ مانگنے کا بیان

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا' وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے درانحالیکہ میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہی تھی کہ بے شک تم قبر کے فتنہ میں مبتلا کیے جاؤ گے تو رسول اللہ ﷺ گھبرائے اور فرمایا: صرف یہود ہی فتنۂ قبر میں مبتلا کیے جائیں گے' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: پھر کئی دن کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری طرف وحی نازل کی گئی ہے کہ تم قبروں میں آزمائش اور فتنہ میں مبتلا ہو گے' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

(صحیح مسلم ج ۵ ص ۸۵' نسائی ج ۴ ص ۱۰۴-۱۰۵' مسند احمد ج ۶ ص ۸۹)

ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک میری طرف وحی نازل کی گئی ہے کہ فتنۂ دجال کے قریب یا فتنۂ دجال کے مثل (راوی کو شک ہے کہ دونوں میں سے کون سا لفظ آپ ﷺ نے فرمایا: قریب' یا مثل) قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: اور آپ نے فرمایا: پھر تم میں سے ایک شخص کے پاس فرشتہ آئے گا اور سوال کرے گا: اس شخص کے بارے میں تو کیا جانتا ہے؟ پس اگر وہ صاحبِ قبر مؤمن یا صاحبِ ایقان ہوگا تو جواب دے گا: یہ محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں جو ہمارے پاس روشن معجزات اور ہدایت لے کر تشریف لائے' ہم نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ ﷺ کی اطاعت کی۔ (تین بار) پھر اس سے کہا جاتا ہے: تم سو جاؤ' ہمیں معلوم تھا کہ تم ان پر ایمان رکھتے ہو' آرام سے سو جاؤ اور لیکن منافق یا دین میں شک کرنے والا (دونوں میں سے آپ نے کوئی ایک لفظ ارشاد فرمایا تھا) کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو کوئی بات کہتے سنا اور میں نے بھی وہ بات کہہ دی۔

(نسائی ج ۴ ص ۱۰۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۵، البیہقی ج ۳ ص ۳۲۱، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۵، الشریعہ ص ۳۶۰)

امام بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۱۷، صحیح مسلم ج ۵ ص ۸۷، نسائی ج ۴ ص ۱۰۳، ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۵، مسند احمد ج ۶ ص ۸۹، ابن حبان ج ۲ ص ۱۷۹، البیہقی ج ۲ ص ۱۵۴، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۵۵، المستدرک ج ۱ ص ۳۷، الشریعہ ص ۳۶۰)

اس معنیٰ میں اور بھی بکثرت احادیث ہیں جن کو ثقہ اور قابل اعتماد راویوں نے نقل کیا ہے۔

## چوپائے عذابِ قبر کو سنتے ہیں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ بنونجار کے ایک باغ میں اپنے خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اچانک وہ خچر بدکی، قریب تھا کہ وہ خچر آپ ﷺ کو گرا دیتی، وہاں پر چھ، پانچ، یا چار قبریں تھیں۔ (راوی نے بیان کیا کہ جریری نے اسی طرح کہا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس امت کی ان کی قبروں میں آزمائش کی جاتی ہے، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو وہ عذاب سنائے جو میں سن رہا ہوں۔

(صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۰۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳-۲۳۳-۳۴۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۴۴، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۳)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں: شہر مدینہ کی دو یہودی بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں: قبر والوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، میں نے ان کی بات نہ مانی اور ان کی تصدیق کرنا مجھے اچھا نہ لگا، پھر وہ دونوں چلی گئیں اور ان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، میں نے آپ سے عرض کیا کہ مدینہ کے یہودیوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ قبر والوں کو قبر میں عذاب ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے اہل قبور کو ایسا عذاب ہوتا ہے جس کو جانور تک سنتے ہیں۔ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ اس واقعہ کے بعد آپ (ﷺ) ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۰۴، نسائی ج ۴ ص ۱۰۵، الشریعہ ص ۳۶۰)

(رسول اللہ ﷺ ان چیزوں سے نہ صرف مامون بلکہ وجہ امان ہیں، اس کے باوجود آپ کا بکثرت فتنہ قبر اور عذاب قبر سے پناہ مانگنا تعلیم امت کے لیے تھا) بخاری کی روایت میں ہے: تمام بہائم عذاب قبر کو سنتے ہیں۔

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، ان کو ضرور ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ چوپائے ان قبر والوں کی آوازوں کو سنتے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۰ ص ۸۶، مسند احمد ج ۶ ص ۴۴، نسائی ج ۱ ص ۲۳۶، الشریعہ ص ۳۵۹، الزہد لھناد رقم الحدیث: ۳۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۳، المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۱۰۴۵۹، مسند الحمیدی رقم الحدیث ۱۷۹)

# فصل

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے) نے فرمایا کہ قبر والوں کے عذاب کو سن کر صرف خچر بدکی اور ذی عقل یعنی جن اور انسان اس کو نہیں سنتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے (تو میں دعا کرتا کہ اللہ تعالیٰ بہائم کی طرح تمہیں بھی عذاب والوں کی چیخ و پکار اور ان کی آواز سنوا دیتا)۔

(صحیح مسلم ج ۱۷ص ۲۰۲، نسائی ج ۴ص ۱۰۲، مسند احمد ج ۳ص ۱۱۱، الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۸۷، الشریعہ رقم الحدیث: ۳۶۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اور اپنی حکمت بالغہ سے انسانوں سے اس کو پوشیدہ اور مخفی رکھا تاکہ ہم اپنے مردوں کو دفناتے رہیں کیونکہ اگر ہم ان عذاب والوں کی آواز سن لیتے تو غلبۂ خوف کی وجہ سے دفن کے لیے کسی قبر کے پاس بھی نہ پھٹک سکتے یا یہ بھی خطرہ تھا کہ عذاب کی آواز سن کر انسان ویسے ہی ہلاک ہو جاتا کیونکہ ہم اس دنیا میں اپنے قوائے ضعیف کی بناء پر عذاب الٰہی کو سننے کی سکت نہیں رکھتے' یہ بات تو ہمارے مشاہدہ میں آتی ہے کہ جب لوگ سخت گرج کڑک کی آواز سنتے ہیں یا ہولناک زلزلہ آتا ہے تو ان سے اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں' جب اتنی سی آواز سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں اور لوگ اچھل جاتے ہیں اور تباہ ہو جاتے ہیں تو پھر ان میں اس صیحۂ فاجعہ اور دردناک تباہ کن آواز کو برداشت کرنے کی ہمت اور سکت کہاں سے ہو گی جو فرشتوں کے لوہے کے گرز مارنے اور ہتھوڑے کی ضرب کاری لگانے سے پیدا ہوتی ہے جس کو ہر قریب والا (ماسوائے انسان اور جن کے) سنا کرتا ہے۔

اور تحقیق حضور رحمت للعالمین ﷺ نے ایک جنازہ کے موقع پر ارشاد فرمایا:

ولو سمعها إنسان لصعق. اگر کوئی انسان اس کو سن لیتا تو ہلاک ہو جاتا۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جب آدمی کی یہ حالت ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے صرف دوسروں کو عذاب ہوتا سن کر برداشت نہیں کر سکتا حالانکہ خود اس کو مار نہ پڑ رہی ہوتی ہے اور نہ وہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہوتا ہے تو اندازہ کیجیے کہ جب خود انسان اس عذاب اور رسوائی میں مبتلا ہو اور اس پر شدید وبال اور عذاب نازل ہو گا تو پھر اس پر کیا گزرے گی۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہماری مغفرت فرمائے اور ہمارے گناہوں سے درگزر فرماتے ہوئے ہمیں عذاب قبر سے عافیت بخشے۔ آمین

## قبر کا عذاب سن کر ایک جانور کے بدکنے کا واقعہ

ابو محمد عبدالحق بیان کرتے ہیں کہ ابو الحکم ابن برجان جو بڑے عالم اور بزرگ تھے انہوں نے مجھ سے یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ ہم لوگ اشبیلیہ کے بالائی قبرستان میں ایک میّت کو دفن کر کے اس کی قبر کے قریب بیٹھ کر گفتگو کر رہے تھے کہ ایک جانور جو قریب ہی چر رہا تھا وہ دوڑتے ہوئے تیزی کے ساتھ قبر کے پاس آیا اور قبر کے

اوپر سر رکھ دیا جیسے کچھ سن رہا ہو پھر ڈر کر بھاگ گیا کچھ دیر کے بعد پھر آ کر قبر پر کان لگا دیئے اس طرح اس جانور نے کئی بار کیا۔ ابوالحکم کہتے ہیں: اس وقت مجھے حضور سیّد عالم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک یاد آیا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے جسے چوپائے سنتے ہیں۔ (صحیح مسلم ج۵ص۸۶، مسند احمد ج۶ ص۴۴، نسائی ج۱ص۲۳۶، الشریعہ رقم الحدیث: ۳۵۹، الزھد لھناد رقم الحدیث: ۳۴۷، ابن ابی شیبہ ج۳ص۳۷۳، الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۵۹، الحمیدی رقم الحدیث: ۱۷۹)

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میت کے ساتھ کیا معاملہ تھا آپ نے یہ حکایت اس وقت سنائی جب پڑھنے والے نے عذابِ قبر والی یہ حدیث پڑھی اور ہم اس وقت آپ کے پاس صحیح مسلم کا سماع کر رہے تھے۔

## سَماعِ موتیٰ کی تحقیق

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے اہل بدر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں (کفار) بدر کے گرنے کی جگہیں دکھا رہے تھے آپ ﷺ فرما رہے تھے: انشاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے گرنے کی جو جگہ بتائی تھی وہ اس حد سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: پھر ان (کی لاشوں) کو اوپر تلے کنویں میں ڈال دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا؟ کیونکہ میں نے اللہ کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیسے بات کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو البتہ وہ میری بات کا کوئی جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (صحیح مسلم ج۷ص۲۰۶، صحیح بخاری ج۷ص۳۰۰، نسائی ج۴ص۱۰۹، مسند احمد ج۱ص۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن تک بدر کے مقتولین کو رہنے دیا پھر آپ علیہ السلام گئے اور ان کے پاس کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ان کو ندا کی اور فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو حق نہیں پایا؟ کیونکہ میں نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد سن کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے؟ حالانکہ یہ تو مردہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے پھر آپ ﷺ نے ان کو بدر کے کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔

# فصل

## حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سماعِ موتیٰ سے انکار اور اس کا جواب

شیخ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سماعِ موتیٰ کا انکار کیا ہے اور ان آیات

سے دلیل دی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى . (الروم:۵۲) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

(۲) وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ (فاطر:۲۲) جو قبروں میں ہیں آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں ۝

شیخ قرطبی رحمہ اللہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ احادیث اور آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ ایک وقت میں اور ایک حال میں وہ سننے والے ہوں اور دوسرے وقت میں وہ سننے والے نہ ہوں اور جب مخصص پایا جائے تو تخصیص عموم ممکن اور صحیح ہوتی ہے اور اس جگہ دلیل مخصص پائی گئی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور گزشتہ باب میں حضور ﷺ کی یہ حدیث گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

إنه يسمع قرع نعالهم. بے شک مردہ ان کی جوتیوں کی آواز اور پچل کو سنتا ہے۔

اور اسی طرح قبر میں فرشتوں کا میّت سے سوال کرنا اور اس کا جواب دینا یہ ایک امر معلوم ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرتا' اس سے بھی مردے کا سننا ثابت ہوا۔

اور تیسرا یہ کہ ابن عبدالبر نے کتاب ''التمہید والاستذکار'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

امام ابومحمد عبدالحق جو کہ اجلّہ علمائے حدیث سے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

نوٹ: سماع موتی کی بحث میں امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کی تحقیق یہ ہے۔

عرض: ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انکار سماع موتی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔ وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں' وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں' مردے کون ہیں' جسم' روح مُردہ نہیں' اور بے شک جسم نہیں سنتا' سنتی روح ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی گئی کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما انتم باسمع منهم. تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔

ام المؤمنین نے فرمایا: اللہ رحم فرمائے امیر المؤمنین پر' حضور ﷺ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا' بلکہ فرمایا:

انهم ليعلمون. بے شک وہ جانتے ہیں۔

امیر المؤمنین کو سہو ہوا۔ انہوں نے فرمایا: ''ما انتم باسمع منهم'' تو خود ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا مُردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں' سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں' اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں' سماع کے عرفی معنیٰ ان آلات کے ذریعے سے سننا' اور یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں' روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے' اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے' پھر ام المؤمنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے

''انک لا تسمع الموتیٰ''اور''وما انت بمسمع من فی القبور''''موتیٰ'' کون ہیں؟اجسام' قبور میں کون ہیں؟وہی اجسام' تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا اور وہ یقیناً حق ہے۔(پھر فرمایا:)خود ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طرزِ عمل سماعِ موتیٰ کو ثابت کر رہا ہے' فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے حجرہ میں دفن ہوئے' میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوتی اور کہتی:

**انما هو زوجی.** میرے شوہر ہی تو ہیں۔

پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے' جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی:

**انما هما زوجی و ابی.** میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے' تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی' اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے:

**حیاء من عمر.** عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شرم سے۔

تو اگر ارواح کا سمع' بصر' (سننا' دیکھنا) نہ مانتیں تو پھر''**حیاء من عمر**'' کے کیا معنی؟

(پھر فرمایا:) تین باتوں میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا خلاف مشہور ہے' اور ان تینوں میں غلط فہمی:

(۱) ایک تو یہی سماعِ موتیٰ کہ وہ سماعِ عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماعِ حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔

(۲) دوسرا معراج کے جسدی ہونے کے بارے میں ان کا انکار مشہور ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
جسدِ اقدس (ﷺ) میرے پاس سے کہیں نہ گیا۔
حالانکہ آپ ﷺ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی' اس وقت ام المؤمنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھیں' اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے۔

(۳) تیسرے **علم ما فی الغد** کے بارے میں ام المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو **علم ما فی الغد** (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا تو وہ جھوٹا ہے' اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو' تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے' اس کی تشریح ''حاشیہ کشاف'' پر میر سید سند شریف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے' کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے وہ یقیناً کافر ہے۔ (الملفوظ ج ۳ ص ۴۷-۴۴' نوری کتب خانہ لاہور)

## ایک آیت کی تفسیر

''يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا''. (ابراہیم:۲۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مؤمنین کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے'

اسے (مردہ سے) کہا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں اور یہ اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر ہے ''اللہ تعالیٰ مؤمنین کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے''۔

(صحیح مسلم ج ۷ اص ۲۰۴' نسائی ج ۴ص ۱۰۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۹' الشریعہ رقم الحدیث: ۸۷۱' ابن ابی شیبہ ج ۳ص ۳۷۷)

ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرت براء کا قول ہے' اس میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں۔ شیخ نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اس سند سے اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن چونکہ ایسی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی اس لیے اسے نبی ﷺ کے قول پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ پہلی روایت میں ہے کہ یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے' اسی طرح امام نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں اور امام بخاری نے اسے اپنی صحیح بخاری میں مرفوعاً نقل کیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مؤمن کو اس کی قبر میں بٹھا کر فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ اس بات کی گواہی دے دیتا ہے کہ ''**لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ**'' ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' تو یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ. (ابراہیم: ۲۷) — اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے' اس کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے۔ حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' تو یہ تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کہ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر قائم رکھتا ہے اور الحمد للہ! یہ معنیٰ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل مرفوع حدیث میں گزر چکا ہے۔

یہ حدیث ابوہریرہ' ابن مسعود' ابن عباس اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنازہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے' آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اس امت کی قبروں میں آزمائش ہوگی اور جب انسان کو دفن کر کے اس کے ساتھی واپس لوٹ جاتے ہیں تو ایک فرشتہ ہاتھ میں ہتھوڑا اٹھائے اس کے پاس آتا ہے اور اسے بٹھا کر پوچھتا ہے تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ پس اگر وہ مؤمن ہوگا تو کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر فرشتہ اس سے کہتا ہے: تو نے سچ کہا اور اس کے لیے دوزخ کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا اور لیکن رہا کافر اور منافق تو جب فرشتہ ان سے یہی سوال پوچھتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا۔ پس اس سے کہا جائے گا: ''**لا دریت**

**ولا تلیت** ''''تو نے نہ جانا نہ کہا''۔ پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر تو اپنے رب پر ایمان لاتا تو یہ تیری منزل ہوتی اور لیکن جب تو نے کفر کو اختیار کیے رکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تیرے لیے دوزخ تیار کی ہے' پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف سے دروازہ کھول دیا جاتا ہے' پھر فرشتہ ہتھوڑے سے اس کو ایسی چوٹ لگاتا ہے کہ اللہ کی ساری مخلوق اس مردے کی چیخوں کو سنتی ہے' اگر نہیں سنتے تو صرف انسان اور جن ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۱۷ص ۲۰۲' مسند احمد ج ۳ص ۳-۲۳۳-۳۴۶' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۴۴' ابن ابی شیبہ ج ۳ص ۳۷۳)

اور بعض صحابہ سے مروی ہے کہ فرشتہ جس شخص کے سرہانے بھی ہتھوڑا لے کر کھڑا ہوتا ہے وہ گھبرا اٹھتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

| | |
|---|---|
| يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ○ | اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے ○ |

(ابراہیم: ۲۷)

# فصل

نبی ﷺ سے بروایاتِ صحیحہ یہ بات ثابت ہے کہ عذابِ قبر کافر اور مؤمن سب کو ہوگا لہٰذا احادیث میں کوئی طعن ہے اور نہ کوئی تعارض۔ پچھلے باب میں احادیث و آثار گزرے ہیں کہ کافر فتنۂ قبر میں مبتلا ہوتا ہے اور اس سے سوالات ہوتے ہیں اور وہ ذلت و عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ فن حدیث کے جلیل القدر امام ابو محمد عبدالحق فرماتے ہیں:

واضح رہے کہ عذابِ قبر کافروں کے ساتھ مختص ہے اور نہ منافقین پر موقوف ہے بلکہ اس میں بعض مؤمنین بھی ان کے ساتھ شریک ہیں اور ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزاء ملتی ہے' ہر شخص اپنے گناہ اور لغزش کے سبب مستحق عذاب ٹھہرے گا' اگرچہ یہ عذابِ قبر سے متعلق سابقہ نصوص فقط کافر اور منافق کے حق میں وارد ہیں۔

ابو عمر ابن عبدالبر کتاب ''التمہید'' میں لکھتے ہیں:

آثارِ صحیحہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قبر میں آزمائش صرف مسلمان کی ہوگی یا پھر منافق کی جو اہل قبلہ اور دین اسلام کی طرف منسوب ہیں اور جن کا خون ظاہر شہادت سے محفوظ ہے۔ رہا وہ کافر جو منکر اور باطل پرست ہے وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن سے یہ سوالات ہوں گے کہ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ یہ سوالات فقط اہل اسلام سے ہوں گے جیسا کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے ''پس اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے' اور کافر شک میں مبتلا ہوں گے' اور ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ زید بن ثابت کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اس امت کی قبروں میں آزمائش ہوگی۔

اور بعض سے مروی ہے کہ بے شک اس امت سے قبروں میں سوالات ہوں گے۔ ان الفاظ کی بناء پر احتمال

یہ ہے کہ فتنۂ قبر اور سوالات قبر اس امت کی خصوصیت ہو اور یہ امر قطعی نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

ابوعبداللہ حکیم ترمذی ''نوادر الاصول'' میں لکھتے ہیں کہ:

''سوال قبر'' اس امت کے ساتھ ہی خاص ہے' کیونکہ پہلی امتیں جب رسولوں کی تکذیب کرتی تھیں تو ان پر فوراً ہی عذاب عالمگیر آ جاتا تھا اور اپنے کیفر کردار تک پہنچتے تھے لیکن جب محمد ﷺ امن و رحمت بن کر تشریف لائے تو ان کے صدقہ میں اس امت سے عذاب عالمگیر روک لیا گیا اور ان کو تلوار دی گئی' تا کہ اس کی ہیبت سے لوگ دین کو قبول کریں اور پھر ایمان ان کے دل میں راسخ ہو جاتا' جب ان کو مہلت دی گئی تو اس وقت سے نفاق شروع ہوا کہ لوگ ایمان ظاہر کرتے اور کفر چھپاتے اور مسلمانوں کے لیے ان سے حجاب تھا' اب جبکہ وہ مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر دو آزمائش کرنے والے مقرر کر دیئے تا کہ سوالات کے جوابات کے وقت ان کا پردہ چاک ہو اور خبیث و طیّب میں امتیاز ہو اور یہی مطلب ہے قرآن پاک کی اس آیت کا کہ:

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۛ (ابراہیم: ۲۷)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں (کافروں) کو ان کی گمراہی میں بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: امام المحدثین ابومحمد عبدالحق کا قول ہی درست ہے (اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا ہے) کیونکہ اس سے پہلے جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں وہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کافر سے منکر نکیر سوال کرتے ہیں اور سوالات کے ذریعے اس کا امتحان ہوتا ہے اور پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ (واللہ اعلم)

## مؤمن کو قبر کے عذاب' آزمائش اور اس کی ہولناکیوں سے نجات دینے والی پانچ چیزوں کا بیان

جو کہ حسب ذیل ہیں:

(۱) رباط (۲) قتل (۳) بطن (۴) قول (۵) زمان

### (۱) رباط' سرحدوں کی حفاظت

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات سرحد پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر گیا تو اس کا عمل جاری رہے گا' اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور اس کو قبر کے فتنوں سے محفوظ رکھا جائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۶۰' نسائی ج ۶ ص ۳۹' ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۵' مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۰-۴۴۱' ابن حبان ج ۷ ص ۶۹' الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۶۰۷۷' البیہقی ج ۹ ص ۳۸-۳۹' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۹۰' سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۴۰۹)

### سب سے اچھا کام

سرحد پر پہرہ دینا ان کاموں میں جن کا اجر و ثواب موت کے بعد بھی جاری و ساری رہتا ہے ثواب کے اعتبار سے سب سے افضل ہے' مرنے کے بعد جن اعمال کا ثواب باقی رہتا ہے اس کا بیان سابق باب میں حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث میں گزر چکا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین کام۔ (صحیح مسلم ج۱۱ ص۸۵' ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۶۳' نسائی ج۶ ص۲۵۱' ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۶' ابن حبان ج۵ ص۹' البیہقی ج۶ ص۲۷۸' مسند احمد ج۲ ص۳۷۲' مشکل الآثار ج۱ ص۹۵)

اسی طرح ابن ماجہ اور ابونعیم نے روایت کیا کہ مرنے کے بعد میّت کو اس کے عمل کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ سرحد پر پہرہ دینے کا ثواب باقی نیک کاموں کی بہ نسبت افضل کیوں ہے؟ تو اس کا جواب علامہ قرطبی رحمہ اللہ یہ دیتے ہیں کہ چونکہ صدقہ جاریہ' علم' نیک اولاد اور کھجور وغیرہ لگانے کا اجر وثواب تو تبھی تک ملتا ہے کہ یہ چیزیں باقی ہیں اور جب یہ ختم اور زائل ہوں گی تو اجر وثواب کا سلسلہ بھی ساتھ ہی بند ہو جائے گا اور رباط یعنی سرحدوں کی حفاظت کرنے کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ قیامت تک بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشادگرامی ہے:

**وإن مات أجری علیه عمله.**　اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کا عمل جاری رکھا جاتا ہے۔

اس مضمون ومعنیٰ کی مفسر اور مبیّن یہ حدیث ہے۔ جس کو ترمذی نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مرنے والے شخص کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر وہ شخص جو للہ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے مرے' کیونکہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ و آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۲۱' ابن حبان ج۷ ص۶۹' مسند احمد ج۶ ص۲۰' ج۴ ص۱۵۷' سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۴۱۴' المستدرک ج۲ ص۱۴۴' سنن داری ج۲ ص۲۱۱' کتاب الجہاد لابن المبارک رقم الحدیث: ۱۷۹' تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۱۷۲' مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۳۸۲۳)

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوداؤد نے فرمایا کہ وہ قبر میں امتحان لینے والے فرشتوں سے پرامن رہے گا۔ ''نماء'' کا معنیٰ یہی ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر وثواب کئی گنا بڑھایا جائے گا اور یہ ثواب کا بڑھنا کسی سبب پر موقوف نہیں کہ جس کے ختم ہونے سے اجر وثواب کا سلسلہ منقطع ہو جائے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ رہنے والا فضل وکرم ہے اور سرحد پر پہرہ دینے کے عمل کا باقی نیک کاموں سے افضل ہونے کا سبب یہ ہے کہ تمام نیک اعمال کا پایا جانا اس صورت ممکن ہے جب امن ہو اور دشمن سے خطرہ نہ ہو اور چونکہ سرحدوں کی حفاظت کرنے اور پہرہ دینے سے مرکزِ دین محفوظ ہوتا ہے اور شعائرِ اسلام کا قیام ہوتا ہے اس لیے مملکت اسلامیہ میں جو بھی نیک لوگ اعمال صالحہ انجام دیں گے ان کا ثواب ہمیشہ سرحد کی حفاظت کرنے والے مجاہد کو بھی ملتا رہے گا۔

## اللہ کی راہ میں مورچہ بندی اور چوکیاں قائم کرنے کی فضیلت

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مر جائے تو اس نے دنیا میں جو عمل کیا ہے اس کا ثواب اسے ہمیشہ ملتا رہے گا اور جنت میں اسے رزق دیا جائے گا' فتنۂ قبر سے وہ شخص محفوظ رہے گا' قیامت کے دن ہر

خوف اور گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۶۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۶۷-۲۴۴-۹۲۴' مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۰' البزار رقم الحدیث: ۱۶۵۵' ابن حبان ج ۷ ص ۹۶۹' کتاب الجہاد لابن المبارک رقم الحدیث: ۱۸۲' مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۸۱' سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۴۰۹)

ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: مرنے کے بعد ہر شخص کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے مر جانے والے شخص کا عمل ختم نہیں ہوتا اور وہ ترقی پذیر رہتا ہے اور قیامت تک اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا فرماتا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۹۰' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۵۷' سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۴۱۳)

اس حدیث میں اور اسی طرح فضالہ بن عبید کی روایت میں یہ قید اور شرط بیان ہوئی ہے کہ اس مورچہ بند مجاہد اور سرحد کی حفاظت کرنے والے شخص کی موت پہرہ دینے کی حالت ہی میں واقع ہو (تو پھر اس کے لیے یہ بشارت ہے)۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں ایک رات سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے گزار دی تو اسے ایک ہزار دنوں کے روزوں' ہزار راتوں کے قیام کا ثواب ملے گا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۶۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کی حفاظت کے لیے ایک رات بارڈر چوکی اور مورچہ پر ثواب کی نیت سے پہرہ دیتے رہنا رمضان مبارک کے علاوہ سو سال کے روزوں اور قیام سے زائد اجر و ثواب کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے ثواب کی نیت سے ماہِ رمضان میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک (راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:) ایک ہزار سال کے روزوں اور نمازوں کی عبادت سے افضل اور زائد اجر و ثواب کا موجب ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۶۸)

اور اگر اللہ تعالیٰ اسے گھر کی جانب سالم لوٹائے گا تو ایک ہزار سال تک اس کی کوئی برائی نہ لکھی جائے گی اور اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور قیامت تک اسے بارڈر پر پہرہ دینے (اور ملکی سرحدوں کے دفاع اور ڈیفنس) کا اجر ملتا رہے گا۔

نوٹ: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ رمضان کے مہینے میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینے کا اجر ہمیشہ کے لیے ملتا رہے گا اگر چہ وہ پہرے دار پہرہ کی حالت میں فوت نہ بھی ہوا ہو۔

### مسئلۂ رباط

رباط کا معنیٰ ہے اللہ کی راہوں میں خود کو پابند کرنا' یہ ''ربط الخیل'' سرحد پر دفاع کے لیے گھوڑے باندھنا کے محاورہ سے ماخوذ ہے بعد میں یہ لفظ اسلامی سرحدوں پر پہرہ دینے والے مجاہد اور مسلمانوں کا دفاع کرنے والے سپاہی پر بولا جانے لگا' چاہے وہ سوار ہو یا پیدل ہو۔

اور نبی پاک ﷺ نے نماز کے انتظار میں بیٹھنے والوں کے حق میں ارشاد فرمایا کہ یہ نماز کا انتظار رباط ہے' یہ اللہ کے راستہ میں گھوڑا باندھنے اور مورچہ بند ہونے کے ساتھ بطور تشبیہ ارشاد فرمایا اور رباط کا لغوی معنیٰ پہلا ہی ہے یعنی کسی شخص کا سرحد کی نگرانی کرنا اور کچھ مدت (جب دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو) بارڈر پر ملکی دفاع کی خاطر وہاں پڑاؤ ڈالنا اور جو لوگ ویسے بارڈر پر آباد ہوں اور سرحدوں کے ساتھ ساتھ سکونت رکھتے ہوں ان کے گھر بار اور کاروبار وہاں ہوں وہ لوگ اگرچہ ایک طرح کے محافظ تو ہیں مگر ان کو مرابط یعنی ڈیفنس فورس کے ملازموں کا درجہ حاصل نہ ہوگا' اس کی زیادہ تفصیل دیکھنی ہو تو ہماری تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' ملاحظہ فرمائیں' اس میں الحمد للہ ہم نے (سورۂ آل عمران میں) اس کی پوری تشریح کر دی ہے۔

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ ایک مرد نے حضور ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ سب مسلمانوں کی قبر میں آزمائش ہوتی ہے مگر شہید (اس امتحان اور آزمائش سے بری ہوتا ہے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے سر پر تلواروں کی چمک آزمائش کو کافی ہے۔ (نسائی ج۴ص۹۹)

## شہید کا اعزاز تمغۂ شجاعت اور ذریعۂ نجات

ترمذی ابن ماجہ نے مقدام بن معدی کرب سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہید کو اللہ کے یہاں چھ (۶) چیزیں ملیں گی۔ (۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے (۲) جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے (۳) عذابِ قبر سے محفوظ ہوتا ہے (۴) بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا (۵) اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا وہ تاج ایسا ہوتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے گراں ہوگا (۶) بڑی آنکھوں والی (گوری' غزالہ چشم) بہتر عدد (۷۲) حوریں اس کی ملک میں دے دی جائیں گی اور اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے معاملہ میں اس کی شفاعت قبول ہوگی۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۹۹' مسند احمد ج۴ص۱۳۱' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۵۷)

مؤلف نے کہا: ترمذی اور ابن ماجہ کے نسخوں میں ''چھ خصلتوں'' کی صراحت کی گئی ہے جبکہ متن حدیث میں ''سات'' خصلتوں کا بیان ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے: ''شہید ایمان کا جوڑا اور پوشاک زیب تن کریں گے'' اس لحاظ سے آٹھ اعزازات بن جاتے ہیں۔

اور ابوبکر احمد بن سلمان نجار اپنی سند سے مقدام بن معدی کرب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کے لیے آٹھ (خصوصی) اعزازات اور ایوارڈز ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگایا' انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے' اچانک پتہ چلا کہ یہ قبر ہے اور اس میں سورۂ ملک پڑھی جارہی ہے یہاں تک کہ پڑھنے والے نے اسے ختم کیا' وہ صحابی' نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے (بے دھیانی میں) ایک قبر پر خیمہ لگایا مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ قبر ہے' اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اس میں

سورۂ ملک کی تلاوت کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے پوری سورت پڑھی' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ (سورت) عذابِ قبر کو روکنے والی اور قبر کے عذاب سے نجات دلانے والی ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۹۰)

(یہ حدیث غریب ہے۔) ترمذی نے انہی سے ایک اور حدیث روایت کی' اس میں ہے کہ جو شخص ہر رات ''سورۂ ملک'' کی تلاوت کرے گا تو یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کے لیے رب تعالیٰ سے (اس کا مقدمہ) لڑے گی۔ نیز روایت ہے کہ اس سورۃ کا نام مجادلہ (بھی) ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کی جانب سے قبر میں (فرشتوں سے اس کا مقدمہ) لڑے گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ہر رات میں اس سورۃ کو پڑھتا ہے (قبر میں) امتحان لینے والے فرشتے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص سے فرمایا: کیا میں تجھے ایک ایسا تحفہ نہ دوں کہ جس سے تو باغ باغ ہو جائے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں' اے ابن عباس! اللہ آپ پر رحم فرمائے (ضرور وہ تحفہ عنایت فرمایئے کہ جس سے مجھے فرحت نصیب ہو) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (وہ تحفہ) ''تبارک الذی بیدہ الملک'' یعنی سورۂ ملک ہے' اس سورت کو حفظ کر لیجیے اور اپنی بیوی' تمام اولاد' اپنے گھر کے بچوں اور اپنے ہمسایوں کو اس کی تعلیم دیجیے کیونکہ یہ سورۃ نجات دلانے والی اور قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لیے اپنے رب کی بارگاہ میں جھگڑے گی اور اپنے پڑھنے والے کے لیے جب اسے یاد ہو گی تو پروردگار سے مطالبہ کرے گی کہ مولیٰ! اس شخص کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے اور اس سورۃ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ''سورۂ ملک'' میرے ہر امتی کو یاد ہونی چاہیے۔

اسی طرح مؤلف اپنے شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مرض الموت میں سورۃ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھتا ہے تو یہ سورۃ اس کے لیے باعثِ نجات ثابت ہوتی ہے۔

## بیمار ہو کر مرنا باعث نجات ہے

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیماری کی حالت میں مر جائے وہ شہید ہے نیز وہ قبر کے فتنہ سے بچایا جائے گا اور اسے صبح و شام جنت سے کھانا ملتا رہے گا۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۱۵' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۱' الامالی لامام الشجری ج ۲ ص ۳۰۶' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۵۹۵)

## شہیدِ بطن کا بیان

امام نسائی نے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سلیمان بن صرد اور حضرت خالد بن عرفطہ کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا' لوگوں نے بیان کیا کہ فلاں صاحب پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے' ان دونوں نے آرزو کی کہ کاش! وہ اس کے جنازہ میں شامل ہوتے' بعد ازاں ایک نے دوسرے سے کہا کہ

کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ جو شخص پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو جائے اسے قبر کا عذاب نہ ہوگا! (دوسرے نے کہا کہ ہاں وہ شہید ہے)۔ (نسائی ج ۴ ص ۹۸' ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۲' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۲۸۸' ابن حبان ج ۴ ص ۲۵۸' الطبرانی الصغیر ج ۱ ص ۱۰۸' مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۵۷۳)

## جمعہ کے دن یا رات میں مرنے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹' ج ۲ ص ۱۷۶-۲۲۰' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۵۵' الہیثمی ج ۲ ص ۳۱۹)

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں۔

ربیعہ بن سیف بواسطہ عبدالرحمٰن الحبلی' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور عبداللہ بن عمرو سے ربیعہ بن سیف کا سماع ہم نہیں پہچانتے۔

(علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں متصلاً روایت کیا ہے۔ ان کی روایت میں ربیعہ بن سیف اور عبداللہ بن عمرو کے درمیان عیاض بن عقبہ فہری ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب فوت ہو اللہ تعالیٰ اسے قبر کی آزمائش سے بچالیتا ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹' ج ۲ ص ۱۷۶-۲۲۰' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۵۵' الہیثمی ج ۲ ص ۳۱۹)

حافظ ابونعیم اسے محمد بن منکدر سے اور وہ جابر سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ جو جمعہ کی رات یا دن کو فوت ہو جائے وہ عذابِ قبر سے بچالیا جائے گا اور اس پر شہادت کی مہر لگ جائے گی۔

مگر ان الفاظ میں عمر بن موسیٰ وجیہی مدنی منفرد ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹' ج ۲ ص ۱۷۶-۲۲۰' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۵۵' الہیثمی ج ۲ ص ۳۱۹)

# فصل

میں کہتا ہوں: آپ کو معلوم ہونا چاہیے (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) کہ اس باب کی احادیث میں اور سابقہ ابواب کی احادیث میں کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے بلکہ یہ ان سابق احادیث کی مخصص اور مبیّن ہیں کہ جن سے قبر میں سوال اور آزمائش نہیں ہوگی اور ان احکام میں قیاس کو دخل نہیں اور نہ اجتہاد کی گنجائش ہے' ان چیزوں میں تو صرف سچے پیغمبر ﷺ کے فرمان کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔

امام ابن ماجہ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میّت کو قبر میں دفن کر دیتے ہیں تو اس کے بعد اس کو یوں لگتا ہے کہ جیسے (سہ پہر ہوگئی ہے اور) سورج غروب کے قریب ہے' وہ اپنی آنکھوں کو مسلتا ہوا اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہنے لگتا ہے: مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھ لوں۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۲' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۴۷' ابن حبان ج ۵ ص ۴۷)

علامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: شاید یہ شخص ان اشخاص میں سے ہو جو فتنۂ قبر سے بچا لیے جاتے ہیں اور الحمد للہ! دونوں بابوں کی احادیث کے درمیان کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں۔

## فصل

حکیم ترمذی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے یہ شہید کے بارے میں جو فرمایا کہ ''کفی ببارقة السیوف علی رأسه فتنة'' یعنی اس کے سر پر تلوار کی چمک فتنۂ قبر سے کافی ہوگئی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سر پر تلوار کی چمک سے اس کے نفاق و ایمان کی آزمائش ہو چکی۔ چونکہ میدان جنگ سے بھاگا نہیں، منافق ہوتا تو سر پر تلوار کی چمک دیکھتے ہی الٹے پاؤں بھاگ جاتا کیونکہ منافقوں کا شیوہ یہی ہے کہ ایسے موقع پر بہانے تراشتے ہیں اور راہ فرار اختیار کیا کرتے ہیں جبکہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے فداکاری اور جان سپاری کی راہ اختیار کرتا ہے اور صبر وتسلیم کا کوہِ استقامت ثابت ہوا کرتا ہے، معلوم ہوا کہ اس میں ایمان ہے اور ایمان ہی نے اسے اللہ کے لیے اس جانی قربانی پر آمادہ کیا اور اس کے دل میں اللہ ہی کے لیے غصہ اور ہیجان پیدا ہوا' تا کہ اس کا دین غالب رہے اور اس کے کلمہ کی عزت ہو۔ پس اس کا ایمان اسے قتل گاہ میں لے آیا اور قبر میں امتحان کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ اس کے مافی الضمیر کا اظہار تو ہو چکا ہے کہ میدانِ کارزار میں ڈٹا رہا' یہ ایمان ہی تو ہے جس نے اس کو پسپا نہ ہونے دیا اور اللہ کی رضا کے لیے اس نے جان دے دی لہٰذا جب اس کے ایمان کا امتحان میدانِ جہاد میں ہو چکا ہے تو پھر قبر میں اس پر سوال کا اعادہ کس لیے ہوگا؟

### کیا صدیقین کا بھی شہداء کی طرح قبر میں امتحان نہیں ہوگا؟

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب شہید سے قبر میں سوال نہیں ہوگا اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ ہے اور اس کی آزمائش نہیں ہوتی تو صدیق سے بدرجۂ اولیٰ سوال نہ ہوگا کیونکہ صدیق کا شہید سے اونچا مقام ہے اور قرآن مجید میں صدیقین کا ذکر شہداء سے پہلے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ. (النساء: ٦٩)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید۔

اور اوپر گزر چکا ہے کہ سرحدوں پر پہرہ دینے والے سے بھی سوال نہ ہوگا حالانکہ اس کا مقام شہید سے نیچا ہے اور صدیق کا تو شہید سے بھی اونچا مقام ہے۔ جب مرابط اور پہرہ دار سے جو صدیق سے کہیں کمتر مقام والا ہے' قبر میں سوال نہیں ہوگا تو صدیق جو ان دونوں سے اونچا مقام رکھتا ہے اس سے کیونکر سوال ہو سکتا ہے؟ اللہ خوب علم والا ہے۔

# فصل

## ایک حدیث نبوی ﷺ کی تشریح

حضور ﷺ نے فرمایا: ''من مات مریضا مات شهیدا'' جو شخص بیماری کی حالت میں مر جائے وہ شہید ہے۔

**شرح الحدیث:** علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں لفظ مرض اگرچہ عام ہے' سب بیماریوں کو شامل ہے لیکن دیگر احادیث سے اس میں قید معلوم ہوتی ہے کہ جس کو استسقاء یا اسہال کی بیماری ہو' اس کو قبر میں عذاب نہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص بقائمی ہوش وحواس مرتا ہے' تو اب اس سے مزید سوال نہ ہوگا' بخلاف دوسرے امراض میں مرنے والوں کے' کہ ان کی عقل وحواس گم ہو جاتے ہیں۔

**نوٹ:** جس حدیث سے قید معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص پیٹ کی بیماری سے مر جائے (اس سے سوال نہ ہوگا' وہ شہید ہوگا)۔

علامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں دو قول ہیں:

(۱) پیٹ کی بیماری سے مراد ہے اسہال' کیونکہ جب کسی شخص کا معدہ خراب ہو جاتا ہے اور وہ دواء کو قبول نہیں کرتا تو عرب یہ محاورہ بولتے ہیں: ''اخذه البطن'' وہ شخص شکم گرفتہ ہے (یعنی پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہے) اسی طرح جگر کی خرابی' غدود کے بڑھنے اور السر پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مرضِ استسقاء (کسی کے جسم میں یا پیٹ میں بیماری کا پانی جمع ہونا' قے کرنا) ہے اور یہی قول اظہر ہے کیونکہ عرب موت کی نسبت پیٹ کی طرف کر کے بولتے ہیں: ''قتله بطنه'' ''اس کے شکم نے اس کو مار ڈالا'' تو مراد پیٹ کی بیماری ہوتی ہے اور مریض استسقاء عموماً زخم کے بگڑ کر پھیل جانے اور جسم میں بیماری کا پانی جمع ہو جانے سے مرتا ہے گویا اس میں دو وصف اکٹھے پائے گئے' اس لیے دوسرا معنیٰ مراد لینا زیادہ ظاہر ہے۔

اور پیٹ کی بیماری سے فوت ہونے والے شخص پر خارجی علامات وقرائن اور مشاہدہ وتجربہ شاہد ہے کہ اس کی عقل سلامت اور اس کا دماغ اور ذہن مرتے دم تک حاضر رہتا ہے' اس کی مثل تپ دق' دمہ' اور ٹی بی کے مریض کا حال ہے کیونکہ ٹی بی کے مریض کی موت زخم کے خراب ہو کر جسم میں زہر پھیل جانے سے ہوتی ہے اور ان مذکورہ بالا مریضوں کی حالت اس شخص کی طرح نہیں ہے جو سام اور سرسام سے مر جاتا ہے یا ہارٹ اٹیک سے اس کی ڈیتھ ہو جائے۔ دائمی بخار' نمونیہ (ٹائیفائیڈ) گردے' مثانے یا تلی کی پتھری سے جو دردناک درد ہوتا ہے تو ان شدید آلام سے ان مریضوں کی عقلیں غائب ہو جایا کرتی ہیں کیونکہ اس سے مزاج اور اندرونی نظام فاسد ہو جاتا ہے اور زخم دماغ تک پہنچ جاتا ہے اور جب صورت حال یہ ہے تو پھر مرنے والا مرتا ہے اور پیٹ کے مرض سے مرنے والے کا ذہن حاضر ہوتا ہے اور اس وقت کے احوال کو جانتا ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

## اسی باب کی ایک اور حدیث کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا انتقال ختم رمضان پر ہوا' جنت میں داخل ہوگا' جس کا انتقال ختم عرفہ پر ہوا' جنت میں داخل ہوگا' جس کا انتقال صدقہ کے اختتام پر ہوا' وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء ج۵ ص۲۳)

## میّت پر ہر روز صبح وشام اس کے ٹھکانے کا پیش کیا جانا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر صبح وشام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہو تو جنتیوں کا اور دوزخی ہو تو دوزخ کا (ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور (اس سے) کہا جاتا ہے: یہ تمہارا اس وقت ٹھکانا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کے دن اس ٹھکانے کی طرف اٹھائے گا۔ (صحیح بخاری ج۳ ص۲۴۳' صحیح مسلم ج۱۷ ص۲۰۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۰' مسند احمد ج۲ ص۱۱۳' ابن حبان ج۵ ص۵۳' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۸۳۲' تاریخ بغداد ج۸ ص۴۹)

# فصل

حدیث پاک میں میّت پر جنت یا دوزخ کا ٹھکانا پیش کرنے کا جو ذکر آیا ہے یہ بڑا سخت قسم کا عذاب ہے۔ ہمارے ہاں دنیا میں اس کی مثال ایسے سمجھیے کہ جس طرح کسی کو قتل کی دھمکی دی جائے یا مہلک قسم کے ہتھیاروں سے کسی کو خوفزدہ کیا جائے یا اسی طرح مختلف قسم کے طریقوں سے کسی کو ڈرایا جائے تو اس کے بعد اس کے لیے زندگی ایک عذاب بن کر رہ جاتی ہے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت و رأفت سے ہمیں اپنے عذاب وعقاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔

قرآن مجید میں کفار کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ (المؤمن: ۴۶) آگ جس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ کافروں کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے' اسی طرح اہل سعادت کو جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے' قبر میں جنت پر پیش کیا جاتا ہے۔

اس جگہ ایک سوال یہ ہے کہ آیا ہر مؤمن پر قبر میں اس کا جنت میں جو مقام اور ٹھکانہ ہوگا وہ پیش کیا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ (جنت کا ٹھکانا دکھایا جانا) صرف مؤمن کامل' کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے بچانے کا ارادہ فرمایا ہو' اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ باقی رہا وہ شخص کہ جس کے عمل ملے جلے ہیں وہ اچھے کام بھی کرتا رہا ہو اور گناہوں سے بھی اس کا دامن آلودہ ہو' تو ایسے شخص کو جنت اور دوزخ میں سے ہر ایک ٹھکانے کی جھلکی دکھا دی جاتی ہے۔ جس طرح اس کا عمل کبھی اچھا کبھی برا' یا بیک وقت ہی وہ اچھا کام بھی اور برا کام بھی کرتا دیکھا گیا اور پایا گیا' اور یہ بھی ممکن ہے کہ اہل جنت سے مراد تمام جنتی ہوں چاہے وہ ابتداء اور پہلے ہی پراگے میں جنت میں

داخل ہونے والے ہوں، یا سزا وغیرہ بھگت کر انجام کار جنت میں داخلہ کے قابل اور لائق قرار دیئے گئے ہوں سبھی پر ان کی قبروں میں جنت کو پیش کیا جاتا ہو (باقی حقیقتِ حال کا علم اللہ ہی کو ہے)۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ جنت اور دوزخ کا پیش کیا جانا صرف روح پر ہوگا؟ اس بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ ہاں یہ صرف روح پر ٹھکانے کو پیش کیا جاتا ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جائز ہے کہ بدن کے ایک حصہ کے ساتھ ہو جس میں روح نے حلول کیا ہوا ہو اور تیسرا قول ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روح کو جسم میں لوٹانے کے بعد روح مع الجسد پر جنت و دوزخ میں میّت کے ٹھکانا کو اس پر پیش کیا جاتا ہو جس طرح منکر نکیر کے سوالات کے وقت روح کو بدن میں لوٹا دیا جاتا ہے اور فرشتے مردے کو بٹھا کر اس سے کہتے ہیں: دیکھ اپنے دوزخ کے ٹھکانے کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے نیک عمل کے سبب اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل محض سے اس کے بدلے جنت میں تیرا مقام بنایا ہے۔ بہرحال جیسے بھی ہو (صرف روح پر ہو، روح کے کسی ایک حصۂ بدن میں حلول کے ساتھ ہو یا جسم میں روح کے لوٹائے جانے کے بعد روح اور جسم دونوں پر ہو) یہ بات طے ہے کہ عذاب کا احساس ضرور ہوتا ہے، درد والم پایا جاتا ہے اور معاملہ بڑا سخت ہے۔

بعض علماء نے روح کو عذاب دیئے جانے کی مثال یہ بیان کی ہے کہ جس طرح سونے والا شخص خواب میں عذاب یا راحت میں خود کو مبتلا دیکھتا ہے حالانکہ اس کے بدن کو کچھ بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی جسمانی طور پر وہ شخص کسی قسم کی تکلیف یا راحت کو محسوس کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں ہوں گی جنہیں ہر روز دو مرتبہ دوزخ پر پیش کیا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ ''یہ تمہارا ٹھکانہ ہے'' اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہے:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ. (المؤمن:۴۶) — انہیں (آلِ فرعون کو) صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان (کافروں) کی روحیں سیاہ پرندوں کے شکموں میں ہوتی ہیں اور وہ صبح و شام ہر روز دو مرتبہ جہنم پر پیش ہوتے ہیں یہی مطلب ہے ''یعرضون'' کا۔

میمون ابن میسرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب صبح کرتے تو بلند آواز سے کہتے: ''اصبحنا والحمد لله'' ''ہم نے صبح کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں''۔ اور آلِ فرعون آتش جہنم پر پیش کیے جاتے ہیں اور جب شام ہوتی تو کہتے: ہم نے شام کی اور اللہ کا شکر اور حمد ہے اور فرعونیوں کو آگ پر پیش کیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس نے بھی دیکھا اس نے ان کو آتش جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہی سنا ہے۔

اور کفار کی روحوں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ ان کی روحیں سیاہ رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں جہنم کے کنارے پر ساتویں زمین کے نیچے ایک سیاہ چٹان تلے ٹھہرائی جاتی ہیں۔

نوٹ: حدیثِ پاک اور قرآن مجید میں جو ''صبح و شام'' کا ذکر ہے اس سے ہمارے حساب کے مطابق دنیا

کے صبح وشام کی مقدار مراد ہے ورنہ ان کے لیے آخرت میں صبح ہوتی ہے نہ شام۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝ اور انہیں اس میں ان کا رزق ہے صبح وشام۔

(مریم: ۶۲)

تو ہم کہتے ہیں: ان دونوں کا ایک ہی جواب ہے اور اس کا مزید بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے ''جنت کی تعریف'' کے باب میں آئے گا۔

## صرف شہداء کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں

جنت میں صرف شہداء کی ارواح ہوتی ہیں اور شہداء کے علاوہ دیگر مؤمنین کی روحیں جنت میں نہیں ہوتیں۔ اس کی دلیل حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ (میت کو دفن کے بعد اس پر جنت یا دوزخ کو پیش کرنے کے بعد اس سے کہا جاتا ہے)۔

هـذا مقعدک حتی یبعثک الله الیه یوم القیامة. یہ تمہارا ٹھکانہ ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم کو اس ٹھکانے کی طرف اٹھائے گا۔

اور مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ حالت غیر شہداء کے ساتھ مخصوص ہے۔
مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۝ (آل عمران: ۱۶۹)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم نے بھی اس کو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا' آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رہتی ہیں' ان کے لیے عرش کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں' وہ روحیں جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھرتی ہیں' پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں' ان کا رب ان کی طرف مطلع ہو کر فرماتا ہے: کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہم کو کسی چیز کی خواہش ہو سکتی ہے' ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں چرتے پھرتے ہیں' ان سے تین بار اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرماتا ہے' پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کو سوال کے بغیر نہیں چھوڑا جا رہا تو وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل کیے جائیں' پھر جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھے گا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں ہے تو پھر ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۳۱' ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۶ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۵۵۴' ابوعوانہ ج ۵ ص ۵۳-۵۴' المستدرک ج ۲ ص ۸۸' البیہقی ج ۹ ص ۱۶۳' الجہاد لابن المبارک رقم الحدیث: ۶۲' تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۷۰)

# فصل

(مؤلفِ تذکرہ فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس مقام پر پانچ اعتراضات ہیں۔

**پہلا اعتراض:** معترض کہتا ہے کہ تم نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

جب کوئی مسلمان اپنے متعارف شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ روح کا مستقر اور قیام گاہ قبر ہے اور پچھلی حدیث میں گزرا کہ شہداء کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے الخ تو اس کا جواب کیا ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سابق حدیث کے عموم میں تخصیص پیدا کرتی ہے اور وہ حدیث غیر شہداء پر محمول ہے۔

**دوسرا اعتراض:** حضرت کعب بن مالک حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک مؤمن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درختوں میں (سے) کھاتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو جسم میں واپس لوٹا دے گا۔

(نسائی ج۴ص۱۰۸، ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۲۷۱، مؤطا امام مالک رقم الحدیث:۴۹، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۱۶۳۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مؤمن کی روح جنت کے پھل میوے کھاتی ہے، اس میں کچھ شہید کی خصوصیت نہیں ہے، اس کا جواب کیا ہوگا؟

اس کے جواب میں مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لغت میں ''تعلق'' جب لام پر پیش پڑھیں تو اس کا معنیٰ ''کھانا'' ہوتا ہے اور اگر لام پر زبر ہو تو پھر اس کا معنیٰ چرنا ہوتا ہے اور ''علوق'' بمعنیٰ ''سرح'' یعنی چرنا زیادہ استعمال ہوتا ہے اور یہ ''چرنا'' شہداء کی حالت اور ان کی ارواح کی صفت ہے۔ (جیسا کہ حدیث میں گزرا ہے) دوسروں کی ارواح کے لیے جنت میں چرنے کا ذکر نہیں ہوا یہ فقط شہداء کے لیے مخصوص ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَۙ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے○ (آل عمران:۱۶۹)

اور رزق صرف زندہ کو دیا جاتا ہے اور اس بات پر اجماع امت ہے کہ دنیا میں ہی جنت کے کھانے اور نعمتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے سوا کسی اور کو نہیں دیئے جاتے۔

**نوٹ:** ''نسمة المؤمن'' کا معنیٰ ہے شہید مؤمن کی ''روح'' اس کی دلیل خود اسی حدیث میں ہے کیونکہ فرمایا گیا کہ:

حتی یرجعه الله تعالی الی جسده یوم یبعثه. یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس ''روح'' کو اس کے جسم میں لوٹائے۔

**تیسرا اعتراض:** حدیث پاک میں آیا کہ روحیں آسمانوں میں باہم ملاقات کرتی ہیں اور ''جنت'' بھی ''آسمان'' میں ہے۔اس کی دلیل حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری ج۴ ص۱۲۲، صحیح مسلم ج۷ ص۱۸۷، نسائی ج۴ ص۱۲۷، مسند احمد ج۲ ص۲۸۱، ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۸۸۲، سنن دارمی ج۲ ص۲۶، البیہقی ج۴ ص۲۰۲، ابن ابی شیبہ ج۳ ص۱، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۷۳۸۴، المستدرک ج۱ ص۴۲۱)

اور ایک دوسری حدیث مبارک میں تو تصریح ہے کہ ''ابواب الجنة'' یعنی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ تمام روحیں جنت میں قیام کرتی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روحوں کے آسمان میں باہم ملاقات کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی جنت میں آپس میں ملاقات ہوتی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ شہداء کے علاوہ دیگر مؤمنین کی روحیں کبھی تو زمین پر قبروں کے صحن میں رہتی ہیں اور کبھی آسمان پر چلی جاتی ہیں۔ جنت میں بہرحال ان کا مقام اور ٹھکانا نہیں ہے۔ جبکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر جمعہ کو روحیں ہمیشہ کے لیے اپنی قبروں میں آتی ہیں۔اسی لیے جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن اور ہفتہ کی صبح علماء فرماتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کے لیے جانا مستحب ہے۔(واللہ اعلم)

ابن عربی نے کہا کہ ''حدیثِ جرائد'' (جس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھجور کی شاخیں تخفیف عذاب کے لیے قبر پر رکھیں) اور اسی طرح ''حدیث یہود'' نص ہے کہ روحیں قبروں میں ہوتی ہیں نہ کہ جنت میں اور اس میں واضح دلیل ہے کہ روحوں کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اور وہ آرام اور چین پاتی ہیں اور حدیثِ جرائد بہ نسبت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ''صحیح مسلم'' والی حدیث کے اس بارے میں زیادہ واضح ہے کہ روحوں کا ٹھکانا قبریں ہیں نہ کہ جنت کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تو صرف اتنا ذکر ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے جنت ہو یا دوزخ لیکن اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ کہاں پیش کیا جاتا ہے، قبر میں یا کس جگہ؟ جبکہ حدیث جرائد میں صراحت ہے کہ قبر میں روح کو عذاب ہو رہا تھا تو معلوم ہوا کہ روحوں کا ٹھکانا قبر ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہماری اس تقریر کے مطابق اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد مبارک ''تم میں سے جب کوئی شخص اپنے متعارف ایماندار بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے'' سے مراد یہ احتمال لیا جائے کہ روح قبر میں ہوتی ہے تاکہ احادیث میں تعارض نہ رہے۔

(واللہ اعلم)

**چوتھا اعتراض:** اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے پھر اس کو زندہ کیا جائے پھر

قتل کر دیا جائے پھر زندہ ہو اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں داخل نہ ہو گا حتیٰ کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے۔ (نسائی ج ۷ ص ۱۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۹-۲۹۰' البیہقی ج ۵ ص ۳۵۵' المستدرک ج ۲ ص ۲۵' الطبرانی الکبیر ج ۱۹ ص ۲۴۷' شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۰۱)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ بعض شہداء (جیسے مقروض) شہید ہونے کے وقت سے ہی جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور نہ ہی شہداء کی ارواح پرندوں کے شکم میں ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کی قبروں میں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ پھر وہ روحیں ہوتی کہاں ہیں؟

**جواب:** ابن وہب نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شہید جنت کے دروازے والی نہر بارق کے کنارے ہوں گے اور ان کا رزق صبح و شام انہیں جنت سے ملتا رہے گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶' المستدرک ج ۲ ص ۷۴' ابن حبان ج ۷ ص ۸۳' ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۹۰' الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۸۲۵' فیض القدیر رقم الحدیث: ۴۹۵۶' صحیح الجامع رقم الحدیث: ۳۶۳۶)

اور اس سے مراد شاید یہی مقروض ہوں یا وہ لوگ جن کو حقوق العباد ادا نہ کرنے کی وجہ سے دخولِ جنت سے روک دیا گیا ہو کیونکہ دین اور قرض فقط مال کے ساتھ خاص نہیں کوئی بھی حقوق ہوں جیسا کہ اس کی تفصیل آ رہی ہے۔ اسی لیے ہمارے علماء کہتے ہیں کہ شہداء کے احوال' ان کے درجات اور مقامات کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن طبقات اور منازل کے الگ الگ ہونے کے باوجود ایک بات میں سب شریک ہیں۔ جہاں بھی ہوں انہیں جنت کا رزق بہم پہنچتا رہتا ہے۔ (گو وہ جنت کے آخرت والے متوقع محلات میں نہ ہوں) اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص بیماری کی حالت میں مر جائے وہ شہید ہے' اس کو جنت سے کھانا اور سامانِ راحت ملتا رہتا ہے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۱۵' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۱' الأمالی لامام الشجری ج ۲ ص ۳۰۶' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۵۹۵)

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ شہداء کے احوال مختلف ہیں۔ شہیدوں کی کتنی اقسام ہیں؟ اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ انشاء اللہ وہاں بیان ہو گا کہ شہداء کتنی قسم کے ہیں؟

**پانچواں اعتراض:** امام ابن ماجہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بحری جہاد کا ایک شہید خشکی پر جہاد کرنے والے دو شہیدوں کے برابر ہے اور سمندر میں مرنے والا ایسے ہے جیسے خشکی کے اندر اپنے خون میں لت پت ہونے والا ہے اور ایک موج سے دوسری موج تک جانے والا (بحریہ کا فوجی) ایسے ہے جیسے اللہ عزوجل کی فرمانبرداری و اطاعت میں پوری دنیا کا سفر کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روحوں کے قبض کرنے پر حضرت عزرائیل علیہ السلام کو مقرر فرمایا ہے مگر جو شخص سمندر میں شہید ہوتا ہے اس کی روح' اللہ تعالیٰ خود اپنے دستِ قدرت سے قبض فرماتا ہے۔ برّی جنگ میں شہید ہونے والے کے قرض کے سوا تمام گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور البتہ بحری جنگ میں شہید ہونے والے کے سب گناہ معاف ہوتے ہیں حتیٰ کہ قرض بھی۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۷۸' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۶۳۱' کتاب الجہاد

لابن المبارک رقم الحدیث:۱۹۶' الطبرانی الکبیر ج۸ص۲۰۰' السلسلۃ الضعیفۃ رقم الحدیث:۸۱۷)

اب اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ شہید کے تمام گناہ حتیٰ کہ قرض بھی معاف ہو جاتا ہے جبکہ سابقہ احادیث میں تھا کہ قرض معاف نہیں ہوتا اس کا کیا جواب ہوگا؟

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص حقوقِ واجبہ کے سلسلہ میں فقر و فاقہ اور تنگدستی کی وجہ سے قرض کی ادائیگی سے پہلے مر جائے اور اس نے کوئی ترکہ بھی نہیں چھوڑا جس سے اس کا قرض اتارا جا سکے تو اس کو انشاء اللہ تعالیٰ رب العزت جنت سے نہیں روکے گا کیونکہ ایسے تنگ دست شخص کا قرض اس کی طرف سے ادا کرنا بادشاہِ اسلام پر فرض ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص قرض یا اہل و عیال چھوڑ کر مر جائے تو وہ اللہ اور رسول کے ذمہ پر ہے اور جس نے مال چھوڑا ہو تو وہ میت کے وارثوں کا ہے اور اگر بادشاہِ اسلام نے ادا نہ کیا تو پھر اللہ تعالیٰ اس مقروض کا قرض ادا فرما دیتا ہے اور اس کے خصم اور مخالف کو راضی فرما دیتا ہے اور خوش کر دیتا ہے۔

(نسائی ج۱ص۲۳۴' البیہقی ج۳ص۲۱۴' مسند احمد ج۲ص۴۶۴' ج۳ص۳۳۸' ج۳ص۳۷۱' ابن حبان ج۷ص۶۱۲' ترمذی رقم الحدیث:۲۰۹۰' الطیالسی رقم الحدیث:۱۱۵۰' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۵' صحیح الجامع رقم الحدیث:۶۰۲۳)

اس پر دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرنے کے بعد قیامت کے دن قرضدار سے بدلہ لیا جائے گا البتہ اگر تین باتوں میں قرضدار ہوگا تو اس سے بدلہ نہ لیا جائے گا: ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہو اور پھر وہ کمزور ہو جائے اور قرض لے کر اپنی قوت بڑھائے اور اس کا مقصد دشمنِ خدا کے مقابلہ میں اپنی قوت بڑھانا ہو۔ دوسرا وہ شخص جس کے گھر میں کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے پاس کفن دفن کے لیے کچھ نہ ہو اور اس کے لیے قرض لیے بغیر چارہ نہ ہو۔ تیسرا وہ شخص جو بلا نکاح رہنے سے اپنے دین پر خوف کھاتا ہو کہ اگر شادی نہ کرے گا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو یہ اپنی شادی کے لیے قرض لے تو اللہ تعالیٰ ان تینوں اشخاص کا قرض قیامت کے دن ان کی طرف سے ادا فرما دے گا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۴۳۵)

لیکن اگر کسی شخص نے عیاشی اور گلچھرے اڑانے کے لیے یعنی معاشی مجبوری کے تحت نہیں' عیاشی' لت کے تحت قرضہ لیا اور ادا کرنے سے پہلے مر گیا یا قرضہ اتارنے کے لائق مال چھوڑا مگر اس کی وصیت کر کے نہیں گیا یا ادائیگی پر قدرت ہوتے ہوئے بھی ادا نہیں کیا تو ایسے شخص کو قرضہ کی وجہ سے جنت سے روک لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ اس سے بدلہ لے لیا جائے جیسا کہ اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔

بحری شہید کے بارے میں جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ عام ہے اور سب کو شامل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے قرضہ جات کے درمیان تفریق نہیں فرمائی۔ لہٰذا یہ فرمان سب قسم کے قرضوں کو شامل ہوگا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان اس شخص کے بارے میں ہو جو قرض لیتا ہے اور پھر قرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا کہ اس کا عزم اور نیت قرض ادا کرنے کی ہوتی ہے' قرض دینے والے کو مالی نقصان پہنچانا اس کا

مقصد قطعاً نہیں ہوتا اور ایسے شخص کے بارے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان عالی ہے: جو شخص لوگوں سے واپس کرنے کی نیت سے قرضے لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دیتا ہے اور جس شخص کا شروع سے مقصد ہی نقصان پہنچانا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کو نقصان میں رہنے دیتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۵ ص ۵۳ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۱۱ نسائی ج ۷ ص ۳۱۵ ابن حبان رقم الحدیث: ۱۱۵۷ مستدرک ج ۲ ص ۲۳ مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۱ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۳۵۴)

علاوہ بریں ابوامامہ کی اسناد میں ضعف ہے امام مسلم نے اس سے اعلیٰ اور اقویٰ سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونا قرضے کے علاوہ ہر قسم کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۳۰ ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۰ البیہقی ج ۹ ص ۲۵ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۰۱)

اس روایت میں خشکی اور بحری کی تفریق اور تخصیص نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ اس سے میرے گناہ معاف فرما دے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے اس حال میں کہ تو صبر کرنے والا ہو ثواب کی نیت کرنے والا ہو اور (مقابلہ کے وقت) آگے بڑھنے والا ہو پشت دکھا کر بھاگنے والا نہ ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تو نے کیا کہا تھا؟ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے پوچھا تھا کہ مجھے بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں کام آ جاؤں تو کیا میرا راہِ خدا میں شہید ہونا میرے گناہوں کا کفارہ بن سکے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اس حال میں کہ تو صبر کرتا ہو ثواب کی نیت سے پیش قدمی کرنے والا ہو اور پسپائی اختیار نہ کرے تو اللہ تعالیٰ (قرض کے علاوہ) تیرے تمام گناہ معاف فرما دے گا کیونکہ ابھی ابھی جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ پیام پہنچایا کہ ''قرضہ کے علاوہ''۔ (صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۲۸-۲۹ ترمذی رقم الحدیث: ۱۷۱۲ مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۴)

حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قرضدار آدمی کو بلائے گا اور اس سے فرمائے گا کہ اے ابنِ آدم! یہ بتا کہ تو نے لوگوں کے حقوق کس وجہ سے ضائع کیے اور ان کے مالوں کو کہاں برباد کیا؟ وہ مقروض آدمی عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے ان کے مال خراب نہیں کیے لیکن ہوا یہ تھا کہ مجھے سیلاب نے مصیبت پہنچائی کہا یا (راوی کو شک ہے) آگ لگنے سے مجھ پر مصیبت آن پڑی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں زیادہ حق رکھتا ہوں آج تیری طرف سے تیرا قرضہ اتاروں۔ چنانچہ اس کی نیکیوں کو اس کی برائیوں پر بھاری کر دیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اس کو جنت میں لے جاؤ۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۴۱)

(یہ حدیث اور بھی کئی طرق سے مروی ہے) یزید ابن ہارون کی روایت میں ہے کہ:

پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوائے گا اور اس کو قرضدار آدمی کے میزان میں رکھ دے گا اور اس کا (نیکی والا) پلڑا بھاری ہو جائے گا (یہ حدیث غریب ہے)۔

تبصرہ: علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس سلسلے میں نص ہے کہ جو شخص فساد اور

نقصان پہنچانے کے طریقے پر قرض نہیں لیتا بلکہ نیک نیت ہوتا ہے' اللہ پاک اس کی طرف سے خود قرض ادا فرما دے گا۔ تمام تعریفوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو سیدھی راہ اور ٹھیک بات بیان کرنے کی توفیق بخشنے والا ہے اور اپنے رسول مکرم ﷺ کی زبان مبارک پر مبہم اور مغلق باتوں کو واضح فرمانے والا اور اپنے بندوں کی مشکلات کو اپنے پیارے رسول ﷺ کے ذریعے آسان فرمانے والا ہے۔

## روحوں کے مستقر اور قیام گاہ کے متعلق مزید آثار اور اقوالِ علماء کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ تمام مؤمنین کی ارواح ''جنت الماویٰ'' میں ہیں' اس کو جنت الماویٰ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں مؤمنین کی روحوں نے پناہ لے رکھی ہے اور وہ وہاں قیام کرتی ہیں' یہ جنت' عرش کے نیچے ہے' اس کے رہنے والے اس کی نعمتوں سے متمتع اور لطف اندوز ہوتے ہیں اور اس کی خوشبودار ٹھنڈی ہواؤں سے مستفید اور بہرہ ور ہوتے ہیں۔ ایمانداروں کی ارواح اس جنت میں چرتی پھرتی رہتی ہیں اور پھر عرش کے نیچے نور کی قندیلوں کی طرف آ کر پناہ گزیں ہو جاتی ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں: پہلی بات ہی صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

ابن مبارک نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مؤمنوں کی ارواح مخصوص قسم کے پرندوں میں ہوں گی' آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گی اور جنت سے ان کے لیے رزق آئے گا۔

منصور کہتے ہیں: میں نے عبداللہ سے سوال کیا کہ مجھے بتایئے کہ مرنے کے بعد مسلمانوں کی ارواح کہاں قیام کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اے اہلِ عراق! تمہاری وائے کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں تو اس سلسلہ میں کچھ نہیں جانتا تب انہوں نے فرمایا: مؤمنوں کی روحیں سفید رنگ کے پرندوں کی صورت میں عرش کے نیچے ہوتی ہیں اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین میں ہیں۔ آگے انہوں نے حدیث ذکر کی۔

تبصرہ: علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ روایت ان لوگوں کی دلیل بنتی ہے جو کہتے ہیں کہ مؤمنین کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اس میں بھی سابق تاویل ہو سکتی ہے' اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ شہید ہونے والے مؤمنین کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں۔ اسی طرح سوال میں بھی عبارت مقدر (پوشیدہ) مان لی جائے گی۔ سوال یوں بن جائے گا: ''**فقلت اخبرنی عن ارواح المومنین الشهداء**'' میں نے کہا: مجھے شہادت پانے والے مؤمنوں کی ارواح کے بارے میں بتایئے؟''۔

ابن عیینہ نے عبداللہ بن یزید سے روایت کی' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے: شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں میں گھومتی پھرتی ہیں۔

## فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

(۱) عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: ان (شہداء) کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے

پیٹوں میں ہوتی ہیں۔

(۲) اور کعب بن مالک کی حدیث میں ہے: مؤمن کی روح بذاتِ خود اڑنے والی بن جاتی ہے۔ (یہ نہیں کہ وہ کسی پرندے میں داخل ہو جاتی ہے۔)

(۳) اعمش نے عبداللہ بن مرہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے شہداء کی ارواح کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: شہداء کی ارواح اللہ تعالیٰ کے پاس سبز پرندے کی مثل عرش کے نیچے قندیلوں میں ہوتی ہیں' جہاں چاہتی ہیں جنت کے اندر چرتی پھرتی ہیں اور پھر انہی قندیلوں کی طرف واپس لوٹ آتی ہیں۔

ابن شہاب نے کعب ابن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء کی ارواح سبز پرندے ہیں جو جنت کے درخت سے کھاتی اور چرتی ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۳۱' ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۶' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۵۵۴' ابوعوانہ ج ۵ ص ۵۳-۵۴' مستدرک ج ۲ ص ۸۸' بیہقی ج ۹ ص ۱۶۳' الجہاد لابن المبارک رقم الحدیث: ۶۲' تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۷۰)

ابو عمر کتاب ''الاستذکار'' میں لکھتے ہیں کہ یہ تمام روایات کعب ابن مالک کی روایت کے موافق ہیں اور یہ اس روایت کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے جس میں ہے کہ شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں۔

(قرطبی کے نزدیک جن احادیث میں یہ ہے کہ ارواح بذات خود پرندے بن جاتی ہیں ان روایات سے اصح ہیں جن میں یہ ہے کہ ارواح پرندوں کے پوٹوں اور پیٹوں میں ہوتی ہیں)۔

ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء نے ''**فی حواصل طیر**'' کی روایت کا انکار کیا ہے۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ قید و بند میں ہوں اور تنگی میں ہوں۔

**تبصرہ:** علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح مسلم میں تمام عادل راویوں سے مروی ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ ''**فی**'' بمعنیٰ ''**علی**'' ہو اور یہ تاویل درست ہے کیونکہ ''**فی**'' قرآن مجید میں بمعنیٰ ''**علی**'' مستعمل ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ**'' (طٰہٰ: ۷۱) یعنی ''**علی جذوع النخل**'' اور یہ بھی جائز ہے کہ خود پرندے کو ''جوف'' کہہ دیا جائے کہ وہ جوف کو محیط اور اس پر مشتمل ہے' مراد سواری ہو۔ امام ابو محمد عبدالحق نے فرمایا کہ یہ تاویل بہت ہی اچھی ہے (بعض علماء نے کہا کہ یہ ممکن ہے کہ باوجود اس کے کہ ارواح پرندوں کے پوٹوں میں ہیں' اللہ تعالیٰ پرندوں کے پوٹوں کو فضا سے کہیں زیادہ وسیع فرمادے)۔

''کتاب الافصاح'' کے مصنف صاحب صاحب افصاح کہتے ہیں:

انعام یافتہ روحیں مختلف حالات میں ہیں:

(۱) کچھ تو جنت میں اڑنے والی ہیں اور جنت کے درختوں سے کھاتی ہیں۔

(۲) کچھ سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔

(۳) کچھ عرش کے نیچے قندیلوں میں ٹھکانا کرتی ہیں۔
(۴) کچھ سفید پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔
(۵) کچھ چڑیوں کے پوٹوں میں ہیں۔
(۶) کچھ جنتی صورتوں والے اشخاص کی شکلوں میں ہیں۔
(۷) کچھ اپنے اعمال صالحہ کی صورتوں میں ہیں۔
(۸) کچھ اپنے جسموں میں آتی جاتی رہتی ہیں۔
(۹) کچھ مردوں کی روحوں سے ملاقات کرتی ہیں۔
(۱۰) کچھ حضرت میکائیل علیہ السلام کی کفالت مین ہیں۔
(۱۱) کچھ حضرت آدم علیہ السلام کی کفالت میں ہیں۔
(۱۲) کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں ہوتی ہیں۔

تبصرہ: قرطبی کہتے ہیں: یہ قول اچھا ہے کہ اس سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہیں اور کوئی تعارض اور ٹکراؤ باقی نہیں رہتا۔ (واللہ اعلم)

## نوٹ: سبز پرندوں وغیرہ میں ارواح کے منتقل ہونے پر تناسخ کا شبہ اور اس کا ازالہ

بعض ملحدین ان حدیثوں سے تناسخ پر استدلال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اچھے انسان کی روح مرنے کے بعد خوبصورت جسموں میں منتقل ہو جاتی ہے اور برے لوگوں کی روح مرنے کے بعد بری صورتوں میں منتقل ہو جاتی ہے اور یہی ثواب اور عذاب ہے اور یہ لوگ جنت اور دوزخ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں' ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ وہ اس کو ''آواگون'' سے تعبیر کرتے ہیں لیکن ان حدیثوں سے ان کے مؤقف پر استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ تناسخ اور ''آواگون'' کا حاصل یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کسی اور جسم میں آ جاتی ہے اور وہ اس جسم کی حیات کا سبب ہوتی ہے اور جسم میں ایسے ہی سرایت کر جاتی ہے جیسے پہلے جسم میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ اس کے برخلاف جن احادیث میں ہے کہ شہداء کی روحیں پرندوں میں ہوتی ہیں' ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پرندوں میں سرایت کر جاتی ہیں اور ان پرندوں کی حیات ان روحوں کے سبب سے ہوتی ہے بلکہ وہ روحیں ان پرندوں میں بمنزلہ سوار اور مسافر ہیں اور وہ پرندے بمنزلۂ سواری ہیں اور ان پرندوں کی اپنی الگ روح ہوتی ہے۔

دو (۲) روحوں کا ایک جسم میں ہونا ایسا ہی ہے کہ جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ اب ایک جسم میں دو روحیں یقیناً ہیں لیکن جس روح سے ماں زندہ ہے وہ اور ہے اور جس سے بچہ کی زندگی ہے وہ اور ہے اور اس تقریر پر کوئی استحالہ نہیں جیسے لوگ ہوائی جہاز میں اڑتے ہیں اسی طرح ارواح شہداء پرندوں میں اڑتی ہیں اور جن احادیث میں یہ ہے کہ اللہ ان روحوں کو پرندوں کی شکل میں متشکل کر دیتا ہے یعنی وہ روح سبز پرندہ بن جاتی ہے ان پر کوئی اشکال نہیں کیونکہ تناسخ تب ہوتا جب روح الگ ہوتی اور پرندے کا جسم الگ ہوتا اور وہ روح اس جسم میں سرایت کر جاتی اور اس روح سے اس جسم کی حیات ہوتی اور یہاں اس طرح نہیں ہے بلکہ بنفسہ اس روح کو سبز پرندہ بنا دیا جاتا

ہے لہٰذا یہ تناسخ نہیں ہے تماثل ہے۔

میرے استاذ حضرت محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی متعنا اللہ تعالیٰ بحیاتہ السعیدۃ فرماتے ہیں:
میرے شیخ حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ امروہہ میں ان کے زمانۂ تعلیم میں ان کا ایک ہندو مناظر' پنڈت رام چند سے مناظرہ ہوا' اس نے کہا: قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو بندر اور خنزیر بنا دیا اور یہ تناسخ ہے۔ حضرت نے فرمایا: تناسخ تب ہوتا کہ وہ بنی اسرائیل مر جاتے اور مرنے کے بعد ان کی ارواح کو بندروں اور خنزیروں میں منتقل کیا جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ان بنی اسرائیل کی اسی حالتِ حیات میں شکل تبدیل کر دی اور ان کی صورت بندر اور خنزیر کی صورت سے بدل دی' سو یہ تناسخ نہیں ہے بلکہ تماسخ ہے یعنی ان کی صورتیں مسخ کر دیں' وہ کہنے لگا: میں آئندہ سال آ کر پھر اسی جگہ مناظرہ کروں گا۔ حضرت نے فرمایا: موت اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں' اگر تم درمیان سال میں مر گئے تو کس صورت اور کس ''جون'' میں آ کر مناظرہ کرو گے؟ وہ آپ کی حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا اور اپنی گھڑی اتار کر انعام میں دے گیا۔

(شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۸۹۲' تبصرہ واضافہ از مترجم غفرلہ)

# ***-باب

اس باب میں تین باتوں کا بیان ہوگا:

(۱) شہداء کی تعداد (یعنی حکمی شہداء کی اقسام)

(۲) شہید کی وجہ تسمیہ۔

(۳) شہادت کا معنیٰ۔

امام آجری وغیرہ روایت کرتے ہیں' حضرت ابو مالک اشجعی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ عزوجل کے راستہ میں نکلا پھر مر گیا یا قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے یا جس شخص کو گھوڑے یا اونٹ نے گرا دیا یا جس شخص کو حشرات الارض میں سے کسی نے ڈس لیا یا جو شخص (اس کی راہ میں) بستر پر مر گیا' یا جس طرح بھی اللہ نے چاہا اس کو موت آ گئی تو وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۲' مستدرک ج ۲ ص ۷۸)

(ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء پانچ ہیں: طاعون زدہ' پیٹ کی بیماری والا' ڈوبنے والا' دب کر مرنے والا اور شہید فی سبیل اللہ۔ (صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۶۲' صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۳۹' نسائی ج ۶ ص ۳۷' موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۳۱' ابن حبان ج ۵ ص ۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۵)

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام نسائی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کے علاوہ (یعنی شہید حقیقی کے علاوہ) سات اور (حکمی) شہداء ہیں (۱) طاعون میں مرنے والا

(۲) پیٹ کی بیماری والا (۳) ڈوب کر مرنے والا (۴) جل کر مرنے والا (۵) نمونیہ (ٹائیفائیڈ) سے مرنے والا (۶) کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا (۷) حاملہ عورت جو زچگی کی حالت میں مرجائے (یہ سب بھی شہید ہیں)۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۵' نسائی ج ۴ ص ۱۴' موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۳۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۰۳' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۱۶' مستدرک ج ۱ ص ۳۵۲' البیہقی ج ۴ ص ۷۰' شرح السنہ ج ۵ ص ۳۷۰)

## بعض الفاظِ حدیث کی تشریح وتحقیق

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''المرأة تموت بجمع'' اس سے مراد وہ عورت ہے جو بچہ کی ولادت کی وجہ سے فوت ہو جائے اور بچہ شکم میں ہو اور اس کی خلقت کے دن مکمل ہوں اور دوسرا قول یہ ہے کہ زچگی اور دردزہ سے مرجائے چاہے بچہ جننے کے بعد ہو یا بچہ شکم میں ہی ہو۔ بعض نے کہا: اس سے مراد وہ عورت ہے جو شادی سے پہلے کنوار پن میں فوت ہو جائے۔

بعض کا یہ بھی قول ہے کہ اس سے مراد وہ لڑکی ہے جو ماہواری کا خون آنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے۔ یہ متعدد اقوال ہیں اور ہر قول کی الگ الگ توجیہ ہو سکتی ہے اور اس لفظ ''جمع'' کو جیم کے پیش اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور بعض آثار میں ہے: ''المجنوب شهيد'' مراد ہے نمونیہ والا' اسی سے ہے: ''رجل جنب'' رگ پھڑکنا' ورم پہلو اور پیٹ میں درد ریاحی۔

امام ترمذی' ابوداؤد اور نسائی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے' جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے' اور جو اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

(ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔) (صحیح بخاری ج ۵ ص ۱۲۳' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۴' نسائی ج ۷ ص ۱۱۶' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۶۲' ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۱۸-۱۴۱۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۸۰' البیہقی ج ۳ ص ۲۶۶' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹-۱۹۰' طیالسی رقم الحدیث: ۳۳' قضاعی رقم الحدیث: ۳۴۲-۳۴۳' ابن حبان ج ۵ ص ۷۹' مستدرک ج ۳ ص ۶۳۹' طبرانی الصغیر ج ۱ ص ۱۵۳' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۲۹' ج ۶ ص ۱۴۱' ج ۱۰ ص ۱۸' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۵۳' ج ۵ ص ۲۳)

امام نسائی روایت کرتے ہیں' حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے حق کی خاطر مارا جائے وہ شہید ہے۔ (نسائی ج ۷ ص ۱۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۵' الہیثمی ج ۶ ص ۲۴۴)

ابن ماجہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر کی موت شہادت ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۱۳' قضاعی رقم الحدیث: ۱۸۳' الضعفاء للعقیلی رقم الحدیث: ۴۵۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۱' موضوعات لابن جوزی ج ۲ ص ۲۲۱' العلل المتناہیہ رقم الحدیث: ۱۴۸۵' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۵۹۴)

دار قطنی کی روایت میں الفاظ یوں ہیں: مسافر کی موت شہادت ہے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۱۳' قضاعی رقم الحدیث: ۱۸۳' الضعفاء للعقیلی رقم الحدیث: ۴۵۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۱' موضوعات

ابن جوزی ج ۲ ص ۲۲۱' العلل المتناهیہ رقم الحدیث: ۱۴۸۵' مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۵۹۴)

ابوبکر خرائطی نے روایت کی ہے۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص پردیس میں (سفر میں) فوت ہو جائے وہ شہید ہے۔

محمد ابن سیرین روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**من مات غریبًا مات شهید**'' جو شخص سفر کی حالت میں مر جائے وہ شہید ہے' اور اس سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالی گزرا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

**من مات مریضاً مات شهیدًا.** جو شخص بیماری کی حالت میں مر جائے وہ شہید ہے۔

ترمذی نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ ''**اعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم**'' اور سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھ لے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو شام تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور گر وہ شخص اس دن فوت ہو جائے تو شہید ہے اور جو شخص شام کے وقت پڑھے تو اسی طرح ہے۔

(یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۲۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶' سنن دارمی ج ۲ ص ۴۵۸' ابن السنی رقم الحدیث: ۸۰' طبرانی الکبیر ج ۲۰ ص ۲۲۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سورۂ حشر (کی آخری تین آیات) مکمل آخر تک پڑھے اور اسی رات اس کا انتقال ہو جائے تو وہ شہید ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴۴' فتح القدیر ج ۵ ص ۲۰۹)

امام آجری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انس! اگر تم سے ہو سکے کہ ہمیشہ باوضو رہو تو ایسا کرو' کیونکہ عزرائیل علیہ السلام جب بندے کی روح قبض کرتے ہیں تو اگر وہ بندہ وضو کی حالت میں ہو تو ملک الموت اس کے لیے شہادت لکھ دیتے ہیں۔

امام شعبی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز چاشت پڑھتا ہے اور ہر مہینے تین دن کے روزے رکھتا ہے اور سفر و حضر میں وتر' ترک نہیں کرتا اس کے لیے شہید کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۳۲' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۱)

حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی طالب علم تعلیم کے دوران میں فوت ہو جائے تو وہ شہید ہے۔ (الجامع الصغیر للامام سیوطی رقم الحدیث: ۵۴۵)

ابوعمر نے اپنی کتاب ''بیان العلم'' میں لکھا ہے کہ بعض سے یہ بھی منقول ہے کہ اس طالب علم اور انبیاء کرام کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صدقِ دل سے شہادت کا خواستگار ہو اس کو شہادت کا اجر دے دیا جاتا ہے خواہ وہ شہید نہ ہو۔

(صحیح مسلم ج ۱۳ص ۵۵' البیہقی ج ۹ص ۱۷۰' ابوعوانہ ج ۵ص ۸۳)

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جوشخص سچے دل سے شہادت کا سوال کرے اس کو اللہ تعالیٰ شہداء کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے خواہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔

(صحیح مسلم ج ۱۳ص ۵۶' نسائی ج ۶ص ۳۷' ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۵۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۹۷' مسند احمد ج ۵ص ۲۴۴' ابن حبان ج ۵ص ۸۷' ابوعوانہ ج ۵ص ۸۳' البیہقی ج ۹ص ۱۷۰' مستدرک ج ۲ص ۷۷)

حکیم ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مال والے شخص کے پاس کوئی نہ کوئی ایسا پسندیدہ جانور ہوتا ہے جس کے ذبح کرنے سے وہ انکار کرتا ہے اور اللہ کی بھی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو ذبح کرنے سے وہ انکار کرتا ہے۔ کچھ لوگوں کو وہ بستر پر موت دیتا ہے لیکن ان کو اجر وثواب شہداء والا عنایت فرماتا ہے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۱۱۲۴۸)

## خلاصۂ کلام' حکمی شہداء کی تعداد

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی نے کتاب ''التثبیت'' میں حکمی شہداء کی تعداد کو تیس (۳۰) تک پہنچایا ہے۔ انہوں نے کہا:

(۱) جو شخص پیٹ کی بیماری (خواہ اسہال ہو یا استقاء) میں فوت ہو جائے (۲) ڈوب جائے (۳) کسی چیز کے نیچے دب جائے (۴) نمونیہ ہو جائے (۵) عورت دردِ زِہ میں مر جائے (۶) پھیپھڑوں کی بیماری ہو (سل' ٹی۔بی وغیرہ) (۷) سفر ہو (۸) مرگی ہو (۹) بخار ہو (۱۰) اہل کی حفاظت کر رہا ہو (۱۱) مال کی حفاظت کرتے ہوئے (۱۲) جان کی حفاظت کرتے ہوئے (۱۳) مظلوم ہو یعنی ظلم سے مارا جائے (۱۴) کسی سے عشق ہو اور اس کو مخفی رکھے اور حرام سے بچے (۱۵) جس شخص کے گلے وغیرہ میں پھندا لگنے سے اچھو ہو اور اس سے مر جائے (۱۶) درندے نے پھاڑ کھایا ہو (۱۷) بادشاہ نے ظلماً قید کیا ہو (۱۸) یا زبردستی پٹوایا ہو (۱۹) بادشاہ کے خوف سے روپوشی میں مر گیا ہو (۲۰) سانپ' بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو (۲۱) علم شرعی کی طلب میں مرا ہو (۲۲) ثواب کی نیت سے اذان دیتا ہو (۲۳) سچا تاجر ہو (۲۴) جو شخص اپنے اہل' اولاد اور دیگر ماتحت لوگوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کرتا ہو اور ان کو حلال کمائی کھلاتا ہو (۲۵) جہاز میں متلی اور قے سے مر جائے (۲۶) جو عورت سوکن یا کسی دوسری عورت سے غیرت پر صبر کر کے مرے (۲۷) جو شخص ہر روز پچیس بار یہ دعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

یا اللہ! میرے لیے موت میں اور موت کے بعد کے معاملات میں برکت عطا فرما۔

(۲۸) جو شخص نماز چاشت پڑھے' ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر' حضر میں کبھی وتر ترک نہ کرے (۲۹) جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی ﷺ پر مضبوطی سے قائم رہے (۳۰) جو شخص اپنے مرض موت میں چالیس بار کہے: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' (الانبیاء: ۸۷)۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: بعض مالکی علماء نے اس تعداد پر چند شہداء کا مزید اضافہ کیا ہے:

(۱) جو شخص جل کر مر جائے (۲) جو شخص گھوڑا تیار کر کے جہاد کا منتظر رہے (۳) جو شخص ہر رات سورۃ یٰسین ھے (۴) جو شخص سواری سے گر کر مر جائے (۵) جو شخص رات کو باوضو سوئے اور اس کو باوضو ہونے کی حالت میں وت آئے (۶) جو شخص تمام لوگوں کی خاطر مدارات کرتا رہے (۷) جو شخص ہر روز سو بار درود شریف پڑھے (۸) جو نص صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی دعا کیا کرے (۹) جو شخص ضرورت کے وقت مسلمانوں کے ی شہر میں غلّہ پہنچانے کا انتظام کرے (۱۰) جو شخص جمعہ کے دن وفات پائے (۱۱) جو شخص صبح کو تین بار پڑھے: ں شیطان مردود (کے شر) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو سنتا جانتا ہے "**اعوذ باللہ السمیع العلیم من شیطٰن الرجیم**" اور سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے اور اسی دن وفات پائے۔

ان کے علاوہ بھی علامہ شامی نے دو قسمیں ذکر کی ہیں: (۱) جو طاعون کی جگہ پر صبر کر کے ٹھہرا رہے ۲) عورت نفاس میں مر جائے۔

علامہ سیوطی ۳۰

بعض مالکی ۱۱

علامہ شامی ۲

علامہ سعیدی مزید دو ۲ **کل قسمیں پینتالیس**

میرے استاذ محدث **اعظم** حضرت علامہ غلام رسول سعیدی نے ان پر مزید اقسام کا اضافہ کر کے اس کی تعداد پینتالیس تک پہنچا دی ہے اور ان تمام اقسام کو احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ دیکھیے شرح مسلم ریف **جلد خامس ص ۹۳۵ تا ۹۴۷**۔ (مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

# فصل: امر ثانی کا بیان

## شہید کی وجہ تسمیہ

شہداء شاہد کی جمع ہے اور شہید وہ ہے جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا گیا ہو۔

(۱) (اہلِ لغت امام جوہری وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے) "**شہید**" بروزن "فعیل" بمعنی مفعول یہاں پر "**مشھود له بالجنّة**" کے معنیٰ میں ہے۔

امام لغت ابن فارس نے "المجمل" میں کہا کہ شہید اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والے کو کہتے ہیں۔

(۲) اور اس کو شہید کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس شاہد اور حاضر ہوتے ہیں۔

(۳) بعض نے کہا کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ شہداء کی ارواح دار السلام (جنت) میں حاضر ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹)

کیونکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں ۝

اور غیر شہداء کی ارواح قیامت سے پہلے جنت میں نہیں پہنچتی ہیں سو یہاں شہید بمعنی شاہد ہے یعنی جنت میں حاضر ہونے والا۔

(۴) اور بعض نے کہا کہ شہید کا معنیٰ ہے زمین پر گرنے والا اور زمین کو شاہدہ کہتے ہیں تو شاہدہ پر گرنے والے کو شاہد کہا گیا ہے۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ شہید راہ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبۃ:۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

پس جب راہ حق میں شہید ہونے والے کی شہادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی شہادت اور گواہی مل گئی تو اس اتصال شہادت کی بنیاد پر اس شخص کو شہید کہا جاتا ہے۔

اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ میں زخم کھاتا ہے۔

اور شہداء احد کے بارے میں فرمایا: ''انا شهيد على هؤلاء'' میں ان پر گواہ ہوں کہ انہوں نے آپ کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں قربان کیں اور آپ کے سامنے قتل ہوئے، آپ کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کرتے ہوئے۔

## شہادت کا معنیٰ و مفہوم

شہادت ایک صفت ہے جس کے حامل کو شاہد کہتے ہیں اور اس وصف میں مبالغہ کے اظہار کے لیے شہید کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

## شہادت کی شرائط

شہادت کے لیے تین شرطیں ہیں اور ان تین شرائط کے بغیر شہادت مکمل نہیں ہوتی۔

(۱) موقع پر حاضر ہونا۔

(۲) وقوعہ کے وقت جو کچھ دیکھا اور جو کچھ معلومات اس کے متعلق حاصل ہوئیں ان کو یاد اور محفوظ رکھنا۔

(۳) اداء شہادت یعنی جب شہادت اور گواہی دینے کی ضرورت پڑے تو جس طرح گواہی دینے کا طریقہ ہے اس کے مطابق گواہی دینے سے شہادت مکمل ہوگی۔

اور کامل طریق پر شہادت تو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام گواہ اسی کے روبرو اپنی شہادتیں ادا کرتے ہیں۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَجِاْىٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ . (الزمر:۶۹)

اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت ان پر گواہ ہوں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا۔

''شہداء'' عادل ہیں اور درحقیقت دنیا اور آخرت میں اہل عدالت وہی لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ

کے فرائض اور واجبات کو ادا کیا ہو۔

## ذیلی باب

## طاعون کی وبا سے مرنے والوں کے متعلق دو فریقوں کا بارگاہِ خداوندی میں اس بات پر جھگڑا کہ وہ شہید ہیں یا نہیں؟ اور اس کے متعلق خدائی فیصلہ کا بیان

امام نسائی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء اور اپنے بستر پر فوت ہونے والوں میں‘ ہمارے رب کے روبرو ان افراد کے متعلق جو طاعون سے مر گئے ہیں‘ جھگڑا ہوگا‘ شہداء کہیں گے: یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں کیونکہ یہ ایسے ہلاک ہوئے جیسے ہم ہلاک ہوئے‘ اور جن کی وفات بستروں پر ہوئی وہ کہیں گے: یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں کیونکہ ان کو بھی ہماری طرح موت آئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ان لوگوں کے زخموں کو دیکھو اگر شہداء سے ملتے ہیں تو بلاشبہ یہ شہداء میں سے ہیں اور ان کے ساتھی ہیں اور جب انہیں دیکھیں گے تو ان کے زخم شہداء کے زخموں جیسے ہوں گے۔

(نسائی ج ۶ ص ۳۷‘ مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸-۱۲۹‘ حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۲۱‘ المعجم الکبیر ج ۷ اص ۱۱۸‘ مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۵۹۶)

ابوعمر اپنی کتاب ”التمہید والاستذکار“ میں روایت کرتے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: بے شک میری امت کا فنا ہونا (اور دنیا سے مٹ جانا) نیزوں کے ساتھ (جنگوں سے) اور طاعون سے ہوگا۔ ام المؤمنین نے کہا کہ نیزوں کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ طاعون کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ ایک گلٹی ہے جو گلے اور بغلوں میں نکلتی ہے جیسے اونٹ کے گلٹی ہوتی ہے۔ جو شخص طاعون سے مر جائے وہ شہید ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۷‘ ج ۶ ص ۲۵۵‘ طیالسی رقم الحدیث: ۳۴۰‘ طبرانی الصغیر ج اص ۵۰-۱۲۷‘ بزار رقم الحدیث: ۳۰۳۹‘ الہیثمی ج ۲ ص ۳۱۲‘ الارواء للالبانی رقم الحدیث: ۱۶۳۷)

## ۰۰۰-باب

## ایک عام انسان فوت ہونے کے بعد بوسیدہ ہو جاتا ہے اور اس کو مٹی کھا جاتی ہے۔۔۔۔۔۔ مگر اس کا ایک عنصر باقی رہتا ہے

امام مسلم اور ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں‘ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کا سارا بدن سوائے ایک ہڈی کے مٹی ہو جاتا ہے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے اور قیامت کے دن اسی سے اس کو مرکب کیا جائے گا (یعنی یہ ہڈی بہ منزلہ بنیاد کے ہے‘ باقی اجزاء اسی عنصر اصلی کے ساتھ آ کر لگیں گے۔ ۱۲-مترجم) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم کے تمام اجزاء کو مٹی کھا لیتی ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے اور اسی سے انسان مرکب ہے۔

(صحیح بخاری ج ۸ ص ۱۵۱‘ صحیح مسلم ج ۱۸ اص ۹۱‘ ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۳‘ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۶‘ مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۸‘ مؤطا امام مالک ج اص ۲۳۹‘ ابن حبان ج ۵ ص ۵۵‘ البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث: ۴۲)

# فصل

''عجم'' اور ''عجب'' دونوں لفظوں کا معنیٰ ایک ہی ہے اور وہ صلب میں ایک لطیف جزء ہے اور بعض نے اس کا معنیٰ ''دُم کی ہڈی'' کیا ہے جیسا کہ ابوداؤد نے ''کتاب البعث'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ! ''عجب الذنب'' کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک رائی کے دانہ کی مثل (چھوٹا سا جزء) ہے' اسی سے تمہاری تخلیق ہوئی ہے۔ (البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث: ۱۷' ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۷۳' مستدرک ج ۴ ص ۶۰۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۵' نسائی ج ۴ ص ۱۱۱' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲' ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۷۴)

اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک کہ ''اسی سے تم پیدا کیے گئے اور اسی سے (دوبارہ) تمہاری خلقت ہوگی اور تم مرکب کیے جاؤ گے'' یعنی ابتداء میں انسان کی خلقت جس جزء سے ہوتی ہے وہ یہی ہے' پھر اس جزء کو اللہ تعالیٰ (انسان کی موت کے بعد) باقی رکھتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اس عنصر اور جزء لطیف سے دوبارہ انسان کو مرکب کیا جائے گا اور اس کی نشاۃ ثانیہ ہوگی۔

## باب

## انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کے مبارک جسموں کو مٹی نہیں کھاتی اور وہ زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' روزی پاتے ہیں ۝

(آل عمران: ۱۶۹)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے:

حضرت عمرو بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں کو سیلاب نے اکھاڑ دیا تھا' ان کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں' یہ دونوں ایک قبر میں مدفون تھے' یہ دونوں جنگِ احد میں شہید ہوئے تھے' ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے' جب ان کے جسموں کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسموں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کل فوت ہوئے ہوں' ان میں سے ایک زخمی تھا اور اس نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا' اس کو اسی طرح دفن کیا گیا تھا' اس کے ہاتھ کو اس کے زخم سے ہٹا کر جب چھوڑا گیا تو وہ پھر اپنے زخم پر آ گیا' جنگِ احد اور قبر کھودنے کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔

(مؤطا امام مالک ص ۴۸۳-۴۸۲' مطبوعہ مجتبائی' پاکستان)

مؤلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سے پہلی امتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے یا انہیں حق پر قائم رہنے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا جیسے بہت سے نبیوں کو قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہیں اور زندہ

ہیں۔(ترمذی میں ''اصحاب الاخدود'' کے واقعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ لڑکا جس کو بادشاہ نے قتل کرا دیا تھا اسے دفن کر دیا گیا تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب اس کو قبر سے نکالا گیا تو اس نے اپنی انگلی اسی طرح کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جس طرح قتل کے وقت رکھی تھی۔ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ حدیث میں بیان ہوا اور ہم نے اپنی تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں ''سورۃ البروج'' میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔اصحاب اخدود یہ لوگ زمانہ فترت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان کے زمانہ میں نجران میں رہے۔

مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں مدینہ منورہ میں قبرستان کے وسط میں ارادہ کیا کہ پانی کا چشمہ نکالیں تو لوگوں کو حکم دیا کہ یہاں جن کے خویش واقارب دفن ہیں ان کو نکال کر دوسری جگہ منتقل کر لیں تو لوگوں نے اپنے مردوں کو اپنی اسی حالت پر تروتازہ پایا جو دفن کے وقت تھی اور یہ اور جنگِ احد کے تقریباً پچاس سال بعد کا واقعہ ہے حتیٰ کہ وہاں موجود تمام لوگوں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے پاؤں پر کسّی یا بیلچہ لگ گیا تو خون بہہ نکلا۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ نے اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ کو قبر سے نکالا تو وہ اس طرح تروتازہ تھے کہ لگتا ہے جیسے کل ہی دفنائے ہوں۔)

شہداء کے متعلق اس طرح کے بے شمار واقعات ومشاہدات موجود ہیں زیادہ مثالیں دینے کی ضرورت نہیں' یہ تو مشہور واقعات ہیں۔

تمام اہلِ مدینہ نے بیان کیا ہے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے ایّام خلافت میں جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پر والی مقرر تھے تو اس زمانہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی دیوار منہدم ہوگئی اور پاؤں مبارک ظاہر ہوگیا' لوگ گھبرا گئے کہ یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا قدم مبارک نہ ہو۔حتی کہ سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے بیان کیا کہ بے شک انبیاء کرام کے اجساد چالیس دن سے زائد زمین میں موجود نہیں رہتے کہ اس کے بعد ان کو اٹھا لیا جاتا ہے۔

اور پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب آئے اور انہوں نے پہچان کر کہا کہ یہ ان کے دادا محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر کے شہید کر دیا گیا تھا۔

مؤلف علامہ قرطبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ ثواب کی نیت سے اذان دینے والا اس شہید کی طرح ہے جو اپنے خون میں لت پت اور لتھڑا ہوا ہو' اگر وہ مرگیا تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔

(الہیثمی ج ۲ ص ۳' فیض القدیر رقم الحدیث: ۹۱۳۴' السلسلۃ الضعیفہ رقم الحدیث: ۸۵۳' اخبار اصبہان ج ۲ ص ۱۱۳)

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو مؤمن ثواب کی نیّت رکھتا ہو اس کو بھی زمین نہیں کھاتی۔(یہ حدیث اولیاء اللہ کی جسمانی حیات پر واضح دلیل ہے۔مترجم)

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اوس بن اوس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم (علیہ السلام) پیدا کیے گئے اسی میں ان کی روح قبض کی گئی اسی میں صور پھونکا جائے گا۔ اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن مجھ پر درود پیش کیا جاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا آپ پر درود کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔ (ابن العربی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔) (نسائی ج ۳ ص ۹۱-۹۲ ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷-۱۵۳۱ مسند احمد ج ۴ ص ۸ سنن دارمی ج ۱ ص ۳۶۹ ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۷۳۳ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۵ ابن حبان ج ۲ ص ۱۳۲ البیہقی ج ۳ ص ۲۴۹ مستدرک ج ۴ ص ۵۶۰ ج ۱ ص ۲۷۸ صحیح الجامع رقم الحدیث: ۲۲۰۸)

ابن ماجہ روایت کرتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ اسے فرشتے میرے پاس پیش کرتے ہیں جب تک آدمی پڑھتا رہتا ہے وہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا وفات کے بعد بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کو مٹی پر حرام فرما دیا ہے اللہ کے نبی زندہ رہتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۳۷)

مؤلف کہتے ہیں: امام بخاری نے تاریخ میں کہا: "زيد بن أيمن عن عبادة بن نسئي مرسل روى عنه سعيد بن أبي هلال"۔

نوٹ: مترجم کہتا ہے: علامہ ابن قیم امام طبرانی کے حوالہ سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث نقل کرنے کے بعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| ليس من عبد يصلي على الابلغني صوته حيث كان. | جو بندہ مجھ پر درود بھیجے گا اس کی آواز مجھے پہنچے گی وہ کہیں بھی ہو۔ |

(محمد بن القیم الجوزیہ جلاء الافہام ص ۶۳)

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہیے اور درود شریف آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔

(محمد بن علی شوکانی قاضی نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۸۲)

استاذی حضرت محدث لاہوری علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

"بعض معاندین یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام پر موت طاری ہی نہیں ہوتی۔ یہ محض افتراء ہے حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ غزالی زمان حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص انبیاء علیہم السلام کے حق میں موت اور قبض روح کا مطلقاً انکار کرے وہ نصوص قرآنیہ اور احادیث

متواترہ کا منکر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(حیات النبی بہ حوالہ حیاتِ جاودانی) مصنفہ استاذی محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ)

نوٹ: کیا شہید کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

شہداء احد اور دوسرے شہداء کے بارے میں وارد احادیث صحیحہ میں یہ امر ثابت ہے کہ شہداء کو غسل دیا جائے گا اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی باقی یہ اس کی تفصیل کا مقام نہیں ہے۔

## شہید کے متعلق فقہی احکام

علامہ مرغینانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جس شخص کو مشرکین قتل کر دیں یا جو میدانِ جنگ میں مردہ پایا جائے اور اس پر زخموں کے نشان ہوں' یا جس کو مسلمان ظلماً قتل کر دیں اور اس کے قتل کرنے سے ان پر دیت واجب نہ ہو وہ شہید ہے' اس کو کفن دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ شہداء احد کے معنیٰ میں ہے' جن کے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا: انہیں ان کے زخموں اور خون میں لپیٹ دو اور ان کو غسل نہ دو (یہ حدیث غریب ہے)۔ صحیح حدیث یہ ہے: امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے جنگ احد کے دن فرمایا: انہیں ان کے خون کے ساتھ دفن کر دو اور ان کو غسل نہیں دلوایا۔ (ھدایۃ ج اص ۱۷۹)

شہید کی نماز جنازہ پڑھی جانے کے متعلق فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی علیہ السلام تشریف لائے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ علیہ السلام منبر کی طرف لوٹ گئے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور تمہارے حق میں گواہ ہوں اور بے شک بہ خدا! میں ضرور اس وقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے تم سے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ میرے بعد تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (مترجم)

(صحیح بخاری ج اص ۱۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

# •••-باب

اس باب میں حسب ذیل امور کا بیان ہوگا:

(۱) ساری مخلوق کا ختم ہو جانا (۲) صور کا پھونکا جانا (۳) بے ہوشی طاری ہونا (۴) دوبار صور پھونکے جانے کے درمیانی وقفہ کی مقدار کا بیان (۵) قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے اور حشر ونشر کا بیان (۶) دوزخ کا ذکر

امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: میری

امت میں دجّال کا خروج ہوگا جو چالیس (۴۰) تک ٹھہرے گا' میں نہیں جانتا کہ چالیس دن فرمایا' یا چالیس ماہ فرمایا' یا چالیس سال فرمایا۔ (صحیح مسلم ج۱۸ص۷۵' مسند احمد ج۲ص۱۶۶' ابن حبان ج۹ص۲۲۳' المستدرک ج۴ص۵۴۳-۵۵۰)

پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث فرمائے گا جو عروہ بن مسعود کے مشابہ ہوں گے' وہ دجّال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے' پھر سات سال تک لوگ اسی طرح (امن سے) رہیں گے کہ کسی دو شخصوں کے درمیان لڑائی نہیں ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ایسی ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جو روئے زمین کے ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لے گی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان یا خیر ہوگی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پھر دنیا میں برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح جلد باز اور بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے' وہ کسی نیک بات کو اچھا سمجھیں گے نہ بری بات کو برا۔ ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا اور کہے گا: کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے: تم کیا حکم دیتے ہو؟ وہ ان کو بتوں کی پرستش کا حکم دے گا' وہ اسی (بت پرستی) میں مصروف کار ہوں گے' ان کا رزق اچھا ہوگا اور ان کی زندگی عیش وعشرت سے ہوگی' پھر صور پھونک دیا جائے گا جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھائے گا' جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا' وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح ایک بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے' پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا' پھر لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے' پھر کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ اور ان کو کھڑا کرو' ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا: دوزخ کے لیے ایک گروہ نکالو' کہا جائے گا: کتنے لوگوں کا؟ کہا جائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے' آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن ''ساق'' کھولی جائے گی۔

## دو بار صور پھونکنے کے درمیان وقفہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا' لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ! چالیس دن؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا: چالیس ماہ؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا: چالیس سال؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اُگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے۔

(صحیح بخاری ج۸ص۵۵۱' صحیح مسلم ج۱۸ص۹۱' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۶' مسند احمد ج۲ص۴۲۸' مؤطا امام مالک ج۱ص۲۳۹' ابن حبان ج۵ص۵۵' البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث: ۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس (ہڈی) کو زمین نہیں کھائے گی۔ (ابن وہب کے نزدیک اس حدیث میں

ہے "چالیس جمعے؟" تو انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا) اور اس کی اسناد منقطع ہے۔

## فصل

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

مذکورہ بالا دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور زیرِ بحث مسئلہ پر ان کی دلالت نہایت واضح ہے۔ تاہم ان حدیثوں کے مفہوم کی مزید وضاحت آئندہ ابواب میں بھی کی جائے گی اور "دجّال" کا پوری تفصیل کے ساتھ ذکر انشاء اللہ تعالیٰ 'علاماتِ قیامت' کے باب میں ہوگا۔

### احادیث مذکورہ بالا کے بعض الفاظ کے معانی کا بیان

(۱) أصغی: کا معنیٰ ہے جھکانا (۲) لیتا: گردن۔ گدّی (۳) یلوط: اصلاح اور مرمت کرنا

### حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "أبیت" کی تشریح

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس لفظ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

(۱) پہلا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا کہ دو بار صور پھونکا جائے گا اور ان کے درمیان چالیس کا وقفہ ہے تو اس چالیس کے عدد سے کیا مراد ہے؟ چالیس دن، ماہ یا سال؟ تو میں (ابو ہریرہ) نے اس کا اظہار کرنے سے اپنی زبان کو روک لیا۔ چنانچہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کو یہ معلوم تھا اور انہوں نے نبی پاک سے سن رکھا تھا کہ چالیس کے عدد سے کیا مراد ہے مگر انہوں نے کسی مصلحت کے پیشِ نظر اس کے بتلانے سے انکار کیا۔

(۲) دوسرا معنیٰ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں اس کا مطلب نبی کریم ﷺ سے دریافت کرنے سے باز رہا اور آپ سے پوچھ نہ سکا۔ اس صورت میں مطلب یہ نکلے گا کہ آپ کو اس کا علم نہیں تھا لیکن پہلا معنیٰ زیادہ ظاہر ہے، باقی آپ نے بیان اس لیے نہیں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس کا تعلق ان احکام و مسائل سے نہیں ہے کہ جن کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

میرے پاس حضور ﷺ کے بیان کردہ دو قسم کے علم محفوظ ہیں، ان میں سے ایک علم کو تو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا بھی اگر میں نشر کر دوں اور پھیلا دوں تو میری گردن کٹ جائے گی۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ "بلعوم" کا معنیٰ کھانے کی نالی ہے اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔

نوٹ: شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حضور ﷺ کو تین قسم کے علم دیے گئے: ایک وہ جن کا بتلانا ضروری ہے، یہ وہ علوم ہیں جن کا تعلق تبلیغ دین سے ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ کو اختیار دیا ہے جس شخص کو اس کا اہل سمجھیں اس کو بتلا دیں۔ جیسے صحابہ میں سے صرف حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے منافقین کی شناخت کا علم دیا تھا یا جیسے

بعض علوم کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خاص کر لیا تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں تم کو وہ علوم بتا دوں تو تم میری گردن کاٹ ڈالو اور تیسری قسم وہ ہے جس کا علم سرکار کو دیا اور دوسروں کو بتلانے سے روک دیا جیسے مغیبات خمسہ کا علم۔ (مترجم)

سدی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ:

لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ (مریم:۶۴)

اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے۔

کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا' پھر ہم نے سنا کہ اس سے مراد دو بار صور پھونکے جانے کا درمیانی وقفہ ہے۔ ابو جعفر رازی حضرت ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''وما بین ذلک'' سے مراد دو نفخوں (دو بار صور پھونکا جانا) کا درمیانی وقت ہے۔ (واللہ اعلم)

## •••-باب

### ایک آیت کی تفسیر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ (الزمر:۶۸)

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے۔

اس استثناء میں کون کون داخل ہیں؟ علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد فرشتے ہیں یا شہداء یا انبیاء یا حاملین عرش یا جبریل علیہ السلام' یا میکائیل علیہ السلام یا ملک الموت علیہ السلام۔ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ ''صعق'' کا معنیٰ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے موت کیا ہے۔

ائمہ حدیث نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے مدینہ کے بازار (مارکیٹ) میں کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی' ایک انصاری نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس یہودی کے ایک تھپڑ دے مارا' اور کہا: تو یہ کہتا ہے' حالانکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ہیں۔ جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○ (الزمر:۶۸)

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے' پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ○

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں سب سے پہلے سر اٹھاؤں گا تو میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ عرش کے پائے کو پکڑے ہوئے کھڑے ہیں اور میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے یا وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا اور جس نے کہا کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں بے شک اس نے جھوٹ کہا۔ (صحیح بخاری ج ۵ ص ۰۷ صحیح مسلم ج ۱۵ ص ۱۲۹-۱۳۱ مسند احمد ج ۳ ص ۴۱ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۴)

یہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں۔ امام ترمذی نے بھی اپنی سند سے اس حدیث کو نقل کیا۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی اس مفہوم کی حدیث کو روایت کیا ہے۔

مفسر قرآن یحییٰ بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ان میں سے سب سے آخر میں جو بچ جائیں گے وہ جبریل' میکائیل' اسرافیل اور ملک الموت ہوں گے' پھر جبریل' میکائیل اور اسرافیل مر جائیں گے' اس کے بعد اللہ عزوجل ملک الموت سے فرمائے گا کہ تو بھی مر جا تو ان پر بھی موت طاری ہو جائے گی (اس کا بیان آئندہ ابواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں آ رہا ہے)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس بے ہوشی اور موت سے مستثنیٰ حاملین عرش' جبریل' میکائیل اور ملک الموت ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ استثناء حاملین عرش یا جبریل' میکائیل اور ملک الموت کے لیے واقع ہوا ہے۔

(۲) بعض کا قول ہے کہ یہ استثناء ان بچوں اور حور عین کے لیے ہے جو جنت میں ہیں۔

(۳) اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے قبر سے میں نکلوں گا' جب میں سر اٹھا کر دیکھوں گا تو موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے' میں نہیں جانتا کہ آیا وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا۔

امام حلیمی فرماتے ہیں: مندرجہ بالا اقوال میں سے کوئی بھی قول درست نہیں جس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) پہلا قول (یعنی حاملین عرش اور جبریل' میکائیل' ملک الموت کا بے ہوش ہونے یا مرنے سے استثناء کیا گیا ہے) اس لیے درست نہیں ہے کہ حاملین عرش (عرش کو اٹھانے والے) آسمانوں میں اور زمین میں رہنے والے نہیں ہیں کیونکہ عرش تو تمام آسمانوں کے اوپر ہے لہٰذا عرش کو اٹھانے والے فرشتے آسمانوں میں کیونکر ہوں گے؟

اور رہے جبریل' میکائیل اور ملک الموت علیہم السلام تو یہ سب عرش کے گرد صف باندھے تسبیح کرنے والے ہیں اور عرش سارے آسمانوں کے اوپر ہے۔

## فصل

اس استثناء میں کون کون داخل ہیں؟

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: فرشتے مراد ہیں' بعض نے کہا: انبیاء کرام علیہم السلام مراد ہیں اور

بعض نے کہا: شہداء ہیں۔ امام حلیمی کا مختار یہ ہے کہ اس سے مراد شہداء ہیں اور یہی حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس لیے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ (شہداء) اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو روزی ملتی ہے ○ (آل عمران: ۱۶۹)

اور دوسرے اقوال کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمارے شیخ امام المحدثین ابو العباس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث سے علی التعیین یہ ثابت نہیں ہے کہ فلاں مستثنیٰ ہے لہٰذا جب معیّن طور پر کوئی مراد نہیں تو ان مذکورین میں سے سبھی کا احتمال ہے کہ وہ اس بے ہوشی سے مستثنیٰ ہوں۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں اس سے مراد شہداء ہی لیے گئے ہیں اور یہی صحیح ہے جیسا کہ آگے اس کا بیان آرہا ہے۔

امام نحاس نے اپنی کتاب ''معانی القرآن'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۶۸ ''الا من شاء الله'' کے متعلق روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ اس سے مراد وہ شہداء ہیں جو تلواریں حمائل کیے عرش کے اردگرد حاضر ہوں گے۔

حضرت حسن کا قول ہے کہ اس استثناء سے مراد فرشتوں کا وہ گروہ ہے جن پر دو نفخوں کے درمیان موت طاری ہوگی۔ تو پھر ان فرشتوں کی عرش کے گرد صف بندی آسمانوں میں نہیں ہو سکتی۔

اور اسی طرح دوسرا قول بھی درست نہیں ہے کیونکہ بچے اور حوریں جنت میں ہیں اور جنتوں کے اگرچہ مختلف درجات ہیں اور بعض، بعض سے بلند تر ہیں مگر ہیں سب کی سب آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے' اس لیے ان کا استثناء بھی درست نہیں ہے اور بلاشبہ یہ اس مخلوق سے جدا اور الگ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے فنا کرنے کے لیے پیدا فرمایا۔

اور اس استثناء کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹانے کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ وہ حقیقت میں پہلے ہی موت کا مزا چکھ چکے ہیں پس ان پر دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کے وقت موت نہیں آئے گی۔ اسی لیے جس شخص نے کہا ہے کہ ''الا من شاء الله'' سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی موت صور پھونکنے سے پہلے واقع ہو چکی ہے تو استثناء کے متعلق مختلف تاویلات کا ذکر کرتے ہوئے کسی نے اس شخص کے قول اور اس کی توجیہ و تاویل کو قابل ذکر نہیں سمجھا گیا اور کسی نے بھی اس تاویل کرنے والے کے قول کو درخور اعتناء نہیں سمجھا کیونکہ یہ اصول ہے کہ استثناء اسی کا ہوتا ہے جو پہلے مستثنیٰ منہ میں داخل ہو کیونکہ استثناء فرع ہے مستثنیٰ کے مستثنیٰ منہ میں داخل ہونے کی' تو جو داخل ہی نہیں اس کو نکالنے کے کیا معنیٰ؟ اور جو لوگ صور پھونکا جانے سے پہلے ہی مر چکے ہیں ان کے بے ہوش ہونے یا

مرنے کا تو کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔ لہٰذا ان کے استثناء کی بھی کوئی وجہ نہیں بنتی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی جب نفخ صور سے پہلے موت واقع ہو چکی تو پھر صور پھونکنے سے آسمانوں اور زمین میں جو اس وقت زندہ ہوں گے ان کے اوپر موت واقع ہو گی اور اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اس سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے' ان کو مستثنیٰ قرار دینے کی کوئی وجہ وجیہ سمجھ نہیں آتی۔

## ایک تعارض کا جواب

اس باب کی حدیث میں ہے: سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے دوسری روایت میں فرمایا اور وہ روایت یہ ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو کر مر جائیں گے (پھر صور پھونکا جائے گا) تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں' مجھے پتا نہیں وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا طور کی بے ہوشی سے ان کا حساب بے باک ہو گیا؟

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۷۴۴' ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۴' اا وائل رقم الحدیث: ۱۵-۱۶)

اس حدیث کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ یہ بے ہوشی غشی کی ہے جو قیامت کے دن ہو گی' یہ وہ بے ہوشی نہیں ہے جو صور پھونکے جانے سے پیدا ہونے والی موت کی بے ہوشی ہوتی ہے۔

**دوسرا جواب:** علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''**صرف ذكر يوم القيامة إلى أنه اراد أوائله قيل قيل المعنى**..... ''مطلب یہ ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں سر اٹھاؤں گا اور حضرت موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا' مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا طور پر بے ہوشی کے بدلے میں بے ہوش ہی نہیں ہوئے۔

یعنی میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو مجھ سے پہلے اٹھا لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطیہ نصیب ہوا اور اس طریقہ سے ان کو فضیلت دی گئی ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو اپنی ہمکلامی کا شرف بخش کر فضیلت عطا فرمائی' یا ان کا پہلے اٹھانا اس بے ہوشی کا صلہ اور جزاء ہو جو وہ طور پر برداشت کر چکے ہیں یعنی کوہِ طور پر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی تجلی سے بے ہوش ہو گئے تھے تو جتنی مدت تک وہ بے ہوش ہوئے تھے اتنی مقدار اور اتنا وقت پہلے ان کو دوسرے نبیوں سے پہلے قیامت کے دن اللہ اٹھا لے گا۔

چنانچہ مؤلف نے فرمایا کہ بہ ظاہر اس حدیث سے بے ہوشی مراد ہے' موت مراد نہیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ احمد بن عمر کا بیان ہے کہ حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بے ہوشی نفخہ ثانیہ اور نفخہ بعث دونوں کے بعد ہو گی اور قرآن پاک کی نص کا تقاضا ہے کہ یہ استثناء نفخۂ صعق کے بعد ہو۔ اسی بناء پر بعض علماء نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ان انبیاء علیہم السلام میں سے ہوں جو زندہ ہیں اور ان پر موت آئی ہی نہیں ہے مگر یہ قول باطل ہے کیونکہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ پر موت آئی ہے۔

قاضی عیاض صاحب کا قول ہے کہ ممکن ہے اس بے ہوشی سے قبروں سے اٹھنے کے بعد محشر اور موقف کی

گھبراہٹ کی بے ہوشی مراد ہو۔ جب آسمان و زمین شق ہو رہے ہوں گے اور کہا کہ اس طرح آیات اور احادیث اپنی اپنی جگہ مستقل ہوں گی اور ان کے درمیان تعارض نہیں ہوگا۔ (واللہ اعلم)

لیکن علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قاضی عیاض صاحب کا یہ قول مردود ہے کیونکہ ہمارے شیخ ابوالعباس فرماتے ہیں کہ قاضی کے اس قول کی غلطی حدیث کے ان الفاظ سے ثابت ہوتی ہے کہ جب آپ اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پائیں گے اور یہ حال نفخۂ بعث کے وقت ہوگا۔ (واللہ اعلم)

## اشکال کا حل

موت عدم محض نہیں بلکہ انتقالِ مکانی ہے۔

ہمارے شیخ احمد بن عمر کا بیان ہے کہ یہ اشکال انشاء اللہ تعالیٰ اس بیان سے دور ہو جائے گا کہ موت عدم محض نہیں ہے بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کا نام ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ شہید قتل و موت کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں اور ان کو رب کے پاس سے روزی ملتی ہے اور وہ شاداں وفرحاں ہوتے ہیں اور یہ حالت وہ ہے جو دنیا میں زندوں کی ہوا کرتی ہے اور پھر شہداء کی جب یہ شان ہے تو انبیاء کرام اس کے زیادہ لائق اور حقدار ہوں گے۔ مزید برآں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے: ''زمین انبیاء کے جسموں کو نہیں کھاتی'' اور یہ بھی کہ شبِ اسراء میں آپ بیت المقدس میں انبیاء کرام کے اجتماع میں جلوہ گر ہوئے اور آسمان میں بھی انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی۔ خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور یہ بھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو مسلمان مجھے سلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سلام کا جواب دینے کے لیے میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے''۔

ان تمام دلائل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوگئی کہ انبیاء کرام کی موت کا مطلب ہے کہ وہ ہم سے پردہ فرما چکے ہیں اور ہم انہیں نہیں دیکھتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں:

''وہ'' زندہ ہیں واللہ وہ زندہ ہیں واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے
(اعلحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ)

جس طرح فرشتے زندہ موجود ہیں لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آتے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء میں سے اگر کسی کو یہ عزت بخشے تو وہ دیکھتے بھی ہیں اور اب جب کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء حیات برزخی کے ساتھ زندہ ہیں تو جب بے ہوشی کا صور پھونکا جائے گا تو جتنے لوگ آسمانوں اور زمین میں ہوں گے سب بے ہوش ہو جائیں گے بجز ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔ البتہ غیر انبیاء کے حق میں صعقہ اور بے ہوشی سے مراد موت ہے جبکہ انبیاء کرام صرف بے ہوش ہوں گے اور اس کے بعد جب زندگی بعد الموت کے لیے صور پھونکا جائے گا تو جو مردے ہوں گے وہ زندہ ہو جائیں گے اور جو بے ہوش ہونے والے ہیں وہ ہوش میں آ جائیں گے۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''فاکون اول من یفیق'' ''سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا''۔ یہ حدیث صحیح حسن ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضور سیّد عالم ﷺ تمام لوگوں سے پہلے اور بجز موسیٰ علیہ السلام کے تمام انبیاء سے بھی پہلے اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ ﷺ کو تردد ہے کہ آیا وہ اپنی سابق حالت پر برقرار رہے اور بے ہوش ہی نہیں ہوئے طور کی بے ہوشی کے بدلے یا بے ہوش تو ہوئے مگر آپ ﷺ سے پہلے ہوش میں آ گئے۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے لیکن یاد رہے کہ ایک جزئی فضیلت سے (اور وہ بھی ایک مشکوک اور متردد امر سے) ان کا ہمارے نبی مکرم سیّد الاوّلین والآخرین ﷺ سے مطلقاً افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ حضور سے جزئی فضیلت' کلی فضیلت کو لازم نہیں۔

## کیا فرشتے' اہل جنت' حور' غلمان' عرش اور جنت بھی فنا ہو جائیں گے؟

علامہ قرطبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ حلیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جن فرشتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ہم ان کی موت کا انکار کرتے ہیں نہ اس کی نفی کرنے کے روادار ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ جس طریقے سے بعض حضرات نے آیت کریمہ ''نفخ فی الصور'' سے ان فرشتوں کا استثناء کیا ہے ہمیں وہ تسلیم نہیں ہے اور ہم فرشتوں کی موت کا انکار کر بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ احادیث میں آ چکا کہ اللہ تعالیٰ حاملین عرش کو موت دے دے گا اور اسی طرح ملک الموت اور میکائیل کو بھی' پھر آخر میں حضرت جبریل علیہ السلام کو موت سے دوچار فرما کر اسی جگہ دوبارہ ان کو زندہ فرما دے گا اور اس کے بعد ان مذکورہ بالا فرشتوں کو بھی زندہ کر دے گا۔

رہے اہلِ جنت تو ان کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے' زیادہ ظاہر یہی ہے کہ جنت دار الخلد یعنی ہمیشہ باقی رہنے والا گھر ہے تو جو اس میں داخل ہونے والے ہوں گے اگرچہ وہ قابل موت ہیں لیکن مریں گے کبھی نہیں' تو جو پیدا ہی جنت میں ہوئے ہوں (جیسے حور و غلمان وغیرہ) تو وہ بدرجۂ اولیٰ اس بات کے لائق ہیں کہ ان پر کبھی موت نہ آئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ موت' مکلفین پر قہر کرنے اور ان کو ایک گھر (دنیا) سے دوسرے گھر (آخرت) کی طرف انتقال مکانی کے لیے دی جاتی ہے اور اہل جنت کے بارے میں ہمارے علم میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں یہ ہو کہ جنتی بھی مکلف ہیں۔ لہٰذا یہ امر کوئی معتبر نہیں ہے کہ جس طرح انہیں تکلیف شرعی سے مستثنیٰ اور معاف رکھا گیا ایسے ہی موت سے بھی ان کو مستثنیٰ قرار دیا گیا اور معاف رکھا گیا ہو۔

**اعتراض:** اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ (القصص:۸۸)

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ خود جنت بھی فنا ہو جائے گی اور پھر روزِ جزاء دوبارہ اس کی تعمیر نو کی جائے گی۔ تو جب یہ بات ہے تو پھر تم حوروں اور جنتی بچوں کے مر کر جینے کا کیونکر انکار کرتے ہو؟

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ ''کل شیء ھالک'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق موت اور فنا

کے قابل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے تو ہر شئی ہلاک ہو جائے کیونکہ بقاء صرف اسی ذات پاک کو ہے جو قدیم ہے اور ذات قدیم پر فنا طاری ہونا محال ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا باقی سب حادث اور مخلوق ہیں اور حادث اتنی دیر تک ہی باقی رہتا ہے جب تک پیدا کرنے والا اس کو باقی رکھنا چاہے اور جب اس کی زندگی کو ختم کر دے گا تو فنا ہو جائے گا اور عرش کے بارے میں ہم تک کوئی صحیح حدیث پہنچی ہے اور نہ معلل کہ وہ فنا ہو جائے گا اور جب عرش کا فنا ہونا ثابت نہیں تو اسی طرح جنت کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی فنا نہیں ہوگی۔

# فصل

اس باب کی ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے یہ کہا کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں اس نے جھوٹ کہا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کی علماء نے متعدد تاویلات بیان کی ہیں ان میں سب سے اچھی اور عمدہ تاویل قاضی ابوبکر ابن عربی نے بیان فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مجھ سے میرے کئی اصحاب نے بیان کیا کہ امام الحرمین الجوینی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ''ھل الباری فی جھۃ؟'' ''کیا اللہ تعالیٰ کسی جہت میں ہے؟'' انہوں نے کہا: نہیں اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور پاک ہے سائل نے دریافت کیا کہ اس پر دلیل؟ امام الحرمین نے فرمایا: اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔

سائل نے پوچھا: یہ حدیث کس طریق سے دلیل بنتی ہے؟

امام الحرمین فرمانے لگے: اس کا جواب میں اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک میرے اس مہمان کو قرض کی ادائیگی کے لیے ایک ہزار دینار نہیں مل جاتے دو شخصوں نے اسی وقت اٹھ کر کہا کہ یہ ایک ہزار دینار ہمارے ذمہ رہے۔ امام الحرمین نے کہا: کوئی ایک شخص ہی یک مشت ہزار دینار کی حامی بھرلے کیونکہ دو شخصوں کے پیچھے پیچھے ہزار دینار کی وصولی کے لیے پھرنا مہمان کے لیے مشکل ہوگا۔ چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ ٹھیک ہے میں اکیلا ایک ہزار دینار آپ کے مہمان کی نذر کیے دیتا ہوں آپ دلیل کی تقریر ارشاد فرمائیں۔

امام الحرمین نے فرمایا کہ دیکھیے! جب حضرت یونس بن متی نے خود کو دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا اور مچھلی نے ان کو اپنا لقمہ بنا ڈالا تو آپ تین ظلمتوں اور تاریکیوں کے اندر ''درمیان قعرِ دریا تختہ'' بند ہو گئے اور اپنے رب کریم کے حضور دعا کرتے ہیں:

| | |
|---|---|
| لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۷) | کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا (کہ میں اپنی قوم سے قبل تیرا اذن پانے کے جدا ہوا) ۝ |

اور حضور ﷺ جب سبز رفرف پر سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر بلندیوں کی طرف چڑھتا گیا یہاں تک کہ آپ اس مقام تک جا پہنچے کہ جہاں سے آپ نے قلموں کی آوازیں سنیں اور پھر اپنے رب سے راز کی باتیں کیں اور آپ پر وحی کی گئی جو بھی کی گئی اور آپ (اس لامکان کی بلندیوں پر) اپنے رب کے اس سے زیادہ قریب نہ تھے جتنے حضرت یونس اپنے رب کے سمند کی تاریکی میں قریب تھے۔

مؤلف کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہے' ان کی دعا کو سنتا ہے اور بندوں کا حال اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہوتا' جو بھی کاروائی اور جیسا بھی تصرّف ہو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی دوری اور مسافت نہیں' وہ تو ایسی شان والا ہے کہ سات زمینوں کے نیچے تاریک رات میں' ٹھوس اور سخت چٹان پر رینگنے والی سیاہ چیونٹی کو بھی دیکھتا اور اس کی آواز کو سنتا ہے جس طرح وہ سات آسمانوں کے اوپر بلندیوں پر عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی تسبیح کو سنتا ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔

ہر عیب سے وہ پاک ہے' اس کے سوا کوئی معبود برحق موجود نہیں' وہ غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے' اس کا علم ہر شئے کو محیط ہے اور اسے ہر شئے کی مقدار اور تعداد کا پتا ہے۔

ابوالعلاء ابن سلیمان مغربی نے کتنے خوبصورت شعر کہے ہیں:

یا من یری مد البعوض جناحها فی ظلمة اللیل البهیم الألیل

''اے اللہ! تو وہ ذات ہے جو گھٹا ٹوپ کالی سیاہ رات کی تاریکی میں مچھر کے اپنے پروں کے پھیلانے کو بھی دیکھ لے''۔

ویری مناط عروقها فی لحمها والمخ فی تلک العظام النحل

''اور تو وہ ذات ہے جو مچھر کے گوشت میں اس کی رگوں کے جوڑ بند اور اس کی پتلی پتلی ہڈیوں کے اندر جو گودا ہے اس کو بھی دیکھتی ہے''۔

اجالها محتومة ارزاقها مقسومة بعطا وإن لم تسأل

''ان کی زندگیاں مقرر ہیں' ان کی روزی طے شدہ ہے اور بن مانگے تو ان کو عطا فرمانے والا ہے''۔

فلقد سألتک بالنبی محمد الهاشمی المدثر المزمل

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جن کی صفت' ہاشمی' مدثر' مزمل ہے کے وسیلۂ جلیلہ سے سوال کرتا ہوں''۔

امنن علی بتوبة تمحوبها ما کان منی فی الزمان الاول

''سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر یہ احسان فرما دے کہ مجھے ایسی سچی توبہ کی توفیق نصیب ہو جس سے میرے تمام گناہ دھل جائیں''۔

**نوٹ:** جس حدیث میں آپ نے دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے منع کیا اس کے جوابات:

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں (کسی کو دوسرے پر) فضیلت نہ دو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۵)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

**لا تخیرونی علی موسیٰ. (ایضاً)** مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینا ممنوع ہے حالانکہ صحیح مسلم کی روایت میں نبی ﷺ نے تمام انبیاء پر اپنی فضیلت بیان کی ہے' اس تعارض کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا کہ ''انبیاء میں کسی کو (باہم ایک دوسرے پر) فضیلت نہ دو''۔

اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ بغیر علم کے کسی نبی کو کسی نبی پر فضیلت نہ دو' ورنہ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے:

**تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ.** (البقرہ:۲۵۳) یہ رسول' ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی افضلیت کا علم ہونے سے پہلے یہ فرمایا تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس طرح فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو دوسرے نبی کی تنقیص کو مستلزم ہو۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو دوسرے نبی کی دل آزاری کا موجب ہو۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نفسِ نبوت میں فرق کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ قول تواضع پر محمول ہے۔ (مترجم: شرح مسلم ج ۶ ص ۵' علامہ غلام رسول سعیدی)

## ...باب

## بندوں کے فنا ہونے اور اللہ وحدہ لاشریک کے باقی رہنے کا بیان

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا' پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۶۷' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۳۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۴' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۲۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا' پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' جبر کرنے والے کہاں

ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر بائیں ہاتھ سے زمین کو لپیٹ لے گا اور فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' کہاں ہیں جبر کرنے والے؟ کہاں ہیں تکبّر کرنے والے؟ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۱۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۔۲۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۸' التوحید لابن خزیمہ رقم الحدیث: ۴۹۔۵۰' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۲)

حضرت عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا کہ وہ کس طرح رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں' فرمایا: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے گا اور فرمائے گا: میں اللہ ہوں' آپ اپنی انگلیوں کو بند کرتے تھے اور کھولتے تھے' (اور فرمائے گا:) میں بادشاہ ہوں' حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا منبر نیچے سے کچھ ہل رہا تھا' حتیٰ کہ میں نے دل میں کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو لے کر گر جائے گا۔

# فصل

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق فنا کے گھاٹ اتر جائے گی' پھر اللہ عزوجل فرمائے گا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ (المؤمن:۱۶) (وہ فرمائے گا:) آج کس کی حکومت ہے؟

پھر خود ہی اللہ تبارک وتعالیٰ جواب دے گا:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (المؤمن:۱۶) (پھر فرمائے گا:) اکیلے اللہ تعالیٰ سب پر غالب کی حکومت ہی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ چاندی جیسی سفید زمین پر کہ جس پر اللہ کی نافرمانی اور گناہ نہیں ہوئے ہوں گے ساری مخلوق کے وہاں جمع ہو جانے کے بعد منادی نداء کرے گا: ''لمن الملک الیوم'' آج کس کی بادشاہی ہے؟ پس بندے جواب دیں گے: ''للہ الواحد القھار'' (پھر فرمائے گا:) اکیلے اللہ تعالیٰ سب پر غالب کی حکومت ہے۔

ابووائل نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا اور ابوجعفر النحاس کا بھی یہی مختار ہے اور ان کا فرمان ہے کہ ابن مسعود کی روایت صحیح ہے اور اس کو اس معنیٰ میں نہیں لیا جا سکتا کہ یہ قیاس ہے یا تاویل ہے۔

مؤلف تذکرہ کہتے ہیں:

پہلا قول زیادہ ظاہر اور بہت واضح ہے کیونکہ مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ تمام دعوے کرنے والے اور بادشاہی کی نسبت اپنی طرف کرنے والے آج مٹ گئے اور بادشاہی صرف ایک اللہ کے لیے ہے کیونکہ آج نہ کوئی ملک باقی رہا ہے اور نہ کوئی بادشاہ' جبر کرنے والا اور نہ تکبّر کرنے والا رہا ہے' سب نسبتیں اور دعوے ختم ہو گئے۔ یہی قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں بادشاہی میں اللہ تعالیٰ کی انفرادیت کا اظہار ہے۔ حسن اور محمد بن کعب بھی اسی کے قائل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''أنا الملک أین ملوک الأرض'' کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

پھر اللہ تعالیٰ عزوجل اسرافیل علیہ السلام کو حکم فرمائے گا اور وہ صور پھونکیں گے جس سے آسمانوں میں اور

زمین میں جتنے زندہ ہوں گے سب مر جائیں گے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا (وہ زندہ رہے گا) اور جب یہ مرنے والے پہلے مُردوں سے مل جائیں گے تو ان کے مجتمع ہونے کے بعد ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: تحقیق آسمان والے اور زمین والے سب مر گئے ہیں ماسوائے ان کے جن کو تو نے (زندہ رکھنا) چاہا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) کون باقی ہے؟ ملک الموت عرض کریں گے: اے رب! تیری ذات باقی ہے اور تو ایسا زندہ رہنے والا ہے کہ جس پر موت آ ہی نہیں سکتی اور تیری ذات کے علاوہ تیری مخلوق میں سے اس وقت حاملینِ عرش زندہ ہیں اور اسی طرح حضرت جبریل' میکائیل' اسرافیل علیہم السلام اور میں بھی بقیدِ حیات ہوں۔ اس کے بعد اللہ عزوجل فرمائے گا: جبریل اور میکائیل بھی مر جائیں' عرشِ الٰہی بارگاہِ خداوندی میں ناطق ہوگا کہ اے بارِ الٰہ! جبریل اور میکائیل بھی مر جائیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے عرش! خاموش! میرے عرش کے تحت جتنے بھی ہیں ان سب پر میں نے موت کو لکھ دیا ہے چنانچہ ان دونوں کو بھی موت اپنی آغوش میں لے لے گی' فرمایا کہ پھر ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس آ کر عرض کرے گا: اے رب! بے شک جبریل اور میکائیل بھی مر گئے ہیں' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب علم والا ہے) کون باقی ہے؟ ملک الموت عرض کرے گا: اے رب تیری ذات باقی ہے اور تو وہ زندہ ہے جس پر موت کا آنا ہی محال ہے اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور میں زندہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ حاملینِ عرش مر جائیں' پس وہ مر جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دے گا اور عرش اسرافیل سے صور پکڑ کر اپنے قبضہ میں لے لے گا' اس کے بعد اسرافیل کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو بھی مر جا' پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بھی مر جائیں گے' پھر ملک الموت آئیں گے اور عرض کریں گے: اے رب! اسرافیل بھی مر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) کون باقی ہوتا ہے؟ ملک الموت عرض کریں گے: اے اللہ! تیری ذات باقی ہے اور تو ایسا زندہ رہنے والا ہے کہ جس پر کبھی موت آ ہی نہیں سکتی اور میں زندہ ہوں' پس اللہ فرمائے گا تو میری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے' میں نے تجھ کو جب تک کے لیے دیکھا پیدا کیا اور اب تو بھی مر جا' پس ملک الموت بھی مر جائے گا۔ پس جب کوئی زندہ باقی نہیں رہ جائے گا سوائے ایک اللہ کے جو اکیلا ہے' یکتا ہے' بے نیاز ہے' جس نے نہ جورو بنائی نہ اولاد۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (اخلاص:۳-۴)

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ۝ اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی ۝

پھر وہی حال ہو جائے گا جس طرح پہلے تھا اور آسمانوں کو مکتوب اور کتاب کی طرح فولڈ کر دیا جائے گا' پھر تہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں ''جبار'' ہوں' ''لمن الملک الیوم'' ''آج کس کی حکومت ہے؟'' جب کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا تو ''اللّٰہ تعالٰی جَلّ ثناء ہ و تقدست أسماء ہ'' خود ہی فرمائے گا:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (المومن:١٦)

اللہ تعالیٰ اکیلے' زبردست ہی کی حکومت ہے ۝

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مذکورہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث کا درمیانی حصہ ہے۔ اس حدیث کا آخری حصہ اسی باب کے آخر میں اور اس کا شروع والا حصہ ایک اور باب

میں بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا' امام طبری' علی بن معبد' ثعلبی اور دوسرے ائمہ حدیث نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

لقیط ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر تم (اسی حالت پر) رہو گے جتنا عرصہ اللہ کو منظور ہوگا (کہ تم رہو)۔ اس کے بعد زوردار آواز پیدا ہوگی' پس آپ کے الٰہ کی بقاء کی قسم کہ وہ گرجدار چیخ اور آواز روئے زمین پر کوئی چیز نہیں چھوڑے گی مگر یہ کہ تمام ذی روح مر جائیں گے حتیٰ کہ آپ کے رب کے مقرب فرشتے بھی زندہ نہیں بچیں گے' تمام شہر خالی ہو جائیں گے اور تمام بلاد میں صرف آپ کے پروردگار کا دور دورہ ہوگا۔ (ابوداؤد طیالسی وغیرہ)

علماء نے کہا کہ آپ کا ارشاد: یہ کہ تمام شہر خالی ہو جائیں گے اور ان میں صرف آپ کے رب کا دور دورہ ہوگا۔

یہ فرمان عالی تقریب فہم کے لیے ہے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا جیسا کہ یہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ — زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے ۝ تمہارے رب کی ذات باقی ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے ۝

(الرحمٰن: ۲۶-۲۷)

اور فرمانِ خداوندی "لمن الملک الیوم" کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی زندگی ختم ہوگئی ہے اور اس کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ زندہ کرے اور جلائے گا اور محشر برپا ہوگا۔

اب رہا یہ سوال کہ آیا جب تمام مخلوق ختم ہو جائے گی تو کیا جنت اور دوزخ بھی فنا ہو جائیں گے؟ تو اس کے بارے میں دو قول ہیں:

(۱) پہلا قول یہ ہے کہ جنت اور دوزخ بھی فنا ہو جائیں گے اور ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی باقی نہیں رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول برحق "هو الاول والاخر" کا یہی معنیٰ ہے کہ وہی اول اور وہی آخر ہے۔

(۲) اور دوسرا قول یہ ہے کہ جنت اور دوزخ دونوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ باقی رکھے گا اور ان پر فنا جائز نہیں ہے' اس سے قبل شروع باب میں بھی اس بات کی طرف اشارہ گزر چکا ہے وہاں ایک قول ذکر ہوا تھا کہ پھر نداء کرنے والا ندا کرے گا اور فرمائے گا کہ "لمن الملک الیوم" آج کے دن کس کی حکومت ہے؟ پس اہل جنت جواب دیں گے کہ "لله الواحد القهار" "اللہ تعالیٰ اکیلے زبردست ہی کی حکومت ہے"۔

## ایک پیچیدگی اور اس کا حل

اگر یہ کہا جائے کہ "ید" کا حقیقی معنیٰ ہمارے یہاں ہاتھ ہے جو جسم کا ایک معروف ومعلوم عضو ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "یـد" یعنی اللہ کے ہاتھوں کی کیا توجیہ کی جائے گی' اسی طرح حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا اور زمین کو اپنی مٹھی میں کر لے گا اور پھر بائیں ہاتھ سے تو زیادہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا

اطلاق محال ہے۔

جواب: علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کلامِ عرب میں لفظ ''یــد'' (ہاتھ) پانچ معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (۱) قوت وطاقت (۲) ملکیت (۳) نعمت (۴) صلہ (۵) ہاتھ (یعنی دست اور عضو) (Hand)

ید کا پہلا معنیٰ ہے ''قوت'' جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ. (ص:۱۷) اور ہمارے بندے داؤد قوت والے کو یاد کرو۔

نوٹ: صدرالافاضل رحمہ اللہ اپنے تفسیری حاشیہ میں لکھتے ہیں: جن کو عبادت کی بہت ''قوت'' دی گئی تھی، آپ کا طریقہ تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار فرماتے اور رات کے پہلے نصف حصہ میں عبادت کرتے اس کے بعد شب کی ایک تہائی آرام فرماتے پھر باقی چھٹا حصہ عبادت میں گزارتے (مترجم)۔

دوسرا معنیٰ ہے ''ملک اور اختیار واقتدار'' جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ. (آل عمران:۷۳) تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے اختیار اور ملک میں ہے جسے چاہے دے۔

تیسرا معنیٰ ہے ''نعمت اور احسان'' اہل عرب کہتے ہیں:

کم یـد لـی عند فلان أی کم من نعمة أسویتها إلیه. فلاں شخص پر میرے کس قدر احسان ہیں یعنی میں نے اس کو بہت سی نعمتیں پہنچائی ہیں۔

چوتھا معنیٰ ہے ''صلہ وجزاء'' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا. (یٰسین:۷۱) (اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ) ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کیے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ. (البقرہ:۲۳۷) یا وہ زیادہ دے (یعنی شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

پانچواں معنیٰ ہے ید کا جارحہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ. (ص:۴۴) اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ۔

اور حدیث پاک میں جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو اپنے ''ہاتھ'' میں لے لے گا تو ہاتھ سے مراد عضو نہیں ہے بلکہ اس سے مراد قدرت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا اپنی قدرت سے احاطہ فرمالے گا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: فلاں تو میرے قبضہ اور مٹھی میں ہی ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ میری قدرت اور دسترس میں ہے اور جب یہ کہتے ہیں کہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ تمام

چیزیں اس کی مِلک اور قدرت میں ہیں اور کبھی لپیٹنے اور قبضہ میں کرنے یا مٹھی میں لینے سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ شَیٔ کو لے جانا اور زائل اور فنا کر دینا۔ اس لیے آیت کریمہ:

وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا۔

(الزمر:٦٧)

سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام زمین جانے اور فنا ہونے والی ہے۔ اور اسی طرح آیت کریمہ:

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیے جائیں گے۔

(الزمر:٦٧)

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ حقیقتاً زمینوں کو ہاتھ سے اٹھا کر اور ہاتھ ڈال کر اس کو لپیٹا جائے گا بلکہ یہ زمین کے فنا کر دینے اور اس کو ختم کر دینے سے استعارہ ہے جیسے محاورہ میں بولتے ہیں: "قد انطوی عنا ما کنا فیه وجاء نا غیره" اور "انطوی عنا دهر" تو اس کا معنیٰ ہے ہماری پہلی حالت بدل چکی ہے اب ہم پہلے جیسے نہیں رہے حالات متغیر ہو گئے ہیں۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ "ویقبض أصابعه و یبسطها" اللہ تعالیٰ اپنی انگلیوں کو بند کرتا اور کھولتا ہے اور یہ حقیقتاً عضو خصوصاً ہاتھ کی صفت ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے انسانی عضو کی مثل ہاتھ ماننا یہود اور حشویہ کا مذہب ہے جن کو مجسمہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک اور بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت کو "ید" (ہاتھ) سے تعبیر کیا ہے اور انسانی عضو اس کی مثال نہیں۔ حتیٰ کہ یہ خیال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے انگلیاں ثابت ہیں کیونکہ اس کے لیے انگلی کا ثبوت محال ہے

صحابی نے نبی کریم ﷺ سے آپ کے انگلیوں کو بند کرنے اور کھولنے کی جو حکایت بیان کی ہے تو اس سے مقصود سمجھانا ہے اور اللہ کی صفات میں "یـد" (ہاتھ) سے حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کی تاویل کی جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ انگلیوں کو بند کرنے اور کھولنے والے ہیں۔ خطابی نے کہا کہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے انگلیوں کا ذکر کہیں نہیں ملتا کہ جس کی صحت پر قطعی طور پر یقین کیا جا سکے۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیث میں جس کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اس میں انگلیوں کا ذکر آیا ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ مثلاً وہ حدیث یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی سے اور زمینوں کو ایک انگلی سے اور درخت اور گیلی زمین کو ایک انگلی سے اور تمام مخلوق کو ایک انگلی سے اٹھا لے گا (پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں میں بادشاہ ہوں) رسول اللہ ﷺ اس کی بات پر ہنسے حتیٰ کہ

آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (الزمر: ٦٧)

ان لوگوں نے اس طرح اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنی چاہیے، تمام زمینیں قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوں گی، اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، اور لوگ جس چیز کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں وہ اس سے پاک ہے ○

(صحیح بخاری ج ۱۳ص ۳۹۳، صحیح مسلم ج ۱۷ص ۱۳۰، مسند احمد ج ۱ص ۳۷۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام بنی آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کے منزلہ میں ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے دلوں کو پھیر دیتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ص ۳۹۳، صحیح مسلم ج ۱۷ص ۱۳۰، مسند احمد ج ۱ص ۳۷۸)

ایک قول یہ بھی ہے کہ "اِصبع" سے مراد انسانی انگلی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لیے انگلی ثابت ہو اور "اصبع" کا ایک معنیٰ کسی چیز پر قدرت حاصل ہونا اور کسی کام کو آسانی سے انجام دینا بھی ہے۔ جیسے ایک شخص کسی کام کے کرنے کو اپنے تئیں ہلکا، معمولی اور آسان سمجھتا ہے اور وہ ایسے شخص کو مخاطب کر کے کہتا ہے جو اس کام کو اپنے لیے نہایت دشوار اور جان جوکھوں کا کام سمجھتا ہو کہ بھئی میں تو یہ کام انگلی کے اشارہ سے کر دوں اور میں تو یہ چیز ایک انگلی پر اٹھا لوں اور برداشت کر لوں اور یہ چیز جس کو تم نے بڑی بھاری تصور کر رکھا ہے اسے تو میں اپنی چھنگلیا پر روک سکتا ہوں۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ جس شخص نے اس چیز کے اٹھانے اور برداشت کرنے میں میری بات مانی تو ایسا اطاعت شعار اور فرمانبردار میرے سر آنکھوں پر، جیسا کہ دانائے شیراز نے فرمایا:

گر بر سرو چشم من نشینی نازت بکشم کہ ناز نینی

اور مراد اطاعت و فرمانبرداری ہوتی ہے نہ کہ سچ مچ کا آنکھوں پر بٹھانا اور سر پر اٹھا لینا ہوتا ہے۔

اس معنیٰ کی بے شمار مثالیں ہیں ایک مثال ملاحظہ ہو، عنترہ (یا ابن زیاد تیمی) کہتا ہے:

الرمح لا املأ کفی بہ واللبد لا أتبع تزوالہ

"میں (ناتجربہ کار اور اناڑی آدمی کی طرح) نیزے کو بھر ہاتھ اور پوری کفِ دست سے نہیں پکڑتا ہوں اور نہ ہی گھوڑے کی پشت سے نمدہ کے سرک جانے سے اس کے ساتھ ہی پھسل کر نیچے گر جاتا ہوں"۔

شاعر اپنی نیزہ زنی میں مہارت اور اپنی شہسواری کے تجربہ و کمال کو بیان کرتا ہے کہ میں تکلف کر کے پورے ہاتھ سے نیزہ نہیں پکڑا کرتا بلکہ اپنی انگلیوں کے ساتھ اچکتے ہوئے نیزہ زنی کرتا ہوں کیونکہ نیزہ زنی میرے بائیں

تھ کا کھیل ہے اس میں مجھے کسی قسم کے تصنع' بناوٹ اور تکلف کی ضرورت نہیں' میرے لیے یہ ایک معمولی کام ہے اور اسی طرح جب میں گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں تو اس کی ننگی پشت پر سوار ہو جاتا ہوں' میرے لیے زین وغیرہ کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اور آسمانوں اور زمینوں کی مقدار تمام موجودات میں عظیم اور زیادہ ہے اور یہ ساری مخلوق سے بڑے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان کو روک لینا اور اپنے دستِ قدرت سے لپیٹ لینا ایسے ہے جس طرح ہم ایک حقیری چیز کو اپنی انگلیوں پر اٹھا لیں اور اپنے ہاتھوں سے گھما ڈالیں اور جس طرح مرضی ہو اس میں تصرف اور کاروائی کریں۔ چنانچہ اس قول میں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہے:

ثم یقبض أصابعه و یبسطها. پھر وہ اپنی انگلیوں کو بند کرتا ہے اور کھولتا ہے۔

اور اسی طرح اس قول میں کہ "ثم یهزهن" پھر ان کو ہلاتا اور حرکت دیتا ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ آسمان اور زمین سب اس کی قدرت میں ایسے ہے جیسے ہم میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں ایک دانہ ہو کہ ہمارے لیے اس دانہ کو ہاتھ میں اٹھانا' پکڑنا اور اس کو حرکت دینا ایسا معمولی کام ہے کہ جس کی ہمیں کوئی پرواہ بھی نہیں ہے اور جس طرح دانہ ہاتھ میں لے کر مٹھی بند کر لینا اور پھر کھول لینا اس میں ہمیں کوئی دشواری پیش نہیں آتی اس طرح سمجھ لیں کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے نہایت معمولی ہے' وہ جس طرح چاہے ان کو سمیٹ لے اور لپیٹ لے' اس کے لیے ذرا بھر مشکل نہیں ہے۔

عربی میں لفظ "أصبع" (انگلی) نعمت اور احسان کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک میں کہ بے شک تمام آدمیوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔

مراد یہ ہے کہ رحمان کی دو نعمتوں میں ہیں جیسے محاورہ ہے کہ "لفلان علی أصبع" "فلاں کا مجھ پر دست شفقت ہے"۔ یعنی اس کا مجھ پر احسان ہے اور کہتے ہیں: "وللرعی علی ما شیته أصبع" "چرواہے کا اپنے مویشیوں پر خوب ہاتھ ہے" مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مال' ڈنگر کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔

اصمعی نے ایک چرواہے کے لیے شعر کہا ہے

ضعیف العصی بادی العروق تری له علیها إذا ما أجدب الناس أصبعا

"وہ کمزور لاٹھی والا ہے (یعنی کوئی صاحب اقتدار نہیں ہے) اور جسمانی لحاظ سے بھی ہڈیوں کا پنجر بنا ہوا ہے مگر دل کا سخی ہے کہ جب قحط سالی ہوتی ہے تو اپنی مالی اور جسمانی حالت کے کمزور ہونے کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ مخلوقِ خدا پر بڑے احسان کرنے والا ہے"۔

اس شعر میں "اصبع" احسان کرنے اور اچھے اثرات کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

صلاۃ و تسبیح و اعطاء سائل و ذی رحم تبل منک أصبع

''آپ نے نماز، تسبیح کرنے، سائل اور رشتہ داروں کو عطیات دینے سے اچھے آثار اور نقوش چھوڑے ہیں''۔

اور ایک شعر یہ بھی ہے

من یجعل اللہ علیہ أصبعًا فی الخیر والشر یلقاہ معًا

''جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتا ہے وہ اچھی حالت میں ہو یا بری دونوں میں ہی کامیاب اور سرخرو ہوتا ہے''۔

## ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ پر بائیں ہاتھ کا اطلاق کرنا کیونکر جائز ہوگا حالانکہ یہ نقص کا متقاضی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں اللہ تعالیٰ کے لیے بائیں ہاتھ کا ذکر آیا ہے اس حدیث کو حضرت سالم سے روایت کرنے میں عمر بن حمزہ اکیلے ہیں جبکہ اسی حدیث کو حضرت نافع اور حضرت عبداللہ بن مقسم دونوں حضرات نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور انہوں نے بائیں ہاتھ کا ذکر نہیں فرمایا، اسی طرح یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ اور دیگر راویانِ حدیث نے حضور نبی کریم ﷺ سے نقل کی ہے لیکن کسی نے بھی اپنی روایت میں ''شمال'' یعنی بائیں ہاتھ کا ذکر نہیں کیا۔

امام بیہقی نے کہا کہ اس واقعہ کے علاوہ ایک اور حدیث میں ''بائیں ہاتھ'' کا ذکر آیا ہے مگر وہ روایت ضعیف ہے اور پھر یہ صحیح بھی کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اس کے برخلاف صحیح حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں''، ممکن ہے راوی نے آپ کے الفاظ کو چھوڑ کر روایت بالمعنیٰ کر دی ہو اور یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عادت کے مطابق دائیں اور بائیں ہاتھوں کا ذکر مثال کو مکمل کرنے کے لیے کر دیا گیا ہو کیونکہ جو چیز مکرم ہو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے اٹھاتے ہیں اور جو کم درجہ کی ہو اس کو بائیں ہاتھ سے کیونکہ ہمارے بائیں ہاتھ میں بہ نسبت دائیں ہاتھ کے قوت کم ہوتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ آسمان زمین سے بڑے ہیں، اس لیے آسمان اٹھانے کی نسبت دائیں اور زمین کو اٹھانے کی نسبت بائیں ہاتھ کی طرف کر دی تاکہ استعارہ مکمل ہو جائے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس چیز کے ساتھ متصف نہیں ہوتا کہ فلاں چیز اس کے نزدیک ہلکی ہے اور فلاں بھاری۔ صرف اس لیے تاکہ ہم آسانی سے سمجھ جائیں۔

خطابی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جہاں صفتِ ''ید'' کی نسبت کی جاتی ہے اس میں بائیں کا ذکر نہیں ہوتا کیونکہ بایاں ہاتھ ضعف اور نقص (یعنی کمزوری اور نقصان) کا محل ہے حالانکہ یہ روایت موجود ہے کہ ''کلتا یدیہ یمین'' اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی رائٹ اور راست ہیں۔

اور ہمارے اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ انسانی عضو کی مثال نہیں ہے اور ہمارے نزدیک ''ید'' سے معنیٰ جارحہ مراد نہیں ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا ثبوت محال ہے) بس یہ اللہ تعالیٰ کی صفت توقیفی ہے، ہم اس لفظ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق تو کر سکتے ہیں لیکن اس کی کیفیت کو نہیں جانتے، اس لیے ہم پر لازم

ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث میں آیا ہے اس سے آگے نہ بڑھیں۔

## یمین کے معانی کا بیان

کلام عرب میں یمین کا لفظ قدرت اور ملکیت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:''او ما ملکت ایمانکم ''اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''لأخذنا منه بالیمین ''۔اس میں''یمین'' کا معنیٰ قوت اور قدرت ہے۔

نحو اور لغت کے امام امام فرّاء فرماتے ہیں یمین کا معنیٰ قوت اور قدرت (بھی ہوتا) ہے اور انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پیش کیا کہ ؎

إذا ما رایۃ رفعت لمجد　　　تلقاها عرابة بالیمین

''جب بزرگی کے لیے علم بلند کیا جاتا ہے تو اس کو کوئی مقدس مرد پوری قوت کے ساتھ تھام لیتا ہے''۔

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

(۱) ولما رأیت الشمس أشرق نورها　　　تناولت منها حاجتی بیمینی

(۲) فقلت شنیفًا ثم فاران بعده　　　و کان علی الآیات غیر أمین

''اور جب میں نے دیکھا کہ سورج نے اپنی روشنی پھیلا دی ہے تو میں نے اس سے اپنی طاقت اور قدرت کے ذریعے اپنی حاجت کو پورا کیا اور میں نے کہا: پہلے شنیف اور اس کے بعد فاران کیونکہ وہ آیات پر امین نہ تھا''۔

نوٹ: میں کہتا ہوں کہ اس تاویل پر آیت اور حدیث کا مفہوم بھی صحیح نکل آتا ہے۔

اور''یمین'' کا لفظ عربی میں عزت اور احترام کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ محاورہ ہے ''فلان عندنا بالیمین'' یعنی فلاں شخص کی میرے دل میں بڑی عزت ہے اور میں اس کا بڑا احترام کرتا ہوں۔اسی معنیٰ میں شاعر کا یہ قول ہے ؎

أقول لناقتی إذ بلغتنی　　　لقد أصبحت عندی بالیمین

''جب میری اونٹنی نے مجھے منزل مقصود پر پہنچا دیا تو میں نے کہا: اے میری ڈاچی! تو نے میرے دل میں اپنا مقام بنا لیا ہے اور تو میرے نزدیک قابل تعظیم ہوگئی ہے''۔

اور''کلتا یدیه یمین ''''اس کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں'' تمام وکمال سے استعارہ ہیں۔اہل عرب یمین یعنی دائیں کو پسند اور محبوب جانتے اور بائیں کو ناپسند جانتے ہیں کیونکہ الٹے ہاتھ میں نقص اور کمزوری پائی جاتی ہے اور دائیں ہاتھ میں قوت وکمال پایا جاتا ہے۔

## ایک سوال کا جواب

سابقہ ابواب میں یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں اور زمینوں کو اپنے دستِ قدرت سے لپیٹ دے گا' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام آسمان اور زمین لپیٹ دیے جائیں گے تو مخلوق خداوندی اس

وقت کہاں ہوگی؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس وقت لوگ ''پل صراط'' پر ہوں گے۔ باقی تفصیلات انشاء اللہ آگے آئیں گی۔ انتظار کیجیے!!

# ١٦-برزخ کا بیان

ہناد بن سری نے روایت کی ہے کہ فطر بیان کرتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر پوچھی:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ (المؤمنون:١٠٠)
اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے ○

تو مجاہد نے کہا کہ ''برزخ'' وقت موت سے وقتِ بعث تک کی مدت کو کہتے ہیں۔

امام شعبی سے کہا گیا کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے تو فرمانے لگے کہ وہ اب نہ دنیا میں رہا اور نہ آخرت میں ہے وہ برزخ میں ہے۔ ''برزخ'' کلامِ عرب میں دو چیزوں کے درمیان پردہ اور آڑ کو کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا. (الفرقان:٥٣)
اور ان دونوں کے درمیان میں پردہ رکھا اور آڑ بنا دی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ. (المؤمنون:١٠٠)
یعنی ان کے آگے اور سامنے آڑ ہے۔

## باب-•••

## زندہ کرنے کے لیے دوسری بار صور پھونکے جانے کا بیان

اس باب میں مندرجہ ذیل امور کا بیان ہوگا:

(١) صور پھونکنے اور مُردوں کے اٹھنے کی کیفیت کا بیان۔

(٢) سب سے پہلے زمین کس سے پھٹے گی (یعنی سب سے پہلے کس کی قبر کھلے گی)۔

(٣) مخلوق میں سے سب سے پہلے کس کو زندہ کیا جائے گا؟

(٤) جب لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے تو اس وقت ان کی کتنی عمر ہوگی؟

(٥) دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تمام لوگ کون سی زبان بولیں گے؟

(٦) اس کے علاوہ بعض آیات مبارکہ کی تفسیر کا بیان۔

### بعض آیات کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ (الانشقاق:۴) — اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے ۝

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

(۲) يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ. (الانعام:۷۳) — جس دن صور پھونکا جائے گا' ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا۔

نیز فرمایا:

(۳) فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (المؤمنون:۱۰۱) — تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ (کوئی) ایک دوسرے کی بات پوچھے گا ۝

اور فرمایا:

(۴) ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ (الزمر:۶۸) — پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ۝

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۵) يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝. (النبأ:۱۸) — جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں ۝

(یعنی نفخۂ ثانیہ کے بعد اپنی قبروں سے حساب کے لیے موقف کی طرف)

اور صور کو قرآن مجید میں ناقور کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ (المدثر:۸) — پھر جب صور پھونکا جائے گا ۝

مفسرین فرماتے ہیں کہ پہلی بار صور' مخلوق کی موت کے لیے پھونکا جائے گا (جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا) اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کی حالت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ما ینظرون'' (یٰسین:۴۹) یعنی اس امت کے وہ آخری کفار جو ابوجہل اور اس کے ساتھی سرداروں کے پیروکار ہیں صرف ایک چیخ اور زوردار آواز اور دھماکے کے منتظر ہیں اور کچھ نہیں' اس سے مراد نفخۂ اولیٰ ہے جس سے سارے کفار ہلاک ہو جائیں گے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝ (یٰسین:۴۹) — کہ انہیں آ لے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے ۝

یعنی لوگ بازاروں اور مارکیٹوں میں اپنے کام دھندوں میں مشغول ہوں گے کہ اچانک قیامت آ جائے گی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ. (الاعراف:۱۸۷) — (اور قیامت) تم پر اچانک ہی آئے گی۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (یٰسین:٥٠)

تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر واپس جا سکیں گے○

یعنی وہیں اپنے بازار میں مر جائیں گے' قیامت ان کو مہلت اور فرصت نہ دے گی کہ اپنے گھروں کو واپس جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ○ (یٰسین:٢٩)

وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی اور وہ یک دم ٹھنڈے ہو کر بجھ گئے○

اور فرمایا کہ:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○

اور پھونکا جائے گا صور جبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے○

(یٰسین:٥١)

(اس سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے جو نفخۂ بعث ہے)۔

صور کیا ہے؟

مؤلفِ تذکرہ فرماتے ہیں:

''صور'' نور کا ایک سینگ (بگل) ہے' روحوں کو اس میں ڈال دیا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جتنی روحیں ہیں ان کی تعداد کے مطابق صور میں سوراخ موجود ہیں۔ امام بخاری نے حضرت مجاہد سے روایت کیا کہ صور' بوق (یعنی ترہی و نرسنگا) کی شکل کا بگل ہے اور جب صاحبِ صور دوسری بار اس میں پھونک ماریں گے تو ہر روح اپنے بدن میں چلی جائے گی۔

جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○ (یٰسین:٥١)

نفخۂ ثانیہ کے وقت مردے اپنی قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے○

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دونوں نفخوں (دو بار صور پھونکے جانے) کے درمیان میں چالیس سال کا وقفہ ہو گا (جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا)۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کریمہ ''فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ○'' (المدثر:٨) کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ''ناقور'' سے مراد صور ہے اور فرماتے ہیں کہ ''الراجفة'' سے مراد نفخۂ اولیٰ اور ''الرادفة'' سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

حضرت مجاہد سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ یومِ قیامت سے قبل کافروں پر اونگھ طاری ہو گی جس میں وہ نیند کا مزا پائیں گے' پھر جب اہلِ قبور کو اٹھانے کے لیے چیخ دار آواز پڑے گی تو سب گھبرائے ہوئے جلدی کرتے اٹھ کھڑے ہوں گے اور سر اٹھا کر دیکھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ○ (الزمر:٦٨) — پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ○

اور کافروں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ کہیں گے:

يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ. (یٰسین:٥٢) — ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں نیند سے جگا دیا؟

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کفار یہ بات اس لیے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ دونوں نفخوں کے درمیان ان سے عذاب اٹھا دے گا اور اتنا زمانہ وہ سوتے رہیں گے اور نفخۂ ثانیہ کے بعد جب اٹھائے جائیں گے اور اہوال قیامت دیکھیں گے تو اس طرح چیخ اٹھیں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب کفار جہنم اور اس کے عذاب کو دیکھیں گے تو اس کے مقابلہ میں عذابِ قبر انہیں سہل معلوم ہو گا۔ اس لیے وہ ویل وافسوس پکار اٹھیں گے اور اس وقت کہیں گے تو) فرشتے یا مؤمنین (باختلاف اقوال مفسرین) ان کفار سے کہیں گے:

هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ○ (یٰسین:٥٢) — یہ ہے وہ جس کا رحمان نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا ○

اور ایک قول کے مطابق اس مقولہ کے قائل خود کافر ہوں گے کہ وہ اٹھنے کے بعد باہم ایک دوسرے سے کہیں گے: "هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ" (یٰس:٥٢) اور کہیں گے: "يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ" (یٰس:٥٢) یعنی جب کفار آنکھوں سے وہ کچھ دیکھ لیں گے جس کی رسولوں نے انہیں خبر دی تھی تو وہ کہیں گے:

هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ. (یٰس:٥٢) — یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا۔

اور رسولوں نے حق فرمایا اور ہم نے اس کی تکذیب کی تھی، لیکن اس وقت کا اقرار انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا، پھر سب کو حکم ہو گا کہ حساب کے لیے موقف کی طرف چل دو اور وہاں جمع ہو جاؤ۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک جو لوگ سمندر میں ڈوب جاتے ہیں اور مچھلیاں ان کے گوشت کو کھا جاتی ہیں اور ہڈیوں کے سوا ان کی کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی پھر پانی کی لہریں ان کی ہڈیوں کو ساحل پر لا کر پھینک دیتی ہیں اور ایک عرصہ وہ وہاں پڑی رہنے کے بعد بوسیدہ ہو جاتی ہیں پھر وہاں سے اونٹوں کا گزر ہوتا ہے اور اونٹ ان ہڈیوں کو چبا کر کھا لیتا ہے۔ پھر وہ ہڈیاں مینگنیوں کی شکل میں باہر آتی ہیں اور زمین پر پڑی ہوئی سوکھ جاتی ہیں، پھر ان مینگنیوں کو لوگ اٹھا کر لے جاتے ہیں اور ایندھن کے طور پر ان کو جلا کر راکھ بنا دیتے ہیں، پھر ہوائیں اس راکھ کو کہیں سے کہیں لے جا کر زمین پر پھینک دیتی ہیں۔

پس جب صور پھونکا جاتا ہے تو "فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ○" (الزمر:٦٨) تو وہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ اب کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ اس میں اہل قبور اور وہ لوگ جن کی راکھ تک زمین کے مختلف خطوں میں بکھر چکی ہوتی ہے دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○ (یٰسین:۵۳)

وہ تو نہ ہوگی مگر ایک ہولناک آواز اور فوراً سب کے سب ہمارے روبرو حاضر ہو جائیں گے ○

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں: صور کا پھونکا جانا تمام اہل قبور اور دوسرے مردوں کے منظرِ عام پر آنے کا سبب ہوگا اور اللہ تعالیٰ مردوں کے جسموں کے ریزوں کو ان کے بدنوں میں لوٹا دے گا اور سمندروں کی تہوں میں اور درندوں کے پیٹوں میں اور جہاں بھی وہ ذرات اور ریزے موجود ہوں گے ان متفرق اور منتشر اجزاء کو اللہ تعالیٰ جمع فرما دے گا۔ حتیٰ کہ وہ اپنی پہلی ہیئت اور شکل میں لوٹ آئیں گے پھر ان جسموں میں روحوں کو لوٹایا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ یہاں تک کہ کچا بچہ بھی اٹھے گا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: کچا بچہ جنت کے دروازے پر کھڑا رہے گا، اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا تو وہ کہے گا: میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک میرے ماں باپ کو جنت میں داخلہ نہیں مل جاتا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۶۰۸، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۱۷۵۷)

اور اس سقط کچے بچے سے مراد وہ بچہ ہے جس کی خلقت پوری ہوگئی تھی اور اس میں روح پھونک دی گئی تھی مگر حمل ساقط ہو گیا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ (التکویر:۸)

اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے ○

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کا بھی حشر ہوگا اور اس سے بھی سوال ہوگا اور وہ بھی قبر سے زندہ کر کے اٹھائی جائے گی اور رہے وہ کہ جن میں ابھی جان نہیں پڑی تھی وہ دوسرے مرداروں کی طرح ہیں حاکم نے ''منہاج الدین'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور حقیقت میں مخلوق کا خروج (نکلنا) اللہ تعالیٰ کی دعوت کے سبب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ. (الاسراء:۵۲)

جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے۔

تو وہ یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے:

**سبحانک اللھم وبحمدک.**

اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کا آغاز بھی اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہوگا اور اختتام بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ. (الاسراء:۵۲)

جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے۔

اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الزمر:٧٥)

اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب ○

ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک صور پھونکنے والے دونوں فرشتے اپنے ہاتھوں میں بگل پکڑے اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ انہیں کب صور پھونکنے کا حکم مل جائے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث:٤٢٧٣)

ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدوی نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: صور کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صور ایک سینگ (بگل) ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔

یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث:٢٤٣٠ مسند احمد ج٢ ص١٦٢-١٩٢ ابن حبان ج٩ ص٢٠٩ مستدرک ج٢ ص٥٠٦۔ ج٤ ص٥٦٠ حلیۃ الاولیاء ج٧ ص٢٤٣ تفسیر ابن جریر ج٥ ص٢٤١)

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کیسے خوشی آئے حالانکہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور منہ میں لیے کان لگائے اس انتظار میں ہے کہ کب اسے پھونکنے کا حکم ہوتا ہے تا کہ وہ پھونکے۔ یہ بات صحابہ کرام پر دشوار گزری تو آپ نے فرمایا: تم کہو:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ (آل عمران:١٧٣)

اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ بہتر کام بنانے والا ہے ○

ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

(یہ حدیث حسن ہے)۔ (ترمذی رقم الحدیث:٢٤٣١-٣٢٤٣ طبرانی الصغیر ج١ ص٢٤ مسند احمد ج٣ ص٧-٧٣ حمیدی رقم الحدیث:٧٥٤ الزھد لابن المبارک رقم الحدیث:١٥٩٧ حلیۃ الاولیاء ج٥ ص١٠٥ خطیب ج٣ ص٣٦٣ مستدرک ج٤ ص٥٥٩ ابن حبان ج٢ ص٩٥ بغوی ج٥ ص١٠٣ البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث:١٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صور پھونکنے والے فرشتے نے جب سے وہ صور پھونکنے پر مقرر ہوا ہے کبھی اس ڈر سے سر تک نہیں جھکایا کہ جانے کب اسے چشم زدن سے پہلے صور پھونکنے کا حکم ہو جائے اور وہ اس وقت سے عرش کے مقابل الرٹ کھڑا ہے اور اس کی دونوں آنکھیں ایسے ہیں جس طرح روشن ستارے ہوں۔

ابن مبارک، مؤمل بن اسماعیل اور علی بن معبد تینوں حضرات نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی جس میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے فرمایا: پھر آسمان اور زمین کے درمیان کھڑا صور پھونکنے والا فرشتہ اس صور (جو سینگ ہے) میں پھونک مارے گا تو آسمانوں اور زمین پر اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی اس وقت زندہ ہو گا مر جائے گا مگر جس کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھنا چاہے۔

اس کے بعد دونوں نفخوں کے درمیان جتنا اللہ چاہے گا وقفہ ہو گا اور ہر آدمی کی جو مرا ہے کوئی نہ کوئی جز زمین

میں باقی رہتی ہے۔ مؤمل بن اسماعیل نے یہ اضافہ کیا کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ باقی رہنے والی جز ''عجب الذنب'' ریڑھ کی ہڈی (دُمچی) ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے مرد کے مادہ منویہ کی مثل پانی بھیجے گا اور اس (خاص پانی) سے مُردوں کے اجسام اور ان پر گوشت اس طرح منی دار زمین سے اُگے گا اور نشوونما پائے گا جیسے نمی دار زمین سے نباتات کی روئیدگی اور افزودگی ہوتی ہے، پھر (اس کی تائید میں) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی کہ:

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ (فاطر:٩)

اور اللہ ہے جس نے بھیجیں ہوائیں کہ بادل ابھارتی ہیں، پھر ہم اسے کسی شہر کی طرف روانہ کرتے ہیں تو اس کے سبب ہم زمین کو زندہ فرماتے ہیں۔ اس کے مرے پیچھے، یونہی حشر میں اٹھنا ہے ۝

وضاحت: حضور سیّد عالم ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ مردے کس طرح زندہ فرمائے گا؟ مخلوق میں اس کی کوئی نشانی ہے تو ارشاد فرمائیے، فرمایا کہ تیرا کسی ایسے جنگل میں گزر ہوا ہے جو خشک سالی سے بے جان ہو گیا ہو اور وہاں سبزہ کا نام ونشان نہ رہا ہو، پھر کبھی اس جنگل میں گزر ہوا ہو اور اس کو ہرا بھرا لہلہاتا پایا ہو؟ اس صحابی نے عرض کیا: بے شک ایسا دیکھا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ایسے ہی اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور خلق میں اس کی یہ نشانی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

اور فرمایا: پھر صور پھونکنے والا فرشتہ آسمان اور زمین کے درمیان کھڑا ہو کر صور پھونکے گا تو ہر جان اپنے بدن کی طرف چل دے گی اور اس میں سرایت کرتے ہوئے داخل ہو جائے گی تو تمام لوگ سارے جہانوں کے پروردگار کے حضور کھڑے ہو کر بیک زبان اس کی دعوت اور پکار کا جواب دیں گے۔

ابن مبارک اور مؤمل نے کہا: پھر سب لوگ کھڑے ہو کر ایک ساتھ سلام کریں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے اور ایک ساتھ تحیہ (سلام) پیش کریں گے۔

مؤلف فرماتے ہیں: سلام اور تحیہ کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ قیام کی حالت میں اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سلام اور آداب بجا لائے جائیں۔ اس حدیث میں یہی معنیٰ بنتے ہیں کیونکہ حدیث میں ''قیاماً لرب العالمین'' کے الفاظ اسی معنیٰ کے مؤید ہیں۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دوزانو بیٹھ کر سر جھکا کر سلام کیا جائے جیسا کہ یہ معنیٰ لوگوں کے ہاں معروف ہے اور بعض لوگوں نے تحیہ کو اس قول ''فیخرون سجدا لرب العالمین'' ''اور لوگ سارے جہانوں کے رب کے لیے سجدہ میں گر جائیں گے'' پر محمول کرتے ہوئے کہا ہے کہ تحیہ اور سلام سے اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہونا مراد ہے۔ (یہ عبارت قرآن پاک میں نہیں ہے، اس کی تصویب ہے کہ سورۂ اسراء کی آیت نمبر ١٠٧ میں ''یخرون

الاذقان سجدا'' ہے۔)

علی بن معبد سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم صحابہ ایک جماعت میں تھے کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان فرمائی اور انہوں نے وہی سابق ابواب میں جو طویل حدیث گزری ہے ذکر کی۔ اللہ تعالیٰ جل ثناء ہ و تقدست أسماء ہ کے اس ارشاد تک ''لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ○'' (المؤمن:١٦)۔

| | |
|---|---|
| يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ | جس دن زمینیں بدل دی جائیں گی دوسری زمینوں سے |
| السَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ○ | اور آسمان (بھی) اور سب لوگ نکل کھڑے ہوں گے اللہ کے |
| (ابراہیم:۴۸) | سامنے جو ایک ہے سب پر غالب○ |

**وضاحت:** زمین و آسمان کی تبدیلی میں مفسرین کے دو قول ہیں' ایک یہ کہ ان کے اوصاف بدل دیے جائیں گے مثلاً زمین ایک سطح ہو جائے گی نہ اس پر پہاڑ رہیں گے نہ بلند ٹیلے' نہ گہرے غار نہ درخت' نہ عمارت نہ کسی بستی اور اقلیم کا نشان رہے گا بس آفتاب و ماہتاب کی روشنیاں معدوم ہوں گی۔ یہ تبدیلی اوصاف کی ہے' ذات کی نہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آسمان و زمین کی ذات ہی بدل دی جائے گی' اس زمین کی جگہ ایک دوسری چاندی کی زمین ہو گی سفید وصاف جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہو گا نہ گناہ کیا گیا ہو گا اور آسمان سونے کا ہو گا' پھر اللہ تعالیٰ زمین کو بالکل بچھا دے گا' اس کے بعد رنگ کی ہوئی کھالی اور دباغت شدہ چمڑے کی طرح دراز کر کے پھیلا دے گا۔

| | |
|---|---|
| لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا○ | کہ تو اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھے○ |
| (طٰہٰ:۱۰۷) | |

پھر اللہ تعالیٰ مخلوق کو ایک ہی جھڑکی کے ساتھ جھڑکے گا تو سب اس تبدیل شدہ زمین پر اپنی پہلی حالت پر موجود ہوں گے' جو زمین کی پشت میں تھے وہ پشت پر اور جو اس کے شکم میں تھے وہ اس کے اندر ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ تم پر عرش کے نیچے سے پانی برسائے گا جس کو آبِ حیات کہا جاتا ہے اور آسمان چالیس سال تک تم پر آبِ حیات کا مینہ برساتا رہے گا' یہاں تک کہ یہ پانی تمہارے اوپر بارہ (۱۲) ہاتھ تک بلند ہو جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ اجسام کو حکم فرمائے گا تو سبزے اور نباتات کی طرح اُگیں گے حتی کہ وہ مکمل طور پر پہلی حالت پر آ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ''حاملین عرش زندہ ہو جائیں''۔ پس وہ زندہ ہو جائیں گے' پھر فرمائے گا: جبریل' میکائیل اور اسرافیل زندہ ہو جائیں پس وہ بھی زندہ ہو جائیں گے' پھر اسرافیل کو حکم فرمائے گا تو وہ صور پکڑ لیں گے پھر اللہ تعالیٰ تمام ارواح کو بلائے گا تو وہ حاضر ہو جائیں گی' مسلمانوں کی روحیں نور سے دمک رہی ہوں گی جبکہ غیر مسلموں کی روحیں ظلمت زدہ ہوں گی' دونوں قسم کی روحوں کو لے کر صور میں ڈال دے گا' پھر اسرافیل کو امر ہو گا کہ زندگی بعد الموت کا صور پھونک دے چنانچہ وہ حکم خداوندی پا کر صور پھونکے گا تو صور میں سے ساری روحیں شہد کی مکھیوں کی طرح نکل کر آسمان اور زمین کے درمیان کے سارے خلا کو بھر دیں گی' اس وقت اللہ عزوجل فرمائے گا:

مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! ہر روح اپنے بدن میں واپس چلی جائے اور تمام روحیں زمین میں جا کر اپنے جسموں میں داخل ہو جائیں۔

## قبروں سے اٹھنے کے وقت لوگوں کی عمر کتنی ہوگی اور ان کی زبان کون سی ہوگی؟

پھر روحیں ناک کی رگوں میں داخل ہو کر جسموں میں اس طرح سرایت کریں گی جس طرح زہر سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کے جسم میں سرایت کرتا ہے' پھر تمہارے اوپر سے زمین پھٹے گی اور سب سے پہلے مجھ سے زمین پھٹے گی (یعنی میری قبر کھلے گی) اور تم زمین سے جوان سال ہو کر نکلو گے اور اس وقت تم سب کی عمر تنتیس (٣٣) سال کی ہوگی اور اس دن تمہاری زبان سریانی ہوگی' سب لوگ جلدی سے اپنے رب کے پاس چلے آئیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ (القمر: ٨) — بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے' کافر کہیں گے: یہ دن سخت ہے ۝

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ (ق: ٤٢) — یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا ۝

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ (الکہف: ٤٧) — اور ہم انہیں اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے ۝

اور لوگ ستر سال تک موقف میں (ننگے پیر' ننگے بدن بغیر ختنہ کیے ہوئے حال میں) کھڑے رہیں گے' پسینہ اس قدر آئے گا کہ (بعض) لوگ اس میں کانوں تک ڈوبے ہوں گے اور ان کو لگام ڈالی ہوگی' چیخ و پکار برپا ہوگی اور لوگ یہ کہہ رہے ہوں گے: ''کون ہے جو رب کے پاس ہماری شفاعت کرے؟ اس کا پورا بیان حدیث شفاعت میں آئے گا۔ جس کو مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ (الانشقاق: ١-٢) — جب آسمان شق ہو ۝ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے (کہ وہ سنے) ۝

کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

سب سے پہلے زمین مجھ سے پھٹے گی اور میں اپنی قبر میں اٹھ کر بیٹھوں گا تو میرے سر کے مقابل آسمان کی طرف میرے لیے ایک دروازہ کھولا جائے گا حتیٰ کہ میں عرش کو دیکھوں گا' پھر میرے لیے نیچے کی جانب ایک دروازہ کھلے گا اور میں ساتویں زمین تک سب کچھ دیکھ لوں گا۔ حتیٰ کہ تحت الثریٰ تک نظر جائے گی' پھر میرے دائیں طرف سے دروازہ کھلے گا اور میں جنت کو اور اس میں اپنے اصحاب کے مکانات و منازل کو ملاحظہ کروں گا اور بے شک زمین میرے نیچے ہلے گی تو میں کہوں گا: اے زمین! تجھے کیا ہوا کہ حرکت کر رہی ہے؟ زمین بولے گی کہ یارسول اللہ! بے شک مجھے اپنے رب کا حکم ملا ہے کہ میں وہ سب کچھ جو میرے اندر ہے اس کو باہر پھینک دوں اور سب کچھ باہر ڈال کر اس طرح خالی ہو جاؤں جس طرح میں پہلے تھی اور کوئی چیز اپنے اندر باقی نہ رکھوں جیسا کہ اللہ

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ (الانشقاق:۴-۵)

اور جو اس کے اندر ہے' سب کو وہ باہر ڈال دے اور خالی ہو جائے ۝ اور اپنے رب کا حکم مانے اور یہی اس کے لائق ہے (کہ وہ سنے اور اطاعت کرے) ۝

''يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ'' (الانفطار:٦) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''أنا ذلک الإنسان'' ''میں ہی وہ انسان ہوں'' اور آیت کریمہ:

يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (الفجر:٢٧-٢٨)

اے اطمینان والی جان! ۝ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ۝

کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ ارواح کو خطاب ہے کہ روحیں اپنے اجسام کی طرف لوٹ جائیں اور ''إلـــى ربک'' ''أی صاحبک'' اور رب سے مراد ''والا'' ہے' جیسے کہتے ہیں: ''رب الغلام' رب الدار'' اور ''رب الدابة'' یعنی غلام کا مالک' گھر والا اور سواری والا اور ''فادخلی فی عبادی'' یعنی اے روح! میرے بندوں کے اجسام میں داخل ہو جا ان کے نتھنوں کے راستہ سے جیسا کہ سابق حدیث پاک میں بیان ہوا۔

صور کب بنایا گیا اور اس کا سائز کیا ہے؟

روایت کیا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جب آسمانوں اور زمین کی تخلیق کر چکا تو اس کے بعد ''صور'' کو پیدا فرمایا اور اس کا احاطہ اتنا بڑا ہے جس طرح آسمان اور زمین کی موٹائی ہے۔

اور دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ بے شک اس (صور) کی گولائی اور ضخامت اس قدر ہے کہ جیسے آسمان و زمین کی چوڑائی ہوتی ہے۔ (تقریب رقم الحدیث:٢٧٢)

اور یہ بھی روایت ہے کہ صور کے دو (٢) سر ہیں۔ ان میں سے ایک سر مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں ہے (اللہ ہی خوب علم والا ہے)۔

## فصل

صور (صاد کے ساتھ) سینگ کی شکل کا ایک بگل ہے جو (مخلوق کو) فنا کرنے کے لیے پھونکا جائے گا اور یہ نفخۂ موت ہوگا اور اس کے ساتھ ہی نقر ناقور بھی ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ۝ (المدثر:٨)

پھر جب صور پھونکا جائے گا ۝

اور جب موت کے لیے صور پھونکا جائے گا تو نقر اور نفخ دونوں کو جمع کر دیا تا کہ اس کی آواز میں چنگھاڑ اور ہولنا کی پیدا

ہو۔ پھر موت کے بعد لوگ چالیس سال تک اسی حالت پر رہیں گے اور چالیس سال کے بعد آسمان سے مرد کے مادہ منویہ کی طرح گاڑھا پانی (قدرتی کیمیکل ملا واٹر) نازل ہوگا (جیسا کہ سابق حدیث میں اس کی تفصیل گزری) جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مُردوں کے اجسام از سرِ نو معرض وجود میں آ جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ بشر کی صورت میں لا کھڑا کرے گا جس طرح کہ ان لوگوں کے واقعہ میں بیان ہوا جو آگ سے نکالے جائیں گے حالانکہ وہ کوئلہ بن چکے ہوں گے تو ان کو جنت کے دروازہ پر بہتی نہر میں غوطے دیے جائیں گے جس سے ان کے ابدان اس طرح اُگیں گے جس طرح سیلاب اور فلڈ کی لائی ہوئی بھل اور مٹی میں بڑی سرعت کے ساتھ فصل اُگتی اور بڑھتی ہے۔ (اس کی قدرے تفصیل صحیح مسلم وغیرہ کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں گزر چکی ہے جس میں تھا کہ پھر وہ اجسام سبزی کی طرح اُگیں گے اور بڑی تیزی سے نشوونما پا کر وہ جسم تیار ہو جائیں گے۔)

بعث کے لیے تنفیر کے بغیر ہی صور کا پھونکا جانا کامل پھونکنا ہوگا کیونکہ مقصود تو صور کے سوراخوں سے روحوں کو ان کے بدنوں کی طرف بھیجنا ہے جبکہ نفخۂ اولیٰ ارواح کو صور کے سوراخوں میں داخل کرنے کی غرض کے لیے واقع ہوا تھا۔ اس کی مثال رعد ہے کہ جب اس کی کڑک زیادہ زوردار ہوتی ہے تو اس سے بسا اوقات موت بھی واقع ہو جاتی ہے اور صیحہ کی مثال وہ سخت چیخ چنگھاڑ ہے جس کو کوئی مرد مثلاً اپنے تالو سے زبان لگا کر زور سے نکالتا ہے اور چھوٹا بچہ اس سخت قسم کی ڈراؤنی آواز سے گھبرا کر مر جاتا ہے۔ پس جب بعث (زندہ کر کے اٹھانا) کے لیے صور پھونکا جائے گا تو وہ بغیر نقر کے ہوگا اور اس سے (جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں) تمام ارواح اپنے اپنے سوراخ اور محل سے جہاں وہ ٹھہری تھیں نکل کر اپنے اپنے بدن میں چلی آئیں گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کو زندہ فرمائے گا' یہ سب کچھ ایک لمحہ بھر میں ہو جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝ پس وہ فوراً دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ۝

(الزمر: ٦٨)

اور فرمایا:

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۚ تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے

(لقمان: ٢٨) جیسا ایک جان کا۔

قاضی ابوبکر ابن عربی کہتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک دنیوی اجسام کو ذات اور اعراض کی تبدیلی کے بغیر بعینہ لوٹایا جائے گا اور بعض کا قول یہ ہے کہ اوصاف بھی یہی دنیوی ہوں گے۔ چنانچہ وصف کا بھی اعادہ ہوگا جس طرح جسم اور رنگ لوٹایا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ پر دشوار نہیں ہے کیونکہ اس کی قدرت تو یہ ہے کہ وہ ایک امر ''کُنْ'' سے سب کر سکتا ہے۔ (البتہ اعادہ وصف کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔)

## فصل

کیا ''صور'' ''صورۃ'' کی جمع ہے؟

بعض نے کہا تھا کہ ''صور'' صورت کی جمع ہے اور نفخ صور کا مطلب اب یہ ہو گا کہ مُردوں کی صورتوں میں پھونک ماری جائے گی اور ان کے اجسام اور ابدان میں دم کر کے اور روح پھونک کر ان کو زندہ کیا اور اٹھایا جائے گا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''صور'' صورت کی جمع نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کیونکہ ان لوگوں کے اس قول کی تردید ایک تو ان احادیثِ مذکورہ سے ہوتی ہے جن میں اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے کا بیان ہے اور دوسرے قرآن مجید بھی اس قول کی تردید پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ثم نفخ فیہ اخری'' وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں ضمیر مفرد لائی گئی ہے اور جمع کی ضمیر استعمال نہیں ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت کی جمع نہیں ہے بلکہ مفرد لفظ ہے۔

کلبی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ صور کیا ہے؟ حالانکہ کہا جاتا ہے کہ صور، صورۃ کی جمع ہے۔ جیسا کہتے ہیں: ''بسرۃ'' اور ''بسر'' (گدر کھجور یا کوئی بھی تر و تازہ چیز) اور اسی وزن پر ''صور'' اور ''صورۃ'' ہے یعنی روحیں پھونکی جائیں گی تو مرنے والے اپنی صورتوں پر ہو جائیں گے اور حسن نے یہ آیت پڑھی:

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ . (الانعام:۷۳) — جس دن صور پھونکا جائے گا، ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

لفظ صور کی یہ تاویل کرنا کہ وہ صورۃ کی جمع ہے اس کا قائل ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ ہے اور بہرحال یہ تاویل ہمارے بیان کردہ دلائل کی وجہ سے غلط ہے۔

☆ بعث (دوبارہ زندہ کرنے) کے لیے کتنی بار صور پھونکا جائے گا؟

☆ ایک بار۔

☆ صور کون پھونکے گا؟

☆ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جو سینگ کی شکل کا ایک بگل ہے اور اللہ تعالیٰ ان مُردوں میں روح پھونک کر انہیں حیاتِ نو عطا فرماتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا . (التحریم:۱۲) — تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ . (ص:۷۲) — اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں (اور اس کو زندگی عطا کر دوں)۔

## مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے کی کیفیت کا بیان

ابن زید فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ زمین پر انسانوں کی نشاۃ ثانیہ اور تخلیق ثانی فرمائے گا تو آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا، آسمان چالیس دن مینہ برساتا رہے گا جس کے بعد زمین شق ہو گی اور اس کا منہ کھلے گا اور اس میں

سے انسان اس طرح سر نکالیں گے جس طرح بارش کے بعد کھنبیاں (مشروم) سر نکالتی ہیں۔

اس دن زمین کی مثال ایسے ہوگی جس طرح اس حاملہ کی ہوتی ہے جو دردزہ میں مبتلا ہو اور وہ اللہ کے امر کی منتظر ہوگی کہ اسے حکم ملے اور وہ اپنے شکم میں موجود اور مدفون تمام مُردوں کو باہر ڈال دے۔ چنانچہ جب صور پھونکا جائے گا تو زمین اپنے شکم کے تمام مُردوں کو نکال باہر پھینکے گی۔ علماء فرماتے ہیں: تمام امتوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ صور، حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں:

حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل کی ہے جس میں یہ آتا ہے کہ صور پھونکنے والا فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور ہوگا۔ حافظ ابونعیم بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن حارث نے فرمایا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ کے پاس کعب احبار بھی موجود تھے' کعب نے اسرافیل علیہ السلام کا تذکرہ چھیڑا تو حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں: اے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اسرافیل (علیہ السلام) کے بارے ہمیں بتایئے' کعب نے عرض کی: اے مؤمنوں کی ماں! علم تو آپ لوگوں کے پاس ہے' ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: یہ درست ہے مگر آپ بھی تو کچھ اظہار خیال کیجئے' اس پر کعب نے کہا کہ:

اسرافیل علیہ السلام کے چار پَر ہیں جن میں سے (۲) دو پَر ہوا میں ہوتے ہیں' ایک پَر میں اس نے خود کو ڈھانپ رکھا ہے اور چوتھا پَر ان کے کندھے پر ہے اور ان کے (دوسرے) کندھے پر عرش ہے اور قلم کو اس نے اپنے کان پر رکھ چھوڑا ہے' جب وحی نازل ہوتی ہے تو قلم لکھ لیتا ہے' پھر فرشتے اس کو پڑھ لیتے ہیں اور ملک الصور (صور پھونکنے پر مامور فرشتہ) اپنا ایک گھٹنا بچھائے اور دوسرا گھٹنا کھڑا کیے اپنی پشت کو جھکائے منہ میں صور کو دبائے اور آنکھیں اوپر کو اٹھائے ہمہ وقت الرٹ رہتا ہے اور اسرافیل علیہ السلام کی طرف دیکھتا رہتا ہے کیونکہ وہ اس بات پر مامور ہے کہ جیسے ہی دیکھے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اپنے دونوں پروں کو سمیٹ لیا ہے تو وہ پروں کے سمٹنے کے ساتھ ہی فوراً صور پھونک دے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (تصدیق کرتے ہوئے) فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے غریب ہے کیونکہ اس میں عبداللہ بن حارث' کعب سے روایت کرنے میں متفرد ہیں لیکن حضرت خالد حذاء نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے)۔

# فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

امام ترمذی اور دوسرے محدثین کی روایت کردہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب صور صرف حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور وہی اکیلے صور پھونکیں گے اور امام ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ

اسرافیل علیہ السلام کے ساتھ ایک اور فرشتہ بھی صور پھونکنے میں شریک ہوگا۔

اسی طرح امام ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صاحب صور کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: 'عن یمینه جبریل' وعن یساره میکائیل '' فلعل لا حدٰهما قرناً آخر ینفخ فیه واللہ اعلم'' یعنی اسرافیل علیہ السلام کے دائیں جانب حضرت جبریل علیہ السلام اور ان کے بائیں جانب میکائیل علیہ السلام ہوں گے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۸۰)

ہوسکتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے پاس صور ہو جسے وہ حضرت اسرافیل کے ساتھ مل کر پھونکیں گے۔ اللہ اعلم (اس روایت میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرنے والے عطیہ العوفی ہیں۔)

علّامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

امام المحدثین شیخ ابومحمد عبدالحق اور دوسرے محدثین فرماتے ہیں کہ عطیہ عوفی کی روایت تو کسی کے نزدیک بھی قابل حجت نہیں ہے۔

مجاہد نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرو سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دن صبح کو دوفرشتے کہتے ہیں: اے طالبِ خیر! تو آگے بڑھ! اور اے طالبِ شر! تو اپنا ہاتھ کوتاہ کر اور دوفرشتے مقرر ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! تو خرچ کرنے والے کو زیادہ اچھا عوض عطا فرما اور بخیل کو بربادی دے اور دوفرشتے مقرر ہیں جو کہتے ہیں: ''سبحان الملک القدوس'' ''ہم پاکی بیان کرتے ہیں اس شہنشاہ حقیقی کی جو ہر نقص اور عیب سے پاک ہے'' اور دو (۲) فرشتے صور پھونکنے پر مقرر ہیں۔

اسی طرح حضرت وکیع نے حضرت کعب سے اوپر والی حدیث روایت کی ہے' ان کی روایت اور اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے:

| | |
|---|---|
| وملکان موکلان بالصور ینتظران متی یومران فینفخان. | دوفرشتے صور پھونکنے پر مقرر ہیں اور وہ اس انتظار میں ہیں کہ کب انہیں حکم ملتا ہے کہ وہ صور پھونکیں۔ |

# فصل

## صور کتنی بار پھونکا جائے گا؟

اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ صور کتنی بار پھونکا جائے گا۔ ایک قول کے مطابق تین بار صور پھونکا جائے گا (۱) نفخۂ فزع (۲) نفخۂ صعق (۳) نفخۂ بعث' اب ترتیب وار آیات قرآن ملاحظہ ہوں:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ | اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرا جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے خدا |

اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ○ (النمل:۸۷) چاہے اور سب اس کے حضور حاضر ہوئے عاجزی کرتے ○

(یہ قول ابن عربی وغیرہ کا مختار ہے)

دوسرا قول یہ ہے کہ صور دوبار پھونکا جائے گا' ایک نفخہ فزع ہوگا اور دوسرا نفخہ صعق کیونکہ یہ دونوں امر لازم و ملزوم ہیں کہ جب گھبرائیں گے تو سخت گھبراہٹ سے ان کی موت بھی واقع ہو جائے گی' احادیثِ صحیحہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ فقط دوبار صور پھونکا جانا ہے نہ کہ تین مرتبہ اور یہی قول صحیح ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ'' (الزمر:۶۸) اس میں بھی استثناء کیا گیا جیسا کہ نفخہ فزع میں کیا گیا تھا تو معلوم ہوا ان دونوں نفخوں سے مراد ایک ہی نفخہ ہے اور احادیث سے بھی یہی بات ثابت ہے۔

تحقیق ابن مبارک نے حسن سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بین النفختین اربعون سنة'' دونفخوں کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوگا پہلے نفخہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ موت دے گا' ہر اس نفس کو جو اس وقت زندہ ہوگا اور دوسرے نفخہ کے ساتھ ہر مرنے والے کو زندہ کرے گا' اس کا مزید بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آ رہا ہے۔ (مسند الفردوس رقم الحدیث: ۲۱۶۵)

حلیمی نے کہا: اس بات پر تمام روایات متفق ہیں کہ دونفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا اور یہ سب کچھ تب ہوگا جب اللہ تعالیٰ تمام بکھرے ہوئے اجسام کو جمع فرمائے گا مثلاً کسی کو کوئی درندہ کھا گیا ہے' کوئی پانی میں مچھلیوں کی غذا بن چکا ہے اور کوئی زمین میں دفن ہے' کسی کو آگ نے جلا ڈالا ہے' کوئی سمندر کی تہ میں پڑا ہے' کوئی زمین پر پڑا پڑا دھوپ اور گرمی سے گل سڑ گیا اور ہواؤں نے اس کے بدن کے ذرّوں کو ادھر ادھر بکھیر دیا' ان تمام ذرّات ابدان کو جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے جمع اور یکجا فرمالے گا اور اب صرف ارواح کے جسموں میں منتقل کرنے کا مرحلہ باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ روحوں کو صور میں جمع فرمائے گا اور اس کے بعد اسرافیل کو امر کرے گا اور وہ پھونک مار کر تمام ارواح کو صور کے سوراخوں سے (جو کہ روحوں کی تعداد کے مطابق ہوں گے) ان کے جسموں میں ارسال کر دے گا پس ہر روح اللہ کے حکم سے اپنے اپنے جسم کی طرف لوٹ آئے گی۔

بعض حدیثوں میں یہ بھی آتا ہے کہ جس شخص کو کسی پرندے یا درندے نے کھالیا ہو اس کا حشر اس جانور کے پیٹ میں ہی ہوگا۔

امام زہری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جنگ احد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسدِ مبارک کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ ان کے جسم کو کاٹ کر اس کا مثلہ کر دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل کو غم اور صدمہ ہوگا تو میں حضرت حمزہ کی لاش کو اسی طرح پڑا رہنے دیتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) درندوں اور پرندوں کے پیٹوں سے ان کا حشر فرماتا۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۰' ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۸' السنن الکبری للامام بیہقی ج ۴ ص ۱۰-۱۱' المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۹۶' شرح السنۃ ج ۵ ص ۳۶۹)

بعض گمراہ لوگوں نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ صور سینگ کی شکل کا بگل ہے' امام ابوالہیثم فرماتے ہیں: جو شخص انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صور قرن یعنی سینگ نما بگل نہیں ہے تو وہ ایسے ہے جیسے کوئی عرش' پل صراط اور میزان کا انکار کرنے والا ہو اور ان کے لیے دلائل طلب کرنے والا ہو۔

# ۱۷-دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت اور دنیا میں اس کی نشانی کا بیان اور یہ کہ سب سے پہلے انسان کے سر کی تخلیق ہوگی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (الاعراف:۵۷)

اور وہی ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے اس کی رحمت کے آگے مژدہ سناتی یہاں تک کہ جب اٹھالائیں بھاری بادل ہم نے اسے کسی مُردہ شہر کی طرف چلایا' پھر اس سے پانی اتارا' پھر اس سے طرح طرح کے پھل نکالے' اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے کہیں تم نصیحت مانو○

اور اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ (الی قوله) فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْىِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ (الروم:۴۸-۵۰)

اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل پھر اسے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسا چاہے۔ اور اس کے بعد فرمایا: تو اللہ کی رحمت کے اثر دیکھو کیونکہ زمین جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے' بے شک وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ○ (فاطر:۹)

یونہی حشر میں اٹھنا ہے○

## مُردے زندہ کرنے کی مخلوق میں مثال اور نشانی

ابوداؤد طیالسی' امام بیہقی اور دوسرے ائمہ حدیث حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مُردے کس طرح زندہ فرمائے گا؟ مخلوق میں اس کی کوئی نشانی ہو تو ارشاد فرمائیے' فرمایا کہ تیرا کسی ایسے جنگل میں گزر ہوا ہے جو خشک سالی سے بے جان ہو گیا ہو اور وہاں سبزہ کا نام ونشان نہ رہا ہو' پھر کبھی اس جنگل اور صحرا سے گزر رہا ہو اور اس کو ہرا بھرا لہلہاتا پایا ہو؟ عرض کیا: بے شک ایسا دیکھا ہے' فرمایا: (ایسے ہی اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور) خلق میں یہ اس کی نشانی ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث الحمدللہ صحیح ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کی نص کے موافق ہے۔

لقیط بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہارا رب

بادل کی طرف حکم بھیجے گا تو عرش کے پاس سے زوردار بارش برسے گی تمہارے رب کی، پوری روئے زمین پر کسی مقتول کے قتل ہوکر گرنے کی جگہ ہو یا کسی مردے کے دفن ہونے کی جگہ ہر مقام سے زمین شق ہوگی اور پھٹ جائے گی حتیٰ کہ ہر انسان کی تخلیق ازسرنو ہوگی جس کی ابتداء سر کی طرف سے کی جائے گی۔

# ۱۸-انسان جس حالت پر مرتا ہے اسی حالت پر اٹھایا جائے گا

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر شخص کو اسی حالت پر اٹھایا جائے گا جس حالت پر وہ مرا تھا۔ (صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۱۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۱-۳۶۶، شرح السنۃ ج ۱۴ ص ۴۰۲، صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۲۱۰، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۹۰، مشکل الآثار ج ۱ ص ۹۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس قوم میں جتنے لوگ ہوتے ہیں سب کو عذاب میں مبتلا کردیتا ہے، پھر سب اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۶۰، صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۰-۱۳۶، صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۲۱۰، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۸۸، شرح السنۃ ج ۱۴ ص ۴۰۰)

امام بخاری نے یہی حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ ''پھر لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے اور اللہ جانتا ہے کہ کون اللہ کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے تو قیامت کے دن وہ اسی حالت میں آئے گا اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا، رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ (متفق علیہ)

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۰، صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۲۱، نسائی ج ۶ ص ۲۸، ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۵۶، موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲، صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۸۱، السنن الکبریٰ للامام البیہقی ج ۴ ص ۱۱، ج ۹ ص ۱۶۴)

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے جہاد اور غزوہ کے بارے میں بتلایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! اگر تو صبر کرتے ہوئے ثواب کی نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں قتل ہوا تو اسی حال میں تجھے اٹھایا جائے گا اور اگر تو دکھلاوے اور (مال، عزت اور عہدہ بڑھانے کی) غرض کے لیے مارا گیا تو تجھے نمود ونمائش کرنے والا اور کثرت کا طالب ہونے کی حالت پر اٹھایا جائے گا (بہرحال) جس حال پر بھی تو نے جنگ کی یا مارا گیا اسی حالت پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے اٹھائے گا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۲، مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۸۵-۱۱۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مرتے وقت نشہ کی حالت میں ہو وہ ملک الموت اور اس کے بعد منکر نکیر کو نشہ ہی کی حالت میں دیکھے گا اور قیامت کے دن نشہ کی حالت میں اس کو جہنم کے ایک چھپڑ کی طرف اٹھا کرلے جایا جائے گا، اس چھپڑ یا جوہڑ کا نام ''سکران چھپڑ'' ہے، اس چھپڑ

کے اندر ایک چشمہ ہے جس سے پانی کے بجائے خون نکلتا ہے نشئی آدمی کا کھانا پینا بس اسی چھچڑ کا خون اور کچ لہو ہوگا اس کے سوا کچھ نہیں۔ (مسند فردوس رقم الحدیث: ۵۵۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ایک محرم شخص کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی اور وہ اسی وقت فوت ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اسی کے دونوں کپڑوں میں اسے کفن دو اور اس کا چہرہ اور سر نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۱۲۶۸۔ ۱۸۴۹ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۳۔ ۲۸۸۴۔ ۲۸۸۶ تا ۲۸۸۸ ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۳۸۔ ۳۲۳۹ ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۰۳۔ ۲۷۱۳۔ ۲۸۵۸ ابن ماجہ ۳۰۸۴ ترمذی رقم الحدیث: ۹۵۱ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵۔ ۳۲۸۔ ۳۳۳ صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۱۰۹ مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۲۶۲۳ السنن الکبریٰ للامام البیہقی ج ۳ ص ۳۹۰۔ ۳۹۱ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۰۰۔ ۳۳۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک مؤذن اور مُحرم قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ مؤذن اذان دیتے ہوئے اور محرم لبیک لبیک کہتے ہوئے نکلے گا۔ (حافظ حلیمی کتاب المنہاج)

ابوالقاسم ختلی نے اپنی کتاب ''الدیباج'' میں حضرت ابن عباس اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ بے شک کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ'' مسلمان کے لیے اس کی موت کے وقت قبر میں اور جس وقت قبر سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا ان اوقات میں اس کا مونس وغمگسار ہوگا اے محمد (ﷺ)! اگر آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں تو وہ جلدی جلدی اپنی قبروں سے اپنے سر جھاڑتے نکل رہے ہیں کوئی کہہ رہا ہے: ''لا الہ الا اللہ--- الحمد اللہ!'' اور اس کا چہرہ چمک رہا ہے اور کوئی پکار پکار کر کہہ رہا ہے: ہائے مجھے اپنی ان کوتاہیوں پر افسوس ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں کی ہیں اور ان کے چہروں پر پھٹکار اور سیاہی برس رہی ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے والوں پر موت کے وقت وحشت طاری نہیں ہوگی اسی طرح نہ قبر میں اور نہ حشر میں (اور فرمایا:) میں اس حالت میں کہ جیسے میں دیکھ رہا ہوں کہ کلمہ گو ایمان والے اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے یہ دعا پڑھ رہے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ. تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمارے تمام غم دور فرما دیئے۔

(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۶۶ ج ۵ ص ۳۰۵ فیض القدیر رقم الحدیث: ۷۶۲۰ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۲ احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۹۷ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۹۰۱)

امام نسائی نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت قیامت کے دن قبر سے اس حالت میں نکلے گی کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں گے چہرہ غبار آلود ہوگا اور اس کے جسم پر اللہ کی لعنت کی چادر ہوگی اور اس کو آگ کا کرتہ پہنایا جائے گا اور وہ اپنا ہاتھ سر پر رکھے کہہ رہی ہوگی: ''یا ویلاہ'' وائے تباہی!

(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۲۵۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ جاہلیت کا فعل ہے اگر نوحہ کرنے والی بغیر توبہ کیے مر جائے تو اللہ اسے تارکول (لُک) اور دہکتی ہوئی آگ کی زرہ (قمیص) پہنائے گا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ اگر ماتم کرنے والی مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے گی تو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ وہ تارکول کا کرتہ پہنے ہوگی، پھر اسے بھڑکتی آگ کی زرہ پہنائی جائے گی۔

(صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳۵، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۸۱-۱۵۸۲، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۴)

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نوحہ کرنے والی عورتوں کو قیامت کے دن دو صفوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، ایک دائیں صف اور ایک بائیں صف اور یہ نوحہ کرنے والی عورتیں قیامت کے دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی اس طرح آوازیں نکالیں گی جس طرح کتا بھونکتا ہے اور وہ بھونکتی رہیں گی اور پھر حکم دیا جائے گا کہ ان کو دوزخ میں ڈال دو۔ (مسند الفردوس رقم الحدیث: ۶۹۶۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک ماتم کرنے والی عورتوں کو قیامت کے روز دو صفوں میں تقسیم کر کے ایک کو جہنم کے دائیں طرف اور دوسری صف کو جہنم کے بائیں طرف پھینک دیا جائے گا اور وہ اہل جہنم پر کتوں کی طرح بھونکا کریں گی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت اپنی قبر سے اس حال میں نکلے گی کہ اس کے بال بکھرے ہوں گے، چہرہ کالا سیاہ گرد آلود ہوگا، دونوں آنکھوں میں نیلاہٹ ہوگی اور اس پر لعنت کی چادر ہوگی اور اللہ کے غضب کی زرہ پہنی ہوگی، ایک ہاتھ گردن کے ساتھ بندھا ہوا ہوگا اور دوسرا ہاتھ سر پر رکھا ہوگا اور وہ پکارے گی: ہائے بربادی، ہائے تباہی، ہائے سیاپا اور اس کے پیچھے ایک فرشتہ ہوگا جو کہے گا: ''آمین آمین (ایسا ہی ہو خدا کرے) اور اس کے بعد تجھے دوزخ کی آگ نصیب ہو''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردہ پر ماتم جاہلیت کا طریقہ ہے اور اگر ماتم کرنے والی مرنے سے قبل توبہ نہ کرے گی تو قیامت کے روز وہ اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ وہ تارکول کا کرتہ پہنے ہوگی اور پھر اسے آگ کی زرہ پہنائی جائے گی۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ (البقرہ: ۲۷۵)

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔

مفسرین فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ سود خور قبروں سے اس آسیب زدہ حالت میں اٹھیں گے'' یہ تفسیر

حضرت ابن عباس، مجاہد، ابن جبیر، قتادہ، ربیع، سدی، ضحاک، ابن زید اور دوسرے مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے اور بعض مفسرین کہتے ہیں: سود کھانے والے کے ساتھ شیطان مقرر ہوگا اور اس کے کچوکے لگائے گا، مفسرین فرماتے ہیں کہ تمام سود خوروں کو اس حال میں اٹھایا جائے گا جیسے ان کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو، یہ سب کچھ ان کے ساتھ تمام اہل محشر کے سامنے ان کو رسوا و ذلیل کرنے اور عقوبت کے طور پر کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کی یہ علامت اور نشانی بنا دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سود کے مال سے اپنے پیٹ بڑھائے اور ان کو بھاری بنایا لہٰذا جس وقت وہ قبروں سے نکلیں گے تو اپنے بڑے پیٹوں اور توندوں کے بوجھ کی وجہ سے گرتے پڑتے اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں سلامتی اور عافیت عطا فرمائے اور ہمارے عیبوں پر پردے ڈالے۔ (آمین)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ (آل عمران: ۱۶۱)

اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان جس بھی مرتبہ پر فوت ہوتا ہے قیامت کے دن اس کو اسی مرتبہ پر اٹھایا جائے گا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۴، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۴۰۔ ۳۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۳۰۵، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۳)

# ۱۹۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی قبر انور سے اٹھنے کی کیفیت کا بیان

ابن مبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر خدمت ہوئے، آپ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کا ذکر مبارک ہو رہا تھا، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ ہر روز صبح کو ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور حضور انور ﷺ کی قبر مبارک کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور نبی پاک ﷺ پر درود شریف پڑھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ فرشتے واپس آسمان پر چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار نئے فرشتے اور اترتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح اپنے پروں سے مزار اقدس کو چھپا لیتے ہیں اور صبح تک درود و سلام کی محفل سجائے رکھتے ہیں، اس طرح شب و روز میں کل ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتے درود و سلام پیش کرنے کے لیے بارگاہِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضری دیتے ہیں، بقول عراقیؔ

ملائک ورد صبح و شام کردند	ثنائے زلف و رخسار تو اے ماہ

اور یہ سلسلہ صلوٰۃ وسلام جاری و ساری رہے گا یہاں تک کہ زمین پھٹے گی اور سرکار دو عالم ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

اور لوگوں کا حشر کیسے ہوگا؟ تو احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام انسان اپنی قبروں سے برہنہ حالت میں باہر آئیں گے اور محشر میں بھی اسی حالت میں جمع ہوں گے، اس کا مزید بیان آگے انشاء اللہ آئے گا۔

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی ہے، وہ بیان

کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے دائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بائیں طرف حضرت عمر فاروق حضور (ﷺ) نے فرمایا:

هکذا نبعث یوم القیامة. اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھیں گے۔

(ترمذی ج ۵ ص ۶۱۲' ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸' فضائل صحابہ للامام احمد بن حنبل رقم الحدیث: ۷۷)

# ۲۰-لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تحقیق اللہ عزوجل قیامت کے روز تمام ایام گذشتہ کو ان کی صورت پر لوٹائے گا اور خصوصاً جمعہ کے دن کو تو ایک نہایت خوبصورت سجیلی وچمکیلی دلہن کی شکل میں اٹھائے گا اور جو لوگ جمعہ ادا کیا کرتے تھے وہ اس کے گرد جمع ہوں گے اور وہ دلہن (روز جمعہ) اپنے کریم کی طرف ان لوگوں کی رہنمائی کرے گی اور اپنے جگمگ کرتے چہرہ پُرنور سے اہل جمعہ کے لیے ضیاء پاشی کرے گی اور لوگ اس کی روشنی میں چلیں گے' اہلِ جمعہ کے رنگ برف کی طرح سفید ہوں گے' ان کے جسم سے مشک کی لپٹیں اٹھیں گی اور وہ کافور کے پہاڑوں میں گھس جائیں گے' تمام جن اور انسان ان کی طرف سر اٹھائے دیکھتے ہوں گے اور حیرت سے دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور وہ کوہِ کافور کراس کر کے جنت میں داخل ہو جائیں گے' ان کے ساتھ کوئی مخلوط نہیں ہوگا سوائے ایسے موذنوں کے جو محض ثواب کی نیت سے اذان دیتے تھے۔

(مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۷۷)

قاضی شریف جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سے ہوئے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ''اس حدیث کی اسناد صحیح ہے''۔

حافظ ابونعیم نے کہا: ابوعمران الجونی بیان کرتے ہیں کہ کوئی رات نہیں آتی مگر وہ پکار کر یہ کہتی ہے: اے لوگو! میرے اندر جتنی نیکیاں اور بھلائی کے کام کر سکتے ہو کر لو اور میں نے پھر قیامت تک ہرگز واپس لوٹ کر نہیں آنا۔

## مومن جب قبر سے اٹھتا ہے تو کراماً کاتبین فرشتے بندے کا نامہ اعمال لیے اس سے ملاقات کرتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث اس سے قبل گزری جس میں تھا کہ ''جب قیامت قائم ہوگی تو نیکیاں لکھنے والا فرشتہ اور برائیاں لکھنے والا فرشتہ دونوں بندے کے پاس قبر پر آ کر اس کی گردن میں بندھا ہوا اپنا اپنا تحریر کردہ بندے کا نامۂ اعمال (اور کچا چٹھا) کھولیں گے' پھر اس کے پاس دو فرشتے حاضر ہوں گے' ایک کا نام سائق ہے اور دوسرا شہید' حافظ ابونعیم نے ثابت بنانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس مذکورہ بالا حدیث کے بیان کے بعد آیت کریمہ ''حم فصلت'' (یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کی ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل بیان فرمادی گئی ہیں) حتیٰ کہ جب وہ آیت نمبر تیس (۳۰) تک پہنچے تو رک گئے اور فرمایا:

''ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ بے شک جب بندہ مومن قبر سے اٹھتا ہے تو اس سے دو فرشتے جو دنیا میں اس

کے ساتھ ہوتے تھے ملاقات کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: نہ ڈر، نہ غم کر اور خوش خبری سن اس جنت کی جس کا تیرے ساتھ وعدہ کیا جاتا تھا، ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (تمہارے ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ)۔

نوٹ: وہ آیات یہ ہیں: ''بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (موت کے وقت، قبر میں اور جب قبروں سے اٹھیں گے) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت میں جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا، ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے ہے اس میں جو مانگو مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے''۔

عمرو بن قیس ملائی کہتے ہیں: بے شک مؤمن جب اپنی قبر سے اٹھتا ہے تو اس کا (نیک) عمل بہت اچھی صورت میں اور نہایت پاکیزہ خوشبو کے ساتھ اسے ملتا ہے اور کہتا ہے: کیا تو نے مجھے پہچانا ہے؟ بندہ مؤمن جواب دیتا ہے کہ نہیں، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تیری خوشبو کو نہایت پاکیزہ و دل آویز بنایا ہے اور تجھے صورت بڑی حسین بخشی ہے، تو وہ عمل کہتا ہے: میں دنیا میں بھی اسی طرح خوبصورت اور خوشبودار تھا اور میں آپ کا ''نیک عمل'' ہوں، دنیا میں تو بڑا وقت گزرا کہ تم مجھ پر کبھی سوار نہ ہوئے آج آپ مجھ پر سواری کیجیے اور انہوں نے یہ آیت پڑھی:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ (مریم:۸۵) — جس دن ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر ۝

اور کافر جب قبر سے نکلے گا تو اس کا برا عمل انتہائی قبیح صورت اور نہایت بدبودار شکل میں اس کے سامنے آئے گا اور کہے گا: کیا تو نے مجھے پہچانا؟ کافر کہے گا: نہیں، الّا یہ کہ تیری شکل بڑی کوجھی اور بھیانک ہے اور تجھ سے سڑانڈ اٹھ رہی ہے، وہ کہے گا: میں دنیا میں بھی اسی طرح بدبودار اور بدصورت تھا، میں تیرا برا عمل ہوں، دنیا میں تو زندگی بھر کبھی تو نے مجھ پر سوار ہو کر نہ دیکھا لیجیے آج میں تجھ پر چڑھتا ہوں اور یہ آیت تلاوت کی:

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ أَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ۚ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ (الانعام:۳۱) — اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں اور کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں ۝

قاضی ابوبکر ابن عربی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح نہیں ہے۔

# ۲۱-جس دن یہ زمین اور یہ آسمان دوسرے آسمان اور دوسری زمین سے بدل دیے جائیں گے تو ''لوگ کہاں ہوں گے؟''

امام مسلم نے رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبان سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ یہودیوں کا ایک عالم آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا محمد ﷺ! اور امام مسلم نے آگے حدیث بیان کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس یہودی عالم نے کہا کہ جس دن اس زمین کو دوسری زمین سے

بدل دیا جائے گا اور (اسی طرح) آسمان بھی (بدل دیے جائیں گے) تو لوگ کہاں ہوں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**هم فى الظلمة دون الجسر.** لوگ تاریکی میں پل کے نیچے ہوں گے۔

(صحیح مسلم ج۱۷ص۱۳۴، ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۱، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۹، مسند احمد ج۶ ص۱۰۱، صحیح ابن حبان ج۹ص۲۲۷، مستدرک للحاکم ج۲ص۴۳۶۔۳۵۲، حلیۃ الاولیاء ج۸ص۱۸۳، تفسیر ابن جریر ج۸ص۲۵۲۔۲۵۳)

مسلم اور ابن ماجہ دونوں نے حدیث روایت کی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق سوال کیا:

**يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ.** (ابراہیم:۴۸) جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیا جائے گا)۔

تو یا رسول اللہ! اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''صراط پر''۔

(صحیح مسلم ج۱۷ص۱۳۴، ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۱، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۹، مسند احمد ج۶ ص۱۰۱، صحیح ابن حبان ج۹ص۲۲۷، مستدرک للحاکم ج۲ص۴۳۶۔۳۵۲، حلیۃ الاولیاء ج۸ص۱۸۳، تفسیر ابن جریر ج۸ص۲۵۲۔۲۵۳)

حضرت مجاہد سے روایت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''جانتے ہو جہنم کی وسعت کتنی ہے؟'' میں نے عرض کیا: نہیں، انہوں نے فرمایا: ہاں! قسم اللہ کی! تم نہیں جانتے، مجھ سے حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے آیتِ مبارکہ ''**وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ** الخ'' (الزمر:۶۷) کے بارے پوچھا: یا رسول اللہ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم کے پل پر ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس طریق سے غریب ہے۔

# فصل

## کیا زمین و آسمان کی تبدیلی سے مراد ذات کی تبدیلی ہے یا فقط ان کی صفات کی تبدیلی؟

سابقہ تمام احادیث اس بارے میں نص ہیں کہ یہ زمین اور یہ آسمان بدل دیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی جگہ دوسری زمین اور آسمان پیدا فرمائے گا، تبدیلی کے وقت لوگ ''پل صراط'' پر ٹھہریں گے اور اس کے بعد پھر نئی زمین پر آجائیں گے، اس سے ثابت ہوا کہ اکثر لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ زمین کی تبدیلی سے مراد اس کی صفات کا متغیر ہونا ہے اس طرح کہ اس کے نشیب و فراز کو ہموار کر دیا جائے گا، پہاڑوں کو ختم کر کے زمین کو بچھا دیا جائے گا (اور زمین کی اسی ہمواری اور برابری کا نام تبدیلی ہے) ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے، علامات قیامت کے باب میں ان شاء اللہ اس کا بیان آئے گا۔

ابن مبارک نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو اس طرح بچھا دیا جائے گا جیسے کھال کو بچھاتے ہیں اور اس کی وسعت میں اتنا اتنا اضافہ کر دیا جائے

گا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ زمین بدل کر اس کی جگہ دوسری زمین پیدا کی جائے گی پھر اس کو بچھایا جائے گا اور اس کو کھال کی طرح دراز کر دیا جائے گا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ زمین کو کھال کی طرح بچھا دے گا حتیٰ کہ کسی انسان کے لیے اس سے زیادہ جگہ نہیں ہوگی کہ جس میں وہ دو قدم رکھ سکے یہ روایت ماوردی نے نقل کی ہے لیکن ہم شروع میں جو روایت بیان کر چکے ہیں وہی صحیح ہے کیونکہ وہ نص ہے جو نبی پاک ﷺ سے ثابت ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کلامِ عرب میں ''بـــدّل'' کا معنیٰ تغیرِ شئے ہے جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا. (النساء:۵۶)

جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے۔

اور فرمایا:

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ. (البقرہ:۵۹)

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا۔

جب ثابت ہو گیا کہ تبدیل کا معنیٰ تغیرِ شئے ہے تو چیز کا متغیر ہونا اس چیز کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس کا معنیٰ ہمیشہ عین اور ذات کی تبدیلی ہو بلکہ اس کا معنیٰ اوصاف میں تبدیلی ہے اور اگر چیز کے عین اور ذات کو ختم اور زائل کرنا مراد ہوتا تو پھر ''یوم تبدل الارض'' شدّ کی بجائے تخفیف کے ساتھ یعنی تبدیل کے بجائے ابدال کا صیغہ ذکر فرمایا جاتا ہے کیونکہ ''ابدلت الشئی'' کا معنیٰ عین اور شخص یعنی چیز کی ذات کو بدل دینا ہوتا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے لیکن اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کا قول ''عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ'' (القلم:۳۲) مخفف اور مشدّد دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور دونوں قرأتوں کے اعتبار سے معنیٰ ایک ہی ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا. (النور:۵۵)

اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اور فرمانِ خدا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ. (الفرقان:۷۰)

تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

ابونصر جوہری نے ''صحاح'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور ابدال اور تبدیل ہم معنیٰ لفظ ہیں قرآن مجید اور لغت عرب دلالت کرتے ہیں کہ ''بدّل'' اور ''ابدل'' ایک ہی معنیٰ دیتے ہیں اور نبی پاک ﷺ نے ایک معنیٰ کے ساتھ

جب تفسیر فرمادی تو آپ کی تفسیر اعلیٰ ہے اور اس کے ہوتے ہوئے اب کسی کلام کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان کرتے ہیں کہ اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا جو چاندی کی طرح سفید ہوگی' اس پر کبھی حرام خون بہایا گیا ہوگا نہ کبھی کوئی گناہ کیا گیا ہوگا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس زمین کو آگ سے بدل دیا جائے گا اور جنت اس آگ کے پیچھے ہوگی اور جنت کے جام' پیالے اور حوریں نظر آ رہی ہوں گی۔

ابوالجلد حیلان بن فروہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ ''بے شک قیامت کے دن زمین بھڑکتی ہوئی آگ میں تبدیل ہو جائے گی''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

(قیامت کے دن) ''زمین چاندی کی بن جائے گی اور آسمان سونے کا ہوگا''۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے اللہ تعالیٰ کے قول ''يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ'' (ابراہیم:۴۸) کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ زمین روٹی بنا دی جائے گی اور خلق خدا اس میں سے کھائے گی' پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ. اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں۔

(الانبیاء:۸)

حضرت سعید بن جبیر اور محمد بن کعب فرماتے ہیں:

''یہ زمین میدے کی روٹی سے بدل دی جائے گی جس کو مؤمن اپنے قدموں کے نیچے سے کھائیں گے''۔

میں کہتا ہوں: یہی معنیٰ صحیح مسلم میں مروی ہے اور ابن برجان نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں روایت کیا ہے کہ مؤمن اس دن اپنے سامنے سے کھائے گا اور حوض سے پیئے گا' صحابہ کرام اور تابعین کے یہ اقوال ہمارے مؤقف کے مؤید ہیں۔

## تبدیلیٔ آسمان کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان کے بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند لپیٹ دیے جائیں گے اور ستارے بکھر جائیں گے۔

ابن انباری بیان کرتے ہیں: آسمان کے احوال مختلف ہوں گے' کبھی وہ پگھلی ہوئی دھات یا راکھ کی طرح ہو جائے گا اور کبھی روغن کی طرح پتلا ہو جائے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

آسمان دھواں بن جائیں گے اور سمندر آگ بن جائیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمانوں کے بدل جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اس طرح تہ کر دیا جائے گا جیسے رجسٹر کو لکھنے والے بند کر کے یا فائلوں کو لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

ابوالحسن شبیب اپنی کتاب ''الافصاح'' میں لکھتے ہیں:
ان آثار میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ زمین اور آسمانوں میں دو مرتبہ تغیر وتبدل واقع ہوگا' ایک مرتبہ یہ پہلا تغیر ہوگا جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی صفات کو بدل دے گا اور یہ بے ہوشی کے لیے صور پھونکنے سے قبل ہوگا' اس تبدیلی میں آسمان کے ستارے جھڑ کر گر جائیں گے' چاند اور سورج بے نور ہو جائیں گے' سمندر آتشکدے بن جائیں گے' اس کے بعد زمین ایک قطر سے دوسرے قطر تک پھٹ جائے گی' فضائیں بدل جائیں گی' ماحول دگرگوں ہو جائے گا' پھر جب بے ہوشی کا صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں کو لپیٹ دیا جائے گا اور زمین پھیلا دی جائے گی اور اس آسمان کو دوسرے آسمان سے بدل دیا جائے گا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ۔ اور زمین جگمگا اٹھے گی اپنے رب کے نور سے۔

(الزمر:٦٩)

اور زمین کو دباغت شدہ کھال کی طرح پھیلا کر بدل دیا جائے گا اور پہلی حالت پر لوٹا دیا جائے گا' اس پر قبریں ہوں گی' زمین کی پشت پر اور اس کے پیٹ میں انسان ہوں گے اور زمین کو بھی دو بار بدلا جائے گا اور یہ دوسری تبدیلی اس وقت ہوگی جب لوگ محشر میں کھڑے ہوں گے تو ان کے لیے زمین کو بدل دیا جائے گا اور اس بدلی ہوئی زمین کا نام ''الساھرہ'' ہوگا' اس پر لوگ بیٹھ جائیں گے اور وہ زمین سفید چاندی کی ہوگی جس پر کبھی کوئی حرام خون ریزی نہ کی گئی ہوگی اور نہ اس پر کوئی ظلم ہوا ہوگا اور اس وقت لوگ پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور پل صراط پر تل دھرنے کو جگہ نہ ہوگی اگرچہ پل صراط بہت بڑا ہے کیونکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ''پل صراط'' کے اوپر تک چڑھنے میں ایک ہزار سال کی مسافت طے کرنی پڑے گی اور اگر نیچے اترنا ہو تو اتنے ہی سال اس کے لیے درکار ہوں گے اور اسی طرح اس کی سطح پر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اگر کوئی جانا چاہے تو اسے ہزار برس لگ جائیں مگر مخلوق اس سے بہت زیادہ ہوگی اور وہ اتنے بڑے پلیٹ فارم پر بھی سما نہیں سکے گی چنانچہ جو لوگ پل صراط پر کھڑے ہونے سے بچ جائیں گے وہ جہنم کی پشت پر قیام کریں گے۔

اور وہ زمین جس کو ''ساھرہ'' کہا جاتا ہے پگھل کر جمی ہوئی چربی یا کسی دھات کی مانند ہوگی' حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ زمین آگ کی ہوگی' اس پر کھڑے ہونے سے انسان پسینہ پسینہ ہو جائیں گے' پھر جب ''ساھرہ'' نامی زمین پر لوگوں کا حساب کتاب ہو چکے گا اور وہ پل صراط کراس کر لیں گے تو جنتی لوگ پل صراط کے پار دوسری طرف چلے جائیں جبکہ دوزخی آگ میں جا پڑیں گے اور جنتی لوگ انبیاء کرام کے حوضوں پر پانی پی رہے ہوں گے تو زمین کو سفید میدے کی روٹی بنا دیا جائے گا اور وہ اپنے پیروں کے نیچے سے روٹی کھائیں گے اور اس کے بعد جب جنت میں داخل ہوں گے تو اس وقت ایک روٹی ہوگی جس سے سارے جنتی کھائیں گے اور ساتھ سالن بیل اور مچھلی کی کلیجی کا تیار کیا ہوگا۔

# ۲۲-قیامت سے پہلے ظہور پذیر ہونے والے امور کا بیان

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی' آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ جب آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے صور کو پیدا کیا اور وہ اسرافیل کو دے دیا' حضرت اسرافیل علیہ السلام وہ صور اپنے منہ میں دبائے عرش کی طرف نظریں اٹھائے ہوئے منتظر کھڑے ہیں کہ کب انہیں پھونکنے کا امر ہوتا ہے''۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سینگ ہے (یعنی سینگ کی شکل کا بگل ہے) میں نے عرض کی: وہ کس طرح کا ہے یعنی اس کے کچھ کوائف ارشاد فرمایئے' آپ نے ارشاد فرمایا: وہ بہت بڑا ہے' مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے بلاشبہ اس کی گولائی اور دائرہ اتنا بڑا ہے جتنی آسمان اور زمین کی چوڑائی ہے اور یہ صور تین بار پھونکا جائے گا۔

نفخہ اولیٰ---- پہلا صور پھونکا جائے گا گھبراہٹ اور خوف زدہ کرنے کے لیے۔

نفخہ ثانیہ---- دوسرا صور پھونکا جائے گا مخلوق کو بے ہوش کرنے کے لیے جس سے موت واقع ہوگی۔

نفخہ ثالثہ---- تیسرا صور پھونکا جائے گا تاکہ لوگ اپنی اپنی جگہ سے زندہ ہو کر اٹھیں اور اللہ ربّ العالمین کے حضور حساب کے لیے حاضر ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ پہلی دفعہ صور پھونکنے کا حکم دیتے ہوئے اسرافیل علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے اسرافیل! گھبراہٹ اور فزع کا صور پھونک دے' پس اس سے آسمان والے اور زمین والے سب گھبرا جائیں گے اور ان پر خوف طاری ہو جائے گا مگر جس کو اللہ چاہے گا (وہ اس خوف اور گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا) اور اللہ تعالیٰ امر فرمائے گا کہ اس صور پھونکنے میں انقطاع نہ ہو اور یہ مسلسل اور برابر لمبے وقت تک اسی طرح پھونکا جاتا رہے گا۔

(تفسیر ابن جریر ج ۱۵ ص ۳۲' تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۱-۱۵۴)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَا يَنظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ۝ (ص:۱۵)

اور یہ (کفارِ مکہ) نہیں انتظار کر رہے مگر ایک ہی کڑک (صور کی آواز) کا جس کے بعد کوئی مہلت نہیں ہوگی ۝

## لفظ ''فواق'' کی تحقیق

یہ لفظ ''فواق الحالب'' کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہوتے ہیں دوبار دودھ نکالنے کی درمیانی مہلت اور مدت کیونکہ دودھ دوہنے والا شخص اونٹنی یا بکری کا دودھ دوہ کر اس کو کچھ دیر ترک کر دیتا ہے تاکہ اس جانور کا بچہ دودھ پی لے اور وہ دوبارہ اپنا دودھ کھیری (شیردانی) میں اتارے اور وہ بچہ کو ہٹا کر دوبارہ دودھ نکال لے' اس دو مرتبہ دودھ نکالنے کی درمیانی مہلت اور وقت کو عربی میں ''فواق'' کہتے ہیں جس کا معنیٰ دو دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقت ہے اور ایک مرتبہ دوہنے کے بعد بچہ کو دودھ میں لگا کر دوبارہ دوہنا' اور اسی سے ''فواق'' نکلا ہے جس کا معنیٰ

ہے وہ ربح جو معدہ میں اس مہلت کے دوران میں گڑگڑاہٹ کرتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ نفخہ (صور پھونکا جانا) لمبے وقت تک ہوگا اور اس میں مہلت اور درمیانی وقفہ ہرگز نہیں ہوگا اور یہ صور پندرہ رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک کو پھونکا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہاڑ چلیں گے اور اس طرح گزریں گے جیسے تیزی سے بادل تیرتے جاتے ہیں، پھر یہ باریک ریت کی طرح ہو جائیں گے اس کے بعد زمین لرز اٹھے گی اور تھرتھرانے لگے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ | جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی ۝ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ۝ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے ۝ (النّزعٰت: ۶-۸) |

نوٹ: زمین اور پہاڑ اور ہر چیز نفخۂ اولیٰ سے اضطراب میں آ جائے گی اور تمام خلق مر جائے گی--- پھر نفخۂ ثانیہ ہوگا جس سے ہر شئے باذنِ الٰہی زندہ کر دی جائے گی، ان دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔

زمین کی مثال ایسے ہوگی جیسے سمندر میں سفینہ ہوتا ہے کہ موجیں اس کو ادھر سے ادھر لے جائیں گی، لوگ اس کی پشت پر لیٹ جائیں گے، دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، حمل والیاں مارے خوف کے اپنے حمل گرا دیں گی، بچے بوڑھے ہو جائیں گے، شیاطین بھاگتے ہوئے اڑ جائیں گے حتیٰ کہ زمین کے کناروں کی طرف نکل جائیں گے، فرشتے ان کو دوڑ کر آ لیں گے اور ان کے چہروں پر ماریں گے اور جو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے ان کو واپس لے آئیں گے اور لوگ ایک دوسرے کو پکاریں گے، اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ (المؤمن: ۳۲-۳۳) | جس دن پکار مچے گی ۝ جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے تمہیں کوئی اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہیں ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دے اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں ۝ |

لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک زمین ایک قطر سے دوسرے قطر تک زوردار دھماکے سے پھٹ جائے گی، لوگوں کے مشاہدہ میں ایک ایسا امر آئے گا جو انہوں نے کبھی دیکھا نہ ہوگا جس سے لوگ ایسے کرب اور زبردست خوف میں مبتلا ہو جائیں گے جس کا کوئی شخص اندازہ نہیں لگا سکتا، پھر وہ آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ تانبے کی طرح سرخ ہوگا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے پھٹ پڑے گا اور سورج اور چاند بجھ جائیں گے، ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے اور آسمان کو لوگوں کے اوپر سے کھال کی طرح کھینچ کر دور کر دیا جائے گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اور مُردوں کو ان امور میں سے کسی امر کا علم نہیں ہوگا''۔

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں جن لوگوں کا استثناء فرماتا ہے وہ کون لوگ ہوں گے؟ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ''فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ'' (النمل: ۸۷) ''تو گھبرا جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے''۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (مستثنیٰ لوگ) شہداء ہیں جن کو رب کے پاس روزی ملتی ہے' باقی رہی گھبراہٹ تو وہ صرف انہیں پہنچے گی جو اس وقت زندہ ہوں گے' شہداء کو اللہ تعالیٰ اس دن کی سختی سے محفوظ اور سلامت رکھے گا کیونکہ یہ فزع اور گھبراہٹ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو صرف بدکار مخلوق کو پہنچے گا' اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ○ (الحج:۱) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے○

یعنی قیامت کا زلزلہ بڑا شدید ہوگا' پھر تم اس حالت میں جب تک اللہ چاہے گا رہو گے مگر یہ کہ وہ دن شہداء پر ایک لمبے ترین دن کی طرح ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا اور وہ بے ہوشی کا صور پھونکیں گے' یہ طویل حدیث ہے' اس کا درمیانی حصہ پہلے گزر چکا اور یہ اس حدیث کا آخری حصہ ہے۔

## فصل

مذکورہ بالا حدیث جس میں قیامت کے قریب واقع ہونے والے واقعات کا بیان ہے اسے امام طبری اور ثعلبی نے بھی روایت کیا ہے اور ابن عربی نے ''سراج المریدین'' میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کہا کہ اس حدیثِ صحیح غریب کے مطابق نفخۂ اولیٰ سے جن علاماتِ قیامت کا ظہور ہوگا اور جو واقعات رونما ہوں گے اِن میں سے بارہویں واقعہ اور امر کا نام ''یوم الزلزلہ'' ہے اور نبی کریم ﷺ نے نفخۂ اولیٰ کے وقت واقع ہونے والے زلزلہ کا جب ذکر فرمایا تو ساتھ ہی ان ہولناک امور کو بھی بیان فرما دیا جو اس دن رونما ہوں گے جیسا کہ آیت مبارکہ کا یہ حصہ ''شئی عظیم'' اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس دن بڑے ہولناک مناظر دیکھنے میں آئیں گے اور جس دن نفخۂ اولیٰ کی وجہ سے زلزلہ برپا ہوگا تو اس سے ایسی گھبراہٹ پیدا ہوگی جو برداشت سے باہر ہوگی اور ان میں سے ایک گھبراہٹ کی بات یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آدم سے یہ فرمائے گا:

ابعث بعث النار. دوزخ کے لیے جو گروہ ہے نکال کر بھیج دیجیے۔

اور یہ بعث اس دن (یوم زلزلہ) کے اثناء میں ہوگا اور اس کا مقتضاء یہ تو نہیں ہے کہ بعث (مرنے کے بعد اٹھنا) نفخۂ اولیٰ کے متصل ہی ہو جس سے اس دن میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے' حمل والیاں اپنے حمل گرا دیں گی اور دودھ پلانے والیاں اپنے شیر خوار بچوں کو بھول جائیں گی لیکن اس میں دو باتوں کا احتمال ہو سکتا ہے

(۱) ایک یہ کہ آخرِ کلام اوّلِ کلام سے مرتبط ہو' تقدیر عبارت اس طرح ہوگی: اس دن کے دوران میں آدم علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ دوزخ والا گروہ نکال بھیجئے جس دن میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتیں حمل گرا دیں گی اور دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔

(۲) اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ بچوں کا بوڑھے ہو جانا اور حاملہ عورتوں کا حمل گرا دینا اور دودھ پلانے والیوں کا اپنے بچوں کو بھول جانا نفخۂ اولیٰ کے سبب حقیقتاً مراد ہو اور اس دوسرے قول کے مطابق اس دن کا ان صفات مذکورہ کے ساتھ متصف ہونا بیان کرنے سے مقصود اس کی شدت کی خبر دینا ہے۔

میں (علامہ قرطبی) کہتا ہوں کہ ابن العربی نے جو حدیث مذکور کو صحیح قرار دیا اور اس کے بارے میں جو کلام فرمایا ہے مجھے اس پر اعتراض ہے جس کی تقریر آئندہ سطور میں انشاء اللہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اور امام المحدثین ابو محمد عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ ''کتاب العاقبہ'' میں فرماتے ہیں:

ورد فی ھذا الباب حدیث منقطع لا یصح.	اس باب میں ایک منقطع حدیث وارد ہے جو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔

طبری نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صور تین بار پھونکا جائے گا اور نفخۂ اولیٰ نفخۂ فزع ہوگا' اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ اس کا ذکر ان کے نزدیک سورۂ یٰسین میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے ہم اس مسئلہ کی تحقیق بیان کر چکے ہیں کہ صور دو ہی بار پھونکا جائے گا تین بار پھونکا جانا صحیح اور ثابت نہیں ہے اور وہ جو صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم سے فرمائے گا: ''یا آدم ابعث بعث النار'' تو یہ فرمان بعث کے بعد قیامت کے دن میں ہوگا۔

اور نفخۂ فزع وہ نفخۂ صعق ہی ہے جیسا کہ ماقبل میں ہم اس کی تحقیق کر چکے ہیں اور یا اس سے مراد نفخۂ بعث ہے جیسا کہ آگے اس کا بیان آتا ہے ''لہٰذا ثابت ہوا کہ نفخۂ فزع انہی دو میں سے کسی ایک کا نام ہے الگ سے کوئی قسم نہیں ہے اور کل دو ہی نفخے ہوں گے''۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر نفخۂ فزع کو نفخۂ صعق کے علاوہ مان لیا جائے تو پھر اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ اس کے بعد بھی لوگ زندہ باقی رہیں اور لیل و نہار بھی موجود ہوں حتیٰ کہ نفخۂ صعق واقع ہو' اس کے سننے سے ساری مخلوق (جو اس وقت زندہ موجود ہو) فنا ہو جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا مفاد ہے (کہ جب نفخۂ صعق واقع ہوگا تو جو لوگ اس وقت زندہ ہوں گے اس سے بے ہوش ہو کر موت کے گھاٹ اتر جائیں گے)

اور اس تقدیر پر ابن العربی سے منقول روایت جس میں قول باری تعالیٰ ہے کہ

یا آدم ابعث بعث النار.	اے آدم! دوزخیوں کا گروہ نکال کر بھیج دو۔

اب یہ بعث اس دن کے اثناء اور دوران میں واقع نہیں ہوگا جس کے آغاز اور ابتداء میں نفخۂ اولیٰ ہوگا۔ (واللہ اعلم)

اور زمین پر زلزلہ آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صور پھونکنے کے سبب ہو کیونکہ ہم کتنی بار مشاہدہ کرتے ہیں کہ زمین' پہاڑوں' دریاؤں اور جو کچھ اس میں ہوتا ہے ان تمام مخلوق سمیت اس طرح ہل کر رہ جاتی ہے اور یوں بھونچال اور زلزلہ سے ڈولنے لگتی ہے جیسے موجوں کے تلاطم کے وقت سفینہ سمندر میں ڈانواں ڈول ہوا کرتا ہے حالانکہ یہ کوئی صور پھونکے جانے کی وجہ سے تھوڑا ہی ہوتا ہے یہ زلزلہ تو قیامت کی دوسری نشانیوں کی طرح قیامت کے مقدمات اور علامات میں سے ایک علامت اور مقدمہ و پیش خیمہ کے طور پر رونما اور ظہور پذیر ہوتا ہے (نہ کہ نفخہ کے سبب سے)۔

علقمہ اور شعبی نے کہا کہ زلزلہ علامات قیامت میں سے ہے اور یہ (قیامت سے پہلے) اسی دنیا میں ظہور پذیر ہوگا' اسی طرح حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔

امام قشیری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نفخۂ فزع اور نفخۂ ثانیہ سے مراد یہ ہے کہ لوگ گھبراہٹ کی حالت میں زندہ ہوکر یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے کہ:

مَنۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا ۜ (یٰسین:۵۲) کس نے ہمیں نیند سے جگا دیا؟

اور وہ نفخۂ ثانیہ کے بعد جب اٹھیں گے تو قیامت کے زہرہ گداز اہوال اور روح فرسا احوال و مناظر دیکھیں گے' اسی کی مثال' الماوردی نے بھی روایت کی ہے اور اس کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''یہ زلزلہ'' (جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہوگا) رمضان المبارک کی پندرہ (۱۵) تاریخ کو قیامت سے پہلے واقع ہوگا اور سورج کا مغرب سے طلوع کرنا اس زلزلہ کے بعد ہوگا۔ (واللہ اعلم)

## ایک آیت کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ○ یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیۡدٌ ○ (الحج:۱-۲)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے ○ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے مگر ہے یہ کہ اللہ کی مار بڑی سخت ہے ○

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''یوم ترونھا'' میں ضمیر منصوب کے مرجع میں دو قول ہیں' یا اس کا مرجع لفظ ''زلزلہ'' ہے یا لفظ ''قیامۃ'' ہے' بہ صورتِ اوّل اس کا وقوع نفخۂ موت سے قبل دنیا میں ہوگا اور قیامت میں تو حمل ہوگا نہ دودھ پلانا تو اس کا کیا مطلب ہوا کہ تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی اپنے بچّے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل وضع کر دے گی اور لوگوں کی حالت نشہ جیسی ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد اس دن کی شدّت اور سختی کو بیان کرنا ہے کہ وہ دن بڑا سخت ہولناک اور ہیبت والا ہوگا' مارے خوف کے اس نوعیّت کے امور رونما ہو سکتے ہیں اور خوف سے لوگوں کی حالت ایسی ہوگی جیسے کہیں وہ نشہ میں ہوں کیونکہ زمین بڑے زور سے لرز اور کانپ رہی ہوگی۔

اور دوسرے قول کی دو توجیہات ہو سکتی ہیں:

ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ بطور تمثیل معنیٰ یہ ہو کہ وہ دن ایسا ہیبت والا ہوگا کہ ہر شخص کو اپنی ہی فکر لاحق ہوگی کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہوگا' اس قسم کے دن سے تو حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا جیسے سخت چیخ' چنگاڑ اور دھماکہ سے حمل گر جاتا ہے مطلب یہ کہ وہ دن بڑا ہی ہولناک ہوگا۔

دوسری وجہ قول ثانی کی یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے حقیقت مراد ہو اور یہ محض تمثیل نہ ہو اور اب معنیٰ یہ ہوگا کہ جو

عورت اپنے دودھ پیتے بچے کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھے گی وہ اس دن کے ہولناک منظر اور خوف سے اپنے اس شیر خوار بچے کو بھول جائے گی اور جو عورتیں حاملہ ہوں گی جب وہ حشر کے دن زندہ ہوں گی تو قیامت کے خوف اور گھبراہٹ سے اپنے پیٹ کے بچوں کو جو اپنی ماؤں کی موت سے ان کے ساتھ دنیا میں ان کے شکم میں ہی مر گئے تھے اب ان کے ساتھ زندہ ہو گئے اور وہ حاملہ عورتیں ان بچوں کو زندہ حالت میں گرا دیں گی پھر وہ اسقاط سے مریں گے نہیں کیونکہ موت دوباران پر مکرر نہیں آئے گی اس لیے کہ قیامت میں موت نہیں آنی ہے وہ دن تو زندہ ہونے کا ہے اور حاملہ عورتیں اپنے حمل وضع کر دیں گی پھر یہی امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے حمل جو تام الخلقت ہوں گے اور ان میں روح پڑ چکی تھی ان کو زندہ رکھے گا اور ان کی صورت کو درست فرما دے گا کیونکہ ایسے بچوں کی مائیں تو اس دن ان سے غافل ہوں گی انہیں اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے اور اگر وہ ان کی دیکھ بھال سے غافل اور لاپرواہ نہ بھی ہوں تب بھی تو وہ ان کی پرورش اور ان کو دودھ پلانے پر قادر نہیں ہوں گی کیونکہ اس دن کوئی غذا ہوگی اور نہ کسی ماں کے دودھ اترے گا وہ دن تو یوم حساب ہے جس دن کسی کا عذر قبول ہوگا نہ بہانہ اور وہ اپنے حساب دینے اور جزاء وسزا کے فکر میں مبتلا ہوگی اسے بچہ کی پرواہ ہی کہاں ہوگی۔

اور جو حمل ابھی کچا ہوگا کہ دنیا میں اس میں جان نہیں پڑی تھی ایسا حمل جب ساقط ہوگا تو دیگر حیوانات کی طرح اس کو بھی مٹی کر دیا جائے گا اور اس میں روح نہیں پھونکی جائے گی کیونکہ وہ دن روح کے اعادہ کا دن ہے ابتداءً زندہ کرنے اور جان ڈالنے کا دن نہیں ہے لہٰذا جو شخص دنیا میں مرا نہیں اس کو آخرت میں زندہ نہیں کیا جائے گا یعنی آخرت میں فقط انہیں اشخاص کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا جو دنیاوی زندگی پا کر (خواہ تھوڑی دیر کے لیے ہو) فوت ہو گئے تھے۔ امام حلیمی نے ''منہاج'' میں اس کو ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى'' (الحج:۲) (اور تو دیکھے گا کہ لوگ نشہ میں ہیں) کی تفسیر میں حسن بصری نے کہا کہ ''ای من العذاب والخوف'' یعنی خوف اور عذاب کی وجہ سے لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ جیسے وہ نشہ میں ہوں ''وما هم بسكارٰى'' (اور وہ نشہ میں نہیں ہوں گے) یعنی شراب کے نشہ میں نہیں ہوں گے۔

اور ہمارے موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ شیطان نے کہا کہ ''قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○'' (الاعراف:۱۴) شیطان نے کہا: ''مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں'' یعنی شیطان نے قیامت کے دن تک مہلت طلب کی کہ اس کو موت نہ دی جائے کیونکہ یوم بعث (قیامت کے دن) کے بعد موت نہیں ہوگی پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ (الاعراف:۱۵) تجھے مہلت ہے (یعنی نفخۂ اولیٰ تک) ○

سورۂ حجر میں مدت کا بیان ہے۔

حضرت ابن عباس اور سدی وغیرہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نفخۂ اولیٰ تک شیطان کو زندگی کی مہلت دے دی کیونکہ اس وقت تمام مخلوق (جو اس وقت تک زندہ ہوگی) مر جائے گی اور شیطان نے نفخۂ ثانیہ (نفخۂ بعث) تک مہلت طلب کی تھی جس وقت تمام لوگ اللہ رب العالمین کے حضور (حساب کے لیے زندہ ہو کر) کھڑے ہوں گے

تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ مطالبہ منظور نہیں فرمایا' اس نے مردوں کے زندہ ہونے تک مہلت چاہی تھی کہ موت سے بچ جائے یہ قبول نہ ہوا اور اسے نفخۂ اولیٰ تک مہلت دی گئی۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حدیث پاک میں آسمان کے شق ہونے' ستاروں کے جھڑ جانے اور آفتاب و ماہتاب کے بے نور ہونے کا جو ذکر ہے اس کے متعلق محاسبی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ یہ لوگوں کے حساب کے لیے موقف میں جمع ہونے کے بعد ہو گا' حضرت ابن عباس سے بھی اس طرح کی روایت ملتی ہے جو آئندہ بیان ہوگی اور امام حلیمی نے بھی اس قول کو اپنی کتاب ''منہاج الدین'' میں نقل کیا ہے۔

## فصل

قیامت کے دن حساب سے قبل جو واقعات رونما ہوں گے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے O جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے مگر ہے یہ کہ اللہ کی مار کڑی ہے'' (الحج:۱-۲) اور فرمایا: ''اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝'' ''جب زمین تھرتھرا دی جائے جیسا کہ اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی اور آدمی کہے: اسے کیا ہوا' اس دن وہ اپنی خبریں بتائیں گی اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا' اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ برائی کرے اسے دیکھے گا'' (الزلزال:۱-۸) الی آخرہ۔ (کنز الایمان)

ان آیتوں کے سیاق سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ''یہ زلزلہ'' لوگوں کے زندہ ہونے اور قبروں سے اٹھنے کے بعد واقع ہوگا کیونکہ مقصود تو قیامت کی ہولناکیوں سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ وہ اس کا مشاہدہ کریں تا کہ اس سے ان کے دل دہل جائیں اور ان کو سختیوں کا اندازہ ہو سکے اور اگر قبروں سے اٹھنے اور زندہ ہونے سے قبل یہ زلزلہ آتا ہے تو پھر مُردوں کے لیے اس کے ہولناک مناظر اور اس کی تباہ کاریوں کا مشاہدہ کیونکر ممکن ہوگا۔

اور اس لیے بھی (یعنی زلزلہ کا وقوع بعث کے بعد ہونا چاہیے) کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ (الزلزال:۴)

اس دن وہ (زمین) اپنی خبریں بتائے گی (یعنی زمین کے اوپر جو بھی اچھے' برے عمل ہوتے رہے وہ یہ سب کچھ بتا دے گی) O

نوٹ: ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر سامعین سے پوچھا: جانتے ہو وہ خبریں کیسی ہوں گی؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ و رسولہ اعلم' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔

زمین ہر بندے اور بندی کے متعلق گواہی دے گی کہ اس نے سطح زمین پر کیا کچھ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کو یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ زمین سے اپنی حفاظت کیا کرو یہ تمہاری ماں (اصل) ہے جو کام بھی اس پر کوئی شخص کرے گا یہ اس کی مخبری کر دے گی۔

آج سے کچھ عرصہ قبل جب یہ آیات تلاوت کی جاتیں تو کمزور ایمان والے لوگ ان کی مختلف تاویلات کرتے۔ اندھی بہری زمین کو کیا پتہ کہ اس پر کیا ہو رہا ہے' بے جان در و دیوار کیا جانیں کہ ان کے احاطہ میں کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں' ویرانوں اور تاریکیوں میں نیک و بد اعمال کی جو دنیا آباد رہی ان کا سراغ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے شکوک انہیں پریشان کیا کرتے' لیکن سائنس کی محیر العقول ایجادات نے ان سب سوالات کا علمی جواب بہم پہنچا دیا ہے ریڈیو' ٹیلی ویژن اور پھر ٹیپ ریکارڈ کی ایجاد نے ان تمام شکوک کا ازالہ کر دیا' جب ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہونے والی آواز آنِ واحد میں دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتی ہے اور سنی بھی جا سکتی ہے' جب ٹیلی ویژن اسٹیشن پر پیش کیا جانے والا پروگرام اپنی تفصیلات کے ساتھ دور دور تک دیکھا جا سکتا ہے' مکانوں کی دیواریں' قلعوں کی فصیلیں' اونچے اونچے پہاڑ اور گھنے جنگلات ان تصاویر کو دیکھنے میں رکاوٹ نہیں ہو سکتے' جب ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے ہر آواز کو اس کے لب و لہجہ اور زیر و بم کے ساتھ مقید کیا جا سکتا ہے اور جب کوئی چاہے انہیں بار بار سن سکتا ہے' اگر راڈار کی آنکھ ہزاروں میل دور اڈوں سے اڑنے والے جہازوں کا سراغ لگا سکتی ہے تو اب اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ زمین کا ذرہ ذرہ ایک خاموش تماشائی کی طرح ہماری کارستانیوں کو دیکھ رہا ہے اور اس کا ریکارڈ مرتب کر رہا ہے' قیامت کے دن ہماری زندگی کی پوری فلم تفصیل سے ہمیں دکھا دی جائے گی' پھر کس میں یہ ہمت ہو گی کہ وہ ان چیزوں کا انکار کرے؟

قرآن کریم نے بڑی صراحت سے ان انتظامات کا تذکرہ کیا ہے جو قدرت کی طرف سے روز حساب کے فیصلوں کو عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق کرنے کے لیے کر دیے گئے ہیں۔ ''کراماً کاتبین'' موقع پر ہمارے نیک و بد اعمال کا تحریری ریکارڈ تیار کر رہے ہیں ہمارے اعضاء قیامت کے دن سلطانی گواہ کی حیثیت سے پیش ہوں گے' ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (یٰسین: ۶۵)

آج ہم ان کے لبوں پر مہر لگا دیں گے (ٹیپ لگا کر سیل کر دیں گے) ان کے ہاتھ ہمارے ساتھ گفتگو کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے ۝

اگر پھر بھی کسی نے اپنی غلطی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تو اس کے سامنے اس کے ٹیپ ریکارڈ اور اس کی زندگی کی فلم پیش کر دی جائے گی۔ (ضیاء القرآن' ضیاء الامۃ رحمہ اللہ) (مترجم غفرلہ)

اور ارشاد ہوتا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝ (الزلزال: ۶)

اس دن لوگ گروہ در گروہ پلٹ کر آئیں گے۔

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ زلزلہ لوگوں کو زندہ کرنے کے بعد واقع ہوگا اور قیامت کا دن جزاء کا دن ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پھر جب پھونک ماردی جائے گی صور میں ایک بار اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک دم پاش پاش کر دیا جائے گا اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن نہایت کمزور ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہو جائیں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتوں نے اپنے اوپر اٹھا رکھا ہوگا' اس دن جب تمہاری پیشی ہوگی تو تمہارا کوئی راز مخفی نہیں رہے گا۔

یہ آیت دلیل ہے کہ زمین اور پہاڑوں کو لوگوں کے زندہ کرنے کے بعد چکنا چور کیا جائے گا اور پھر اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ واقعات نشاۃ ثانیہ کے بعد ہی واقع ہوں گے۔

## ''یوم التناد'' کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۙ (المؤمن:۳۲)

اور اے میری قوم! میں تم پر اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن پکار مچے گی○

حسن اور قتادہ نے کہا: اس دن اہل جنت دوزخیوں سے کہیں گے: بے شک ہم نے اپنے رب کے وعدہ کو حق سچ پالیا ہے اور دوزخی اہل جنت کو پکاریں گے: مہربانی کر کے ہمیں کچھ تھوڑا سا پانی دے دو۔

نوٹ: ''یوم التناد'' پکار کا دن' اس سے مراد قیامت کا دن ہے' اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس روز طرح طرح کی پکاریں مچی ہوں گی' ہر شخص اپنے سربراہ کے ساتھ اور ہر جماعت اپنے امام کے ہمراہ بلائی جائے گی' جنتی' دوزخیوں کو اور دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے' سعادت و شقاوت کی ندائیں کی جائیں گی کہ فلاں سعید ہوا اب کبھی شقی نہ ہوگا' اور فلاں شقی ہو گیا اب کبھی سعید نہ ہوگا اور جس وقت موت ذبح کی جائے گی اس وقت نداء کی جائے گی کہ اے اہل جنت! اب دوام ہے موت نہیں اور اے اہلِ دوزخ! اب دوام ہے موت نہیں۔ (مترجم)

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ (المؤمن:۳۳)

جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے' اللہ (کے عذاب) سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں۔

مجاہد نے کہا کہ دوزخ کی آگ سے تم بھاگ نہیں سکو گے۔ایک قول یہ ہے کہ ''یوم التناد'' سے مراد ہے کہ محشر میں لوگ ایک دوسرے کو نداء کریں اور پکاریں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے مراد ہے جب آتش جہنم کی سختی اور تپش کو دیکھیں گے تو پیچھے کو بھاگنا چاہیں گے مگر بھاگ نہ سکیں گے۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۭ (الی ان قال) فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ ''۔ (النّٰزعٰت:٦-١٣) یعنی اس آیت کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ نفخات تین ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ دو (۲) مرتبہ ہی صور پھونکا جائے گا کیونکہ ''زجرہ'' (جھڑکی) سے وہی نفخۂ ثانیہ ہی مراد ہے' جس سے مخلوق اپنی قبروں سے باہر نکل آئے گی' حضرت ابن عباس' مجاہد' عطاء' ابن زید

اور دیگر ائمہ حدیث رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسی طرح مروی ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں: ''وہ دو زوردار چیخیں ہوں گی، پہلی چیخ اور چنگھاڑ سے بہ حکم خداوندی ہر شئے مر جائے گی اور دوسری چنگھاڑ (یعنی نفخۂ ثانیہ) سے اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے ہر شئے زندہ ہو جائے گی اور مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ ''الرادفة'' اس وقت ہوگا جب آسمان پھٹ جائیں گے اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر دفعتاً چور چور کر دیا جائے گا۔

اور حضرت عطاء کا قول ہے کہ ''الراجفة'' سے مراد قیامت ہے اور ''الرادفة'' سے مراد بعث (دوبارہ زندہ کرنا اور اٹھانا) ہے۔

ابن زید کا قول یہ ہے کہ ''الراجفة'' سے مراد موت ہے اور ''الرادفة'' سے مراد قیامت ہے، ان اقوال سے ہمارے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ ''زجرة واحدة'' سے مراد نفخۂ ثانیہ (دوسری بار صور پھونکا جانا) ہے۔

## ''الساهره'' کی تفسیر میں متعدد اقوال کا بیان

''الساهره'' کی تفسیر میں مفسّرین کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ''ساهره'' سے مراد سفید چاندی کی زمین ہے جس پر کسی نے گناہ اور نافرمانی کا ارتکاب نہیں کیا ہوگا اور یہ زمین اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پیدا فرمائے گا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ. جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا۔

(ابراہیم: ۴۸)

بعض نے یہ کہا کہ ''ساهرہ'' ساتویں زمین کا نام ہے، قیامت کے دن تبدیلیٔ زمین کے وقت اللہ تعالیٰ اس زمین کو لائے گا اور اس پر مخلوق کا حساب فرمائے گا۔

حضرت قتادہ نے کہا کہ ساهرہ سے مراد جہنم ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ یہ کفار (تو ایک ہی ڈانٹ اور جھڑکی میں) جہنم میں آ پڑے ہوں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ''ساهرہ'' جہنم کے قریب ایک صحرا ہے۔ امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ''ساهرہ'' سے مراد سرزمین شام ہے، ان کے علاوہ بھی مفسّرین کے بہت سے اقوال ہیں۔

''ساهرہ'' کو ساهرہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن لوگ اس پر سو نہیں سکیں گے کیونکہ ''ساهرہ'' کا معنیٰ ہے ''جگائے رکھنے والی'' اور ''فاذا هم بالساهره'' کا معنیٰ یہ ہے کہ لوگ قبروں سے زندہ ہو کر زمین کی سطح پر نکل آئیں گے اور عرب چٹیل میدان اور سطح زمین کو ''ساهرہ'' کہتے ہیں، امیہ بن ابی الصلت کا شعر ہے:

وفيها لهم ساهره و بحر وما فا هو به لهم مقيم

اور اس میں ان کے لیے وسیع زمین اور سمندر ہے جو ان کے لیے فراخ کر دی جائے گی اور وہ اس میں مقیم ہوں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

# ۲۳-حشر کا بیان

حشر کا معنیٰ ہے جمع کرنا' حشر چار ہیں دو (۲) دنیا میں اور دو (۲) آخرت میں' دنیا میں جو حشر ہوں گے ان میں سے پہلے حشر کے متعلق اللہ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

هُوَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ (الحشر:۲) وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے۔

امام زہری نے کہا: یہ جلاء وطنی ان کے لیے مقدر ہو چکی تھی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں جلاء وطنی لکھ دی تھی اور اگر اللہ عزوجل نے ان کے حق میں یہ نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا میں بھی عذاب دے دیتا اور ان کا پہلا حشر یہ ہوا کہ انہیں دنیا میں شام کی طرف نکال دیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اس بات میں شک ہو کہ ان (یہود بنی نضیر) کا پہلا حشر دنیوی ملک شام کی طرف ہوا ہے تو اسے یہ آیت پڑھنی چاہیے اور یہ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے ان (یہود بنی نضیر) سے فرمایا: ''نکل جاؤ'' انہوں نے کہا: کدھر کو نکل جائیں؟ آپ نے فرمایا:

الی الارض المحشر. سرزمین محشر (شام) کی طرف۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یہ ان کا پہلا حشر تھا۔

## حشرِ ثانی کا بیان

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو تین گروہوں کی شکل میں جمع کیا جائے گا: خوش ہونے والے' ڈرنے والے' دو ایک اونٹ پر ہوں گے اور تین ایک اونٹ پر ہوں گے' چار ایک اونٹ پر ہوں گے اور دس ایک اونٹ پر ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی' جہاں وہ رات کو ٹھہریں گے آگ بھی وہیں ٹھہرے گی' جہاں وہ دن کو قیلولہ کریں گے آگ بھی وہیں ہو گی' جہاں وہ صبح کو رہیں گے آگ بھی وہیں رہے گی اور جہاں وہ شام کو ہوں گے آگ بھی وہیں ہوگی۔ (امام بخاری نے بھی اس کو روایت کیا ہے)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حشرِ ثانی اس طرح ہوگا کہ ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر دے گی' جہاں وہ رات گزاریں گے آگ بھی وہیں ان کے ساتھ ہوگی اور جہاں وہ دوپہر کو قیلولہ کریں گے آگ بھی وہیں ہوگی اور جو ان میں سے پیچھے رہنے کی کوشش کرے گا آگ اس کو نگل جائے گی۔

(صحیح بخاری ج۱۱ص ۳۷۷' صحیح مسلم ج۱۷ص ۱۹۴' نسائی ج۴ص ۱۱۵-۱۱۶' ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۲' صحیح ابن حبان ج۹ص ۲۱۷)

قاضی عیاض فرماتے ہیں: یہ حشر قیامت قائم ہونے سے قبل دنیا میں ہوگا اور یہ قیامت کی آخری نشانی ہوگی جیسا کہ امام مسلم نے بعد والی حدیث میں علامات قیامت میں اس بات کو ذکر کیا ہے' اس میں یہ ہے کہ دنیا کا آخر

اس طرح ہوگا کہ قعرِ عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو حشر کی جگہ لے جائے گی۔
ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی''
اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آگ کا نکلنا قیامت برپا ہونے سے پہلے ہوگا۔
اس حدیث میں آپ کا قول مبارک ہے کہ جہاں لوگ قیلولہ (دوپہر کا آرام) کریں گے آگ بھی وہیں رہے گی اور شام کے وقت لوگ جہاں ہوں گے آگ بھی وہیں ٹھہرے گی اور جس مقام پر وہ صبح کو قیام کریں گے آگ بھی ان کے ساتھ وہیں ہوگی۔ حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ (صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی بعض روایات میں ہے) آپ نے فرمایا: ''جب تم آگ کے متعلق سنو تو (فوراً) ملک شام کی طرف نکل جاؤ'' گویا کہ اس روایت کے مطابق آپ ﷺ نے امر فرمایا ہے کہ لوگوں کو آگ کے پریشان و مضطرب کرنے سے پہلے ہی سبقت کر کے پہنچ جانا چاہیے۔

مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اور امام حلیمی نے اپنی کتاب ''منہاج الدین'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث روایت کی ہے اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ آگ کا واقعہ آخرت میں ہوگا اور کہا: ممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مبارک ''تحشر الناس علی ثلاث طرائق'' سے ابرار (نیکوکار) مخلوط الاعمال (یعنی جو نیکی اور برائی دونوں کے حامل ہوں) اور کفار' تین گروہوں کی طرف اشارہ ہو' پس ابرار وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ثواب اور انعام کی طرف رغبت اور شوق رکھتے ہیں اور راہب وہ لوگ ہیں جو خوف و رجا اور امید و بیم کی کیفیت سے دوچار رہتے ہیں تو اب ان تینوں گروہوں کے حشر کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ ابرار اور نیکوکار لوگوں کے لیے سواری کے لیے اونٹنیاں لائی جائیں گی (جیسا کہ اسی باب کی آئندہ حدیث میں تفصیل آ رہی ہے) اور دوسرا گروہ جو ایسے لوگوں پر مشتمل ہے کہ وہ نیک اور برے رلے ملے اعمال کے حامل ہوتے ہیں اور اس حدیث میں وہی مراد ہیں (ایک قول ہے کہ ان کو بھی اونٹوں پر سوار کیا جائے گا) اور رہے تیسرے گروہ والے فجّار اور کافر لوگ جنہیں آگ جمع کرے گی تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کی طرف فرشتوں کو بھیجے گا اور ان پر آگ کو مسلّط فرما دے گا جو ان کو ہانک کر میدان محشر میں لے آئے گی۔

سوال: یہ اونٹ کہاں کے ہوں گے یہیں اپنے ہاں کے یا جنتی؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں فقط اونٹ کا ذکر ہے' اس میں یہ صراحت نہیں ہے کہ وہ اونٹ جنت سے درآمد کیے جائیں گے یا وہ اونٹ ہوں گے جن کو زندہ کر کے قیامت کے دن محشر میں جمع کیا جائے گا' زیادہ قرینِ قیاس یہی بات ہے کہ سواری کے یہ اونٹ جنت سے امپورٹڈ نہیں ہوں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو وہ لوگ جو خوف و رجا کی کیفیت کے حامل ہیں ان کو ابرار کے گروہ سے خارج کیا گیا ہے جبکہ یہ لوگ جملہ مؤمنین میں ابرار کے ساتھ تھے چونکہ ان میں سے بعض لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بخش دے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا اور ان میں سے بعض کو دوزخ کی سزا دی جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو بھی دوزخ سے نکال کر

جنت میں داخل فرمائے گا اور جب بات یہ ہے تو پھر یہ امر لائق اور مناسب نہیں ہے کہ ان لوگوں کو پہلے تو موقف حساب (احتساب گاہ) تک جنت کی اعلیٰ اونٹنیوں پر سوار کر کے لایا جائے اور پھر اتار کر ان کو آگ میں جھونک د جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بات بعید ہے کہ وہ پہلے تو کسی شخص کو جنت کی عزت و کرامت سے نوازے او اس کے بعد اس کو دوزخ کی ذلت آمیز سزا اور اہانت میں مبتلا کر دے (یعنی موقفِ حساب اور محشر تک تو اللہ تعالیٰ ان حضرات کو آنے کے لیے جنت کی عمدہ سواریاں فراہم فرمادے اور ازاں بعد ان کو سزا کی ذلت سے دوچار کرے ایسا اس کی شانِ کریمی سے بعید ہے البتہ دنیا کی عام سی سواریاں ان کو فراہم کی جائیں گی کیونکہ آخر وہ ہیں تو رب کے مؤمن بندے خواہ گناہگار ہی سہی!)۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ''یحشر الناس'' اور اس حدیث کے آخر میں کہ وہ اپنے چہرے کو ہر اونچی جگہ سے اور کانٹوں سے بچائیں گے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۳ ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۲)

پس اس حدیث کا مرفوع ہونا اگر ثابت ہو جائے تو سوار ہونے والوں سے مراد پھر وہ سابقین متقین ہوں گے جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے حساب کے وقت بخش دیا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں فرمائے گا مگر یہ کہ پرہیز گار لوگ جنت کی اعلیٰ اونٹنیوں پر سوار ہوں گے اور دوسرے لوگ جنت کی سواریوں کے علاوہ دوسرے جانوروں پر سوار ہوں گے اور صف ثانی ان لوگوں کی ہوگی جنہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کے سبب عذاب دے گا اور پھر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا اور یہ لوگ پیدل چلیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی پیدل چلیں اور کبھی سوار ہو جائیں اور جب میدان حشر کے قریب پہنچ جائیں تو اتر کر پیدل چلنے لگیں اس طرح دونوں حدیثوں میں تعارض بھی نہیں رہے گا اور تیسری صف والے جو اوندھے منہ چل کر آئیں گے وہ کافر ہیں اور ایک احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوگوں کی تین قسمیں اس طرح ہوں کہ ایک قسم مسلمان ہوں اور وہ سوار ہوں اور کافروں کو دو قسموں پر تقسیم کر دیا جائے ان میں سے ایک قسم کے کافر تو وہ ہوں جو سرکش ٹائپ کے اور سرغنہ و سرخیل ہیں اور اس قبیل کے لوگوں کا حشر یوں ہو کہ منہ کے بل چل کر آئیں اور دوسرے وہ کافر جو ان سرداروں کے چیلے چانٹے قسم کے کافر ہیں اور یہ لوگ پیادہ چل کر آئیں۔

مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابو حامد (امام غزالی) رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کشف علم الآخرۃ'' میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! لوگوں کا حشر کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو ایک اونٹ پر ہوں گے اور پانچ ایک اونٹ پر ہوں گے اور دس ایک اونٹ پر ہوں گے۔

اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک قوم اللہ کی رحمت سے اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتی تھی ان کے باہم الفت و محبت کرنے کے عمل سے اللہ تعالیٰ ان کے لیے اونٹ کو پیدا فرمائے گا جس پر وہ سوار ہوں گے اور

وہ ایک اونٹ پر کئی کئی افراد جو سوار ہوں گے یہ (یعنی ہر شخص کے لیے مستقل سواری کا نہ ہونا) اس وجہ سے ہوگا کہ ان کے عمل کمزور تھے' اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کچھ لوگ ایک لمبے سفر کے لیے نکلتے ہیں اور ان میں کسی ایک بھی شخص کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ جس سے وہ منزل تک پہنچنے کے لیے سواری کا جانور خرید سکے چنانچہ دو یا تین اشخاص مل کر ایک سانجھی اور مشترکہ سواری خرید لیتے ہیں اور اس طرح وہ باری باری سوار ہو کر اپنا سفر طے کر لیتے ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک سواری میں دس افراد تک شریک ہوتے ہیں۔

اے بندۂ خدا! اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے تو اتنے نیک عمل کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایسے کو سواری کا اونٹ عطا فرما دے جو خالص تیرے لیے ہو اور اس میں کوئی اور تیرے ساتھ شریک نہ ہو یقین جان کہ یہ نہایت نفع بخش تجارت ہے (تقویٰ اور پرہیز گاری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے) پرہیز گار لوگ وفد کی شکل میں لائیں جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ (مریم: ۸۵)

جس دن ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر O

نوٹ: تقابل کی یہ کتنی خوبصورت مثال ہے:

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا و نسوق المجرمین الی جهنم وردا

''جس دن ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے''۔

ایک غریب روایت میں ہے: بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا' وہ بہت بھلائی کے کام کرتا تھا حتیٰ کہ اس کا حشر تم لوگوں کے ساتھ ہوگا'' صحابہ نے عرض کیا: وہ کیا کام کرتا تھا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے اپنے باپ سے وراثت میں بہت زیادہ مال پایا تھا پس اس نے ایک باغ خرید کر مساکین کے لیے وقف کر دیا اور کہا کہ میرا یہ باغ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے بہت سی دولت ایسے لوگوں میں بانٹ دی جن کی مالی حالت پتلی تھی' اسی طرح اس نے بلشرت غلام اور لونڈیاں خرید کر اللہ کی رضا کے لیے آزاد کیے اور کہا: یہ لوگ عنداللہ میرے خدمت گار ہوں گے اور ایک دن اس نے ایک نابینا شخص کو دیکھا کہ وہ افتاں خیزاں جا رہا ہے اور اس نے کئی بار ٹھوکر کھائی اور گر پڑا ہے تو اس شخص کو ترس آیا اور اس کے لیے ایک سواری خریدی اور اس کو دے دی اور کہنے لگا: یہ عنداللہ میری سواری ہوگی جس پر میں سوار ہوں گا' حضور ﷺ فرماتے ہیں: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ گویا میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ اس کے لیے (قیامت کے دن) سواری لائی گئی ہے جس پر زین کسی ہوئی ہے اور مہار ڈالی ہوئی ہے اور اس کو لے کر وہ ڈاچی ''موقف'' کی طرف جا رہی ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قاضی عیاض کا موقف ہے کہ یہ سب کچھ دنیا میں ہوگا' یہی قول زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم۔ کیونکہ خود حدیث میں شام' رات گزارنے' صبح کرنے اور دوپہر کا قیلولہ کرنے کا ذکر ہے اور یہ امورِ آخرت

میں تو نہیں ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ تین طرح اٹھیں گے: ایک گروہ پیادوں کا ہوگا' دوسرا گروہ سواروں کا اور تیسرے گروہ کو اوندھے منہ گھسیٹ کر لایا جائے گا' پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! منہ کے بل لوگ کس طرح چلیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک جو ذات ان کو قدموں پر چلا سکتی ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انہیں منہ کے بل چلائے لیکن وہ ہر اونچی نیچی جگہ اور کانٹوں سے بچ بچ کر چل رہے ہوں گے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۳' ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۲)

امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور کہا کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک کہ وہ لوگ اونچ نیچ اور کانٹوں سے اپنے چہروں کو بچاتے چلیں گے اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ سب کچھ دنیا میں واقع ہوگا کیونکہ آخرت میں یہ چیزیں نہیں ہوں گی جیسا کہ آگے سرزمینِ محشر کی صفت کے بیان میں آئے گا۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق و مصدوق نبی ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: لوگوں کا حشر تین افواج کی شکل میں ہوگا: ایک تو سواروں کی پلٹن ہوگی جو کھاتے اور پہنتے جائیں گے اور دوسرے گروہ کو فرشتے اوندھے منہ گھسیٹیں گے اور اسی طرح کھینچا تانی کرتے دوزخ تک لے جائیں گے اور تیسرا گروہ اپنے پاؤں پر چلتا ہوا دوڑے گا' اللہ تعالیٰ سواریوں کا ایسا بحران پیدا کر دے گا کہ سواری نہیں ملے گی یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس باغ ہوگا اور وہ اسے اونٹ کے بدلے دے گا لیکن اسے اونٹ نہ ملے گا۔

نوٹ: حشر سے مراد حشر قیامت ہے اور باغ کا ذکر بطور تمثیل ہے۔ یعنی سواری کی ایسی قلت ہوگی کہ اگر کوئی شخص اونٹ کے بدلے اپنا سارا باغ بھی دینا چاہے تو بھی کوئی اونٹ نہ ملے گا!۔

عمر بن شیبہ نے ''کتاب المدینہ'' (اس شہر کے ساکن پر کروڑوں سلام) میں روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سب سے آخر میں جس کا حشر ہوگا وہ دو مرد ہوں گے' ان میں سے ایک قبیلۂ جہینہ سے ہوگا اور دوسرے شخص کا تعلق مزینہ قبیلہ سے ہوگا' وہ دونوں کہیں گے: سب لوگ کہاں ہیں؟ پھر وہ مدینہ منورہ آئیں گے اور وہاں انہیں سوائے ثعلب کے کوئی نظر نہیں آئے گا پس ان کی طرف دو فرشتے اتریں گے اور ان دونوں شخصوں کو اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے محشر تک لائیں گے اور باقی لوگوں کے ساتھ ملا دیں گے''۔

یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ یہ سب دنیا میں ہی ہوگا جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے اور رہا آخرت کا معاملہ تو جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ وہاں بھی لوگ مختلف الحال ہوں گے اور اس کے بعد اسی باب میں ہم اس کے متعلق بھی پوری طرح بحث کریں گے۔

# ۲۴- حشر ثالث کا بیان

لوگوں کا تیسرا حشر موقف کی طرف ہوگا جیسا کہ اسی باب میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بھی بیان آئے گا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ (الکہف: ۴۷)

اور ہم انہیں اٹھائیں گے (قبروں سے) تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے (یعنی سب کو موقفِ حساب میں حاضر کریں گے) O

# ۲۵-چوتھے حشر کا بیان

لوگوں کا چوتھا حشر جنت اور دوزخ کی طرف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ (مریم: ۸۵)

جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر O

یعنی عمدہ اونٹنیوں پر اور بعض نے کہا کہ اعمال (کی سواریوں) پر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: سنو! ان لوگوں کا حشر جو متقین ہیں نہ تو قدموں پر چل کر پیدل ہوگا اور نہ ان کو ہانک کر لے جایا جائے گا بلکہ ان کے لیے جنت کی ایسی اونٹنیاں لائی جائیں گی کہ ان کی مثل لوگوں نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی، ان پر طلائی پالان ہوں گے اور زبرجد (موتیوں) سے مرصع باگیں ہوں گی پرہیزگار لوگ ان پر سوار ہوں گے یہاں تک کہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، پرہیزگاروں کو وفد (ڈیلیگیشن) کا نام اس وجہ سے دیا ہے کہ وہ جہاں مدعو ہیں وہاں وہ عام لوگوں سے پہلے پہنچیں گے انہیں انتظار کرنا پڑے گا نہ تاخیر سے جائیں گے بلکہ خوشی خوشی تیزی سے پہنچیں گے اور فرشتے بشارتوں کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے اور انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۳)

اور فرشتے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے کہ یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا O

اور اس سے ان کا سفر اور بھی زیادہ تیزی سے طے ہو جائے گا ایسا کیوں نہ ہو؟ اس لیے کہ وہ دنیا میں بھی تو سب لوگوں سے نیکی کے کاموں میں آگے آگے رہتے تھے۔ اور کافروں اور مجرموں کے بارے میں قرآن مجید میں حکم ہوتا ہے:

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ (مریم: ۸۶)

اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے O

اور فرمایا:

وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ (طٰہٰ: ۱۰۲)

اور ہم اس دن مجرموں کو اٹھائیں گے نیلی آنکھیں O

اور فرمایا:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ (الاسراء: ۹۷)

اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور بہرے۔

اور فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا ۝ (الفرقان:۳۴)

وہ جو جہنم کی طرف ہانکیں جائیں گے اپنے منہ کے بل ان کا ٹھکانا سب سے بُرا اور وہ سب سے گمراہ ۝

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ''وہ جو جہنم کی طرف ہانکیں جائیں گے منہ کے بل'' کیا کافر کو اس کے منہ کے بل اٹھایا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ذات اس کو دو پاؤں پر چلا سکتی ہے کیا وہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟ (یعنی یقیناً ہے اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ''بلٰی و عزۃ ربنا'' کیوں نہیں ہمارے رب کی عزت کی قسم!۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۳۷۷)

## فصل

ابو حامد (امام غزالی) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

انسانی فطرت یہ ہے کہ اس نے جس چیز کا مشاہدہ نہ کیا ہو اور جس چیز سے مانوس نہ ہو اس کا انکار کر دیتا ہے اور ماننے کو تیار نہیں ہوتا' اگر انسان نے سانپ کو دیکھا نہ ہوتا کہ وہ پیٹ کے بل رینگتے ہوئے چلتا ہے تو انسان بغیر پاؤں کے چل سکنے کو کبھی تسلیم نہ کرتا بلکہ جس نے پیروں سے چلنے کا مشاہدہ نہ کیا ہو وہ ان کے ذریعے بھی چلنے کو بعید از عقل سمجھے گا (امام غزالی رحمہ اللہ انسان کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:) اے انسان! خبردار! تو عجائباتِ قیامت میں سے کسی عجیب امر کا صرف اس وجہ سے انکار مت کر کہ وہ دنیا کے اندازوں کے خلاف ہے' تیری حالت تو یہ ہے کہ اگر تجھ پر دنیا کے عجائبات پیش کیے جائیں جن کا تو نے اس سے قبل مشاہدہ نہ کیا ہو تو ان کا سختی سے انکار کر دے' اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے تو اپنے دل (ذہن) میں اپنی صورتِ (حال) کو حاضر کر کے سوچ کہ قیامت کا منظر ہے اور تو میدانِ حشر میں برہنہ' ذلیل' دھتکارا ہوا' حیران و ششدر' ہکا بکا' دم بخود منتظر کھڑا ہے کہ تیرے حق میں قضاء وقدر کا کیا فیصلہ ہوتا ہے' سعادت وخوش بختی کا یا شقاوت و بدبختی کا۔

# ۲۶-موقف کی طرف جمع ہونے کی کیفیت اور سرزمین محشر کا بیان

## صخرہ (چٹان) کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ۝ (قٓ:۴۱)

اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا قریب جگہ سے۔

ابونعیم نے روایت کی کہ حضرت وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صخرۂ بیت المقدس سے فرمایا:

میں تیرے اوپر اپنا عرش رکھوں گا اور تیرے اوپر اپنی مخلوق کا حشر کروں گا اور حشر کے دن حضرت داؤد علیہ السلام تیرے پاس سوار ہو کر آئیں گے۔(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۶۶)

بعض علماء نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا کہ:

صخرۂ بیت المقدس پر ایک فرشتہ کھڑا ہو کر نداء کرے گا: اے بوسیدہ' پرانی گلی سڑی ہڈیو! ریزہ ریزہ جوڑو! اے پھٹے پرانے کفنو! اے بجھے بجھے سے دلو! اے بگڑے ہوئے ابدان! اور اے اشکبار چشمان! اللہ رب العالمین کے دربار میں پیش ہونے کے لیے اُٹھو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ منادی حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صخرۂ بیت المقدس سے نداء کریں گے۔حضرت کعب فرماتے ہیں: اس صخرہ (چٹان) بیت المقدس سے آسمان کی طرف سب سے قریب ترین فاصلہ ہے۔ایک قول کے مطابق اس مقام سے آسمان کا فاصلہ اٹھارہ میل ہے اور دوسرے قول میں کہا گیا ہے کہ یہ مسافت صرف بارہ میل ہے۔ یہ قول امام قشیری نے نقل کیا ہے اور پہلے قول کے قائل امام الماوردی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ منادی حضرت جبرائیل علیہ السلام ہونگے (اللہ بہتر جانتا ہے) حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کا منادی نداء کرے گا تو گویا لوگوں کے کانوں میں نداء کرے گا جس دن صور پھونکا جائے گا تو لوگ اس کی چنگاڑ کو سنیں گے حق کے ساتھ' اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

| | |
|---|---|
| ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ○ (ق:۴۲) | یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا○ |
| يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ○ (ق:۴۴) | جس دن زمین ان سے پھٹے گی تو جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے' یہ حشر ہے ہم کو آسان○ |

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر نفخۂ ثانیہ کی یہ چنگاڑ قبروں سے نکلنے کے لیے ہوگی تو پھر لوگ اس کو سنیں گے کیسے؟ کیونکہ لوگ تو اس وقت مردہ حالت میں ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نفخۂ احیاء لمبا اور دراز ہوگا جس کا اوائل تو زندہ کرنے کے لیے ہوگا اور مابعد' قبروں سے مؤقف اور محشر کی جانب چلانے اور لے جانے کے لیے ہوگا۔ چنانچہ آغاز کار میں نہیں سنیں گے اور اس کے بعد سنیں گے اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ نفخہ طویل ہو اور اس سے رفتہ رفتہ لوگ زندہ ہوں اور جیسے جیسے لوگ زندہ ہو کر اُٹھیں گے تو اس کے بعد چونکہ نفخہ کی چیخ و چنگاڑ تو ابھی جاری ہوگی لہٰذا لوگ اس کو سنیں گے۔

یہاں تک کہ سب کا قبروں سے خروج مکمل ہو جائے اور اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ تمام ارواح صور میں ہیں اور جب اس میں پھونک ماری جائے گی تو اس نفخۂ ثانیہ سے ہر روح اپنے جسم میں چلی جائے گی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

| | |
|---|---|
| فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ | جبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں |

يَنْسِلُوْنَ۝ (یٰسین:۵۱) گے۝

یہ آیت ہمارے موقف کو ظاہر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

امام محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:

قیامت کے دن تاریکی میں لوگوں کا حشر ہوگا' آسمانوں کو لپیٹ دیا جائے گا' ستارے جھڑ کر جائیں گے' آفتاب و ماہتاب بے نور کر دیئے جائیں گے اور اس دن ایک نداء کرنے والا نداء کرے گا اور لوگ اس کی آواز پر چلیں گے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ (طٰہٰ:۱۰۸) اس دن پکارنے والے کے پیچھے دوڑیں گے اور اس میں کجی نہ ہوگی (یعنی اس دعوت سے کوئی انحراف نہ کر سکے گا)۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ۝ (الانفطار:۱-۳) جب آسمان پھٹ پڑیں۝ اور جب تارے جھڑ پڑیں۝ اور جب سمندر بہا دیئے جائیں۝

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر میں ہے کہ شیریں اور میٹھے پانی کھارے اور شور پانی سب مل کر ایک ہو جائیں گے۔

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ۝ (الانفطار:۴) اور جب قبریں کریدی جائیں (اور ان کے مردے زندہ کر کے نکالے جائیں)۝

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا ای سمعت واطاعت (وَحُقَّتْ) ای وحق لها أن تفعل. (الانشقاق:۱-۲) جب آسمان شق ہو۝ اور اپنے رب کا حکم سنے (یعنی اپنے شق ہونے کے متعلق رب کا حکم سنے) اور اس کی اطاعت کرے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے یعنی اس پر حق یہ ہے کہ وہ ایسے ہی کرے۔

ایسا نہیں کہ آسمان بوسیدہ اور پرانا ہونے کی وجہ سے پھٹ جائیں گے بلکہ رب کا حکم مانتے ہوئے پھٹ جائیں گے کیونکہ ان پر حق یہی ہے کہ اپنے رب کا حکم مانیں۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ۝ (الانشقاق:۳) اور جب زمین دراز کی جائے۝

جب زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا اور وہ سفید چاندی کی مانند ہوگی جس پر کبھی گناہ نہیں کیا گیا ہوگا اور زمین جب اپنے اندر کے مردوں اور خزانوں کو باہر اُگل دے گی اور اپنے شکم سے سب کچھ باہر پھینک ڈالے گی اور تہی شکم ہو جائے گی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر میدے کی روٹی کی طرح سفید اور چٹیل زمین پر ہوگا جس پر کسی چیز کا کوئی نشان تک نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم ج ۷ اص ۱۳۴ ابن حبان ج ۹ ص ۲۱۲ البغوی ج ۱۵ ص ۱۱۲)

ابوبکر الخطیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

قیامت کے دن لوگوں کا حشر سخت ترین بھوک اور پیاس کی حالت میں ہوگا کہ وہ کبھی اس قدر بھوک اور پیاس میں مبتلا نہ ہوئے ہوں گے' تن پر کوئی کپڑا نہیں ہوگا کہ انہوں نے کبھی ایسی عریانی اور برہنگی نہ دیکھی ہوگی اور جسم تھکاوٹ اور تھکن سے چور چور ہوگا۔

سو ان میں سے جس شخص نے دنیا میں اللہ کو خوش کرنے کے لیے کسی کو کھانا کھلایا ہوگا آج اللہ تعالیٰ اس کو کھانا کھلائے گا اور جس نے اللہ کی مخلوق کو دنیا میں پانی پلایا ہوگا اللہ تعالیٰ آج اسے پانی پلائے گا اور جس نے کسی کو لباس پہنایا ہوگا آج اللہ تعالیٰ اس کو پہننے کو لباس عطا فرمائے گا اور جس نے اللہ کی خوشنودی کے لیے کوئی بھلائی کا کام کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی کفایت فرمائے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ (کے دین اور اس کی مخلوق) کی مدد و نصرت کی ہوگی اللہ تعالیٰ اس دن اس کو آرام اور راحت میں رکھے گا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کے متعلق بتلائیے:

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا ۝ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں O (النباء:۱۸)

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تو نے امر عظیم کے بارے میں سوال کیا ہے پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی دونوں آنکھوں کو رونے اور آنسو بہانے کے لیے آزاد کر دیا۔ یعنی خوب جی بھر کر روئے' پھر فرمایا: میری اُمت کو دس مختلف گروہوں میں اٹھایا جائے گا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ان گروہوں کو مسلمانوں کی جماعتوں سے ممتاز فرمادے گا اور ان کی صورتوں کو تبدیل کر دے گا۔

(۱) ان میں سے بعض بندروں کی شکل میں بدل دیئے جائیں گے۔

(۲) بعض کی شکلیں سوروں جیسی ہوں گی۔

(۳) بعض کی ٹانگیں اوپر اور سر نیچے اور ان کو اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا۔

(۴) بعض اندھے کر دیئے جائیں گے اور وہ ٹامک ٹوئیاں مارتے' ٹھوکریں کھاتے چلے آئیں گے۔

(۵) بعض کو آتشی کھنبوں پر سولی چڑھایا جائے گا۔

(۶) بعض کے بدنوں سے مردار سے بڑھ کر بدبو اُٹھ رہی ہوگی۔

(۷) بعض بہرے' گونگے' بے عقل ہوں گے۔

(۸) بعض کی زبانیں ان کے سینوں تک لٹک رہی ہوں گی اور ان کے مونہوں سے پیپ بہتی ہوگی جس سے اہلِ

محشر کو سخت گھن آئے گی۔
(۹) بعض کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔
(۱۰) بعض کو سرتاپا تارکول کی چادریں پہنائی گئی ہوں گی۔

پس جو لوگ بندروں کی شکل میں ہوں گے یہ چغل خور ہوں گے جو لوگوں میں لگائی بجھائی کر کے لڑاتے اور پھوٹ ڈالا کرتے تھے اور جو سوروں کی شکل میں ہوں گے یہ رشوت لینے دینے والے، حرام خور، ظالمانہ ٹیکس لگانے والے ہوتے ہیں اور جن کو اوندھے منہ گھسیٹا جا رہا ہوگا یہ سود کھانے والے ہوتے ہیں اور اندھے لوگ وہ حاکم اور جج ہیں جو عدل نہیں کیا کرتے تھے، ناانصافیاں اور ظلم کرتے تھے۔ بہرے اور گونگے وہ لوگ ہوں گے جو اپنے اعمال پر غرور اور گھمنڈ میں مبتلا رہا کرتے تھے اور وہ لوگ جن کی ہاتھ ہاتھ بھر زبانیں نکلی سینوں تک لٹکتی ہوں گی پس یہ وہ علماء اور قصہ گو ہیں جو اپنے قول وفعل میں تضاد کا شکار رہتے ہیں، کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں اور دست و پا بریدہ لوگ وہ ہوں گے جو اپنے پڑوسیوں اور ہمسائیوں کو تنگ کرتے اور ستاتے تھے اور آگ کے ستونوں پر مصلوب اور سولی زدہ لوگ وہ ہیں جو بادشاہ کے پاس لوگوں کی شکایتیں کر کے ان کو مختلف نوعیت کے ناجائز مقدمات میں پھنسا دیا کرتے تھے اور جن کے جسموں سے مردار سے بڑھ کر بدبو آ رہی ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو ناجائز طریقوں سے لذتیں حاصل کرتے تھے اور غلط طریقوں سے اپنی شہوات اور خواہشات کو پورا کرتے اور لطف اندوز ہوا کرتے تھے اور اپنے مالوں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتے تھے اور تارکول کی چادریں پہننے والے، متکبر، مغرور اور فخر جتلانے والے، اترانے والے ہوں گے۔

ابوحامد (امام غزالی) رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں:

لوگوں میں سے بعض کا حشر دنیوی فتنہ کے ساتھ ہوگا جس میں وہ مبتلا تھا۔ ایک گروپ ایسا ہوگا جو سارنگی وستار بجانے کا دلدادہ رہا اور وہ زندگی بھر اسی نے نوازی میں مست رہا تو اس گروپ کا ہر ایک شخص جب قیامت کے دن اپنی قبر سے اُٹھے گا تو اپنے ہاتھ میں سارنگی پکڑے ہوئے ہوگا، پھر یہ کہتا ہوا اس کو پھینک دے گا کہ تیرا ستیاناس! تو نے مجھے اللہ کی یاد سے غافل رکھا مگر وہ سارنگی اور ''عود'' پھر اس کی طرف عود کر آئے گی اور اس کی سنگی ہو جائے گی اور (زبانِ حال سے) کہے گی: میں تیرے ساتھ رہوں گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے اور اسی کا فیصلہ سب سے اچھا ہے اور اسی طرح نشہ کرنے والا نشہ کی حالت میں اُٹھے گا اور بانسری بجانے والا، گلوکار اور ہر شخص اپنے اس حال پر اُٹھے گا جس حال نے اس کو اللہ کی راہ پر چلنے سے روکا۔

ابوحامد (امام غزالی) فرماتے ہیں:

جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں مروی ہے کہ شراب پینے والے شخص کا حشر یوں ہوگا کہ شراب کا مٹکا اس کی گردن میں لٹک رہا ہوگا اور پیالہ اس نے ہاتھ میں تھام رکھا ہوگا اور وہ شخص روئے زمین کے مرداروں سے زیادہ بدبودار ہوگا۔ مخلوق خدا میں سے جو شخص بھی اس کے پاس سے گزرے گا اس پر لعنت کرتا گزرے گا۔

ابوحامد رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں مزید یہ لکھتے ہیں:

اور جب ہر شخص اپنی قبر پر سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا تو ان میں سے کوئی ننگ دھڑنگ ہوگا اور کسی نے لباس زیب تن کیا ہوگا' کوئی سیاہ رُو ہوگا اور کوئی سرخ رُو ہوگا' کسی کے لیے مدھم سے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی لو کی طرح روشنی اور نور حاصل ہوگا اور کسی کے واسطے آفتاب کی مانند روشنی اور چانن ہوگا اور ہر شخص مسلسل ایک ہزار سال تک یونہی آنکھیں جھکائے سرنگوں ہو کر بیٹھا رہے گا حتیٰ کہ مغرب سے ایک آگ بلند ہوگی جس کی گونج اور گنگناہٹ دُور سے سنائی دے رہی ہوگی اور پھر وہ پھیلتی چلی جائے گی جس سے ساری مخلوق کیا انسان اور کیا جن' چرند' پرند اور وحشی جانور سب دہشت زدہ ہو کر اپنے سر اُٹھائیں گے اور ہر شخص کا عمل اس کے پاس حاضر ہو کر اس سے کہے گا: اُٹھئے گا اور محشر کی طرف چلئے گا۔

پس جس شخص کا عمل اچھا ہوگا وہ عمل اس کے لیے سواری کی خاطر خچر بن جائے گا اور بعض اشخاص کے لیے ان کا عمل گدھے کی شکل اختیار کرے گا اور کسی کے لیے اس کا عمل دُنبے اور مینڈھے کا روپ دھارے گا جو اپنی کمزوری کی وجہ سے کبھی اس کو اُٹھائے لیے جائے گا اور کبھی زمین پر دے مارے گا اور ان میں سے ہر شخص کے لیے روشنی کا بندوبست ہوگا جو ہر شخص کے سامنے اور دائیں جانب ہوگی (بائیں جانب اندھیرا ہوگا) اور اسی طرح تاریکیوں میں اس کے سامنے رہے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ — ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہے۔

(الحدید:۱۲)

اور ان کے بائیں جانب نور نہیں ہوگا بلکہ اس طرف شدید ظلمت اور سخت تاریکی اور اندھیرا ہوگا جس سے اس پار کی کوئی چیز نظر نہیں آسکے گی۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کفار نہایت پریشان ہوں گے اور منافقین عجیب کشمکش و پیچ میں ہوں گے اور ایمان والے اس گہری تاریکی اور سیاہ ظلمت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر بجا لائیں گے کہ اللہ رحیم و کریم نے اپنے فضل اور احسان سے ان کو نور اور روشنی عطا فرمائی ہے جو جنت کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے اور اس سخت اندھیرے میں ان کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انعام یافتہ مؤمن کے لیے عذاب میں مبتلا بدبخت کافروں کے احوال کو منکشف اور ظاہر فرمائے گا تا کہ ان پر اللہ کے راستہ پر چلنے کے فوائد کھلیں اور ظاہر ہوں۔

اسی طرح اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے ساتھ معاملہ ہوگا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ○ — پس جھانکا تو اسے بھڑکتی آگ کے وسط میں دیکھا○

(الصّٰفّٰت:۵۵)

اور اسی طرح اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○ — اور جب ان (اعراف والوں) کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھریں گی کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کر○

(الاعراف:۴۷)

چار چیزوں کی قدر صرف چار شخصوں کو معلوم ہوتی ہے:

(۱) زندگی کی قدر مرنے والے کو معلوم ہوتی ہے۔

(۲) مالداری کی قدر نادار کو معلوم ہوتی ہے۔

(۳) تندرستی کی قدر بیمار کو معلوم ہوتی ہے۔

(۴) جوانی کی قدر بوڑھے شخص کو معلوم ہوتی ہے۔

اور ایک نسخہ میں ہے جنت کی نعمتوں کی قدر جہنمیوں کو ہوگی۔

اور کچھ لوگوں کو اصلی حالت پر باقی رکھا جائے گا اور وہ اپنے پیروں پر اور پاؤں کی انگلیوں کے پوروں پر چلیں گے' ان کا نور کبھی بجھے گا اور کبھی جلے گا۔ قبروں سے زندہ ہونے اور اُٹھنے کے وقت لوگوں کی حالت ان کے ایمانوں کے مضبوط اور کمزور ہونے اور اعمال کے مطابق ہوگی اور الحمدللہ اس سلسلہ میں ''**یبعث کل عبد علی مامات علیه**'' کے باب میں کافی بحث ہو چکی ہے۔

انسان (ایمان و کفر میں سے) جس حالت پر مرتا ہے اسی پر اُٹھایا جائے گا۔

## •••-باب

## قرآن مجید میں حشر کے متعلق آنے والی آیات میں بظاہر جو تعارض ہے ان کے درمیان --- موافقت اور تطبیق کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ** (یونس: ۴۵)

اور جس دن انہیں اُٹھائے گا (قبروں سے موقف حساب میں حاضر کرنے کے لیے تو اس روز کی ہیبت و وحشت سے یہ حال ہوگا کہ وہ دنیا میں رہنے کی مدت کو بہت تھوڑا سمجھیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ) گویا دنیا میں نہ رہے تھے مگر اس دن کی ایک گھڑی (اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ کفار نے طلب دنیا میں عمریں ضائع کر دیں اور اللہ کی طاعت جو آج کار آمد ہوتی' بجا نہ لائے تو ان کی زندگانی کا وقت ان کے کام نہ آیا اس لیے وہ اسے بہت ہی کم سمجھیں گے) آپس میں پہچان کریں گے۔

اور فرمایا:

**وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا** ۔ (الاسراء: ۹۷)

اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اُٹھائیں گے' اندھے اور گونگے اور بہرے۔

اور تیسری آیت یہ ہے کہ وہ کہیں گے:

يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؏ — ہائے ہماری تباہی! کس نے ہمیں نیند سے جگا دیا۔

(یٰسین:۵۲)

یہ کلام ہے اور وہ گونگے پن اور تعارف کرانے کے منافی ہے اور تخاطب ہے جو کہ گونگا پن اور بہرہ پن دونوں کے منافی ہے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ (الاعراف:٦) — تو بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے O

اس آیت کریمہ میں سوال کا ذکر ہے' ظاہر بات ہے سوال اسی شخص سے ہو سکتا ہے جو سنتا بھی ہو اور بول بھی سکتا ہے تا کہ جواب دے سکے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۚ (طٰہٰ:۱۰۲) — اور ہم اس دن مجرموں کو اُٹھائیں گے نیلی آنکھیں (ہوں گی ان کی) O

اور فرماتا ہے:

فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ O (یٰسین:۵۱) — جبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے O

اور ارشاد ہوتا ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۙ — جس دن وہ قبروں سے نکلیں گے' دوڑتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں O

(المعارج:۴۳)

اشکال ان مذکورہ بالا آیتوں میں یہ ہے کہ مُردے اپنی قبروں سے احتساب گاہ اور مؤقف کی طرف دوڑتے اور بھاگتے ہوئے چلے آئیں گے اور دوڑنا اور تیز تیز چلنا منہ کے بل چلنے کے خلاف ہے کیونکہ منہ کے بل آدمی دوڑ تو نہیں سکتا۔

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا اور وہ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو ان سب کی ایک حالت نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کا مؤقف اور مقام ایک ہوگا بلکہ ان کا مؤقف اور مقام الگ الگ ہوگا اور چونکہ ان کے مواقف و مقامات اور اُحوال مختلف ہیں اس لیے ان کے بارے میں خبریں مختلف ہیں۔ یعنی یہ اختلافِ اخبار مختلف اشخاص کے اعتبار سے واقع ہوا ہے۔

اور مجموعی اعتبار سے یہ احوال پانچ ہیں:

(۱) قبروں سے اُٹھنے کا حال (۲) احتساب گاہ کی طرف انہیں ہانک کر لے جانے کا حال

(۳) ان کے محاسبہ کے وقت ان کا حال (۴) دارِ جزاء کی جانب لے جانے کا حال
(۵) جنت یا دوزخ میں قیام کرنے کا حال

## پہلی حالت کا بیان

قبروں سے اُٹھنے کے وقت کفار کا حال یہ ہوگا کہ ان کے تمام حواس اور اعضاء صحیح اور سلامت ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ ؕ (یونس:۴۵) آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔

اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

یَتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ○ (طٰہٰ:۱۰۳) آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ تم دنیا میں نہ رہے مگر دس رات ○

اور ارشاد ہوتا ہے کہ:

فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ○ (الزمر:۶۸) تو اچانک وہ کھڑے ہوں گے دیکھتے ہوئے ○

نیز فرمایا کہ:

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ ○ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ (المؤمنون:۱۱۲-۱۱۵)

اللہ فرمائے گا: (بتاؤ) برسوں کے شمار سے تم کتنی مدت زمین میں ٹھہرے؟ ○ وہ کہیں گے: ہم ٹھہرے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ (ہمیں صحیح اندازہ نہیں) تو گننے والوں سے پوچھ لیجئے ○ (رب تعالیٰ) فرمائے گا: تم نہیں ٹھہرے مگر (بہت) کم کاش! تم نے (پہلے) جان لیا ہوتا (کہ دنیا فانی ہے) ○ کیا تم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے ○

## دوسری حالت کا بیان

ان کی دوسری حالت احتساب گاہ کی طرف جانے کی ہے اور اس حالت میں بھی وہ مکمل ہوش و حواس کے ساتھ ہوں گے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ○ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت:۲۲-۲۴)

جمع کرو ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے ساتھیوں کو اور ان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے ○ اللہ کو چھوڑ کر، پھر ان سب کو دوزخ کی راہ پر لے چلو ○ اور انہیں (ذرا) ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے ○

آیت کریمہ میں لفظ "فاھدوھم" کا معنیٰ ہے کہ ان کو دوزخ کی راہ بتاؤ اور اندھے اور بہرے کے لیے

دلالت اور رہنمائی کیونکر ہوسکتی ہے کہ وہ نہ سنے اور نہ دیکھے اور گونگے سے سوال کرنا اور اس سے پوچھ گچھ کرنا چہ معنیٰ دارد؟ تو ثابت ہوا کہ ان کی بصارت وسماعت اور قوتِ گویائی قائم اور سلامت ہوگی یعنی وہ دیکھتے' سنتے اور بولتے ہوں گے۔

## تیسری حالت کا بیان

اور وہ محاسبہ کی حالت ہے' اس حالت میں بھی ان کے تمام حواس مکمل طور پر کام کررہے ہوں گے تاکہ ان سے جو کچھ کہا جائے گا اس کو سن سکیں اور اپنے اعمال نامے پڑھ سکیں۔ وہ اپنے اعمال زبان سے بیان کریں گے اور ان کے اعضاء ان کے خلاف ان کی بداعمالیوں اور غلط کاریوں پر گواہی دیں گے اور وہ جو کچھ سنیں گے: اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ کہتے ہوں گے کہ:

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ (الکہف:۴۹) — ہمارے اس نوشتے کو کیا ہوا' نہ اس نے چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو۔

لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ (حٰمٓ السجدہ:۲۱) — (اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے:) تم نے ہم پر کیوں گواہی دی؟

تاکہ وہ قیامت کے احوال اور دنیا میں قیامت کو جھٹلانے کے عذاب اور اس کی سختی اور دیگر کارروائیوں کا مشاہدہ کریں۔

## چوتھی حالت کا بیان

ان کی چوتھی حالت وہ ہے جب انہیں ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا' اس حالت میں ان کی دیکھنے' سننے اور بولنے کی قوت سلب کرلی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ (الاسراء:۹۷) — اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اُٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور بہرے' ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۚ (الرحمٰن:۴۱) — مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو پیشانی اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے O

(یعنی یہ فرمانِ عالی) اشارہ ہو ان کی آنکھیں' کان اور زبان یعنی بصارت اور سماعت اور گویائی کے مسلوب ہونے کی طرف۔

## پانچویں حالت کا بیان

ان کی پانچویں حالت ان کے دوزخ میں مقیم ہونے کی حالت ہے اور یہ حالت دو قسم پر منقسم ہوتی ہے' ایک ابتدائی حالت ہے اور دوسری وہ حالت ہے کہ جب وہ اپنے انجام اور مآل کار کو پالیں گے' تو ابتداءً ایسا ہوگا کہ وہ

موقف سے جہنم کے کنارے تک کی مسافت کو اس حال میں طے کریں گے کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے اور اس ذلت کی حالت سے ان کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے دوچار کیا جائے گا اور پھر (جب وہ جہنم تک پہنچ جائیں گے) ان کے حواس ان کو لوٹا دیئے جائیں گے تاکہ وہ دوزخ اور اس میں جو ان کے لیے عذاب تیار کر رکھا ہے اس کا مشاہدہ کر سکیں اور عذاب کے فرشتوں کا اور جس چیز کا وہ دنیا میں انکار کیا کرتے تھے معائنہ کریں گے۔ پس وہ دوزخ کو اس حال میں اپنا مستقر اور ٹھکانا بنائیں گے کہ ان کی بصارت اور سماعت اور گویائی کی قوت بحال ہو گی۔ اسی لیے ارشادِ خداوندی ہوتا ہے کہ:

(۱) وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ (الشوریٰ:۴۵)

اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ نارِ جہنم پر ذلت کے ساتھ سر جھکائے ہوئے پیش کیے جائیں گے، چھپی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔

(۲) وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانعام:۲۷)

اور کبھی تم دیکھو جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے: کاش! کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں ○

(۳) كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ○ (الاعراف:۳۸-۳۹)

جب ایک گروہ (دوزخ میں) داخل ہوتا ہے دوسرے پر لعنت کرتا ہے، یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑیں گے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہم کو بہکایا تھا تو انہیں آگ کا دونا عذاب دے، فرمائے گا: سب کو دونا ہے مگر تمہیں خبر نہیں ○ اور پہلے پچھلوں سے کہیں گے: تو تم ہم سے اچھے نہ رہے (کفر و ضلال میں دونوں برابر ہیں) تو چکھو عذاب، بدلہ اپنے کیے کا ○

(۴) كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ (الملک:۸-۹)

جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے نگہبان ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا؟ ○ کہیں گے: کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا: اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ اہلِ جنت کو نداء کرتے ہوئے کہیں گے:

(۵) اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۗءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ (الاعراف:۵۰)

(یعنی دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ) ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔

جنت والے دوزخ والوں کو آواز دے کر کہیں گے:

(۶) اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ (الاعراف:۴۴)

کہ ہمیں تو مل گیا جو سچا وعدہ ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا تو کیا تم نے بھی پایا جو تمہارے رب نے سچا وعدہ تمہیں دیا تھا؟ بولے: ہاں۔

اور وہ پکاریں گے:

(۷) یٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ ؕ (الزخرف:۷۷)

اے مالک! (جہنم کے داروغہ کا نام ہے) آپ کا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے۔

وہ (داروغۂ جہنم مالک) ان سے فرمائے گا:

(۸) اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ ○ (الزخرف:۷۷)

تمہیں تو (ہمیشہ عذاب جہنم میں) ٹھہرنا ہے ○

اور وہ جہنم کے نگہبانوں سے مخاطب ہو کر کہیں گے:

(۹) اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ يُخَفِّفۡ عَنَّا يَوۡمًا مِّنَ الۡعَذَابِ ○ (المؤمن:۴۹)

اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے ○

وہ جواب میں کہیں گے:

(۱۰) قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ تَكُ تَاۡتِيۡكُمۡ رُسُلُكُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوۡا بَلٰى ؕ قَالُوۡا فَادۡعُوۡا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ○ (المؤمن:۵۰)

انہوں نے کہا: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول روشن نشانیاں نہ لاتے تھے؟ بولے: کیوں نہیں بولے: تو تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو ○

اور رہا عقبیٰ اور مآل کا معاملہ تو جب وہ کہیں گے کہ:

رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ○ (المؤمنون:۱۰۷)

(کہیں گے:) اے ہمارے پروردگار! ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں ○

اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اِخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ ○ (المؤمنون:۱۰۸)

دھتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو ○

نوٹ: اب ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ اہلِ جہنم کا آخری کلام ہوگا' پھر اس کے بعد انہیں کلام کرنا نصیب نہ ہوگا۔ روتے' چیختے' ڈکراتے' بھونکتے رہیں گے۔

اور اس کے بعد ان کے لیے جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہنا لکھ دیا گیا ہے جیسا کہ اس کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ پھر موت کو ایک سینگوں والے دُنبے کی شکل میں لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان پل صراط پر ذبح کرنے کے بعد اعلان اور منادی کر دی جائے گی: اے جنتیو! آج کے بعد کبھی موت نہ آئے گی' ہمیشہ رہنا ہے اور اے دوزخیو! تمہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے' آج کے بعد موت نہ آئے گی تو جب یہ منادی

ہو چکے گی تو ان کی سماعت کو سلب کر لیا جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی بصارت اور گویائی کی قوت کو بھی سلب کر لیا جائے لیکن سننے کی قوت کا مسلوب ہونا تو بہرحال یقینی ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ○ وہ اس میں رینگیں گے (یعنی چیخیں اور دھاڑیں گے) (الانبیاء:۱۰۰) اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے ○

نوٹ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب جہنم میں وہ لوگ رہ جائیں گے جنہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے تو وہ لوگ آگ کے تابوتوں میں بند کیے جائیں گے، وہ تابوت اور تابوتوں میں پھر وہ تابوت اور تابوتوں میں، اور ان تابوتوں پر آگ کی میخیں جڑ دی جائیں گی تو وہ کچھ نہ سنیں گے اور نہ کوئی ان میں سے کسی کو دیکھے گا۔ (مترجم عفی عنہ)

تو جب ان کے سننے کی قوت مسلوب کر لی جائے گی تو اس کے بعد ان کو بھڑکتی اور چنگاڑتی آگ کے سپرد کر دیا جائے گا۔

## دوزخیوں کی قوتِ سماعت کو سلب کرنے کی حکمت کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ کافرون کے سننے کی قوت کو سلب کرنے اور چھین لینے میں یہ حکمت ہو کہ دنیا میں انہوں نے اللہ رب العالمین کی نداء (اور کلام مبارک) کو رسولوں کی زبان پر سنا مگر قبول نہ کیا (اور اَن سنا کر دیا جیسا کہ ان کے کان ہی نہ ہوں) بلکہ ضد اور عناد سے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اس کا انکار کر دیا اور اس کلام معجز کے صحیح اور ثابت من اللہ ہونے پر دلائل قائم ہو جانے اور براہین آ جانے کے باوجود بھی اس کے جھٹلانے پر کمربستہ رہے اور جب دنیا میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دلائل و حجج کو دھیان سے کان لگا کر نہیں سنا اور نصیحت و ہدایت کو قبول نہ کیا تو اس کی سزا آخرت میں ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ دی کہ ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا اور ان کے کفر کے سبب آخرت میں بطورِ سزا ان کی قوتِ سماعت ہی کو سلب فرمالیا، اس بات کو ان کا یہ رویہ اور چلن خوب واضح کرتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی آیات سن کر نبی مکرم ﷺ سے کہا کرتے:

وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ. (حم السجدہ:۵) اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان (مضبوط) پردہ ہے۔

اور کہتے کہ:

لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ. (حم السجدہ:۲٦) اس قرآن کو (ہرگز) نہ سنو اور (اس کی قرأت کے وقت) اس میں شور و غل مچا دیا کرو۔

نوٹ: کفار ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) قرآن شریف پڑھیں تو زور زور سے شور کرو، خوب چلاؤ، اونچی اونچی آوازیں نکال کر چیخو، بے معنیٰ کلمات سے شور کرو، تالیاں اور سیٹیاں بجاؤ تا کہ کوئی قرآن نہ سننے پائے اور رسولِ کریم ﷺ پریشان ہو کر قرأت موقوف کر دیں)۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا اپنے نبی کے ساتھ چلن اور سلوک بیان ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًاۙ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (نوح:۵۔۷)

اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوتِ ایمان دی O تو میری دعوت پر ان کی سرکشی اور ایمان سے گریز میں اضافہ ہی ہوا O اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو انہیں بخش دے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور اپنے کفر پر جمے رہے اور بڑا غرور کیا O

یعنی وہ منہ چھپا لیتے تا کہ مجھے نہ دیکھیں کیونکہ انہیں دین و ایمان کی طرف نصیحت کرنے اور دعوت دینے والے کو دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ (مترجم)

اور بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ علیہ التحیۃ والثناء کے زمانہ مبارک میں کفار کے متعلق اس کی مثل خبر دی اور کافروں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْۙ (ھود:۵)

سنو! وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں کہ اللہ سے پردہ کریں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں۔

چاہے ان کی دیکھنے کی قوت چھین لی جائے کیونکہ انہوں نے غیروں کو دیکھا اور ان سے عبرت حاصل نہیں کی اور خواہ ان کی قوتِ گویائی سلب ہو جائے کیونکہ ان کو زبان عطا کی گئی مگر انہوں نے کلمۂ توحید زبان پر جاری کرنے کی بجائے کفر اور انکار کیا تو ان آیاتِ مبارکہ کے درمیان موافقت اور جمع وتطبیق کی صورت یہ تھی جو ہم نے بیان کی ہے۔ ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا ہے، باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

# ۲۷-حشر کی کیفیت

اس باب میں تین باتوں کا بیان ہے:

(۱) محشر میں لوگ ننگے پیر، ننگے بدن، غیر مختون حالت میں اللہ کے دربار میں جمع کیے جائیں گے۔

(۲) حشر کے دن سب سے پہلے لباس کس ہستی کو پہنایا جائے گا؟

(۳) سب سے پہلے محشر میں اللہ تعالیٰ کس سے کلام فرمائے گا؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو نصیحت کا خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے، جس طرح ہم نے تم کو ابتداءً پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہمارا

وعدہ ہے' ہم اس کو ضرور پورا کرنے والے ہیں' سنو! مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' سنو! بے شک میری اُمت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا' ان کی بائیں جانب کو پکڑ لیا جائے گا' میں کہوں گا: اے میرے رب! (یہ) میرے اصحاب ہیں' کہا جائے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے' انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں' میں عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح کہوں گا:

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ (الی قوله) الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (المائدہ: ۱۱۷-۱۱۸)

اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے ○ اور تو ہی بہت غالب ہے' بڑا حکمت والا ○

آپ نے فرمایا: پھر مجھ سے کہا جائے گا: جب سے آپ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرے رہے۔ (صحیح مسلم ج ۷ اص ۱۹۴' صحیح بخاری ج ۱۱ اص ۳۷۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۳)

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم کو اس مقام سے اس مقام تک جمع کیا جائے گا اس حال میں کہ کوئی سوار ہوں گے اور کوئی پیدل چلے آئیں گے اور کچھ لوگوں کو ان کے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لایا جائے گا اور ان کے مونہوں پر چھینکا چڑھا دیا گیا ہوگا اور چکنی مٹی سے ان کے منہ لاک کر دیئے گئے ہوں گے۔ توفون سبعین امة...... اور تم ان سب اُمتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز اور بہتر ہو گے اور سب سے پہلے تم میں سے کسی ایک شخص کے کرتوتوں کو ظاہر کرنے والی اس کی ران ہوگی۔

اور ایک دوسری روایت جس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے' اس میں یہ ہے کہ بے شک انسان کے (زبان کے علاوہ) اعضاء بدن میں سے جو اعضاء انسان پر گواہی کے لیے سب سے پہلے بولیں گے' وہ اس کا کفِ دست اور اس کی ران ہے۔

## فصل

### بعض الفاظِ حدیث کی لغوی تحقیق

(۱) ''غرلاً'' بغیر ختنہ کیے ہوئے (۲) ''النقی'' سفید آٹا' میدہ (۳) ''العفر'' جو خالص سفید نہ ہو تھوڑا سا سرخی مائل ہو۔

(۴) ''الفدام'' (۱) چھوٹی سی چھلنی یا کپڑا جو لوٹے وغیرہ کے منہ پر باندھ دیتے ہیں تاکہ جو کچھ اس میں ہے صاف ہو جائے اور پن چھن جائے۔

(۲) چھینکا جو اونٹ کے منہ پر باندھ دیں تاکہ کاٹ نہ سکے یا کھا نہ سکے۔

(۳) چھاگل پر سر بندھ لگانا۔

(۴) برتن پر سرپوش رکھنا۔

ابوعبید نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے مونہوں پر ٹیپ لگا دی جائے گی اور لب سی دیئے جائیں گے اور ان کو گفتگو سے روک دیا جائے گا تا کہ ان کی رانیں گفتگو کریں اور ان کو گفتگو سے روک دینے کی مثال کو بطورِ تشبیہ اس چھینکا سے تعبیر اور بیان کیا گیا جو اونٹ وغیرہ کے منہ پر چڑھا دیتے اور باندھ دیتے ہیں تا کہ وہ نہ کھا سکے اور نہ کاٹنے دوڑے۔

اور آپ ﷺ کے ارشادِ مبارک "**اوّل من یکسی ابراھیم علیه السلام**" کہ (قیامت کے دن) سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت بڑی فضیلت اور آپ کی ایک امتیازی شان کا بیان ہے جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ بیان ہوئی کہ ہمارے آقا حضور نبی مکرم ﷺ ان کو عرش کے پائے کے ساتھ لپٹا ہوا پائیں گے باوجودیکہ نبی پاک ﷺ سب سے پہلے اپنی قبرانور سے باہر تشریف لانے والے ہوں گے اور اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضور سید عالم ﷺ سے مطلقاً افضل ہونا لازم نہیں آتا بلکہ قیامت کی ہولنا کیوں سے بچنے والوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے آپ ﷺ ہی ہیں جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ احادیث شفاعت اور مقام محمود کے بیان میں آئے گا کہ آپ ﷺ ہی سب سے افضل ہیں۔ مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ امام المحدثین احمد بن عمر اپنی کتاب "المفہم" میں لکھتے ہیں: اور جائز ہے کہ لوگوں سے مراد آپ کے ماسوا لوگ ہوں اور آپ خود اپنے خطاب کے تحت داخل نہ ہوں اور اللہ خوب علم والا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ بڑی ہی خوبصورت توجیہ ہوتی اگر اس کے خلاف نص وارد نہ ہوتی تو تحقیق ابن المبارک نے اپنے "رقائق" میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

**اوّل من یکسی خلیل اللہ ابراھیم قبطتین، ثم یکسی محمد صلی اللہ علیه وسلم حلة حبرة عن یمین العرش.** (رواہ البیہقی)

(قیامت کے دن) سب سے پہلے اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو قبطی (السی کے ریشہ سے تیار یا قبط کے بنے ہوئے کپڑے کی) چادریں پہنائی جائیں گی' پھر حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو سرخ دھاری دار پوشاک عرش کی دائیں جانب زیب تن کرائی جائے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک قیامت کے دن اذان دینے والے اور احرام باندھنے والے اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ مؤذن اذان پڑھتا ہوا اور احرام باندھنے والا "لبیک لبیک" کہتا ہوا اُٹھے گا اور سب سے پہلے اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' پھر حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو' پھر باقی تمام نبیوں اور رسولوں کو' پھر مؤذنوں کو اور فرشتے ان سب کا استقبال کرنے کے لیے نور کی عمدہ سرخ اونٹنیوں پر آئیں گے جن کی باگیں اور "مہاریں" سبز زمرد کی اور ان کے کجاوے طلائی اور زریں ہوں گے اور (جب یہ نفوس قدسیہ ان اعلیٰ سواریوں پر سوار ہو کر چلیں گے تو) ستر ہزار فرشتے قبروں سے لے

کر محشر تک ان کے پیچھے چلتے ہوئے ساتھ جائیں گے۔

امام حلیمی نے اس کو اپنی کتاب ''منہاج الدین'' میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

حضرت ملیکہ کے دو بیٹے نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (آگے لمبی حدیث ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ) سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے خلیل کو لباس پہناؤ تو دو سفید چادریں لائی جائیں گی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہن لیں گے اور پھر عرش کی طرف رُخ کر کے بیٹھ جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر میرا لباس لایا جائے گا اور میں اس کو پہن کر عرش کی دائیں جانب پوری طرح کھڑا ہو جاؤں گا' میرے سوا اور کوئی کھڑا نہیں ہوگا' اس پر تمام اگلے اور پچھلے مجھ پر رشک کریں گے۔

امام بیہقی نے اپنی اسناد کے ساتھ کتاب ''الاسماء والصفات'' میں' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم ننگے پاؤں' برہنہ تن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے اُٹھائے جاؤ گے اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' ان کو جنت سے لایا نیا جوڑا پہنایا جائے گا اور (پھر) کرسی لا کر عرش کی دائیں جانب رکھ دی جائے گی اور مجھے لا کر جنت کا نیا جوڑا پہنایا جائے گا' اس کے لیے کوئی انسان کھڑا نہیں ہوگا' پھر کرسی لا کر میرے لیے عرش کی ساق پر رکھ دی جائے گی اور یہ نص ہے کہ سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور ان کے بعد ہمارے نبی مکرم ﷺ کو جنتی لباس پہنایا جائے گا اور یہ نبی پاک ﷺ کے خبر دینے سے معلوم ہوا ہے تو مبارک ہے پھر مبارک ہے اسے جس کو اس وقت جنت کے لباسوں میں سے پہنایا جائے گا کیونکہ بلاشبہ جس نے (جنتی) جبہ پہن رکھا ہوگا وہ حشر کے ناگوار اثرات سے اور سورج کی گرمی اور پسینہ آنے اور اس دن کے دیگر احوال سے محفوظ اور بچا رہے گا۔ (الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۹۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۹۴۳)

# فصل

## قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنانے میں کیا حکمت ہے؟

علماء نے اس کی کئی حکمتیں بیان فرمائی ہیں' ایک حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ چونکہ تمام اوّلین اور آخرین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کوئی نہیں اس لیے آپ کو سب سے پہلے جنتی لباس پہنایا جائے گا تاکہ آپ کا قلب مطمئن رہے اور قیامت کی وحشت و ہولناکی سے آپ بے خوف اور مامون رہیں۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے ستر پوشی میں مبالغہ کے لیے شلوار پہننے کا حکم سب سے پہلے آپ نے ہی دیا تھا۔ نیز اس سے جائے نماز وغیرہ سے شرمگاہ کے مس ہونے کا اندیشہ بھی

نہیں رہے گا۔ چنانچہ آپ کے امر پر عمل کیا گیا اور یہ اسی کا صلہ اور جزاء ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کو جنتی چادروں سے مستور اور ملبوس کیا جائے گا۔

تیسری حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ جب آپ کو آتش نمرود میں ڈالا گیا تھا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کے جسم سے کپڑے اُتار لیے تھے اور آپ کو سرِعام لوگوں کے سامنے اس طرح برہنہ تن کر دیا گیا تھا جیسے اس شخص کے بدن سے لباس کھینچ لیا جائے جسے قتل کرنا مقصود ہو اور آپ کو یہ تمام تر مصیبت اور مشکل اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ تعلق کی وجہ سے پہنچی اور آپ نے جب صبر کیا اور محض ثواب اور خداوند تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کو برداشت کیا تو اللہ رب العزت نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آگ کے شر کو آپ علیہ السلام سے دُور فرما دیا اور اس برہنگی کے عوض آپ کو یہ جزاء عطا فرمائی کہ قیامت کے دن علی رؤوس الاشھاد یعنی آشکارا آپ سے تن برہنگی کو یوں دُور فرمایا کہ جب سب لوگ ننگے بدن ہوں گے تو آپ جنتی لباس زیب تن کیے ہوں گے اور یہ آخری حکمت زیادہ اچھی ہے۔ واللہ اعلم

اور جب لباس پہنانے میں ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کی گئی تو حضور سید عالم محبوب رب العالمین کے لیے ایسا نفیس اور اعلیٰ حُلّہ مبارک زیب تن کرنے کو لایا گیا کہ ایسے لباس کا بندوبست اور اہتمام کسی بشر کے لیے نہیں کیا گیا تا کہ لباس کی نفاست اور عمدگی کی وجہ سے اس تاخیر کا انجبار اور تدارک و تلافی ہو سکے تو ایسے ہو گا کہ گویا آپ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی لباس پہنایا گیا ہے۔

# ۰۰۰۔ ذیلی باب

## ایک آیت کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ (عبس: ۳۷)

ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس (کافی) ہے ۝

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اُٹھایا جائے گا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! عورتوں اور مردوں دونوں کو بعض، بعض کو دیکھیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اس دن ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے مقابلہ میں بہت ہولناک منظر ہو گا۔

(صحیح بخاری ج ۱۱، ص ۳۷۷، صحیح مسلم ج ۱۷، ص ۱۹۳)

امام ترمذی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ننگے پیر، ننگے بدن، بے ختنہ کیے اُٹھائے جاؤ گے، ایک عورت نے عرض کی: کیا ہم میں سے بعض، بعض کو یا بعض کی شرمگاہ کو دیکھیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے فلاں عورت! لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ (عبس: ۳۷) ان میں سے ہر ایک کو اس دن بس ایک ہی فکر لاحق ہو گی ۝

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ص ۳۷۷' ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۲' مستدرک للحاکم ج ۲ص ۲۵۱)

## فصل

میں کہتا ہوں: ان دونوں بابوں سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں اُٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق:

جیسا کہ ہم نے پہلے پیدا کیا اسی طرح اعادہ کریں گے۔

علماء فرماتے ہیں: قیامت کے دن بندے کو اس حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ اس کے تمام اعضاء اس طرح ہوں گے جس طرح وہ پیدائش کے وقت تھے' اگر بعد میں کسی آدمی کا کوئی ''عضو'' کٹ جائے تو قیامت کے دن وہ بھی لوٹا دیا جائے گا حتیٰ کہ بچے کے ختنہ کے وقت جو حصہ کاٹ دیا جاتا ہے وہ بھی لوٹا دیا جائے گا۔

### ایک معارضہ اور اس کا جواب

یہ باب اس حدیث کے معارض ہے جس کو ابوداؤد نے اپنی ''سنن'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

ان المیت یبعث فی ثیابه التی دفن فیها.

بے شک مرنے والے کو انہی کپڑوں میں قیامت کے دن اُٹھایا جاتا ہے جس میں اس کو دفن کیا گیا ہوتا ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۸' ابن حبان ج ۹ص ۲۱۱' المستدرک ج ۱ص ۳۴۰' البیہقی ج ۳ص ۳۸۴' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۲۰۳' فیض القدیر رقم الحدیث: ۹۲۴۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۶۱۵)

امام ابوعمر بن عبدالبر فرماتے ہیں کہ:

یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ بے شک تمام مرنے والوں کو ان کی اس ہیئت اور حالت پر اُٹھایا جائے گا جس حالت پر وہ دفن ہوئے تھے۔

اور اکثر علماء نے اس حدیث مبارک کو ''شہید'' پر محمول کیا ہے جس کے متعلق حکم ہے کہ اس کو اس کے کپڑوں میں ہی لپیٹ کر دفنا دیں اور نہ تو اس کے بدن وغیرہ سے خون کو دھو کر دُور کیا جائے اور نہ اور کسی حالت کو بدلا جائے جس کی دلیل وہ حدیث مبارک ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

اور علماء فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو شہید ہی

کے متعلق سنا ہو مگر پھر وہ تاویل سے اس کو عموم پر محمول کرتے ہوں اور اللہ بڑا علم والا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جماعتِ علماء کے قول اور حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عباس سے مروی حدیث کی تائید اور موافقت پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول برحق دلالت کرتا ہے' اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ. (الانعام:۹۴)

اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اور ارشادِ خداوندی ہے کہ:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ (الاعراف:۲۹)

جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے ۝

اور نیز اس لیے بھی کہ ملبوسات دنیا میں آدمی کا مال ہوتے ہیں اور آخرت میں آدمی اپنے اموال کا مالک نہیں رہتا کیونکہ موت سے تمام تر ملکیتیں ختم ہو جاتی ہیں اور سارے اموال دنیا میں رہ جاتے ہیں اور ہر شخص کو قیامت کے دن کی تکالیف سے اس کا حسنِ عمل اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہی بچانے والے ہوں گے' رہے لباس و پوشاک تو ان کا اس دن کوئی فائدہ نہیں ہوگا الّا یہ کہ وہ لباس جو جنتی ہوگا جیسا کہ ماقبل اسی باب میں گزرا ہے۔

ابو حامد (امام غزالی) رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں اسی مذہب کو اختیار کیا جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے مرنے والوں کے کفن کے سلسلہ میں خوب اہتمام کرو اس لیے کہ میری اُمت کو ان کے کفنوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور باقی ساری ''اقوامِ متحدہ'' ننگی ہوں گی۔

مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث میرے علم میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی صحت کو خوب جاننے والا ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر اس کا معنیٰ یہ کریں گے کہ ''میری اُمت کے شہداء کو ان کے کفنوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا'' تاکہ احادیث کے درمیان تعارض اور ٹکراؤ پیدا نہ ہو (اور اللہ خوب علم والا ہے)۔

## ایک اور تعارض کا جواب

آغازِ کتاب میں بیان ہوا تھا کہ مردے اپنے کفنوں کے ساتھ قبروں میں باہم ملاقات کرتے ہیں اس لیے اپنے مرنے والوں کو اچھے کفن پہنایا کرو۔

اور اس باب میں ہے کہ مردے ننگے اُٹھیں گے تو ان دونوں باتوں میں ٹکراؤ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ مردوں کا آپس میں کفنوں کے ساتھ ملاقات کرنا اور اچھے کفن پر خوش ہونا اور فخر کرنا یہ عالمِ برزخ کا معاملہ ہے' اس عالم کا حکم الگ ہے اور لیکن جب وہ قیامت کے دن قبروں سے اُٹھیں گے تو اس وقت شہداء کے علاوہ وہ (عام لوگ) اپنی قبروں سے ننگے اُٹھیں گے (باقی اللہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

## •••-باب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے درمیان اُٹھوں گا یہاں تک کہ حرمین (شریفین) کے درمیان (آ کر) ٹھہر جاؤں گا تا کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ والے آ جائیں۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۶۹۸ فضائل صحابہ للامام احمد بن حنبل رقم الحدیث: ۵۰۷۔۶۳۶)

یہ حدیث غریب ہے۔

# ۲۸-ذوامور کا بیان

## (۱) قیامت کا منظر (۲) قیامت کے نام

(۱) ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص یہ دلچسپی رکھتا ہے کہ وہ قیامت کو اس طرح دیکھے جیسے آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے تو وہ سورۂ ''اذا الشمس کورت'' ''اذا السماء انفطرت'' اور ''اذا السماء انشقت'' پڑھے۔

امام ترمذی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص قیامت کا اس طرح نظارہ کرنا پسند کرتا ہو کہ گویا وہ اس کو اپنی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے تو اسے سورۂ ''اذالشمس کورت' اذالسماء انفطرت'' اور ''اذا السماء انشقت'' کی تلاوت کرنی چاہیے۔

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۳ مسند احمد ج ۲ ص ۲۷ المستدرک ج ۴ ص ۵۷۶ حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۳۱ الہیثمی ج ۷ ص ۱۳۴)

## فصل

ان تین سورتوں کی قیامت کے ساتھ زیادہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ ان میں آسمانوں کے شق ہونے اور پھٹنے' آفتاب کے لپیٹے جانے' چاند' ستاروں کے بے نور ہونے اور ٹوٹ کر گرنے اور دوسرے روح فرسا' وحشت افزاء احوال اور اہوال کا ذکر ہے اور اسی طرح مخلوقِ خدا کے قبروں سے نکلنے اور موقف میں جانے' پھر صحیفوں کے کھلنے اور اپنے اپنے اعمال ناموں کو پڑھنے اور پھر ان کو دائیں ہاتھوں میں اور بائیں ہاتھوں یا پشت کے پیچھے سے لینے اور پکڑنے (یعنی حشر ونشر اور حساب و کتاب) کے بعد (دوزخیوں کے) اپنے عقوبت خانوں (دوزخ) کی طرف اور (جنتیوں کے) اپنے محلات (جنت) کی طرف جانے کا تذکرہ ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں آئے گا' انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ (الانشقاق:۱) جب آسمان شق ہو ۝

اور فرمایا:

إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ (الانفطار:۱) جب آسمان پھٹ پڑے ۝

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ. (الفرقان:۲۵) اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادلوں سے (آسمان کو تم دیکھو گے کہ کمزور، پھٹے ہوئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں)۔

وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ (النبأ:۱۹) اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا (اور اس میں راہیں بن جائیں گی ان سے ملائکہ اُتریں گے) ۝

بادل، آسمان اور زمین کے درمیان پردہ بن جائیں گے اور کہا گیا کہ "با" بمعنیٰ "عن" ہے اور کہا جاتا ہے کہ آسمانوں کا شق ہونا جہنم کی تپش اور حرارت کے اس میں راہ پانے اور دراندار ہونے کے باعث ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب پانی ختم ہو جائیں گے اور آگ ہی آگ دکھائی دے گی، پہلے تو آسمان لال سرخ ہو جائیں گے اور تیل کی طرح صاف ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ یہ عالم ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جائے تو آسمان پھٹ جائیں گے۔

اور بعض نے کہا کہ بے شک آسمان کئی رنگ بدلے گا، شروع میں زرد ہوگا پھر سرخ یا اس کا برعکس کہ پہلے سرخ پھر پیلا زرد جس طرح موسم ربیع میں فصل پک کر مائل بہ زردی ہو جاتی ہے اور جب گرمی سخت ہوگی تو سرخی مائل رنگ ہو جائے گا اور اس کے بعد خاکی اور مٹیالہ ہو جائے گا۔ یہ قول امام حلیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ (التکویر:۱) جب دھوپ لپیٹی جائے ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تکویر سے مراد یہ ہے کہ آفتاب کو عرش میں داخل کر دیا جائے گا اور "تکویر" کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ آفتاب کا نور زائل ہو جائے، اس کے قائل حسن، قتادہ، مجاہد اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں: "کورت" کا معنیٰ لپیٹنا ہے جیسے آدمی دستار کو اپنے سر کے اردگرد لپیٹ لے اور لپیٹنے کے بعد سورج کی روشنی مٹ جائے گی اور ربیع بن خثیم نے کہا کہ اس کا معنیٰ ہے، تیر مار کر گرانا، جیسے کہتے ہیں:

كورته فتكور. میں نے اس کو گرانے کے لیے تیر مارا پس وہ تیر کھا کر گر گیا۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اصل میں "تکویر" کا معنیٰ ہے جمع کرنا اور یہ "كار العمامة على رأسه" یعنی "سر پر پگڑی باندھنا" کے محاورہ سے ماخوذ ہے یعنی آفتاب کو پیچ در پیچ کر کے عمامہ کی طرح لپیٹ دیا جائے گا، پھر اس کا نور زائل ہو جائے گا اور وہ گر جائے گا۔ واللہ اعلم

ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ (التکویر:۲) اور جب تارے جھڑ پڑیں O

مروی ہے کہ تارے فرشتوں نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھے ہیں' وہ گر جائیں گے کیونکہ فرشتوں پر موت طاری ہو جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تارے آسمان اور زمین کے درمیان زنجیروں کے ساتھ لٹک رہے ہیں جن کو فرشتوں نے پکڑ رکھا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ''انکدرت'' کا معنیٰ ہے ان کا متغیر ہونا اور اصل میں ''انکدار'' کا معنیٰ ہوتا ہے پانی کا زور سے نیچے گرنا تو مطلب یہ ہوا کہ تارے بارش کی طرح گریں گے اور سمندر کے پانی خشک ہو جانے کے بعد اس میں آ پڑیں گے اور جس طرح سمندر آگ سے بھڑک اُٹھیں گے' تارے بھی ان کے ساتھ آگ میں بدل جائیں گے۔

''وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝'' (التکویر:۳) اور جب پہاڑ چلائے جائیں O

اور اسی طرح ''وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝'' (الطور:۱۰) ''اور پہاڑ چلنا سا چلنا چلیں گے O''۔

یعنی پہاڑ بہتی ہوئی ریت بن جائیں گے اور رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے اور غبار کی طرح اُڑے پھریں گے اور گویا سراب کی طرح ان کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بے شک پہاڑ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد رنگ برنگ اُون کی طرح ہو جائیں گے جس طرح آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائیں گے۔ امام حلیمی نے کہا کہ پہاڑوں کا اُون اور روئی کے گالوں کی طرح ہو جانا اور آسمانوں کا پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جانا جہنم کی سخت گرمی اور تپش کی وجہ سے ہوگا کیونکہ پہلے تو پانی زمین اور آسمان کے درمیان حاجز تھا' جب پانی خشک ہو جائے گا تو گرمی اور بڑھ جائے گی جس سے آسمان اور زمین دونوں سخت متاثر ہوں گے۔

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ (التکویر:۴) اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں O

یعنی ان کے مالک اپنی آفتوں میں مشغول و مبتلا ہونے کی وجہ سے ان سے بے پرواہ ہو جائیں گے۔ ''عشار'' عشراء کی جمع ہے اور یہ دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں' پھر اس کا یہی نام رہتا ہے حتیٰ کہ وہ بچہ کو جنم دے اور بچہ جننے کے بعد بھی اس کو عشراء ہی کہتے ہیں۔ مختلف اموال میں سے بالخصوص دس مہینے کی تھلگتی اونٹنی کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک یہ نہایت گراں بہا اور عزیز مال ہوتا تھا تو خبر دی گئی ہے کہ قیامت کے دن اس قیمتی اور عزیز ترین مال کی بھی کسی کو پرواہ تک نہیں ہوگی' ہر شخص کو اپنی فکر لگی ہوگی اور بس! مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ جب اپنی قبروں سے اُٹھیں گے اور ایک دوسرے کے حال کا مشاہدہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ ہر قسم کے چار پائے' جنگلی جانور بھی جمع ہیں اور ان مویشیوں اور ڈھور ڈنگروں میں ان کا مال بھی ہے جس میں ان کی دس ماہ کی بیاہنے کے قریب گابھن تھلگتی ڈاچیاں بھی موجود ہیں جو دنیا میں ان کے نزدیک نفیس اور نہایت عمدہ مال شمار ہوتی تھیں تو وہ انہیں کوئی اہمیت نہیں دیں گے اور ان سے بالکل بے پرواہ نظر آئیں گے کیونکہ انہیں اپنی جان کے لالے پڑیں گے۔

تعطل عشار: کا دوسرا معنیٰ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مالدار لوگ دنیا میں جن املاک کے مالک تھے' قیامت کے

روز اللہ مالک الملک ان کی ملکیت کو چونکہ باطل فرما دے گا لہٰذا وہ اہل العشار اپنی اشیاءِ مملوکہ کو وہاں دیکھیں گے مگر ان کی طرف کوئی سبیل نہیں پائیں گے، بس نہیں چلے گا کہ ان سے کوئی استفادہ کر سکیں، دیکھتے للچاتے ہی رہ جائیں گے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ ''العشار'' سے مراد بادل ہوں اور معطل ہونے کے یہ معنیٰ ہوں کہ ان کو پانی سے خالی کر دیا جائے گا اور مینہ نہیں برسائیں گے۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ ''عشار'' سے مراد آباد شہر اور عشرت کدے ہوں جو قیامت کے دن اپنے سکونت پذیروں اور مکینوں سے معطل اور اُجڑے پڑے ہوں گے۔

پانچواں معنیٰ یہ ہے کہ ''العشار'' سے مراد عشری زمین ہے جس میں زراعت ہوتی تھی اور اس کا عشر ادا کیا جایا کرتا تھا مگر آج اس کو کوئی زیر کاشت لانے والا ہے اور نہ اس کی پیداوار سے وصولیٔ عشر ہوگی بلکہ وہ یوں معطل پڑی ہوگی۔

اور ان اقوال میں سے پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور اسی قول پر اکثر کا اتفاق ہے کہ ''عشار'' سے مراد دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں ہیں جو قیامت کے دن اپنے مالکوں کی نفسی نفسی کی وجہ سے باوجود عزیز ترین مال ہونے کے بیکار چھوٹی پھریں گی اور ان کی قطعی توجہ کے لائق نہیں رہیں گی۔

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے ۝

(التکویر:۵)

''حشرت'' کا معنیٰ ہے، جمع کرنا اور اس کی تحقیق ماقبل ہو چکی ہے۔

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ (التکویر:۶) جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے ۝

یعنی ان کو سلگایا جائے گا تو وہ آگ بن جائیں گے۔ یہ ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سمندروں کا پانی زمین کی گہرائی میں دھنس جائے گا اور وہ خشک ہو کر خاک ہو جائیں گے۔ حضرت حسن اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنیٰ ہے کہ سمندر چھلک پڑیں گے اور ابن ابی زمنین کا قول ہے کہ ''تسجیر'' کا معنیٰ درحقیقت بھر جانا ہے یعنی سمندر بھر کر ایک دوسرے کی طرف بہہ نکلیں گے اور میٹھے اور کھاری سمندر باہم خلط ملط ہو کر ایک ہو جائیں گے اور حضرت حسن کے قول کا بھی یہی معنیٰ ہے اور یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ بے شک سورج کو جب لپیٹ کر سمندروں میں پھینک دیا جائے گا تو وہ اس کی حرارت سے اس قدر گرم ہو جائیں گے کہ آگ ہی بن جائیں گے۔

اور امام حلیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر یہ اسی طرح ہے تو جس شخص نے تسجیر کی تفسیر بھر جانے سے کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آگ اس وقت اس لیے بہت زیادہ ہوگی کہ سورج زمین سے کئی گنا زیادہ بڑا ہے اور جب اس کو لپیٹ کر سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور وہ گرمیٔ آفتاب سے آگ بن جائے گا تو وہ بہت زیادہ بھر جائے گا۔

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ اور جب جانوں کے جوڑ بنیں ۝

(التکویر: ۷)

یعنی قیامت کے عقیدہ و عمل کے مطابق لوگوں کی گروہ بندی کر دی جائے گی۔ حضرت حسن سے اس کی تفسیر میں یہ قول منقول ہے:

أن تلحق كل شيعة شيعتها. ہر گروہ کو اپنے گروہ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

یہود کو یہود کے ساتھ اور نصاریٰ کو نصاریٰ کے ساتھ اور مجوس کو مجوس کے ساتھ لاحق اور منسلک کر دیا جائے گا اور اسی طرح ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس چیز کی عبادت اور پرستش کرتا تھا اس کو اسی کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ مثلاً کسی کو پتھروں کے بت کے ساتھ، کسی کو گائے کے ساتھ، کسی کو آگ، کسی کو پہاڑ، کسی کو سانپ، چوہے، پیپل وغیرہ جو جس کا دیوی، دیوتا اور معبود ہوگا، اس کے پجاریوں کو باہم ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ منافق کو منافقوں کے ساتھ اور ایمان والوں کو ایمان والوں کے ساتھ یعنی

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ:

روحوں کو ان کے اجسام کے ساتھ ملا دیا جائے گا یعنی جانیں اپنے بدنوں میں لوٹا دی جائیں گی۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ ہر گمراہ ہونے اور بھٹکنے والے شخص کو اس کے گمراہ کرنے والے گروہ خواہ وہ شیطان ہو خواہ انسان، کے ساتھ نتھی کر دیا جائے گا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ مؤمنوں کو حوروں کے ساتھ اور کافروں کو شیطانوں کے سنگ ملا دیا جائے گا۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے ۝

(التکویر: ۸)

یعنی اس بچی سے جو زندہ دفن کی گئی ہو جیسا کہ دورِ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دورِ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی دو وجوہات ہوتی تھیں:

(۱) پہلی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بے شک ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر کے یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے اللہ کی بیٹیوں کو اللہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔

(۲) اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ محتاجی اور غربت و افلاس کے خوف اور ڈر سے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

اور لڑکی سے یہ سوال دراصل اس کے قاتل کو توبیخ کے لیے ہے جیسا کہ محاورہ ہے کہ جب کسی بے گناہ بچے کو کسی نے مارا ہو تو اس بچے کو ڈانٹتے ہوئے پوچھا جاتا ہے: تجھے تیرے کس قصور اور گناہ پر مارا گیا ہے؟ مقصود اس سے مارنے والے کو سنانا اور اس کو توبیخ کرنا ہوا کرتا ہے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس لڑکی کے قاتل کو توبیخ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے کیونکہ وہ بغیر کسی گناہ کے ماری گئی اور بعض نے اس کو معروف صیغہ کے ساتھ پڑھا یعنی ''وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ'' (التکویر:۸) اس قرأت کے مطابق معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ لڑکی اپنے باپ کا دامن پکڑے گی اور اس سے سوال کرے گی اور کہے گی کہ بتا تو نے مجھے کس گناہ کی پاداش میں قتل اور ہلاک کیا تھا؟

اور ایک قول یہ ہے کہ ''سئلت'' کا معنیٰ ہے کہ اس لڑکی کے بارے میں سوال ہوگا اور اس کی مثال اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۴) — بے شک عہد سے سوال ہونا ہے ۝

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ (التکویر:۱۰) — اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں (یعنی حساب کے لیے) ۝

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ (التکویر:۱۱) — اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے ۝

کہا گیا کہ اس کا معنیٰ لپیٹنا اور تہ لگانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ (الانبیاء:۱۰۴) — جس دن ہم آسمانوں کو لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے (جو کاتب اعمال ہے، آدمی کے موت کے وقت اس کے)۔

یعنی آسمانوں کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح صحیفہ کو لپیٹا جاتا ہے۔ صحیفہ میں جو کچھ ہے اس پر اس کو تہ کر دیا اور لپیٹ دیا جاتا ہے، اس وقت ''للکتب'' میں ''لام'' بمعنیٰ ''علی'' ہوگا۔

محاورہ میں بولا جاتا ہے: ''کشطت السقف'' أی قلعته چھت اُکھاڑنا، معنیٰ یہ بنے گا کہ آسمان کو اُکھاڑ کر لپیٹ دیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

''الکشط'' اور ''القشط'' دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے اور وہ ہے اُکھاڑنا۔

اور ایک قول ہے کہ ''السجل'' نبی مکرم ﷺ کے کاتب کا نام ہے حالانکہ صحابہ میں اس نام کا کوئی صحابی معروف نہیں ہے جس کا نام ''السجل'' سنا گیا ہو۔

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ (التکویر:۱۲) — اور جب جہنم بھڑکایا جائے (دشمنانِ خدا کے لیے) ۝

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ (التکویر:۱۳) — اور جب جنت (اللہ کے پیاروں کے) قریب لائی جائے ۝

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ (التکویر:۱۴) — ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو (نیکی یا بدی) حاضر لائی ۝

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝ (الانفطار:۵) — ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے ۝

| | |
|---|---|
| يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ (القیامۃ:۱۳) | اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا (جو اس نے کیا ہے)O |

# ۲۹-قیامت کے ناموں کا بیان

ہر عظیم چیز متعدد صفات کی حامل ہوتی ہے اور اس کے اسماء اور نام بھی کثیر ہوتے ہیں کیونکہ صفات کا تعدد اور ناموں کی کثرت کسی ذات کی عظمت پر دال ہوتی ہے اور یہ بات کسی ایک چیز کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جمیع کلام عرب میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً

ایک تلوار ہی کو لے لیجئے چونکہ ان کے نزدیک اس کی بڑی عظمت اور اہمیت تھی اور اس کا استعمال بھی بکثرت ہوتا اور پھر یہ کثیر الفوائد چیز ہے۔ چنانچہ تلوار کے لیے عربوں نے پانچ سو نام وضع کیے ہیں اس کی اور بھی کئی نظائر ہیں تو اسی طرح قیامت کا دن بھی چونکہ ایک بڑی اہمیت کا حامل ہے اور یہ دن ایک غیر معمولی نوعیت کا ہے سخت ہولناک دن ہے بڑے بڑے امور اور واقعات اس دن میں رونما ہوں گے اس لیے اس دن کی عظمت و اہمیت غیر معمولی حیثیت کو اُجاگر کرنے کے لیے قرآن مجید نے قیامت کے متعدد اسماء اور بے شمار ناموں اور اس کے بکثرت اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے اب ہم قیامت کے ناموں کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن مجید میں آئے ہیں:

(۱) یوم الانشقاق. (۲) یوم الانفطار. (۳) یوم التکویر. (۴) یوم الانکدار.

(۵) یوم الانتشار. (۶) یوم التسییر. (۷) یوم التعطیل.

اللہ کا ارشاد ہے:

"وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا" (الطور:۱۰) اور فرمایا کہ "وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ" (التکویر:۳)۔

(۸) یوم التسجیر. (۹) یوم التفجیر. (۱۰) یوم الکشط والطی. (۱۱) یوم المد.

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ (الانشقاق:۳)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نام ہیں اور اس یوم (دن) سے مراد ایک موعود ساعت ہے چونکہ اس یوم اور اس ساعت موعود میں بہت بڑا معاملہ ہونے والا ہے اس لیے اس کی عظمت کے پیش نظر اکثر لوگ رسول اللہ ﷺ سے اس (قیامت) کے بارے میں سوال کرتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

| | |
|---|---|
| يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً. (الاعراف:۱۸۷) | تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر نہ آئے گی مگر اچانک۔ |

نوٹ: حدیث جبریل میں ہے (حضرت جبریل علیہ السلام نے) کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتلایئے!

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا: پھر مجھے قیامت کی علامات بتلائیے۔ چنانچہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے قیامت کی دو علامتیں بیان فرمائیں۔ باندیوں سے آقا کا پیدا ہونا اور چرواہوں کا امیر و کبیر ہو جانا اور دیگر احادیث میں اور بھی متعدد علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً یاجوج ماجوج اور دابة الارض کا خروج اور حضرت عیسیٰ اور امام مہدی کا ظہور، عورتوں کا عریاں لباس پہننا، نااہل لوگوں کا منصبِ حکومت پر فائز ہونا، ان کے علاوہ حضور ﷺ نے مہینہ اور تاریخ بھی بتلائی کہ محرم کا مہینہ اور دس تاریخ ہوگی، دن بھی بتلا دیا کہ جمعہ کا دن ہوگا صرف سن نہیں بتایا کیونکہ اگر سن بھی بتلا دیتے تو آج ایک بچہ بھی حساب لگا کر جان لیتا کہ اب قیامت آنے میں کتنے سال رہ گئے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۔ (الاعراف:۱۸۷) تم پر قیامت اچانک آئے گی۔

اگر حضور ﷺ وقوع قیامت کا سن بھی بتلا دیتے تو قیامت کا دن آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا حالانکہ حضور ﷺ قرآن کے مکذب نہیں مصدق بن کر تشریف لائے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

ان مذکورہ بالا تین سورتوں میں قیامت کے گیارہ ناموں کے علاوہ اور بھی بہ کثرت نام قرآن مجید میں آئے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام ایام (ہفتہ) کو ان کی ہیئت اور شکل پر پیدا اور ظاہر فرمائے گا۔ چنانچہ یوم الجمعہ اللہ تعالیٰ کے حضور روشن اور نورانی شکل میں کھڑا ہوگا تو مخلوقِ خدا اس کو پہچان لے گی کہ یہ جمعہ کا دن ہے اور قیامت کا ایک دن تمام دنوں پر مشتمل ہوگا، اس دن حالات مختلف ہوں گے۔

اور ہر حال کو جدا دن کا نام دیا گیا ہے۔ مثلاً کہا گیا:

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۔ صور پھونکے جانے والا دن۔

(الانعام:۷۳، طٰہٰ:۱۰۲)

اور پھر فرمایا:

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ (القارعۃ:۴) جس دن آدمی منتشر پتنگوں اور پروانوں کی طرح بکھرے پڑے ہوں گے ۝

پھر فرمایا:

يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۔ (النبأ:۴۰) جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔

یہ ایک جدا اور مختلف صورتِ حال ہے۔ پھر فرمایا:

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ ۔ (الحاقۃ:۱۸) اس دن تم سب (اللہ تعالیٰ کے روبرو حساب کے لیے) پیش ہو گے۔

پھر فرمایا:

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ　اس دن لوگ (موقفِ حساب سے) اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر۔ (الزلزال:۶)

(کوئی دائیں طرف سے ہو کر جنت کی طرف جائے گا اور کوئی بائیں جانب سے دوزخ کو جائے گا)۔ قیامت کا دن ایک طویل دن ہوگا جس میں یہ مختلف احوال ہو گزریں گے۔ ان میں سے ہر حال کا وقت ایسے ہوگا جیسے وہ نیا دن ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک میں یوم کو مکرر لایا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ ثُمَّ مَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ (الانفطار:۱۷-۱۸)　اور تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن O پھر تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن O

کیونکہ وہ دن اور اس کے مابعد ایک ہی دن ہے اور وہ عظیم دن ان تمام ایام کو متضمن ہے اور ان سب نو دنوں پر مشتمل ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ہے۔

اور مخلوق کے لیے بہت سے دن ہیں اور اس ایک یوم میں تمام ایام کی پہچان ہوگی کیونکہ یہ لیل ونہار اور دن، رات والا نظام وہاں ختم ہو جاتا ہے وہاں تو دن ہی دن ہے۔ یہ حکیم ترمذی کا قول تھا یہاں تک کہ ہم نے قیامت کے جن اسماء کا ذکر کیا ہے، ان ناموں کو کسی شاعر نے اپنے انداز اور طرز پر اشعار کا جامہ پہنایا۔ لہٰذا نثر کے بعد اب وہی بات شعروں کی صورت میں ملاحظہ کیجئے گا۔ (شاعر نے) عرض کیا:

(۱) مثل لنفسک أیها المغرور　یوم القیامة والسماء تمور
(۲) اذ کورت شمس النهار ودنیت　حتی علی رأس العباد تسیر
(۳) واذا النجوم تساقطت وتناثرت　وتبدلت بعد الضیاء کدور
(۴) واذا البحار تفجرت من خوفها　ورأیتها مثل الجحیم تفور
(۵) واذا الجبال تقلعت بأصولها　فرأیتها مثل السحاب تسیر
(۶) واذا العشار تعطلت وتخربت　خلت الدیار فما بها معمور
(۷) واذا الوحوش لدی القیامة أحشرت　وتقول للأملاک أین نسیر
(۸) واذا تقاة المسلمین تزوجت　من حور عین زانهن شعور
(۹) واذا المؤدة سئلت عن شأنها　وبأی ذنب قتلها میسور
(۱۰) واذا الجلیل طوی السما بیمینه　طی السجل کتابه المنشور
(۱۱) واذا الصحائف عند ذاک تساقطت　تبدی لنا یوم القصاص أمور
(۱۲) واذا الصحائف نشرت فتطایرت　وتهتکت للمؤمنین ستور
(۱۳) واذا السماء تکشطت عن أهلها　ورأیت أفلاک السماء تدور
(۱۴) واذا الجحیم تسعرت نیرانها　فلها علی أهل الذنوب زفیر
(۱۵) واذا الجنان تزخرفت و تطیبت　لفتی علی طول البلاء صبور

(۱۶) واذا الجنین بامہ متعلق یخشی القصاص وقلبہ مذعور

(۱۷) ھذا بلا ذنب یخاف جنایۃ کیف المصر علی الذنوب دھور

(۱) ''اے مغرور (دھوکے میں پڑے ہوئے) شخص! تو تصور کر کہ قیامت کا دن ہے اور آسمان اڑے پھر رہے ہیں''۔

(۲) ''اور سورج کی روشنی کو ختم کر دیا اور سمیٹ لیا گیا ہے اور وہ قریب آ گیا ہے یہاں تک کہ لوگوں کے سر پر چل رہا ہے''۔

(۳) ''اور ستارے پے در پے گر گر کر بکھر گئے ہیں اور وہ روشنی کے بعد بے نوری کی صفت سے بدل چکے ہیں''۔

(۴) ''اور سمندر خوفِ قیامت سے بہ چلے ہیں اور تو دیکھے گا کہ وہ دوزخ کی طرح بھڑک اٹھے ہیں''۔

(۵) ''اور پہاڑ جڑ سے اکھڑ گئے ہیں اور تو ان کو بادل کی طرح چلتا ہوا دیکھے گا''۔

(۶) ''اور دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھوٹی پھر رہی ہیں اور خراب ہو رہی ہیں' شہروں کے شہر خالی ہو گئے اور ان میں سے کوئی آباد نہیں' سب ویرانے میں بدل چکے ہیں''۔

(۷) ''قیامت کے قریب وحشی اور جنگلی جانوروں کو جمع کر دیا جائے گا اور اپنے مالک سے پوچھیں گے: ہم کو کہاں چلنا ہے؟''

(۸) ''قیامت کا دن ہے اور پرہیز گار مسلمانوں نے گورے رنگ کی موٹی موٹی آنکھوں والی خوبصورت حورانِ بہشت سے شادی کر لی ہے''۔

(۹) ''اور قیامت قائم ہے اور زندہ دبائی جانے والی لڑکی سے پوچھا جا رہا ہے: اس کا قتل کس گناہ کی پاداش میں ارزاں سمجھ لیا گیا تھا؟''

(۱۰) ''جب بزرگ و برتر خدا نے آسمان کو اپنے بے کیف دست راست میں اس طرح لپیٹ لیا ہے جس طرح سجل فرشتہ نے اپنے کھلے ہوئے دفتر اور رجسٹر کو لپیٹ کر تہ کر لیا ہے''۔

(۱۱) ''اور یاد کرو وہ ساعت جس میں اعمال نامے ہاتھوں میں آ کر گریں گے (کسی کے دائیں میں اور کسی کے بائیں میں) اور ''یوم القصاص'' (روزِ قیامت) ہمارے لیے بہت سارے امور کو ظاہر کر دے گا''۔

(۱۲) ''جب اعمال نامے کھول کر پھیلا دیے جائیں گے اور اڑ کر لوگوں کے گلے میں پڑ جائیں گے اور مؤمنین کے لیے پردے اور حجابات دور کر دیئے جائیں گے''۔

(۱۳) ''آسمان اپنے اہل سے اپنے پردوں کو ہٹا دے گا اور تو دیکھے گا کہ افلاک کی چکّی کی طرح چکرا رہے ہیں''۔

(۱۴) ''جب جحیم (دوزخ کا ایک طبقہ) نے اپنی آگ کو بھڑکا دینا شروع کر دیا ہے اور وہ گنہگاروں

(کافروں) پر چنگاڑ رہی ہے''۔

(۱۵) ''اور یاد کر وہ دن جس میں جنتوں کو مزین اور آراستہ کر دیا جائے گا اور یہ جنتیں کسی بھی ایسے نوجوان کے لیے ہیں جو مدت دراز تک مصیبتوں پر بڑا ہی صبر کرنے والا تھا''۔

(۱۶) ''اور یاد کر وہ دن جس میں بچہ شکم بھی اپنی ماں کے دامن سے چمٹا ہوا ہوگا اور اس کا دل بدلے اور قصاص کے ڈر سے سہا ہوا ہوگا''۔

(۱۷) ''اور یہ بچہ جو بے گناہ ہے جب وہ جرم (کی سزا) سے خوف زدہ ہے تو اس شخص کے خوف و ہراس کی کیا کیفیت ہوگی جو زندگی بھر گناہوں پر مصر رہا ہو اور اس نے توبہ نہ کی''۔

## ۳۰-قیامت کے مزید ناموں کا بیان

(۱) ''الساعة'': اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ (الروم:۵۵)

اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائیں گے کہ نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (الروم:۱۲)

اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرموں کی آس ٹوٹ جائے گی ۝

اور فرمایا:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ (الروم:۱۴)

اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن (کافر اور مؤمن ہمیشہ کے لیے) الگ ہو جائیں گے (اور پھر کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے ۝

اور ارشاد ہوتا ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۛ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (المؤمن:۴۶)

اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو ۝

اور قیامت کے معنیٰ میں لفظ ''ساعت'' کا ذکر قرآن مجید میں بہ کثرت آتا ہے۔

### لفظ ''ساعة'' کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغت عرب میں لفظ ''ساعت'' سے غیر محدود زمانہ اور غیر معین وقت کی ایک جزء کو تعبیر کیا جاتا ہے اور عرف میں دن اور رات (جو زمانوں کی اصل ہیں) کے چوبیس (۲۴) اجزاء میں سے ایک جزء کا نام ساعت (گھنٹہ) ہے۔

جب اہلِ عرب یہ کہتے ہیں: ''أفعل كذا الساعة'' اور اسی طرح ''أنا الساعة في أمر كذا'' تو اس سے

مراد ''حال'' اور موجود وقت ہوا کرتا ہے یعنی ''الساعة'' جس پر الف لام داخل ہے تو اس کا استعمال حاضر اور موجود وقت کے لیے ہوتا ہے اس کو لفظ ''الان'' کے ساتھ بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

اور قیامت کو ساعت سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قریب ہے کیونکہ ''کل آت قریب'' یعنی ہر آ کر رہنے والی چیز کو قریب ہی خیال کرنا چاہیے اور ایک قول یہ ہے کہ تمام بڑے بڑے ایسے امور کہ جو زہرہ گداز اور کمر توڑ ہوں گے اور ان سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے' جھٹ پٹ واقع ہوں گے' اس لیے اس کا نام ساعت رکھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت کا نام ساعت اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ اچانک ایک گھڑی میں آئے گی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ قیامت کا نام ساعت اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان کو امر فرمائے گا کہ وہ آبِ حیات کا مینہ برسائے حتیٰ کہ جب زندگی بخش پانی کی بارش برسے گی تو بحر و بر میں جہاں کہیں مردہ اجسام پڑے ہوں گے وہ اپنے مدافن اور قبور میں نشوونما پا کر شاداب اور متحرک ہونے لگیں گے اور آبِ حیات کے ترشح سے ان میں تحرک پیدا ہوگا۔ تاہم ہنوز ان میں جان نہیں پڑی ہوگی' پھر روحوں کو بلایا جائے گا' مؤمنوں کی روحیں نور سے چمک دَمک رہی ہوں گی اور کافروں کی ارواح پر ظلمت و تاریکی کے کالے سیاہ گھٹاٹوپ پردے پڑے ہوئے ہوں گے تو ان سب روحوں کو بلا کر ''صُورِ'' (اسرافیل) میں ڈال دیا جائے گا' پھر حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا امر ہوگا' جب وہ اس میں پھونک ماریں گے تو ساری روحیں صور سے نکلیں گی اور ہر روح اپنے اپنے جسم سے جا ملے گی اور چونکہ روحیں ایک لمحہ سے بھی زیادہ جلدی میں اپنے بدنوں کی طرف پہنچ جائیں گی اس لیے اس وقت کا نام ''ساعت'' رکھا گیا ہے۔

## قیامت کو ساعت کہنے کی ایک اور وجہ تسمیہ اور اس میں تسامح کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ قیامت کو ساعت کے نام سے اس لیے موسوم کیا ہے کہ اس میں روحیں اپنے بدنوں کی طرف سرعت کے ساتھ سعی کریں گی اور دوڑیں گی اور ''سعی'' سے اسم فاعل ''سائع'' ہوتا ہے اور اس کی جمع ''ساعة'' آتی ہے جیسے ''بائع و باعة'' اور ''ضائع و ضاعة'' اور ''کائل و کالة'' کے صیغے ہیں' قیامت کا وصف ساعت اس لیے لائے کہ اس میں سرعت اور تیزی کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اور قیامت کے تمام امور اتنی جلدی اور سرعت سے واقع ہو جائیں گے جیسے آنکھ جھپکنے میں دیر لگتی ہے اور سائق کا معاملہ تو چشم زدن سے بھی زیادہ کم وقت میں واقع ہوگا۔

نوٹ: ''سعی'' سے اسم فاعل ''سائع'' نہیں بلکہ ''داع'' کی طرح ''ساع'' آتا ہے جو اصل میں ''ساعی'' ہوتا ہے اور اس کی جمع ''ساعة'' نہیں بلکہ ''سعاة'' آتی ہے جیسے ''داع'' کی جمع ''دعاة'' اور ''قاض'' کی جمع ''قضاة'' وغیرہ آتی ہے۔ (مترجم)

حافظ ابونعیم نے اپنی سند سے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: جب قیامت قائم ہوگی سنگ و حجر مثلِ زناں گریہ زن ہوں گے اور ہڈیاں تک لہو روئیں گی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۶۳)

(۱۳) منجملہ اسمائے یومِ آخرت کا ایک نام قیامت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ ۙ روزِ قیامت کی قسم ذکر فرماتا ہوں ○

(القیامۃ:۱)

''قیامة'' عربی میں ''قام یقوم'' کا مصدر ہے اور اس کے آخر میں اہلِ عرب کے طریق کے مطابق تائے مبالغہ داخل ہے۔

قیامت کو قیامت کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وجہ تسمیہ میں چار مختلف اقوال ہیں:

(۱) پہلا قول یہ ہے کہ تمام امور اس میں قائم ہوں گے اور پائے جائیں گے (لوجود هذه الأمور فيها) یعنی حشر ونشر' حساب و کتاب' جنت و دوزخ کا فیصلہ وغیرہ سب اس دن قائم ہوں گے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو قیامت اس لیے کہا گیا ہے کہ مخلوق اپنی قبروں سے اس کی طرف اُٹھ کر آئے گی اور قائم اور کھڑی ہوگی۔

قرآن مجید میں ہے:

یَوۡمَ یَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا. (المعارج:۴۳) جس دن قبروں سے (محشر کی طرف) نکلیں گے جھپٹتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ قیامت کو قیامت اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں تمام لوگ اللہ رب العالمین کے دربار میں حساب کے لیے کھڑے ہوں گے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس دن لوگ پروردگارِ عالم کے حضور کھڑے ہوں گے' اور فرمایا: جس دن تم میں ایک شخص اپنے کانوں کے نصف تک پسینہ میں ڈوبا ہوا کھڑا ہوگا۔

(صحیح بخاری ج۱۱ص۳۹۲' صحیح مسلم ج۱۷ص۱۹۵' ترمذی رقم الحدیث:۳۳۳۵' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۲۷۸)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

يقومون مائة سنة. پوری صدی لوگ کھڑے رہیں گے۔

اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

يقومون ثلاثمائة سنة. (قیامت کے دن لوگ) تین سو سال تک کھڑے رہیں گے۔

(۴) قیامت کو قیامت کہنے کی چوتھی وجہ یہ بیان ہوتی ہے کہ اس دن حضرت روح الامین اور دوسرے فرشتے صف بندی کر کے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَوۡمَ یَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَ الۡمَلٰٓئِکَةُ صَفًّا ؕ. (النبأ:۳۸) جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرا باندھے۔

## قیامتِ صغریٰ اور قیامتِ کبریٰ کا بیان

ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اس کی جان نکل جاتی ہے اور اپنے اہل وعیال سے جدائی کے بعد اس کے اچھے یا برے کاموں کے لیے اس کی سعی وکاوش اور بھاگ دوڑ کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے تو اس شخص کی قیامت قائم ہوگئی مگر یہ قیامتِ صغریٰ ہے جو صرف اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور قیامتِ کبریٰ وہ ہے جو تمام لوگوں پر آئے گی اور سب کو یکبارگی اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور قیامتِ صغریٰ (یعنی یہ کہ ہر شخص کی موت اس کے حق میں قیامت ہوتی ہے) پر دلیل یہ ہے کہ جب بادیہ نشین بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتے تو پوچھتے کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ ان میں سے کسی کم عمر کی طرف دیکھ کر فرماتے: اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے تمہاری قیامت آجائے گی (یعنی تمہاری موت (قیامتِ صغریٰ) آجائے گی)۔ (صحیح بخاری ج۱۱ص۳۶۱، صحیح مسلم ج۱۸ص۹۰، بغوی ج۱۵ص۹۹)

قیامتِ صغریٰ پر ایک شاعر کہتا ہے

خرجت من الدنيا وقامت قيامتي غداة أقيل الحاملون جنازتي

''کل جب میں اس دنیا سے سفر کر جاؤں گا اور لوگ میرا جنازہ اُٹھائیں گے تو میری تو قیامت قائم ہوگئی''۔

وعجل أهلي حفر قبري و صيروا خروجي و تعجيلي اليه كرامتي

''میرے گھر والے میرے دنیا سے کوچ کرنے پر صبر سے کام لیں اور جلد میرے کفن دفن کا بندوبست کریں کہ اسی میں میری عزت ہے''۔

كأنهم لم يعرفوا قط سيرتي غداة أتى يومي علي وساعتي

''گویا انہوں نے کبھی میری سیرت کو نہیں جانا کل مجھ پر میرا مقرر دن اور میری قیامت آجائے گی تو سمجھیں گے''۔

(۱۴) قیامت کا چودھواں نام ''یوم النفخه'' ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِ ۔ (الانعام:۷۳) جس دن صور پھونکا جائے گا۔

(۱۵) ''یوم الزلزله و یوم الراجفه'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ (النّٰزعٰت:۶-۷) جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی ۝ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ۝

(۱۶) ''یوم الناقور'': اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ (المدثر:۸) پھر جب صور پھونکا جائے گا ۝

(۱۷) ''القارعة'': قیامت کا نام قارعہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کی ہول اور ہیبت سے دل دہل جائیں گے۔

زمانہ مصائب اور شدائد کو ''قوارع الدهر'' کہا جاتا ہے۔

عرب کی ایک شاعرہ خنساء جس کے بقول زمانہ اپنے تمام چھوٹے بڑے مصائب و بلیات اور شدائد و آفات کے ساتھ مسلح اور لیس ہو کر اس پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ہجوم کر آتا ہے' وہ اپنے کرب والم کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہے:

تعرفني الدهر نهشا و حزًا  وأوجعني الدهر قرعًا و غمزًا

''زمانے نے مجھے ہر چھوٹی بڑی مصیبت سے پرکھ دیکھا اور گھٹیا الزامات اور زبان درازی کے نشتر اور طعن و تشنیع کے تیر چلا کر بھی دیکھ لیا ہے''۔

(۱۸) ''یوم البعث'': ''بعث'' کا معنیٰ اصل میں اُکسانا اور اُبھارنا ہوتا ہے' تحریک پیدا کرنا' دوبارہ زندہ کرنا' نیند سے جگانا اور یوم البعث کا معنیٰ ہے دوبارہ اُٹھنے کا دن۔

عنترہ کا شعر ہے ۔

وعصابة شم الأنوف بعثتم  ليلًا وقد مال الكرا بطلاها

''اور اونچی ناک والے جوانوں کی بہت سی جماعتوں کو میں نے رات کے وقت مہم جوئی کے لیے بھیجا حالانکہ ان کے ہیرو اور سپہ سالار پر اونگھ غالب ہو رہی تھی''۔

امرؤ القیس کہتا ہے ۔

وفتيان صدق قد بعثت بسحرة  فقاموا جميعًا بين غات و نسوان

''اور میں نے بہت سے سچے مخلص نو جوانوں کو صبح سویرے بھیجا اور وہ سب جا کر مقام غات اور نسوان کے درمیان اپنی پوزیشنیں لے کر کھڑے ہو گئے''۔

الحمد للہ! ''بعث'' کے معنیٰ اور اس کی صفت و کیفیت کے متعلق ہم اس سے پہلے گفتگو کر چکے ہیں۔

(۱۹) ''یوم النشور'': ''نشور'' کا معنیٰ ہے زندہ کرنا' جب کہا جائے: ''انشر الله الموتى فنشروا أى أحياهم الله فحيوا'' تو اس کا معنیٰ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا تو وہ زندہ ہو گئے۔

اور اس معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا. (البقرہ:۲۵۹) اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اُٹھان دیتے ہیں۔

''انشار'' کا معنیٰ ہے: مردے کی ہڈیوں کو ترکیب دے کر اس کو زندہ کرنا' جگہ سے اُٹھانا اور نشور کبھی تفریق کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے' اسی سے یہ محاورہ ہے: ''أمرهم نشر'' ''ان کا شیرازہ بکھر چکا ہے''۔

(۲۰) ''یوم الخروج'': اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا. (المعارج:۴۳) اس دن نکلیں گے (اپنی) قبروں سے جلدی جلدی۔

پہلا خروج اور نکلنا قبروں سے اور دوسرا خروج اور نکلنا جو مؤمنین گناہگاروں کے لیے خاص ہے' دوزخ سے

ہوگا اور اس کے بعد کوئی دخول اور خروج نہیں ہوگا' جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

(۲۱) ''یوم الحشر'': حشر کا معنیٰ جمع کرنا ہے اور کبھی یہ جمع اور اکٹھے ہونا بادلِ نخواستہ ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ (الشعراء:۵۳)

اب فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے (یعنی جادوگران کو زبردستی جمع کر رہے تھے)۝

(۲۲) ''یوم العرض'': (پیشی کا دن) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ (الحاقۃ:۱۸)

اس دن سب پیش ہوں گے کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۝

اور فرمایا:

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۔ (الکہف:۴۸)

اور سب تمہارے رب کے پاس قطار در قطار پیش ہوں گے۔

کسی چیز کا حال معلوم کرنے کے لیے اس کا حقیقی ادراک پانچ حواس میں سے کسی ایک حاسّہ (قوت حس) کے ذریعے ہوسکتا ہے اور اس میں کمال درجہ کا علم کان سے سن کر یا آنکھ سے دیکھ کر ہوتا ہے' اس لیے قیامت کے دن مخلوق جب تک اللہ چاہے گا برابر کھڑی رہے گی (تا کہ مشاہدہ کر سکے) اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل میں بذریعہ الہام یہ بات ڈال دی جائے گی یا خود ہی ان کو خیال آئے گا کہ جس طرح دنیا میں ہم سفارش ڈھونڈا کرتے تھے آؤ اسی طرح یہاں بھی کوئی سفارش کرنے والا ڈھونڈتے ہیں اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں اور حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے (اور پھر کرتے کرتے حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں پہنچ جائیں گے)۔

## قیامت کے دن پیشی کی کیفیت کا بیان

ابن عربی فرماتے ہیں:

حساب کے لیے پیشی کی کیفیت کے بارے میں بہت ساری احادیث آئی ہیں' ان میں سے نو (۹) مختلف اوقات میں (حساب کے لیے اللہ رب العزت کے حضور) پیش ہونے کی کیفیت کو بیان کرنے والی نو (۹) احادیث زیادہ معتبر اور قابلِ اعتماد ملتی ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

## (پہلی) مشہور صحیح حدیث کا بیان

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' پھر آپ ﷺ

نے فرمایا: جب سورج نصف النہار پر ہو اور مطلع بھی صاف ہو' ابر آلود نہ ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے اور جب چودھویں کی رات کو ماہِ کامل آسمان پر جلوہ آراء ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو' اسی ''کیفیت'' کے ساتھ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرلو گے۔ قیامت کے روز ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کیا کرتا تھا' اس اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے سب جہنم میں جا کر گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی بچ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ لوگ اہلِ کتاب میں سے بھی باقی رہیں گے' پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا: تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ''ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے'' ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو' اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی بیٹا ہے' اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اے رب! ہم پیاسے ہیں' ہم کو پانی پلا دے' پھر ان کی طرف اشارہ کر کے فرشتوں کو بلایا جائے گا تا کہ ان سب کو جمع کر کے جہنم رسید کر دیا جائے اور جہنم کی آگ یوں معلوم ہو رہی ہوگی گویا ایک دوسرے کو جلا رہی ہے' پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا' پھر عیسائیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے' ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو' اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے' پھر ان سے کہا جائے گا: اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم بہت پیاسے ہیں' ہمیں پانی پلا دے۔ تب ان کی طرف اشارہ کر کے فرشتوں کو بلایا جائے گا تا کہ ان سب کو جہنم میں پھنکوا دیا جائے اور جہنم کی آگ یوں لگ رہی ہوگی جیسے اس کا بعض حصہ بعض کو کھا رہا ہے' پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا یہاں تک کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بدکار' پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی صورت بھیجے گا جس صورت کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی وجہ سے جانتے ہوں گے (کہ یہ ان کا رب نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے؟ ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جا چکا۔ مسلمان عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے اور ہم نے ان لوگوں کا کبھی ساتھ نہ دیا۔ اس صورت سے آواز آئے گی: میں تمہارا رب ہوں' مسلمان کہیں گے: ہم تجھ سے اللہ پاک کی پناہ میں آتے ہیں۔ ہم اللہ پاک کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ مسلمان یہ الفاظ دو یا تین بار دہرائیں گے' یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگانے لگیں گے' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو؟ مسلمان کہیں گے: ''ہاں'' پھر اللہ اپنی پنڈلی منکشف فرمائے گا۔ اس منظر کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی خوشی کے لیے سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور جو شخص بھی کسی دنیاوی خوف یا ریاکاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کی اجازت نہیں ملے گی۔ اس کی پشت ایک تختہ کی

طرح سپاٹ کردی جائے گی اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے گا تختہ کی طرح اپنی پیٹھ کے بل گر جائے گا۔

پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اُٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں انہوں نے اسے پہلے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں تمہارا رب ہوں'' مسلمان کہیں گے کہ ''تو ہمارا رب ہے'' پھر جہنم کے اوپر ''پل صراط'' بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی' اس وقت سب کہیں گے: ''اللھم سلم سلم'' اے اللہ! سلامت رکھ۔

یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے ۔۔۔ رب سلم کہنے والے غم زدہ کا ساتھ ہو

یہ طویل حدیث ہے' انشاء اللہ تعالیٰ پوری حدیث عنقریب آگے ذکر ہوگی۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۴۴' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۵-۲۷۶-۲۹۳-۳۵۴' ابن حبان ج ۹ ص ۲۳۴-۲۵۹' المستدرک ج ۴ ص ۵۸۲' حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۷۸)

نوٹ: قرآن کریم میں ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ. (القلم: ۴۲) ۔۔۔ جس دن (اللہ تعالیٰ) کی پنڈلی کھولی جائے گی۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے کہ پنڈلی کھولنا ایک استعارہ ہے جس کا مطلب ہے کہ میدانِ محشر میں مسلمانوں پر جو خوف اور دہشت طاری ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی سے زائل ہو جائے گا۔

دوسری حدیث: حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''من نوقش الحساب عذب'' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس سے حساب میں مناقشہ اور پوچھ گچھ ہوئی وہ تو مارا گیا۔

حضرت اُم المومنین فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ:

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيرًا ۔۔۔ عنقریب اس سے سہل حساب لیا جائے گا○

(الانشقاق: ۸)

قال لیس ذلک الحساب ذلک العرض. ۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو سرسری پیشی ہوگی حساب نہیں ہے۔

فمن نوقش ھلک. ۔۔۔ جس سے حساب ہوا اور سوال و جواب شروع ہو گیا اس کی خیر نہیں۔

(پوری حدیث آگے آ رہی ہے)۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۶' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۰۸' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۷۸' ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۴۷-۹۱-۱۲۷' ابن حبان ۹-۲۳۱' بغوی ج ۱۵ ص ۱۳۱)

تیسری حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کی تین مرتبہ پیشی ہوگی۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۷' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۴' تفسیر طبری ج ۲۹ ص ۳۸)

چوتھی حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن

آدمی کو اس طرح (حساب کے لیے) پیش کیا جائے گا جیسے وہ بچہ بز ہو۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۹۸۴، الہیثمی ج ۱۰ ص ۲۲۱، کاشف ج ا ص ۷۸)

پانچویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں نے تجھے سننے اور دیکھنے کو کان اور آنکھیں نہ دیئے تھے؟ کیا میں نے تجھے مال اور اولاد نہ دیئے؟ کیا میں نے تیرے لیے جانور اور کھیتیاں مسخر نہ کیں؟ کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سردار بنایا گیا (اور تو نے لوگوں سے چودھری بننے کے لیے چہار دھڑی مال لینا شروع کر دیا اور مربع بنانے شروع کر دیئے؟) کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ کہے گا: نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں تجھے اسی طرح چھوڑتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلایا تھا۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۸)

یہ حدیث صحیح ہے۔ مسلم اور ترمذی نے اس کو اس سے طویل روایت کیا ہے۔

چھٹی حدیث: صحاح کے طرق سے ثابت ہے بے شک نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے بے کیف ہاتھوں کو بندے (کے کندھے) پر رکھ کر اس سے فرمائے گا: میرے بندے! فلاں فلاں دن فلاں وقت جو تو نے فلاں فلاں کام کیے تھے ان کو یاد کر، پھر مسلسل اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرمائے گا حتیٰ کہ بندہ دیکھے گا کہ اب میں مارا گیا، پھر اللہ کریم بندے سے فرمائے گا: میرے بندے! میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور میں آج تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری ج ۵ ص ۹۶، صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۸۶، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۵، السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۶۰۴، البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث: ۳۳، شریعہ رقم الحدیث: ۲۶۸، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۶)

ساتویں حدیث: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قطعی طور پر معلوم ہے کہ سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل ہوگا اور سب سے اخیر میں دوزخ سے کون نکلے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک ایسا شخص ہوگا جس کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ کریم فرشتوں سے فرمائے گا: اس بندے کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہ ابھی اُٹھا رکھو۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۷، ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۶، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۷، صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۲۶۱-۲۴۳، السنن الکبریٰ للامام البیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۰، شرح السنۃ ج ۱۵ ص ۱۹۲)

چنانچہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا۔ وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور کہے گا کہ ہاں! میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار کی سکت نہیں پاتا اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ان کا حساب نہ شروع ہو جائے۔ اس شخص کو کہا جائے گا: جا تجھے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جاتی ہے، وہ شخص عرض کرے گا: میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کیے تھے جن کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا

کہ یہ فرما کر حضور ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ (صحیح مسلم: کتاب الایمان)

آٹھویں حدیث: حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار آدمی جہنم سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے' ان میں سے ایک شخص جہنم کی طرف دیکھ کر کہے گا: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اس دوزخ سے نکال ہی لیا ہے تو اب دوبارہ اس میں نہ ڈالنا چنانچہ اللہ کریم اس کو جہنم سے نجات دے دے گا۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی' پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے ابا جان! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوائیے' وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطاء نے ہی تو تم کو جنت سے نکالا تھا' میرا یہ مقام نہیں ہے (آگے حدیث شفاعت کا بیان ہے)۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۳' المستدرک ج ۴ ص ۵۸۸' بغوی ج ۱۵ ص ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ . اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے۔

(الاحقاف: ۲۰)

اور سابق حدیث مبارک میں آپ کا ارشاد: ''الا تردون فیحشرون الی جھنم کانھا سراب یحطم بعضھا بعضا'' سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ قاضی ابوبکر ابن عربی نے کہا: یہ وہ بات ہے جس سے اکثر ائمہ تفسیر بے خبر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیشی کے متعلق حدیث مبارک میں' میں نہیں جانتا سوائے اس کے جو سابق نص میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں تک کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو دنیا میں صرف اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بدکار۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

اللہ تعالیٰ ان کے سامنے جلوہ گر ہوگا۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تتبع اور تلاش سے کام لیا جائے تو اس باب میں مذکورہ طرز کی حسن اور صحیح احادیث نو (۹) سے کہیں زیادہ ہوں گی۔ چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت ابوبردہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک اپنے رب کے پاس کھڑا رہے گا جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے باز پُرس نہ ہو جائے۔

(۱) کہ اس نے اپنی زندگی کن کاموں میں گنوائی؟

(۲) اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟

(۳) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

(۴) اور اپنا جسم کس کام میں پرانا کیا؟ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۷، طبرانی الکبیر ج ۲۰ ص ۶۱، المجمع ج ۱۰ ص ۳۴۶، داری ج ۱ ص ۱۳۵، تاریخ ج ۱۱ ص ۴۴۱، السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۹۴۶)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو بلائے گا' جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا تو جیسے اس کے کام کے بارے اس سے پوچھا جائے گا ایسے ہی اس سے اس کے عہدہ اور منصب کے بارے بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ (تاریخ ج ۸ ص ۹۹)

حضرت عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ براہِ راست کلام فرمائے گا' اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ترجمان کوئی نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۴۲۳، صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۱، ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۵، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵، مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۶، ابن حبان ج ۹ ص ۲۳۲، بغوی ج ۱۵ ص ۱۵۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا تو وہ عرض کریں گے: ''**لبیک وسعدیک یارب**'' ''اے میرے رب! میں حاضر ہوں''۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۱۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۲، ابن حبان ج ۸ ص ۱۳۶، بغوی ج ۱۵ ص ۱۴۰)

صحیح بخاری کی روایت کے علاوہ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں لوحِ محفوظ کو پیش کیا جائے گا' پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام' پھر حضرت جبریل علیہ السلام' پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک ایک کر کے باری باری بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں' عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میری اُمت میں سے ایک شخص کی بڑی پکار ہوگی' اس کے اعمال کے ننانوے (۹۹) دفتر کھول کر پھیلائے جائیں گے اور ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نگاہ جائے گی' پھر ارشاد ہوگا: انہیں پڑھ لے اور ان میں جو تیرے گناہ لکھے ہوئے ہیں ان میں سے تو کس کا منکر ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے خداوندگار! کسی امر کا منکر نہیں' ارشاد ہوگا کہ کیا کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں' پھر ارشاد ہوگا: کیا تیرے پاس اس میں کوئی نیکی بھی موجود ہے؟ وہ ڈرتے ہوئے عرض کرے گا: نہیں' تو ارشاد ہوگا: نہیں ہمارے پاس تیری نیکیاں بھی ہیں' تجھ پر آج کوئی ظلم نہ کیا جائے گا' پھر ایک چھوٹا سا رقعہ نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: ''**اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدًا عبدہ و رسولہ**'' وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! رقعہ اتنے بڑے رجسٹروں کے مقابلے میں کیا کرے گا؟ تو اللہ کریم ارشاد فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا' پھر وہ تمام رجسٹر اور دفاتر ایک پلڑے میں اور وہ رقعہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ دفتروں والا پلڑا ہلکا اور اکیلے رقعہ والا پلڑا بھاری نکلے گا۔

مذکورہ بالا یہ تمام حدیثیں قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں پیشی اور حاضری کے بارے میں تھیں اور اگر مزید تتبع اور تلاش سے کام لیا جائے تو مختلف مقامات اور مختلف اشخاص کے لحاظ سے یہ احادیث اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے دن بہت سے مرد یہ آرزو اور تمنا کریں گے کہ انہیں دوزخ میں

بھیج دیا جائے اور ان کی قباحتوں اور گندی حرکتوں کو اللہ کے دربار میں پیش نہ کیا جائے اور مخلوق کے سامنے ان کے غلیظ اور گھناؤنے کاموں کو ظاہر نہ کیا جائے۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ تذکرہ فرماتے ہیں:

اس باب کی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اپنی پنڈلی کھولنے کا ذکر آیا' اس کی وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث کے حوالہ سے بیان کریں گے۔

## روزِ قیامت کی مقدار

اس باب میں یہ گزرا کہ قیامت کے دن مخلوق حساب کے لیے پچاس ہزار سال کی مقدار ایک دن میں پورا دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑی رہے گی جیسا کہ سورۃ المعارج میں ہے۔

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ (المعارج:۴) — اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے ۝

اور حدیث پاک میں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن (قیامت) کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی' میں نے عرض کیا: وہ دن کس قدر طویل ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' مؤمن پر وہ دن کم کر دیا جائے گا حتیٰ کہ دنیا میں اس کو فرض نماز پڑھنے میں جتنا وقت لگتا تھا اس سے بھی کم وقت میں وہ دن گزر جائے گا۔

قاسم بن اَصبغ نے بھی اس کو روایت کیا ہے' اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

(۲۳) قیامت کا تیئیسواں نام ہے ''یوم الجمع'' جمع کا معنیٰ درحقیقت ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ ملانا ہے تا کہ وہ جوڑا بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ (التغابن:۹) — جس دن وہ تمہیں اکٹھا کرے گا سب (اولین و آخرین) کے جمع ہونے کے دن۔

اور فرمایا:

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ (النساء:۸۷' الانعام:۱۲) — وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک شبہ نہیں ہے۔

قرآن مجید میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

(۲۴) ''یوم التفرق'': چوبیسواں نام جدائی کا دن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي — اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن (کافر اور مؤمن) الگ ہو جائیں گے (اور پھر کبھی جمع نہ ہوں گے) ۝ تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بستانِ جنت میں ان کی خاطر داری ہوگی ۝ اور جو کافر ہوئے اور ہماری آیتیں اور

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ۝ (الروم:۱۴-۱۶) آخرت کا ملنا جھٹلایا (بعث اور حشر و نشر کے منکر ہوئے) وہ عذاب میں لا دھرے جائیں گے۝

اور اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے:

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۝ (الشوریٰ:۷) ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۝

(۲۵) ''یوم الصدع و الصدر'': اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۔ (الزلزال:۶) اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر۔

اور فرمایا: ''يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ۝''۔ (الروم:۴۳) اور اس کا معنیٰ بھی یہی ہے۔

یعنی دونوں اسموں کا معنیٰ ایک ہی ہے۔

(۲۶) ''یوم البعثرہ'': اس کا معنیٰ ہوتا ہے سامان کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنا اور چند مخلوط اور خلط ملط چیزوں کی پُن چھان کرنا تا کہ اچھی اور ردی چیزیں الگ الگ کر لی جائیں اور کھرا اور کھوٹا جدا جدا ہو جائے' اب معنیٰ یہ ہوا کہ قیامت کو ''یوم بعثرہ'' اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ ایک تو اجسام جو مٹی سے خلط ملط ہو گئے تھے نکال کر الگ فرمائے گا اور دوسرا یہ کہ کافروں کو مؤمنوں اور منافقوں سے پھر مؤمنوں کو منافقوں سے چھانٹ کر الگ فرما دے گا حتیٰ کہ کھرے اور کھوٹے لوگ الگ الگ ہو جائیں گے جیسا کہ حدیث صحیح میں آتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام اوّلین اور آخرین کو ایک ہموار میدان میں اکٹھا فرمائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۹۵' صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۶' تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۱۲۱)

اور مروی ہے کہ دوزخ سے ایک جانور نکلے گا اور وہ تمام کافروں کو اس طرح اُچک لے گا جس طرح پرندہ تل کے دانے اُٹھا لیتا ہے۔

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: سنو! بے شک میری اُمت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا' ان کی بائیں جانب کو پکڑ لیا جائے گا' میں کہوں گا: اے میرے رب! (یہ) میرے اصحاب ہیں' کہا جائے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ (صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۸۶' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۹۴' نسائی ج ۴ ص ۱۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۵' المستدرک ج ۲ ص ۴۴۷' ابن حبان ج ۹ ص ۲۱۴' بغوی ج ۱۵ ص ۱۲۳)

(۲۷) ''یوم الفزع'': فزع درحقیقت کہتے ہیں نفس کا ایسے امور کے برداشت کرنے سے کمزوری کا اظہار کرنا جو اس پر خلاف عادت طاری کر دیئے گئے ہوں اور اگر ان خلافِ عادت مشکلات کو برداشت نہ کر سکنے کی کمزوری پر آدمی قابو نہ پا سکے اور مستقل طور پر مغلوب ہو جائے اور یہ ضعف اور لاچاری و کمزوری اس کی عادت مستمرہ بن جائے تو اس کا نام بزدلی ہے اور اس وقت نفس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کو کوئی قوت حاصل ہو' اس لیے کہا جاتا ہے۔ ''فزعت الی کذا'' جس کا معنیٰ ہے: میں ان خلافِ عادت پیش آمدہ ناگوار امور کو برداشت کرنے سے بے

بس اور کمزور ہوں اور "فـزعـت الـی کـذا" کا مطلب یہ ہے کہ ناگوار حالات میں نفس اپنی کمزوری کی بناء پر کسی مضبوط اور طاقتور سہارے اور پناہ کا متلاشی اور سخت خواہش مند ہے جس سے اس کو قوت اور استحکام حاصل ہو اور وہ پیش آمدہ مصائب و بلیات کا متحمل ہو سکے اور آخرت کے معاملات تو سارے کے سارے ہیں ہی خلافِ عادت' اور آخرت تو سراپا فزع اور گھبراہٹ سے عبارت ہے۔ قرآن مجید نے اس کو "الـفـزع الاکبر" یعنی بڑی گھبراہٹ کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ فزع اور گھبراہٹ کب ہوگی؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ بڑی گھبراہٹ اس وقت ہوگی جب کہا جائے گا:

**لابشری یومئذ للمجرمین.** اس دن کافروں کے لیے کوئی خوشخبری نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ جب موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا اور دوزخیوں کو دوزخ میں تہ در تہ آگ کے اندر بند کر دیا جائے گا تو بڑی گھبراہٹ کا عالم ہوگا۔

اور حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فزع کا وقت وہ وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کا امر ہوگا کہ بندوں کو دوزخ کی طرف لے چلو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "فزع الاکبر" بڑی گھبراہٹ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے جب فرشتے مُردوں سے خوشخبری سناتے ہوئے ملاقات کریں گے حتیٰ کہ لوگ اپنی قبروں سے نکل آئیں گے۔

(۲۸) "یوم التناد": پکار کا دن دال مخفف ہو تو "ندا" بمعنی پکارنا ہے اور اگر دال مشدد ہو تو "ند" کا معنی ہوتا ہے ڈر کر بھاگنا' بدک جانا اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا:

**يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ** اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔

(المؤمن: ۳۳)

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

**يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ** اے میری قوم! میں تم پر اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن پکار مچے گی ○ جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے۔

(المؤمن: ۳۲-۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم فرمائیں گے تو وہ نفخۂ فزع کا صور پھونکے گا جس سے تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی' اس سے قبل گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝** (ص: ۱۵) اور یہ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی جسے کوئی پھیر نہیں سکتا ○

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا** جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی ○ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ○ کتنے دل اس دن

خَاشِعَةٌ ۝ (النّزعٰت:۶_۹) دھڑکتے ہوں گے ۝ آنکھ اوپر نہ اُٹھا سکیں گے ۝

اس کے بعد تمام لوگ قبروں سے نکل کر زمین کی پشت پر پھیلے ہوں گے، دودھ پلانے والی اپنے شیرخوار بچے سے غافل ہو جائے گی، حمل والی اپنا حمل گرا دے گی، بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور لوگ ایک دوسرے کو پکارتے ہوئے دوڑ پڑیں گے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ جس دن پکار مچے گی ۝ جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے۔ (المؤمن ۳۲_۳۳)

نوٹ: قیامت کے دن کو ''یوم التناد'' یعنی پکار کا دن اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس روز طرح طرح کی پکاریں مچی ہوں گی، ہر شخص اپنے سرگروہ کے ساتھ اور ہر جماعت اپنے امام کے ساتھ بلائی جائے گی، جنتی دوزخیوں کو اور دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے، سعادت وشقاوت کی ندائیں کی جائیں گی کہ فلاں سعید ہوا اب کبھی شقی نہ ہوگا اور فلاں شقی ہوا اب کبھی سعید نہ ہوگا اور جس وقت موت ذبح کی جائے گی اس وقت نداء کی جائے گی کہ اے اہلِ جنت! اب دوام ہے موت نہیں اور اے اہلِ دوزخ! اب دوام ہے موت نہیں۔

ابن عربی فرماتے ہیں: اس سلسلہ میں بہت سے آثار مروی ہیں اور یہ روایت سب سے زیادہ واضح اور جامع تھی اور چونکہ باقی تمام آثار تقریباً اسی معنی ومفہوم کے ہیں اور سب میں اس دن کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اس لیے ایک ہی روایت پر اکتفا کرتے ہوئے باقی آثار وروایات کو ترک کیا جاتا ہے۔ مؤلفِ تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پیچھے ہم ''باب أین تکون الناس'' کے ضمن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بیان کے وقت نداء اور ''یوم التناد'' کے متعلق علماء کے اقوال ذکر کر چکے ہیں، اس لیے اس کی مکمل تحقیق اور دیگر معانی وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔

(۲۹) ''یوم الدعاء وھو النداء'': نداء اور دعا ہم معنیٰ ہیں۔

ابن عربی فرماتے ہیں: قیامت کے دن یہ نداء آٹھ طریقوں پر واقع ہوگی۔

(۱) ایک نداء یہ ہوگی کہ دوزخی دیں گے ''نداء اھل النار بالتقریع''۔

(۲) دوسری نداء جیسا کہ اللہ پاک نے اس کے متعلق خبر دی ہے، وہ ہے کہ جب اہلِ دوزخ اہلِ جنت کو فریادرسی کے لیے پکاریں گے۔

(۳) تیسری یہ کہ تمام لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلایا جائے گا اور یہی مطلب ہے اس قول کا یعنی

لتتبع کل أمة ما کانت تعبد. ہر گروہ اس کے پیچھے چلے جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتا تھا۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں اور بھی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگوں کو ان کے اپنے اپنے نامۂ اعمال کے مطابق نداء ہوگی اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کو ان کے نبیوں کے نام سے پکارا جائے گا۔ امام سری سقطی فرماتے ہیں: قیامت کے دن تمام اُمتوں کو ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کے نام مبارک

سے نداء کی جائے گی چنانچہ کہا جائے گا: اے اُمتِ موسیٰ! ' اے اُمتِ عیسیٰ! اور اے اُمتِ محمد مصطفیٰ! علیہ التحیۃ والثناء لیکن یہ نداء عام لوگوں کے لحاظ سے ہے جبکہ اللہ سبحانہ کے محبوبین کو جو نداء ہوگی تو وہ یوں پکارا جائے گا:

**یَـا اَوْلِیَـاءَ الـلّٰـه هَـلُـمُّوْا اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ فَتَكَادُ قُلُوْبُهُمْ تن خلع فَرْحاً.**

اے اللہ کے دوستو! اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف حاضری کے لیے چلے آ ؤ تو ان بندگانِ خدا کے دل یہ مژدۂ جانفزاء سن کر پھولے نہیں سمائیں گے' خوشی اور مسرت سے جھوم جھوم جائیں گے۔

(۴) چوتھی وجہ یہ کہ فرشتہ نداء کرے گا کہ بے شک فلاں ابن فلاں نیک اور سعید ہوا اور اب وہ کبھی شقی و بد بخت نہ ہوگا اور بے شک فلاں ابنِ فلاں شقی و بد بخت ہوا اب کبھی بھی سعید اور نیک بخت نہ ہوگا۔

(۵) پانچویں وجہ یہ ہے کہ جس وقت موت ذبح کی جائے گی اس وقت نداء کی جائے گی: اے اہلِ جنت! اب دوام ہے' موت نہیں اور اے اہلِ دوزخ! اب دوام ہے' موت نہیں آئے گی۔

(۶) اہلِ دوزخ کا ہائے حسرت اور ہائے ہلاکت کی نداء کرنا۔

(۷) گواہوں کا یہ کہنا کہ ان (مجرموں) نے اپنے رب پر جھوٹ بولا ہے' سنو! ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

(۸) اللہ تعالیٰ کا اہلِ جنت کو نداء فرمانا' اللہ تعالیٰ جنتیوں سے ارشاد فرمائے گا: اے اہلِ جنت! کیا تم راضی ہو گئے ہو؟ اہلِ جنت عرض کریں گے: ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو اس سے پہلے تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی شخص کو نہ دیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں اس سے بہتر چیز دوں گا۔ عرض کریں گے: اس سے بہتر اور کون سی چیز ہے؟ اللہ کریم ارشاد فرمائے گا: میں نے تمہیں اپنی رضا مندی عطا کر دی' اب تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

گویا یہ صبحِ وصالِ ابدی ہے' اب ہجر کی رات نہیں آئے گی' اب ایسا نہیں ہوگا کہ تم پر یہ کیفیت طاری ہو

کھٹکا لگا ہے ہجر کا مجھ کو دمِ وصال خوفِ خزاں سے تلخ ہے عیش بہار بھی

(مترجم عفی عنہ)

(۹) مؤلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نویں قسم کی نداء وہ ہے جس کو حافظ ابونعیم نے مروان بن محمد سے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوحازم الاعرج کہتا ہے اور وہ اپنے نفس کو خطاب کرتا ہے اور خود کلامی کے انداز میں کہتا ہے: اے اعرج! قیامت کے دن نداء کی جائے گی کہ اے فلاں اور فلاں گناہ کا ارتکاب کرنے والو! تو تو ان خطا کاروں کے ساتھ کھڑا ہوگا' پھر نداء کی جائے گی اور پکارا جائے گا: اے فلاں گناہ اور جرم کرنے والو! تو تو ان کے ساتھ بھی کھڑا ہوگا اور میں دیکھتا ہوں کہ اے اعرج! تو ہر اہلِ خطا اور ہر نوعیت کا جرم کرنے والے گروہ کے ساتھ احتساب کے کٹہرے میں کھڑا ہوگا کیونکہ تو نے وہ کون سا گناہ ہے اور کونسی خطا ہے جس کا ارتکاب نہیں کیا' اے سراپاء معصیت! تیرا کیا بنے گا؟

اور قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ○
(القصص:۶۲، حم السجدۃ:۴۷)

اور جس دن انہیں نداء کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم (دنیا میں میرا شریک) گمان کرتے تھے ○

اور ارشاد ہوتا ہے:

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ○ (القصص:۶۵)

اور جس دن انہیں نداء کرے گا تو فرمائے گا: تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا ○

اور قرآن مجید کے علاوہ احادیثِ مبارکہ میں روزِ قیامت کو ''یوم نداء'' کے نام سے موسوم کرنے کی بکثرت مثالیں موجود ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر انشاءاللہ العزیز ''من دخل الجنة بغير حساب'' (جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے) کے باب میں آئے گا۔

(۳۰) ''یوم الواقعہ'': کلامِ عرب میں ''وقوع'' کا معنیٰ درحقیقت کسی امر کا یقینی طور پر ہونا اور لازماً پایا جانا ہے اور شریعت میں اس امر کے موجود ہونے کے ثبوت پر تاکید آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ
(النمل:۸۲)

اور جب بات ان پر آ پڑے گی ہم زمین سے ان کے لیے ایک چوپایہ نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔

قولِ باری تعالیٰ سے مراد اس جگہ قیامت کے قریب ہوجانے کی خبر دینا ہے اور اس کی علامات میں سے ایک بہت بڑی علامت ''دابۃ الارض'' کا خروج بھی ہے (یہ ایک عجیب شکل کا جانور ہوگا جو کوہِ صفا سے برآمد ہوگا اور نہایت تیزی سے تمام بلاد میں گھوم نکلے گا اور کافر و مؤمن کے درمیان ایک خاص طریقے سے خط امتیاز کھینچ دے گا اور بزبانِ فصیح کہے گا: ''هذا مؤمن و هذا كافر'' ''یہ مؤمن ہے اور یہ کافر ہے'')۔

''دابۃ الارض'' کا ذکر انشاءاللہ العزیز آئندہ ابواب میں تفصیلاً آئے گا۔

''إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○'' (الواقعہ:۱۔۲) ''كاذبة'' ''عاقبة'' اور ''باقية'' کی طرح مصدر ہے اور مطلب یہ ہے کہ قیامت ضرور واقع ہوگی اس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

(۳۱) ''الخافضة الرافعة'': کسی کو پست کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی۔

لفظ ''خفض'' اور ''رفع'' جس کے معنیٰ پست کرنا اور بلند کرنا کے ہیں، اہلِ عرب کے نزدیک حقیقت میں مکان، رتبہ اور عزت اور ذلت کے لحاظ سے پستی اور بلندی کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں لیکن اس جگہ قرآنِ حکیم میں بلندی اور پستی کی نسبت مجازاً قیامت کی طرف کر دی گئی ہے جیسا کہ اہلِ عرب کا اسلوب ہے کہ وہ فعل کی نسبت کسی مناسبت سے اصلِ فاعل کی بجائے زمانے یا محل اور مکان کی طرف کر دیا کرتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے: ''ليل قائم، و نهار صائم'' جس کا معنیٰ ہے کہ رات قیام کرنے یعنی نوافل وغیرہ پڑھنے والی ہے حالانکہ رات قیام نہیں

کرتی بلکہ رات میں آدمی قیام کرتا ہے اور دن روزہ رکھنے والا ہے' مراد دن میں آدمی روزہ رکھنے والا ہے چونکہ دن اور رات نماز اور روزہ کی ادائیگی کا زمانہ اور وقت ہیں اس لیے فاعل کی بجائے فعل کی نسبت وقت جو ان افعال کا ظرف بنتا ہے' اس کی طرف کر دی جاتی ہے اور اس کو نسبت مجازی کہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ . (سبا:۳۳) بلکہ رات دن کا مکر تھا۔

اور پستی اور بلندی دینے والا حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

پس وہ اپنے اولیاء کو اعلیٰ درجات میں بلندی عطا فرمائے گا اور اپنے اعداء کو نچلے ترین طبقات میں پستی میں رکھے گا۔

ارشاد خداوندی ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر ۝ اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے ۝ (مریم ۸۵-۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم قیامت کے دن تمام لوگوں سے اوپر ایک ٹیلے پر ہوں گے۔

ابن عربی نے کہا کہ اس حدیث میں مسلم میں تخلیط واقع ہوئی ہے اور یہ روایۃً متقن اور قابل وثوق نہیں ہے۔

اس کا معنیٰ ہے کہ تمام مخلوق قیامت کے دن ایک ہموار زمین پر برابر سطح پر ہوگی مگر حضور سید عالم ﷺ اور آپ کی اُمت سب لوگوں سے بلند ایک ٹیلہ نما اونچی جگہ پر ہوں گے اور دوسرے سب لوگ ان کی نسبت پست اور نشیبی زمین میں ہوں گے' اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اور میری اُمت ایک ٹیلے پر ہوں گے تو میرا رب مجھے سبز حلہ پہنائے گا' پھر مجھے اذن (شفاعت) ملے گا اور مقام محمود (پر فائز کیا جائے گا)۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور ﷺ اور آپ کے طفیل آپ کی اُمت کو یہ مکان کی بلندی آپ کو مرتبہ میں بلندی کی وجہ سے ملی ہے۔

ابن العربی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضور ﷺ کو یہ رفعت و بلندی کئی طرح سے عطا فرمائے گا:

(۱) آپ ﷺ کو سب سے پہلے شفاعت کرنے کے لحاظ سے سب پر فوقیت اور بلندی کا ملنا۔

(۲) جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کے لحاظ سے برتری اور افضلیت کا حاصل ہونا۔

(۳) جنت کا دروازہ سب سے پہلے آپ ہی کھول کر افتتاح فرمائیں گے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ قیامت کے دن انصاف کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ (اور اللہ کے دونوں ہاتھ ہی راست ہیں) بچھائے گئے نور کے منبروں پر اونچا بٹھایا جائے گا۔

اور قراء حضرات کو اتنا اونچا مقام نصیب ہوگا کہ جہاں ان کی قرأت ختم ہوگی وہاں تک ان کو رفعت اور بلندی کی طرف ترقی ملتی جائے گی۔ ارشاد ہوگا: ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے جس طرح دنیا میں پڑھتا تھا' پڑھتا جا اور چڑھتا جا تو بے شک تیری منزل وہاں ہوگی جہاں جا کر تو آخری آیت پڑھے گا۔

## شہیدوں کا بلند مقام

حدیثِ صحیح میں ہے: بے شک جنت میں سو درجات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔

(صحیح بخاری ج ٦ ص ١١' صحیح مسلم ج ١٣ ص ٢٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣٣٥' ابن حبان ج ٧ ص ٦٤ - ج ٩ ص ٢٤٢' البیہقی ج ٩ ص ١٥٩)

## یتیم کی کفالت کرنے والے کا بلند مقام

حضور رحمت للعالمین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا شخص اس طرح (آپ نے انگشت شہادت اور درمیان والی انگشت مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) قریب ہوں گے۔

(صحیح بخاری ج ٩ ص ٤٣٩' صحیح مسلم ج ١٩ ص ١١٣' ابوداؤد رقم الحدیث: ٥١٢٨' ترمذی رقم الحدیث: ١٩١٨' مسند احمد ج ٥ ص ٣٣٣' ابن حبان ج ١ ص ٣٤٢' قضاعی رقم الحدیث: ٣٣٢' طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ٥٩٠٥' بغوی رقم الحدیث: ٥١٢٨)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اہلِ جنت اپنے اوپر بالاخانوں اور چباروں پر رہنے والے جنتیوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے آسمان کے اُفق اور بلندیوں پر انتہائی دوری پر چمکتے ہوئے تارے کو دیکھتے ہیں اور تحقیق حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان میں سے ہیں (جو بلند مقام پر ہوں گے) اور بڑے چین میں ہوں گے۔ (صحیح بخاری ج ٦ ص ٣٢٠' صحیح مسلم ج ٧ ص ١٦٨)

## ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلت و برتری

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جنت میں رفعت و بلندیٔ مقام حاصل ہے کیونکہ اُم المومنین حضور سیّد عالم ﷺ کے ساتھ ہوں گی اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوں گی۔

(۳۲) ''یوم الحساب'': اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ مخلوق کی نیکیاں اور ان کی برائیاں گنوائے گا اور ان پر اپنی نعمتوں کا شمار کرائے گا' پھر بعض کا بعض کے ساتھ موازنہ اور مقابلہ کیا جائے گا' اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا تو بھلائی اور انعام کا فیصلہ سنا دیا جائے گا اور اگر برائیوں کا شمار زیادہ ہوا تو پھر خیر نہیں ہے اور ڈنڈا چلے گا۔

حدیث پاک میں حضور نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تم میں سے ہر شخص کے ساتھ کلام فرمائے گا درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا (یعنی براہِ راست بات چیت ہوگی)۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۴۲۳ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۱ ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۵ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵ مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۶ ابن حبان ج ۹ ص ۲۳۲ بغوی ج ۱۵ ص ۱۵۱)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمام مکلفین کا براہِ راست خود حساب لے گا اور ایک ساتھ سب سے مخاطب ہوگا اور یکے بعد دیگرے ایک ایک کا محاسبہ نہیں فرمائے گا اور محاسبہ سے مراد فیصلہ ہے اسی لیے محاسبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف فیصلہ فرمانے کی نسبت کی جاتی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَا لَهُ الْحُكْمُ . (الانعام:۶۲) خبردار! (اس دن) اسی کا حکم ہے (اس کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا نہیں)۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ○ (یوسف:۸۰) اور اس کا حکم سب سے بہتر ○

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک بڈھے کو حساب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو اللہ جل شانہ اس سے ارشاد فرمائے گا: اے بڈھے! تو نے انصاف نہیں کیا' میں نے تیرے بچپن میں اپنی نعمتوں سے تیری پرورش فرمائی اور تو نے بڑا ہو کر میری نافرمانی اور ناشکری کی لیکن بے شک میں تیرے ساتھ ایسا سلوک نہیں فرماؤں گا جیسا کہ تو نے خود اپنے نفس کے ساتھ سلوک کیا ہے' جا میں نے تیرے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

اور اسی طرح ایک نوجوان کو لایا جائے گا جس نے بہت زیادہ گناہ کیے ہوئے ہوں گے' جب وہ اللہ کے حضور میں حساب کے لیے کھڑا ہوگا تو اس پر کپکپی طاری ہوگی اور گھٹنوں کے بل گر جائے گا' اللہ جل جلالہ اس نوجوان شخص سے فرمائے گا: کیا تو نے مجھ سے حیاء نہ کی' کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میں تجھے دیکھتا ہوں' کیا تجھے میری سزا کا ڈر نہیں تھا' کیا تجھے علم نہ تھا کہ میں تیرے کرتوتوں کو دیکھ رہا ہوں اور ان پر مطلع ہوں' پھر اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ اس کو پکڑ کر ہاویہ (جہنم کا طبقہ ہے) میں لے جاؤ۔

اور ایک قول یہ ہے کہ بے شک فرشتے اللہ تعالیٰ کے امر سے محاسبہ کریں گے جس طرح حکام اللہ کے امر سے فیصلہ کرتے ہیں اور اس کے امر کے مطابق حکم کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الی قوله وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ . (آل عمران:۷۷) وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں (آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں) اور اللہ (قیامت کے دن) ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔

اور جن لوگوں کی یہ صفت نہ ہوگی ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ ایمان داروں سے ان کو عزت بخشتے ہوئے براہِ راست گفتگو فرمائے گا' درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا اور ان کا آسان اور سہل محاسبہ

فرمائے گا' یہ براہِ راست شرف ہم کلامی مؤمنین کے لیے بہت بڑا اعزاز اور فضیلت ہوگی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کلام فرما کر انہیں کلیم ہونے کا شرف بخشا اور کافروں سے اللہ پاک کلام نہیں فرمائے گا اور ان کا محاسبہ بھی اللہ کے فرشتے کریں گے' اس طرح اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور کافروں کے درمیان فرق اور امتیاز فرما دے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اتنی وسیع ہے کہ وہ ساری مخلوق کا اکٹھے ایک ہی بار محاسبہ فرمالے جس طرح کہ وہ کثیر مخلوق کو ایک ساتھ اکٹھے پیدا فرمانے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ (لقمان: ۲۸) ۔ تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اُٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا (پیدا کرنا ہے)۔

مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محاسبۂ خلق کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح ایک ہی وقت میں ساری مخلوق کو رزق عطا فرماتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک ہی ساعت میں ساری مخلوق کا محاسبہ بھی فرمالے گا۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کا دیدار کریں گے؟ آپ نے فرمایا: دوپہر میں سورج کو دیکھنے میں تمہیں دقت ہوتی ہے جب مطلع صاف ہو اور کوئی بادل بھی نہ ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: ''نہیں'' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا چودھویں کی رات کو ماہِ کامل کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری پیش آتی ہے جبکہ مطلع بھی ابر آلود نہ ہو؟ صحابہ نے عرض کی کہ ''نہیں'' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو' اسی کیفیت کے ساتھ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرلو گے اور فرمایا کہ پھر ایک بندے کو حساب کے لیے لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تو بھول گیا ہے' کیا میں نے تجھے عزت اور سرداری نہیں دی' کیا تجھے بیوی نہیں دی تھی' کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کردیئے تھے اور تجھے اس حال میں چھوڑا کہ تو سردار بن گیا اور تو نے مربعے بنائے (یا چوتھائی مال لوگوں سے وصول کرنا شروع رکھا) تو بندہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ کہے گا: ''نہیں'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں تجھے اسی طرح چھوڑتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلایا تھا۔ (علماء فرماتے ہیں کہ ''آج ہم ان کو چھوڑ دیں گے'' کا مطلب ہے کہ آج ہم ان کو عذاب میں چھوڑ دیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے) پھر ایک دوسرے شخص کو لایا جائے گا' اس سے بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح فرمائے گا اور وہ بھی پہلے شخص کی طرح بعینہٖ جواب دے گا' پھر تیسرے شخص کو لایا جائے گا' اس سے بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح ارشاد فرمائے گا تو وہ شخص عرض کرے گا: اے رب! میں تجھ پر ایمان لایا' تیری کتاب اور تیرے رسولوں کی تصدیق کی' میں نے نمازیں

پڑھیں، روزے رکھے اور جتنا اس کی استطاعت میں ہوگا وہ نیکی اور بھلائی کے کاموں کا ذکر کرے گا۔ ارشاد ہوگا: تب تو ادھر ہی ٹھہر، پھر فرمائے گا: اب ہم تجھ پر گواہ بھیجتے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچ ہی رہا ہوگا کہ وہ کون ہوسکتا ہے جو میرے اوپر گواہی دے گا کہ اتنے میں اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران کو حکم ملے گا کہ تو کلام کر چنانچہ اس بندے کی ران، اس کا گوشت، اس کی ہڈیاں سب اس کے اعمال کی گواہی دیں گے اور یہ اس لیے ہوگا تاکہ وہ اپنے نفس کا عذر پیش کرے اور اتمام حجت ہو جائے گا اور یہ اس شخص کا حال ہوگا جو منافق تھا اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری ج۱۱ص۴۴۴، صحیح مسلم ج۳ص۱۷، مسند احمد ج۲ص۲۷۵-۲۷۶-۲۹۳-۳۵۴، ابن حبان ج۹ ص۲۴۴-۲۵۹، المستدرک ج۴ص۵۸۲، حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۷۸)

اور قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (الاسراء:۱۴) (فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامۂ (اعمال) پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے ۝

بندہ جب اپنے نامۂ اعمال میں نظر کرے گا اور خیال کرے گا کہ اب تو وہ مارا گیا تو اتنے میں اس کی ایک نیکی کا پرچہ نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا: ''**لا الہ الا اللہ**'' اور وہ پرچہ اور رقعہ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو وہ آسمانوں اور زمین سے زیادہ بھاری ہوگا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ دوسرے پلڑے میں اس کے دوسرے اعمال کے تمام دفاتر رکھ دیئے جائیں گے اور یہ ''**لا الہ الا اللہ**'' کے رقعہ والا پلڑا ان سے بھاری نکلے گا۔ پوری حدیث آگے آئے گی اور اس کے آخر میں ہے کہ ''اور جس سے سوال جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مناقشہ ہوا تو وہ اس کے لیے باعثِ عذاب ہوگا''۔

(۳۳) ''**یوم السّئوال**'': قیامت کو ''سوال کا دن'' اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس دن اتمام حجت اور اظہارِ حکمت کے لیے اللہ تعالیٰ مخلوق سے سوال اور پوچھ گچھ فرمائے گا جس طرح دنیا میں وہ محلِ بازپرس تھے جیسا کہ دنیا میں پرسش کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ (البقرہ:۲۱۱) بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں۔

اور فرمایا:

وَسْــَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ (الاعراف:۱۶۳) اور ان سے حال پوچھو اس بستی کا کہ دریا کنارے تھی۔

اور فرمایا:

وَسْــَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ۔ (الزخرف:۴۵) اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔

دنیا میں سوال کی مثالیں قرآن مجید میں بہت ہیں اور آخرت میں سوال اور پوچھ گچھ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ (الاحزاب:۸)

تا کہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے۔

اور فرمایا:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ (التکویر:۸)

اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے ۝

اور فرمایا:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الحجر:۹۲-۹۳)

تو تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب سے (روزِ قیامت) پوچھیں گے ۝ اس کے بارے میں جو وہ کرتے تھے ۝

مروی ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' یعنی ایمان کے متعلق پوچھا جائے گا اور فرمایا:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ (الاسراء:۳۶)

بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے (کہ تم نے ان سے کیا کام لیا؟) ۝

ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ انسان قیامت کے دن اس وقت تک اپنے رب کے پاس کھڑا رہے گا جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سنو! تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہونا ہے تو امیر جو لوگوں پر نگران ہے، وہ اپنے ماتحت لوگوں کے کام کے متعلق جواب دہ ہے اور مرد اپنے اہلِ خانہ پر نگہبان ہے اور اس سے اس کے افرادِ خانہ کے متعلق باز پرس ہوگی اور بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے، اس سے گھر کے بارے سوال ہوگا اور غلام (ملازم) اپنے مالک کے مال پر نگران اور پہرے دار ہے اور وہ اس مال کے سلسلے میں جواب دہ ٹھہرا اور تم میں سے ہر شخص (اپنے اپنے دائرہ کار کے مطابق) اپنے ماتحت افراد کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت اور ماتحت افراد کے متعلق سوال ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۱۱۱، صحیح مسلم ج ۱۲ ص ۲۱۳، ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۱۲، ترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۵، ص ۵۴۔ ۱۱۱، ابن حبان ج ۷ ص ۱۱، الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۲۴۸، قضاعی رقم الحدیث: ۲۰۹، البیہقی ج ۶ ص ۲۸۷)

(۳۴) ''یوم الشھادۃ'' اور ''یوم الأشھاد'': اور شہادت کی چار قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ اور آپ کی اُمت تمام سابق انبیاء کے شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنی اُمتوں کو تبلیغ کی۔

نوٹ: قرآن مجید میں ہے:

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا

ہم نے تمہیں سب اُمتوں میں افضل کیا کہ تم

شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ؕ (البقرہ:۱۴۳)　　لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اُمت محمدیہ کی شہادت یہ بھی ہے کہ آخرت میں جب تمام اوّلین و آخرین جمع ہوں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا: کیا تمہارے پاس میری طرف سے ڈرانے اور احکام پہنچانے والے نہیں آئے تو وہ انکار کریں گے اور کہیں گے کہ کوئی نہیں آیا۔ حضرات انبیاء سے دریافت فرمایا جائے گا' وہ عرض کریں گے کہ یہ جھوٹے ہیں' ہم نے انہیں تبلیغ کی'اس پر ان سے ''اقامة للحجة'' دلیل طلب کی جائے گی۔ وہ عرض کریں گے: اُمت محمدیہ ہماری شاہد و گواہ ہے' یہ اُمت پیغمبروں کی شہادت دے گی کہ ان حضرات نے تبلیغ فرمائی' اس پر گزشتہ اُمت کے کفار کہیں گے: انہیں کیا معلوم یہ ہم سے بعد ہوئے تھے۔ دریافت فرمایا جائے گا کہ تم کیسے جانتے ہو؟ یہ عرض کریں گے: یارب! تو نے ہماری طرف اپنے رسول محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو بھیجا' قرآن پاک نازل فرمایا' ان کے ذریعہ سے ہم قطعی ویقینی طور پر جانتے ہیں کہ حضرات انبیاء نے فرض تبلیغ علی وجہ الکمال ادا کیا' پھر سیّد الانبیاء ﷺ سے آپ کی اُمت کی نسبت دریافت فرمایا جائے گا' حضور ان کی تصدیق فرمائیں گے...... نیز لکھتے ہیں کہ:

اُمت کو تو رسول اللہ ﷺ کی اطلاع کے ذریعہ سے احوال امم وتبلیغ انبیاء کا علم قطعی ویقینی حاصل ہے اور رسولِ کریم ﷺ بکرم الٰہی نورِ نبوت سے ہر شخص کے حال اور اس کی حقیقت ایمان اور اعمال نیک و بد اور اخلاص و نفاق سب پر مطلع ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

(۲) دوسری شہادت زمین اور زمان کی ہوگی' زمین کی شہادت یہ کہ اس پر کیا عمل ہوتے رہے اور دن رات کی شہادت یہ کہ ان میں کیا ہوتا رہا۔

(۳) تیسری شہادت انسان کے اعضاء دیں گے کہ ان سے انسان نے کیا کام لیا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ . (النور:۲۴)　　روزِ (قیامت) ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں (جو کچھ کرتے تھے)۔

نیز فرمایا:

وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ؕ . (حم السجدہ:۲۱)　　اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بھی اس کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

(۴) چوتھی قسم شہادت کی وہ ہے جس کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ:

**''ان کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے اعضاء سے کہا جائے گا: بولو تو وہ اللہ کے حکم سے بولنے لگیں گے''۔**

اس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳۵) ''یوم الجدال'': یعنی قیامت کا ایک نام ''جھگڑے کا دن'' بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا. (النحل:۱۱۱)

جس دن ہر جان اپنی ہی طرف سے جھگڑتی آئے گی۔

وہ روزِ قیامت ہے جب ہر ایک نفسی نفسی کہتا ہوگا' آپا دھاپی پڑی ہوگی۔ ہر شخص اپنی ہی فکر میں غلطاں و پیچاں ہوگا سوائے ایک اُمت کے غم خوار مدنی تاجدار حضور رحمت للعالمین ﷺ کے کہ آپ اپنی اُمت کے متعلق دریافت فرمائیں گے' حدیث پاک میں ہے: بے شک ہر ایک شخص قیامت کے دن نفسی نفسی پکارے گا قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے سوائے محمد ﷺ کے کہ وہ اپنی امت کے بارے میں پوچھتے ہوں گے (یا امت کے حق میں شفاعت کا سوال کرتے ہوں گے)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے کعب! ہمیں ایسی بات سنائیے جس سے آخرت کا خوف اور ہیجان پیدا ہو اور دلوں میں آخرت کے لیے سوز و گداز اور بیداری پیدا ہو' حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! قسم مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' اگر تم قیامت کے دن ستر نبیوں کے مثل بھی عمل لے کر آ جاؤ تو پھر بھی تم قیامت کے دن ایسی سختیاں دیکھو گے کہ اس دن کی وحشت اور ہولناکیوں کی وجہ سے تمہیں اپنے نفس کے سوا سب کچھ بھول جائے گا اور صرف اپنی جان کی فکر لاحق ہوگی اور بے شک جہنم کی ایسی چنگاڑ ہوگی کہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی برگزیدہ پیغمبر باقی رہے گا مگر سب سر جھکائے بارگاہِ الٰہی میں دوزانو بیٹھے ہوں گے حتیٰ کہ اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی خلّت (دوستی) کا واسطہ دے کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میں تیرا خلیل ابراہیم ہوں' آج میں تجھ سے صرف اپنی جان کا سوال کرتا ہوں' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے کعب! یہ بات اللہ کی کتاب قرآن مجید میں ہمیں کہاں ملتی ہے؟ انہوں نے کہا: دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (النحل:۱۱۱)

جس دن ہر جان اپنی ہی طرف جھگڑتی آئے گی اور ہر جان کو اس کا کیا پورا بھر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ○

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ روزِ قیامت لوگوں میں خصومت یہاں تک بڑھے گی کہ روح و جسم میں جھگڑا ہوگا' روح کہے گی: اے میرے رب! روح کی ابتداء تجھ سے ہے' تو نے اس کو پیدا فرمایا ہے' نہ میرے لیے ہاتھ تھا کہ جس سے میں کسی کو پکڑتی نہ پاؤں تھا کہ چلتی نہ آنکھ تھی کہ دیکھتی نہ کان تھا کہ سنتی نہ عقل و دماغ کہ جس سے سوچتی اور سمجھتی حتیٰ کہ تو نے لا کر مجھے اس جسم میں داخل فرما دیا اور یہ سب کچھ

اسی جسم کا کیا دھرا ہے (میں تو بے قصور ہوں) اور تو اسی کو دوگنا عذاب دے اور مجھے نجات دے دے اور جسم کہے گا: یارب! تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا ہے' میں تو ایک لکڑی کی طرح تھا نہ پکڑنے کو ہاتھ نہ چلنے کو پاؤں نہ دیکھنے کو آنکھ نہ سننے کو کان' جب یہ روح نوری شعاع کی طرح آئی تو اس سے میری زبان بولنے لگی' آنکھ بینا ہوگئی' پاؤں چلنے لگے' کان سننے لگے' جو کچھ کیا اس نے کیا مجھے بچالے اس کو دوچند عذاب سے دوچار فرما۔

## ایک نابینا اور ایک لولا شخص کی مثال

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرمائے گا کہ ایک اندھا اور ایک لولا دونوں ایک باغ میں گئے' اندھے کو تو پھل نظر نہیں آتے تھے اور لولے کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچتا تھا تو اندھے کو لولے نے کہا: ادھر آ مجھے اپنے کندھوں پر بٹھالے میں پھل توڑتا ہوں' اس طرح ہم دونوں پیٹ بھر کر پھل کھائیں گے۔ چنانچہ اندھے نے لولے کو اپنے اوپر سوار کرلیا' اس طرح انہوں نے پھل توڑے تو کہیے عذاب کس کو ہونا چاہیے؟ وہ دونوں عرض کریں گے: دونوں کو عذاب ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پس تم دونوں (روح وجسم) ہی عذاب کے مستحق ہو کیونکہ دونوں مجرم ہو۔

## نوٹ: عذاب وثواب روح وجسم دونوں کے لیے ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

عذاب وثواب روح وجسم دونوں کے لیے ہے جو فقط روح کے لیے مانتے ہیں گمراہ ہیں' روح بھی باقی اور جسم کے اجزاء اصلیہ بھی باقی' اور جو خاک ہوگئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے بلکہ تفرق اتصال ہوا اور تغیر ہیأت- پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں روح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے' اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے' ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں' وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے' پھلوں کو دیکھتا ہے مگر ان تک جا نہیں سکتا' اتنے میں ایک اندھا آتا ہے' اس لنجھے نے اس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل' میں تجھے رستہ بتاؤں گا' اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے۔ یوں وہ اندھا اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے' دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں' اندھا اسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جاسکتا اور لنجھا اسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا۔ وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جوارح نہیں کرسکتی اور وہ اندھا' بدن ہے کہ افعال کرسکتا ہے ادراک نہیں رکھتا' دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی' دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۵۸' مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

(۳۶) ''یوم القصاص '': اس سلسلے میں بہت سی احادیث مبارکہ ہیں جو آئندہ ایک باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ آرہی ہیں۔

(۳۷) ''یوم الحاقہ '': قیامت کا ایک نام ''یوم حاقہ'' ہے' اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن میں بڑے بڑے امور ثابت اور متحقق ہوں گے' امام طبری نے کہا: گویا اس میں ''لیلی نائم'''' میری رات سونے والی ہے'' کی طرح نسبت مجازی سے کام لیا گیا ہے۔

- اور ایک قول یہ ہے کہ روزِ قیامت کو الحاقۃ (جو ''حق'' سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے) کہنے کی وجہ یہ ہے

کہ اس کا پایا جانا ایک مسلمہ صداقت اور اٹل حقیقت ہے جس کے وقوع میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش قطعاً نہیں ہے یا اس لیے کہ اس روز جزاء اور سزا کا تحقق ہوگا۔

(۳۸)''یوم الطامة'': اس کا معنیٰ ہے غالب آنے والی قیامت چونکہ تمام کائنات پر غالب آنے والی ہے اس لیے اس کا نام ''طامۃ'' بمعنیٰ غالب آنے والی رکھا گیا ہے اس کا معنیٰ بڑا حادثہ اور چوٹی کی مصیبت بھی ہے حسن نے کہا کہ ''طامۃ'' سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

(۳۹)''یوم الصاخة'': حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''الصاخة'' سے مراد نفخۂ اولیٰ ہے اور ''الطامه'' سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

امام طبری نے کہا: اس کا معنیٰ ہے بہرا کر دینے والی سخت چیخ۔ ابن عربی نے کہا: ایسی آواز جو سنائی دے اور بہرے پن کا سبب بن جائے اس میں عجیب فصاحت ہے حتیٰ کہ ایک شاعر اپنے کسی پیارے کی موت پر جو عنفوانِ شباب میں داغ مفارقت دے جاتا ہے اور بن کھلے غنچہ ہی کی صورت میں مرجھا جاتا ہے کہتا ہے:

أصم بک الناعی و ان کنت أسمعا

''تیری موت کی خبر دینے والے نے مجھے بہرہ کر دیا اگرچہ میں بہت سننے والا تھا''۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

أصمنی شرهم أيام فرقتهم فهل سمعتم بشر یورث الصمما؟

''ان سے جدائی کے دن کی مصیبت نے مجھے بہرہ کر دیا ہے تو کیا تم نے ایسی مصیبت سنی ہے جو بہرہ پن پیدا کردے''۔

اور بہ خدا! بلاشبہ قیامت کا شور اور سخت چیخ و پکار ایسی ہوگی کہ انسان کو دنیا کی ہر بات سے بہرہ کردے گی اور آخرت کے امور سنائے گی انہی امور کی بناء پر اس دن کو یوم عظیم کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس دن کو ''یوم عظیم'' فرمایا گیا ہے جس طرح شئی اپنے اجزاء کے اعتبار سے بڑی ہوتی ہے اسی طرح معنویّت کے اعتبار سے بھی بڑی ہوتی ہے اور اسی معنیٰ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی صفت ''عظیم'' ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت بہت وسیع ہے اور اس کا ملک اتنا بڑا ہے کہ اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور آخرت کا معاملہ بھی جب ایسا ہے کہ اس کو ہم کسی حد میں منحصر نہیں کر سکتے تو وہ بھی دنیا کی بہ نسبت عظیم ہوا اور لیکن چونکہ اس کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ حادث اور مخلوق ہے تو اپنے آغاز کار کے لحاظ سے حقیر ٹھہرا اور اس خالق و مالک کی نسبت سے بھی حقیر اور چھوٹا ہے جو عظیم ہے اور اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

(۴۰)''یوم الوعید'': اللہ پاک نے امر اور نہی کی صورت میں احکام جاری فرمائے ہیں یعنی بعض کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض کاموں سے رُکنے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح وعد و وعید فرمائے جس کا مطلب ہے نیکی کرنے پر ثواب اور انعام کا وعدہ فرمایا ہے اور برے کام کرنے پر وعید یعنی دردناک عذاب اور سزا کی دھمکی دی ہے۔ وعید دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے پر سزا کی خبر دینے کو کہتے ہیں اور ''وعد'' احکامِ خداوندی کو بجا

لانے اور اس کی فرماں برداری کرنے پر اجر و ثواب اور انعام کی خوشخبری دینے کو کہتے ہیں۔

اس مسئلہ میں اہلِ بدعت نے بڑی ٹھوکر کھائی ہے اور وہ جادۂ حق سے بھٹک گئے ہیں۔ انہوں نے اس لفظ کے ظاہر کو لے لیا اور کہہ دیا کہ جس شخص نے ایک گناہ بھی کیا وہ کافروں کی طرح ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' ان لوگوں کو نہ تو عربی زبان کا فہم اور ادراک حاصل ہے اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سمجھے ہیں اور اس طرح انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کو باطل کر دیا ہے۔ اسی کتاب کے مختلف ابواب میں انشاء اللہ تعالیٰ منکرین شفاعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ردّ آئے گا۔

(۴۱) ''یوم الدین'': دین کا معنیٰ ''لسان العرب'' میں جزاء ہے۔ شاعر کہتے ہیں: ؎

حصادک یومًا ما زرعت وانما یدان الفتی فیه کما هو دائن

''تم نے جو بویا ہے وہی اس دن کاٹو گے کیونکہ آدمی کو اپنے کیے کی ہی جزاء ملتی ہے''۔

ایک اور شاعر کا قول ہے: ؎

واعلم یقینًا أن ملکک زائل واعلم بأنک کما تدین تدان

''تجھے یقین کے ساتھ جاننا چاہیے کہ تیری حکومت ختم ہونے والی ہے اور یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ آج جو کرو گے کل اسی کے مطابق تمہیں جزاء ملنی ہے''۔

(۴۲) ''یوم الجزاء'': جزاء کا دن: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ (التحریم: ۷)

اے کافرو! آج بہانے نہ بناؤ تمہیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے ○

نیز فرمایا:

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ. (المؤمن: ۱۷)

آج ہر جان اپنے کیے کا بدلہ پائے گی (نیک اپنی نیکی کا اور بد اپنی بدی کا)۔

(۴۳) ''یوم الوفا'': اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللّٰهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ. (النور: ۲۵)

اس دن اللہ انہیں ان کی سچی سزا پوری دے گا (جس کے وہ مستحق ہیں)۔

(یعنی ان کا حساب اور جزاء) نیکیوں کی جزاء جنت ہے اور برائیوں کی جزاء دوزخ ہے' ان دونوں معنوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (التوبہ: ۸۲-۹۵)

بدلہ اس کا جو کماتے تھے ○

اور فرمایا:

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ صلہ ان کے اعمال کا۝

(الواقعہ:۲۴' السجدۃ:۱۷' الاحقاف:۱۴)

اور وعید کی جانب میں فرمایا:

كَذٰلِكَ نَجْزِىْ كُلَّ كَفُوْرٍ۝ ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے کو۝

(فاطر:۳۶)

(۴۴) ''یوم الندامۃ'': روزِ قیامت کوندامت کا دن اس لیے کہا گیا کہ اس دن مؤمن اور کافر دونوں نادم ہوں گے' مؤمن کو تو ندامت اس لیے ہوگی کہ جب وہ اپنی نیکی کی اچھی جزاء اور صلہ دیکھے گا تو اس کو ندامت ہوگی کہ وہ زیادہ نیکیاں نہ کر سکا اور کافر کو ندامت اس بات پر ہوگی کہ اس نے اللہ کی فرمانبرداری نہیں کی اور ایمان نہیں لایا اور جب کافر کو دائمی عذاب کی طرف لے جایا جائے گا تو اس کو بڑی حسرت ہوگی کہ کاش! وہ ایمان لایا ہوتا' اسی لیے قیامت کا نام ''یوم الحسرۃ'' بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِىَ الْاَمْرُ. (مریم:۳۹) (اے حبیب!) آپ انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈرا دیجئے جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا (اور اب وہ غفلت میں ہیں' ایمان نہیں لاتے)۔

اور یہ حسرت و پشیمانی روزِ قیامت اس وقت ہوگی جب موت کو لا کر جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔

**حسرت کا معنیٰ**: کسی ایسے ناخوشگوار امر کا ظاہر ہونا جو مخفی تھا' حسرت کہلاتا ہے۔

(۴۵) ''یوم التبدیل'': ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ. (ابراہیم:۴۸) جس دن زمینیں بدل دی جائیں گی دوسری زمینوں سے اور آسمان (بھی)۔

(۴۶) ''یوم التلاق'': ارشادِ خداوندی ہے:

لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ۝ (المؤمن:۱۵) کہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے۝

یعنی خلقِ خدا کو روزِ قیامت کا خوف دلائے جس دن اہلِ آسمان اور اہلِ زمین اور اوّلین و آخرین ملیں گے اور روحیں جسموں سے اور ہر عمل کرنے والا اپنے عمل سے ملے گا۔

**وجہ تسمیہ**: علم کے اسباب میں سے کسی سبب سے دو معنوں اور دو جسموں کے باہمی اتصال اور ملاقات کو ''تلاقی'' کہتے ہیں اور اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) نئے مرنے والوں کا پہلے مرنے والوں سے ملنا اور ان پرانے مردوں کا نئے آنے والوں سے اپنے پسماندگان کے متعلق سوال کرنا

(۲) دوسرا یہ کہ ہر شخص کو اس دن اپنے عمل کا اجر ملے گا

(۳) تیسرا یہ کہ محشر میں اہلِ آسمان اور اہلِ زمین ملیں گے

(۴) "عرصات" (میدان) قیامت اور جنت میں مخلوقِ خدا کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔

(۴۷) "یوم الآزفة": جب کوئی امر عنقریب ہونے والا ہو تو عرب کہتے ہیں: "أزف كذا"

ایک شاعر کہتا ہے:

أزف الترحل غير أن ركابنا لما تزل برحالنا وكان قد

"کوچ قریب ہے مگر ہماری فلائنگ کوچیں ابھی چلی نہیں اور گویا کہ چل ہی پڑنے والی ہیں"۔

قیامت بہت قریب ہے کیونکہ محاورہ ہے کہ "كل آت قريب" یعنی جو آ کر رہنے والی ہو اس کو سمجھو کہ سر پر کھڑی ہے بھلے اس کے آنے میں ابھی بڑی مدت پڑی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ○ (الاحزاب:۶۳) — اورتم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو ○

انسان جس ساعت (قیامت) کو بعید تصور کرتا ہے ممکن ہے اس کے آنے کی مدت صرف ساعت بھر باقی ہو۔

(۴۸) "یوم المآب" (لوٹنے کا دن): "مآب" کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ اس دن اللہ تعالیٰ سے غافل اور دُور ہونے والی ہر شے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے گی۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے میں اپنی مشیّت کے مطابق افعال پیدا فرمائے اور جب بندے میں اللہ تعالیٰ نے علم کو پیدا فرمایا اور ایثار اور اختیار کو پیدا فرمایا تو لوگوں نے یہ گمان کرلیا کہ بندہ بھی کوئی شئی ہے اور اس کے لیے فعل (خلق) ثابت ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو موت دے دی اور جو کچھ کسب واختیار کی قوتیں بندے کو عطا فرما رکھی تھیں، سلب ہو گئیں تو اس کو یقین ہو گیا کہ بندہ خالق نہیں ہے (محض کاسب ہے) اور وہ اب اللہ کی طرف رجوع لایا مگر اس کا یہ رجوع ایسے وقت میں ہوا ہے کہ جب اس رجوع کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۴۹) "یوم المصير": اس کا معنیٰ بعینہٖ وہی ہے جو "یوم المآب" کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ (النور:۴۲) — اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہت آسمانوں اور زمینوں کی اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ○

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف پھر جانے والی ہے اور اس کا انجام دارالقرار ہے، وہ ٹھہرنے کی جگہ جنت ہے یا دوزخ۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے حق میں فرماتا ہے:

قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ○ (ابراہیم:۳۰) — تم فرماؤ کچھ نفع اُٹھالو کہ تمہارا انجام دوزخ ہے ○

(۵۰) "یوم القضاء": نیز اس کو یوم الحکم اور یوم الفصل بھی کہتے ہیں یعنی فیصلے کا دن۔

## قیامت کے دن سب سے پہلے کس چیز کا فیصلہ ہوگا؟

ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے قتل کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا اور ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا اور ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے بندہ مسلم کے عمل سے نماز کا حساب کیا جائے گا' یہاں پر اشکال یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ ہوگا وہ تو ایک ہی چیز ہوگی اور احادیث میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اوّلیت اضافی ہے اور ہر چیز کی اوّلیت اس کی نوع کے اعتبار سے ہے' جن اعمال کو شہرت اور نام آوری کے لیے کیا جاتا رہا ان میں سب سے پہلے شہید' عالم اور مالدار کے متعلق سوال ہوگا اور فیصلہ کیا جائے گا اور ارکانِ دین میں سے جس رُکن کا سب سے پہلے حساب ہوگا وہ نماز ہے اور مظالم میں سے جس ظلم کا سب سے پہلے حساب کیا جائے گا وہ قتل ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

آئندہ ابواب میں آئے گا کہ سب سے پہلے جس چیز کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون ہے۔

اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے: جو شخص سونا چاندی رکھتا ہو اور اس کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کرے قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے اور جہنم کی آگ سے اس کو تپایا جائے گا اور اس کے پہلو' پیشانی اور پیٹھ کو اس کے ساتھ داغا جائے گا۔ ایک بار یہ عمل کرنے کے بعد دوبارہ لوٹایا جائے گا' جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے اس دن یہ عمل مسلسل ہوتا رہے گا بالآخر جب تمام لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اس کو جنت یا دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۷ ص ۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲' البیہقی ج ۴ ص ۱۱۹' بغوی ج ۵ ص ۴۸۰)

اور ''فصل'' کا معنیٰ ہے کاٹنا اور جدا کرنا تو قیامت کو ''یوم الفصل'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں مؤمن اور کافر' بد اور نیک کے درمیان فرق ہو جائے گا اور وہ جدا جدا کر دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ (الممتحنہ:۳)

قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دے گا (کہ فرمانبردار جنت میں ہوں گے اور کافر نافرمان جہنم میں)۔

اور قیامت کے دن کو ''یوم الحکم'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن انفاذ حکم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ (الحج:۵۶)

بادشاہی اس دن اللہ ہی کی ہے' وہ ان میں فیصلہ کر دے گا۔

نیز فرماتا ہے:

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ (الممتحنہ:۱۰)

یہ اللہ کا حکم ہے' وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے۔

(۵۱) ''یوم الوزن'': اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ اور اس دن تول ضرور ہونی ہے۔

(الاعراف:۸)

میزان اور اس میں اعمال کے وزن کیے جانے اور تولنے کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ابواب میں آئے گا۔

(۵۲) ''**یوم عقیم**'': لغت میں اس کا معنیٰ لا ولد اور بانجھ ہونا ہے اور جبکہ بچہ والدین کے درمیان ہوتا ہے اور دنوں کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ وہ لگاتار آتے ہیں' درمیان والا دن بہ منزلہ بچہ کے ہوا اور ماقبل اور مابعد دن بہ منزلہ ابوین کے اور یہ ولادت کی شکل بن گئی اور چونکہ قیامت کے دن کے بعد دن نہیں ہوگا اس لیے اس کا نام یوم عقیم رکھا۔

(۵۳) **یوم عسیر**: تنگی والا دن' اور یہ دن خاص طور پر کافروں کے حق میں سخت ہوگا اور ''عسر'' (تنگی) ''یسر'' (آسانی) کی ضد ہے اور روزِ قیامت کافروں پر سخت ہوگا کیونکہ ان کو اس دن میں کوئی امید بر آتی نظر آئے گی اور نہ نجات کی قطعی اور یقینی توقع ہوگی حتیٰ کہ جس وقت (گناہ گار) مؤمنوں کو (سزا بھگتنے کے بعد) دوزخ سے نکالا جائے گا تو کافر بھی ان کی مثل طلب کریں گے تو ان سے کہا جائے گا:

اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝ اس میں دُھتکارے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو ۝

(المؤمنون:۱۰۸)

(اب ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ اہلِ جہنم کا آخری کلام ہوگا' پھر اس کے بعد انہیں کلام کرنا نصیب نہ ہوگا' روتے چیختے ڈکراتے بھونکتے رہیں گے (مترجم)۔ پس لب صریح منع ہو گیا جیسا کہ اس کا بیان انشاء اللہ دوزخ کے باب میں آئے گا جبکہ مسلمانوں کی تنگی کی گرہ کشادگی اور آسانی کی طرف کھلتی جائے گی اور طویل وقوف تعجیل حساب میں بدل جائے گا اور نیکی کا پلڑا بھاری کر دیا جائے گا اور پل صراط سے گزرنا سہل کر دیا جائے گا اور ان کے اعمال ان کے لیے سایہ بن جائیں گے اور کافروں کے لیے ان گرہوں میں سے کوئی ایک گرہ بھی کھولی نہیں جائے گی بلکہ ان کا معاملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہوتا جائے گا یہاں تک کہ جہنم ان کا ٹھکانا قرار پائے گا۔

(۵۴) ''**یوم مشہود**'': مراد قیامت کا دن ہے' وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن میں ساری مخلوق حاضر ہوگی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن میں شہداء حاضر ہوں گے۔

(۵۵) ''**یوم التغابن**'': ہاروالوں کی ہار ظاہر ہونے کا دن' قیامت کو ''یوم التغابن'' کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن لوگ (جنتی اور دوزخی) آپس میں ان محلات اور درجات وعطیات کا آپس میں لین دین کریں گے جو عنداللہ ان کے لیے ثابت ہیں۔ چنانچہ ایک فریق جنت میں جائے اور ایک فریق دوزخ میں۔ ''تغابن'' درحقیقت عربی زبان میں کہتے ہیں دو آدمیوں کا باہم کوئی معاملہ کرنا اور کسی ایک شخص کا نفع میں رہنا اور دوسرے شخص کا نقصان اُٹھانا اور یہ دنیا اور آخرت دارالعمل اور نفع ونقصان پانے کی جگہیں ہیں اور دونوں اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور قبضہ میں ہیں اور ان دونوں میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں دیتا مگر جو اپنے عمل سے اس کا مستحق قرار پاتا ہے اور نہ ہی کسی کو محروم فرماتا ہے مگر جو خود ہی اپنے برے عملوں کی وجہ سے خود کو اس سے محروم کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ. (الاسراء:۱۸)

جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں (پھر اس کے لیے جہنم کر دیں کہ اس میں جائے مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا)۔

اور فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ○ (الشوریٰ:۲۰)

جو آخرت کی کھیتی چاہے (یعنی جس کو اپنے اعمال سے نفع آخرت مقصود ہو) ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انہی کی کوشش ٹھکانے لگی اور اس کے لیے آخرت میں وافر حصہ ہے ○

نوٹ: یوم التغابن کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی ''المفردات'' میں لکھتے ہیں:

الغبن ان تبخس صاحبک فی معاملة بینک و بینه بضرب من الاخفاء.

یعنی مخفی طور پر اپنے ساتھی کو باہمی معاملہ میں نقصان پہنچانا غبن کہلاتا ہے۔

قیامت کو ''یوم التغابن'' اس وجہ سے کہتے ہیں کہ لوگ عمر بھر جس فانی کاروبار میں مصروف رہے اس کے نتائج کھل کر ان کے سامنے آجائیں گے اور انہیں علم ہو جائے گا کہ انہوں نے کتنے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے انہوں نے اپنے آپ کو جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم کیا اور نفس و شیطان کے پیچھے لگ کر اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنایا۔

''تغابن'' بابِ تفاعل ہے اس میں دو یا دو سے زائد افراد کی شراکت ضروری ہے اس لیے بعض مفسرین نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ:

اہلِ جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں اپنے محلّات کے علاوہ ان لوگوں کے محلّات بھی عطا فرما دیئے جائیں گے جنہوں نے غلط روی کے باعث اپنے آپ کو جہنم کا سزاوار بنایا اور جہنمی جب آگ میں پھینکے جائیں گے تو انہیں اپنے ٹھکانوں کے علاوہ ان لوگوں کے ٹھکانے بھی دے دیئے جائیں گے جو راہِ راست پر چلنے کے سبب دوزخ کے عذاب سے بچ گئے۔ گویا اس دن دوزخی اور جنتی آپس میں لین دین کریں گے۔ اہلِ جنت اپنے دوزخ کے ٹھکانے جہنمیوں کو دے دیں گے اور ان کے عوض جنت میں دوزخیوں کے لیے جو ایوان آراستہ کیے گئے تھے وہ انہیں مل جائیں گے۔ اس روز دوزخی با آسانی یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ زندگی کے میدان میں کون جیتا اور

کون ہارا۔ اس کاروبارِ حیات میں انہوں نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ مندرجہ ذیل حدیث مبارک سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ہر جنتی جب جنت میں داخل ہوگا تو اسے جہنم میں اس کا وہ ٹھکانا دکھایا جائے گا جو اگر وہ بدکار رہتا تو اس کو ملتا یہ اس لیے کہ وہ اللہ رب العزت کا مزید شکر ادا کرے اور دوزخی کو جنت میں اس کی وہ جگہ دکھائی جائے گی جو اگر وہ نیک ہوتا تو اس کو ملتی تا کہ اس کی حسرت میں اور اضافہ ہو۔

علامہ ابن منظور نے حضرت حسن بصری سے ''تغابن'' کا ایک اور مفہوم نقل کیا ہے:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ''یوم التغابن'' کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: اس روز اہلِ جنت دوزخیوں کے فہم وخرد کی تنقیص کریں گے کہ تم لوگ کتنے احمق تھے، تم نے ایمان کو چھوڑ دیا اور کفر کو اختیار کر لیا۔

(تمہاری دانش مندی نے تمہیں یہ بین حقیقت بھی نہ سمجھائی کہ دانا باقی کے بدلے فانی نہیں لیا کرتے۔ مترجم)

وہ لوگ جو تلاشِ زر میں آج دیوانے بنے پھرتے ہیں، حلال وحرام جائز و ناجائز کی تمیز بھی نہیں کرتے، جو لوگ اپنے کارخانوں کی اونچی اونچی چمنیوں سے سیاہ دھواں نکلتا دیکھ کر پھولے نہیں سماتے، جو آج اپنے کروفر میں اتنے مست ہیں کہ انہیں راہِ حق پر ایک قدم چلنا بھی گوارا نہیں، انہیں اگر فرصت ملے تو وہ ''یوم التغابن'' کا بھی تصور کریں، جب انہیں خالقِ کائنات کے حضور لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اس وقت ان کی آنکھ کھلے گی اور انہیں اپنی حماقت کا احساس ہوگا، اس روز انہیں پتہ چلے گا کہ جس کاروبار کو بڑا نفع بخش سمجھ رہے تھے وہ درحقیقت سراسر گھاٹے کا کاروبار تھا۔

**ذلک یوم التغابن.** یہی گھاٹے کے ظہور کا دن ہے۔ (ضیاء القرآن)

(۵۶) ''**یوم عبوس قمطریر**'': لمبا اور سخت دن، دن کی صفت ''عبوس'' مجازاً آتی ہے کیونکہ دن ظرف ہے جس میں سختی ہوگی اور لوگ چین بہ جبین ہوں گے جیسے مجازی طور پر نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی نسبت آدمی کی بجائے وقت کے لحاظ سے دن اور رات کی طرف کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں ''لیل قائم'' اور ''نہار صائم'' ''**کلوح الوجه**'' اور ''عبوس'' کا معنیٰ ہے ماتھے پر بل ڈالنا، تیوری چڑھانا، ترش روئی کا اظہار کرنا اور دونوں آنکھوں کے درمیان کی کھال کا سکڑنا اور رنگ روپ اور کھال کی نرمی اور آب و تاب کا متغیر ہونا جبکہ عادتاً چہرے پر مسکراہٹ رہتی ہو اور جبین پر شگفتی اور خندیدگی کے آثار نمایاں رہتے ہوں، محاورہ میں کہتے ہیں: ''یوم طلق'' وہ دن جس میں نہ گرمی ہو نہ سردی یعنی معتدل دن نیز جب مطلع صاف ہو، آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ روشن ہو اور جب بادل چھائے ہوئے ہوں، دھوپ پوری طرح نکلی ہوئی نہ ہو، دھوپ چھاؤں کا سماں ہو، جھڑی سی لگی ہو تو ایسے دن کو کہتے ہیں: ''یوم عبوس''، روزِ قیامت کی سختی اور تلخی کا آغاز اس وقت سے ہوگا جب لوگ قبروں سے نکلیں گے اور اپنے اعمال کو قبیح شکل وصورت میں دیکھیں گے تو سخت چین بہ جبین ہوں گے اور انتہائی تلخی اور سختی کا ظہور اس وقت ہوگا جب آگ میں ڈالا جائے گا، چہرے تپشِ آتش سے بھسم ہو جائیں گے، جلد سڑ سکڑ کر گر جائے گی، اس ترش روئی کے

باوجود نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھی ہوں گی اور اس دن کے ہولناک منظر پر ایک ہی جگہ جمی رہ جائیں گی ذرا ادھر ادھر منتقل نہیں ہوں گی جیسے پتھرا گئی ہوں۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝

ایسے دن کے لیے جس میں (ہول و دہشت سے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی O (ابراہیم:۴۲)

(۵۷) ''یوم تبلی السرائر'': چھپی باتوں کی جانچ پڑتال کا دن' اس دن اعمال ناموں کو تولا جائے گا اور جانچ کے وقت تمام پوشیدہ عقائد و اعمال اور نیات جن کو آدمی چھپاتا ہے' سب کے سب اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے گا اور اسی دن سجدہ کے وقت کشف ساق ہوگا (یعنی پنڈلی منکشف کی جائے گی)۔

(۵۸) ''یوم لاتملک نفس لنفس شیئا'': آپا دھاپی اور بے بسی کا دن' جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور نہ کافر کے لیے کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ کچھ لے کر جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو O (البقرہ:۴۸)

نیز ارشاد ہوتا ہے:

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا

جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا (اور رشتہ داری اور محبت نفع نہ دے گی)۔ (الدخان:۴۱)

ہر جان اپنے کیے میں گروی ہوگی اور کوئی شخص دوسرے کو نفع نہیں دے سکے گا بلکہ بھائی بھائی سے اور بیٹا باپ سے جدا ہو جائے گا' اسی لیے اس دن کا نام ''یوم الفصل'' اور ''یوم الفرار'' رکھا گیا یعنی جدائی اور گریز کا دن۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝

بے شک فیصلہ کا دن مقرر وقت ہے O (النبأ:۱۷)

نیز فرمایا:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝

اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی O اور ماں اور باپ O اور بیوی اور بیٹوں سے O ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے O

(عبس:۳۴-۳۷)

اور رہی یہ بات کہ اس دن آدمی کا فیصلہ اور اس کے بعد جزاء و سزا' اس پر جن لوگوں کے حقوق ہوں گے ان کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اس کے اختیار کے بغیر۔ ان چیزوں کا بیان انشاء اللہ العزیز ان احادیث کے ضمن

میں آئے گا جن میں حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ بتاؤ مفلس کون ہوتا ہے؟ یعنی احادیث مفلس میں ان امور کا ذکر آئے گا۔

(۵۹) یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ (الطور:۱۳) — جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے O

الــــدع: کا معنیٰ دھکا دے کر دھکیلنا ہوتا ہے، جہنم کے داروغے اور خازن کافروں کے ہاتھ گردنوں سے اور پاؤں پیشانیوں سے ملا کر باندھیں گے اور انہیں منہ کے بل دھکیل دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ (القمر:۴۸) — جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے۔

(۶۰) ''یــوم التــقــلــب'': ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدل جانا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہونا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۙ (النور:۳۷) — ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں O

یعنی شدتِ حیرت و دہشت اور خوف و اضطراب سے کافروں کے دل سینوں سے نکل کر گلوں میں آ پھنسیں گے، نہ باہر نکل سکیں گے نہ واپس اپنی جگہ جا سکیں گے، آنکھیں نیلی پڑ جائیں گی اور ان کی بینائی جاتی رہے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دلوں کے اُلٹ جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ کبھی نجات میں طمع کریں گے اور کبھی ہلاکت سے ڈریں گے اور آنکھیں دیکھیں گی کہ ان کافروں کو ان کے اعمال نامے کس طرف سے ملتے ہیں، دائیں ہاتھ سے یا بائیں ہاتھ سے یا یہ معنیٰ ہیں کہ کفار کے دل کفر و شک سے ایمان و یقین کی طرف پلٹ جائیں گے اور آنکھوں سے پردے اُٹھ جائیں گے مگر آخرت میں اس ایمان لانے اور یقین کرنے کا انہیں کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔

(۶۱) ''یوم الشخوص والاقناع'': ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ۙ (ابراہیم:۴۲) — انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لیے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی O

معنیٰ یہ ہے کہ اس دن کی شدت ہول و دہشت کا یہ عالم ہوگا کہ سر اوپر اُٹھیں ہوں گے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ یہ امام فراء کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس دن شدت حیرت کی وجہ سے لوگوں کی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھی ہوں گی اور وہ یوں دیدے پھاڑ کر تکتے رہ جائیں گے کہ جیسے آنکھیں بند کرنا وہ بھول ہی گئے ہوں (مھــطــعــیــن) لگاتار دیکھتے رہیں گے۔ یہ حضرت مجاہد اور حضرت ضحاک کا قول ہے۔

مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ ۔ (ابراہیم:۴۳) — اپنے سر اُٹھائے ہوئے۔

یہ حضرت ابن عباس اور حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے اور حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دن لوگوں نے اپنے منہ آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے ہوں گے' کوئی کسی کی طرف نہیں دیکھے گا۔

## ایک اشکال کا جواب

اس جگہ یہ اشکال ہے کہ اوپر یہ بیان ہوا کہ قیامت کے دن لوگ اپنے سر اُٹھائے ہوئے آسمان کی طرف نظریں جما کر مسلسل اس طرح دیکھ رہے ہوں گے کہ ان کی پلک تک نہ جھپکے گی جبکہ دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں آتا ہے کہ:

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ . آنکھیں نیچی کیے ہوئے۔

(المعارج:۴۴' القلم:۴۳)

نیز فرمایا:

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ . (القمر:۷) نیچی آنکھیں کیے ہوئے۔

اب اشکال کی تقریر یہ ہے کہ جو شخص اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے مسلسل اور طویل وقت تک اس طرح دیکھنے والا ہو کہ اس کی پلک بھی اس کی طرف واپس نہ پلٹے' وہ آنکھیں جھکانے والا اور نگاہیں نیچی کرنے والا کس طرح ہوگا؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ مختلف احوال' مختلف اوقات کے اعتبار سے ہوں گے' جب قبروں سے نکل کر موقفِ حساب کی طرف جائیں گے تو آنکھیں جھکائے ہوئے ہوں گے اور جب موقف میں سب اکٹھے ہو جائیں گے اور قیام کو طویل وقت ہو جائے گا تو حیرت سے اُن کی یہ حالت ہو جائے گی کہ جیسے ان کے دل اڑ گئے ہوں اور وہ حیران ہو کر سراسیمگی کے عالم میں اپنے سر آسمان کی طرف اُٹھا کر دیکھتے ہوں گے اور آنکھ تک نہیں جھپکیں گے گویا یوں لگے کہ وہ آنکھیں بند کرنا بھول گئے ہیں یا ان کو آنکھیں میچنا آتا ہی نہیں اور وہ وقت ان پر نہایت کڑا ہوگا۔

(۶۲) هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ (المرسلات:۳۵) یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے ۝ نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں ۝

یہ اس وقت ہوگا جب ان سے کہا جائے گا کہ:

اِخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ دُھتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو ۝

(المؤمنون:۱۰۸)

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ . جس دن ظالموں کو ان کے بہانے کچھ کام نہ دیں گے۔

(المؤمن:۵۲)

کافروں کا کوئی عذر قبول نہ کیا جائے گا' دنیا میں تمام حجتیں پوری ہوگئیں اب ان کے لیے کوئی عذر' بہانہ ممکن ہی نہ ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ ان سے معذرت کرنے کو کہا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا . اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں

(الاحزاب:٦٧) اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے۔

اور اسی طرح ارشادِ خداوندی ہے کہ:

(٦٣) رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا. اے ہمارے پروردگار! ہم کو دوزخ سے نکال دے۔ (المؤمنون:١٠٧)

(٦٤) وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا۝ (یعنی قیامت کا دن وہ دن ہے کہ) اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۝ (النساء:٤٢)

کیونکہ جب وہ اپنی خطا سے مکریں گے اور قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے تو ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعضاء ان کے خلاف بول کر گواہی دیں گے۔

(٦٥) ''یوم الفتنة'': آزمائش کا دن' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ۝ جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے اور انہیں عذاب دیا جائے گا۝ (الذاریات:١٣)

جب سونا آگ میں ڈالا جائے تو کہتے ہیں: ''فتنت الذهب''۔

(٦٦) يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ. وہ دن جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ (الروم:٤٣' الشوریٰ:٤٧)

مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لیے جو وقت مقرر فرما دیا ہے کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔

(٦٧) ''یوم الغاشیة'': چھا جانے والی' مراد قیامت ہے جس کے شدائد واہوال ہر چیز پر چھا جائیں گے۔

اسی سے ہے: ''غاشية السرج'' زین کا پردہ۔

(٦٨) فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ۝ (الفجر:٢٥-٢٦) تو اس دن کوئی عذاب نہ دے گا اس کے عذاب کی طرح۝ اور کوئی نہ جکڑے گا اس کے جکڑنے کی طرح۝

یعنی اس روز اللہ جل جلالہ کی گرفت بڑی سخت ہوگی۔

(٦٩) یوم لا بیع فیه ولا خلال. اس دن نہ سوداگری ہوگی نہ یارانہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ۝ (ابراہیم:٣١) میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ سوداگری ہوگی نہ یارانہ۝

نوٹ: اس آیت میں نفسانی اور طبعی دوستی کی نفی ہے اور ایمانی دوستی جو محبت الٰہی کے سبب سے ہو وہ باقی رہے گی جیسا کہ ''سورۂ زخرف'' میں فرمایا:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (الزخرف:٦٧)

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

نوٹ: قیامت کے دن دینی دوستی اور وہ محبت جو اللہ کے لیے ہے باقی رہے گی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے' آپ نے فرمایا: دو دوست مومن اور دو دوست کافر' مومن دوستوں میں سے ایک مرجاتا ہے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے: یارب! فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور خبر کرتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے' یارب! اس کو میرے بعد گمراہ نہ کر اور اس کو ہدایت دے جیسی میری ہدایت فرمائی اور اس کا اکرام کر جیسا میرا اکرام فرمایا۔ جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے' اچھا دوست ہے' اچھا رفیق ہے۔ اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے: یارب! فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا' نیکی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر نہیں ہونا' جب اس کا کافر دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہتا ہے: بُرا بھائی' بُرا دوست' بُرا رفیق۔ (سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ حاشیہ بر''کنز الایمان'' سورۂ زخرف)

نیز ارشاد ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ. (البقرہ:۲۵۴)

اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو' وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ (کافروں کے لیے) دوستی اور نہ شفاعت۔

(۷۰) ''یوم لاریب فیه'': جو دن شک کی جگہ نہیں ہے' اگرچہ کافروں نے اس میں تردد اور شک کیا لیکن اس پر ظاہر دلیلیں قائم ہیں اس لیے شک کی نفی کر دی جس طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرنے والوں کی تردید میں شک کی نفی کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ. (ابراہیم:۱۰)

کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے' اس کی دلیلیں تو نہایت ظاہر ہیں؟ باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس پر ظاہر و باہر دلائل قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے کام اس پر شاہد ہیں اور یہ عالم نو پیدا ہے جو پیدا کرنے والے کا مقتضی ہے لیکن اس کے باوجود بعض کافروں نے اس میں شک کیا اور بعض دوسروں نے شک کی نفی کی ہے اور چونکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں اس لیے ان کا نہ ماننا اور تردد کرنا موجب شک نہیں ہوسکتا' اسی طرح قیامت کے برپا ہونے پر اگر غور کیا جائے اور نظر و فکر سے کام لیا جائے تو اس پر ایسے دلائل عقلیہ ونقلیہ موجود ہیں کہ شک کی گنجائش ہی نہیں باقی رہتی مگر ان کے دلوں پر جب پردے پڑے ہوئے ہیں تو اس لیے وہ شک کرتے ہیں کہ یقین ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوسکتا اور وہ شک میں مبتلا رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ (الحج:۶۔۸)

یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ مُردوں کو زندہ فرمائے گا اور یہ کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے O اور اس لیے کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اُٹھائے گا انہیں جو قبروں میں ہیں O اور کوئی آدمی وہ ہے کہ اللہ کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ نہ تو علم نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی روشن نوشتہ (رکھتا ہے) O

(۷۱) يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ (آل عمران:۱۰۶)

جس دن کچھ چہرے تاباں و درخشاں ہوں گے اور کچھ چہرے کالے سیاہ ہوں گے۔

اس کا مزید بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

(۷۲) ''یوم الآذان'': ایک دن حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہشام بن عبدالملک کو اس کے دربار میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اتق الله واحذر یوم الآذان''. اللہ سے ڈر اور یوم الآذان سے بچ۔ ہشام نے پوچھا کہ یوم الآذان سے کون سا دن مراد ہے؟ حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الاعراف:۴۴)

اور بیچ میں منادی نے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر O

ہشام یہ سن کر بے ہوش ہو گیا۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے: ''هذا ذل الصفة فكيف ذل المعاينة'' یعنی روزِ قیامت کا حال سن کر یہ حال ہو گیا جب آنکھوں سے اس کی دہشت و ہول کا معائنہ کرو گے تو کیا حال ہوگا؟

(۷۳) ''یوم الشفاعة'': ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ (البقرہ:۲۵۵)

وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے اس کی اجازت کے بغیر۔

نوٹ: اس میں مشرکین کا رد ہے جن کا گمان تھا کہ بت شفاعت کریں گے انہیں بتا دیا کہ کفار کے لیے شفاعت نہیں۔ اللہ کے حضور مأذونین کے سوا کوئی شفاعت نہیں کر سکتا اور اذن والے انبیاء و ملائکہ و مؤمنین ہیں۔

اور ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى . (الانبیاء:۲۸)

اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے۔

اور فرمایا:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ . (سبا:۲۳)

اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اذن فرمائے۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۙ (الشعراء:۱۰۰) اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں O

(۷۴)''یوم العرق''(جس دن پسینے چھوٹ جائیں گے): اس کا بیان اگلے باب کی احادیث کے ضمن میں آئے گا۔(بحول اللہ وقوتہ). اللہ تعالیٰ پھیرنے اور قوت و ہمت عطا فرمانے والا ہے۔

(۷۵)''یوم القلق والجولان'': بے چینی اور بے قراری کا دن' اور قلق کا معنیٰ ہے ثابت اور برقرار نہ رہنا' جب آدمی ایک حالت پر برقرار نہ رہے تو کہتے ہیں:''قلق الرجل'' اور اسی طرح ''جولان'' کا معنیٰ ہے ایک حالت پر ثابت نہ رہنا۔

(۷۶)''یوم الفرار'': اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ؕ اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی O اور ماں اور باپ O اور بیوی اور بیٹوں سے O

(عبس:۳۴-۳۶)

ہر شخص اپنے ساتھی سے راہِ فرار اختیار کرے گا تاکہ وہ اس سے کوئی مطالبہ نہ کرے یا تو ایک دوسرے سے بھاگنے کی وجہ یہ ہوگی کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کا کچھ دینا ہوگا اور اس تاوان اور ڈھنڈ سے بچتے ہوئے ایک دوسرے سے دُور بھاگیں گے یا پھر دہشت و ہول اور اس دن کی شدت اور سخت گھبراہٹ کی وجہ سے کوئی کسی کی طرف ملتفت نہ ہوگا کہ ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہوگی۔

عبداللہ بن طاہر الابہری فرماتے ہیں: قیامت کے دن ہر شخص اپنے ساتھی سے اس لیے دُور بھاگنے کی کوشش کر رہا ہوگا کہ ہر شخص پر یہ بات آشکارا ہوگی کہ آج کوئی دوست اور رشتہ اس کے کسی کام نہیں آ سکتا اور وہ اس کی مشکلات اور مصائب کو دُور کرنے سے عاجز و بے بس ہیں اور اگر انسان کو دنیا میں یہ پتہ چل جائے کہ کوئی شخص اس کا مشکل کشا نہیں ہے تو وہ اپنے رب تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قیامت کے دن جو شخص سب سے پہلے اپنے باپ (چچا) سے بھاگے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور اپنے بیٹے سے سب سے پہلے دُور بھاگنے والے حضرت نوح علیہ السلام ہوں گے اور سب سے پہلے اپنی بیوی سے دُور بھاگنے والے حضرت لوط علیہ السلام ہوں گے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: یہ حضرات اس طرح خیال کریں گے جیسے یہ آیات ان کے ہی بارے میں نازل ہوئی ہوں اور یہ بھاگنا ان سے بیزاری و نفرت کے اظہار اور لاتعلقی کو ثابت کرنے کے لیے ہوگا۔

نجانا اللہ من اھوال ھذا الیوم بحق محمد نبی الرحمۃ وصحبہ الکرام البررۃ وجعلنا ممن حشر فی زمرتھم ولا خالف بناعن طریقھم' ومذھبم بمنہ وکرمہ آمین' وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم.

### دعا کا ترجمہ

اللہ تعالیٰ ہمیں بحق نبی رحمت حضرت محمد ﷺ اور آپ کے نیکوکار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قیامت کی پریشانیوں اور خطروں سے بچائے اور انہی کے گروہ اور جماعت میں ہمارا حشر فرمائے اور ہمیں ان کے طریقہ اور ان کے راستہ کی مخالفت سے اپنے محض احسان اور کرم سے محفوظ رکھے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب پر اللہ کی طرف سے درود و سلام ہو۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قیامت کے ناموں کو ان کی تفسیر کے بغیر وجہ تسمیہ کے ساتھ متعدد علماء نے بڑے عمدہ طریق سے بیان کیا ہے' ان میں سے بعض علماء کرام کے اسماء مبارک یہ ہیں:

ابن نجاح رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''سُبل الخیرات'' میں اور ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصانیف میں کئی مقامات پر اسماء قیامت کا ذکر فرمایا ہے جیسے ''احیاء العلوم'' وغیرہ اور امام قتبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''عیون الاَخبار'' میں اور ہم نے اپنی اس کتاب ''تذکرہ'' میں قیامت کے جو اسماء اور ان کی تفسیر بیان کی ہے یہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''سراج المریدین'' سے ماخوذ ہے۔

اور کچھ ہماری طرف سے اس میں اضافہ بھی ہے والحمد للّٰہ علی ذلک۔ واضح رہے کہ قیامت کے اسماء کی یہ کوئی مکمل اور حتمی فہرست نہیں ہے' ان ناموں میں ابھی مزید اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قیامت کے دن پیش آنے اور رونما ہونے والے احوال و واقعات کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے:

(۱) یوم الازدحام (۲) یوم التضایق (۳) یوم الخزی (۴) یوم الھوان (۵) یوم الذل (۶) یوم الافتقار (۷) یوم الصغار (۸) یوم الانکسار (۹) یوم المیقات (۱۰) یوم المرصاد وغیرہ ذلک' اس باب کے بعد کچھ مزید اسماء قیامت کی طرف انشاء اللہ تعالیٰ ہم اشارہ کریں گے۔

# ۳۱- محشر کی ہولناکیاں

امام محاسبی کتاب ''التوھم والأھوال'' میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام انسانوں اور جنوں کو اس حال میں محشر میں جمع فرمائے گا کہ وہ برہنہ یعنی فطری جسم کے ساتھ ہوں گے۔ دنیا کے بادشاہوں کی بادشاہت چھن چکی ہوگی' وہ سرکش اور ظالم و جابر بادشاہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ستم ڈھاتے تھے آج ذلت و رسوائی کے طوق ان کی گردنوں میں پڑے ہوں گے اور صرف انسان ہی بدحواس نہ ہوں گے بلکہ وہ جنگلی اور وحشی جانور جو انسان کی آواز سے بدکتے اور اس کے سائے سے دور بھاگتے تھے' آبادیوں سے دُور صحراؤں اور گھنے جنگلوں میں چھپ کر انسانوں سے الگ رہنے کے عادی تھے' آج اپنی کچھاروں اور غاروں کو چھوڑ کر سر جھکائے انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ جبّار و قہار مالک کے حضور اوپر تلے آ کر جمع ہو جائیں گے اور ''یوم نشور'' کی ایسی ہیبت چھائی ہوگی کہ کسی گدھے کو دولتیاں جھاڑنے کی یاد ہوگی نہ کسی سانپ کو ڈسنے کا پتہ ہوگا اور نہ کسی درندے کو شکار کرنے اور چیر پھاڑ کی ہوش ہوگی' سب دُم دبائے سر جھکائے

آ رہے ہوں گے اور موقف میں ''وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝'' (التکویر:۵) کا منظر پیش کر رہے ہوں گے' اس کے بعد سرکش شیطان آرام سے رام ہو کر حساب لینے والے' بدلہ دینے والے حنّان و دیّان مولیٰ کے حضور پیشی کے لیے حاضر ہو جائیں گے حتیٰ کہ زمین کی تمام اصناف کی ذی روح مخلوق انسان' جن' شیاطین' چرند پرند' چوپائے اور حشرات الارض کا حشر اور جمع ہونا مکمل ہو جائے گا تو اس کے بعد آسمان کے ستارے ان کے اوپر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں گے' آفتاب و ماہتاب بےنور ہو جائیں گے' مخلوق پر گہری گھٹا ٹوپ تاریکی چھا جائے گی' آسمانِ دنیا مخلوق کے سروں پر جوش مارے گا اور اتنا بڑا ہونے کے باوجود چکی کے پاٹ کی طرح ان کے اوپر تیزی سے گھوم رہا ہوگا اور پانچ سو سال تک یہی عالم رہے گا' ہائے خدایا! اس کے ٹوٹنے' پھٹنے اور ریزہ ریزہ ہو کر گرنے کی آواز کتنی سخت ہولناک ہوگی' بہت بڑی مصیبت کا یہ بہت بڑا دن جس کو ''یوم الطامہ'' اور ''یوم القیامہ'' کہا جاتا ہے' کیسا ہولناک ہوگا' پھر آسمان پگھل کر سیماب اور پارہ کی طرح بن جائیں گے جس طرح کہ جبّار و قہار مولیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ (الرحمٰن:۳۷)

پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول سا ہو جائے گا (کہ جگہ جگہ سے شق اور رنگت کا سرخ جیسے سرخ چمڑا (ہوتا ہے) ۝

اور فرمایا:

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ (المعارج:۸-۹)

جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی ۝ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اُون ۝

وہ اُون جو مختلف رنگوں سے رنگی ہوئی ہو کیونکہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اس لیے ان کو ''عھن'' سے تشبیہ دی ہے اور یہ انتہائی کمزور ہوتی ہے' پھر فرشتے آسمان کے کناروں سے رب کی پاکی بیان کرتے ہوئے گروہ در گروہ زمین پر اُتریں گے' ان کے اجسام کے بڑا ہونے کی وجہ سے یوں لگے گا جیسے وہ گر رہے ہوں اور خوفِ خدا کی وجہ سے ان کی آوازوں سے گھبراہٹ ظاہر ہوگی' ان کو دیکھ کر مخلوق خوف زدہ ہو جائے گی' لوگ یہ سمجھیں گے کہ شاید اتنے بڑے بڑے فرشتے ان کو پکڑنے آئے ہیں۔ چنانچہ وہ فرشتے زمین پر صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے' سر جھکائے ہوں گے لیکن مخلوق کی طرف آنکھیں کھولے گھور گھور کر دیکھتے ہوں گے' اس دن کی ہیبت اور ہول کی وجہ سے اپنے پَروں کو سمیٹ لیں گے اور پَروں کو سکیڑے سرافگندہ ہو کر نہایت عاجزی اور خضوع کے ساتھ اپنے رب جل مجدہٗ کے حکم کے لیے حاضر کھڑے ہوں گے' اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے باری باری اُتریں گے یہاں تک کہ ساتویں آسمان کے اور ہر آسمان کے فرشتوں کی تعداد ان کی جسامت اور ان کی آواز اپنے سے پہلوں کی تعداد' جسامت اور آواز سے دوگنی ہوگی حتیٰ کہ جب ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کی مخلوق میدانِ حشر میں جمع ہو جائے گی تو سورج کو دس سالوں کی گرمی کی چادر پہنا دی جائے گی اور جب سورج اتنا گرم ہو جائے گا جتنی دس سال میں اس کی تپش اور حرارت ہوتی ہے تو اسے مخلوق کے اتنا قریب کر دیا جائے گا جتنا دو کمانوں کے ملنے کے

وقت ان کے درمیان فاصلہ رہ جاتا ہے یا ایک کمان کے دو کناروں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے اور اس دن عرشِ الٰہی کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا' بعض لوگ عرشِ الٰہی کے سایہ کے نیچے ہوں گے اور دوسرے سورج کی دھوپ میں کھڑے ہوں گے۔ سورج کی اس زہرہ گداز گرمی سے سخت کرب والم اور عجیب قلق و بے چینی کا عالم ہوگا' لوگوں کا ازدحام اور رش ہوگا' گھٹن اور تنگی کے ساتھ دھکم پیل ہوگی' لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے' گردن توڑ پیاس ستا رہی ہوگی ادھر بھیڑ اور رش کی وجہ سے دم گھٹ رہا ہوگا اُدھر سورج کی حرارت اور گرمی اپنے شباب پر ہوگی جس سے لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے اور سطحِ زمین پر لوگوں کا پسینہ بہنے لگے گا اور پھر لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سعادت و شقاوت کے لحاظ سے اپنے مراتب اور درجات کے مطابق ہوں گے' کسی کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا اور کوئی کندھوں تک اس میں ڈوبا ہوا ہوگا اور کسی کے کانوں کی لو تک پسینہ چڑھ آئے گا اور بعض کو پسینہ لگام دے گا اور کوئی اس میں اس طرح غوطے کھا رہا ہوگا کہ لگے گا کہ وہ ڈوب کر غائب ہی ہو جائے گا۔

## ایک ٹکراؤ کا ہٹاؤ

میں کہتا ہوں کہ امام محاسبی اور بعض دیگر ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ موقف میں لوگوں کے جمع ہونے کے بعد آسمان پھٹنے کا واقعہ ہوگا حالانکہ اس سے پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ آسمانوں کا پھٹنا موقف میں لوگوں کے جمع ہونے سے قبل واقع ہوگا اور یہی قرآن پاک کے ظاہر سے بھی معلوم ہوتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مرفوعاً مروی ہے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

اور امام محاسبی نے جو ذکر کیا ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا' زمین کو دھوڑی (رنگدار کھال) کی طرح بچھا دیا جائے گا اور اس کی وسعت میں اتنا اور اتنا اضافہ کر دیا جائے گا اور تمام مخلوق جن وانس کو ایک ہموار میدان میں جمع کیا جائے گا' پھر جب یہ ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنی مٹھی میں سمیٹ لے گا اور اہلِ آسمان روئے زمین پر بکھر جائیں گے اور آسمان والوں کی تعداد زمین کے تمام جنوں اور انسانوں سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔

آگے طویل حدیث ہے اور اس حدیث کو ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''دقائق ابن المبارک'' میں ذکر کیا ہے' وہ کہتے ہیں:

ہمیں یہ حدیث عوف نے ابوالمنہال سیار بن الریاحی سے اور انہوں نے شہر بن حوشب سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان فرمائی' پھر انہوں نے کہا: ابن المبارک کہتا ہے کہ مجھے جویبر نے حضرت ضحاک سے حدیث روایت کی ہے' وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کو امر کرے گا پس وہ پھٹ جائے گا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہو جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین پر اُترنے کا امر فرمائے گا تو وہ زمین پر آ کر زمین اور اہلِ زمین کا احاطہ کر لیں گے' پھر اللہ تعالیٰ دوسرے آسمان کے فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ بھی اُتر کر ان کے پیچھے دوسری صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے' پھر اسی طرح تمام آسمانوں کے فرشتوں کو حکم ہوگا اور وہ اُتر کر صف بند ہوتے جائیں گے

یہاں تک کہ جب ساتویں آسمان کے فرشتے نازل ہو جائیں گے تو ان کے بعد ملک اعلیٰ اپنے جاہ و جلال اور مُلک کے ساتھ نزول فرمائے گا اور اس کے بائیں پہلو میں جہنم ہوگی جس کا شور اور چیخ و چنگاڑ لوگ سنیں گے۔ لوگ جس طرف بھی آئیں گے زمین کا کوئی بھی کنارہ خالی نہیں ہوگا' وہ ہر مقام پر فرشتوں کو صف باندھے کھڑے ہوئے پائیں گے' اسی بات کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ (الرحمٰن: ۳۳) | اے جن و انس کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے O |

اور فرمایا:

| | |
|---|---|
| وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ (الفجر: ۲۲) | تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار در قطار O |
| وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ (الحاقۃ: ۱۶۔۱۷) | اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا (یعنی نہایت کمزور ہوگا حالانکہ پہلے وہ بڑا مضبوط و مستحکم تھا) O اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے۔ |

یعنی فرشتوں کا مسکن آسمان ہے' وہ اس کے پھٹنے پر اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے پھر بہ حکم الٰہی اُتر کر زمین کا احاطہ کریں گے۔

اور اسی اثناء میں لوگ ایک آواز سنیں گے اور احتساب گاہ کی طرف چل پڑیں گے۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ محاسبی کی نقل کردہ دونوں روایتیں اسناد کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں کیونکہ ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان روایتوں کے دو راویوں ایک شہر بن حوشب اور دوسرے جویبر پر جرح کی ہے اور دونوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں جویبر بن سعید بلخی کی تضعیف فرمائی ہے اور شہر کے بارے میں امام مسلم صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

ابن عون اپنے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے تھے' ان سے کسی شخص نے شہر بن حوشب کی احادیث کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ:

| | |
|---|---|
| ان شھراً نزكوه. ان شھراً نزكوه. | بے شک شہر کو لوگوں نے زخمی کیا ہے' بے شک شہر کو لوگوں نے زخمی کیا ہے۔ |

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ی لوگوں نے اس کی تضعیف کر کے اس کو جرح اور طعن و تشنیع کے نیزوں سے گھائل کیا ہے۔

شعبہ بیان کرتے ہیں:

قد لقیت شھراً فلم اعتدبہ. میری شھر سے ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی احادیث کو قابلِ روایت نہیں سمجھا۔

## ایک اور روایت

ابوحامد امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی امام محاسبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حضرت ابن عباس اور حضرت ضحاک (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کردہ حدیث سے ملتی جلتی ایک حدیث کو روایت کیا ہے' ان کی روایت کا ترجمہ یہ ہے: بے شک جب تمام اوّلین اور آخرین ایک ہموار میدان میں جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کے فرشتوں کو امر کرے گا کہ وہ مخلوق کو قابو کر لیں۔

چنانچہ ہر فرشتہ اس مخلوق میں سے جس کی طرف اس کو بھیجا گیا ہوگا ایک ایک انسان کو اور اسی طرح جنات اور وحشی جانوروں اور پرندوں میں سے ایک ایک فرد کو گرفتار کر لے گا' پھر یہ فرشتے ان انسانوں' جنوں' چرندوں اور پرندوں کو ارضِ ثانیہ کی طرف منتقل کر دیں گے اور یہ چاندی کی سفید نورانی زمین ہوگی اور تمام مخلوق کے پیچھے فرشتے حلقہ بنا کر کھڑے ہو جائیں گے جن کی تعداد اہلِ زمین کی بہ نسبت دس گنا سے زیادہ ہوگی' پھر اللہ تعالیٰ دوسرے آسمان کے فرشتوں کو امر کرے گا جو ان کے اردگرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو جائیں گے اور ان کی تعداد پہلوں کی نسبت بیس گنا زیادہ ہوگی' پھر تیسرے آسمان کے فرشتے نازل ہوں گے اور ان سب کے پیچھے حلقہ بنا کر کھڑے ہو جائیں گے' ان کی تعداد پہلوں سے تیس گنا زیادہ ہوگی' پھر چوتھے آسمان کے فرشتے اُتریں گے اور سب کے پیچھے حلقہ بنا کر کھڑے ہو جائیں گے' ان کا شمار پہلوں سے چالیس صفیں زیادہ ہوگا اور پھر پانچویں' چھٹے اور ساتویں آسمانوں کے فرشتے یکے بعد دیگرے اُتریں گے اور ان کی تعداد پہلوں کے مقابلے میں بالترتیب پچاس گنا' ساٹھ گنا اور ستر گنا سے زیادہ ہوگی۔ خلقِ خدا اس طرح ایک دوسرے کے اندر گھسی پڑی ہوگی کہ ایک آدمی کے پاؤں کو ہزار آدمیوں کے پاؤں لتاڑیں اور روندیں گے یعنی سخت رش اور بھیڑ ہوگی اور لوگ پسینے سے شرابور ہوئے ہوں گے' کوئی ٹھوڑی تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا تو کوئی سینے تک' کسی کے ٹخنوں تک پسینہ بلند ہوگا اور کسی کے گھٹنوں تک اور کسی کے جسم سے حمام میں بیٹھنے والے شخص کی طرح پسینہ ٹپک رہا ہوگا اور کسی کو صرف اتنی سی تری پہنچے گی جیسے پیاسے شخص کو پانی پینے سے طراوت اور تری حاصل ہوتی ہے اور یہ قلق اور زہرہ گداز گرمی اور پسینے کا بہنا آخر کیوں نہ ہو اس لیے کہ سورج لوگوں کے سروں سے اتنا قریب ہوگا کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ لمبا کرلے تو سورج کو تک جائے اور پھر یہ کہ اس دن سورج کی حرارت پہلے کی نسبت ستر درجہ زیادہ ہوگی۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ جس طرح قیامت کے دن سورج کی کیفیت ہوگی اسی ہیئت کے ساتھ اگر آج سورج طلوع ہو تو زمین جل کر راکھ بن جائے' پہاڑ پگھل جائیں اور سمندروں کے پانی خشک ہو جائیں۔ پس اس سفید زمین پر خلقِ خدا کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوگا جس زمین کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ. جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا۔ (ابراہیم:۴۸)

اور محشر میں لوگ مختلف درجات اور اقسام میں منقسم ہوں گے جیسا کہ حدیثِ معاذ میں بیان ہوا ہے اور دنیا کے بادشاہ چیونٹیوں کی طرح پڑے ہوں گے جیسا کہ متکبرین کی صفت کے بیان میں حدیث پاک میں بیان ہوا ہے اور چیونٹیوں کی طرح ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی شکل و ہیئت چیونٹیوں جیسی ہو جائے گی بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ذلت و پستی میں ان کی مانند ہوں گے اور مخلوق کے پیروں تلے پامال ہوتے پھریں گے اور ان کا کوئی دنیا کی طرح رعب و دبدبہ اور شان و شوکت نہیں ہوگی۔ اسی اثناء میں بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہیں پینے کے لیے ٹھنڈا' صاف اور شیریں پانی ملے گا کیونکہ کچھ بچے جنت کی نہروں سے پانی کے پیالے بھر کر اپنے والدین کو پلانے کے لیے گھوم رہے ہوں گے۔

سلف صالحین میں سے بعض نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور وہ گویا میدانِ محشر میں موجود ہیں' سخت پیاس لگی ہوئی ہے' چھوٹی عمر کے کچھ بچے لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ان بچوں کو آواز دی کہ مجھے بھی پانی پلا دو' ان میں سے ایک بچہ مجھ سے کہتا ہے: کیا تمہارا کوئی بچہ ہم میں موجود ہے؟ میں کہتا ہوں کہ نہیں تو وہ بچہ کہنے لگا: تب تو پھر آپ کو پانی نہیں مل سکتا۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اسی لیے شادی کرنے کی بہت فضیلت ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس پانی پلانے والے بچے کی کچھ شرائط ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں بیان کیا ہے۔

اور میدانِ محشر میں بعض لوگوں کے سر پر سایہ ہوگا جو انہیں گرمی سے بچائے گا اور یہ سایہ ان کا دیا ہوا وہ صدقہ ہوگا جو وہ اپنے حلال اور پاکیزہ مال سے نکالا کرتے تھے' پھر اسی عالم میں دس صدیاں گزر جائیں گی یہاں تک کہ لوگ صور پھونکے جانے کی آواز سنیں گے۔ (صور کے پھونکنے کی کیفیت کو ہم نے ''احیاء العلوم'' میں بیان کیا ہے اور یہ قرآن مجید کے بعض اسرار میں سے ہے) تو اس آواز سے دل دہل جائیں گے اور سخت چنگاڑ کی وجہ سے آنکھیں جھک جائیں گی اور مؤمنین گردنیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھیں گے اور کافر یہ گمان کریں گے کہ یہ عذاب ہے جو قیامت کے ہولناک دن میں ان پر بڑھتا جا رہا ہے' اس دن عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتوں نے اُٹھا رکھا ہوگا۔

(آج کل چار فرشتوں نے عرشِ الٰہی کو اُٹھا رکھا ہے اور روزِ قیامت چار کا مزید اضافہ کر دیا جائے گا)۔

ان میں سے ایک فرشتے کا قدم بیس (۲۰) ہزار سال کی مسافت پر جا کر واقع ہوتا ہے۔

فرشتوں کی ایک فوج ہوگی اور رنگ برنگ کے بادلوں سے تسبیح کی آوازیں آئیں گی اور لوگ نہایت ناقابلِ برداشت حالت میں ہوں گے حتیٰ کہ رب کا عرش اس سفید زمین پر آ کر ٹھہر جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے اسی کام کے لیے خاص طور سے پیدا فرمایا ہوگا۔ عرشِ الٰہی کے استقرار کے بعد تمام لوگ اپنے سر جھکا لیں گے اور سہم کر کھڑے ہو جائیں گے' ساری مخلوق پر کپکپی اور لرزہ طاری ہوگا' ڈر رہے ہوں گے' انبیاء کرام علیہم السلام پر رعب چھایا ہوگا' علماء خوف زدہ ہوں گے' اولیاء اور شہداء اللہ تعالیٰ کے ناقابلِ برداشت عذاب کے تصور سے گھبرائے ہوئے

ہوں گے کہ اچانک ان کو ایک روشنی ڈھانپ لے گی یہاں تک کہ پھر بعد میں اس روشنی پر سورج کا نور غالب آ جائے گا جس کی گرمی میں وہ کھڑے ہوں گے۔ لوگ اسی طرح مسلسل ہزار سال تک اضطراب و بے چینی اور بے ترتیبی کے ساتھ مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔ اللہ پاک جل شانہ ان کے ساتھ کوئی کلام نہیں فرمائے گا' پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: اے ابوالبشر! ہمارا معاملہ بہت سخت ہے اور کافر یہ کہیں گے: اے پروردگار! ہمیں راحت اور آرام دے دے اگرچہ دوزخ میں ہی ڈال دے کیونکہ وہ قیامت کے دن حشر کی ہولناکیوں کو بہت سخت محسوس کریں گے۔ لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے عرض کریں گے: آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ کے لیے سجدہ کرنے کا فرشتوں کو حکم دیا اور آپ میں اپنی خاص روح پھونکی' آپ کا رب کے ہاں بڑا مقام ہے ہمارے لیے فیصلہ کی سفارش کیجیے۔ اس کے بعد ایک نبی مکرم سے دوسرے نبی مکرم کی طرف شفاعت کے لیے جانے کا ذکر کیا اور یہ کہ ایک نبی معظم سے دوسرے نبی محترم کی طرف شفاعت کے لیے عرض کرنے کو لوگوں کے حاضر ہونے کے درمیان ایک ہزار سال کا وقفہ ہوگا یہاں تک کہ سب سے آخر میں شفاعت کے لیے ہمارے آقا و مولیٰ سید الاوّلین والآخرین حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین' انیس الغریبین' خاتم النبیین محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے عرض کیا جائے گا اور آپ شفاعت فرمائیں گے۔ شفاعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا بیان انشاء اللہ العزیز احادیثِ شفاعت میں آئے گا۔

محشر کی ہولناکیوں کے بارے میں ایک اور روایت مذکورہ بالا دو روایتوں کی مثل فقیہ ابوبکر بن برحان نے بھی حدیث روایت کی ہے' وہ کتاب ''الارشاد'' میں لکھتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام اوّلین اور آخرین کو ایک ہموار زمین پر اکٹھے فرمائے گا' سورج کو لپیٹ دیا جائے گا اور تارے جھڑ کر گر پڑیں گے' آسمان مخلوق کے اوپر تیزی سے گھومے گا اور اس دن کے بڑے ہول کی وجہ سے پھٹ جائے گا اور بادل کی ٹکڑیوں کی طرح اُڑتا پھرے گا اور پھر پھٹنے کے بعد گلاب کے پھول سا ہو جائے گا جیسے سرخ رنگ دار دھوڑی اور چمڑا ہو اور آسمانوں کو ایک ایک کر کے ان کی جگہ سے اس طرح کھینچ لیا جائے گا جس طرح ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کھینچ لی جاتی ہے اور ملائکہ (یعنی ہر آسمان کے فرشتے جو پھٹنے کے وقت کناروں پر ہو گئے تھے) باری باری اُتریں گے اور مخلوق پر کھڑے کھڑے قیام بہت لمبا ہو جائے گا' سب سے کم مدت چالیس سے تین سو سال بیان کی جاتی ہے اور یہ ایام و سنین ایک دن میں سما جائیں گے جیسا کہ حدیث پاک میں حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: جو اونٹ والا اونٹوں کا حق ادا نہیں کرے گا اور...... قیامت کے دن ان کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو ایک چٹیل میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اس کو روندیں گے۔

اور اس حدیث میں یہ ہے کہ اونٹوں کی ایک قطار جب گزر جائے گی تو دوسری اس پر لوٹا دی جائے گی۔ ''پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا'' (مکمل حدیث آگے آئے گی انشاء اللہ)۔ اور لوگ تاریکی میں کھڑے ہوں گے دون الجسر ......۔

اور اس دن لوگ ننگے پیر اور ننگ بدن اُٹھائے جائیں گے' قیامت کے دن لوگوں کو اتنی بھوک اور اتنی پیاس

لگے گی کہ کبھی بھی اس قدر بھوک اور پیاس انہوں نے نہ کاٹی ہوگی اور نہ کبھی ایسی برہنگی دیکھی ہوگی اس دن اللہ تعالیٰ اس کو پلائے گا جس نے کسی کو دنیا میں اللہ کی رضا کے لیے پلایا ہوگا اور جس نے کسی کو کھانا کھلایا ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کھلائے گا اور جس نے اللہ کو خوش کرنے کے لیے کسی کو لباس پہنایا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو پہنائے گا اور جس نے اللہ پر اعتماد کیا اللہ تعالیٰ اس دن اس کے لیے کافی ہوگا۔ اس کا مصداق کتاب اللہ سے اللہ عزوجل کا یہ قول ہے:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (الى قوله تعالى) فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا (یعنی بھوک، پیاس، برہنگی اور دوسرے احوال قیامت سے)۔ (الدھر: ۷-۱۱)

ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کی مثل روایت بیان کی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق کے اس قدر قریب ہوگا کہ ایک میل کی مقدار رہ جائے گی۔ (صحیح مسلم ج ۷ اص ۱۹۶، ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۴، مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۷، ج ۵ ص ۲۵۴، ابن حبان ج ۹ ص ۲۱۴، المستدرک ج ۴ ص ۵۷۱، طبرانی الکبیر ج ۸ ص ۳۲۲)

سلیم بن عامر (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھے یہ معلوم نہیں کہ میل سے آپ کی کیا مراد تھی؟ مسافت کا میل (جو سترہ سو ساٹھ ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے) یا وہ سلائی (سرمچو) جس کے ساتھ آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے (اور سرمہ سلائی کو بھی عربی میں میل کہتے ہیں) لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینہ میں ہوں گے۔ بعض لوگوں کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، بعض کا گھٹنوں تک، بعض کا کمر تک اور کسی کے منہ میں پسینہ کی لگام ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ ترمذی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے، اس میں یہ لفظ زائد ہیں: ''تكحل به العين فتصهرهم الشمس''. پھر سورج کی حرارت ان کو پگھلا کر رکھ دے گی۔

ابن مبارک نے روایت کی ہے کہ حضرت عبیداللہ بن عیزار بیان کرتے ہیں کہ بے شک قیامت کے دن لوگوں کے پیر اس طرح لگیں گے جیسے سینگ کے اندر تیر ڈالے ہوئے ہوں اور جو خوش بخت انسان اپنے دونوں پیر رکھنے کی جگہ پالے گا وہ اس جگہ پر اپنے پاؤں رکھ لے گا اور بے شک سورج لوگوں کے سروں کے بہت قریب ہوگا حتیٰ کہ سورج کے اور لوگوں کے سروں کے درمیان ایک یا دو میل کا فاصلہ اور دُوری رہ جائے گی، پھر سورج کی حرارت اور گرمی میں ساٹھ اور چند درجے اوپر اضافہ اور زیادتی کر دی جائے گی

اور میزان پر ایک فرشتہ مقرر ہے جب بندہ (کے اعمال) کا وزن کیا جاتا ہے تو وہ نداء کرتا ہے کہ سنو! فلاں ابن فلاں کا پلڑا بھاری ہے اور وہ ایسا سعادت مند نکلا ہے کہ کبھی بھی اس کے بعد وہ بدبخت نہیں ہوگا اور سنو! فلاں ابن فلاں کا پلڑا ہلکا ہے اور وہ ایسا بدبخت ہوا ہے کہ آج کے بعد وہ کبھی سعید اور خوش بخت نہ ہوگا۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کا پسینہ زمین میں ستر باع (عربی میں ''الباع'' دونوں بازوؤں کے

پھیلانے کی مقدار کو کہتے ہیں جو چھ (۶) فٹ ہوتی ہے جو دو گز بنتے ہیں) ایک سو چالیس گز تک پھیلا ہوگا اور وہ انسان کے منہ یا کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۹۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۸)

(راوی کو شک ہے کہ آپ نے کون سا لفظ فرمایا تھا۔)

اور بخاری میں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس دن تمام انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ان میں سے ایک شخص اپنے نصف کانوں تک اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا۔

امام ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث مرفوعاً اور موقوفاً صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: ان سے ایک شخص کہنے لگا: اے ابو عبدالرحمٰن! مدینہ منورہ (زادھا اللہ عزا وشرفا) کے لوگ پورا ماپ کر دیتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: (میں نے کہا کہ) اور انہیں پورا ماپنے سے کونسی چیز روک سکتی ہے (یعنی وہ کیوں نہ پورا ماپیں) جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝'' (المطففین:۱) یہاں تک کہ آپ نے پڑھا: ''يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝''۔ (المطففین:۶)

''کم تولنے والوں کی خرابی ہے ۝ وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں ۝ اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں ۝ کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اُٹھنا ہے ۝ ایک عظمت والے دن کے لیے ۝ جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے ۝'' (المطففین:۱۔۶)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ''يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝'' (المطففین:۶) کے متعلق فرماتے ہیں: وہ نصف کانوں تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے یعنی قیامت کی عظمت اور اس دن کے ہول اور ہیبت کی وجہ سے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (المطففین:۶) جس دن لوگ (ذرہ ذرہ کا حساب دینے کے لیے) تمام جہانوں کے مالک کے سامنے کھڑے ہوں گے ۝

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ تمہیں محشر میں اس طرح جمع فرمائے گا جس طرح ترکش میں تیروں کو جمع کیا جاتا ہے پچاس ہزار سال تک اللہ تعالیٰ تمہاری طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ (مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۷۲، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۳۵)

(امام وائلی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے، اس کی سند جید ہے)

امام اوزاعی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال بن سعید کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگ بھاگے پھریں گے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ (القیامۃ:۱۰) اس دن انسان کہے گا: کدھر بھاگ کر جاؤں ۝

اور دوسری آیت میں فرمایا کہ:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ ۔ اور کسی طرح تو دیکھے جب وہ (کفار) گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے۔ (سبا:۵۱)

اور حدیث جویبر از ضحاک میں ہے: پھر ایک فرشتہ زمین پر اُترے گا اور اس کے پہلو میں بائیں جانب جہنم ہوگا' لوگ جہنم کی ہولناک بھڑکنے کی آواز اور اس میں رینگنے اور چیخ و چنگاڑ کو سنیں گے تو ادھر ادھر بھاگیں گے مگر جس طرف کو بھی جائیں گے وہاں فرشتوں کو صف بستہ کھڑے ہوئے پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک کا یہی مطلب ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ ۔ اے جن وانس کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے (تم اس سے کہیں بھاگ نہیں سکتے) ۝ (الرحمٰن:۳۳)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے ''سلطان'' کا معنیٰ عذر بیان فرمایا ہے جس کا مطلب یہ بنا کہ ان کے پاس بچ نکلنے کے لیے کوئی عذر نہیں ہوگا۔

رسولِ مکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے قیامت سے ڈرایا حتیٰ کہ مجھے رُلایا' میں نے کہا: اے جبریل! کیا اللہ تعالیٰ نے وہ سب الزام جو مجھ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے تھے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے تھے' دُور نہیں فرما دیئے (یعنی یقیناً دُور فرما دیئے ہیں) تو جبریل نے مجھ سے کہا: اے محمد (ﷺ)! جب آپ روزِ قیامت کی ہولناکی کا مشاہدہ فرمائیں گے تو آپ کی تعظیم وتشریف کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو فتح مبین کے اعلان سے اگلے پچھلے لگائے گئے الزام دُور فرما دینے کا مژدہ سنایا ہے' وہ ہول اور دہشت آپ کے ذہن مبارک سے بھلا دے گا۔ (رواہ ابن جوزی)

نوٹ: قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ یقیناً ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی ہے ۝ تاکہ دُور فرما دے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو ہجرت کے بعد لگائے گئے۔ (ضیاء القرآن) (الفتح:۱۔۲)

نوٹ: محققین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مغفرت کا معنیٰ بچا لینا اور محفوظ کر لینا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے (کیونکہ نبی ﷺ معصوم ہیں' نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد سہواً یا عمداً' صغیرہ یا کبیرہ آپ سے کبھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوا نہ حقیقتاً نہ صورۃً)۔

تو اس آیت میں مغفرت' عصمت سے کنایہ ہے یعنی تاکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی عمر کے پہلے حصے میں اور بعد کے حصے میں الغرض پوری عمر میں گناہوں سے محفوظ رکھے اور یہ بہت عمدہ توجیہ ہے اور اس کو بلغاء نے

قرآن مجید کی بلاغت میں شمار کیا ہے۔ (علامہ نبہانی جواہر البحار ج ۳ ص ۲۱۴ مطبوعہ مصر)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی یہ توجیہ نقل فرمائی ہے:

اس آیت میں ''ذنب'' کا معنیٰ الزام ہے۔ عام طور پر ''ذنب'' کا معنیٰ گناہ کیا جاتا ہے' گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو لیکن اہلِ لغت لفظ ''ذنب'' کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس شخص سے سرزد بھی ہوا ہو بلکہ بسا اوقات بلاوجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں بھی ''ذنب'' کا لفظ الزام کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی اور ایک قبطی کو آپس میں لڑتے دیکھا۔ قبطی اسرائیلی کو زدوکوب کر رہا تھا' اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو انہیں مدد کے لیے پکارا۔ آپ نے پہلے قبطی کو منع کیا کہ غریب اسرائیلی پر ظلم و زیادتی نہ کرے جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اسے مکا دے مارا جو اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنے کمزور ساتھی کی مدد کرنا' اس کے بچاؤ اور اپنے دفاع کے لیے حملہ آور کو مکا مارنا نہ شرعاً کوئی جرم ہے نہ عرف میں یہ فعل قبیح ہے لیکن فرعون چونکہ آپ کا دشمن تھا اور انہیں حکومت کا باغی تصور کرتا تھا' اس نے آپ پر قتل کا الزام لگا رکھا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ آپ کو وہی سزا دیتا جو قتل عمد کی ہے' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوتِ حق دو تو آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ (الشعراء: ۱۴) — انہوں نے مجھ پر الزامِ قتل لگا رکھا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ۝

آیت میں ''ذنب'' سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے کیونکہ آپ نے اپنے اور اپنے اُمتی کے بچاؤ کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔ آپ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا اور نہ عام طور پر مکا لگنے سے موت واقع ہوتی ہے۔

ان آیات کے سیاق و سباق کو مدنظر رکھا جائے تو یہی معنیٰ ''الزام'' یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ''غفر'' کا معنی چھپا دینا' دُور کر دینا'' ''ما تقدم'' سے مراد ہجرت سے پہلے اور ''ما تأخر'' سے مراد ہجرت کے بعد یعنی اے حبیب (ﷺ)! جو الزامات' کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں' اس ''فتح مبین'' سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سیّد عالم ﷺ پر عائد کیے جاتے تھے وہ یہ ہیں: یہ کاہن ہے' یہ شاعر ہے' یہ مجنون ہے' یہ ساحر ہے' یہ اوروں سے سن سن کر فسانے بنا لیتا ہے' اسے کوئی اور پڑھاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ (مترجم)

ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:

وہ کہتے: یہ قوم میں اختلاف' انتشار پیدا کرنے والا ہے' اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اُجاڑ ڈالا ہے'

بھائی کو بھائی سے، اولاد کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے محفوظ تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے۔ ہمارے قومی انتظامات کو درہم برہم کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

# فصل

میں کہتا ہوں کہ ابن مبارک کی روایت میں جو ہے کہ قیامت کے دن سورج کی گرمی سے کسی بھی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو تکلیف اور ضرر نہیں پہنچے گا، یہ بات علی العموم درست نہیں ہے جیسا کہ حضرت مقداد بن اسود کی حدیث میں ہے۔ اب اس ابن المبارک کی روایت سے مراد یا تو یہ ہے کہ مؤمنین کاملین کو گرمی آفتاب سے کوئی تکلیف اور نقصان نہیں ہوگا اور یا اس سے مراد وہ مؤمنین ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہیں ہوگا سات طبقات کے لوگوں کو اللہ رب العزت اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ عطا فرمائے گا۔ اس حدیث کو امام مالک اور دوسرے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اور پوری حدیث اگلے باب میں آئے گی۔

اور اسی طرح اس حدیث کی تیسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ قیامت کے دن آدمی صدقہ اور اسی طرح دوسرے نیک اعمال کے سایہ میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ سب عرش ہی کے سایہ میں سے ہوگا۔ (واللہ اعلم)

اور اس کے علاوہ پسینہ کے معاملہ میں ان کی حالتیں مختلف ہوں گی جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔

ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور ہر ایک کا پسینہ اس کے ساتھ ہوگا پس کوئی تو پنڈلیوں کے وسط تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا اور اس کے آس پاس والے کا مثال کے طور پر دائیں جانب کھڑا ہونے والے شخص کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک پہنچا ہوا ہوگا، بائیں جانب کھڑے ہونے والے شخص کا پسینہ اس کے گھٹنوں تک، اس کے سامنے والے کا پسینہ اس کے نصف جسم تک اور اس کے پیچھے والے کا پسینہ اس کے سینہ تک پہنچا ہوگا۔

اور فقیہ ابوبکر بن جرجان نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں فرمایا ہے کہ یہ بات آپ کو بعید از امکان نہ لگنی چاہیے (اے اس بات کو سننے، پڑھنے والے! اللہ تم پر رحم فرمائے) کہ سب لوگ تو ایک ہی زمین پر موجود ہوں گے اور ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ایک ہوگی پھر یہ کیسے ہوگا کہ کوئی تو حوضِ کوثر سے پی رہا ہو اور کوئی پیاسا رہ جائے اور باوجود لوگوں کی بھیڑ کے اور مکان کے قریب ہونے کے اندھیروں میں کسی کسی کے سامنے نور چلے اور روشنی ہو اور ان اہل محشر میں سے کوئی ایک اپنے پسینے میں اس قدر ڈوبا ہوگا کہ اس کا پسینہ اسے لگام دیے ہوئے ہوگا یا اس کا پسینہ وہاں تک پہنچا ہوگا جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے اور یہ دنیا میں اس کے کیے دھرے کے بدلے کے طور پر ہوگا اور اسی کے ساتھ والا شخص باوجود اس کے پڑوس کے اور مکان کے قریب کے اللہ تعالیٰ کے سایہ تلے ہوگا۔ دنیا میں بھی یہ قریب قریب رہتے تھے (لیکن ان کے حالات مختلف تھے)۔ مؤمن شخص لوگوں میں اپنے نورِ ایمان کی مدد سے چلے گا اور کافر شخص اپنے کفر کے اندھیرے میں بھٹکے گا اور مؤمن شخص اللہ تعالیٰ کی سکیورٹی اور حفاظت میں ہوگا جبکہ کفار اور

گنہگار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت میں ہوں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل نہ ہوگی اور سنی مؤمن راحت میں ہوگا اور بدعتی پیاسا اور محروم ہوگا' اس سے جو مؤمن کو پلایا جائے گا حیران اور پریشان ہوگا۔ بدعت کے اندھیروں والے راستے میں بھٹکتا پھرے گا اور اسے کچھ سمجھ نہ آئے گی۔

# ۳۲-قیامت کی مشکلات سے نجات کے طریقے

امام مسلم نے روایت کی ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی مشکل حل کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مشکل حل فرمائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۷ اص ۲۱' ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۳۰' بغوی ج ا ص ۲۷۳)

حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے "نوادر الأصول" میں روایت کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہم مسجد نبوی میں تھے' آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ ایک شخص کی روح قبض کرنے کو ملک الموت تشریف لائے لیکن اس کا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا عمل سامنے آ گیا اور وہ بچ گیا اور ایک شخص پر عذاب چھا گیا لیکن اس کے وضو نے اسے بچا لیا۔ ایک شخص کو شیاطین نے گھیر لیا لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر نے اسے بچا لیا اور ایک شخص کو دیکھا کہ پیاس کی شدت سے زبان نکالے ہوئے تھا اور ایک حوض پر پانی پینے جاتا تھا مگر لوٹا دیا جاتا تھا کہ اتنے میں اس کے روزے آ گئے اور اس کو سیراب کر دیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء کرام حلقے بنائے تشریف فرما ہیں' وہ ان کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن دھتکار دیا جاتا تھا کہ اتنے میں اس کا غسل جنابت آیا اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سامنے' دائیں بائیں' اوپر نیچے ہر طرف ظلمت ہی ظلمت ہے اور وہ اس اندھیرے میں حیران و پریشان ہے تو اس کے پاس اس کا حج اور عمرہ آ گئے اور انہوں نے اس کو ظلمت اور تاریکی سے نکال کر نور اور روشنی میں داخل کر دیا' ایک اور شخص کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہے لیکن کوئی اس سے بات ہی نہیں کرتا تھا تو صلہ رحمی آ کر مؤمنین سے کہتی ہے کہ اے گروہ مؤمنین! تم اس سے بات چیت کرو تو انہوں نے اس سے کلام کی۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے جسم اور چہرے کی طرف آگ بڑھ رہی ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کو بچا رہا ہے تو اس کا صدقہ آ گیا اور اس کے چہرے پر پردہ اور اس کے سر پر سایہ بن کر اس کو بچا لیا۔ ایک شخص کا زبانیہ (سپاہی۔ وہ فرشتے جو دوزخیوں کو دوزخ کی طرف دھکیلیں گے) نے چاروں طرف سے محاصرہ کر رکھا ہے لیکن اس کا "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" آیا اور اس کو سپاہیوں سے چھڑا کر ملائکہ رحمت کی حفاظت میں دے دیا۔ ایک شخص کو دیکھا جو گھٹنوں کے بل بیٹھا ہے اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے تو اس کا حسنِ اخلاق آیا اور اس کو خدا سے ملا دیا۔ ایک شخص کو اس کا صحیفہ بائیں طرف سے دیا تو اس کا خدا سے ڈرنا آ گیا اور اس کا صحیفہ سیدھے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ ایک شخص کا میزان میں پلڑا ہلکا رہا تو اس کا سخاوت کرنا آ گیا اور نیکیوں کا وزن بڑھ گیا۔ ایک شخص جہنم کے کنارے کھڑا تھا لیکن اس کا اللہ سے

ڈرنا آ گیا اور اس کو بچا لیا۔ ایک شخص دوزخ کی آگ میں گر گیا لیکن اس کے وہ آنسو آ گئے جو اس نے خشیتِ الٰہی میں بہائے تھے اور اس کو آتشِ جہنم سے نکال لائے۔ ایک شخص پل صراط پر کھڑا تھا اور ٹہنی کی طرح لرز رہا تھا تو اس کا خدا کے ساتھ حسن ظن آیا اور اسے بچا لیا' اس کا لرزہ ختم ہو گیا اور وہ پل کراس کر گیا اور میں نے اپنی اُمت سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت کے دروازوں تک پہنچ گیا لیکن جنت کا دروازہ بند ہو گیا۔ کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' آیا اور دروازہ کھل گیا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا اور میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو پُل صراط پر اپنے سرینوں کے بل گھسٹتا ہوا جا رہا ہے تو اس کے پاس اس کی نماز آ گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھڑا کر دیا اور وہ پُل صراط سے گزر گیا۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۵۹۲)

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

یہ حدیث بہت ہی عظیم ہے۔ اس میں ایسے مخصوص اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو خاص آفات وبلیّات سے نجات دہندہ اور محفوظ رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب علم والا ہے۔

## مقروض کو مہلت دینا تمام آفات وبلیّات سے نجات دینے والا عمل ہے

''صحیح مسلم'' میں ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی اُمتوں کے' ایک شخص کا حساب لیا گیا' اس کے پاس کوئی نیکی نہیں پائی گئی ماسوائے اس کے کہ وہ لوگوں سے گھل مل کر رہتا تھا' وہ امیر شخص تھا اور اس نے اپنے ملازمین سے کہہ رکھا تھا کہ غریب آدمی سے درگزر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس سے زیادہ درگزر کرنے کے حق دار ہیں' اس (کے گناہوں) سے درگزر کرو۔

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۴۹۴' صحیح مسلم ج ۱۰ ص ۲۲۶' نسائی ج ۷ ص ۳۱۸' ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳' ج ۵ ص ۳۹۵' ابن حبان ج ۷ ص ۲۵۲' المستدرک ج ۲ ص ۲۹)

شیخین نے روایت کی ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص فوت ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوا' اس سے پوچھا گیا: تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے (راوی کہتے ہیں: اسے خود یاد آیا یا اس کو یاد دلایا گیا) اس نے کہا: میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا تھا' میں مفلس کو مہلت دیتا تھا اور سکّوں کے پرکھنے میں اس سے درگزر کرتا تھا۔ پس اس کی مغفرت کر دی گئی۔ (صحیح مسلم ج ۱۰ ص ۲۲۵)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے میں نے خود سنی ہے۔ (صحیح بخاری)

ابن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک قرض دار کو طلب کیا تو وہ ان سے چھپ گیا' پھر جب حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پا لیا تو وہ کہنے لگا: میں تنگ دست آدمی ہوں۔ حضرت قتادہ نے کہا: خدا کی قسم! اس نے کہا: خدا کی قسم۔ (حضرت ابوقتادہ) کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو روزِ قیامت کی آفات اور سختیوں سے محفوظ رکھے' وہ کسی مفلس و نادار کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔

(صحیح مسلم ج ۱۰ ص ۲۲۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۲' ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۴۵' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۱۹)

کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی غریب کو مہلت دے یا اس کا قرضہ معاف کرے اللہ تعالیٰ اسے (عرش کا) سایہ نصیب فرمائے گا۔
(صحیح مسلم ج ۱۸ص ۱۳۵' ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۰۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۷' ابن حبان ج ۷ ص ۲۵۱' المستدرک ج ۲ ص ۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جو شخص قرض دار کو مہلت دیتا ہے اللہ کے نزدیک اس کے لیے احد پہاڑ کے برابر ہر روز اجر و ثواب ہے جب تک وہ مطالبہ نہ کرے۔

ائمہ حدیث رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے (عرش کے) سائے تلے ہوں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے (سایہ عرش کے) سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ امام عادل' وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو' وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے' وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ملیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں جدا ہوں' وہ شخص جسے کوئی منصب والی صاحبِ جمال عورت (گناہ کی) دعوت دے اور وہ شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ (کے غضب) سے ڈرتا ہوں' وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو نہ پتہ چلے کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ شخص جو تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۹۲' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۳۰' نسائی ج ۸ ص ۱۹۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۱' مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۹۵۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹)

''**فی ظله**'' سے مراد ''**فی ظل عرشه**'' ہے۔ حدیث میں اس کی یہی تفسیر آئی ہے۔ سایۂ خدائے ذوالجلال سے مراد سایہ ''عرشِ'' خدائے ذوالجلال ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی بھوکے کا پیٹ بھرے' کسی کو تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے دے اور کسی مسافر کو آرام کے لیے جگہ دے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے آفات سے محفوظ رکھے گا۔

طبرانی نے روایت کی ہے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کو ایک لقمہ کھلایا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے موقف (احتساب گاہ) کی تلخی کو دُور فرما دے گا۔ (رواہ طبرانی)

قرآن مجید میں بھی اس بات کا ثبوت موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک اس سارے مضمون کو جامع ہے کہ: ''**یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ** (الی قوله) **فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ**''. (الدھر: ۷-۱۱) ''وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں' (یعنی وہ لوگ طاعت و عبادت اور شرع کے واجبات کے عامل ہیں حتیٰ کہ جو طاعات غیر واجبہ اپنے اوپر نذر سے واجب کر لیتے ہیں اس کو بھی ادا کرتے ہیں) اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شدت اور سختی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں' اللہ کی محبت میں مسکین' یتیم اور قیدی کو۔ ان سے کہتے ہیں: ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں' تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے' بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے

جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشی بخشی''۔

اور یہ بھی فرمایا کہ:

اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ (الکہف:۳۰)

ہم ان کے اجر ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں ۝

نیز قرآن مجید میں اعمالِ صالحہ کے ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کئی مقامات پر ارشاد فرماتا ہے کہ:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (المائدہ: ۶۹) وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (الانعام: ۴۸) فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (الاعراف: ۳۵) اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (الاحقاف: ۱۳)

جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم ۝ (۶۹/۵۵) اور ہم رسولوں کو (جنت وثواب کی) بشارت اور (عذاب کا) ڈر سنانے کے لیے ہی بھیجتے ہیں تو جو ایمان لائے اور نیک کام کرے، ان کو نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم (۴۸/۶) تو جو پرہیز گاری کرے (ممنوعات سے بچے) اور سنورے (طاعات وعبادات بجالائے) سو اس پر نہ کچھ خوف اور نہ کچھ حزن) (۳۵/۷) بے شک وہ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے، نہ ان پر خوف نہ ان کو غم۔ (۱۳/۴۶)

نوٹ: استقامت وثابت قدمی کیا ہے؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ مکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی، پھر فرمایا: لوگ کہنے کو تو کہہ دیتے ہیں کہ ''ربنا اللہ'' لیکن پھر اکثر اس کا انکار کر دیتے ہیں جو آدمی آخر دم تک اس بات پر ثابت قدم رہا، اس کا شمار اس زمرہ میں ہوگا۔ (ترمذی)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس آیت کی تفصیل نقل کی ہے، ملاحظہ ہو۔

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی، پھر پوچھا: اس کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے کہا: ''لم یذنبوا'' کہ استقامت کا معنیٰ یہ ہے کہ پھر اس سے گناہ سرزد نہ ہو۔

قال قد حملتم الامر علی اشدہ. فرمایا: تم نے تو یہ کام بڑا مشکل بنا دیا ہے۔

عرض کی گئی: آپ ہی فرمائیے''قال لم یرجعوا الی عبادۃ الاوثان''۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننے کے بعد اس پر استقامت کا یہ مطلب ہے کہ پھر بتوں کی پوجا نہ شروع کر دیں۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''استقاموا'' کی تفسیر یوں کی: یعنی وہ ثابت قدمی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور لومڑی کی طرح حیلہ سازیاں کر کے راہِ فرار اختیار نہیں کرتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ''اخلصوا العمل'' جو عمل کرتے ہیں اخلاص سے کرتے ہیں، ریا اور نمائش کا وہاں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: ''فرائض کی

ادائیگی استقامت ہے''۔

حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: مجھے اسلام کے بارے ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ حضور کے بعد پھر مجھے کسی سے سوال کرنے کی حاجت نہ رہے۔

حضور ﷺ نے جامع ارشاد فرمایا کہ کہہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر عمر بھر اس پر استقامت اختیار کر اور ڈٹ جا۔ (صحیح مسلم)

عارف باللہ مولانا ثناء اللہ تفسیر مظہری والے لکھتے ہیں کہ:

استقامت ایک مختصر مگر جامع لفظ ہے اس سے مراد شریعت کے تمام احکام کی بجا آوری اور جن امور سے روکا گیا ہے ان سے اجتناب اور آخر دم تک اس طریقہ کار پر ثابت قدمی ہے (مترجم غفرلہ)۔

# ۰۰۰-ذیلی باب

## اسلام میں معیشت کو اوّلین ترجیح حاصل ہے

حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک کچھ گناہ ایسے ہیں کہ نماز روزہ حج اور عمرہ ادا کر لینے سے وہ معاف نہیں ہوتے۔ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! پھر ان گناہوں کا کفارہ کیسے ممکن ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ طلب معیشت میں سرگرداں رہنا اور روزی کمانے کی فکر کرنا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۳۵، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۶۳، احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۶، السلسلۃ الضعیفہ رقم الحدیث: ۹۲۴، طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۳۴، تاریخ ج ۳ ص ۶۱، ابن عساکر ج ۱۵ ص ۳۳۲۔۱)

احمد بن یحییٰ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے محمد بن سلام! تو نے یہ حدیث یحییٰ بن بکیر سے اپنے تمام ساتھیوں کو چھوڑ کر کیسے سن لی تیرے سوا اور کسی نے نہیں سنی؟ انہوں نے کہا میں ایک دن یحییٰ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک مرد آیا اور اس نے اپنی معاشی کمزوری کا ذکر کیا تو یحییٰ ابن بکیر نے امام مالک کی یہ روایت ہمیں بیان کی۔

# ۳۳-محمد مصطفیٰ ﷺ کی اہلِ محشر کے لیے شفاعتِ عامہ کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا آپ کو دستی کا گوشت پسند تھا۔ کسی نے ایک بازو اٹھا کر پیش کیا تو آپ ﷺ اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمانے لگے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہوگا؟ (پھر آپ نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اوّلین اور آخرین کو ایک ایسے ہموار میدان میں جمع کرے گا جس میں منادی کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب دکھائی دیں گے سورج قریب ہو جائے گا اور لوگوں کو طاقت اور برداشت سے باہر غم اور کرب پہنچے گا۔ اس ناقابلِ برداشت گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت کچھ لوگ بعض دوسروں سے کہیں گے کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم

کی پریشانیوں میں مبتلا ہو چکے ہو' آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے۔ پس بعض لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہیں گے: چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں' پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے: اے آدم (علیہ السلام)! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسند کی روح ڈالی ہے اور سارے فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں اور کیا آپ ہماری تکالیف کا مشاہدہ نہیں فرما رہے؟ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: آج میرا رب اس قدر جلال اور غضب میں ہے کہ کبھی اس سے پہلے اس قدر جلال اور غضب میں نہیں آیا اور نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں آئے گا۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شجر کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا اور میں نے (بہ ظاہر) اس کی نافرمانی کی' آج مجھے صرف اپنی فکر ہے' تم میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ' پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: آپ کو زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجا گیا' اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ قرار دیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں اور ہمیں کن تکلیفوں کا سامنا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے: آج میرا رب اس قدر سخت غضب کے عالم میں ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسے غضب میں آیا تھا اور نہ آئندہ کبھی ایسے غضب ناک ہوگا اور بات یہ ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی تھی جس کی وجہ سے آج مجھے خود اپنی فکر ستا رہی ہے' جاؤ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ' پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام روئے زمین میں واحد اس کے خلیل ہیں' آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور کیا تکلیفیں ہم کو پہنچ رہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے: آج میرا رب اتنے زبردست غصے میں ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسے غصے میں آیا تھا اور نہ بعد میں کبھی ایسے غصے میں آئے گا اور حضرت ابراہیم اپنی ان تین باتوں کا ذکر کریں گے (جو آپ نے توریہ کے طور پر فرمائی تھیں) اور لوگوں نے ان کو بہ ظاہر جھوٹ سمجھا تھا۔ آج مجھے خود اپنی فکر لگی ہوئی ہے' کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ جاؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ' پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے موسیٰ (علیہ السلام)! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور ہم کلامی دونوں چیزوں سے نوازا ہے' آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہم کو کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں' پھر ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم خاص کے بغیر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا' آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے' جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ (علیہ السلام)! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' آپ نے پنگوڑے میں کلام کیا ہے' آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ سے پیدا کیا جو حضرت مریم کی طرف القاء فرمایا تھا' آپ اللہ کی پسندیدہ روح ہیں' آپ اپنے رب کے

پاس ہماری شفاعت کیجئے۔آپ دیکھتے ہیں ہم کس قدر پریشانی میں مبتلا ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے: آج کے دن میرا پروردگار ایسے غصے میں ہے کہ نہ کبھی اس سے پہلے ایسے غصے میں تھا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسے غصے میں ہوگا اور ہر چند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کسی اجتہادی خطا کا ذکر نہیں کریں گے تاہم فرمائیں گے: آج مجھے اپنی فکر لاحق ہے' تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' جاؤ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ پس لوگ حضور سید عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: یا محمد (ﷺ)! آپ اللہ کے رسول ہیں' خاتم الانبیاء ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ پر لگائے گئے سارے اگلے پچھلے الزام دنیا میں ہی (فتح مبین کے اعلان سے) دھو ڈالے تھے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ علیہ التحیۃ والثناء ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں کہ ہم کس پریشانی کے عالم میں ہیں اور کیسی تکالیف کا ہم سامنا کر رہے ہیں (حضور فرماتے ہیں:) پھر میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور سجدہ میں پڑ جاؤں گا' پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات پیدا فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں پیدا نہیں کیے تھے' پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اُٹھایئے' مانگیے! آپ کو عطا کیا جائے گا' شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا: ''یا رب امّتی امّتی'' ''اے میرے رب! میری اُمت کو بخش دے' میری اُمت کو بخش دے'' پھر کہا جائے گا: اے محمد! تمہاری اُمت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کر دو اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں میں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور مقامِ ہجر میں یا مکہ اور مقامِ بصریٰ میں ہے اور بخاری میں ہے جیسے مکہ اور مقامِ حمیر کے درمیان فاصلہ ہے۔ (صحیح بخاری ج ۸ ص ۳۹۵' صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵' ابن حبان ج ۷ ص ۱۳۰' المستدرک ج ۱ ص ۱۳۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۷' بغوی ج ۱۵ ص ۱۵۲)

# فصل

## شفاعتِ عامہ

یہ شفاعت حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے اس فرمانِ مبارک سے یہی مراد ہے جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک (خاص) مقبول دعا ہوتی ہے اور ہر نبی نے وہ دعا اپنی اُمت کے لیے (دنیا میں) مانگ لی اور میں نے قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے اپنی اس دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۷۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۸)

جس وقت اللہ تعالیٰ عالمِ غضب میں ہوگا اور کسی کو اس سے یارائے گفتگو نہ ہوگا' میدانِ حشر میں سب لوگ پریشانی کے عالم میں ہوں گے' للہ تعالیٰ حساب لینے پر تیار نہ ہوگا' اس وقت حضور سید عالم ﷺ سب کی اللہ تعالیٰ

سے جلد حساب لینے کی شفاعت فرمائیں گے تاکہ جلد حساب ہو اور لوگ پریشانی محشر سے راحت پائیں' یہ شفاعت عامہ ہے۔ (اس شفاعت کا فائدہ تمام انبیاء' رسل' صلحاء' عام مسلمان حتیٰ کہ کافروں کو بھی پہنچے گا) اور یہ صرف آپ کے ساتھ خاص ہے۔

حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک کہ میں کہوں گا: اے میرے رب! میری اُمت کو بخش دے' میری اُمت کو بخش دے۔

(یعنی جب تمام مسلمان اور ہر نبی کے اُمتی حضور ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں شفاعت کے لیے حاضر ہوں گے تو آپ کا اس وقت اُمتی' اُمتی فرمانا کہ صرف میری اُمت کو بخش دے باقی انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کو محروم اور مایوس کرنے کے مترادف ہے اور یہ کلمات حضور ﷺ کی شانِ رحمت للعالمین کے بھی منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرمانِ عالی حضور ﷺ کے اپنی امت پر شفقت اور اس سے محبت کے اظہار کے لیے ہوگا اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ آقا کو اپنے غلاموں کا کس قدر خیال ہے' ورنہ بات یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ کی طرح باقی انبیاء کی اُمتیں بھی حضور ﷺ کی اُمت میں شامل ہیں' حضور ﷺ کی یہ شفاعت تمام اُمتوں کے لیے ہوگی' اس کی دلیل کہ باقی نبیوں کی اُمتیں حضور ﷺ کی بھی اُمت ہے' اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (آل عمران:۸۱)

اور وہ وقت یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے یہ عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول (یعنی محمد ﷺ) تشریف لے آئیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائیں تو تم حتمی طور پر ضرور بر ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی خدمت سے مشرف ہونا' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہو؟ تمام انبیاء (علیہم السلام) نے عرض کیا: ہم نے اقرار کیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سب اس عہد و پیمان پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی اس عہد پر گواہ ہوں ○

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ شیخ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام حکماً اور تقدیراً حضور ﷺ کی اُمت ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی نبوت زمانہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوق کو شامل ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتیں حضور ﷺ کی اُمت میں داخل ہیں۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۸۔۹' مکتبہ حقانیہ پشاور' علامہ سیوطی متوفی ۹۰۹ھ)

اور حدیث پاک کے اس قول سے کہ ''پھر کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! تمہاری اُمت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا جانا ان کو جنت میں داخل کر دو'' پتہ چلتا ہے کہ جب ان لوگوں کو جن کا حساب نہیں لیا گیا' جنت میں داخل ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے تو پھر آپ کی اُمت کے وہ لوگ جن کا حساب لینا ہوگا' ان

کا حساب لینا شروع ہو جائے گا۔

لوگوں کو یہ کیسے خیال آئے گا کہ قیامت کی پریشانی کو دُور کرنے کے لیے کوئی سفارش کرنے والا تلاش کریں حتیٰ کہ تلاش کرتے کرتے حضور شفیع المذنبین تک معاملہ پہنچ جائے گا؟ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ وہ کس طرح قیامت کی پریشانی دُور کریں یہاں تک کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کرنے کے لیے کسی شخص کو تلاش کریں' اس سے حضور سیّد عالم ﷺ کے مقام و مرتبہ کا اظہار مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا' اسی لیے ہر نبی فرمائے گا کہ شفاعت کرنا آج میرا منصب نہیں ہے حتیٰ کہ یہ امر حضور ﷺ تک منتہی ہوگا اور آپ فرمائیں گے: ''أنا لها'' یہ شفاعت کرنا میرا ہی منصب ہے ۔

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

امام مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ قیامت کی پریشانی دُور کرنے کی کوشش کریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی جائے گی (کہ کس طرح اس پریشانی سے نجات حاصل کریں) تو کہیں گے: ہم کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لیے لاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اس حشر کی مصیبت سے رہائی دلائے۔ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے' آگے پھر حدیث ذکر کی۔ (صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۶۰' صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۳۔ ۵۴' بغوی ج ۱۵ ص ۱۶۰)

ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس لوگوں کا شفاعت کے لیے جانا' اسی طرح ہر نبی سے دوسرے نبی کی طرف جانا یہاں تک کہ حضور سید عالم ﷺ تک درمیان میں ایک ہزار سال کا وقفہ ہوگا' ہزار ہزار سال کے بعد ایک نبی سے دوسرے نبی کے پاس لوگ شفاعت کے لیے حاضر ہوں گے۔

نیز امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

محشر میں لوگوں کے مختلف طبقات اور درجات ہوں گے اور جرائم و کرائم کے اعتبار سے بھی لوگ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہوں گے۔ مثلاً مانعین زکوٰۃ کا گروہ' گراں فروشوں کا گروہ' کرپٹ اور غدار لوگوں کا گینگ (ان کا ذکر تفصیل سے آئندہ آئے گا) اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کی شرم گاہیں بہت بڑی بڑی ہوں گی اور ان سے پیپ بہتی ہوگی جس کی وجہ سے ساتھ والوں کو سخت تکلیف ہوگی کیونکہ تعفن پھیلا ہوگا اور بدبو اور سڑانڈ اُٹھ رہی ہوگی اور بعض دوسروں کو آتشی ستونوں اور آگ کے کھمبوں پر سولی لٹکایا گیا ہوگا اور کچھ افراد کی زبانیں ان کے سینوں پر لٹک رہی ہوں گی' ان کی شکل نہایت قبیح ہوگی اور وہ بدترین حال میں ہوں گے۔ یہ تین گروہ بالترتیب زانیوں' ہم جنس پرستوں (بدفعلی کے مرتکب) اور جھوٹ بکنے والوں کے ہیں اور ایک گروہ ایسا ہوگا جن کے پیٹ بڑے بڑے پہاڑوں کی طرح بڑھے ہوئے ہوں گے۔ یہ سود کھانے والے ہوں گے۔ الغرض اس دن ہر گناہ کی

قباحت اور برائی ظاہر ہو کر رہے گی۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں بیان فرمائی ہے اور اس کتاب کے آخر میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

قیامت کے دن انبیاء کرام اور رُسل عظام علیہم السلام خوبصورت اور بڑے بڑے منبروں پر تشریف فرما ہوں گے' ہر رسول کا منبر اس کے مرتبہ و مقام کے مطابق اور اس کی شان کے شایاں ہوگا۔ علماء اُمت ان سے چھوٹے منبروں پر منبر نشین ہوں گے اور باعمل علماء نورانی کرسیوں پر براجمان ہوں گے اور شہداء اور صالحین مثلاً قراءِ قرآن اور موذنوں کو کستوری کے اونچے ٹیلے (سٹیج) پر بٹھایا جائے گا۔

اور یہ اصحاب کرسی دراصل وہ ڈیلیگیشن آف ورکرز ہوگا جو پوری اقوام متحدہ کی نمائندگی کرتے ہوئے حشر کی قہرمانیوں کے ازالہ کے لیے کسی ایسے سفارشی اور شفاعت کنندہ کی تلاش میں نکلا ہوگا جو اللہ جل شانہ کی بارگاہِ رحمت میں شفاعت کر کے سب کی مشترکہ پریشانی کو دُور کرے۔ چنانچہ یہ وفد شفاعت کی درخواست لے کر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگا' پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس اور آخر کار خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جائے گا (اور گویا عرض کرے گا کہ:)

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

فقیہ ابوبکر بن برجان رحمہما اللہ تعالیٰ ''کتاب الارشاد'' میں فرماتے ہیں کہ:

اہلِ محشر کے سربراہان کے دل میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ وہ کس سے شفاعت کی درخواست کریں اور کون ان کی حشر کی تکالیف کو دُور کرا سکتا ہے اور شفاعت کرنے والے کی تلاش میں جانے والا یہ وفد پیروان رسل (علیہم السلام) اور تمام نبیوں کی اُمتوں کے سربراہوں اور چیئرمینوں پر مشتمل نمائندہ وفد ہوگا اور وہ یہ کام کرے گا۔

## ٣٤-مقامِ محمود سے کیا مراد ہے؟

کیا شفاعت کرنے کے مقام پر فائز ہونا ہی مقامِ محمود ہے؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں فخر نہیں کرتا اور میں حمد کا علم بردار ہوں گا اور میں فخر نہیں کرتا' آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس دن میرے پرچم تلے ہوں گے۔ مجھ پر ہی سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ محشر میں لوگوں کو تین گھبراہٹوں اور پریشانیوں کا سامنا ہوگا' لوگ انہیں دُور کرنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ آپ ہمارے جداعلیٰ ہیں' ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: بات یہ ہے کہ مجھ سے ایک فروگذاشت ہوئی تھی کہ جس کی وجہ سے مجھے زمین پر بھیجا گیا' تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ' لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں تو وہ فرمائیں گے

کہ میں نے اہلِ زمین کے خلاف دعا کی تھی جس کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا گیا تھا لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں نے تین حیلے کی باتیں کی تھیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی جھوٹ اور خلاف واقعہ نہ تھی مگر ابراہیم علیہ السلام نے ان باتوں سے اللہ تعالیٰ کے دین کا دفاع کیا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مگر تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ' پھر لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میں نے غیر ارادی طور پر ایک جان کو قتل کیا ہوا ہے لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ' پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' وہ فرمائیں گے: مجھے اللہ وحدہ لاشریک کے سوا پوجا گیا' تم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت میں چلے جاؤ' پھر لوگ میرے پاس حاضر ہوں گے اور میں ان کو ساتھ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا۔ (ترمذی رقم الحدیث: ٣١٤٨_٣٦١٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٨١' ج ٣ ص ٢' سنن دارمی ج ١ ص ٢٧' ابن حبان ج ٧ ص ١٣٧' المستدرک ج ١ ص ٣٠' السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ١٥٧١)

ابن جدعان کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں جنت کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو کہا جائے گا: آپ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا جائے گا کہ "محمد (ﷺ) ہیں" تو وہ میرے لیے دروازہ کھول دیں گے اور مجھے "مرحبا مرحبا" کہیں گے اور میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور میرے دل میں حمد و ثنا کے کلمات ڈال دیئے جائیں گے' پھر مجھے کہا جائے گا کہ اپنا سر اُٹھائیے اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا' شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جاتی ہے اور کہیے آپ کی بات سنی جاتی ہے اور یہی (شفاعت) وہ "مقامِ محمود" ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا ○ (الاسراء: ٧٩)

نوٹ: صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور مقامِ محمود' مقامِ شفاعت ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین حضور کی حمد کریں گے' اسی پر جمہور ہیں اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ فرمایا: قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (مترجم)

حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس حدیث بالا میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف یہ کلمہ "فاخذ بحلقة باب الجنة فاقعقعها" مروی ہے۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث "حسن" ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے روایت کی ہے' حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمیں بصرہ میں منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے (جو حتمی طور پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرماتا ہے) اور ہر نبی نے اپنی اس دعا کو مانگ کر دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا

کو محفوظ رکھا ہے۔

سنو! بے شک میں قیامت کے روز اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور کوئی فخر نہیں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نکلوں گا اور میں فخر نہیں کرتا' اس روز لوگ سخت کرب والم میں مبتلا ہوں گے' لوگ کہیں گے: تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں کہ آپ ہمارے لیے ہمارے رب کے حضور شفاعت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔

اور اس حدیث میں ہے' پھر لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام)! آپ ہمارے لیے ہمارے رب کے پاس شفاعت کیجئے حتیٰ کہ ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں ہے' بات یہ ہے کہ مجھے اور میری والدہ (مریم) دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنایا گیا۔

اور لیکن تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ اگر ایک برتن میں کوئی سامان رکھ کر اس پر مہر لگا دی گئی ہو تو کیا مہر کو توڑے بغیر اس برتن یا بکس کے اندر بند اور سیل شدہ سامان تک رسائی ہو سکتی ہے؟ لوگ عرض کریں گے کہ یہ ممکن نہیں ہے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: بے شک حضرت محمد ﷺ کو ہی آج شفاعت کرنے کے لیے خاص کیا گیا ہے' ان کے سوا آج کوئی شفاعت نہیں کرے گا کیونکہ یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی شان ہے کہ جن کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں سے دنیا میں ہی نویدِ مغفرت سنا دی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ ہمارے رب کے پاس ہمارے لیے شفیع بنیے تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے تو میں کہوں گا کہ یہ میرا ہی منصب ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے گا اور جس پر راضی ہوگا اس کو اذنِ شفاعت فرما دے گا' پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی ندا کرے گا: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی اُمت کہاں ہے؟ پس میں اُٹھوں گا اور میرے پیچھے میری اُمت ہوگی' وضوء کے اثر سے ان کے چہرے اور دیگر اعضاءِ وضو چمک رہے ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''فنحن الآخرون الأولون وأول من يحاسب ويفرج لنا في الأمم عن طريقنا ويقولون كادت هذه الأمة أن تكون أنبياء كلها وجعلت اول النبيين خلقا و آخرهم بعثاً''۔ یعنی ہم ہی (جنت میں داخل ہونے اور سعادت میں) پہلے ہیں اور ہم ہی (وجود کے اعتبار سے) آخری ہیں (اور ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ خلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخری ہیں) اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اسی اُمتِ مصطفویہ سے حساب کا آغاز فرمائے گا اور ہمارے ذریعے ہی تمام اُمتوں کی مشکل کشائی ہوگی' لوگ محشر میں اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کی یہ شان دیکھ کر پکار اُٹھیں گے کہ:

كادت هذه الأمة أن تكون أنبياء كلها. قریب ہے کہ یہ اُمت تو ساری نبی ہوتی۔

یعنی اس اُمت پر لوگ رشک کریں گے کہ ان میں تو نبیوں والے اوصاف پائے جاتے ہیں۔

**نوٹ:** یہ اہلِ محشر سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کو خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں اور ان کے اوصاف اور شان کو دیکھ کر حضور کے غلام ان کو نبیوں اور پیغمبروں کے اوصاف کے مظہر دکھائی دیتے ہیں۔ کہاں یہ تحسین اور رشک اور دیکھنے والوں کا بھی حسنِ نظر!

اور کہاں طائفہ وہابیہ کے سرخیل اسمٰعیل دہلوی جو اس کے مقابل اس خیر الامم اور بلکہ ساری خلق خدا کو یوں خراجِ تحسین پیش فرماتے ہیں: ''یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا' اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے (نقل کفر کفر نہ باشد) (تقویۃ الایمان ص ١٦ امر کنٹائل پرنٹنگ دہلوی)

دوسری جگہ یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں: اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (ایضاً: ص ٦٣)

خود خالق اپنی خلق کو ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝'' یقیناً ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا ہے O۔ (التین: ٤)

واہ! کیا مناسبت ہے ''احسن'' اور ''چمار سے زیادہ ذلیل'' اور ''ذرہ ناچیز'' کے درمیان؟

عروج فکر انسانی کجا شد!

کہا منصور نے خدا ہوں میں ڈارون بولا بوزنا ہوں میں
ہنس کے کہنے لگے میرے اک دوست "فکر ہر کس به قدر ہمت اوست"

(حضرت اکبر الٰہ آبادی)

یعنی از کوزہ ہماں تراود کہ دروست! ظرف اور برتن کے اندر جو ہو وہی ٹپکے گا۔ (مترجم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ قیامت کے دن لوگ جماعتوں کی صورت میں پھریں گے۔ ہر اُمتی اپنے نبی کے پاس جائے گا اور کہے گا: ہماری شفاعت کیجئے حتیٰ کہ آخر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے۔ پس وہی دن ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

(کنز العمال رقم الحدیث ٣٩٠٢٢' جمع الجوامع رقم الحدیث ٥٩٢٦' الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف لابن حجر عسقلانی رقم الحدیث ١٤٩)

امام ترمذی نے روایت کی ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نبی مکرم ﷺ سے اس آیت مبارکہ ''عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا'' کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''ھی الشفاعة'' وہ (مقام محمود) شفاعت (عامہ) ہے۔ (یہ حدیث صحیح ہے)

(ترمذی رقم الحدیث ٣١٣٧' مسند احمد ج ٢ ص ٤٤١-٥٢٨)

# فصل

## تین پریشانیاں

اس باب کی ایک حدیث میں بیان ہوا کہ قیامت کے دن لوگوں کو تین قسم کی گھبراہٹوں اور پریشانیوں کا سامنا ہوگا' اس سے کون سی پریشانیاں مراد ہیں؟

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ایک گھبراہٹ تو اس وقت پیدا ہوگی جب جہنم کو لگاموں کے ساتھ کھینچ کر محشر میں لایا جائے گا اور یہ لوگوں کا حساب لینے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں لوگوں کی پیشی سے پہلے ہوگا' جہنم مخلوق کی طرف دیکھ کر جوش مارے گی اور رب تعالیٰ کے مخلوق پر غضب کی وجہ سے آتشِ جہنم بھی مخلوق کی طرف دیکھ کر اُچھل اُچھل کر آئے گی' بھڑکے گی اور ان کو کھا جانے کو دوڑے گی (اس کا مزید بیان دوزخ کے باب میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا)۔

پس اس وقت لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اور اس کے گرد دو زانو ہو کر بیٹھ جائیں گے' ان کی آنکھوں سے آنسو خشک ہو جائیں گے اور دنیا میں ظلم کرنے والے اپنی ہلاکت اور تباہی کا شور مچائیں گے' پھر جہنم دوبارہ چنگاڑے اور جوش مارے گی جس سے لوگوں کے دلوں میں اور زیادہ خوف پیدا ہوگا اور وہ دب جائیں گے' پھر تیسری بار جہنم میں اور بھی زیادہ گرمی اور جوش پیدا ہوگا اور جہنم سخت بھڑک اُٹھے گی جس سے گھبرا کر مخلوق اپنے مونہوں کے بل گر پڑیں گے اور پڑے ہوئے ہی اپنی آنکھوں کو اوپر اُٹھا اٹھا کر ڈرتے ہوئے چھپ چھپ کر دیکھیں گے کہ کہیں جہنم کی آگ کی لپیٹیں ان تک تو نہیں پہنچ رہیں یا ان کو اپنی لپیٹ میں تو نہیں لے لیں گی۔ ''اللھم اجرنا من النار'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین)

# ۳۵-مقامِ محمود کی تحقیق

## فصل

مقامِ محمود کے بارے میں محققین کے پانچ اقوال ہیں:

(۱) حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

قیامت کے دن حضور ﷺ کا اُمت کی شفاعت کرنا یہ ''مقامِ محمود'' ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''لواء الحمد'' (حمد کا جھنڈا) عطا فرمائیں گے' یہی ''مقامِ محمود'' ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ قول پہلے قول کے منافی نہیں کیونکہ دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں شفاعت کے وقت ''لواء الحمد'' بھی پکڑا ہوا اور آپ شفاعت بھی فرمائیں۔

ترمذی کی روایت ہے' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت

کے دن جب لوگوں کو اُٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے میں اُٹھوں گا' جب لوگ وفد بن کر آئیں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا' وہ مایوس اور ناامید ہونے لگیں گے تو میں ہی ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں گا' اس دن حمد کا علمبردار میں ہی ہوں گا اور میں اپنے رب کے ہاں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں گا اور یہ (بیانِ حقیقت ہے) کوئی فخر نہیں ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۴' بغوی ج ۱۳ ص ۲۰۳)

اور دوسری روایت یوں ہے:

قیامت کے دن جب لوگ اُٹھیں گے تو سب سے پہلے اُٹھنے والا میں ہوں گا اور جب لوگ وفد بن کر آئیں گے تو میں ان سب کا قائد ہوں گا اور جب سب خاموش ہوں گے (اور کسی کو یارائے گفتگو نہ ہوگا) تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب لوگ ناامیدی کا شکار ہوں گے تو میں ان کا سفارشی ہوں گا اور جب لوگ دل چھوڑ جائیں گے تو میں ان کو مژدہ دینے والا ہوں گا' حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مکرم ہوں گا' محشر میں میرے ساتھ ایک ہزار خدام دورے اور گشت پر ایسے ہوں گے جو پوشیدہ رکھے ہوئے موتیوں کی طرح چمکتے ہوں گے۔

(۳) امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت سے جس میں سے ایک حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' روایت کی ہے' انہوں نے بیان فرمایا کہ مقامِ محمود سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور پُرنور ﷺ کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھائے گا۔

(اور اس جماعت سے اس سلسلہ میں ایک حدیث منقول ہے۔)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس میں تاویل کی جائے گی' حدیث کی تاویل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو قیامت کے روز اپنے (یعنی اپنے) تمام انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ اپنی خاص کرسی عظمت پر جلوہ گر فرمائے گا۔

## مذکورہ بالا حدیث کی سند پر کلام

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کتاب ''التمہید'' میں فرمایا ہے کہ:

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ ان ائمہ دین میں سے ہیں جن کو تاویل القرآن کے عالم تسلیم کیا جاتا ہے مگر حضرت مجاہد کے دو اقوال اہلِ علم کے نزدیک مہجور (ناقابلِ قبول) ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے

اور دوسرا قول وہ ہے جو انہوں نے اس آیت کریمہ:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ (القیٰمۃ: ۲۲-۲۳)

بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے O اپنے رب کو دیکھتے O

کی تفسیر میں بیان کیا' حضرت مجاہد نے اس آیت کے بارے میں کہا کہ ''ناظرۃ'' نظر بمعنیٰ دیکھنا سے نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے:

تنتظر الثواب. اپنے رب کے ثواب کا انتظار کرتے۔

نوٹ: حضرت شیخ الحدیث علاّمہ محمد اشرف سیالوی دامت برکاتہم ''الوفا باحوال المصطفیٰ '' (اردو) میں لکھتے ہیں:

محمود کا مطلب کیا ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ ''مقامِ محمود'' نام ہے آپ کی عرش نشینی کا تو محمود کا مطلب ہوگا: ''محمود فیہ ''یعنی اس مقام میں نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب مخلوق پر رفعت و سربلندی بخشی یا اللہ تعالیٰ آپ کی حمد وثناء فرمائے گا یعنی ان کو اس مقام بلند اور منصب عالی پر فائز فرما کر ان کی رفعت مقام اور عظمت شان کو ظاہر فرمائے گا اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثنائے مصطفیٰ ﷺ ہے۔ پھر آپ منھیہ میں لکھتے ہیں:

بہ ظاہر عرش پر آپ کے بیٹھنے کا قول بعید معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھنے سے پاک ہے کیونکہ عرش مکان ہے اور اللہ تعالیٰ مکان و زمان کے تقیدات سے مبرّا و منزہ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں:

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِعرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس روایت کو ''مدارج النبوت جلد اوّل ص ۲۴۷'' پر نقل فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ اللہ رب العزت آپ کو اپنی کرسیٔ عظمت پر سرفرازی بخشے گا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ ''یجلسہ ربہ معہ علی العرش '''' اللہ رب العزت آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر جلوہ گر فرمائے گا'' نقل کر کے فرمایا کہ: ''یہ متشابہات کے قبیل سے ہے اور اس کو عقلی استبعاد کے تحت رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر از روئے سند یہ روایت درست ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو درجہ و مرتبہ اور قرب منزلت کے لحاظ سے سرفرازی بخشے گا نہ کہ معیّت مکانی کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزّہ ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم (مترجم عفی عنہ)

(۴) مقامِ محمود کے بارے میں چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کا گناہ گار لوگوں کے ایک گروہ کو دوزخ سے نکالنا ''اخراجہ طائفة من النار '' ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ حضرت یزید فقیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ:

میرے دل میں خوارج کی اس بات نے گھر کر لیا تھا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا' پھر میں نے لوگوں کی ایک جماعتِ کثیرہ کے ساتھ حج کے لیے جانے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ حج کے بعد اس مسلک کی تبلیغ کریں گے۔ یزید کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کر رہے ہیں اور لوگوں کی ایک کثیر جماعت رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے ایک ستون کی جانب بیٹھی ہوئی اس حدیث کو سن رہی ہے۔ اچانک حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جہنمیوں کا ذکر کیا' میں نے ان سے کہا: اے صحابیٔ رسول (ﷺ)!

یہ آپ کیسی حدیث بیان کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے:

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَيۡتَهٗ ؕ (آل عمران:۱۹۲)
اے ہمارے رب! بے شک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی۔

اور فرماتا ہے:

كُلَّمَآ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَآ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا. (السجدة:۲۰)
جب بھی جہنمی دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے دوبارہ ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

آپ ان آیات کے خلاف کیسے حدیث بیان کر رہے ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے قرآنِ کریم پڑھا ہے؟ میں نے کہا: ''ہاں'' انہوں نے فرمایا: کیا تم نے قرآنِ کریم میں رسول اللہ ﷺ کا وہ مقام پڑھا' سنا ہے جس مقام پر آپ کو مبعوث کیا جائے گا؟ میں نے کہا: ''ہاں'' انہوں نے فرمایا: محمد ﷺ کا مقام وہ ''مقامِ محمود'' ہے جس پر فائز ہونے کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے جہنمیوں کو جہنم سے نکال لے گا۔

یزید فقیر کہتے ہیں: پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر سے گزرنے کی کیفیت کو بیان کیا۔ یزید نے کہا: میرا خیال ہے کہ میں اس تذکرہ کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکا تاہم انہوں نے یہ فرمایا کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد کچھ لوگ جہنم سے نکل آئیں گے۔ ابونعیم نے کہا: وہ لوگ جہنم سے اس حالت میں نکلیں گے جیسے آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں ہوتی ہیں' پھر وہ لوگ جنت کی نہروں میں سے کسی نہر میں داخل ہوں گے اور اس میں غسل کریں گے اور کاغذ کی طرح سفید ہو کر نہر سے نکلیں گے۔ یہ حدیث سن کر ہم وہاں سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا: افسوس ہے تم لوگوں پر (یعنی خارجی لوگوں پر) کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ یہ شیخ' حضور ﷺ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ابونعیم کے بقول ایک شخص کے سوا سب لوگ اس حدیث کو سن کر خارجیوں کے عقائد سے تائب ہو گئے۔

''صحیح بخاری'' میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں لوگوں کو جہنم سے نکال نکال کر انہیں جنت میں داخل کر دوں گا حتیٰ کہ دوزخ میں صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن کے بارے میں قرآن نے دائمی عذاب کو واجب کر دیا ہے۔ (یعنی کفار) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا۝ (الاسراء:۷۹)
قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر فائز فرمائے۝

فرمایا کہ یہی (شفاعت) وہ مقامِ محمود ہے جس کا تمہارے نبی ﷺ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(۵) مقامِ محمود سے مراد آپ کا چوتھی مرتبہ شفاعت کر کے لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرنا ہے حتیٰ کہ اس کے بعد جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جن کو دائمی عذاب لازم ہو چکا ہے۔

# فصل

## شفاعت کی اقسام کا بیان

مقامِ محمود کی تحقیق کے بیان میں یہ امر ثابت ہوا کہ مقامِ محمود سے حضور سیّد عالم ﷺ کا محشر میں لوگوں کا جلد حساب لینے کے لیے بارگاہِ خداوندی میں اس وقت شفاعت کرنا مراد ہے جب لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی خدمت میں شفاعت کے لیے حاضر ہوں گے مگر کوئی بھی شفاعت کے لیے تیار نہ ہوگا یہاں تک کہ یہ معاملہ حضور علیہ التحیۃ والثناء تک پہنچے گا اور آپ شفاعتِ عامہ فرمائیں گے۔ یہ شفاعتِ عظمیٰ ہے اس کا فائدہ تمام انبیاء، رسل، صلحاء، عام مسلمان حتیٰ کہ کافروں کو بھی پہنچے گا کیونکہ اس شفاعت کے بعد اللہ تعالیٰ سب کا حساب شروع فرما کر موقف کے ہول سے تمام لوگوں کو راحت پہنچائے گا۔

حضور ﷺ کتنی مرتبہ شفاعت فرمائیں گے؟

اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حضرت نقاش رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تین مرتبہ شفاعت فرمائیں گے۔

(۱) شفاعتِ عامہ کبریٰ (تاکہ اللہ تعالیٰ حساب لینا شروع کردے)۔
(۲) جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کا پروانہ دلوانے کی شفاعت۔
(۳) اہلِ کبائر کے حق میں شفاعت۔

ابن عطیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ دو مرتبہ ہوگی:

(۱) پہلی شفاعت، شفاعتِ عامہ ہے جس کا فائدہ سب کو ہوگا۔
(۲) دوسری شفاعت گناہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے ہوگی۔

اور یہ دوسری قسم وہ ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی فرمائیں گے اور علماء بھی یہ شفاعت کریں گے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قیامت کے دن ہمارے نبی پاک ﷺ پانچ سفارشات فرمائیں گے:

(۱) پہلی شفاعت، شفاعتِ عامہ (شفاعتِ عظمیٰ)۔
(۲) دوسری شفاعت، بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمادے گا۔
(۳) تیسری قسم کی شفاعت ایسے لوگوں کے حق میں ہوگی جو اپنے گناہوں کے سبب سے عذابِ دوزخ کے مستحق اور مستوجب ہوں گے۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ ان کی اور ان کے علاوہ جن کی چاہیں گے شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت کی وجہ سے وہ بفضلہٖ تعالیٰ جنت میں داخل ہوں گے۔

خوارج' معتزلہ اور مبتدعین شفاعت کی اس قسم کے منکر ہیں اور ان فرقوں کا انکار ان کے اصول فاسدہ پر مبنی ہے' وہ یہ ہے کہ عقلی طور پر جنت و دوزخ کا استحقاق اچھے اور برے اعمال پر موقوف ہے۔

(۴) شفاعت کی چوتھی قسم یہ ہے کہ جو لوگ اپنے گناہوں کے سبب سے دوزخ میں چلے گئے ہوں گے' حضور ﷺ' دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام' ملائکہ اور ان گناہگاروں کے مؤمن بھائی یہ سب حضرات ان دوزخ میں داخل ہونے والے گناہگار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ:

معتزلہ شفاعت کی اس قسم کا بھی انکار کرتے ہیں کیونکہ جب وہ ان لوگوں کے حق میں شفاعت کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے جو اپنے گناہوں کے باعث جہنم کے سزاوار ہوں اگرچہ ابھی جہنم میں نہ گئے ہوں تو بھلا وہ ایسوں کے حق میں کب شفاعت کے قائل ہوں گے جو دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں؟

(۵) پانچویں قسم کی شفاعت وہ ہے جو اہلِ جنت کے جنت میں مراتب بڑھانے اور ان کے درجات کی بلندی کے لیے کی جائے گی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عرصۂ محشر میں جلد حساب شروع کرنے کے لیے شفاعت اور یہ شفاعت جو اہلِ جنت کے لیے زیادتی رتبہ اور بلندیٔ درجات کے لیے ہوگی اس کا معتزلہ کو بھی انکار نہیں' ان کو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

## ابو طالب کے لیے شفاعت

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ شفاعت کی ایک چھٹی قسم بھی ہے جو عذاب میں تخفیف کے لیے حضور علیہ التحیہ والثناء فرمائیں گے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے سامنے ان کے چچا ابو طالب کا تذکرہ ہوا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا' اس کو دوزخ کے سب سے بالائی طبقہ میں لایا جائے گا جہاں آگ صرف ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس کی شدت سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۱۷' صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۵' مسند احمد ج ۳ ص ۹۔۵۵' ابن حبان ج ۸ ص ۵۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۴۷)

انہی سے دوسری روایت اس طرح ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اہلِ نار میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا' اسے آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی حرارت سے دماغ کھولے گا۔ (صحیح مسلم)

## شفاعت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ ۝ پس انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ۝ (المدثر: ۴۸)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس اعتراض کا یہ جواب دیا جائے گا کہ کفار کو دوزخ سے نکلنے میں شفاعت کوئی فائدہ نہیں دے گی جس طرح کہ گناہگار مسلمان شفاعت کے سبب سے دوزخ سے نکل کر جنت میں جائیں گے۔

یعنی انبیاء' ملائکہ' شہداء' صالحین جن کو اللہ تعالیٰ نے شافع کیا ہے وہ ایمان داروں کی شفاعت کریں گے تو جو ایمان نہیں رکھتے ان کو شفاعت کام نہیں آئے گی کیونکہ انہیں شفاعت میسر ہی نہ ہوگی۔

# فصل

## عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا بیان

احادیثِ شفاعت کے ضمن میں یہ گزرا کہ جب لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس شفاعت کے لیے آئیں گے تو وہ شفاعت کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیں گے اور عذر پیش کریں گے کہ ہم سے دنیا میں فلاں اور فلاں اجتہادی خطا واقع ہوئی' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تو معصوم ہوتے ہیں' ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا' صغیرہ نہ کبیرہ' اعلانِ نبوت سے پہلے نہ اعلانِ نبوت کے بعد' تو پھر ان کی ذنوب کی نسبت کی کیا توجیہ ہوگی؟ اور اگر ان سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے تو پھر ان کے معصوم ہونے کے کیا معنیٰ؟ اس لیے اب ہم عصمت کی تحقیق پیش کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی طرف بعض آیات اور احادیث میں جو ذنوب اور خطاؤں کی نسبت کی گئی ہے اس کی توجیہ بیان کریں گے۔ (مترجم)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: علماء کا اس پر تو اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور ایسے صغائر سے بھی جو فاعل کو عیب لگانے والے ہوں' مروّت کے خلاف اور مرتبہ گھٹانے والے ہوں' ان سے بھی انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر اجماع ہے۔ ان کے علاوہ صغائر کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ان کا صدور انبیاء کرام علیہم السلام سے اعلانِ نبوت کے بعد ہوتا ہے یا نہیں کہ جن سے وہ اپنے نفس پر خائف ہوں اور ان کے وقوع پر ان سے مؤاخذہ ہو اور عتاب ہو۔

قاضی ابوبکر اور استاذ ابوبکر کے نزدیک یہ مقتضائے دلیل معجزہ ہے اور معتزلہ کے نزدیک ان کے اصول کے مطابق دلیل عقل اس کا تقاضا کرتی ہے۔

امام طبری' فقہاء' متکلمین اور محدثین اس بات کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے صغائر کا وقوع ہو سکتا ہے (برخلاف رافضہ کے کہ روافض کے نزدیک انبیاء کرام تمام قسم کے ذنوب سے معصوم ہوتے ہیں' ان سے کبیرہ گناہ کا صدور ہوتا ہے نہ صغیرہ کا) اور انہوں نے استدلال کیا ہے۔ قرآن مجید میں جو انبیاء کی طرف ذنوب وغیرہ کی نسبت کی گئی ہے اور اس پر جو ان کی توبہ کرنے کا ذکر ہے' اس سے اور یہ ظاہر ہے جس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

جمہور فقہاء مالکیہ' شافعیہ اور حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام جس طرح کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اسی طرح تمام صغائر سے بھی وہ معصوم ہوتے ہیں کیونکہ ہمیں ان کی مطلق اتباع کا امر کیا گیا ہے' ان کے افعال' آثار' سیرتیں سب واجب الاتباع ہیں' اگر ہم ان سے صغائر کے صدور کو جائز رکھیں تو ہمارے لیے انبیاء کرام

کی اتباع ممکن نہیں رہے گی کیونکہ ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ان کے کون سے افعال قربت کے لیے اور کون سے اباحت کے لیے اور کون سے حظر و ممانعت کے لیے واقع ہوئے ہیں اور کون سے گناہ ہیں لہٰذا جب ان میں فرق اور تمیز نہیں رہے گی تو پھر کسی شخص کو امتثالِ امر کا حکم دینا بھی کیونکر درست ہوگا کیونکہ وہ نہیں جان سکتا کہ یہ کام کرنا معصیت ہے اور اس کو چھوڑنا واجب ہے۔ خصوصاً ان اصولیوں کے نزدیک جو تعارض کے وقت فعل کے قول پر تقدیم کے قائل ہیں۔

ابواسحاق اسفرائنی نے کہا ہے کہ صغائر کے بارے میں اختلاف ہے' جمہور کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کرام تمام صغائر سے بھی معصوم ہوتے ہیں' بعض کا میلان اس طرف ہے کہ صغائر کا صدور ان سے جائز ہے لیکن یہ قول بے اصل ہے۔

قول اوّل کے قائلین بعض متاخرین نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء کی طرف ذنوب کی نسبت کی گئی ہے اور ان سے اس کے واقع ہونے کی خبر دی گئی ہے اور اسی طرح احادیث میں بعض انبیاء کرام نے خود اپنے متعلق ذنوب کی نسبت کی اور اپنی خطاء کی خبر دی ہے اور ان ذنوب سے توبہ و استغفار کا ذکر ہے اور یہ کثیر مواقع پر وارد ہے اور ان میں ہر جگہ تاویل بھی نہیں ہوسکتی تو اس کے متعلق یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ امور جو انبیاء کرام سے واقع ہوئے ہیں تو یہ علی سبیل الندرت اور علی جہتہ الخطا والنسیان واقع ہوئے ہیں یا کسی تاویل کے سبب سے ان کا صدور ہوا ہے اور یہ امور انبیاء کرام کے لیے ''حسنات الابرار سیّات المقربین'' کے قبیل سے ہے کہ یہ انبیاء کرام کے مناصب اور علومرتبت کے اعتبار سے سیئات ہیں ورنہ دوسروں کے لحاظ سے یہ حسنات ہیں۔ ان پر گناہ یا غلطی کا اطلاق فقط مجازاً اور ظاہراً ہے ورنہ یہ حقیقت میں گناہ ہے ہی نہیں کیونکہ بعض اوقات جس کام پر ناظم اور مدبر و منتظم کو صلہ اور انعام ملتا ہے اسی کام پر وزیر کا اس کے اعلیٰ منصب کی وجہ سے مواخذہ ہوتا ہے اور وہ محلِ عتاب ٹھہرتا ہے' اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام باوجودیکہ انہیں علم ہے کہ وہ مامون و محفوظ ہیں اور ہر قسم کے خوف سے سلامت ہوں گے پھر بھی اپنے اعلیٰ منصب اور بلند رتبہ کی وجہ سے قیامت کے دن مؤقف میں خائف ہوں گے یہ ہی حق ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے' وہ فرماتے ہیں: ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں (حسنات الابرار سیئات المقربین) انبیاء کرام صلوٰت اللہ علیہم وسلامہ کے متعلق اگرچہ نصوص شاہد ہیں کہ ان سے ذنوب کا وقوع ہوا لیکن یہ ان کے منصب اور مرتبہ میں کوئی نقصان اور خلل پیدا نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی خطا پر قائم نہیں رہنے دیا بلکہ اس کو دُور کر کے ان کو پاک فرما دیا' ان کی مدح فرمائی اور ان کو مزکی اور برگزیدہ ہادی و رہنما بنایا ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلامہ۔

# ۳۶۔ عصمتِ انبیاء علیہم السلام

## (ملخص وافی شرح مسلم شریف علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ)

### عصمت کی تعریف

''عصمت'' کا لغوی معنیٰ بیان کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ (المفردات ص ۳۳۷ مطبوعہ المکتبہ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ) لکھتے ہیں:

''عصمتِ انبیاء'' کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اولاً انبیاء علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا، پھر ان کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا، پھر ان کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا، پھر ان پر سکینہ نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اور اپنی توفیق ان کے شاملِ حال رکھنا۔

### عصمت کا اصطلاحی معنیٰ

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ ''عصمت'' کی تعریف میں لکھتے ہیں

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے مقدس) بندہ (نبی) میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے۔

اسی کے قریب یہ تعریف ہے:

''عصمت'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا لطف ہے جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے (نبی) کو فعلِ خیر پر اُبھارتا ہے اور اسے شر سے بچاتا ہے۔ مع ابقاء اختیار کے تاکہ ابتلاء کے معنیٰ برقرار رہیں۔

اسی لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا: ''عصمت'' مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، ان تعریفات سے ان لوگوں (بعض شیعہ اور بعض معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت انسان کے نفس میں یا اس کے بدن میں ایسی خاصیّت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کو مکلف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹، نور محمد اصح المطابع، کراچی)

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ھی ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن فیھا. (حاشیہ خیالی ص ۱۴۶) | گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو ''عصمت'' کہتے ہیں۔ |

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں حق وہ ہے جس کو صاحب ''جمع الجوامع'' اور علامہ جلال نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اصلاً کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، کبیرہ نہ صغیرہ، عمداً نہ سہواً، استاذ ابو اسحاق اسفرائنی، ابو الفتح شہرستانی، قاضی عیاض مالکی اور صاحب ''جمع الجوامع'' کے والد کا یہی مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء علیہ السلام کی ایسی

کرامت ہے کہ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔

عطاء نے کہا: انبیاء علیہم السلام سے اعلانِ نبوت سے پہلے بھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا اور اعلانِ نبوت سے پہلے کسی کام کو گناہ کہنا بھی مجاز ہے کیونکہ ورودِ شرع سے پہلے کوئی حکم نہیں ہوتا۔ (شرح المنہاج للبیضاوی ج ۳ ص ۸ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا' صغیرہ نہ کبیرہ' اعلانِ نبوت کے بعد نہ اعلانِ نبوت سے پہلے۔

## انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل

استاذی حضرت علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم دامت برکاتہم العالیہ مزید لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اگر انبیاء علیہم السلام سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہو تو ان کی اتباع حرام ہوگی حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آل عمران: ۳۱)

آپ (ﷺ) فرما دیجئے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(۲) جس شخص سے گناہ صادر ہوں' اس کی شہادت کو بلاتحقیق قبول کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا ۔ (الحجرات: ٦)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو بلاتحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر نبی سے گناہ صادر ہوں تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا اور اس سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ○ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ ۔ (ص: ٤٦-٤٥)

ہمارے بندوں ابراہیم' اسحٰق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو قوت اور نگاہِ بصیرت والے ہیں ○ ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلصین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ (ص: ۸۳)

ابلیس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا ○ سوا ان کے جو تیرے مخلص بندے ہیں ○

(۵) گناہگار لائقِ مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی فرمائی ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ (ص: ۴۷۔۴۸)

اور بے شک وہ (سب) ہماری بارگاہ میں ضرور برگزیدہ پسندیدہ ہیں○ اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اخیار (اچھے) ہیں○

(٦) انبیاء علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں (العیاذ باللہ) تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف: ۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے○

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء سے راضی ہے۔ارشاد ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. (جن: ۲۷۔۲٦)

وہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو (بذریعہ وحی) مطلع نہیں فرماتا○ سوائے ان کے جن سے وہ راضی ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت میں واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

(۷) اگر معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝ (جن: ۲۳)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بلاشبہ اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا○

اور اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خُلد ہے۔

(۸) انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء سے بطریقِ اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے اور فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے○

(۹) اگر انبیاء علیہم السلام معصیت کریں تو ہم پر معصیت کرنا واجب ہوگی کیونکہ ان کی اتباع واجب ہے اور دوسرے دلائل سے ہم پر معصیت کرنا حرام ہے سو لازم آئے گا کہ ہم پر معصیت کرنا واجب بھی ہو اور حرام بھی ہو اور یہ اجتماعِ ضدین ہے۔

(۱۰) فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے۔قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۝ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۝

(البقرۃ:۱۲۴)

(ابوالوفاء علامہ غلام رسول سعیدی اردو شرح صحیح مسلم جلد ۷ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

حضرت امام غزالی زمان علامہ سیّد احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز عصمت انبیاء علیہم السلام پر دلائل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر نبوت و رسالت کے ان مناصب اور بعثت انبیاء علیہم السلام کی حکمتوں پر غور کیا جائے (آپ نے ضرورتِ نبوت اور بعثت کی حکمتیں بڑی تفصیل سے بیان فرمائی ہیں) تو یقیناً عصمت کا اقرار کرنا پڑے گا۔آپ فرماتے ہیں:

کم از کم اتنی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کام کے کرنے کی کسی میں صلاحیت نہ ہو وہ کام اس کو سپرد نہیں کیا جاتا۔ایک ظالم کو کرسیٔ عدالت پر بٹھانا' ان پڑھ آدمی کو علم و حکمت کی موشگافیوں کا کام سونپنا' کسی بدکار فاسق و فاجر کو عفیفات کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے متعین کرنا' بیمار و ناتواں کے سر پر بھاری بوجھ رکھ دینا' گم کردہ راہ سے ہدایت طلب کرنا کسی عاقل کا کام نہیں' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان امور کی صلاحیتوں کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ ان کی انجام دہی کا منصب انبیاء علیہم السلام کو سونپ دے؟ جب یہ ممکن نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے منصب بوت کے ساتھ وہ تمام قوتیں اور صلاحیتیں بھی انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائی ہیں جن کا ہونا ان کے لیے ضروری تھا اور یہی عصمت کا مفہوم ہے جس کے بغیر نبوت ایسی ہے جیسے بینائی کے بغیر آنکھ اور روشنی کے بغیر سورج۔

## انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے کہ کچھ روایات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب ہیں جو عصمت کے خلاف ہیں۔ یہ تمام واقعات اخبار آحاد سے مروی ہیں اور یہ روایات ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء علیہم السلام کی طرف عصیان' غوایت اور ذنب کی نسبت ہے' وہ سہو' نسیان' ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی کمال تواضع' انکسار اور امتثال امر ہے۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر اعتراض کا جواب

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۝ (طٰہٰ:۱۲۱) آدم نے اپنے رب کی معصیت کی تو ان کو (سکونت جنت کی راہ سے) کنارہ کش ہونا پڑا۝

اس آیت میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی معصیت کا ثبوت ہے۔اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف ظاہراً اور صورۃً معصیت کا اسناد کیا گیا ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے نسیاناً شجر ممنوعہ سے کھایا تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب قصداً اور ارادہ سے معصیت کا ارتکاب کیا

جائے۔ مثلاً اگر کوئی روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو گناہ ہے نہ اس سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بھول کر شجرِ ممنوعہ کھانے پر یہ آیت دلیل ہے:

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ○ (طٰہٰ:۱۱۵) تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی قصد نہیں پایا ○

منکرینِ عصمت یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ نہیں کیا تھا تو ان کو سزا کیوں ملی اور ان کو جنت سے کیوں نکالا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کا حکم دینا ان کے حق میں سزا نہیں ہے بلکہ یہ ان کے مقصدِ تخلیق کی تکمیل ہے کیونکہ ان کو زمین پر خلافتِ الٰہیہ کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آدم اور ابلیس کے معرکہ میں ابلیس کامیاب ہو گیا اور اس نے ان کو جنت سے نکلوا دیا۔ یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ شیطان تو حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں عارضی قیام کو بھی نہیں برداشت کر سکا تھا اور اب وہ دنیا میں آ کر اور فرائض نبوت اور کارِ خلافت کو انجام دے کر دائمی قیام کے لیے جنت میں جائیں گے اور شیطان تو ان کے تنہا وجود کو جنت میں برداشت نہیں کر سکا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آنے کے بعد اپنی بے شمار ذرّیت کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور شیطان لعنتی ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا' اس لیے حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں آنا ایک بہت بڑی کامیابی کا پیش خیمہ تھا اور شیطان کی ناکامی اور نامرادی کا مقدمہ تھا۔ سو اس معرکہ میں حضرت آدم علیہ السلام ہی کامیاب تھے اور ابلیس خائب و خاسر ہوا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام شجرِ ممنوعہ سے نہ کھاتے تو ہم جنت میں ہی رہتے' ان کے شجرِ ممنوعہ سے کھانے کی وجہ سے ہمیں بھی جنت سے آنا پڑا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کیسے جنت میں رہتے اور آپ کا کیا استحقاق تھا؟ جنت تو پاک لوگوں کی جگہ ہے' حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں پاک لوگ بھی تھے اور ناپاک لوگ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا کہ اپنی پشت سے تمام ذرّیت کو نکال کر زمین پر چھوڑ آؤ' پھر جو پاک لوگ ہوں گے وہ جنت میں چلے جائیں گے اور جو ناپاک ہوں گے ان کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا اور اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ان ناپاک لوگوں کا وجود ان کے جنت سے آنے کا سبب تھا اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت کے لیے بنایا گیا تھا اس لیے انہوں نے بہرحال زمین پر آنا تھا۔ شجرِ ممنوعہ سے کھانا سبب نہ ہوتا تو کوئی اور سبب ہوتا۔ نیز انبیاء علیہم السلام بعض اوقات اپنے مخالفین کے شر کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہجرت کرتے ہیں لیکن وہ پھر دوبارہ کامیاب و کامران ہو کر اس جگہ لوٹتے ہیں جیسے سیّدنا حضرت محمد ﷺ نے کفار کے شر کی وجہ سے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی اور پھر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے مدین کی طرف ہجرت کی اور پھر مصر میں فاتحانہ لوٹے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زمین سے آسمان کی طرف ہجرت کی اور پھر زمین پر آئیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے زمین کی طرف ہجرت کی اور پھر جنت میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا متعدد حکمتوں کی وجہ سے ہے اور یہ ان کی فضیلت کا موجب ہے' کوئی سزا نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام' حضرت سلیمان علیہ السلام' حضرت یونس علیہ السلام ان حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات وشبہات مع جوابات پوری تفصیل کے ساتھ استاذی حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے شرح صحیح مسلم' جلد ہفتم (مطبوعہ فرید بک سٹال' اردو بازار' لاہور) میں لکھے ہیں' اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

## رسول اللہ ﷺ کی عصمت کا بیان

رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں' اعلانِ نبوت سے پہلے اور اعلانِ نبوت کے بعد سہواً یا عمداً' صورۃً یا حقیقتاً' صغیرہ یا کبیرہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ البتہ حکمت تبلیغ اور احکام کی مشروعیت بیان کرنے کے لیے آپ سے بعض ایسے کاموں کا صدور رہوا جو فی نفسہ ''بہ ظاہر'' خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہیں۔ بعض کاموں سے آپ نے منع کیا پھر ان کاموں کو کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام فی نفسہ جائز ہیں اور آپ کا اس کام سے منع کرنا تحریم کے لیے نہیں تھا' تنزیہ کے لیے تھا۔ مثلاً آپ نے فصد لگانے (رگ کاٹ کر خون چوس کر نکالنا) کی اُجرت دینے سے منع فرمایا اور حضرت ابوطیبہ نے آپ کو فصد لگائی تو آپ نے ان کو دو صاع (آٹھ کلوگرام) اناج دینے کا حکم دیا۔ (ترمذی ص ۲۰۴) اگر آپ حضرت ابوطیبہ کو فصد لگانے کی اُجرت نہ دیتے تو ہمیں یہ کیسے معلوم ہوتا کہ یہ اُجرت دینا جائز ہے اور ممانعت تنزیہ کے لیے ہے' یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ مکروہ ہمارے اعتبار سے ہے۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں مکروہ تنزیہی نہیں ہے کیونکہ احکام کی حلت وحرمت بیان کرنا آپ کے فرائض نبوت سے ہے اور اس میں آپ کا اجر وثواب فرض کا اجر وثواب ہے۔ اس نکتہ کے پیش نظر ہم نے اس کو بہ ظاہر مکروہ تنزیہی لکھا ہے' اسی طرح بعض اوقات آپ نے کسی کام کا افضل اور اولیٰ طریقہ بتایا اور پھر اس کے خلاف کیا' یہ بھی اسی طرح بہ ظاہر خلافِ اولیٰ ہے۔ حقیقت میں خلافِ اولیٰ نہیں ہے مثلاً آپ نے فرمایا: سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ہوتا ہے اور آپ نے خود منہ اندھیرے بھی فجر کی نماز پڑھی ہے۔ (ترمذی ص ۴۹) اگر آپ منع فرما کر یہ بتلا دیتے کہ اس کا خلاف بھی جائز ہے اور خود اس کام کو نہ کرتے تب بھی مسئلہ تو معلوم ہو جاتا لیکن اس کام میں آپ کی اقتداء کا شرف حاصل نہ ہوتا تو آپ نے اس لیے ان کاموں کو کیا تاکہ اُمت کو شرف بالاقتداء حاصل ہو جائے اور ہر کام کے لیے آپ کا اسوہ اور نمونہ مہیا ہو جائے لیکن ان کاموں کا کرنا کسی قسم کا گناہ نہیں صورۃً نہ حقیقتاً۔ یاد رہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی کام صورۃً بھی گناہ نہیں کیونکہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ قصد اور ارادہ سے حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا جائے یا قصداً فرض یا واجب کو ترک کیا جائے۔ آپ نے کسی فرض یا واجب کو ترک کیا نہ حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا' قصداً نہ سہواً' اس لیے آپ کا کوئی فعل حقیقتاً گناہ ہے نہ صورۃً۔

آپ سے اگر کبھی بہ ظاہر خلاف اولیٰ یا خلاف افضل کام کا صدور بھی ہوا تو تکمیل دین' تبلیغ شریعت اور تعلیم اُمت کی وجہ سے ہوا۔ غرض یہ کہ آپ کا کوئی کام کسی اعتبار سے بھی گناہ (نعوذ باللہ) نہیں ہے' آپ علیہ التحیہ والثناء معصوم ہیں۔ (شرح صحیح مسلم جلد ۷' فرید بک سٹال' اردو بازار' لاہور) (نوٹ: از مترجم)

# ٠٠٠-ایک ذیلی باب

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ شفاعت بیان فرمائی اوراس میں یہ ارشاد فرمایا کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے: میں تمہاری رہنمائی نبی امّی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کرتا ہوں چنانچہ لوگ پھر میرے پاس آ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ مجھے اذنِ شفاعت بخشے گا تو میں شفاعت کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوں گا۔ میری مجلس میں نہایت پاکیزہ ترین دلکش خوشبو پھیلی ہوگی یہاں تک کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آؤں گا اور میرا پروردگار میری شفاعت کو شرف بخشے گا' میرے لیے میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے قدموں کے ناخنوں تک نور ہی نور کر دے گا۔

اس کے بعد کافر کہے گا کہ مؤمنوں کو تو شفاعت کرنے والا مل گیا ہے جو ان کے لیے شفاعت کرے گا اور ہماری شفاعت کون کرے گا؟ پھر وہ آپس میں کہیں گے کہ ہمارا سفارشی ابلیس کے علاوہ کون ہوگا' وہی ہماری شفاعت کرے گا کیونکہ اسی نے ہمیں راہِ حق سے بھٹکایا تھا۔ چنانچہ کفار شیطان کے پاس آئیں گے اور اس سے کہیں گے کہ مسلمانوں نے تو اپنا شفیع ڈھونڈ لیا ہے جو ان کے لیے شفاعت فرمائے گا تو تو بھی اُٹھ اور ہمارے لیے خدا کی بارگاہ میں شفاعت کر' کیونکہ تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا تھا تو شیطان اُٹھے گا اور اس کی مجلس میں بدترین بدبو پھیلی ہوگی' پھر وہ انہیں جہنم سے ڈرائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ (ابراہیم:٢٢)

اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا: بے شک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا۔

## روزِ قیامت میں سب سے زیادہ خوش بخت انسان اور شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی بدولت سب سے زیادہ خوش نصیب انسان کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! حصولِ حدیث کے سلسلہ میں تمہارے زبردست حرص اور شوق فراواں کی وجہ سے مجھے یقین تھا کہ سب سے پہلے تم ہی مجھ سے یہ سوال کرو گے' پھر فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والا سب سے بڑا خوش بخت انسان وہ ہوگا جس نے خلوصِ دل سے کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پڑھا۔

(صحیح بخاری ج١ص ٤١'٧مسند احمد ج٢ص٣٧٣)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اخلاصِ دل سے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' وہ جنتی ہے' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! اخلاص سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اللہ کے محارم سے بچنا۔

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں اس کو روایت کیا ہے۔

(طبرانی فی الکبیر رقم الحدیث:٥٠٧٤'حلیۃ الاولیاء ج٩ص٢٥٤'احیاء العلوم ج٢ص٧٦)

نوٹ: اس حدیث پاک میں ایمان بالرسالت کا ذکر نہیں کیا گیا' اسی طرح اکثر احادیث میں صرف ''لا الہ الا اللہ'' کا ذکر ہوتا ہے ''محمد رسول اللہ'' کا ذکر نہیں ہوتا حالانکہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک توحید و رسالت دونوں پر ایمان نہ لائے لیکن اس حدیث میں صرف ''لا الہ الا اللہ'' کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' کلمہ طیبہ کے لیے نام بن گیا ہے جیسے کوئی کہے: ایک بار ''الحمد'' اور تین دفعہ ''قل ھو اللہ'' پڑھ لو تو اس کا مطلب صرف ''الحمد'' اور ''قل'' نہیں بلکہ پوری سورت فاتحہ اور مکمل سورۂ اخلاص ہوتی ہیں اسی طرح ''لا الہ الا اللہ'' سے مراد پورا کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جز بول کر کل مراد ہے جیسے ہم اپنے عرف میں چائے کہتے ہیں اور اس سے مراد صرف پتی نہیں بلکہ پتی' پانی' دودھ اور میٹھے کا مرکب ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنتی ہونے کے لیے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اور عمل کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والا بہرحال جنت میں جائے گا' اگر ایمان کے ساتھ نیک اعمال بھی ہوں تو حساب کتاب کے فوراً بعد جنت میں چلا جائے گا اور اگر اعمال میں کچھ تقصیر ہوئی اور مرنے سے پہلے اس نے توبہ کر لی تھی تو توبہ کی وجہ سے بخشا جائے گا اور اگر توبہ کی توفیق نہ ہوسکی تو حضور ﷺ کی شفاعت سے بخش جائے گا یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے بخش دیا جائے گا ورنہ پھر اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

بہرحال کلمہ پڑھنے والا جنت سے محروم نہیں ہوگا اور کسی نہ کسی مرحلہ سے گزر کر جنت میں چلا جائے گا اور یہی اس حدیث کا منشاء ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے کہ کلمہ گو سے مراد وہ شخص ہے جو کلمہ پڑھنے کے ساتھ کوئی کفریہ عقیدہ نہ رکھے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے باوجود حضور ﷺ کے بعد کسی مستقل یا غیر مستقل نبی کی بعثت کے امکان کو مانتا ہے یا قرآن مجید میں تحریف کا اعتقاد رکھتا ہے تو اس کے کلمہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جیسا کہ عہد رسالت میں منافقین کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تھا۔

## ٠٠٠-باب

اس باب میں حسب ذیل امور کا بیان ہوگا:

(١) حساب اور پیشی کے وقت صحیفۂ اعمال کا اُڑ کر انسان کے پاس پہنچنا۔

(٢) اعمال ناموں کا دائیں اور بائیں ہاتھوں میں دیا جانا۔

(٣) اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے سب سے پہلے دائیں ہاتھ میں اپنا نامۂ اعمال کون شخص پکڑے گا؟

(٤) حساب کے لیے کھڑے ہونے کی کیفیت کا بیان۔

(٥) قیامت کے روز کون سے کام قابلِ قبول ہوں گے؟

(۶) قیامت کے روز لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔
(۷) اللہ تعالیٰ کے قول ''یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ'' (الاسراء:۷۱) کی تفسیر کا بیان۔
(۸) انسان کو جنتی یا دوزخی بنانے والے خاص کاموں کا بیان۔
(۹) انصاف کرنے والے قاضی (جج) کا تذکرہ۔
(۱۰) قیامت کے دن جس کا بارگاہِ خداوندی میں مناقشہ ہوگا وہ مارا جائے گا۔
(۱۱) اپنے اپنے نامۂ اعمال سے واقف ہونے کے بعد لوگوں کا حساب ہوگا۔

ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو اس سے پیشتر کہ (قیامت میں) تمہارا محاسبہ ہو اور بڑی پیشی کے لیے خود کو سنوار کر تیاری کرلو' روزِ قیامت حساب کتاب میں تخفیف اور نرمی صرف اس شخص کے لیے ہوگی جس نے دنیا میں خود احتسابی کا عمل جاری رکھا تھا۔

حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: قیامت کے دن اس وقت بندے کا سخت ترین محاسبہ ہوگا جب اللہ تعالیٰ بندے سے اپنی دی ہوئی نعمتوں کے بارے میں باز پرس فرمائے گا۔ ابونعیم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے روایت کی ہے' اُم المومنین حضرت عائشہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ۝ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ۝ (الانشقاق:۷۔۸)

تو جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا ○ ان سے عنقریب آسان اور سہل حساب لیا جائے گا ○

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ محاسبہ نہیں ہے یہ تو حساب کے لیے (سرسری) پیشی ہے جس سے قیامت کے دن حساب کے وقت مناقشہ (سوال و جواب) شروع ہوگیا اس کو عذاب دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۹۶' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۲۰۸' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۳' ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۴۷۔۹۱۔۱۲۷' بغوی ج ۱۵ ص ۱۳۱)

مسلم اور ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے (اللہ تعالیٰ شفیع المذنبین کے طفیل ہمارا نامۂ اعمال ہمارے دائیں ہاتھ میں دے اور ہم سے آسان آسان حساب لے۔ ہائے! وہ بھی نہیں' اپنے فضل و احسان سے بس بغیر حساب و کتاب کے رحمت فرمائے اور جنت میں داخل فرمادے۔) (آمین ثم آمین بجاہِ طٰہٰ یٰسین)

## قاضی کی پیشی

ابوداؤد طیالسی سے مروی ہے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ان کے پاس انصاف کرنے والے قاضی (جج) کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن

عدل کرنے والے جج کو حساب کے لیے بارگاہِ الٰہی میں لایا جائے گا۔ وہ حساب کی سختی کو دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ (کاش!) اس نے کبھی (دنیا میں) ایک کھجور کے متعلق بھی دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہ کیا ہوتا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹٦' ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۱۵۴٦)

## قیامت کی پیشی

ترمذی نے حسن سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی' دو مرتبہ کی پیشیوں میں جھگڑا اور اقبالِ جرم و عذرداری ہوگی' تیسری پیشی پر اعمال نامے اُڑ کر ہاتھوں میں آ جائیں گے' کسی کے دائیں ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۵' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۷' تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۱۱۲)

## اس حدیث کی فنی حیثیت پر کلام

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حسن کو ابوہریرہ سے سماع حاصل نہیں' بعض محدثین نے اسے بواسطہ علی بن علی رفاعی اور حسن نے حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(میں کہتا ہوں:) ترمذی کے قول ''قد رواہ بعضھم'' سے مراد وکیع بن جراح ہیں۔ امام ابن ماجہ نے اس کو ذکر کیا' انہوں نے کہا: حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن شیبہ نے' انہوں نے کہا: حدیث بیان کی ہم سے وکیع نے اور انہوں نے یہ حدیث علی بن علی سے لی' پھر آگے ابن ماجہ نے حدیث کو ذکر کیا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید قطان نے علی بن علی پر جرح کی ہے۔

ابوبکر بزّار نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو تین مرتبہ پیش کیا جائے گا پس پہلی دو پیشیوں میں جھگڑا ہوگا اور تیسری پیشی پر اعمال نامے بعض کے دائیں اور بعض کے بائیں ہاتھ میں اُڑ کر پہنچ جائیں گے۔

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' کی اصل نمبر ۸٦ میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی' دو مرتبہ کی پیشیوں میں جھگڑا اور عذرداریاں ہوں گی اور تیسری پیشی پر صحیفوں کے پروانے جاری ہوں گے' رہا جھگڑا تو یہ اہلِ ہوا جھگڑا کریں گے کیونکہ ان کو اپنے رب کی معرفت نہیں ہوگی' وہ یہ گمان کریں گے کہ جب وہ رب سے جھگڑا کر کے حجت قائم کریں گے تو اس طرح نجات ہو جائے گی اور وہ بچ نکلیں گے اور عذرخواہی یہ ہوگی کہ اللہ کریم آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی برأت کے لیے ان کے سامنے دشمنوں کو اپنے عذر پیش کرنے کا موقع فراہم کر کے اپنی حجت قائم فرمائے گا' پھر ان دشمنانِ خدا کو جہنم میں ڈال دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے انبیاء اور اولیاء کے سامنے اپنے عذر قبول فرمانے کو ظاہر کرے تاکہ انہیں کوئی حیرت اور پریشانی نہ ہو' اسی لیے نبی

کریم علیہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن حساب کے وقت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ کسی کو اپنی مدح پر زیادہ خوشی ہوگی اور نہ کسی کو اللہ کی طرف سے عذر خواہی کا موقع ملنے کی زیادہ خوشی ہوگی۔ تیسری پیشی مومنوں کی ہوگی اور یہ سب سے بڑی پیشی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں میں سے جس پر چاہے گا عتاب فرمائے گا حتیٰ کہ وہ حیاء کا وبال چکھیں گے اور اللہ کے دربار میں پسینہ پسینہ ہو جائیں گے اور شدتِ حیاء سے پسینہ ان کے قدموں پر بہے گا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی بخشش فرما دے گا اور ان سے راضی ہو جائے گا۔

(صحیح بخاری ج ٨ ص ٢٩٥' صحیح مسلم ج ٧ اص ٦٧' ترمذی رقم الحدیث: ٣٥٣٠' مسند احمد ج ١ ص ٣٨١)

## تمام لوگوں کے اعمال نامے کہاں رکھے جاتے ہیں؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تمام لوگوں کے اعمال نامے عرشِ الٰہی کے نیچے رکھے جاتے ہیں پس جب یوم حساب آئے گا تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا چلائے گا جس سے وہ اعمال نامے اُڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے' بعض کے دائیں اور بعض کے بائیں ہاتھ میں صحیفۂ اعمال آئیں گے' ہر شخص کے اس صحیفۂ اعمال کے سرورق پر یہ تحریر ہوگا کہ:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ؕ (الاسراء: ١٤) تو اپنا نامۂ اعمال پڑھ! آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے O

ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں دوزخ کو یاد کر کے رو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! آپ کو کس بات سے رونا آتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں دوزخ کے ذکر سے رو رہی ہوں تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے اہلِ خانہ کو یاد فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ تین مقامات پر کوئی بھی' کسی کو یاد نہیں رکھے گا' میزان کے وقت یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص کا پلڑا ہلکا ہے یا بھاری ہے اور جب صحیفے اُڑ کر ہاتھوں میں آئیں گے حتیٰ کہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص کا صحیفۂ اعمال اس کے کس ہاتھ میں دیا گیا ہے دائیں میں یا بائیں میں یا اس کی پشت کی طرف سے دیا گیا ہے؟ اور تیسرا مقام وہ ہے جب پل صراط کو لا کر جہنم کی پشت پر بچھایا جائے گا تو جب تک لوگ پل صراط کو پار نہیں کر لیں گے کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٧٢٩' مسند احمد ج ٦ ص ٧٥۔ ٢٤٥' احیاء العلوم ج ٤ ص ٥٢٠)

## اُمت مصطفویہ میں سے سب سے پہلے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال کس کو دیا جائے گا؟

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اُمت میں سے سب سے پہلے جس کا صحیفۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں عطا فرمایا جائے گا وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے' ان کے نامۂ اعمال سے سورج کی کرنوں کی طرح شعاعیں نکلیں گی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں گئے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابوبکر کو فرشتے اپنے جلو میں جنتوں میں لے گئے۔ (تاریخ ج ١١ ص ٢٠٢' موضوعات لابن جوزی ج ١ ص ٣٢٠)

## قیامت کے دن حساب کے لیے کھڑے ہونے کی کیفیت

حافظ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مندہ ''کتاب التوحید'' میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلند اور خوش کن آواز میں اعلان فرمائے گا: اے میرے بندو! میں اللہ ہوں' میرے علاوہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا' سب سے بڑا فیصلہ فرمانے والا اور بہت جلد تیزی سے حساب فرمانے والا ہوں' اے میرے بندو! آج کے دن تم پر کوئی خوف ہے نہ غم' اپنی حجت لاؤ اور اپنے لیے آسان جواب پاؤ' بے شک تم سے سوال ہونے والا ہے اور تمہارا حساب ہونے والا ہے' پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو حساب کے لیے میدان میں قدموں کے پوروں کے کناروں پر کھڑا کرو۔

(کنز العمال رقم حدیث ۳۸۹۹۲)

## ریاکاری کی وجہ سے اعمال کے برباد اور نامقبول ہونے کا بیان

حضرت سمرہ بن عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کرتے ہیں کہ:

قیامت کے دن حساب کے لیے ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کے صحیفۂ اعمال میں پہاڑوں کی مثل نیکیاں موجود ہوں گی' پس اللہ رب العزۃ عزوجل ارشاد فرمائے گا کہ تو نے اتنا اور اتنا زمانہ نمازیں پڑھیں مگر اس لیے تاکہ چرچا ہو کہ فلاں بڑا نمازی آدمی ہے' معبودِ حقیقی صرف میں ہی ہوں' میرے سوا اور کوئی سچا معبود نہیں' طاعت اور عبادت خالص میرے لیے ثابت ہے اور فلاں اور فلاں دن تو نے روزہ رکھا تاکہ چرچا ہو کہ فلاں شخص بڑا روزہ دار ہے (سن لے کہ) معبودِ حقیقی صرف میں ہی ہوں' میرے سوا اور کوئی معبود نہیں' عبادت خالص میری ہی ہونی چاہیے (پھر ارشاد ہوگا:) اے شخص! تو نے فلاں اور فلاں دن صدقہ دیا تھا اور مقصود شہرت تھی تاکہ لوگ یہ ڈھنڈورا پیٹیں کہ فلاں شخص بڑا سخی ہے (سن لے کہ) ''أنا اللہ لا الہ الا أنا لی الدین الخالص'' طاعت خالص میرے لیے ثابت ہے۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' عبادت کے لائق صرف میں ہی ہوں اور ایک ایک کر کے اللہ تعالیٰ اس شخص کی تمام نیکیوں کو مٹا دے گا حتی کہ اس کے صحیفۂ اعمال میں کوئی نیکی باقی نہیں رہ جائے گی تو کراما کاتبین فرشتے کہیں گے: کیا تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی خاطر سب کام کرتا تھا؟

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع ہے کیونکہ ایسی بات اپنی رائے اور قیاس سے نہیں بیان کی جاسکتی۔

امام دارقطنی نے اپنی ''سنن'' میں اس حدیث کو بالمعنیٰ مرفوعاً روایت کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مہر لگے صحیفے لا کر اللہ عزوجل کے سامنے ان کی کوڑی لگا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کے متعلق فرمائے گا کہ ان کو قبول کرلو اور بعض کے متعلق فرمائے گا کہ ان کو اٹھا کر پھینک دو' فرشتے عرض کریں گے: اے بار اللہ! تیری عزت کی قسم! ہم نے تو اس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہے تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا اور اللہ

خوب علم والا ہے: یہ عمل میرے غیر کے لیے تھے اور میں صرف وہی کام قبول فرماتا ہوں جس سے صرف میری خوشنودی مطلوب ہو۔ (سنن دار قطنی ج ا ص ۵۱)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالمعنیٰ روایت کیا ہے' آگے اس کا بیان آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ

## ایک آیت کی تفسیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے آیت کریمہ:

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍۭ بِإِمَامِهِمْ ۚ . جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ

(الاسراء:۷۱) بلائیں گے۔

کی تفسیر میں فرمایا: ایک آدمی کو بلایا جائے گا اور اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' اس کے قد کو ساٹھ ذراع دراز کر دیا جائے گا' اس کا چہرہ سفید ہو جائے گا اور سر پر چمکدار موتیوں کا تاج رکھا جائے گا' پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف آئے گا' وہ اسے دُور سے دیکھ کر کہیں گے: اے اللہ! اسے ہمارے پاس لا اور ہمارے لیے اس کو باعثِ برکت بنا حتیٰ کہ جب وہ ان کے قریب آئے گا تو ان سے کہے گا: تمہیں بشارت ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے لیے یہی ہے۔

کافر کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے گا' اس کا جسم ساٹھ ہاتھ لمبا کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد مبارک ساٹھ ذراع دراز تھا اور اس کو آگ کا تاج پہنایا جائے گا' اس کے ساتھی اسے دیکھ کر کہیں گے: ہم اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ یا اللہ! اسے ہمارے پاس نہ لا' نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ ان کے پاس آئے گا تو وہ کہیں گے: اے اللہ! اسے رسوا کر' وہ کہے گا: اللہ تعالیٰ تمہیں دُور رکھے' تم میں سے ہر شخص کے لیے یہی کچھ ہے (یہ حدیث غریب ہے)۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۶' المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۴۳' صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۲۲۲' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۵)

## کسی بھی گناہ کو معمولی اور حقیر نہیں جاننا چاہیے

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزر رہے تھے' آپ علیہ السلام نے قبر کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا: اے صاحبِ قبر! اللہ کے حکم سے اُٹھ! پس ایک شخص قبر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا روح اللہ! آپ نے مجھے کس ارادہ سے اُٹھایا ہے؟ کیونکہ بات یہ ہے کہ بلا ریب میں ستر سال سے ایک حساب کے سلسلہ میں کھڑا ہوا ہوں حتیٰ کہ ابھی ابھی مجھے ایک سخت زور کی آواز پہنچی کہ روح اللہ کو جواب دو' عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا: اے شخص! کیا تو نے بہت زیادہ گناہ کیے تھے اور بکثرت غلطیوں کا ارتکاب کیا تھا؟ تو کیا عمل کرتا رہا ہے؟ اس شخص نے کہا: اے روح اللہ! بہ خدا! میں اور تو کوئی ایسا کام نہیں کیا کرتا تھا صرف لکڑیوں کا کاروبار کرتا تھا' اپنے سر پر لکڑیاں اُٹھا کر لاتا' اس سے جو کچھ کماتا اسی حلال رزق سے کھاتا اور جو بچت ہوتی صدقہ کر دیتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا' عرض کی: یا سبحان اللہ! اے اللہ پاک! ایک شخص اپنے

سر پر لکڑیاں اُٹھا کر لاتا اور حلال کی کمائی کھاتا اور اللہ کی راہ میں صدقہ دیتا تھا' اس کا یہ حال ہے کہ وہ ستر سال سے حساب دینے کے لیے کھڑا ہے؟ پھر اس شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے روح اللہ! میرے پروردگار نے مجھے سرزنش کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ میرے ایک بندے نے تجھ سے لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر اپنے مکان تک پہنچانے کا معاملہ کیا اور کرایہ طے پایا اور تو نے ان لکڑیوں میں سے اپنے دانتوں میں خلال کرنے کے لیے ایک تنکا لے لیا تھا اور پھر اس کو خلال کے لیے استعمال کرنے کے بعد راستہ میں پھینک دیا تھا' تو نے یہ خیال کیا تھا کہ اتنی معمولی سی خیانت اور اس قدر ''نکی جئی'' کرپشن سے کیا ہونے لگا ہے حالانکہ تجھے علم تھا کہ میں' اللہ تیرے اس کام پر آگاہ اور مطلع ہوں اور تجھ کو دیکھ رہا ہوں اور تو نے اس کرپشن کو کوئی اہمیت نہیں دی کہ اللہ تعالیٰ اس کا بھی احتساب فرمائے گا؟

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے  فضل کریں تے بخشے جاون میں جئے اوگن ہارے

''اللھم انا نسالک رضاک ونعوذبک من عذابک وسخطک''.

اے اللہ! ہم درخواست کرتے ہیں کہ تو ہم سے وہ کام لے جس سے تو راضی ہو اور ہم عذاب اور تیری ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں۔

# فصل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىۡ عُنُقِهٖ‌ؕ (الاسراء:۱۳)

اور ہر انسان کی قسمت کا لکھا ہم نے اس کی گردن میں ڈال دیا۔

زجاج نے کہا کہ گردن کا ذکر لزوم سے استعارہ ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے خیر یا شر' سعادت یا شقاوت وہ اس کو اس طرح لازم ہے جیسے گلے کا ہار' جہاں جائے ساتھ رہے جدا نہ ہو۔)

ابراہیم بن ادہم نے کہا: ہر آدمی کی گردن میں ایک قلادہ (ہار) ڈال دیا جاتا ہے جس پر اس کے عمل کا نسخہ تحریر ہوتا رہتا ہے' جب وہ آدمی مرجاتا ہے تو اس کو لپیٹ دیا جاتا ہے اور پھر جب زندہ ہو کر اُٹھتا ہے تو اس کو کھلا ہوا پاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ:

اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ‌ؕ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا ؕ‏ (الاسراء:۱۴)

اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے' آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کے لیے کافی ہے○

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا ہے کہ ''طائرہ'' (پروانہ) سے مراد ''عمل'' ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُخۡرِجُ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلۡقٰٮهُ مَنۡشُوۡرًا‏ ○ اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ‌ؕ (بنی اسرائیل:۱۳)

اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے نامۂ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا○ (فرمایا جائے گا) کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ۔

حضرت حسن کا قول ہے: ہر انسان اپنا نامۂ اعمال پڑھے گا چاہے وہ پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ ہو۔
ابوالسوار عدوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اور انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۚ (الاسراء:۱۳)

اور ہر انسان کی قسمت کا لکھا ہم نے اس کی گردن میں ڈال دیا ہے۔

اور کہا کہ اس سے مراد دو (۲) اعمال نامے ہیں جو کھلے ہوئے ہیں اور پھر لپیٹ دیے جائیں گے۔ اے ابن آدم! پس جب تک تو زندہ ہے تیرا نامۂ اعمال کھلا ہے تو جو کچھ اس میں لکھوانا چاہتا ہے لکھوا لے جب تو مر گیا تو اس کو لپیٹ دیا جائے گا حتیٰ کہ جب تو دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا تو پھر اس کو کھلا ہوا پائے گا اور اس وقت تجھ سے کہا جائے گا:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (الاسراء:۱۴)

اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کے لیے کافی ہے ۝

دوبارہ زندہ ہونے کے بعد لوگوں کو ان کے اعمال نامے دیئے جائیں گے جب لوگ اپنے صحیفوں کو پڑھ کر اپنے زندگی بھر کے کاموں پر آگاہ ہوں گے تو اس کے بعد ان کے مطابق ان کا محاسبہ شروع ہو جائے گا۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ (الانشقاق:۷-۸)

پھر جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے ۝ تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا ۝

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ اعمال نامہ ملنے کے بعد محاسبہ کیا جائے گا کیونکہ جب لوگ قبروں سے اُٹھیں گے تو ان کو اپنے اعمال یاد نہیں ہوں گے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ (المجادلہ:۶)

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اُٹھائے گا پھر ان کو خبر دے گا ان کے سب کاموں کی اللہ نے ان سب کو محفوظ فرما لیا ہے اور وہ انہیں بھول چکے ہیں۔

# ۳۷-ایک پند نامہ

قیامت کے ناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے ہم بیان کر چکے ہیں کہ قیامت کا ایک نام "یوم الحساب" بھی ہے اس دن میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا حساب فرمائے گا جب لوگ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے اور موقف میں جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا ننگے پیر اور ننگے بدن کھڑے رہیں گے اور جب وہ حساب کا وقت آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب لینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان صحیفوں کو لانے کا حکم کرے گا جو کراماً کاتبین لکھتے رہے اور وہ نوشتے لوگوں کو ان کاموں کا نام لے لے کر دیئے جائیں گے پھر جن لوگوں کو تو دائیں ہاتھ میں ان کے کارنامے

دیے جائیں گے وہ سعید اور خوش نصیب ہوں گے اور جن کو بائیں ہاتھ میں یا ان کی پیٹھ کے پیچھے سے ان کا اعمال نامہ دیا جائے گا وہ شقی اور بدبخت ہوں گے اور جب اعمال نامے مل جائیں گے تو ہر شخص اپنا وہ کچا چٹھا پڑھے گا' اس منظر کو ایک شاعر نے اپنے انداز میں قلم بند کیا ہے سنیئے اور یوم حساب کی سوچئے!

مثل وقوفک یوم العرض عریانا مستوحشا قلق الأحشاء حیرانا

''ذرا تصور کیجئے کہ تم پیشی کے دن مضطرب' وحشت زدہ' حیران اور عریان حساب کے لیے کھڑے ہو''۔

والنار تلهب من غیظ و من حنق علی العصاۃ ورب العرش غضبانا

''اور آتشِ جہنم نافرمانوں پر سخت غصے اور غیظ کی وجہ سے بھڑک رہی ہوگی اور عرش کا مالک نہایت جلال میں ہوگا''۔

اقرأ کتابک یاعبدی علی مهل فهل تری فیه حرفا غیر ما کانا

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے! تسلی کے ساتھ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے اور دیکھ لے تو کوئی ایک حرف بھی اس میں ایسا نہیں دیکھے گا جو خلافِ واقع لکھ دیا گیا ہو''۔

لما قرأت ولم تنکر قراءته اقرار من عرف الأشیاء عرفانا

''جب تو پڑھ لے گا اور پڑھ کر انکار نہیں کر سکے گا تو تجھے اس طرح اقرار کرنا پڑے گا جیسے کوئی شخص اشیاء کی مکمل اور پوری پہچان کے بعد اس کا اعتراف کرے''۔

نادی الجلیل خذوه یا ملائکتی وامضوا بعبد عصا للنار عطشانا

''اللہ جلّ جلالہ حکم فرمائے گا کہ اے میرے فرشتو! اس بندے کو پکڑ لو اور اس نافرمان کو پیاس کی حالت میں دوزخ میں لے چلو''۔

المشرکون غدا فی النار یلتهبوا والمؤمنون بدار الخلد سکانا

''مشرکوں کو قیامت کے دن آگ میں ڈال دیا جائے گا اور ایمان والے جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو ہمیشہ کے لیے رہنا ہے''۔

اے میرے بھائی! آپ ذرا تصور کریں اس وقت کا جب اعمال نامے اُڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں آئیں گے اور میزان قائم کی جائیں گی اور مخلوق کے سامنے برسرِعام تجھے نام لے کر بلایا جائے گا کہ فلاں ابن فلاں کہاں ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کے لیے عرش کی جانب حاضر ہو جائے! اور تجھے رب کی بارگاہ میں پکڑ کر حاضر کرنے کے لیے فرشتے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ تیرے اور تیرے باپ کے نام پر اور لوگوں کے ناموں کے ہونے سے اشتباہ کی وجہ سے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی' جب تیرے دل پر نداء کی دستک ہوگی تو تجھے یقین ہو جائے گا کہ تجھے ہی آواز پڑی ہے اور تو ہی مطلوب ہے' اس وقت تیرے شانوں کا گوشت پھڑ پھڑائے گا' تیرا انگ انگ ہل جائے گا' رنگ متغیر ہو جائے گا' تیری عقل کے طوطے اُڑنے لگیں گے' دل دھک دھک کرے گا' فرشتوں کی فوج

نے تیرا گھیراؤ کر رکھا ہوگا تا کہ تجھے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں یہاں تک کہ تو رب کے سامنے کھڑا ہوگا' تمام لوگوں کی نگاہیں تیری طرف اُٹھی ہیں اور تو لوگوں کے سامنے موجود ہے' تیرا دل خوف سے اُڑا جا رہا ہے اور تو سخت مرعوب ہے کیونکہ تجھے علم ہے فرشتوں کا کہ تجھے کہاں لے جانے کا ارادہ ہے۔

اے میرے بھائی! ذرا اپنے ذہن میں یہ تصور لائیے کہ تم اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو' تمہارے ہاتھ میں صحیفۂ اعمال ہے جس میں تمہارے ہر عمل کی خبر دی گئی ہے' تمہاری خلوت اور جلوت کی لحہ بہ لحہ پوری زندگی کا ریکارڈ اس میں محفوظ ہے' اس میں وہ باتیں بھی درج ہیں جن کو تم ظاہر کرتے تھے اور وہ بھی جو تم چھپاتے تھے اور تم ان باتوں کو ٹوٹے دل اور لڑکھڑاتی اور بوجھل زبان کے ساتھ پڑھو گے اور تمہارے پس و پیش قیامت کے ہولناک خطرات منڈلا رہے ہیں' کتنے ہی ایسے مظالم اور کتنی ہی برائیاں ایسی بھی یہ نامۂ اعمال تم پر ظاہر اور آشکارا کر دے گا جن کو یا تو تم نے چھپایا اور یا پھر تم بھول چکے تھے اور بہت سے ایسے کام جن کو تم صحیح وسلامت اور مبنی بر خلوص سمجھتے رہے اور تمہیں ان کاموں کے کرنے پر اجر وثواب اور صلہ وانعام دیئے جانے کی بڑی عظیم توقعات تھیں' وہ سب کام رد کر دیئے جائیں گے اور بارگاہِ خداوندی میں ان کو شرف قبولیت حاصل نہیں ہوگا اور اکارت جائیں گے' اس وقت تجھے کس قدر حسرت اور افسوس ہوگا اور اپنے رب کی طاعت وفرماں برداری کے بجالانے میں تقصیر اور کوتاہی کرنے پر کف افسوس ملے گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ (الانشقاق: ۷) پھر جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے O

فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْۚ (الحاقۃ: ۱۹) تو (اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ جنتی ہے اور) نہایت فرح وسرور سے (اپنے احباب اور خویش واقارب سے) کہے گا: لو میرا نامۂ اعمال پڑھو O

اگر کوئی شخص کسی کارِ خیر کا بانی وسربراہ ہوگا اور اس بھلائی کی طرف دوسروں کو بھی دعوت دیتا اور ان کو نیکی اور فلاح وبہبود کے کام کرنے کو کہتا ہوگا اور اس کی دعوت اور رہنمائی پر بہت سے دوسرے لوگ بھی اس کے نقشِ قدم پر چلنا شروع ہو گئے اور اس کے پیروکار بن گئے تھے تو ایسے سربراہِ جمعیت فلاح وبہبود کو اس کے نام مع ولدیت کے ساتھ بلایا جائے گا۔ چنانچہ وہ پیش ہو جائے گا' حتیٰ کہ جب وہ قریب آ جائے گا تو اس کے لیے ایک سفید کتاب نکالی جائے گی جو سفید خط سے لکھی گئی ہوگی' اس کتاب کے اندرون کی طرف برائیوں کا اندراج کیا گیا ہوگا اور ظاہر کی جانب میں اچھائیوں اور نیکیوں کا اندراج ہوگا پس وہ شخص برائیوں سے مطالعہ کا آغاز کرتے ہوئے ان کو پڑھنا شروع کر دے گا' اس پر خوف طاری ہو جائے گا' چہرہ زرد اور رنگ متغیر ہو جائے گا اور جب وہ کتاب کے اختتام پر پہنچے گا' اس میں یہ لکھا ہوا پائے گا:

ھذہ سیئاتک وقد غفرت لک. یہ تیرے گناہ تھے جن کو میں نے معاف فرما دیا ہے۔

بندہ اس نوید مغفرت سے بے حد خوش ہوگا اور پھر اپنے نامۂ اعمال کو اُلٹ کر دوسری طرف اپنی نیکیوں کی فہرست کا مطالعہ کرے گا تو اس کی خوشی اور فرحت میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا حتیٰ کہ جب وہ کتاب کے خاتمہ میں یہ لکھا ہوا دیکھے گا کہ یہ تھیں تیری نیکیاں اور ان (کے اجر وثواب) کو اللہ تعالیٰ نے دوگنا فرما دیا ہے تو اس سے اس کا چہرہ کھل اُٹھے گا' پھر اس کے سر پر تاج رکھا جائے گا اور جنت کے دو حلے زیب تن کرائے جائیں گے اور اس کے بدن کے ہر جوڑ کو زیور سے آراستہ کر دیا جائے گا اور اس کا قد حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے مطابق ساٹھ ہاتھ لمبا کر دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنے دوستوں کے پاس چلو اور ان کو خوش خبری سناؤ اور خبر دو کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے بھی اسی کی مثل ہے۔ پس جب وہ بندہ چلنے لگے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کہے گا:

هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝ (الحاقہ: ۱۹-۲۰)

لو میرا اعمال نامہ پڑھو ۝ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا ۝

اللہ فرماتا ہے:

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝ (الحاقہ: ۲۱-۲۳)

پس یہ (خوش بخت انسان) پسندیدہ زندگی بسر کرے گا ۝ عالیشان جنت میں ۝ جس کے پھل' خوشے جھکے ہوں گے ۝

(یعنی اس کے گچھے اونچے نہیں ہوں گے کہ ان کی دسترس سے باہر ہوں یا انہیں توڑنے میں زحمت اُٹھانی پڑے بلکہ نیچے جھکے ہوں گے' کھڑے' بیٹھے' لیٹے جس حال میں ہوں گے ان کو تناول کر سکیں گے۔)

جب وہ خوش نصیب اپنے اہل واقارب اور اعزہ احباب کے پاس خوش وخرم اور شاداں وفرحاں لوٹے گا تو ان سے کہے گا: مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ''قد غمرتک کرامة الله من أنت ''ارے بھائی! تجھ پر تو بڑا اللہ کا کرم ہے (تمہاری تو پانچوں گھی میں ہیں) بڑے دن پھرے ہیں! ہماری تو پہچان میں نہیں آ رہے ہو خود ہی فرمائیے گا کیا تعارف ہے؟

وہ کہے گا کہ میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں اور تمہارے لیے یہ اچھی خبر لایا ہوں کہ آپ سبھی کے لیے اللہ کریم و رحیم نے ایسی ہی نوازشات کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ:

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ (الحاقہ: ۲۴)

کھاؤ اور پیو خوب مزے سے (اپنے) ان (کاموں) کے بدلے جو گزرے ہوئے دنوں میں تم نے آگے بھیجے (تھے) ۝

## بدکاروں کے سردار کا احتساب

اگر کوئی شخص برائی کا داعی اور برے کاموں کا امر کرنے والا ہوگا اور اس نے اپنے پیچھے بہت سے لوگوں کو لگا لیا تھا تو شریروں کے اس سرغنہ کو اس کا نام لے کر بلایا جائے گا کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں! آ جا احتساب کے کٹہرے میں اور جب وہ حساب کتاب کے لیے پیش ہوگا تو اس کا سیاہ کرتوت نامہ جو بلیک حروف میں تحریر ہوگا اس

کے سامنے رکھ دیا جائے گا' اس اعمال نامہ کے اندر کی طرف نیکیاں لکھی ہوں گی اور باہر کی طرف گناہوں کو تحریر کیا گیا ہوگا وہ شخص پہلے اپنی نیکیاں پڑھنا شروع کرے گا اور اس کا یہ گمان ہوگا کہ وہ بچ نکلے گا لیکن جب آخر پر پہنچے گا تو وہاں پر لکھا ہوا پائے گا کہ ہم تیری یہ نیکیاں تیرے منہ پر مارتے ہیں' اس کا چہرہ سیاہ اور افسردہ وغمگین ہو جائے گا اور وہ خیر سے ناامید ہو جائے گا' پھر جب وہ اپنے اعمال نامہ کو پلٹ کر دوسری طرف سے پڑھے گا جس میں اس کے گناہوں کا اندراج ہوگا تو اس کی وجہ سے اس کی پریشانی اور روسیاہی اور بھی بڑھ جائے گی' پھر جب اپنے نامۂ اعمال کے آخر تک پہنچے گا تو وہاں وہ یہ لکھا ہوا پائے گا کہ یہ تیرے گناہ تھے جن کی وجہ سے تیرے عذاب کو دوگنا کر دیا گیا ہے (یعنی یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہوں کو بڑھا دیا جائے گا کہ کوئی ناکردہ گناہ اس کے پلے پڑ جائے بلکہ گناہ تو اتنے ہی رہیں گے جتنے اس نے کیے تھے' ان کی سزا اور گناہ میں شدت واضافہ ہوگا) فرمایا کہ وہ شخص دوزخ کی طرف نظر کرے گا تو اس کی آنکھیں نیلی پڑ جائیں گی' چہرہ سیاہ ہو جائے گا اور اس کو تارکول کا لباس پہنا دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر ان کو آگاہ کر دے کہ ان میں سے ہر شخص کے لیے اسی کی مثل ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ہمنواؤں کے پاس جائے گا اور کہے گا:

| | |
|---|---|
| يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝ (الحاقۃ: ۲۵-۲۹) | اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ ملا ہوتا ۝ اور مجھے خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے ۝ کاش! وہی (یعنی موت) میرا کام تمام کر دیتی ۝ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا ۝ میری حجت (اور ساری قوت) بے کار گئی ۝ |

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ''سلطان'' کی تفسیر ''حجت'' منقول ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ:

| | |
|---|---|
| خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ (الحاقۃ: ۳۰-۳۷) | اسے پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو ۝ پھر اسے جہنم میں داخل کر دو ۝ پھر ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اسے جکڑ دو ۝ بے شک وہ ایمان نہ لاتا تھا بڑی عظمت والے اللہ پر ۝ اور نہ وہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا ۝ تو آج اس کا کوئی دوست نہیں ۝ اور نہ کوئی کھانا ہے بجز (دوزخیوں کے زخموں کی) پیپ کے ۝ جسے غلط کاروں کے سوا کوئی نہ کھائے گا ۝ |

نوٹ: قرآن کریم نے بتایا ہے کہ دو جرموں کی پاداش میں یہ ہولناک سزا دی جائے گی ایک تو اللہ تعالیٰ عظیم و برتر پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے اور دوسرا یہ کہ بخل اور سنگ دلی کی وجہ سے کہ وہ شخص فقراء اور مساکین کو خود کھانا کھلاتا تھا نہ کسی دوسرے کو ان کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی طرف توجہ دلاتا اور ترغیب دیتا تھا۔ قرآن کریم انسان کی مادی اور روحانی دونوں قسم کی ضروریات کی طرف یکساں توجہ دیتا ہے' اس نے جہاں بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی

عبادت کرنے کی تاکید کی ہے وہاں فقراء و مساکین کی ضروریاتِ زندگی کو بہم پہنچانے کا بھی تاکیدی حکم دیا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آیتِ کریمہ میں زنجیر کی پیمائش ستر ذراع بیان کی گئی ہے اب اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ ذراع سے مراد کون سا ذراع ہے؟

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے فرشتے کے ستر ذراع (ہاتھ) کی پیمائش مراد ہے۔ زنجیر کے متعلق مزید تفصیل ''کتاب النار'' (دوزخ کے باب) میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔

نوٹ: ''ذراع'' انگلیوں سے کہنی تک ایک متوسط انسانی ''ہاتھ'' اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے جو ڈیڑھ فٹ یعنی نصف انگریزی گز بنتا ہے۔

## ''فاسلکوہ'' (پھر ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو) کی تفسیر میں مختلف اقوال: کلبی

نے کہا: وہ زنجیر اس بدکار شخص کے منہ میں داخل کریں گے حتیٰ کہ اس کی دُبر سے باہر نکل آئے گی اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے برعکس کیا جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی گردن کو زنجیر میں داخل کیا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ کھینچا جائے گا اور وہ زنجیر ایسی ہے کہ اگر اس کا ایک حلقہ کسی پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو اس کو پگھلا دے جب وہ شخص زنجیر کو کھینچتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس آئے گا تو ان سے کہے گا: کیا تم نے مجھے پہچانا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں! اور لیکن ہم تجھے اس ذلت و رسوائی میں دیکھ رہے ہیں، تو تُو کون ہے؟ وہ کہے گا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں (اپنا نام مع ولدیت بتائے گا) اور بتائے گا کہ تم میں سے ہر شخص کے لیے اسی کی مثل (عذاب) ہے۔

لیکن جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے پیچھے سے دیا جائے گا تو اس کی کیفیت اس طرح سے ہوگی کہ اس کے بائیں کندھے کی بندش کو کھول دیا جائے گا اور اس کا ہاتھ اس کے پیچھے کی طرف کر دیا جائے گا اور وہ اس بائیں ہاتھ سے اپنا اعمال نامہ پکڑے گا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا چہرہ پھیر کر پیچھے اس کی گدی کی جگہ کر دیا جائے گا پس وہ اس طرح اپنے نامۂ اعمال کو پڑھے گا۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے بندۂ خدا! سوچ لے کہ اگر تو تیرا شمار خوش نصیب اور سعادت مندوں میں ہوا پھر تو تُو خوش خوش، لوگوں کے سامنے نکلے گا اور تجھے حسن و جمال اور فضیلت و کمال حاصل ہوگا، تیرا نامۂ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں پکڑا ہوگا اور فرشتہ تیرے بازو پکڑ کر لوگوں کے سامنے یہ اعلان کرے گا کہ سنو! فلاں ابن فلاں نے ایسی سعادت کو پا لیا ہے کہ آج کے بعد وہ کبھی شقی اور بد بخت نہیں ہوگا۔

لیکن اگر.....تو (العیاذ باللہ) اہلِ شقاوت میں سے ہوا، تو چہرے پر سیاہی چھائی ہوگی اور تو مخلوق سے دُور دُور چھپتا پھرے گا، تیرا نامۂ اعمال تیرے بائیں ہاتھ میں یا پیچھے تیری پشت کی طرف سے تجھے دیا جائے گا اور تو تباہی اور ہلاکت کو طلب کرے گا۔ ایک فرشتہ تیرے بازوؤں کو پکڑ کر سرِ عام مخلوق میں یہ اعلان اور منادی کرے گا کہ لوگو! سن لو! یہ شخص ایسا بد بخت اور شقی ہو چکا ہے کہ آج کے بعد کبھی بھی سعید اور خوش بخت نہیں ہوگا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے باپ کے نام کے ساتھ ان کا نام لے کر پکارا جائے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں تو اس کی صراحت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے' اس لیے اپنے اچھے نام رکھا کرو۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۲۷' ابن حبان ج ۷ ص ۵۲۸' للبیہقی ج ۹ ص ۳۰۶' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۵۲' بغوی ج ۱۲ ص ۳۲۷)

## ۰۰۰- باب

## قول باری تعالیٰ ''یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ'' کی تفسیر کا بیان

امام ترمذی نے حضرت ابوغالب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دمشق کے برج (قلعہ' ستون' مینار) پر (خارجیوں کے) سر بلند کر کے رکھے ہوئے دیکھے تو فرمایا: جہنم کے کتے' آسمان کے نیچے بدترین مقتول ہیں اور وہ شخص بہترین مقتول ہے جسے انہوں نے قتل کیا۔

(ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۸ ص ۳۵۱)

پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: آخر تک۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ جس دن کچھ چہرے گورے ہوں گے اور کچھ چہرے کالے۔ (آل عمران: ۱۰۶)

ابوغالب کہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ سے میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر میں نے اس حدیث کو حضور ﷺ سے نہ سنا ہوتا' مگر ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ یا چار مرتبہ یہاں تک کہ انہوں نے سات مرتبہ شمار کیا تو میں تم سے بیان نہ کرتا (مطلب یہ کہ بارہا اور بے شمار مرتبہ سنا کوئی پانچ سات مرتبہ کی بات نہیں) یہ حدیث حسن ہے۔

### اہلِ سنت آخرت میں سرخرو ہوں گے اور اہلِ بدعت کا منہ کالا ہوگا

امام المحدثین حضرت ابوبکر احمد الخطیبؒ نے روایت کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک کا معنیٰ یہ ہے کہ (قیامت کے دن) اہلِ سنت کے چہرے گورے ہوں گے اور اہلِ بدعت کے چہرے کالے ہوں گے۔

### یہ کالے منہ والے کون ہوں گے؟

اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس سے مراد ''اہلِ ہوا'' ہیں۔ حضرت حسن کا قول ہے کہ یہ منافقین ہیں کہ وہ روسیاہ ہوں گے اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ مرتدین کے بارے میں حکم ہے اور حضرت ابی بن کعب نے فرمایا کہ یہ حکم کفار کے متعلق ہے کہ ان

کے چہرے سیاہ ہوں گے۔
امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مختار ہے۔ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آخر میں یہ دعا لکھی ہے:
اے اللہ! جس دن تو اپنے دوستوں کو سرخرو فرمائے گا اور تو اپنے دشمنوں کو روسیاہ کرے گا' تجھے تیرے تمام رسولوں' نبیوں اور برگزیدہ بندوں کے حق کا واسطہ ہمیں سرخرو فرمانا' روسیاہ نہ کرنا' اے بڑے فضل والے! تیرے فضل کا واسطہ' اے کریم! تیرے کرم کا واسطہ۔ آمین

# ۳۸-باب دربیانِ قولِ باری تعالیٰ

## ''ووضع الكتاب فترى المجرمين مشفقين ممافيه''

ابن مبارک نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے کعب! آپ ہمیں آخرت کے بارے حدیث سنائیں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' فرمانے لگے کہ اے امیر المؤمنین! جب قیامت کا روز ہوگا تو لوحِ محفوظ کو اُٹھا کر سب لوگوں کے سامنے کر دیا جائے گا جس پر ہر شخص اپنے عمل دیکھ لے گا۔ فرمایا کہ پھر وہ صحیفے لائیں جائیں گے جن میں بندوں کے اعمال درج ہوں گے اور ان کو عرش کے گرد پھیلا دیا جائے گا اور یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کا کہ:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ (الکہف:۴۹)

اور نامۂ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے ہوئے سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے خرابی! ہماری اس کتاب کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جس کا احاطہ نہ کرلیا ہو۔

امام اسدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شرک گناہِ کبیرہ ہے اور شرک کے علاوہ باقی ہر گناہ' گناہِ صغیرہ ہے۔
حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: پھر مؤمن کو بلایا جائے گا اور اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' وہ اس میں نظر کرے گا تو اس کی نیکیاں لوگوں پر عیاں اور ظاہر ہوں گی اور وہ اپنی برائیوں کو پڑھے گا (آگے انہوں نے سابق حدیث کا مفہوم بیان کیا)۔
حضرت فضیل بن عیاض رحمہما اللہ تعالیٰ جب یہ آیتِ کریمہ پڑھتے تو فرماتے تھے: ہائے ہماری خرابی!
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ:

الصغيرة التبسم والكبيرة الضحک. صغیرہ گناہ تبسم ہے اور کبیرہ گناہ ہنسنا ہے۔

یعنی وہ مسکرانا اور ہنسنا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہو۔
ایک روایت میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے صغیرہ گناہوں کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال اسی طرح ہے جیسے ایک قوم کسی چٹیل میدان میں فروکش ہوتی ہے اور قوم کا سردار بھی موجود ہے' پھر ان میں ہر شخص کھانا وغیرہ تیار کرنے کے لیے لکڑیاں لانے کے لیے جاتا ہے' کوئی ایک لکڑی لے کر آجاتا

ہے اور کسی کو دو لکڑیاں مل جاتی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے تھوڑی تھوڑی کر کے لکڑیوں کا اچھا خاصا انبار لگا دیا اور اس جمع شدہ ایندھن سے انہوں نے اپنا کھانا پکا لیا اور بلاشبہ (ان تنکوں اور چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کی طرح) چھوٹے گناہ بھی جب مجتمع ہو جائیں تو ان کے جمع کرنے والے کو وہ ہلاک کر دیتے ہیں۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے اور تم بہر حال چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی پرہیز کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چھوٹے گناہوں پر بھی باز پُرس فرمائے گا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹے گناہوں سے بچو کیونکہ چھوٹے گناہوں کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک جماعت کسی وادی کے دامن میں اُترتی ہے پھر وہ (کھانا پکانے کی غرض سے) لکڑیاں چننے نکلتی ہے' کوئی ایک اور کوئی دو لکڑیاں ڈھونڈ لاتا ہے حتیٰ کہ ان کے پاس اچھا خاصہ لکڑیوں کا ڈھیر جمع ہو جاتا ہے جس سے وہ کھانا پکا لیتے ہیں اور اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جب مل کر ڈھیر سارے ہو جاتے ہیں تو انسان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۳' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۲' ج ۵ ص ۳۳۱ الفتح الربانی ج ۱۱ ص ۲۸۳' ابن حبان' رقم الحدیث: ۲۴۹۷' بغوی ج ۱۴ ص ۳۹۹)

ایک شاعر نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ ؎

**خل الذنوب صغيرها وكبيرها ذاك التقى واصنع كماش فوق أرض الشوك يحذر ما يرى**

**لاتحقرن صغيرة ان الجبال من الحصى**

ترجمۂ اشعار: (۱) یاد رکھو کہ تقویٰ و پرہیز گاری یہ ہے کہ انسان صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ چھوڑ دے جس طرح انسان کانٹوں والی زمین میں چھوٹے اور بڑے ہر کانٹے سے دامن بچا کر گزرتا ہے یہاں بھی یہی رویہ ہونا چاہیے' کسی چھوٹے سے گناہ کو بھی معمولی نہ خیال کرو کیونکہ پہاڑ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں سے ہی بنتا ہے جب پہاڑ کا نقطۂ آغاز اور سنگِ بنیاد ایک کنکری اور سنگریزہ ہے تو پھر گناہ صغیرہ بھی گناہ کبیرہ کا پیش خیمہ بن سکتا ہے' اس لیے نار و مار کے ساتھ بچۂ افعیٰ اور اخگر کو بھی باقی نہیں رہنے دینا چاہیے۔

علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ گناہ سارے بڑے ہی ہوتے ہیں۔

اور بعض کا یہ بھی قول ہے کہ گناہ کے چھوٹے پن کو نہ دیکھو' یہ دیکھو کہ جس کی نافرمانی کر رہے ہو وہ کتنا بڑا ہے؟ اس ذاتِ کبریا کی مخالفت کی وجہ سے سب گناہ' گناہِ کبیرہ ہیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ مذہب صحیح ہے کہ گناہوں کی تقسیم صغیرہ اور کبیرہ دو قسموں میں کرنا درست ہے۔ یہ مقام اس کی تفصیل کا متحمل نہیں ہے۔ صغائر اور کبائر کی بحث ہم اپنی کتاب ''جامع احکام القرآن'' میں سورت النساء کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں' اس جگہ مطالعہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ علم والا ہے۔

## گناہِ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق پر مختصر نوٹ

کفر اور شرک کے بعد کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ ان کی تعیین' تعریف اور تعداد میں علماء اسلام کے مختلف اقوال ہیں: بعض علماء نے سات سے لے کر ستر تک گناہِ کبیرہ گنوائے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا: کیا کبائر سات ہیں: فرمایا: یہ سات سو (۷۰۰) کے قریب ہیں اور فرمایا:

**لا کبیرة مع استغفار ولا صغیرة مع اصرار.** استغفار کے ساتھ گناہِ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ساتھ گناہِ صغیرہ نہیں رہتا۔ (یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے)۔ (قرطبی احکام القرآن ج۵ ص۱۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

(۱) جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب، لعنت، یا عذابِ جہنم کو واجب کیا وہ گناہ کبیرہ ہے۔

(۲) اور بعض علماء نے کہا: جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں حد یا تعزیر مقرر کی ہو اور آخرت میں عذاب، وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس گناہ کو بھی انسان بغیر کسی شرم و حیاء کے بلا جھجک بے حجابانہ جرأت اور بے خوفی سے نڈر اور بے باک ہو کر کرے، وہ گناہِ کبیرہ ہے۔ بعض علماء نے کہا: جس گناہ کو بھی کوئی شخص معمولی سمجھ کر کرے وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے گناہِ کبیر اور گناہِ صغیر کے فرق کا کوئی قاعدہ نہیں بیان کیا تاکہ انسان کسی بھی گناہ کے کرتے وقت یہ سوچ کر ڈرے کہ ممکن ہے کہ یہی گناہِ کبیرہ ہو اور جب یہ حکمت اس کے ذہن میں راسخ ہو جائے گی تو ہر قسم کے گناہوں سے بچ جائے گا۔ عام ازیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں گناہِ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

گناہِ کبیرہ سات سو ہیں: ان کی تفصیل بہت ہے۔ اللہ کی معصیت جس قدر ہے سب کبیرہ ہے۔ اگر صغیرہ و کبیرہ کو علیحدہ علیحدہ شمار کرایا جائے تو لوگ صغائر کو ہلکا سمجھیں گے اور یہ کبیرہ سے بھی بدتر ہے۔ جس گناہ کو ہلکا جان کر کرے گا وہ بھی کبیرہ ہے، ان میں امتیاز کے لیے اس قدر کافی ہے کہ فرض کا ترک کبیرہ ہے اور واجب کا صغیرہ۔ (الملفوظ ج ص۹۴)

اس تحقیق کے مطابق فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہِ صغیرہ ہے۔

کبائر میں بھی مراتب ہے اور توبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) پچھلے گناہ پر ندامت ہو (۲) اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے (۳) اور اس گناہ سے جو نقصان ہوا ہو اس کی تلافی کرے۔ مثلاً نماز رہ گئی ہے تو قضاء پڑھ لے، کسی کا مال چھینا ہے تو واپس کرے، کسی کو گالی دی ہے تو اس سے معافی مانگ لے۔

گناہِ کبیرہ کی بخشش کی تین صورتیں ہیں:

(۱) توبہ (۲) شفاعت (۳) اللہ تعالیٰ کا فضل محض، اور اگر مغفرت کی ان صورتوں میں سے کوئی صورت بھی کسی مسلمان گنہگار کو (**نعوذ باللہ من ذلک**) حاصل نہ ہوئی تو وہ اپنے گناہوں کی سزا کاٹ کر جنت میں آئے گا۔ یہ

سزا دنیا میں کسی بیماری یا مصیبت کی صورت میں، برزخ میں عذابِ قبر کی صورت اور آخرت میں عذابِ دوزخ کی صورت میں کسی بھی طرح ہو سکتی ہے۔

## اصرار اور تکرار میں فرق

گناہِ صغیرہ پر اصرار بھی گناہِ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصرار اور تکرار میں فرق کیا ہے۔ اگر کوئی شخص صغیرہ گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہو اور توبہ کرے بعد میں پھر شامتِ نفس سے وہ گناہ کرے اور پھر نادم ہو تو یہ تکرار ہے اصرار نہیں، اور اگر کوئی شخص گناہِ صغیرہ کر کے اس پر نادم نہ ہو اور منع کرنے کے باوجود بلا جھجک اس گناہ کو کرے تو یہ اصرار ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۲ ص ۲۴۴)

## اصرار سے گناہِ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی وجہ

سوال یہ ہے کہ صغیرہ پر اصرار کرنا دوبارہ اسی گناہ کا ارتکاب کرنا ہے اس لیے یہ اسی درجہ کی معصیت ہونی چاہیے اور جب یہ پہلے صغیرہ تھا تو دوبارہ اس کو کرنے سے یہ گناہِ کبیرہ کیسے بن گیا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر گناہِ صغیرہ کرنے کے بعد انسان نادم ہو اور اس پر استغفار کرے اور پھر دوبارہ شامتِ نفس سے وہ صغیرہ گناہ کر لے تو یہ اصرار نہیں تکرار ہے اور اگر گناہِ صغیرہ کرنے کے بعد نادم اور تائب نہ ہو اور بلا جھجک اس گناہ کا اعادہ کرنے تو پھر یہ اصرار ہے اور یہ کبیرہ اس وجہ سے ہو گیا کہ اس نے اس گناہ کو معمولی سمجھا اور اس میں احکامِ شرعیہ کی تخفیف (سبکی) اور بے وقعتی ہے اور شریعت کی تخفیف (ہلکا جاننا) اور بے وقعتی بھی گناہِ کبیرہ ہے، جبکہ شریعت کی توہین کفر ہے، فرض اور واجب تو دُور کی بات ہے جو فعل مسنون ہو اس کی تخفیف اور بے وقعتی بھی گناہِ کبیرہ ہے اور اس کی توہین کرنا کفر ہے۔

قرآن اور حدیث میں معصیّت پر اصرار کرنے کو کبیرہ قرار دیا ہے خواہ وہ کسی درجہ کی معصیّت ہو، معصیّت پر نفس اصرار گناہِ کبیرہ ہے۔

(حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ از شرح صحیح مسلم جلد اوّل کتاب الایمان اور جلد خامس کتاب الاقضیہ)

## ۰۰۰-باب

## انسان سے کن چیزوں کے متعلق سوال ہوگا اور کیفیّت سوال کیا ہوگی؟

اللہ تعالیٰ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۶)

بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے (کہ تم نے ان سے کیا کام لیا) ۝

اور فرمایا:

ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (یونس: ۲۳)

(دنیا کی زندگی کا فائدہ اُٹھالو) پھر ہماری طرف لوٹنا ہے اس وقت ہم تمہیں بتائیں گے جو کچھ تم کرتے تھے ۝

اور فرمایا:

قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ (التغابن: ۷)

آپ (ﷺ) فرما دیجئے کیوں نہیں میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر تمہیں اس کی خبر کر دی جائے گی جو کچھ تم نے کیا (یعنی تمہارے عمل تمہیں بتا دیئے جائیں گے)۔

ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

(الزلزال: ۷-۸)

تو جو ذرّہ بھر نیکی کرے وہ اسے دیکھے گا ۝ اور جو ذرّہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا ۝

نوٹ: قرآنِ حکیم نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے‘ جو اچھے یا برے کام کرتا ہے اس کے لیے جواب دہ ہے۔ فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹایا نہیں جائے گا اور فرمایا کہ تمہارے کان‘ آنکھیں اور دل سب سے باز پرس کی جائے گی۔ اس حقیقت کو یہاں بھی ایک نئے اسلوب میں بیان کیا جا رہا ہے کہ بڑے بڑے اعمال حسنہ یا افعال سیئہ کا تو کیا پوچھنا‘ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو یہ اصول ہے کہ اگر ذرہ کے برابر کوئی نیکی کرے گا تو اسے حقیر سمجھ کر ضائع نہیں کر دیا جائے گا بلکہ اس کو خوب حفاظت سے رکھا جائے گا اور آخرت میں اس کو دکھا دی جائے گی اور اس کا صلہ بھی اسے دیا جائے گا‘ اسی طرح معمولی سے معمولی گناہ بھی پورے اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا جائے گا اور اسے بدکار کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور اس پر اس کو سزا بھی ملے گی۔

اگر عقل سلیم ہو اور انسان غور کر کے سنجیدگی سے انہی آیات کو پڑھ لے تو اس کی ہدایت کے لیے مزید کسی وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک اعرابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ وعظ فرمائیے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہی سورت پڑھ کر اسے سنا دی۔ سن کر کہنے لگا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میری تسلی ہو گئی ہے مزید کسی نصیحت کی کبھی ضرورت نہیں پڑے گی۔

اور رخصت لے کر واپس جانے لگا۔ حضور ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: یہ شخص کامیاب ہو کر جا رہا ہے۔

ایک سوال اس جگہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ مان لیا گیا ہے کہ ہر شخص کو اس کی ذرّہ بھر نیکی کا اجر اور ذرّہ بھر برائی کی بھی سزا ملے گی تو کیا کافروں نے جو نیک کام کیے ہیں انہیں آخرت میں ان کا انعام اور ثواب ملے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کے نیک اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ناپاک اور بغیر وضو کے نماز ادا کرتا ہے‘ نیک کاموں کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے جب شرط نہیں پائی گئی تو ان کے اعمال شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ کفار کو ان کے اچھے کاموں کا صلہ اس دنیا میں دے دیا جاتا ہے‘ عزت‘ شہرت‘ اولاد و دولت کی کثرت‘ ان صورتوں میں ان کا حساب اسی عالم میں چکا دیا جاتا ہے۔ آخرت کے وہ قائل ہی نہیں تھے

پھر کون سی آخرت اور کون سا ثواب؟ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جس کی موت کفر پر ہوئی ہوگی' رہنا تو اس نے ہمیشہ جہنم میں ہی ہوگا البتہ اس کی نیکیوں کا اثر عذاب کی شدت کی کیفیت میں تخفیف اور نرمی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ (واللہ اعلم) (ضیاء القرآن ج ۷ حضرت ضیاء الامت رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

اس مضمون کی آیات بہت ہیں اور اسی طرح ارشاد فرمایا:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○ پھر بے شک اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور تم سے پوچھا جائے گا ○ (التکاثر:۸)

نوٹ: امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں یہ روایت لکھی ہے' اس کے مطالعہ سے اس آیت مبارکہ کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یا ایک رات رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے' اچانک آپ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ملے' آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارے اپنے گھروں سے نکلنے کا کیا سبب ہے؟ ان دونوں نے کہا: یارسول اللہ! بھوک لگی ہے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' میرے نکلنے کا بھی وہی سبب ہے جو تمہارے نکلنے کا سبب ہے' اُٹھو! سو وہ دونوں آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' پھر آپ ایک انصاری کے گھر گئے' وہ اس وقت گھر میں نہیں تھے' جب اس کی بیوی نے دیکھا تو کہا: "مرحبا و اھلاً" (ست بسم اللہ جی آیاں نوں) رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: فلاں شخص (تمہارے میاں) کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں' اتنے میں وہ انصاری آ گیا' اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں صاحبوں کو دیکھا' اس نے کہا: الحمدللہ! آج "روئے زمین" پر میرے مہمانوں سے بڑھ کر کسی کے معزز مہمان نہیں ہیں' پھر وہ چلے گئے اور کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آئے' اس میں ادھ پکی کھجوریں' چھوارے اور تازہ کھجوریں تھیں' اس نے کہا: ان کو کھائیے اور خود چھری پکڑ لی۔ آپ نے فرمایا: دودھ دینے والی بکری سے اجتناب کرنا' اس نے ایک بکری ذبح کی' سب نے اس بکری کا گوشت اور کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب وہ سب کھا پی کر سیر ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا' تم کو گھروں سے بھوک باہر لے آئی حتیٰ کہ تم کو یہ نعمتیں مل گئیں۔ (صحیح مسلم: کتاب الاشربہ)

## ۰۰۰-احادیثِ مبارکہ

امام ترمذی نے روایت کیا ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیتِ کریمہ:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○ پھر بے شک اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور تم سے سوال ہوگا ○ (التکاثر:۸)

نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم سے کس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ ہمارے

پاس تو صرف یہی دو (کھجور اور پانی) ہیں (یعنی یہی دو سوادی چیزیں نعمتوں کا ہمارا کل سوادِ اعظم ہے) دشمن کا سامنا ہے اور ہماری تلواریں ہمارے کاندھوں پر ہیں؟ فرمایا: عنقریب ہی ایسا ہوگا (یعنی تمہارا معاشی مستقبل بھی تابناک ہے)۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۵۷، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۵۸، صحیح الجامع رقم الحدیث: ۳۳۵۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۴، ج ۵ ص ۴۲۹، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۴۲)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے نعمت کے بارے میں سوال ہوگا، اس سے پوچھا جائے گا: کیا ہم نے تمہیں جسمانی صحت نہ دی اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا؟ (ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۵۸، المستدرک ج ۴ ص ۱۳۸)

ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔

حافظ ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے سے اس کے ہر قدم اُٹھانے کے متعلق سوال ہوگا کہ اس نے یہ قدم کس مقصد کے لیے اُٹھایا؟ (یعنی بندہ جو بھی اقدام کرتا ہے اس کے لیے جواب دہ ہوگا)۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۷ ۱۰، ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۲۰۶)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک اپنے رب کے پاس کھڑا رہے گا جب تک اس سے چار چیزوں کے متعلق پوچھ نہیں لیا جاتا: اس نے اپنی زندگی کہاں فنا کی، اپنا جسم کہاں پرانا کیا، اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۷، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۳۵، طبرانی الکبیر ج ۲۰ ص ۵۰، تاریخ ج ۱۱ ص ۴۴۱، ترغیب وترھیب ج ۴ ص ۳۹۶، المشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۱۹۷، السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۹۴۶)

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کو قیامت کے دن اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے پاس چھٹکارا نہیں ملے گا جب تک وہ پانچ باتوں کا جواب نہیں دے دیتا:

(۱) اس نے اپنی زندگی کس کام میں گزاری؟ (۲) اپنی جوانی کو کہاں گنوایا؟ (۳) مال کن ذرائع سے کمایا؟ (۴) کہاں خرچ کیا؟ (۵) اور اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے حضرت ابن مسعود کے طریق پر مرفوع صرف حسین بن قیس کی روایت سے جانتے ہیں اور حسین حدیث میں ضعیف ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ اپنے رب کے پاس کھڑا رہے گا یہاں تک کہ اس سے چار باتوں کے متعلق پوچھ لیا جائے:

(۱) اس نے اپنی عمر کہاں فنا کی ہے؟ (۲) جوانی کو کس کام میں اولڈ (old / پرانا) کیا؟ (۳) مال کہاں سے بنایا، کہاں لگایا؟ (۴) اور عمل کے متعلق کہ زندگی میں کیا عمل کیے ہیں؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو بلائے گا اور اس کو اپنے سامنے کھڑا کر کے اس سے اس کے منصب اور عہدہ کے متعلق اسی طرح باز پرس فرمائے گا جس طرح اس کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔(المعجم الصغیر ج ا ص ۱۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۴۶' الخطیب ج ۸ ص ۹۹)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا' صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا: آپ نے نبی ﷺ سے ''نجویٰ'' (سرگوشی) کے متعلق کس طرح سنا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندہ مؤمن کو اپنے قریب کرے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت اور سایۂ رحمت میں کرلے گا' پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور فرمائے گا: کیا تو (اس گناہ کو) پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں میرے رب! میں پہچانتا ہوں' اللہ کریم فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہ کو چھپایا تھا اور میں آج تیرے گناہ کو معاف کردیتا ہوں' پھر اس کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا اور کافروں اور منافقوں کو لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور کہا جائے گا: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا''۔(صحیح بخاری ج ۵ ص ۹۶' صحیح مسلم ج ۷ ا ص ۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۷۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۶۰۴' شریعہ رقم الحدیث: ۲۶۸' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۶)

امام بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا۔ اس کے آخر میں ہے:

هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ھود: ۱۸)

یہ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا' ارے ظالموں پر اللہ کی لعنت! (اس طرح وہ تمام مخلوق کے سامنے رسوا کیے جائیں گے)O

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا اللہ عزوجل اپنے مؤمن بندے کو علیحدگی میں اس کے ایک ایک گناہ پر اس کو آگاہ فرمائے گا۔

پھر اللہ کریم اس کی مغفرت فرمادے گا' اس کے ان گناہوں پر اللہ تعالیٰ پردہ ڈال دے گا جس پر واقف ہونا اس کو ناگوار گزرے گا' پھر اللہ تعالیٰ امر کن سے اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اس ساری کارروائی پر کوئی مقرب فرشتہ' نبی اور رسول کوئی بھی مطلع نہیں ہوگا۔ مؤلف تذکرہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اسی طرح کے مفہوم والی حدیث امام مسلم نے بھی ذکر کی ہے جس کا بیان عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

امام ابوالقاسم الختلی نے اپنی کتاب ''الدیباج'' میں روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندہ کو اپنے قریب کرے گا اور اس کو اپنی رحمت کے دامن میں چھپالے گا' ساری مخلوق سے چھپا کر پردہ میں اس کو نامۂ اعمال دیا جائے گا اور فرمائے گا: اے ابن آدم! تو اپنا اعمال نامہ پڑھ! حضور فرماتے ہیں: جب وہ اپنی نیکی کو دیکھے گا تو اس کا چہرہ دمک اُٹھے گا اور جب گناہ پر نظر پڑے گی تو چہرے پر سیاہی چھا جائے گی۔ حضور فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ

اس سے فرمائے گا: اے میرے بندے! تو (اس گناہ کو) پہچانتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کہے گا: ''ہاں'' یارب! میں پہچانتا ہوں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بے شک میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں' میں تجھے معاف کرتا ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر برابر اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک نیکی کو شرفِ قبول عطا فرماتا جائے گا اور وہ سجدہ ریز رہے گا اور اس کی بدی کو معاف کرتا جائے گا اور وہ اس پر سجدہ ریز رہے گا اور مخلوق کو صرف اس کے سجدہ میں پڑنے کے علاوہ اور کسی بات کا پتہ نہیں چلے گا حتیٰ کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے: اس خوش نصیب شخص کو مبارک ہو کہ اس نے کبھی معصیت کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو اس کے گناہوں پر آگاہ کیا اور بندے اور اس کے رب کے درمیان پردے میں جو کچھ ہوا مخلوق کو اس کا کوئی علم نہیں ہوگا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قطعی علم ہے کہ سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل ہوگا اور سب سے اخیر میں دوزخ سے کون نکلے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک ایسا شخص ہوگا جس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اس شخص کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہ ابھی اُٹھا رکھو۔ چنانچہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا' وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور کہے گا کہ میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار کی سکت نہیں پاتا اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ان کا حساب نہ شروع ہو جائے' اس شخص کو کہا جائے گا: جا تجھے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جاتی ہے' وہ شخص عرض کرے گا: میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کیے تھے جن کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا۔ (حضرت ابوذر) کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر حضور ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ (الفرقان: ۷۰)

امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کو محمد بن عبداللہ بن نمیر سے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۷۔ ۲۰۷)

# فصل

حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

لاتزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسال.
قیامت کے دن ہر بندہ جب تک اس سے سوال نہیں ہو جاتا اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا رہے گا۔

اس ارشادِ نبوی ﷺ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے اور ہر بندے کو شامل ہے' تمام لوگ حساب کتاب اور باز پُرس کے مکمل ہونے تک اللہ کے حضور کھڑے رہیں گے کیونکہ یہ ایک مسلم اصول ہے کہ نکرہ جب

سیاقِ نفی میں واقع ہو تو وہ مفید عموم ہوتا ہے حالانکہ دوسری حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

میری اُمت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ فرمانا کہ:

یامحمد ادخل الجنة من امتک من لا حساب علیه من باب الأیمن.

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تمہاری اُمت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کردو۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ (الرحمٰن:۴۱)

اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے تو (دوزخ میں ڈالنے کے لیے) انہیں پکڑا جائے گا پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے O

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ مبارک: ''لا تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسأل '' ان دو احادیث مذکورہ بالا اور آیتِ کریمہ کے ذریعے تخصیص ہو جانے کی وجہ سے عام نہیں رہا ہے بلکہ عام مخصوص عنہ البعض ہو گیا ہے۔ قولہ علیہ السلام:

وعن علمه ماعمل فیه.

اور بندے کے علم کے متعلق سوال ہو گا کہ اس نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ بڑا خوف کا مقام ہے انسان کو ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ نہیں فرمایا کہ ''وعن علمه ماقال فیه'' بندے سے اس کے علم کے متعلق یہ سوال ہو گا کہ اس نے کیا کہا اور کیا تقریریں کیں اور لیکچر دیئے بلکہ فرمایا کہ قیامت کے دن بندے سے یہ پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنے علم پر خود کیا عمل کیا؟ (وانما قال ماعمل فیه ولم یقل ماقال فیه) لہٰذا بندے کو غور کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ آیا وہ اپنے علم کے مقتضیٰ پر عمل کر رہا ہے؟

اور اپنے دین کے ساتھ مخلص ہے اور کیا اس نے اپنے علم و عمل اور قول و فعل میں مطابقت اور یکسانیت پیدا کر کے اپنے رب کے ساتھ سچا معاملہ کیا ہے حتیٰ کہ اس کا شمار بھی اس زمرہ میں ہوتا ہے جن کی تعریف و ثناء اللہ تعالیٰ اپنے اس ارشادِ مبارک سے فرماتا ہے کہ:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط (البقرہ:۱۷۷)

یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی۔

یا پھر قول و فعل میں تضاد اور علم و عمل میں مخالفت کی وجہ سے ان لوگوں میں داخل ہے جن کی مذمت میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ

پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے کہ

يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ. (الاعراف:۱۶۹)

کتاب کے وارث ہوئے۔ اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ہماری بخشش ہوگی۔

نوٹ: امام سدی فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں کوئی قاضی (جج) ایسا نہ ہوتا تھا جو رشوت نہ لے جب اس سے کہا جاتا کہ تم رشوت لیتے ہو تو کہتا تھا کہ یہ گناہ بخش دیا جائے گا' اس کے زمانہ میں دوسرے اس پر طعن کرتے تھے لیکن جب وہ مر جاتا یا معزول اور ریٹائرڈ ہو جاتا اور وہی تنقید کرنے اور طعنے دینے والے اس کی جگہ حاکم و قاضی مقرر ہوتے تو وہ بھی اسی طرح رشوت لیتے۔ (صدر الافاضل قدس سرہ حاشیہ کنز الایمان)

اور ارشادِ ربانی ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ. (البقرہ:۴۴)

کیا لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو؟

نیز ارشاد ہوتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف:۲-۳)

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں ۝ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ۝

احادیثِ مبارکہ اس معنیٰ میں بہت ہیں ''دوزخ کے باب'' میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کا بیان آئے گا۔

قولہ: ''حتی یضع علیه کنفه'' حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک مؤمن بندہ کو اپنے قریب فرمائے گا اور پھر اس کو اپنی رحمت کے دامن میں چھپا لے گا' اس حدیث کا معنیٰ اور تشریح کرتے ہوئے مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس بندۂ مومن کا پردہ رکھ لے گا اور اس سے دوستانہ ملاطفت اور خالص محبت بھرے طریقے سے سرگوشی کے انداز میں ارشاد فرمائے گا: ''کیا تو (اس گناہ کو) پہچانتا ہے؟ اور بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں پہچانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس پر احسان جتاتے ہوئے اور اس پر اپنے فضل کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمائے گا: ''بے شک میں نے دنیا میں تیرے گناہوں کو چھپایا اور ان گناہوں کی وجہ سے دنیا میں تجھے ذلیل و رسوا نہیں کیا اور آج میں تیرے گناہوں کو معاف فرماتا ہوں۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ ان گناہوں سے مراد وہ گناہ ہیں جن سے بندے نے توبہ کر لی تھی جیسا کہ حافظ ابونعیم نے بطریق امام اوزاعی حضرت ہلال بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ گناہ کی مغفرت فرما دیتا ہے لیکن ان کو صحیفہ سے محو نہیں کرتا اگرچہ بندہ ان سے توبہ کر لے حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے کو اس کے وہ گناہ دکھاتا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قول قرآن اور حدیث کے اس حکم کے معارض نہیں ہے کہ ''توبہ کرنے سے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے'' اس لیے کہ ممکن ہے کہ ''تبدیلِ سیئات بالحسنات'' قیامت کے دن بندہ کو اس کے گناہ دکھانے کے بعد ہوتی ہو۔ (واللہ اعلم)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صغائر ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کبائر ہیں جن کا تعلق خالص حقوق اللہ سے ہے' رہے وہ کبائر جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں ان کا بہر حال قصاص اور بدلہ لیا جائے گا عام ازیں کہ اس کی نیکیاں حق دار کو دے کر یا حق دار کے گناہ مجرم پر ڈال کر جیسا کہ آئندہ اس کا بیان ہوگا اور بعض نے یہ کہا کہ اس سے مراد ایسے ناجائز خطراتِ قلبیہ ہیں جو بندے کے اختیار میں تو نہیں ہوتے لیکن اس میں بندے کے کسب کو دخل ہوتا ہے اور دل میں ثابت و مستقر ہو جاتے ہیں اگر چہ ان کو عملی جامہ نہ پہنایا ہو۔

امام طبری' نحاس اور متعدد علماء کا یہی مختار ہے' ان علماء کے نزدیک حدیث مذکور اس آیتِ کریمہ کی تفسیر قرار پاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ (البقرہ:۲۸۴)

اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کر دیا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔

اس صورت میں یہ آیت محکم ہوگی اور منسوخ قرار نہیں پائے گی۔ (واللہ اعلم)

اور ہم نے الحمدللہ اس مسئلہ کو اپنی کتاب ''جامع احکام القرآن'' میں آیات اور احادیث سے مدلل بیان کیا ہے۔

## نوٹ: خواطر قلب کی تکلیف کے منسوخ ہونے کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (البقرہ:۲۸۴)

اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے عذاب دے گا (اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری' وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں نماز' روزہ' جہاد اور زکوٰۃ کا مکلّف کیا گیا' یہ ایسے اعمال ہیں جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں اور اب آپ پر جو آیت نازل کی گئی ہے اس پر عمل کرنے کی ہم طاقت نہیں رکھتے (کیونکہ اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ تمہارے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کا بھی حساب لیا جائے گا اور دل میں غیر اختیاری طور پر بہت سی باتوں کا خیال آتا ہے جو اچھی بھی ہوتی ہیں اور بری بھی' اور دل میں آنے والی باتوں کے دُور کرنے پر انسان قادر نہیں ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہا تھا: ''ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی''...... بلکہ تم کہو' ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی''......اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں' اے ہمارے رب! اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ جب مسلمانوں نے اس طرح پڑھا اور ان کی گردنیں جھک گئیں تو اللہ عزوجل نے اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ . (البقرہ:۲۸۵)

(ہمارے) رسول (ﷺ) اس کلام پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب نے نازل فرمایا اور مؤمن بھی ایمان لائے اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر سب (یہ کہتے ہوئے) ایمان لائے کہ ہم (ایمان لانے میں) ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور ہمیں تیری طرف لوٹنا ہے○

(جب مسلمانوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا' اور یہ آیت نازل فرمائی:) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے برے کام کیے ہیں ان کا نقصان بھی اس کے لیے ہے' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔ اللہ نے فرمایا: ہاں! (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے' اللہ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا) اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ اللہ نے فرمایا: ہاں! (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے' فرمایا: میں نے کر دیا) اے ہمارے رب! ہم پر ان احکام کا بوجھ نہ ڈالنا جس کی ہمیں طاقت نہ ہو۔ فرمایا: ہاں! (یا فرمایا: میں نے کر دیا) اور ہمیں معاف فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما' تو ہمارا مالک ہے تو کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما' فرمایا: ہاں' یا فرمایا: میں نے کر دیا۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۷۷-۷۸' بحوالہ تبیان القرآن ج ا ص ۱۰۷۳)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے' اکثر مفسرین اس کے قائل ہیں کہ پہلے مسلمان دل میں برے خیالات اور وسوسوں سے بھی اجتناب کے مکلّف تھے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا کیونکہ وسوسوں سے بھی اجتناب کرنا ان کی وسعت اور طاقت میں نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے اور بعض متاخرین نے کہا: یہاں نسخ نہیں ہے کیونکہ نسخ انشاء (اوامر ونواہی) میں ہوتا ہے۔ اخبار میں نہیں ہوتا لیکن ان متاخرین کی یہ رائے صحیح نہیں ہے' کیونکہ ان کو پہلے یہ حکم دیا گیا تھا کہ وساوس سے اجتناب کرو اور بعد میں اس حکم کو منسوخ کیا گیا ہے اور اس آیت میں اس سابق حکم اور اس کے منسوخ ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نسخ سے مراد یہاں ازالہ ہے یعنی ان کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہو گئی تھی کہ ان کو ایک سخت' دشوار اور ناقابلِ عمل' کام کا مکلّف کر دیا گیا ہے تو ان کے دلوں سے اس بات کو زائل کیا گیا کہ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں کرتا۔ یہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے اور واحدی کا مختار یہ ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیثِ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ معصیت کے عزمِ عقد اور گناہ کی نیت سے

مواخذہ ہوتا ہے خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہیں۔

## دل کے افعال پر مواخذہ کی تحقیق

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. (النور:۱۹)

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

اس آیت میں صرف اس کے عمل پر عذاب کی وعید ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ. (الحجرات:۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو! بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

اس آیت میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے اور وہ دل اور ذہن کا فعل ہے۔

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ. (البقرہ:۲۳۵)

اور (عدت کے دوران) عقد نکاح کا عزم نہ کرو۔

اس آیت میں عزم سے منع کیا گیا ہے اور عزم دل کا فعل ہے اور عدت میں کسی عورت سے نکاح کا عزم کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قاتل تو ہوا' مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ علیہ التحیہ والثناء نے فرمایا: وہ بھی اپنے مقابل کے قتل پر حریص تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ص ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی'۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمان کو قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اسی طرح مسلمان کو قتل کرنے کا عزم کرنا بھی گناہ ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تصریحات کے علاوہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حسد کرنا' مسلمانوں کو حقیر جاننا اور ان سے کینہ اور بغض رکھنا حرام ہے اور یہ تمام دل کے افعال ہیں' ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ معصیت کا عزم بھی معصیت ہے خواہ اس عزم کے بعد معصیت کا ارتکاب کرے یا نہ کرے البتہ معصیت کا ''ھم'' معصیت نہیں ہے۔

''ھم'' اور ''عزم'' کی مزید وضاحت کے لیے یہ جاننا چاہیے کہ ذہن میں وارد ہونے والے امور کی پانچ قسمیں ہیں:

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں:

(۱) ہاجس: اچانک کسی چیز کا خیال آئے (۲) خاطر: کسی چیز کا بار بار خیال آئے (۳) حدیث نفس: جس چیز کا خیال آئے ذہن اس کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کے لیے منصوبہ بنائے۔
(۴) ''ھم'': غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب سا خیال ہو کہ اس کو حاصل نہ کیا جائے' کیونکہ ہو سکتا ہے اس سے ضرر ہو۔
(۵) عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور اس چیز کے حصول کا پختہ ارادہ ہو' وہ اپنے نفس کو اس کے حصول پر آمادہ کر لے اور اس کی نیت کر لے۔ اگر کسی شخص کے ذہن میں خیال آئے تو ہاجس' خاطر' حدیث نفس اور ''ھم'' کے مرتبہ میں اس سے مواخذہ نہیں ہوتا البتہ اگر گناہ کا عزم کر لے تو وہ مستحقِ مواخذہ ہے' خواہ اس کے بعد گناہ کا فعل نہ کرے۔ (تفسیر الصاوی ج ۱ ص ۹۹ دار احیاء الکتب العربیہ مصر)

ہاجس' خاطر اور حدیثِ نفس کے مرتبہ میں معصیت پہلی اُمتوں پر بھی معاف تھی اور اس اُمت پر بھی معاف ہے' لیکن پچھلی اُمتوں کا ''ھم'' پر مواخذہ ہوتا تھا' اس اُمت پر ''ھم'' معاف ہے البتہ اگر معصیّت کا عزم کر لیا جائے تو اس اُمت پر بھی مواخذہ ہوگا۔

معصیت کی ''حدیث نفس'' مذموم ہے اور نیکی کی ''حدیثِ نفس'' جائز بلکہ مستحسن ہے خواہ حالتِ نماز ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نماز کی حالت میں لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی امور کے متعلق نماز میں سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا جائز ہے۔

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت اپنے دل میں جن کاموں کے منصوبے بناتی ہے (حدیثِ نفس) جب تک ان کی بات نہ کرے یا ان پر عمل نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرماتا ہے۔

## تکلیف مالا یطاق پر استدلال اور اس کا جواب

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت سے تکلیف مالا یطاق پر استدلال کیا ہے کیونکہ خواطر قلب سے بچنا انسان کی طاقت میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلّف کیا ہے' ابن عطیہ نے کہا: یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ ''خواطر'' کی یہاں تاویل نیات' عزائم اور اعتقادات سے کی گئی ہے اور وہ انسان کے اختیار میں ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۷۵۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ' بہ حوالہ تبیان القرآن ج ۱ ص ۱۰۷۷' از مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ) نوٹ از مترجم

## جس شخص کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پردہ پوشی کی اس کو آخرت میں پردہ پوشی کی بشارت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: (یہ حدیث نجویٰ سے ماخوذ ہے)

اللہ تعالیٰ جس شخص کا دنیا میں پردہ رکھتا ہے آخرت میں بھی اس کا پردہ رکھے گا اور اسی طرح ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے گناہ کو دنیا میں ظاہر نہیں فرمایا قیامت کے دن بھی اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۵)

نیز امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

(صحیح بخاری ج۵ ص۹۷، صحیح مسلم ج۱۶ ص۱۳۵، ترمذی رقم الحدیث:۱۴۲۶، ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۵۴۴، مسند احمد ج۴ ص۱۵۹، ابن حبان ج۱ ص۴۷۴، قضاعی رقم الحدیث:۱۹۹، طبرانی الکبیر رقم الحدیث:۱۳۱۳۷)

نیز مروی ہے: جس شخص نے (دنیا میں) کسی مسلمان کا عیب چھپایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا عیب چھپائے گا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۵۴۶، ضعیف الجامع رقم الحدیث:۵۶۳۵)

**مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابوحامد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:**

اللہ تعالیٰ جل شانہ سے یہ امید رکھنا کہ وہ کسی شخص کی قیامت کے دن پردہ پوشی فرمائے گا یہ صرف اس مسلمان بندے کو زیب دیتا ہے جس نے لوگوں کی اپنے حق میں کوتاہیوں کو برداشت کرتے ہوئے ان کے عیوب کا پردہ رکھا اور ان کی برائیوں اور گندے کاموں کا اپنی زبان سے کہیں تذکرہ نہیں کیا اور نہ ہی ان کی پیٹھ پیچھے ان کا اس طرح ذکر کیا کہ اگر وہ سنتے تو ان کو ناگوار گزرتا تو ایسا شخص یقیناً اس لائق ہے کہ قیامت کے دن اس کو ایسا ہی صلہ دیا جائے۔

## فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے قول:

فانی قد سترتها علیک فی الدنیا و انی اغفرها لک الیوم.

میں نے دنیا میں تیرے گناہ کو چھپایا تھا اور میں آج تیرے گناہ کو معاف کر دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: کتاب التوبہ)

میں گناہ گار مسلمانوں پر وعید کے نفاذ کو ترک کرنے کے متعلق اہلِ سنت کے قول کی صحت پر نص ہے اور عرب خلفِ وعید پر فخر کرتے تھے حتیٰ کہ ایک عرب شاعر کہتا ہے:

ولا یرهب ابن العم ماعشت صولتی ولا أختشی من روعة المتهدد

"جب تک میں زندہ ہوں میرے چچا کے بیٹے کو میرے حملہ کا ڈر ہے اور نہ میں کسی دھمکی دینے والے کے ڈرانے سے ڈرتا ہوں"۔

وانی متی أوعدته أووعدته لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

"اور بلاریب میری عادت شریفہ یہ رہی ہے کہ میں نے جب بھی اس کو دھمکی دی یا اس سے وعدہ کیا تو ایسا ضرور ہوا کہ میں اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور دھمکی کے خلاف کرنے والا رہا ہوں"۔

ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہلِ عرب کے نزدیک تو اسی طرح ہے لیکن سچے اور پاک شہنشاہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس نے ثواب یا عقاب کے متعلق جو خبر دی ہے اس کی خبر ہمیشہ اسی کے مطابق واقع ہوگی۔ ابن

عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''والذی قاله المحققون قول بدیع'' (یعنی محققین نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے)۔ جو آیت وعد اور وعید کے متعلق مطلق واقع ہوئی ہیں وہ اپنے عموم پر نہیں ہیں بلکہ شریعت نے ان کی تخصیص کر دی ہے۔

قرآن مجید کی دوسری آیات (اسی طرح احادیثِ شفاعت) سے مقید و مشروط ہو کر وہ عام مخصوص عنہ البعض ہوگئی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ (الرعد:۶)

اور بے شک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم پر بھی انہیں ایک طرح کی معافی دیتا ہے۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

حٰمٓ ۚ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۙ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ (المؤمن:۱-۳)

حم ○ اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بڑی عزت والا، بہت علم والا ہے ○ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت عذاب (دینے) والا، قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی طرح ان آیات مطلقہ در بارۂ وعد و وعید کی تخصیص ان احادیث سے بھی ہو جاتی ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو شفاعتِ کبریٰ اور مقامِ محمود کی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے کہ آپ گنہگار مسلمانوں کو شفاعت کے ذریعے جنت میں داخل کریں گے اور آپ علیہ التحیہ والثناء کے بعد اور جسے اللہ چاہے گا اذنِ شفاعت عطا فرمائے گا۔

## نوٹ: ایک شبہ کا ازالہ

یہاں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خلف وعید حقیقی جو تبدیل کے معنیٰ میں ہے اس کے محال ہونے پر اجماع قطعی قائم ہے اور خلفِ وعید جو عفو کے مساوی ہے بالاجماع جائز بلکہ واقع ہے تو علماء مجوزین خلف وعید و مانعین محققین میں اختلاف کس بات پر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ عفو و کرم یا ایقاع عذاب سے درگزر پر خلف کا اطلاق جائز ہے یا نہ، مجوزین حضرات نے خیال کیا کہ خلفِ وعید سے کوئی عیب و نقص لازم نہیں آتا بلکہ عفو و کرم ٹھہرتا ہے چنانچہ عرف اہلِ عرب میں جا بجا مدح و ستائش میں بولا جاتا ہے چنانچہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی مدح میں کہتے ہیں ۔

نبئت ان رسول اللہ او عدنی والعفو عند رسول اللہ مأمول

''مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وعید فرمائی (قتل کی دھمکی دی) ہے اور معاف فرمانے کی رسول اللہ ﷺ سے امید کی جاتی ہے''۔

نیز حضرت کعب جب تائب ہو کر آئے اور حضور ﷺ کی مدح سرائی سے رطب اللسان ہوئے نہ صرف یہ کہ حضور ﷺ نے اسے معاف کیا اور اپنی وعید سے درگزر فرمایا بلکہ اسے انعام واکرام سے بھی نوازا (ملاحظہ ہو الاصابہ ج ۳ ص ۲۷۹ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۴۱) تو اس بناء پر خلفِ وعید کا اطلاق جائز قرار دیا، محققین نے جب دیکھا کہ خلفِ وعید کے لفظ سے تبدیل قول جیسے معنی محال کا وہم ہوتا ہے اور بارگاہِ قدوسیت میں ایسا وہم بھی ممنوع ہے اگرچہ یہ مخلوق میں مدح وستائش قرار پاتا ہے مگر ان پر خالق عزوجل کا قیاس کرنا درست نہیں۔ لہٰذا انہوں نے اس اطلاقِ تجویز کی مخالفت فرماتے ہوئے اسے ممنوع و ناجائز ٹھہرایا۔

## ایک وضاحت

خلف وعد اور خلف وعید کا مفہوم اور فرقہ امکانیہ (یعنی جن کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ (العیاذ باللہ) جھوٹ بول سکتا ہے) کا رد۔

خلف وعد کے معنیٰ ہیں کسی انعام کے وعدہ کرنے کے بعد اس کے خلاف کرنا اور خلفِ وعید کے معنیٰ ہیں کسی سزا کے وعدہ کے بعد اس کا خلاف کرنا (یعنی معاف کر دینا) چنانچہ بعض متکلمین بہ ظاہر جواز خلفِ وعید کے قائل ہوئے ہیں (بہ ظاہر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ وہ خلفِ وعید حقیقی کے قائل نہیں ہیں خلفِ وعید حقیقی بالاتفاق ممتنع و محال ہے)۔

لیکن خلفِ وعد کے جواز کا قائل اہلِ سنت میں آج تک کوئی نہیں ہوا۔ ان کے جواز خلفِ وعید کے قول سے فرقہ وہابیہ اور دیابنہ کو مغالطہ واقع ہوا کہ جب خلفِ وعید جائز ہے تو خلفِ وعد بھی جائز ہوگا۔ خلف وعید کو خلف وعد کا مقیس علیہ کہہ دیا۔

لیکن یہ قیاس بہ چند وجوہ مخدوش اور باطل ہے اولاً تو یہ کہ جنہوں نے خلفِ وعید کو جائز کہا ہے وہ یہ کہتے ہیں: ''لانہ کرم'' (یعنی خلف وعید کرم ہے اور خلف وعید اور کرم کے درمیان ان مجوزین کے نزدیک تساوی کی نسبت اور توافق کلی ہے جس طرح انسان اور ناطق) اور بعض کہتے ہیں کہ ''لأنہ انشاء فیجوز من اللہ تعالی'' (یعنی وعید سے مراد انشاء تخویف وتہدید ہے اخبار مطلوب نہیں اس صورت میں احتمال کذب کا سرے سے محل ہی نہ رہا) اور پھر وہی حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ کذب باری تعالیٰ محال ہے ''لانہ نقص و انقص علی اللہ'' محال کیونکہ جھوٹ نقص اور عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔ نتیجہ ہوگا کہ جھوٹ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اب فرقہ وہابیہ و دیوبندیہ سے ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ اگر خلفِ وعید کو امکان کذب کی فرع کہنا صحیح ہو تو متکلمین نے امکان کذب کو اس پر قیاس کیوں نہ کرلیا بلکہ انہوں نے تو خلفِ وعید کو جائز کہتے ہوئے بھی امکان کذب کا رد کیا ہے (یعنی جن حضرات نے خلفِ وعید کو جائز کہا انہوں نے ساتھ ہی کذبِ الٰہی کو بھی محال بتایا)۔

ثانیاً خلف وعید کو امکانِ کذب کا مقیس علیہ کہنا اس وجہ سے صحیح نہیں ہوسکتا کہ خلفِ وعید کرم اور امکانِ کذب نقص ہے۔ پس نقص کو کرم کی فرع کہنا اور اس پر قیاس کرنا باطل ہوا کہ ان کے درمیان کوئی علت مشترکہ نہیں حالانکہ قیاس میں ضروری ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان علت مشترکہ ہو۔ اہلِ سنت کا مذہب ان خرافات سے مبرّا اور منزہ ہے۔

ثالثاً یہ کہ خلفِ وعید انشاء ہے اور امکانِ کذب ہمیشہ خبر ہی میں ہوتا ہے تو اخبار کا قیاس انشاء پر کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ اگر زمین کا آسمان پر اور پانی کا آگ پر اور ہوا کا مٹی پر قیاس کرنا جائز ہوگا تو یہ بھی جائز ہوگا اور لیکن یہ تو مقیس علیہ اور مقیس کے درمیان علت مشترکہ نہ ہونے کی بناء پر باطل ہے تو یہ بھی بے ہودہ اور باطل ہوا اسی طرح خبر اور انشاء کے درمیان بھی علت مشترکہ نہیں تو ان کا ایک دوسرے پر قیاس کرنا بھی باطل ہوا۔

## متکلمین جس خلف کے قائل ہیں وہ حقیقت میں خلف نہیں

اس کے علاوہ بعض متکلمین جس خلفِ وعید کے قائل ہوئے ہیں حقیقتاً وہ خلف نہیں بلکہ اس پر خلف کا اطلاق محض مجازاً کیا گیا ہے مثلاً مجوزین خلف اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ مشرکین کی مغفرت نہ کرے گا اور ان کے علاوہ اور جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

یہ حقیقتاً خلف نہیں اس وجہ سے کہ خلفِ وعید کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی چونکہ خلف وعید کے معنی ہیں کسی سزا کے وعدہ کے خلاف کرنا' یہاں نہ تو وعدہ ہے کہ فلاں شخص کو اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اور نہ یہ فرمایا کہ ہم نے فلاں شخص کو عذاب دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب اس کو عذاب نہ دیں گے پس معلوم ہوا کہ اس پر متکلمین کا اطلاق خلف کرنا مجازاً ہے جس کی مثال قرآن پاک میں موجود ہے: ''قال الله جزاء سيئة سيئة مثلها'' ۔یعنی برائی کا بدلہ برائی ہے اس کی مثل' یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی برائی کا حکم نہیں کرتا۔

اب اگر ''سیئہ'' کو اپنے ہی معنی میں رکھا جائے تو لازم آئے گا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی برائی کا حکم کرتا ہے (اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے) پس جس طرح یہاں جزاءً ''سیئہ پر سیئہ'' کا اطلاق کیا گیا ہے اسی طرح متکلمین نے اس پر خلف کا اطلاق مجازاً کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بعض متکلمین اس معنی متنازعہ میں ہرگز خلف وعید کے قائل نہ تھے اور اگر خلف وعید اسی کو کہا جائے تو ہم کو اس سے انکار نہیں بلکہ ہم تو اس کے وقوع کو مانتے ہیں (یعنی خلفِ وعید مجازی جو عفو و درگزر سے عبارت ہے اس کے تمام اہل سنت بالاتفاق قائل ہیں اس میں صرف معتزلہ کے نزدیک جائز نہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ نافرمان کو سزا دینا خدا کے لیے واجب ہے)۔

## محققین خلفِ وعید کے قائل نہیں

اور محققین تو خلفِ وعید کے قائل ہی نہیں' چنانچہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے:

والمحققون على خلافه وكيف وهو تبديل للقول وقد قال الله تعالى

اور محققین نے خلف وعید کا انکار کیا کیونکہ خلف میں اللہ تعالیٰ کے قول کو بدلنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا

(مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ). (ق:۲۹) ہے کہ: ''میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی''۔

(شرح عقائد ص۸۱)

## خلفِ وعید سے بعض لوگوں کا مغالطہ

عموماً اہلِ دیو بند خلفِ وعید سے یا تو خود دھوکا کھاتے ہیں یا جان بوجھ کر لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں حقیقت خواہ کچھ ہو۔ بہرحال ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عصاۃ (گنہگاروں) کو عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے اور بعض اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان کو عذاب نہ دے' باوجود وعید کے عدم عذاب پر قدرت بعینہٖ کذب پر قدرت ہے' چلیے چھٹی ہوئی امکانِ کذب ثابت ہو گیا۔ یہ ہے وہ خلفِ وعید جس سے دیو بندی امکانِ کذب ثابت کرتے ہیں' دیو بندیوں نے اس استدلال میں جو مغالطہ کھایا ہے اسے زائل کرنے سے پہلے اصل مسئلہ کی تقریر کی جاتی ہے تاکہ حق اپنے جمیع پہلوؤں سے واضح ہو جائے' اہلِ سنت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کے سوا سب کچھ بخش دے گا جس کے لیے چاہے حتیٰ کہ صاحب کبیرہ جو بغیر توبہ کے مر گیا ہو' اسے بھی اللہ تعالیٰ بخش دے گا اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ عصاۃ مؤمنین کے بارے میں قرآن مجید میں آیات وعید موجود ہیں' اگر عصاۃ کی بخشش بلاتوبہ مان لی جائے تو ان آیات کا خلاف لازم آئے گا۔

(دیکھئے شرح عقائد نسفی ص۸۰)

اب اہلِ سنت پر یہ اعتراض باقی رہا کہ جب صاحبِ کبیرہ کی مغفرت مان لی تو ان آیات کا خلاف لازم آ گیا جن میں عصاۃ (گنہگار) کے لیے وعید بیان کی گئی ہے پس اہلِ سنت ماتریدیہ نے اس سوال کا جواب دیا کہ خلاف تب لازم آتا اگر آیاتِ وعید اپنے عموم پر ہوتیں یعنی ہر عاصی کو عذاب ہوگا حالانکہ وہ آیات اپنے عموم پر نہیں ہیں بلکہ آیات عفو ان کی مخصص ہیں۔ پس آیات عفو اور آیاتِ وعید دونوں کے محل علیحدہ علیحدہ ہو گئے یعنی بعض عصاۃ کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا اور بعض کو بخش دے گا پس کسی کا خلاف لازم نہیں آیا۔

ملاحظہ ہو ''شرح عقائد'' ص۸۱ پر ہے:

اور عفو میں کثیر نصوص وارد ہیں پس جو گنہگار بلاتوبہ بخشے جائیں گے ان کی آیاتِ وعید سے تخصیص کر لی جائے گی اور بعض محققین نے اور جواب دیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

| | | |
|---|---|---|
| آیاتِ وعید | ---- | اصرار |
| یا | ---- | عدم توبہ |
| یا | ---- | عدم عفو |
| یا | ---- | مشیّت کے ساتھ عنداللہ مقیّد ہیں |

یعنی جس آیت میں عاصی کو عذاب دینے کی وعید کی گئی ہے اس کے بعد شرط محذوف ہے مثلاً میں عاصی کو ضرور عذاب دوں گا اگر اس کو معاف نہ کروں یا اگر چاہوں تو...... یا اگر وہ توبہ نہ کرے اور معصیت پر مصر رہے پس اگر اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر کے عذاب نہ دے یا اپنی مشیّت یا اس کی توبہ کی وجہ سے عذاب نہ دے تو اس کے کلام کا

خلاف لازم نہیں آیا۔ البتہ ظاہری اور صوری طور پر اسے خلفِ وعید کہا گیا کیونکہ کلام میں شرط کا ذکر نہیں اور علماءِ محققین نے شرط کے حذف کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر شرط کو کلام میں صراحتاً ذکر کر دیا جاتا تو عصاۃ (گنہگار) معصیت پر دلیر ہو جاتے۔

علامہ محقق دوّانی ''شرح عقائد دوّانی'' جلد۲ص۲۳ طبع نولکشور پر لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اگر آیاتِ وعید کو انشاء تخویف پر محمول کیا جائے تو خلف لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ اس وقت معنوی طور پر خبر نہیں ہوگی اور اگر ظاہر کے اعتبار سے انہیں اخبار پر ہی محمول کیا جائے تو پھر یہ آیات عام مخصوص عنہ البعض کے قبیل سے ہیں اور دوسرے دلائل کی وجہ سے عمومات وعید سے مذنب مغفور کی تخصیص کر لی جائے گی اور اگر یہ دونوں توجیہیں نہ کی جائیں تو لزوم کذب اور خلف سے چھٹکارا مشکل ہے البتہ اگر یہ کہا جائے کہ آیاتِ وعید میں سزا کے وقوع کی خبر دینا مقصود نہیں بلکہ سزا کا استحقاق بیان کرنا مقصود ہے (یعنی کسی شخص نے اگر معصیت کا ارتکاب کیا تو وہ اس سزا کا مستحق ہے نہ کہ اسے یہ سزا ملے گی پس عفو کی تقدیر پر کذب لازم نہیں آئے گا) چنانچہ آیتِ کریمہ ''**فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا**'' (النساء:۹۳) میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ نیز لکھتے ہیں: ج۲ص۴۹ پر کہ: اور اس اشکال کا رفع اس طرح ہے کہ آیاتِ وعید ان شروط کے ساتھ مقیّد ہیں جو دوسری آیات اور احادیث سے معلوم ہیں۔ مثلاً

(۱) اصرار (۲) عدمِ توبہ (۳) عدمِ عفو وغیرہ اور یہ اخبار قضایا شرطیہ کی قوت میں ہیں۔ پس انتفاء شرط کی تقدیر پر انتفاء مشروط (عقاب) اصلاً کذب کو مستلزم نہیں ہے۔ خیالی علی شرح العقائد ص۱۴۶ پر ہے:

میں کہتا ہوں کہ شاید بعض اشاعرہ کی مراد یہ ہے کہ کریم جب کسی سزا کی خبر دیتا ہے تو اس کی شان کے لائق یہ ہے کہ اس سزا کو اپنی مشیّت پر موقوف کر دیتا ہے اگرچہ اس شرط کی تصریح نہیں کرتا بخلاف وعد کے پس نہ کذب لازم آیا اور نہ تبدیلی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض اشاعرہ نے جو بہ اعتبار ظاہر کے خلفِ وعید کا قول کیا تھا' محققین نے تو اس کا بھی رد کر دیا ہے یا اس کی توجیہات کر دی ہیں لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کیا جن بعض اشاعرہ نے خلفِ وعید کا بہ اعتبار ظاہر (نہ کہ حقیقی) کے قول کیا تھا جو کہ عفو کے مساوی ہے تو کیا یہ بعض اشاعرہ کذب کے امکان کے بھی (نعوذ باللہ) قائل ہیں؟ جس طرح مولوی خلیل انبیٹھوی' مولوی رشید گنگوہی اور مولوی محمود الحسن اور تمام وہابی دیوبندی مکذبین نے اپنی جہالت سے سمجھا کہ یہ مسئلہ تو قدماء میں مختلف فیہ ہے اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے پس ہم واشگاف الفاظ میں یہ ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ میں کذب کے محال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں' دیکھئے کمال الدین بن ابی شریف جو اشعری المذہب ہیں ''مسامرہ شرح مسایرہ'' ص۲۰۶ پر فرماتے ہیں:

اشعریہ اور ان کے غیر کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر وہ شئی جو بندوں کے حق میں وصف نقص ہو وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور کذب بندوں کے حق میں نقص اور عیب ہے پس وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

امام رازی ''تفسیر کبیر'' جلد۳ص۲۹۲ پر فرماتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ پر خلف جائز رکھا گیا تو اس پر کذب جائز رکھا گیا اور یہ عظیم خطا ہے بلکہ کفر کے قریب ہے۔
اور فرماتے ہیں: اس لیے کہ عقلاء نے اجماع (اتفاق) کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کذب سے منزہ ہے۔
نوٹ: عقلاء کا لفظ توجہ طلب ہے یعنی باری تعالیٰ کے لیے جھوٹ کے محال ہونے پر نہ صرف اہلِ اسلام نہ صرف اہلِ ملل یہودی، نصرانی بلکہ ہر سمجھ دار کافر بھی اتفاق کیے ہوئے ہے سوائے فرقہ وہابیہ اور فرقہ دیوبند کے ورنہ کوئی سمجھ دار مخلوق اس کی قائل نہیں اور نہ ہو سکتی ہے اس میں یہ فرقہ انفرادیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور توبہ کرنے کی توفیق بخشے تکبر سے بچائے۔

**اللهم اهدنا الصراط المستقيم اللهم ارحم امة محمد صلى الله عليه وسلم آمین۔**

(ماخوذ از تبیان القرآن مصنفہ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ، تبیح الرحمٰن تصنیف حضرت غزالی زمان سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز)

## اللہ تعالیٰ کا بندہ سے براہِ راست اس طرح کلام فرمانا کہ درمیان میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا

امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث روایت کی ہے۔
حضرت عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر شخص سے اس طرح کلام کرے گا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا جب انسان اپنی دائیں طرف نظر کرے گا تو اسے صرف اپنے بھیجے ہوئے اعمال دکھائی دیں گے اور بائیں طرف دیکھے گا تب بھی اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی نظر آئیں گے، سامنے دیکھے گا تو صرف آتشِ جہنم نظر آئے گی پس تم آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے، ایک سند میں ہے: خواہ اچھی بات سے۔
ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۷، صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۴۲۳، ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۵، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵، صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۲۳۲، شرح السنۃ ج ۱۵ ص ۱۵۱)
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔
نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن آدمی کو اس طرح لایا جائے گا گویا کہ وہ بھیڑ کا بچہ ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا اور سب کچھ دیا، تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے اسے جمع کیا اور اتنا بڑھایا کہ پہلے سے زیادہ کر کے چھوڑا پس تو مجھے واپس بھیج تا کہ سب کچھ لے کر آؤں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے یہ بتا کہ تو نے آگے کیا (عمل) بھیجا، وہ پھر کہے گا: میں نے جمع کیا اور اتنا بڑھایا کہ پہلے سے زیادہ ہو گیا، اے اللہ! تو مجھے واپس بھیج تا کہ میں وہ سب کچھ لے آؤں پس اگر اس بندے نے نیکی آگے نہ بھیجی ہوگی تو اسے دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۷)
ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو "سراج المریدین" میں نقل کیا ہے، اس میں "کانہ بذج" "گویا کہ وہ بھیڑ کا بچہ" کے قول کے بعد ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت حسن کے مراسیل میں سے ہے۔ ہروی نے کہا: "کانہ بذوج من الذل" یعنی وہ ذلت اور ندامت سے بھیڑ کی طرح سر افگندہ کھڑا ہوگا۔

ابوعبید نے کہا: ''بذج'' هو ولد الضأن یعنی ''بذج'' بھیڑ/ دنبی کے بچہ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع بذجان آتی ہے۔

جوہری نے کہا:

البذوج من الضأن بمنزلة العقود من أولاد المعز. یعنی بھیڑ/ دنبی کا بچہ بکری کے بچوں کے جوڑے کے بمنزلہ ہوتا ہے۔

اور اس شعر سے استشہاد کیا' عرب کہتے ہیں:

قد هلكت جارتنا من الهمج وان تجع تأكل عقودا أو بذج

''ہماری پڑوسن فاقے سے ہلاک ہوگئی ہے اور تمہیں جب بھوک اور فاقہ پہنچے تو تم بکری یا بھیڑ کا بچہ کھا لینا''۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ''مامنكم من احد'' عام مخصوص عنہ البعض ہے' اس کی مخصص اس باب کی وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا کہ ''مامنكم ممن لايدخل الجنة بغير حساب من امتی الاوسيكلمه الله ''یعنی میری امت میں سے ایسا کوئی شخص نہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے گا۔ واللہ اعلم

## علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے بندۂ خدا! زندگی بڑی عظیم ہے اس کی قدر کر

انسان کے لیے مقام غور ہے۔ اے بندے! ذرا سوچ! اس وقت تیری بدبختی کا کیا عالم ہوگا جب تیرے گناہ تجھے یاد دلا کر اللہ تعالیٰ تجھ سے فرمائے گا: اے میرے بندے! تجھے شرم و حیاء نہ آئی کہ تو گناہ اور قبیح کاموں کے ساتھ میرے سامنے آیا ہے اور تو میری مخلوق سے تو شرم کرتا تھا اور ان کے سامنے اچھے کام ظاہر کرتا تھا' کیا میں تیرے نزدیک سارے انسانوں سے زیادہ ہلکا اور معمولی تھا کہ تو نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ تو حیاء اور شرم کرتا اور لوگ تیری نظر میں مجھ سے زیادہ بڑے اور عظیم تھے کہ تو ان سے ڈرتا تھا اور ان کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ان کی نظروں میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا حالانکہ حق یہ تھا کہ مخلوق کی بجائے تو مجھ سے ڈرتا اور شرم کرتا۔ کیا میں نے تجھ پر ہر طرح کے انعام نہیں فرمائے تھے۔ یقیناً فرمائے تو پھر ''فماذا غرك بی'' اللہ فرمائے گا: اے انسان تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ تو نے میری نافرمانی کی؟

(مترجم کہتا ہے:) مولیٰ کریم فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ (الانفطار:٦) اے انسان! تجھے اپنے کرم والے رب سے کس چیز نے فریب دے کر اس کی نافرمانی کرائی ۝

''تفسیر مظہری'' میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ ایک عورت نے قاضی کے پاس استغاثہ دائر کیا کہ میرے شوہر نے میرے اوپر ایک اور بیوی کر ڈالی ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ کو اپنے شوہر پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے مرد کو بیک وقت چار تک شادیوں کی اجازت فرمائی ہے' عورت نے کہا: قاضی صاحب! اگر حجاب نہ ہوتا اور حیاء مانع نہ ہوتی تو میں اپنا حسن تم کو دکھاتی اور پھر پوچھتی کہ بتاؤ جس کا حسن و جمال ایسا ہو جیسا میرا' کیا اس سے رُخ پھیر کر کسی اور کو دیکھنے کا تصور تک بھی جائز ہے؟ عورت کی یہ بات ایک اہلِ دل کے کان پڑی تو اس کی چیخ نکل گئی اور غش کھا کر گر پڑا۔ جب افاقہ ہوا اور حالت سنبھلی تو اس نے لوگوں کو بتایا کہ میں نے ایک ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی کہ کیا اس خوبصورت عورت کی آواز آپ نے نہیں سنی؟ اگر عظمت و کبریائی کا حجاب نہ ہوتا تو میں تجھے اپنا جمال و جلال دکھاتا جس کی سمائی کسی مقابل میں نہیں اور تجھ سے پوچھتا کہ جو مجھ سے مشغلہ رکھ سکتا ہے کیا اس کے لیے دوسرے کسی سے مشغلہ رکھنا درست ہے؟ مجھ جیسا کون ہے؟ میری مثل کون؟ میری مثل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ میری طلب کر میرا ہی طالب بن' طلب کرے گا تو مجھے پالے گا۔

عارف باللہ جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

"زہے خسارت! کہ تو دیدہ از او تعالیٰ برداشتہ سوئے دیگرے می نگری وطریق رضائے او بگزاشتہ راہ دیگرے می روی!"۔

اے انسان! تو کتنے خسارے میں جا رہا ہے! تو اللہ تعالیٰ سے نظر پھیر کر کسی دوسرے کی طرف دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا راستہ ترک کر کے کسی دوسرے رستہ پر چل رہا ہے افسوس! صد افسوس!!

بایار بگلزار شدم رہگزرے ‌ ‌ ‌ ‌ برگل نظرے فگندم از بیخبرے
دل دار بطعنہ گفت شرمت بادا ‌ ‌ ‌ ‌ رُخسارِ من اینجاست تو در گل نگری!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا رُخ (رحمت) اس کی طرف فرما لیتا ہے' پھر اگر آدمی کسی دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف متوجہ ہے' مجھ سے اچھا کون ہے؟ میری طرف متوجہ ہو' جب آدمی دوبارہ روگردانی کا مرتکب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہی پہلی بات ارشاد فرماتا ہے' جب تیسری بار آدمی بے رُخی اختیار کرتا ہے اور اللہ کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی تو اللہ غنی وحمید جل شانہ بھی اس بندے کی طرف سے اپنی نظر رحمت پھیر لیتا ہے (مظہری)۔ (مترجم)

## محاسبہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح اکیلا ہوگا جس طرح کوئی چودھویں کی رات میں چاند کے سامنے اکیلا ہو چنانچہ جب اللہ تعالیٰ اس طرح اپنا جلوہ دکھائے گا تو پھر فرمائے گا: اے ابن آدم! کس چیز نے تجھے دھوکا دے کر میری نافرمانی کرائی' اے ابن آدم! تو نے جو سیکھا اس پر کیا عمل کیا' اے ابن آدم! تو نے میرے بھیجے ہوئے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اے ابن آدم! کیا میں تیری آنکھوں پر نگہبان نہیں تھا کہ تو ان آنکھوں سے وہ چیزیں دیکھتا رہا جنہیں دیکھنا تیرے لیے حلال اور جائز نہ تھا اور کیا میں تیرے کانوں پر نگہبان نہ تھا؟ اور اسی

طرح اللہ تعالیٰ تمام اعضاء کے متعلق فرمائے گا۔ پس تو دیکھ سوچ لے کہ تجھے کس قدر خجالت اور شرمساری کا سامنا کرنا ہوگا جس وقت اللہ تعالیٰ تجھ پر انعامات کو اور تیری نافرمانیوں کو گنوائے گا' اپنے احسانات اور تیری ناشکریوں کو شمار فرمائے گا' اگر تو نے انکار کیا تو تیرے اعضاء تیرے خلاف گواہی کے لیے بول اٹھیں گے پس اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کے سامنے بھرے مجمع میں اعضاء کی گواہی پر اس رسوائی سے ہمیں محفوظ رکھے مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اپنے فضل وکرم سے وہ اس کا پردہ رکھے گا اور اس کے عیوب کسی پر کھلنے نہیں دے گا۔ یہ اس کا خاص فضل ہوگا۔ اللھم انا نسئلک من فضلک.

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ محاسبہ کے وقت کفار سے کلام فرمائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے جیسا کہ اس کی کچھ بحث قیامت کے ناموں کا ذکر کرتے ہوئے ہم بیان کر چکے ہیں باقی مکمل تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ وہاں پر آئے گی جہاں کافر اور منافق کے اعضاء کی ان کے خلاف گواہی اور ان دونوں کی اللہ عزوجل سے ملاقات کا بیان ہوگا۔

# فصل

## بعض اعتراضات اور ان کے جوابات

**سوال:** اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسانوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دے دی کہ ان کا آخرت میں محاسبہ کیا جائے گا اور انہیں اپنے عملوں کی جزاء ملے گی اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ جہنم کو جنوں اور انسانوں دونوں سے بھرا جائے گا اور یہ نہیں بتایا گیا کہ جنوں کو ثواب بھی ملے گا یا نہیں اور نہ ہی یہ بتایا گیا کہ ان سے کسی شئی کے متعلق حساب کتاب بھی ہوگا یا نہیں' تو اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا جنات کا محاسبہ ہوگا اور ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا؟

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ انسان اور جن دونوں سے سوال ہوگا ان دونوں سے جو باز پرس ہوگی اس کے بارے خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ان سے کہا جائے گا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا. (الانعام:۱۳۰)

اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے تھے تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے؟ کہیں گے: ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی (اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے)۔

اس آیت سے بعض چیزوں کے متعلق سوال کیے جانے کا جب ثبوت مل گیا تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جنوں سے تمام چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور چونکہ جن مکلّف اور عقلاء میں سے ہیں اس لیے آیت میں

''منکم'' (تم میں سے) فرمایا ہے ورنہ رسل کرام صرف انسان ہوئے ہیں' جنوں میں سے رسول نہ تھے اور خطاب میں انسان کو غلبہ دیا گیا ہے جیسا کہ مذکر کو مؤنث پر غلبہ کے طور پر مخاطب بنایا گیا ہے ورنہ جس طرح مذکر کے صیغہ سے خطاب کی صورت میں مرد اور عورت دونوں احکام کے مخاطب اور مکلف ہوتے ہیں اسی طرح احکامات میں اگرچہ انسانوں کو خطاب ہوتا ہے مکلف انسان اور جن دونوں ہوتے ہیں اور روئے خطاب دونوں کی طرف ہوتا ہے۔ نیز حساب چونکہ انہی دو مخلوقوں کا ہوگا اس لیے ''منکم'' فرمایا:

فصیر الرسل فی مخرج اللفظ من الجمیع.	پس رسل کا لفظ سب کو (انسانوں اور جنوں) کو جمع کرنے والا ہے۔

کیونکہ عرصۂ محشر ثقلین یعنی جن وانس دونوں کو اپنے اندر جمع کرنے والا ہوگا اور چونکہ یہ دونوں عرصۂ محشر میں ثواب وعقاب کے اعتبار سے ایک ہی شمار ہوں گے اس لیے دونوں کو ایک ہی خطاب کے لفظ سے اکٹھے مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ ان دونوں کے پیدا کرنے کا مقصد بھی واحد ہے کہ دونوں کو عبودیت اور بندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن ناطق ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝	اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں ۝ (الذاریات:۵۶)

ثواب وعقاب اور جزاء وسزا کا مدار بندگی اور عبادت پر ہے اور جنوں اور انسانوں میں فرق یہ ہے کہ جن کی اصل آگ ہے اور انسان کی اصل مٹی ہے' خلقت کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے لیکن احکام کے دونوں مکلف ہیں اور ان میں سے بعض کافر ہیں' بعض مؤمن' بعض ابرار اور بعض فجار جیسے انسانوں میں ہیں اور شیطان جس طرح ہمارا دشمن ہے اسی طرح جنات میں سے جو مؤمن ہیں ان کا دشمن ہوتا ہے اور جو کافر ہوا کرتے ہیں ان سے دوستی کرتا ہے نیز ان جنات میں بعض اہل ہوا یعنی شیعہ' قدریہ اور مرجیہ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور یہی معنیٰ ہے اس قول کا کہ:

كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝ (الجن:۱۱)	ہم کئی گروہوں میں منقسم ہیں ۝

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن آیات میں جنات اور انسانوں کی تخصیص کے بغیر بالعموم جزاء اور سزا کا ذکر کیا ہے وہ دونوں کو شامل ہیں مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ۝ (البقرہ:۸۲)	اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ جنتی ہیں' اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ۝

تو اس حکم میں جن اور انسان دونوں داخل ہیں اور عموم آیت کی وجہ سے جنت کی خوشخبری اور وعدہ جس طرح انسانوں کے لیے ثابت ہے ان کے ساتھ جنات کے لیے بھی ثابت ہوگا۔

پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ وعید (سزا کی دھمکی) میں تو جنات کا ذکر انسانوں کے

ساتھ کیا جاتا ہے مگر وعد (انعام وثواب کی خبر) میں صرف انسانوں کا ذکر ہوتا ہے اور جنات کو اس میں الگ چھوڑ دیا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ وعد میں بھی وعید کی طرح جنات کو انسانوں کے ساتھ ہی ذکر کیا گیا ہے دیکھئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ○ (الاحقاف:۱۸)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر (عذاب کی) بات ثابت ہو چکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزرے جن اور انسان' بے شک وہ نقصان اُٹھانے والے تھے ○

پھر فرمایا:

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۖ . (الاحقاف:۱۹)

ہر ایک کے لیے ان کے کاموں پر درجات ہیں۔

چونکہ اس سے مراد انسان اور جن ہیں لہٰذا وعد میں بھی جنوں کا ذکر انسانوں کے ساتھ ثابت ہو گیا۔

اگر سوال کیا جائے کہ قرآن مجید یہ تو ذکر کرتا ہے کہ دوزخ میں جن اور انسان باہم ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ . (ابراہیم:۲۲)

اور فیصلہ ہو چکنے کے بعد شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا تھا۔

اور دوزخی شیطان پر ملامت کریں گے اور اس کو برا کہیں گے کہ بد بخت! تو نے ہمیں گمراہ کر کے اس مصیبت میں گرفتار کیا تو وہ جواب دے گا کہ میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا تم بغیر حجت و برہان کے میرے پیچھے لگ گئے باوجود یکہ اللہ نے تم سے وعدہ فرما دیا تھا کہ شیطان کے بہکائے میں نہ آنا اور اس کے رسول اس کی طرف سے دلائل لے کر آئے' انہوں نے حجتیں پیش کیں اور براہین قائم کیں' معجزات دکھائے تو تم پر خود لازم تھا کہ تم ان کی اتباع کرتے' ان کے روشن دلائل اور ظاہر معجزات سے منہ نہ پھیرتے اور میری بات نہ مانتے' میری طرف التفات نہ کرتے مگر تم نے ایسا نہ کیا۔ (لہٰذا اب تم) مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو (نہ میں تمہاری دستگیری کر سکتا ہوں نہ تم میری دادرسی کر سکتے ہو' تم نے جو اس سے پہلے مجھے (اللہ تعالیٰ کا) شریک بنایا تھا میں اس کا منکر ہوں' بے شک اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں ہی کے لیے دردناک عذاب ہے) اور فرمایا:

قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ○ (ق:۲۷)

اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے سرکش نہیں کیا تھا لیکن یہ خود ہی پرلے درجے کی گمراہی میں تھا ○

لیکن...... جنت میں دونوں فریقوں کی باہمی گفتگو کا تذکرہ نہیں ملتا' اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ میں دونوں کی آپس میں گفتگو کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ ایک انسان اپنے قرین کے متعلق (یعنی شیطان سے جو دنیا میں اس کا ساتھی تھا) کہے گا کہ اس نے مجھے گمراہ کیا اور سرکش بنایا اور اس کا ساتھی شیطان بولے گا: اے میرے رب! میں نے اسے گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی بھٹک گیا اور جنت میں چونکہ ایسا کوئی سبب نہیں جو اہلِ جنت کے لیے باہم اس طرح کی گفتگو کا داعی ہو اس لیے اس کا ذکر بھی نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس چیز سے خبردار کیا ہے کہ ان کے گنہگار شیاطین کے قرین اور ہم نشیں ہوتے ہیں اور دوزخ میں ان کے ساتھ جھگڑیں گے اور اس سے مقصود انہیں تمرد و سرکشی اور عصیان و نافرمانی سے زجر و توبیخ کرنا ہے اور یہ معنی اخبار میں مطلوب ہے اس لیے وعد میں اس سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔

## ...باب

## قیامت کے دن لوگوں کے حقوق میں دست درازی کرنے والوں سے قصاص لینے اور انصاف کرنے کا بیان

امام مسلم نے روایت کیا ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے حق داروں کے حق وصول کیے جائیں گے حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۳۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۳-۴۱۱' ابن حبان ج ۹ ص ۲۲۸' البیہقی ج ۶ ص ۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر اس کے بھائی کی عزت یا کسی اور چیز کا کوئی حق ہو وہ اس کو آج معاف کرالے اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس درہم یا دینار نہیں ہوں گے' اگر اس کے نیک اعمال ہوں گے تو وہ اس سے بہ قدر حقوق وصول کر لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیک اعمال نہیں ہوں گے تو حق دار کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری ج ۵ ص ۱۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۶-۴۳۵' ابن حبان ج ۹ ص ۲۲۷' البیہقی ج ۶ ص ۸۳' ج ۳ ص ۳۶۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم ہو نہ کوئی سامانِ زندگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز' روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس شخص نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی تھی' کسی پر تہمت لگائی تھی' کسی کا مال کھایا تھا' کسی کا خون بہایا تھا' کسی کو مارا تھا' پھر اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس کو دے دی جائیں اور کچھ اس کو دے دی جائیں (یعنی لوگ جرائم کے بدلے اس کی نیکیاں بانٹ کر لے جائیں گے) اور اگر ان کے حقوق پورے ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو حق داروں کے گناہ اس مجرم پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۳۵' ابن حبان ج ۶ ص ۲۹۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۸' البیہقی ج ۶ ص ۹۳)

## مرنے والے مقروض کا قرض اللہ اور رسول کے ذمہ ہونے کا بیان

ابن ماجہ نے روایت کی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس پر ایک دینار یا ایک درہم قرضہ ہو تو اس کی نیکیاں قرضہ کے عوض قرض خواہ کو دے کر اس کا قرض چکا دیا جائے گا کیونکہ وہاں کرنسی تو ہوگی نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اس پر قرض یا تاوان ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ ہے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۴۱۴، مسند احمد ج ۲ ص ۸۲۔۷۰، صحیح الجامع رقم الحدیث:۶۴۲۲)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو یا فرمایا: لوگوں کو (راوی کو شک ہے) برہنہ، بغیر ختنہ شدہ اور بحالت ''بھم'' ارضِ شام کی طرف ہاتھ مبارک سے اشارہ کرتے فرمایا کہ (وہاں) جمع فرمائے گا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ''بھم'' کا کیا معنیٰ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو (اس بے سروسامان تہی داماں کو'' بھم '' کہتے ہیں) پھر اللہ تعالیٰ ایسی آواز سے نداء فرمائے گا جس کو دُور اور نزدیک سے یکساں سنا جائے گا کہ ''أنا الملک، أنا الدیان'' (فرمائے گا:) میں بادشاہ ہوں، میں بدلہ لینے والا ہوں، کوئی جنتی یا جہنمی جس کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہے وہ اس وقت تک جنت یا جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس سے بدلہ نہ لے لوں یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی۔ ہم نے عرض کیا: یہ کیونکر ممکن ہوگا جبکہ ہم تو اللہ کے حضور اس حال میں آئے ہیں کہ نہ تن بدن پر کپڑا نہ پیر میں جوتا ہے (ہم ننگ دھڑنگ فقیر کیسے قرض چکائیں گے) حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بالحسنات و السیئات'' یہ بدلہ اور بارِ قرض سے سبکدوشی نیکیوں اور برائیوں کے ذریعے سے ہوگی۔

(صحیح بخاری ج ۹ ص ۱۷۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۵، المستدرک ج ۲ ص ۴۳۷۔۴۳۸، بغوی ج ۱ ص ۲۸۰)

مؤلف تذکرہ شیخ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ ہے وہ حدیثِ مبارک جس کے متعلق امام بخاری نے فرمایا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقط ایک حدیث سننے کی خاطر ایک مہینہ کی مسافت کا سفر طے کر کے حضرت عبداللہ بن انیس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سفیان بن عیینہ نے بطریق عمرو بن مرہ، حضرت مسعر سے روایت کیا، انہوں نے کہا: مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے حضرت ربیع بن خثیم نے اور وہ معدنِ صدق تھے (یعنی فطرتاً اور جبلتاً سچائی کا سرچشمہ تھے اور صدق گویا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا) وہ بیان کرتے ہیں کہ:

قرض خواہ آخرت میں اپنے حق کا تقاضا اور مطالبہ اتنی سختی سے کریں گے کہ دنیا میں انہوں نے کبھی اس قدر شدید تقاضا نہ کیا ہوگا اور اللہ تعالیٰ مقروض کو حق داروں کے حقوق وصول ہونے تک بند رکھے گا، مقروض کہے گا: اے میرے پروردگار! کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ میں تن عاری ہوں؟ (یعنی میرے پاس دینے کو کچھ نہیں) پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے قرض خواہو! تم اپنے حق کے مطابق اس کی نیکیاں لے لو اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو

حکم ہوگا کہ ان قرض خواہوں کے گناہوں کو اس مقروض شخص کے گناہوں میں ملا کر اس کے گناہ بڑھا دو۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مقروض شخص کو قرض نادہندہ کے طور پر قید کر دیا جائے گا۔

(نسائی ج ۷ ص ۳۱۵' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۴۱' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰' بغوی ج ۷ ص ۲۰۳' ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۳۴۵۶)

حافظ ابونعیم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زاذان نے کہا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے دیکھا کہ قریش اور اہلِ عرب آپ کی مجلس میں پہنچنے میں مجھ پر سبقت لے گئے ہیں (اور وہ پہلے پہنچ کر آگے بیٹھے ہیں) میں نے کہا: اے عبداللہ! اس لیے کہ میرا باپ چونکہ ایک عجمی مرد ہے آپ نے مجھے دُور کر دیا ہے اور ان (قریش) کو اپنے قریب بٹھا لیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں' چنانچہ میں ان کے قریب ہوگیا یہاں تک کہ میرے اور ان کے درمیان میں ایک آدمی کا فاصلہ بھی نہ تھا اور میں نے ان سے یہ حدیث سنی' انہوں نے فرمایا:

قیامت کے دن بندے یا بندی کو ہاتھ سے پکڑ کر تمام اوّلین اور آخرین کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا' پھر ایک منادی اعلان کرے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے' اگر کسی کا اس کے ذمہ کوئی حق ہو تو وہ آ کر لے سکتا ہے اور عالم یہ ہوگا کہ ایک عورت (جو عموماً نسبتاً زیادہ نرم دل ہوتی ہے) کو اس بات سے خوشی اور فرحت ہوگی کہ اس کا وہ حق اسے ملنا ہے جو اس کے بیٹے یا بہن یا باپ یا شوہر کے ذمہ دینا آتا ہے۔

پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ تو ان کے درمیان اس دن رشتے (باقی) رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کا حال پوچھ سکیں گے O (المؤمنون: ۱۰۱)

پھر اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائے گا کہ ان لوگوں کے حقوق ادا کر! بندہ کہے گا: اے میرے پروردگار! دنیا تو فنا ہوگئی ہے میں ان کے حقوق کہاں سے ادا کروں؟ پس اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم کرے گا کہ اس شخص کے اعمالِ صالحہ لے کر ہر انسان کو جس کا بھی اس کے ذمہ کوئی حق بنتا ہے بقدر مطالبہ دے دو۔

اور اگر کوئی آدمی اللہ کا دوست ہوگا تو اللہ اس کی نیکیوں (کے اجر و ثواب) کو اتنا بڑھا دے گا کہ رائی کے دانہ جتنی نیکی اور بھلائی کو اس درجہ بڑھائے گا یہاں تک کہ اس کے سبب سے اسے جنت میں داخل فرما دے گا' اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۴۰) بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے O

لیکن اگر وہ بندہ شقی اور بدبخت ٹھہرا تو فرشتے کہیں گے: مولیٰ کریم! اس کی نیکیاں ختم ہو چکی ہیں جبکہ مطالبہ

کرنے والے ابھی باقی ہیں لہٰذا اب کیا کرنا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ان حق داروں کے برے اعمال لے لو اور اس شخص کے گناہوں کے ساتھ ملا دو اور اسے جہنم میں دھکیل دو۔

اور انہی سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ ﷺ فرماتے ہیں:

بے شک بات یہ ہے کہ ایک ماں اور باپ کا اپنے اولاد کے ذمہ قرض ہوتا ہے' جب قیامت کا دن ہوگا تو ماں باپ اس کا گریبان پکڑ لیں گے' وہ کہے گا: دیکھئے میں تمہارا بچہ ہوں (مگر وہ اس کی ایک نہیں سنیں گے) اور فرمایا کہ وہ والدین پسند کریں گے یا فرمایا: تمنا کریں گے کہ کاش! ان کا اپنے لڑکے پر اس سے بھی بڑھ کر قرضہ ہوتا۔

## امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک پر بھی محاسبہ ہوگا

حضرت رزین روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ہم یہ سنا کرتے تھے کہ قیامت کے دن ایک آدمی دوسرے آدمی سے چمٹ جائے گا اور وہ اسے جانتا تک نہ ہوگا تو وہ کہے گا: ارے بھئی! پرے ہٹو! میری تو تمہارے ساتھ کوئی جان پہچان نہیں ہے' مجھے تم نے کہاں آ دبوچا ہے؟ تو وہ بولے گا کہ تم دنیا میں مجھے گناہ اور غلط کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے مگر تم نے مجھے کبھی منع نہیں کیا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک عورت کو اس چیز سے خوشی اور فرحت ہوگی کہ اس کا اپنے باپ' بیٹے' بھائی' شوہر یا اپنی بہن پر کوئی حق (اور قرضہ) ہو' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: '' فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ '' (المؤمنون: ۱۰۱) یعنی اس دن کوئی رشتہ باقی رہے گا نہ کوئی کسی کا پرسانِ حال ہوگا نفسا نفسی اور آپا دھاپی کا عالم ہوگا۔

## امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک پر محاسبہ اور سزا کا بیان

امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین حبشہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں واپس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جو سرزمین حبشہ میں عجیب باتیں دیکھی ہوں وہ مجھ سے بیان کرو' ان میں سے ایک جوان بولا: یارسول اللہ! میں عرض کرتا ہوں' ایک دن ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے سامنے سے ایک بڑھیا سر پر پانی کا مٹکا لیے ہوئے گزری کہ اتنے میں ایک حبشی جوان نے پیچھے سے آ کر اپنا ایک ہاتھ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے اسے آگے کو دھکیل دیا اور وہ دھکا لگنے سے گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑی اور اس کا گھڑا ٹوٹ گیا' جب وہ اُٹھی تو اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی: اے غدار! اس کا انصاف اس دن معلوم ہوگا جب اللہ تعالیٰ کرسی عدالت قائم فرمائے گا' تمام اوّلین اور آخرین جمع کیے جائیں گے' ہاتھ پاؤں ہر کام کی گواہی دیں گے۔ اس دن تجھے اپنا اور میرا فیصلہ معلوم ہوگا (جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں: حضور ﷺ یہ واقعہ سنتے جاتے اور فرماتے جاتے: اس بڑھیا نے سچ کہا: اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے پاک فرمائے گا جس میں کمزور کا بدلہ طاقتور سے نہ لیا جا سکے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۰' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۳۹)

# فصل

بعض بے ہدایت' نفس پرستوں اور غفلت شعاروں نے ہٹ دھرمی اور تکبر کی بناء پر اپنی کم فہمی اور عقل کی کمزوری کے باعث کتاب وسنت کے حکم کے خلاف یہ کہا کہ یہ بات عدل وانصاف کے تقاضوں کے منافی ہے کہ ایک شخص کے گناہ کسی دوسرے شخص کے سرتھوپ دیئے جائیں اور ایک نیک شخص کی کمائی ہوئی نیکیاں اُٹھا کر کسی ایسے کو دے دی جائیں جس نے نیکی کا کبھی نام بھی لیا ہو یہ تو سراسر ستم اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اور عدل ایسا نہیں ہوگا' پھر انہوں نے اپنے مطلب میں ڈھالتے اور اُتارتے ہوئے یہ آیت بھی پیش کر دی کہ دیکھئے قرآن مجید میں بھی ہے کہ:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ اور کوئی شخص بھی کسی دوسرے کا باربردار نہیں ہوگا (یعنی کوئی بھی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا)۔ (الانعام:۱۶۴)

تو پھر ان احادیث کو کیسے صحیح مان لیا جائے جبکہ یہ قرآن کے ظاہر کے خلاف ہیں؟ اور علاوہ ازیں یہ بات عقل میں بھی نہیں آتی کہ

معشوق کا ہو جرم اور عاشق خراب ہو کوئی کرے گناہ اور کسی پر عذاب ہو!

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ امور دینیہ اور احکامِ شرعیہ بندوں کی عقول پر مبنی نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو وعد اور وعید فرمائے اس کی بنیاد اس بات پر نہیں ہے کہ وہ انسانی عقل کے مطابق ہوں اور ذہن اس کا ادراک بھی کر سکے بلکہ اللہ رب العزت نے اپنی مشیّت اور ارادہ کے مطابق وعدہ فرمایا ہے اور اسی طرح اس نے جو اوامر ونواہی یعنی کچھ کام کرنے اور کچھ کام چھوڑنے کا حکم فرمایا ہے ان کی حکمت کو وہی جانتا ہے اور اگر ایسا ہوتا کہ شریعت کے جس حکم کا ادراک عقل نہ کر سکے اس کو مردود ہونا چاہیے تو اس طرح تو پھر آدھے سے زیادہ احکامِ شریعت بندوں کی عقل وفہم کے اعتبار سے محال قرار پاتے۔ مثلاً دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے منی کے خروج پر غسل کو واجب کیا ہے حالانکہ منی بعض صحابہ اور کثیر ائمہ کے نزدیک طاہر ہے اور دوسری طرف پاخانہ' پیشاب کرنے پر غسل کرنا فرض قرار نہیں دیا بلکہ صرف استنجاء کا حکم ہے حالانکہ ان دونوں کے نجس' گندگی اور بدبودار ہونے پر کسی کا اختلاف نہیں اور اسی طرح ریح خارج ہونے پر بھی وہی حکم ہے جو پیشاب اور پاخانہ کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ ان دونوں میں بڑا متفاحش فرق ہے۔ تو یہ دانش مند ذرا بتائیں کہ یہ حکم کون سی عقل ومنطق اور کس رائے اور قیاس سے درست ہوگا کہ ریح جس کا کوئی مرئی وجود وجرم نہیں ہوتا شریعت اس کو حکم میں پاخانہ' پیشاب جو نجاستِ مرئی ہے اور پھر بدبودار اور گندہ ہونے میں بھی ریح سے زائد ہے' اس کے مساوی قرار دیتی ہے' ایک اور مثال دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے دس درہم اور بعض فقہاء کے نزدیک تین اور تین سے کم درہم چوری کرنے پر مسلمان شخص کا ''دایاں'' ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور پھر اتنی مقدار مال اور ایک لاکھ دینار کے درمیان برابری رکھی ہے پس ان دونوں صورتوں میں قطع ید کا حکم برابر اور مساوی ہوگا یعنی دس درہم پر بھی وہی حکم اور لاکھوں درہم کی چوری پر بھی وہی حکم ہے' کوئی عقل میں آنے والی بات ہے یہ؟

اسی طرح ایک اور مثال ملاحظہ ہو کہ اگر ایک شخص فوت ہو جائے تو اس کی والدہ کو اس کے ترکہ سے ایک تہائی ۱/۳ حصہ ملتا ہے لیکن اگر متوفی کے برادران موجود ہوں تو باوجودیکہ ان کو وراثت میں خود کچھ نہیں ملا مگر ماں کا حصہ تہائی کی بجائے چھٹا کر دینے میں ان کا رول مسلّم ہے۔

تو کیا یہ بات عقل میں آ گئی ہے؟ اب اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ صاحب شرع کے حکم کے آگے بلا چون و چرا سرِ تسلیم خم کر دیا جائے۔ (خواہ کسی حکم کی علت اور حکمت ہماری سمجھ اور عقل میں آئے یا نہ آئے)۔

پس اسی طرح حسنات اور سیئات کے ساتھ قصاص اور بدلہ لینے کا مسئلہ بھی سمجھ لینا چاہیے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اس کا فرمانِ برحق ہے کہ:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ. (الانبیاء:۴۷)

اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے تو کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

اور فرماتا ہے:

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ. (العنکبوت:۱۳)

اور بے شک ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی بوجھ۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ. (النحل:۲۵)

کہ قیامت کے دن اپنے (گناہوں اور گمراہی و گمراہ گری کے) بوجھ پورے اُٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کرتے ہیں۔

یہ آیات تفسیر اور تبیین ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کہ: ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى'' (الانعام:۱۶۴) (جس میں کہا گیا کہ) اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی (یعنی ہر شخص اپنے گناہ میں ماخوذ ہوگا دوسرے کے گناہ میں نہیں)۔

یعنی اگر کسی نے دوسرے شخص پر کوئی زیادتی نہیں کی اور اس کا حق مارنے کے لیے اس پر دست درازی اور ظلم نہیں کیا ہوگا تو وہ دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا لیکن اگر اس نے کسی پر زیادتی اور ظلم کیا ہوگا اور کسی کا حق مارا ہوگا تو بدلہ کے طور پر آخرت میں مجرم کی نیکیوں کے نہ ہونے کی صورت میں حق دار کے گناہ مجرم پر ڈال دیئے جائیں گے اور یہ مجرم اپنے اس جرم دنیوی کی پاداش میں دوسرے شخص کے گناہ کا بوجھ بھی مجبوراً اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ اُٹھائے گا جیسا کہ اس کی تفصیل اسماء قیامت کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بیان میں گزری:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔا. (البقرہ:۴۸)

اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی (یعنی کوئی مؤمن کافر کا بدلہ نہ ہوگا)۔

# فصل

جب یہ ثابت ہو چکا کہ آخرت میں انسان کی زندگی کے لحہ لحہ کا حساب ہونا ہے اور یہ بھی جان چکے کہ میزان کے خوف و خطرہ سے وہی بچ سکے گا جس نے دنیا میں زندگی بھر خود احتسابی کا عمل جاری رکھا اور اپنا محاسبہ کرتا رہا اور اس میں شرعی میزان کے ساتھ اپنے اعمال' اقوال اور خطرات و خیالات کو تولا ہو حتیٰ کہ اگر اس سے کوئی بھول بھی ہوئی ہو تو پھول سی ہوئی ہو زیادہ بھاری نہیں یہ نہیں کہ بولتے ہوئے بھی ''بولتا'' رہا ہو حتیٰ کہ کہنے والوں کو کہنا پڑا ہو کہ ؎

بر منبرِ وعظ ایں چه فعلِ دونست    زیں شیوۂ مآلِ کار آخر چونست
بوئے ہتک رسول و پاکاں از تو می آید    شاید که دہانت ازخمیر کونست

لہٰذا ہر بندہ مسلم پر لازم ہوا کہ وہ اپنا محاسبہ کرنے میں جلدی کرے اور ایک سیکنڈ بھی مزید ضائع نہ کرے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا وزنوها قبل ان توزنوا۔    اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور کانٹے کی طرح سیدھے ہو جاؤ اس سے پیشتر کہ میزانِ آخرت قائم ہو۔

اپنے نفس کے حساب (یا محاسبہ اور خود احتسابی) سے مراد یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ہر برائی سے سچی توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض (واجبات) میں جو تقصیر اور کمی کوتاہی کی ہے اس کا تدارک اور ازالہ کرے اور لوگوں کے حقوق دانہ دانہ اور ایک ایک کوڑی کے حساب سے واپس کرے اور اپنی زبان' ہاتھ یا دل کی بدگمانی کے ذریعے کسی کو تکلیف پہنچائی اور ہتک کی ہے تو اس کی معافی مانگ کر تلافی کرے اور جن کی دل آزاری کی ہو ان کے دلوں کو خوش کرے حتیٰ کہ جب پیام اجل آئے تو اس وقت اس کے ذمہ نہ کسی کا کوئی حق اور قرض ہو اور نہ ہی کوئی فرض ہو اگر انسان نے خود کو ایسا کرلیا تو وہ کسی حساب کے بغیر سیدھا جنت میں جائے گا۔

اور اگر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو حق دار اس کا گھیراؤ کریں گے' کوئی اسے ہاتھ سے پکڑے ہوگا تو کسی کے ہاتھ میں اس کی چٹیا ہوگی اور کوئی ڈاڑھی کو ہاتھ ڈالے گا' کوئی کہے گا: تو نے مجھ پر ظلم کیا' کوئی بولے گا: تو نے مجھے گالی بکی تھی اور کوئی کہے گا: تو نے مجھے مخول اور ٹھٹھا کیا تھا' کوئی کہے گا: تم نے میری غیبت کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو مجھے بری لگی تھی' کوئی کہے گا: تم میرے ہمسایہ تھے مگر غم گسار نہیں غم سایہ تھے یعنی مجھے دُکھ دیتے رہے اور کوئی کہے گا: تم نے مجھ سے معاملہ کرتے ہوئے دھوکا کیا' کوئی کہے گا: تو نے مجھ سے سودا کیا تو نے مجھ سے فراڈ کیا اور مجھ سے اپنے مال کے عیب کو چھپایا' کوئی کہے گا: تو نے اپنے سامان کا ریٹ بتاتے ہوئے جھوٹ بولا صحیح مول نہیں بتایا' کوئی کہے گا: تو نے مجھے حاجت مند دیکھا اور تو مال دار تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا' کوئی کہے گا: تو نے دیکھا کہ میں مظلوم ہوں اور تو اس ظلم کو دُور کرنے پر قادر بھی تھا لیکن تو نے ظالم کی فیور (Favour)

کی اور میرا خیال نہ کیا۔

تو جب اس وقت تیرا یہ حال ہوگا اور حق داروں نے تیرے بدن میں اپنے ناخن گاڑھ رکھے ہوں گے اور تیرے گریبان پر مضبوط ہاتھ ڈالا ہوگا اور تو مطالبہ کرنے والوں کے ہجوم سے پریشان ہوگا حتیٰ کہ تو نے اپنی زندگی میں جس سے ایک درہم کا معاملہ کیا ہوگا یا اس کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا ہوگا' تو غیبت یا خیانت یا حقارت کی نظر سے دیکھنے کے باعث اس کا تجھ پر حق بنتا ہوگا اور تو ان کے مقابلے میں کمزور ہوگا اور اپنے آقا و مولیٰ کی طرف گردن اُٹھا کر اس نیت اور امید سے دیکھتا ہوگا کہ شاید وہ تجھے ان کے ہاتھ سے چھڑائے کہ اتنے میں جبّار و قہار مالک کی آواز تیرے کانوں پر دستک دے گی:

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ (المؤمن:١٧)

آج ہر شخص کو اس کے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا (اور) آج کے دن کسی شخص پر ظلم نہیں ہوگا۔

اس وقت ہیبت کے مارے تیرا کلیجہ منہ کو آئے گا اور تجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبانی جو تجھے ڈراتا ہے' وہ تجھے یاد آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ○ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ○ وَاَنْذِرِ النَّاسَ . (ابراہیم:۴۲-۴۴)

اور اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے غافل نہ جانو' وہ ان کو اس دن تک مؤخر کرتا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی○ بھاگم بھاگ جا رہے ہوں گے اپنے سر اُٹھائے ہوئے' ان کی پلکیں جھپکتی نہیں ہوں گی اور ان کے دل (خوف سے) اُڑے جا رہے ہوں گے○ اور (اے محبوب!) لوگوں کو ڈرائیے۔

آج جب تو لوگوں کی عزتوں کے درپے رہتا ہے اور ان کے مال ہڑپ کرتا ہے تو کس قدر شاداں ہوتا ہے لیکن اس دن تجھے کس قدر حسرت ہوگی جب تو عدل کے کٹہرے میں اپنے رب کے حضور کھڑا ہوگا اور اپنے گناہوں کے سبب معرضِ خطاب میں ہوگا' اس وقت تو مفلس' فقیر' عاجز اور ذلیل ہوگا' نہ کسی کا حق ادا کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عذر پیش کر سکے گا۔

پھر تیری وہ نیکیاں جن کے لیے تو نے زندگی بھر مشقت برداشت کی تجھ سے لے کر ان لوگوں کو جن کے حقوق تیرے ذمہ ہوں گے' دے دی جائیں گی اور یہ ان کے حقوق کا عوض اور بدلہ ہوگا۔ (جیسا کہ اس باب کی احادیث میں مذکور ہوا) تو دیکھو! اس دن تم کس قدر مصیبت میں مبتلا ہو گے کیونکہ پہلے تو تمہاری نیکیاں ریاکاری اور شیطانی مکروفریب سے محفوظ نہیں ہوں گی اور اگر طویل مدت کے بعد کوئی ایک نیکی بچ بھی جائے تو اس پر حق دار دوڑیں گے اور اسے لے لیں گے اور بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی ستر انبیاء کرام علیہم السلام جتنی نیکیاں بھی ہوں لیکن اگر اس کے ذمہ کسی آدمی کا ایک درہم کا چھٹا حصہ بھی حق بنتا ہوگا تو جب تک وہ حق دار کو راضی نہیں کرے گا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا اور امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''التحبیر'' میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے اسم

''المقسط الجامع'' کی تشریح کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

ایک درہم کے چھٹے حصہ کے عوض سات سو مقبول نمازیں لے لی جائیں گی اور حق دار کو دے دی جائیں گی۔

ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اور شاید تو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو قیام کرنے والا ہو تو تجھے معلوم ہوگا کہ تو سارا دن تو مسلمانوں کی غیبت کرتا رہا جس نے تیری ساری نیکیوں پر پانی پھیر دیا' باقی برائیاں مثلاً حرام خوری' خواہشاتِ نفسانی اور عبادات میں کوتاہی کرنا اپنی جگہ ہے' ان کا کیا بنے گا؟ اور جس دن سینگوں والے جانور سے بے سینگ جانور تک کا بدلہ اور قصاص لیا جائے گا تو اس دن حقوق سے گلوخلاصی اور چھٹکارے کی امید کیونکر کی جاسکتی ہے؟

ماقبل یہ حدیث گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق چار پائے اور چرند پرند سب جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کا عدل اس حد کو پہنچے گا کہ وہ بے سینگ بکری کا قصاص سینگ والی بکری سے لے گا' پھر فرمائے گا: مٹی ہو جا' اس وقت کافر کہے گا:

يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ (النباء:۴۰) ہائے! میں کسی طرح مٹی ہو جاتا (تاکہ عذاب سے محفوظ رہتا) ۝

تو اے بندۂ مسکین! اس دن کیا صورتحال ہوگی جب تو اپنے صحیفۂ اعمال کو نیکیوں سے خالی پائے گا حالانکہ تو نے ان کے لیے سخت مشقت اُٹھائی ہوگی' تم کہو گے: میری نیکیاں کہاں ہیں؟ تو جواب ملے گا کہ وہ تو ان لوگوں کی طرف منتقل ہوگئیں جن کے حقوق تمہارے ذمہ تھے اور تم دیکھو گے کہ تمہارا اعمال نامہ برائیوں سے بھرا ہوا ہے کہ ان سے بچنے کے لیے تم نے بہت مشقت اُٹھائی ہوگی' تم کہو گے: اے میرے پروردگار! میں نے یہ گناہ کبھی نہیں کیے' جواب دیا جائے گا: یہ ان لوگوں کے گناہ ہیں جن کی تم نے غیبت کی' ان کو گالی دی' ان سے برائی کا ارادہ کیا' لین دین' خرید و فروخت' ہمسائیگی' گفتگو' مناظرے' مذاکرے' درس و تدریس کے اندر اور اسی طرح دیگر معاملات میں تم نے ان پر زیادتی کی تھی۔

اے اللہ کے بندو! بندوں کے حقوق غصب کرنے کے متعلق اللہ سے ڈرو!

اور حقوق العباد کی پائمالی اور ان کو غصب کرنا اس طرح ہوتا ہے کہ مثلاً کسی کا مال چھین لیا یا دبا لیا' کسی کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیا' کسی کی دل شکنی اور دل آزاری کر دی اور معاشرتی اور سماجی رویوں میں بداخلاقی کا مظاہرہ کرنا بھی بندوں کے حقوق غصب کرنے میں آتا ہے' ان چیزوں سے بچنا چاہیے کیونکہ جن گناہوں کا تعلق خاص طور پر حقوق اللہ سے ہے ان کی مغفرت بہت جلد ہو جاتی ہے...... مگر حقوق العباد کا معاملہ بڑا سخت ہے...... اس لیے جس شخص کے ذمہ کئی لوگوں کے حقوق ہوں اور اس نے ان سے توبہ کی ہو لیکن اربابِ حقوق سے معافی مانگنا دشوار ہو اور صورت یہ ہے کہ اس حق تلفی مثلاً غیبت وغیرہ جرم کا حق دار کو علم نہیں ہے اس پر صرف اللہ تعالیٰ مطلع اور آگاہ ہے تو اب اس کی تلافی اور توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے لیے اور اس حق دار کے لیے زیادہ سے زیادہ توبہ و

استغفار کرے اس کریم ذات سے بڑی امید ہے کہ وہ بندہ کو توبہ اور استغفار کرنے سے اپنے قرب سے نواز دے اور بندہ اللہ کریم کا وہ لطفِ خاص حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے جو اس نے اپنے مؤمن دوستوں کے لیے حق داروں کے حقوق ادا کرنے کے لیے ریزرو (Reserve) کر رکھا ہے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ حق دار کو راضی کر دے گا اور ان کے درمیان باہم صلح کرا دے گا' اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ ''باب ارضاء الخصوم'' میں آئے گا۔

# فصل

اس باب کی ایک حدیث ہے کہ:

پھر اللہ تعالیٰ بلند آواز سے انہیں پکارے گا جس کو دُور اور قریب والے یکساں سنیں گے (فرمائے گا:) میں ہی بادشاہ ہوں اور میں خوب بدلہ لینے والا ہوں)۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۴۵۳' الادب المفرد رقم الحدیث: ۹۷۰' السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۲۲۵)

اس حدیث سے فرقہ مجسمہ وغیرہ نے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا حرف وصوت کے ساتھ ہوتا ہے' یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حرف وصوت کے ساتھ کلام فرماتا ہے: ''تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہے' ان حضرات کا اس حدیث پاک کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کے کلام کے حرف وصوت پر مشتمل ہونے کا استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہاں حذف مضاف کے طریق پر حقیقت میں نداء کرنے کی نسبت ملائکہ مقربین کی طرف ہے لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ نداء کا امر کرنے والا ہے اس لیے نداء کرنے اور بلند آواز سے پکارنے کی نسبت مجازاً اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی گئی ہے اور اس طرح کا استعمال کلامِ عرب میں شائع وذائع ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور بلا نکیر یہ کہا جاتا ہے: ''نادی الامیر'' اور ''بلغنی نداء الامیر'' جبکہ نداء اس کا نمائندہ کرے اور اس طرح قرآن پاک میں ہے:

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ. اور فرعون نے اپنی قوم میں پکارا۔

(الزخرف: ۵۱)

اس آیت مبارکہ میں پکارنے کی نسبت فرعون کی طرف کی گئی ہے اور مراد وہ منادی ہے جو فرعون کے اذن اور اس کے حکم کرنے سے نداء کرنے والا تھا' اسی طرح یہ بھی کہتے ہیں:

قتل الأمیر فلانا وضرب فلانا. امیر نے فلاں مجرم کا سر قلم کر دیا یا بادشاہ نے فلاں مجرم کو کوڑے لگائے۔

اور مراد بذاتِ خود قتل کرنا اور مارنا نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے امر سے ان افعال کا صدور ہوا ہے۔ علاوہ بریں احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوا کہ ملائکہ ''علی رؤس الاشھاد'' پکاریں گے اور نیک اور پرہیز گاروں کو مخاطب کریں گے کہ سنو! فلاں ابن فلاں ایسا ہے اور ایسا ہے (جیسا کہ گزر چکا ہے) اسی کے مثل یہ حدیث ہے

جس کو امام نسائی نے روایت کیا اور اس میں سابق حدیث کی تفسیر کر دی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ عزوجل ہر رات کے پچھلے پہر آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (اس کی رحمت متوجہ ہوتی ہے) پھر اللہ تعالیٰ منادی کو امر کرتا ہے تو وہ پکارتا ہے: ''کیا ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا کو قبول کر لیا جائے؟ کیا ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اس کو بخش دیا جائے؟ کیا ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اس کو عطا کیا جائے؟

اس حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ ''ثم یامر منا دیا'' کے الفاظ موجود ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث پہلی حدیث کی مفسر ہے کہ اللہ تعالیٰ امر کرتا ہے اور فرشتہ پکارتا ہے لور پکارنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سبب آمر ہونے کے اعتبار سے ہے اور آواز دینے والا حقیقت میں فرشتہ ہوتا ہے۔

امام المحدثین ابو محمد عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور جس بھی حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف صوت (آواز) یا نداء پکارنے کی نسبت ہو اس کی یہی تاویل کی جائے گی اور دوسری توجیہ جیسا کہ اوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ از قبیل حذفِ مضاف ہے' کلام میں مجاز اُبرتا گیا ہے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے (اور حرف اور آواز حادث ہیں) جیسا کہ عقائد کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اگر کوئی غبی یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث کو تمہاری بیان کمردہ تقریر پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ اس حدیث مبارک میں ہے: ''أنـا الـدیـان'' ظاہر ہے کہ ایسا کلام واقعتاً اور حقیقتاً اللہ رب العالمین ہی سے صادر ہو سکتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ جب فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام کرے گا اور اس کی طرف سے خبر دے گا تو حکم اللہ رب العالمین ہی کی طرف راجع ہوگا' اس کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً جب کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک کی تلاوت کرتا ہے ''انـی أنـا اللـه'' تو یہ قاری (پڑھنے والے) کی طرف نہیں راجع ہوگا کیونکہ وہ تو صرف کلامِ الٰہی کا ذکر کرنے والا ہے اور اس کی آواز اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرنے والی ہے اور یہ بات واضح ہے اور اس مسئلہ کی تحقیق ہم نے اپنی کتاب ''الأسـنـی فـی شـرح اسـمـاء اللہ الحسنی و صفاته العلیا'' میں پوری طرح بیان کر دی ہے۔

نوٹ: حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

(عقیدہ) حیات' قدرت' سننا' دیکھنا' کلام' علم' ارادہ' اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ ہیں مگر کان' آنکھ' زبان سے اس کا سننا' دیکھنا' کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں اور اجسام سے وہ پاک ہر پست سے پست آواز کو سنتا ہے' ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو' وہ دیکھتا ہے بلکہ اس کا دیکھنا اور سننا انہی چیزوں پر منحصر نہیں' ہر موجود کو دیکھتا ہے اور ہر موجود کو سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم' ازلی' ابدی ہے' صفات بھی قدیم' ازلی' ابدی ہیں' ذات وصفات کے سوا سب چیزیں حادث ہیں یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔

مثل دیگر صفات کے کلام بھی قدیم ہے حادث ومخلوق نہیں جو قرآن عظیم کو مخلوق مانے ہمارے امام اعظم ودیگر ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے کافر کہا بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی تکفیر ثابت ہے۔

اس (اللہ تعالیٰ) کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآنِ عظیم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے' مصاحف میں لکھتے ہیں اسی کا کلام قدیم بلا صوت ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور یہ آواز حادث یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا قدیم اور ہمارا لکھنا حادث اور جو لکھا قدیم' ہمارا سننا حادث ہے اور جو ہم نے سنا قدیم ہمارا حفظ کرنا حادث ہے اور جو ہم نے حفظ کیا قدیم یعنی متجلی قدیم ہے اور تجلی حادث۔ (بہارِ شریعت حصہ اوّل ص ۵)

## حیوانات کے حشر کی تحقیق

جانوروں کے حشر اور باہم ان کے ایک دوسرے سے قصاص اور بدلہ لیے جانے میں علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ''جانوروں کا حشر ان کی موت ہے'' امام ضحاک نے کہا: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ چوپائے اور بہائم باہمی تِصاص کے لیے زندہ کر کے میدانِ حشر میں اکٹھے کیے جائیں گے۔

حضرت ابوذر' ابوہریرہ' عمرو بن العاص' حسن بصری اور دوسرے ائمہ حدیث سے بھی اسی طرح منقول ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ (التکویر: ۵)
اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں (روزِ قیامت بعد بعث کہ ایک دوسرے سے بدلہ لیں پھر خاک کر دیئے جائیں) ۝ (صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ (الانعام: ۳۸)
پھر اپنے رب کی طرف اُٹھائے جائیں گے (یعنی جس طرح تم قیامت میں اُٹھو گے اسی طرح یہ جانور بھی سب کے سب اُٹھیں گے) ۝

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق یعنی چار پائے' چرند' پرند سب کا حشر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی دادگستری اس حد کو پہنچے گی کہ وہ سینگ والے جانور سے بے سینگ جانور کا قصاص اور بدلہ لے گا' پھر ارشاد فرمائے گا: خاک ہو جا! اس وقت کافر کہے گا:

يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ (النباء: ۴۰)
ہائے! میں کسی طرح خاک ہو جاتا (تاکہ عذاب سے محفوظ رہتا) ۝

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ روزِ قیامت جب جانوروں اور چوپایوں کو زندہ کیا جائے گا اور انہیں ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا تو اگر سینگ والے نے بے سینگ والے کو مارا ہوگا تو اسے بدلہ دلایا جائے گا' اس کے بعد وہ سب خاک کر دیئے جائیں گے' یہ دیکھ کر کافر تمنا کرے گا کہ کاش! میں بھی خاک کر دیا جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ قیامت کے دن جب جانور مٹی ہو جائیں گے تو وہ مٹی کافروں کے چہروں پر منتقل کر دی جائے گی' یہ معنیٰ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک سے آشکارا ہوتا ہے:

وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ اور کتنے چہروں پر اس دن غبار پڑی ہوگی ۝

(عبس:۴۰)

ایک جماعت کا قول ہے کہ آیتِ مبارکہ "ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۝" (الانعام:۳۸) میں جو حشر کا بیان ہے اس کا تعلق کفار سے ہے جن کا ماقبل ذکر ہو رہا تھا' پھر درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر یہ آیتِ کریمہ لائی گئی تاکہ کفار پر حجت قائم ہو:

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ (الانعام:۳۸)

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا۔

قرآن مجید نے جب یہ بیان کیا کہ:

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (الانعام:۳۶-۳۷)

مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں اور ان مردہ دلوں کو اللہ اُٹھائے گا پھر اس کی طرف ہانکے جائیں گے اور بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ اُتری ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ کہ اللہ قادر ہے کہ کوئی نشانی اُتارے لیکن ان میں اکثر نرے جاہل ہیں۔

کفار کی گمراہی اور ان کی سرکشی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ کثیر آیات اور معجزات جو انہوں نے سید عالم ﷺ سے مشاہدہ کیے تھے' ان پر قناعت نہ کی اور سب سے مکر گئے اور ایسی نشانی طلب کرنے لگے جس کے ساتھ عذابِ الٰہی ہو جیسا کہ انہوں نے کہا تھا:

اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فاطر علینا حجارۃ من السماء. یارب اگر یہ حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا (تفسیر ابوالسعود)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ان میں بہت نرے جاہل ہیں"...... یعنی نہیں جانتے کہ اس کا نزول ان کے لیے بلا ہے کہ انکار کرتے ہی ہلاک کر دیئے جائیں گے" اور پھر فرمایا...... **وما من دابۃ "جملۃ معترضۃ اقامۃ للحجج"** اور اس آیت کے آخر میں ہے:

ثم الی ربھم یحشرونO پھر اپنے رب کی طرف اُٹھائے جائیں گے۔

اور حدیث کا مقصود مخلوق کے سامنے ایک مثال بیان کرنا ہے تا کہ وہ جان لیں کہ قیامت کا دن روزِ جزا ہے اور اس دن ہر شخص سے قصاص اور بدلہ لیا جائے گا' کوئی بچ نہیں سکے گا اور اس کی تائید (کہ جانوروں کے حشر سے مراد حقیقی حشر نہیں ہے) اس سے ہوتی ہے کہ بعض ضعیف روایات میں یہ اضافہ ہے کہ ''بے سینگ جانور کا بدلہ سینگ والے جانور سے لیا جائے گا اور پتھر سے کہا جائے گا وہ دوسرے پتھر پر کیوں سوار ہوا اور ایک لکڑی سے کہا جائے گا اس نے دوسری لکڑی کے خراش کیوں ڈالی اور یہ سب تمثیلات ہیں کیونکہ جمادات میں کلام کی عقل نہیں ہے' اس لیے ان کو ثواب اور عتاب نہیں ہوگا اس سے واضح ہوا کہ مقصود تمثیل ہے جو ڈر اور عبرت کو مفید ہو اور یہ کسی عقل مند تو کجا کسی کند ذہن اور کم عقل والے کا بھی مذہب نہیں ہے۔

اور جو لوگ حیوانات کے بعث اور حشر کے قائل ہیں' انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ دنیا اور آخرت کے تمام امور اللہ تعالیٰ کی حکمتِ موزونہ اور سنتِ مسنونہ مستمرہ پر جاری ہوتے ہیں۔ لہٰذا جانوروں کے بعث وحشر میں بھی ضرور کوئی حکمت الٰہیہ ہوگی لہٰذا اس سے خواہ مخواہ انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اور جس شخص نے اس طائفہ کی طرح (جو بزعم خود روشن خیالی اور فہم وفراست کا دعویدار اور خود کو دانش ور کہلاتا ہے) یہ کہا ہے کہ جمادات اور نباتات میں تو عقل اور سمجھ نہیں ان کے نطق سے مراد زبان حال سے کچھ کہنا ہے اور انسان کے علاوہ دوسرے ذی روح حیوانات میں عقل نہیں ہے اس لیے جو انسان عقل سے کام نہ لے اس کو انسان کی سطح سے اُتار کر حیوان اور ڈنگر قرار دیا جاتا ہے اور اس شخص نے اپنے دعویٰ پر دلیل دیتے ہوئے کہا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ گمراہ اور جھٹلانے والوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًاO (الفرقان:۴۴) (آپ یہ سمجھتے ہیں کہ نفسانی خواہش کو خدا بنانے والے آپ کی بات کو سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں!) وہ تو صرف چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیںO

معترض کہتا ہے کہ اگر جانوروں میں عقل یا سمجھ ہوتی تو محلِ تنقیص وتقصیر میں کفار اور فساق کو ان جانوروں کے درجہ میں نہ اُتارا جاتا اور تبصیر وتذکیر کے مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی آیتوں اور نشانیوں کو دیکھ کر نصیحت حاصل نہ کرنے والوں کو مردے اور بہرے کہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَO (الروم:۵۲) بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں' جب پھریں پیٹھ دے کر (یعنی کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت اور کلام ہدایت کو قبول کرنے کے ارادہ سے سنتے ہیں نہ ہی منتفع ہوتے ہیں)O

اور فرمایا:

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ. تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے (جو گوشِ قبول نہیں رکھتے) یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے (جو چشمِ حق بین سے محروم ہیں)۔ (الزخرف:۴۰)

اور ارشاد ہوتا ہے:

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ○ وہ بہرے، گونگے، اندھے (بن گئے) ہیں تو وہ (کفر سے) پھرنے والے نہیں (اب وہ ایمان نہیں لائیں گے)○ (البقرہ:۱۸)

تو اس شخص کو جواب دیا جائے گا کہ بات یوں نہیں جس طرح تم نے ذکر کیا اور حقیقت اس طرح نہیں جیسے تمہارا گمان اور زعم ہے اور آپ تو خود کو بزعم خویش درجۂ علم پر فائز سمجھتے ہیں اور اپنے تئیں دانا تصور کرتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ آپ نے غور نہیں کیا' اگر آپ نے اسی پیش کردہ آیت کے ماقبل والی آیت کو دیکھ لیا ہوتا تو حق کبھی تم پر پوشیدہ نہ رہتا۔ اگر پسند فرمائیں تو ایک نظر اور یک دیدہ اپنی اس آیت دیدہ میں دوبارہ ڈال لیں تو حقیقت کا رُخ زیبا آپ کے سامنے بے حجاب ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل نے ان کفار کو موت اور بہرے پن کے ساتھ یقیناً موصوف گردانا ہے اور اسی طرح انہیں اندھا اور گونگا بھی قرار دیا ہے مگر ظاہر ہے کہ وہ حقیقتاً تو مردے ہیں اور نہ گونگے' بہرے اور اندھے بلکہ ان کو صرف عقول واذھان کے اعتبار سے مردے کہا گیا ہے کیونکہ وہ حقیقی زندگی اور ایمان کی صفت سے محروم ہیں پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے کلمہ دعوت کو سننے سے بہرے بن گئے اور اس کے دوستوں کے چہروں کو جو کہ جمالِ خداوندی کے جلووں کا آئینہ دار ہیں' کو دیکھنے سے اندھے بن گئے تو فرمایا کہ ان کے کان' زبان' آنکھ سب بے کار ہیں اور یہ گویا بہرے ہیں' گونگے اور اندھے ہیں' اسی طرح انہیں گمراہی میں ڈھور ڈنگروں اور بہائم کی صفت سے موصوف کر کے فرمایا کہ یہ کفار جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں حالانکہ حقیقت میں جانور تو گمراہ نہیں ہیں کیونکہ وہ تو مکلف ہیں نہ شریعت کے احکام کے پابند ہیں۔

یہ فقط مثال ہے سمجھانے کے لیے کہ یہ کفار اپنے شدتِ عناد سے نہ آپ کی بات سنتے ہیں نہ دلائل و براہین کو سمجھتے ہیں بہرے اور ناسمجھ بنے ہوئے ہیں اور یہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ چار پائے بھی اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے مطیع رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں' نافع کی طلب کرتے ہیں' مضر سے بچتے ہیں' چراگاہوں کی راہیں جانتے ہیں...... یہ کفار ان سے بدتر ہیں کہ نہ رب کی اطاعت کرتے ہیں نہ اس کے احسان کو پہچانتے ہیں' نہ شیطان جیسے دشمن کی ضرر رسانی کو سمجھتے ہیں نہ ثواب جیسی عظیم المنفعت چیز کے طالب ہیں' نہ عذاب جیسے سخت مضر مہلکہ سے بچتے ہیں اور یہ صرف اسی حیثیت سے فرق ہوگا کہ انسانوں اور جانوروں کا عالم جدا جدا ہے اور جانوروں کا بعث وحشر اور ان کی جزاء وسزا بحیثیت مکلف ہونے کے نہیں ہوگی ورنہ یہ کیسے ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں' ہم نے اس

مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ○ کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا' پھر اپنے رب کی طرف اُٹھائے جائیں گے ○ (الانعام:۳۸)

اور فرمایا: "فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ" (جما غفیرا) (مریم:۶۷) "وَيُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ○" (الانشقاق:۸) "وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ○" (النساء:۸۲) اور اللہ تعالیٰ سوال نہیں فرماتا مگر اس سے جسے عقل دی ہے اور حساب نہیں فرماتا مگر اس کا جس کو فضیلت و کرامت بخشی ہے۔

اور یہ صرف اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے موجودات میں سے ہر موجود کے لیے اور مخلوق کے مختلف گروہوں اور اجناس عالم میں سے ہر جہاں کی مخلوق کے لیے الگ الگ دارِ دنیا اور دارِ آخرت بنایا ہے' ہر جہاں کے افلاک اور آفاق ظلمت اور نور الگ الگ ہیں' ہر مخلوق اپنے اُفق اپنے فلک اپنے لیل و نہار کے اعتبار سے جدا ہے' ہر جہاں اور ہر مخلوق کی سمع و بصر علم و فہم' عقل و جہالت کا حکم الگ ہے اور ہر کی نعمت اور حکمت طریقہ اور شرعی حکم الگ ہے' ان میں روحانی اور مادی اعتبار سے اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق موجود ہے۔ مثلاً ملائکہ جن کا تعلق عالم روحانیت سے ہے وہ اپنے مقام و مرتبہ کی حیثیت سے ہمیں جس طرح دیکھتے ہیں ہم خود اپنے آپ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے اور وہ اپنی روحانیت کے پیمانے اور معیار کے مطابق ہمیں جتنا جانتے ہیں ہم خود اپنے آپ کو اس سے بہت کم جانتے ہیں' فرشتوں کو ہمارے نقائص اور ہماری کم فہمی اور کم عقلی کا جو کچھ مشاہدہ ہوتا ہے اور وہ ہمارے متعلق جو فیصلہ اور حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں معاملہ میں یہ جاننا واجب تھا اور فلاں معاملہ میں اس طرح عقل کو کام میں لانا چاہیے تھا' وہ ہمارے حق میں جو کچھ حکم لگاتے اور فیصلہ کرتے ہیں وہ اس سے جو ہم اپنے سے کم تر مخلوق حیوانات و بہائم کے متعلق عدم معرفت اور عدم عقل اور شعور و احساس کی قلت کا حکم لگاتے رہتے ہیں اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ تو جس شخص نے جانوروں کو ان کے فلک اور اُفق کے اعتبار سے دیکھنے کی بجائے انسانوں کے عالم پر قیاس کر کے دیکھا اور ان کی حیثیت سے حکم لگایا تو اس نے کہا کہ جانور سنتے ہیں اور نہ عقل و شعور رکھتے ہیں۔ ماسوائے اتنی قدر تمیز کے جس کی وجہ سے وہ طبعی طور پر رام اور مسخر ہو جاتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ جانوروں کے حشر اور حساب کتاب کا مسئلہ اگر اس تناظر میں حل کیا اور سمجھا جائے کہ ان کو انسانوں کی طرح نہ لیا جائے بلکہ دونوں کو اپنے اپنے عالم اور اپنے اپنے جہاں کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس خاص فن اور خاص طریق سے مراد تک رسائی ہو سکتی ہے ورنہ اس کے علاوہ اس مسئلہ کو سمجھنا دشوار ہے کیونکہ جب انسان مکلّف ہے اور جانور غیر مکلّف تو پھر دونوں کے حساب کتاب اور ان کی سزا و جزاء کا حکم بھی ایک جیسا کیسے ہو سکتا ہے' جب انسان اور حیوان کا عالم جدا جدا ہے تو پھر ایک عالم کی چیز کو دوسرے عالم کی چیز پر تمام تر تصرفات اور تعملات میں اور دونوں کی کارکردگی اور کارروائی میں یکساں کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ بجا ہے کہ حیوانات ہمارے طریقوں کے اعتبار سے گمراہ ہیں اور ہمارے تصرفات کے احوال اور ہمارے جیسے کارناموں کے لحاظ سے نادان اور جاہل ہیں مگر وہ اپنے ڈگر پر اور اپنی رؤیت باطنی کے اعتبار سے پہچان بھی رکھتے ہیں اور سمجھ بھی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی نجار کے ایک شخص کا اونٹ سرکش ہو گیا اور وہ ایک چار دیواری والے باغ

میں تھا' کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا' جو بھی اس کو پکڑنے کی کوشش کرتا اور اس کے قریب جاتا وہ اس پر حملہ آور ہو جاتا' لوگ اس کو پکڑنے سے عاجز ہو گئے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' جب آپ اس اونٹ کی طرف چلے اور اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ اونٹ جو کسی کے قابو نہیں آتا تھا اور کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا' آپ کو دیکھتے ہی اس نے گھٹنے ٹیک دیئے اور ایسا رام اور مطیع ہو گیا کہ آپ کے سامنے نہایت عاجزی اور فرماں برداری کی حالت میں اپنے ہونٹ زمینِ ادب پر ملنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مہار لاؤ' جب آپ نے اس کو مہار ڈالی اور دیکھا کہ لوگ اس پر تعجب کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تمہیں تعجب کس بات پر ہو رہا ہے' سنو! زمین اور آسمان کے درمیان کوئی شے ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول نہ سمجھتی ہو ماسوا نافرمان و کافر جنوں اور انسانوں کے۔

اور صحاح میں نبی مکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جمعہ کے دن ہر جانور قیامت کے قائم ہونے کے انتظار میں ڈرتے ہوئے چیختا ہے۔ (مسند احمد ج۲ ص۴۸۶)

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے: مؤذن کی اذان کو انسان' جنات' درخت' پتھر' ڈھیلے جو بھی سنیں گے وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دیں گے۔ (صحیح بخاری ج۲ ص۷۸۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۲۳' مؤطا امام مالک ج۱ ص۶۹)

مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا: امام مالک نے اپنے مؤطا میں اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے کہ میت کی آواز کو انسان اور جن کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور اس معنیٰ میں احادیث بہت ہیں اور ہم نے اس کتاب کے مختلف ابواب میں ان کو ذکر کیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام حیوانات اور جمادات کا حشر ہو گا کیونکہ ہر شئی کے لیے اس کی حقیقت کے مطابق اور اس کی حیثیت کے اعتبار سے ادراک کرنا' مشاہدہ اور دیکھنا ثابت ہے اگرچہ انسانوں کی طرح نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط (الاسراء:۴۴)

اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے (اختلافِ لغات کے باعث یا دشواری ادراک کے سبب)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور ہر چیز کی زندگی اسی کے حسب حیثیت ہے۔ مفسرین نے کہا کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹخنا یہ بھی تسبیح کرنا ہے اور ان سب کی تسبیح ''سبحان اللہ وبحمدہ'' ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کی انگشت مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہم نے دیکھے اور یہ بھی ہم نے دیکھا کہ کھاتے وقت میں کھانا تسبیح کرتا تھا۔ (صحیح بخاری)

حدیث شریف میں ہے' سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت کے زمانہ میں مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (صحیح مسلم) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' رسول کریم ﷺ لکڑی کے ایک ستون

سے تکیہ فرما کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے' جب منبر بنایا گیا اور حضور منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رویا' حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اس پر دست کرم پھیرا اور شفقت فرمائی اور تسکین دی (صحیح بخاری) ان تمام احادیث سے جماد کا کلام اور تسبیح کرنا ثابت ہوا۔ (حاشیہ صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ (الرعد:۱۵)

اور (سب) اللہ ہی کے لیے سجدہ کر رہے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح وشام ۝

(سائے بھی ان کی تبعیت میں سجدے کرتے ہیں۔ زجاج کا قول ہے کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اس کا سایہ اللہ تعالیٰ کو۔ ابن انباری نے کہا کہ کچھ بعید نہیں اللہ تعالیٰ سائے میں ایسا فہم پیدا کرے کہ وہ اس کو سجدہ کریں۔)

اور عزیز وغالب خدا کا ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ . (الحج:۱۸)

کیا آپ نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور جو زمینوں میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ سجود اور تسبیح زبانِ حال سے ہوتی ہیں' زبانِ قال سے نہیں کیونکہ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بلاوجہ کلام کو مجاز پر محمول کرتا ہے حالانکہ اللہ سبحانہ حق (حقیقت) کو بیان فرماتا ہے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب حکیم میں اس کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ. (الانعام:۵۷)

حکم اللہ ہی کا ہے' وہ حق (حقیقت) بیان فرماتا ہے۔

اور یہ نظر نظر کی بات ہے' جس نے اللہ کے نور سے دیکھا اس کی نگاہ معنیٰ کی حقیقت تک پہنچ گئی اور اس پر بھید کھل گیا اور اندھا پن زائل ہو گیا اور جنہوں نے نورِ ایمان اور نورِ خدا کے بغیر محض اپنی بشری حیثیت سے ان جمادات' نباتات اور حیوانات کو دیکھا اور ان چیزوں کو ان کی خاص زندگی اور ان کے مخصوص ادراک و مشاہدہ کے حسب حال نہ دیکھا تو ان کی نظروں سے حقیقت اوجھل رہ گئی اور یہ لوگ اپنے قصور فہم پر جمے رہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نور وعرفان اور فہم وفراست کی روشنی عطا نہیں فرماتا اس کے لیے کوئی نور اور روشنی نہیں ہے۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس مذکورہ بالا بحث پر صاد کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ سب ثابت اور درست ہے' اس کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث جس میں بیان ہوا کہ زمین ان تمام افعال اور اقوال کی شہادت اور گواہی دے گی جو اس پر انسان کرتا رہا تھا۔ یہ حدیث بھی صحیح ہے اور ایسے ہی ایک اور

حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "مال گواہی دے گا" اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو بکریوں کے پاس سے ہوا جو لڑ بھڑ رہی تھیں' آپ ﷺ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بے سینگ بکری اور اس سینگ والی بکری کے درمیان انصاف فرمائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۳۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۳-۴۱۱' ابن حبان ج ۹ ص ۲۲۸' البیہقی ج ۶ ص ۹۳)

حضرت ثابت بن طریف کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' ان کے دروازہ پر اجازت طلب کرنے کے لیے کھڑا تھا تو مین نے سنا' حضرت ابوذر اونچی آواز سے کہہ رہے تھے: بہ خدا! اگر آخرت میں حساب نہ دینا ہوتا تو میں تجھے سخت مارتا' ثابت کہتے ہیں کہ میں جب اندر گیا تو میں نے کہا: اے ابوذر! کیا بات تھی؟ انہوں نے بکری کی طرف اشارہ کیا' میں نے کہا: میرا تو خیال ہے کہ اگر آپ اس کو مارتے ہیں تو آپ پر اس کا کوئی ضرر ہے نہ آپ کا اس پر کوئی مواخذہ ہوگا! حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے یا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' ایک بکری سے بھی ضرور سوال ہوگا کہ اس نے دوسری بکری کے سینگ کیوں مارا تھا اور ایک پتھر سے بھی اس بات کا سوال ہوگا کہ اس نے کسی انسان کی انگلی پر خراش یا چوٹ کیوں لگائی تھی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے ابوذر! جانتے ہو یہ بکریاں کس لیے لڑتی ہیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! "نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ قیامت کے دن ان دونوں کے مابین فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا' زمین کو کھال کی طرح بچھا دیا جائے گا اور اس پر تمام جن وانس' چوپایوں اور جنگلی جانوروں کو اکٹھا کیا جائے گا اور اس دن اللہ تعالیٰ تمام جانداروں کے درمیان قصاص کا فیصلہ کرے گا حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ والی بکری کے لیے قصاص اور بدلے کا فیصلہ فرمائے گا کہ اس نے اس کے سینگ کیوں مارا تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ تمام جانوروں کے درمیان قصاص کا فیصلہ فرما چکے گا تو ان سے فرمائے گا: سب خاک ہو جاؤ۔ پس کافر جب ان چوپایوں کو مٹی ہوتا دیکھے گا تو تمنا کرے گا: کاش! وہ بھی مٹی ہو جاتا۔

امام عبدالکریم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "التحبیر" میں فرمایا: ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن جب تمام جنگلی جانوروں اور چوپایوں کو جمع کیا جائے گا تو سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے' فرشتے کہیں گے: یہ سجدہ کرنے کا دن نہیں ہے آج تو ثواب اور عقاب کا دن ہے' جانور جواب دیں گے کہ یہ سجدۂ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بنی آدم میں سے نہیں بنایا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے حیوانات کو (بوقتِ سجدہ) کہیں گے: اللہ عزوجل نے تمہیں ثواب اور عقاب کے لیے جمع نہیں فرمایا تمہیں تو صرف آدمیوں کے گناہوں اور برے کاموں پر گواہی دینے کے

لیے جمع کیا گیا ہے اور یہ بات ثابت ہے۔ امام قشیری نے یہ قول اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تشریح کرتے ہوئے اسم مبارک ''المقسط الجامع'' کے تحت لکھا ہے۔

## فصل

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کی نیکیاں حق داروں کو ان کے حقوق کے عوض میں دے دی جائیں گی۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بعض علماء کا خیال ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ روزہ کا اجر وثواب روزے دار کے ساتھ مختص ہوگا' روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ کسی حق دار کو اس کے حق کے عوض میں نہیں دے گا اور اس کا پورا اجر روزے دار کے لیے خاص رکھا گیا ہے۔

اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مذکور ہے:

روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔ (صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۰۳' صحیح مسلم ج ۸ ص ۲۹' ترمذی رقم الحدیث: ۷۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۷' ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۸۹۷' بغوی ج ۶ ص ۲۲۱)

لیکن اس باب کی احادیث سے اس قول کی تردید ہوتی ہے اور تحقیق یہی ہے کہ تمام اعمال سے لوگوں کے حقوق ادا کیے جائیں گے چاہے روزہ ہو یا دوسرے نیک اعمال۔

بعض علماء نے اس کی ایک یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ روزہ چونکہ ایسی عبادت ہے جس میں ریاکاری نہیں ہوتی اس لیے یہ عبادت خاص اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور کسی کو معلوم ہوتی ہے اور نہ ہی اعمال نامہ میں لکھی ہوتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ مخفی و پوشیدہ اور محفوظ رکھتا ہے حتیٰ کہ روزہ بندے کے لیے عذاب سے ڈھال بن جاتا ہے۔ قیامت کے دن حق داروں کے گناہ جب اس شخص پر ڈالیں گے جس کے ذمہ لوگوں کے حقوق دینا آتے ہوں گے تو روزہ اس شخص کو گناہوں کے ضرر اور عذاب سے ڈھال کا کام دیتے ہوئے بچالے گا۔ اب گناہ کا ارتکاب کرنے والوں سے چونکہ گناہ دُور کر دیئے گئے لہٰذا ان کو ان گناہوں کے سبب عذاب نہیں ہوگا اور اس شخص کو بھی جو لوگوں کے حقوق مارنے والا تھا اور حق داروں کے حقوق کے عوض ان کے گناہ اس کے اوپر ڈال دیئے یہ گناہ کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے کیونکہ روزہ اس کو بچالے گا۔ قاضی ابوبکر ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ ''سراج المریدین'' میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک خوبصورت توجیہ ہے اور الحمدللہ اس تاویل کے بعد احادیث کے درمیان انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تعارض باقی نہیں رہے گا۔

## ○○○-باب

### اقلیتوں کے حقوق کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! جس شخص نے کسی ذمی (کافر) پر کوئی ظلم کیا یا اس کے حق میں کمی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ اس کو کسی کام کی تکلیف دی یا زبردستی اس کی کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن اس کے حقوق کا

کیس میں بذاتِ خود لڑوں گا۔ محدث محمد عبدالحق نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۳۶' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۰۵' میزان ج ۳ ص ۵۹۷)

## ۰۰۰-باب

## قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا حق داروں کو راضی کرنے کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الاربعین'' میں اور ابن ابی الدنیا نے ''کتاب حسن الظن باللہ تعالیٰ'' میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے' اچانک میں نے آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دانت مبارک ظاہر ہوگئے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کے دو مردوں کو میرے پروردگار عزوجل کے حضور پیش کیا گیا تو ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے میرے بھائی سے میرا حق دلادے! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بندے! تو اپنے بھائی کو اس کا جو تجھ پر حق ہے وہ دے دے۔ اس بندے نے کہا: اے میرے رب! میری نیکیوں میں سے تو کچھ بچا نہیں ہے تو دوسرا شخص کہنے لگا: اے میرے رب! پھر اس کو میرے گناہوں کا بوجھ اُٹھانا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے' پھر آپ نے فرمایا: وہ دن ایسا دن ہوگا کہ جس میں لوگ اس چیز کے محتاج ہوں گے کہ کوئی ان کے گناہوں کا بوجھ اُٹھالے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے حق کا مطالبہ کرنے والے شخص سے فرمائے گا کہ آنکھ اُٹھا کر اوپر جنتوں کی طرف دیکھ پس جب وہ شخص نگاہ اُٹھا کر دیکھے گا تو اسے جنت کی نعمتیں اور وہاں کی اچھی اچھی چیزیں بہت پسند آئیں اور بھلی لگیں گی تو بندہ کہے گا: اے رب! یہ نعمتیں کس کے لیے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو اس کی قیمت ادا کرے گا۔ بندہ کہے گا: ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو دے سکتا ہے۔ بندہ عرض کرے گا: تو پھر کس طریقے سے اس کی قیمت ادا کی جائے؟ ارشاد ہوگا کہ تیرا اپنے بھائی کے حق کو معاف کر دینا اس کی قیمت ہے' بندہ عرض کرے گا: اے رب! میں نے اپنے بھائی کو معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور اسے جنت میں لے جا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح کے ساتھ رہو' بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایمان والوں کے درمیان صلح فرمادے گا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۵۷۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: قیامت کے دن ایک مؤمن کو اس حال میں اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا کہ قرض خواہ نے اس کو پکڑا ہوا ہوگا اور وہ کہے گا کہ اس پر میرا قرضہ ہے پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں اس بات کا زیادہ حق دار ہوں کہ اپنے بندے کی طرف سے اس کا قرض ادا فرماؤں۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ اس مقروض کی طرف سے قرض خواہ کو راضی اور خوش کر دے گا اور اس کی مغفرت فرمادے گا۔

ابن ابی الدنیا نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن محمد بن اسماعیل نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے فرمایا کہ مجھ تک

یہ حدیث پہنچی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیاء کی طرف وحی بھیجی کہ میری وجہ سے جو لوگ تکالیف برداشت کرتے ہیں ان کا یہ عمل میری نظر میں ہے اور جو لوگ میری رضا اور خوشنودی طلب کرنے کے لیے مصیبتیں اور مشقتیں جھیلتے ہیں ان کو میں دیکھ رہا ہوں' کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان کا یہ عمل بے کار چھوڑ دوں گا' یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ میں سب سے زیادہ اپنی مخلوق پر رحم فرمانے والا ہوں' اگر میں کسی کو سزا دینے میں جلدی کرنے والا ہوتا یا سزا دینا میری شان اور طریقہ ہوتا تو سب سے پہلے میں انہیں سزا دیتا جو میری رحمت سے ناامید ہوتے ہیں' اگر میرے مؤمن بندے دیکھتے کہ میں مظلوم حق داروں سے زیادتی اور ظلم کرنے والے کو کس طرح معافی دلاتا ہوں اور جنہوں نے اپنے حقوق معاف کر دیئے ان کے لیے اپنے جوارِ رحمت میں ہمیشہ رہنے کا کس طرح فیصلہ فرماتا ہوں تو پھر وہ میرے فضل فرمانے اور میرے کرم اور بخشش کرنے میں کبھی طعن نہ کرتے۔

# فصل

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ بعض لوگوں کو عذاب نہ دے بلکہ ان کے جرائم سے درگزر فرماتے ہوئے ان کی مغفرت فرمادے اور ان کے فریقِ مخالف کو اپنی طرف سے ان کے حقوق کے سلسلے میں راضی اور خوش کر دے' اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس سے مراد وہ ظالم لوگ ہوں گے جو تائب ہوگئے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ○ تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے ○

(الاسراء:۲۵)

اور ''اَوّاب'' سچی توبہ کرنے والے کو کہتے ہیں یعنی جو شخص گناہ کو اس طرح چھوڑ دے کہ پھر دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرے' ابو حامد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی تاویل کی ہے اور یہ اچھی تاویل ہے۔

اور یا پھر یہ حکم اس شخص کے لیے ہوگا جس کے اعمال اچھے اور بُرے ملے جلے دونوں طرح کے ہوں گے' اللہ تعالیٰ اس کے کسی نیک عمل کے سبب اس کی بخشش فرمادے گا اور حق داروں کو بھی اللہ تعالیٰ راضی کر دے گا جیسا کہ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف انہی دو آدمیوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا ذکر حدیث میں ہوا کیونکہ اس میں ''رجلان'' تثنیہ کا صیغہ وارد ہوا ہے جو دو افراد پر دلالت کرتا ہے اور جمع کا تقاضا نہیں کرتا' اس کی مثال وہ حدیث ہے جس میں منافق کی صفت بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو گلّوں کے درمیان پریشان پھرے کہ کدھر جائے۔

(صحیح مسلم ج ۷اص ۱۲۸' مسند احمد ج ۲ص ۳۲' بغوی ج ۱۱ص ۱۱۷)

اور اگر یہ حکم تمام لوگوں کو عام ہو تو پھر کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا اور اسی طرح وہ حدیث جس میں نبی

پاک علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: قیامت کے دن عرش کے نیچے سے ایک منادی نداء کرے گا: اے محمد (ﷺ)! کی امت! تمہارے جو گناہ اور جرائم میرے حق میں تھے وہ میں نے بخش دیے اور اب وہ جرائم باقی ہیں جو تم نے بندوں کے حقوق میں کیے ہیں' تم آپس میں ان کی معافی تلافی کر لو اور بخشوالو اور میری رحمت کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اور اگر اس کو بھی عام تسلیم کر لیں تو پھر کوئی ایک بھی دوزخ میں داخل ہونے والا نہیں ہوگا اور یہ واضح ہے' غور کر لیجیے گا!۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۵۴۵)

## ***-باب

## قیامت کے دن سب سے پہلے اُمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا محاسبہ ہونے کا بیان

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم (بعثت کے اعتبار سے) سب سے آخری اُمت ہیں اور (قیامت کے دن) حساب کتاب کے اعتبار سے سب سے پہلی اُمت ہوں گے' کہا جائے گا کہ اُمتِ اُمی اور اس اُمت کے نبی مکرم (ﷺ) کہاں ہیں؟ پس سب سے آخر میں آنے والے بھی ہم ہیں اور سب سے اوّل بھی ہم ہی ہوں گے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۰' الالبانی صحیح رقم الحدیث: ۳۴۶۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۲)

اور ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں:

تو تمام لوگ ہمارے لیے راستہ چھوڑ دیں گے اور ہم لوگ اس حال میں گزریں گے کہ آثارِ وضو سے ہمارے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے' تمام اُمتیں (اس پنج کلیانی اُمت کو دیکھ کر) کہیں گی: قریب تھا کہ یہ اُمت ساری کی ساری نبی ہوتی۔

## ***-باب

اس باب میں حسبِ ذیل تین امور کا بیان ہوگا:

(۱) قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب کتاب ہوگا۔

(۲) سب سے پہلے لوگوں کے درمیان جس چیز کا فیصلہ ہوگا وہ قتل ہوگا۔

(۳) اور اس شخص کا بیان جس کو سب سے پہلے خصومت کے لیے بلایا جائے گا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان قتل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱۲ ص ۱۸۷' صحیح مسلم ج ۱۱ ص ۱۶۷' نسائی ج ۷ ص ۸۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸-۴۴۲' ابن حبان ج ۹ ص ۲۱۹' قضاعی رقم الحدیث: ۲۱۲' البزار رقم الحدیث: ۲۶۸' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۸۷' بغوی ج ۱۰ ص ۱۴۹)

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور امام نسائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) سب سے پہلے بندے کا نماز پر محاسبہ ہوگا اور لوگوں کے درمیان جس چیز کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ قتل اور خون ریزی کے متعلق ہوگا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قیامت کے دن سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا جھگڑا لے کر حاضر ہوں گا۔

اس سے مراد وہ مشہور واقعہ ہے جس میں حضرت علی کا کفارِ قریش میں سے دو کافروں کے ساتھ جھگڑا ہونے کا بیان ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں انہی کے متعلق یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ. یہ دو فریق ہیں کہ اپنے رب کے بارے میں جھگڑے۔ (الحج:۱۹)

اس واقعہ کے متعلق مشہور صحیح حدیث وارد ہے جس کو بخاری، مسلم اور دوسرے ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی جماعت میں ہم سے یہ بیان فرمایا کہ (قیامت کے دن) سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خونوں (قتل) کے متعلق فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والا ہر مقتول آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہر مقتول اپنا سر اُٹھائے گا اور اس کی رگوں سے خون بہتا ہوگا تو وہ کہے گا: اے رب! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کس قصور میں قتل کیا تھا؟ پس اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے: تو نے اس کو کس وجہ سے قتل کیا تھا؟ قاتل کہے گا: اے رب! میں نے اس کو اس لیے قتل کیا تاکہ مجھے غلبہ حاصل ہو جائے اور مجھے عزت حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو ہلاک ہو گیا ہے۔ ''ثم لاتبقى قتله الا قتل بها و لامظلمة الا أخذبها''. پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے اگر چاہے گا تو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو رحمت فرما دے گا۔ (نسائی رقم الحدیث:۳۹۹۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے تمہارے نبی مکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (قیامت کے دن) مقتول اس حال میں (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) آئے گا کہ اس کا سر ایک ہاتھ کی طرف لٹک رہا ہوگا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے قاتل کو پکڑا ہوا ہوگا، اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا یہاں تک کہ جب دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا تو مقتول اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عرض کرے گا: اس شخص نے مجھے قتل کیا ہے پس اللہ تعالیٰ قاتل سے فرمائے گا: تیرا ستیاناس تو برباد ہوگیا اور اس کو دوزخ میں لے جائیں گے۔

(نسائی ج۷ص۸۵۔ ج۸ص۶۳، ترمذی رقم الحدیث:۵۰۲۰، ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۶۲۱، الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۱۲۲، مسند احمد ج۱ص۲۲۲، الحمیدی رقم الحدیث:۴۸۸، الطبرانی الکبیر رقم الحدیث:۱۰۷۴۲)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مقتول قاتل کی پیشانی اور سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے لائے گا اور اس کی رگوں

سے خون بہتا ہوگا' کہے گا: اے میرے پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا تھا حتیٰ کہ اس کو عرش کے قریب لے آئے گا۔
(ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۲۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۲۱' مسند احمد ج ۴ ص ۶۳۔ ج ۱ ص ۲۲۲)

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام مالک یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ بے شک (قیامت کے دن) سب سے پہلے بندے کے اعمال میں سے نماز کو دیکھا جائے گا' اگر اس کی نماز قبول ہوگئی تو پھر دوسرے اعمال بھی دیکھے جائیں گے اور اگر نماز ہی قبول نہ ہوئی تو پھر دوسرے اعمال میں سے کسی عمل کو نہیں دیکھا جائے گا۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ اگر چہ یہ حدیث بلاغ کے اعتبار سے حدیثِ موقوف ہے مگر دوسرے طرق سے اس کا مفہوم مرفوعاً ثابت ہے۔ امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام نسائی نے اسی معنیٰ کی مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ عزوجل فرشتوں کو امر فرماتا ہے کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو' کامل ہے یا ناقص! اگر کامل ہوتی ہے تو کامل لکھ دی جاتی ہے اور اگر اس میں کچھ کمی کوتاہی ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ فرشتو! دیکھو میرے بندے کے اگر نوافل ہوں تو ان سے فرائض کی کمی کو پورا کردو' پھر اسی طریق سے دوسرے اعمال کو لیا جاتا ہے۔ (نسائی ج ۱ ص ۲۳۳' ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۵۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۲۵-۱۴۲۶' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۷۲-۱۱۷۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۳' المستدرک ج ۱ ص ۲۶۲' البیہقی ج ۲ ص ۳۸۶' قضاعی رقم الحدیث: ۲۱۳' الایمان لابن ابی شیبہ ص ۴۱' الدارمی ج ۱ ص ۲۵۴)

اس حدیث کے الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور امام ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

## فصل

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فرائض کی کمی کو جو نوافل سے پورا کیا جائے گا یہ صرف اس صورت میں ہوگا کہ کسی شخص سے سہو اور بھول سے کوئی فریضہ رہ گیا ہو اور وہ ادا نہ کر سکا ہو یا رکوع وسجود کو احسن طریقے سے ادا نہ کیا اور اس کی قدر کو نہ جانا اور لیکن اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر فرض کو یا فرض میں سے کوئی چیز ترک کر دی اور اس کو یاد بھی تھا مگر عمداً ادا نہ کیا اور فرض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول رہا تو اس شخص کے فرائض میں رہ جانے والی کمی کو نوافل سے پورا نہیں کیا جائے گا۔

(واللہ اعلم)

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں رکوع وسجود کو پوری طرح ادا کیا نہ کامل خشوع کے ساتھ ادا کی تو اس میں اس شخص کی تسبیحات کو ملا کر زائد کر دیا جائے گا تا کہ اس کی کمی اور تقصیر پوری ہو جائے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۱' صحیح الجامع رقم الحدیث: ۶۲۲۴)

یہ حدیث منکر ہے اور اس کی سند ضعیف ہے اور اگر یہ روایت کسی دوسری سند سے پایا ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص فرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائے گا کہ اس نے اپنی طرف سے اس کو کامل طور پر ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور اگر چہ واقع میں وہ کامل طریق سے ادا نہیں ہوئی۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ انسان پر لازم ہے کہ پہلے تو وہ فرائض کی محافظت کرے' جس طرح حکم ہے اس کے مطابق رکوع اور سجود کو کامل طریق پر ادا کرے اور حضورِ قلب کے ساتھ پوری نماز کو ادا کرے۔ پھر بھی اگر کوئی کمی رہ گئی اور کسی قسم کی غفلت ہوگئی ہو تو ادائیگی فرض کے بعد نوافل ادا کرنے میں پوری ہمت صرف کرے' نوافل ادا کرنے میں سستی کرے اور نہ ہی ان کو ترک کرے اور جو شخص فرض کو احسن طریق سے ادا نہیں کرتا تو ضرور ہے کہ وہ نفل کو بھی اچھے طریقہ سے ادا نہیں کرے گا بلکہ نوافل کے اتمام واکمال میں لوگ بہت زیادہ نقصان اور خلل رہنے دیتے ہیں کیونکہ نوافل کو لوگ ہلکا اور معمولی سمجھتے ہوئے اس میں سستی کرتے ہیں۔

اور خدا کی قسم! دنیا میں ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ جاہل اور عام لوگوں کا کیا مذکور اچھے خاصے سمجھ دار حضرات جن کی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں اور ان کو عالم گمان کیا جاتا ہے وہ نوافل کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دیتے بلکہ فرائض بھی ادا کرتے ہیں تو اس طرح جیسے مرغ ٹھونگے مارتا ہے' اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جاہلوں کا حال کیا ہوگا جو کچھ نہیں جانتے اور جب یہ صورت ہے تو پھر ایسے نوافل سے فرائض کی تکمیل کیونکر ہوگی اور نقصان کی تلافی کیسے ہوگی' بہت دُور کی بات ہے۔ پس معلوم ہونا چاہیے کہ جب کوئی نمازی اس طرح کی نماز ادا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ٹھہرے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

| | |
|---|---|
| فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم:۵۹) | تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غیّ کا جنگل پائیں گے O |

(غی جہنم میں ایک وادی ہے' جس کی گرمی سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے۔)

علماء کی جماعت نے فرمایا: نماز کو ضائع کرنا یہ ہے کہ نماز کے شرائط اور آداب کا لحاظ نہ کرنا مثلاً طہارت میں کچھ خلل کا ہونا' رکوع و سجود میں کوتاہی کرنا اور پورے طریقے سے ادا نہ کرنا بغیر کسی قابلِ قبول عذر کے وقت سے بے وقت کر کے نماز پڑھنا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ لیکن اگر کسی مسلمان نے نماز کو سرے سے ترک ہی کر دیا اور پڑھی ہی نہیں تو وہ کافر ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی نماز کفایت نہیں کرتی جس میں آدمی رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۵۵' ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۷۰' ابن حبان ج ۳ ص ۱۸۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۲' البیہقی ج ۲ ص ۸۸' بغوی ج ۳ ص ۷-۹' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۸۷۸)

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہلِ علم صحابہ کا عمل رہا ہے اور ان کے بعد اہلِ علم کی رائے بھی

یہی ہے کہ بندہ رکوع وسجود میں اپنی پشت کو برابر کرے۔

امام شافعیؒ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے کہ جس شخص نے رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں کیا اس کی نماز فاسد ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ایسی نماز کفایت نہیں کرتی جس میں آدمی رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع اور سجود پوری طرح نہیں ادا کر رہا' جب وہ شخص اپنی نماز سے فارغ ہوا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ تیری نماز نہیں ہوئی اور اگر تو اسی حالت میں مر گیا تو تیری موت رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اور سنت کے خلاف پر واقع ہوگی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۹۵)

امام نسائی نے بھی انہی سے روایت کی ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس نے نماز میں تخفیف کر کے ادا کی تو حضرت حذیفہ نے اس شخص سے فرمایا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا: چالیس سال سے۔ حضرت حذیفہ فرمانے لگے: تو نے چالیس سال سے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو اسی طریقے سے نماز ادا کرتا ہوا مر گیا تو تیری موت رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف واقع ہوگی' پھر فرمایا: اگر بندہ ہلکی پھلکی نماز بھی پڑھتا ہے تو اسے رکوع اور سجود تو احسن طریقے سے ادا کرنا چاہئیں۔

اس معنیٰ میں اخبار وآثار بکثرت وارد ہیں جنہیں ہم نے اس باب کے علاوہ دوسرے مقام پر بیان کر دیا ہے اور یہ مضمون اس آیتِ کریمہ سے بھی واضح ہے:

اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ. (مریم:۵۹) جنھوں نے نمازیں گنوائیں۔

روزِ محشر که جان گداز بود اوّلین پُرسش نماز بود

(شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

قیامت کے دن سب سے پہلے جس کام پر بندے کا محاسبہ ہوگا وہ نماز ہے پس اگر نماز مکمل ہوئی تو لکھ دیا جائے گا کہ مکمل ہے اور اگر اس میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ اس کے اعمال میں دیکھو کہ نوافل بھی ہیں۔ پس اگر بندے کے نوافل ہوئے تو ان سے فرض کا نقصان اور کمی پوری کر دی جائے گی اور پھر اسی طریقہ پر دوسرے تمام اعمال کا جائزہ لیا جائے گا۔

اور یہ حدیث نص ہے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز کو ضائع کر دیا وہ دوسری عبادات کو اس سے بڑھ کر ضائع کرنے والا ہوگا۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ اس شخص کا قول لائقِ اعتبار نہیں جو کہتا ہے کہ نماز میں اسی قدر تعدیلِ ارکان واجب ہے کہ اس پر نماز کا اطلاق درست ہو اور یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔ قاضی عبدالوہاب نے اپنی ''تلقین'' میں اس کی طرف

اشارہ کیا ہے اور ابوالقاسم سے بھی یہی منقول ہے۔اس قول کے عدم اعتبار کی وجہ یہ ہے کہ اگر اتنی قدر پر اقتصار کرنا صحیح ہو تو اس نماز پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ مرغ کی طرح ٹھونگیں مارنے والے کی نماز ہے اور ایسی نماز کی مذمت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

یہ منافقین کی نماز ہے کہ ایک شخص بیٹھا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو اُٹھ کر چار ٹھونگیں لگالیتا ہے اور نماز میں اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر تھوڑا۔

اس کو امام مالک نے مؤطا میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، احادیثِ ثابتہ فسادِ نماز کا تقاضا کرتی ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، اس کے علاوہ ارشادِ نبوی علیہ السلام ہے:

| | |
|---|---|
| أما الركوع فعظموا فيه الرب وأما السجود فاجتهدوا في الدعا فقمن أن يستجاب لكم. | تم رکوع میں اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور سجدہ میں خوب کوشش سے دعا کرو، تو یہ اس بات کے بہت لائق ہے کہ تمہاری دعائیں قبول فرمالی جائیں۔ |

مؤطا امام مالک میں حضرت نعمان بن مرہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تمہارا شرابی، چور اور زانی کے بارے میں کیا خیال ہے اور یہ ان کے بارے میں احکام نازل ہونے سے قبل کا واقعہ ہے۔صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول (علیہ السلام) زیادہ جاننے والے ہیں تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ سارے بے حیائی کے کام ہیں اور ان کے کرنے میں سزا ہے اور سب سے زیادہ بری ان میں نماز کی چوری ہے۔صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! نماز کیسے چوری کی جاتی ہے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے رکوع اور سجود کو صحیح طریقے سے مکمل ادا نہ کرنا اس کی چوری ہے۔(مؤطا امام مالک ج۱ص ۱۶۷)

ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب آدمی اچھے طریق سے نماز ادا کرتا ہے اور رکوع و سجود کو مکمل طور پر ادا کرتا ہے تو نماز اس کے لیے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اسی طرح محفوظ فرمائے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے پھر وہ نماز آسمان کی طرف اُٹھائی جاتی ہے اور اگر کوئی شخص اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھتا اور رکوع و سجود کو کامل طور پر ادا نہیں کرتا تو نماز اس کے خلاف دعا کرتی ہے کہ خدا تجھے برباد کرے جیسے تو نے مجھے غارت کیا ہے، پھر نماز کو اس طرح لپیٹا جاتا ہے جیسے بوسیدہ کپڑا لپیٹتے ہیں اور لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔(ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث:۵۸۵)

اور جو شخص اوقاتِ نماز کی حفاظت نہیں کرتا وہ نماز کی حفاظت کرنے والا نہیں ہے، اسی طرح وضو اور رکوع و سجود کی محافظت نہ کرنے والا بھی نماز کا محافظ نہیں ہے اور جس نے نماز کی حفاظت نہیں کی اس نے اپنی نماز کو ضائع کیا اور جس نے نماز کو ضائع کرڈالا وہ اس کے علاوہ دوسری عبادات کو اس سے بڑھ کر ضائع کرنے والا ہوگا جیسا کہ نماز کی حفاظت کرنے والا اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس کی نماز محفوظ نہیں اس کا دین محفوظ نہیں ہے۔

# ٠٠٠-ذیلی باب

امام ابن ماجہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے باز پُرس فرمائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے بندے! جب تو نے برائی کو دیکھا تو اس کا انکار کرنے سے تیرے لیے کیا چیز مانع تھی؟ پھر اللہ تعالیٰ بندے کو جب حجت (جواب کا طریقہ) سکھائے گا تو وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! مجھے تیری رحمت کی امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۷' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۴۴' السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۹۲۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹' حمیدی رقم الحدیث: ۷۳۹' ابن حبان ج ۹ ص ۲۳۰)

امام فریابی نے روایت کیا ہے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو کمتر نہ جانے' جب کوئی شخص دین کے خلاف کوئی بات دیکھتا ہے اور وہ چپ رہتا ہے جواب نہیں دیتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے فرمائے گا: اے بندے! جب تو نے احکام شریعت کے خلاف ایسی اور ایسی بات کرتے لوگوں کو سنا تو تیرے لیے کیا چیز رکاوٹ تھی کہ تو ان مخالفین کو جواب دیتا؟ بندہ کہے گا: اے رب! میں لوگوں کے ڈر سے چپ رہا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے ڈر تو فقط میرا ہونا چاہیے تھا! (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷-۹۱' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۲۰۶' البیہقی ج ۱۰ ص ۹۰' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۸۴)

حافظ ابونعیم نے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص ایسے آدمی کے پاس ہرگز نہ ٹھہرے جو ظلماً کسی کو مار رہا ہو کیونکہ جب موقع پر موجود لوگ مظلوم کو ظالم کی مار سے نہ بچائیں تو ان پر بھی آسمان سے لعنت برستی ہے اور تم میں سے کوئی ایسے آدمی کے پاس ہرگز نہ رُکے جو ظلم سے کسی کو قتل کرنے کے درپے ہو کیونکہ ظلم کو دیکھ کر جو مظلوم کا دفاع نہیں کرتا اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ (الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۶۷۵' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۴' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۴۵)

یہ حدیث غریب ہے کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے اسد اور عکرمہ سے اسے روایت کرنے میں مندل بن علی الغنوی منفرد ہیں۔

# ٠٠٠-باب

## کافر اور منافق کے اعضائے بدن کی ان دونوں کے خلاف گواہی دینے اور اللہ عزوجل سے ان کی ملاقات کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان

(یٰسین:۶۵) کے کیے کی گواہی دیں گے O

اور فرماتا ہے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O (النور:۲۴)

روزِ (قیامت) ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے O

(زبانوں کا گواہی دینا ان کے مونہوں پر مہر لگائے جانے سے قبل ہوگا اور اس کے بعد جب وہ کہیں گے: ہم مشرک نہ تھے نہ ہم نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کے مونہوں پر مہریں لگا دی جائیں گی جس سے زبانیں بند ہو جائیں گی اور اعضاء بول اُٹھیں گے اور دنیا میں جو عمل کیے تھے' ان کی خبر دیں گے)۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا ؕ (حٰم السجدہ:۲۱)

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔

ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو اس حال میں لایا جائے گا کہ ان کے مونہوں پر اور سب سے پہلے انسان کی ران اور اس کے ہاتھ بولیں گے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳)

امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ آپ مسکرائے' پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس بات پر ہنسا ہوں کہ بندہ اپنے رب سے یوں مخاطب ہوگا کہ یا اللہ! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں! وہ کہے گا: میں اس وقت مانوں گا جب مجھ میں سے ہی کوئی گواہ ہو' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تیرا نفس ہی تیرے حساب کے لیے کافی ہے اور نامۂ اعمال تحریر کرنے والے فرشتے شاہد اور گواہ ہیں پس اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور منہ سیل کرنے کے بعد اس کے دیگر اعضاء کو حکم دیا جائے گا کہ بولو! فرمایا کہ اس کے اعضاء اس کے اعمال کا ذکر کریں گے' پھر اس کے منہ سے پابندی اُٹھے گی تو اپنے اعضاء سے کہے گا: تمہارے لیے دوری اور دھتکار ہو' میں تمہاری طرف سے ہی تو لڑتا تھا۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۰۴۔۱۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۶۱' ابن حبان ج ۹ ص ۲۲۶)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

قیامت کے دن بندے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے کان' آنکھ' مال اور اولاد نہیں دیئے تھے اور کیا تیرے لیے چوپایوں کو مسخر نہیں کیا تھا اور تجھے کھیتی باڑی کا مالک نہیں بنایا تھا اور تو سردار بن کر مال اور پیداوار کا چوتھا حصہ وصول کرتا تھا! تو کیا تجھے آج کے دن مجھ سے ملاقات کا یقین نہیں تھا؟ بندہ کہے گا: ''نہیں'' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا اسی طرح میں بھی آج

تجھے عذاب میں چھوڑتا ہوں۔ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث:۲۴۲۸، البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث:۳۴)

امام مسلم نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے جیسا کہ ماقبل اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا پس اس سے کہا جائے گا: کیا خیال ہے اگر (آج) تمہارے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو اسے فدیہ دے دیتا؟ (اور اپنی جان چھڑا لیتا) تو وہ کہے گا: ہاں! پس اس سے کہا جائے گا: تجھ سے اس سے آسان چیز کا سوال کیا گیا تھا (مگر تو نے وہ ادا نہ کیا)۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۰۰، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۸)

## فصل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد "**فأول ما یتکلم من الانسان فخذہ**". "سب سے پہلے انسان کے اعضاء میں سے اس کی ران بولے گی" دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے:

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اس سے مقصود ذلت اور رسوائی میں زیادتی ہے جیسا کہ قرآن حکیم ناطق ہے:

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ — ہمارا یہ نوشتہ تم پر حق بولتا ہے۔

(الجاثیہ:۲۹)

کیونکہ وہ دنیا میں اعلانیہ گناہ اور بے حیائی کے کام کرتا تھا اور گناہوں کے وقت اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہوتا تھا اور وہ وہ کام نہیں کرتا تھا جو ایک ترس کھانے والے اور خوفِ خداوندی رکھنے والے شخص کو کرنا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کے سرِعام اور کھلے بندوں بدکاری اور بے حیائی کا مظاہرہ کرنے کے سبب اسے سزا بھی **علی رؤوس الأشهاد** دے گا تا کہ وہ اپنے کیے کے مطابق سزا پائے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اس شخص کے حق میں ہو گا جو اپنا نوشتہ پڑھے گا اور اس کا وہ کچا چٹھا جو بتائے گا اس کو بندہ مانے گا نہیں اعتراف اور اقبالِ جرم کرنے کے بجائے انکار کرے گا۔ اس وقت اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور انسانی اعضاء جو دنیا میں ناطق اور بولنے والے نہیں ہوتے تھے اس کے خلاف بول اُٹھیں گے اور اس کے گناہوں کی گواہی دیں گے، یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے کہ اس پر ان کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنی کھالوں سے (اور زید بن اسلم کی روایت کے مطابق اپنی شرمگاہوں سے) کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟ اور ان کی اپنے انکار میں سرکشی بڑھے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسوائی اور ذلت کے مستحق ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس دن کی رسوائی اور فضیحت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

# فصل

سابق حدیث میں اس قول ''وترکتک ترأس وتربع'' کا معنیٰ ہے کہ تو اپنی قوم کا رئیس اور سردار بن گیا اوران سے مال مویشی اور دیگر اجناس اور غلہ کی پیداوار کا چوتھائی حصہ وصول کرتا تھا' ان کے ہاں رواج تھا کہ ان کے امراء اور رؤساء اپنے کارندوں کے اموال کا چوتھا حصہ لیتے تھے اور اس کا نام وہ ''مرباع'' رکھتے تھے' ان کا ایک شاعر کہتا ہے:

لک المرباع منها والصفایا وحکمک والنشیطة والفضول

''غنیمت میں سے چوتھائی حصہ اور عمدہ عمدہ مال آپ کے لیے ہے اور آپ کا حکم سر آنکھوں پر' موٹے جانور اور کمائی کا چوتھا حصہ بھی آپ کے لیے حاضر ہے''۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

منا الذی ربع الجیوش لصلبه عشرون وهو یعد فی الأحیاء

''ہمارے اندر زندوں میں اس کو شمار کیا جاتا ہے جو اپنے زور اور سختی سے غنیمت کا چوتھائی حصہ لے سکتا ہو اور ہمارے قبیلہ میں ایسے بیس طاقت ور سردار موجود ہیں''۔

مالِ غنیمت کا چوتھائی (1/4) حصہ جب امیر لے لے تو اس وقت کہا جاتا ہے: ''ربع الجیش یربعه رباعة'' امام اصمعی کہتے ہیں: جاہلیت میں ربع (چوتھا حصہ) امیر وصول کرتا تھا اور اسلام میں خمس (پانچواں حصہ) مقرر ہوا اور حدیث سابق میں اللہ تعالیٰ کے قول: ''الیوم أنساک کما نسیتنی أی الیوم أترکک فی العذاب کما ترکت عبادتی ومعرفتی'' کا معنیٰ ہے: اے بندے! جس طرح تو نے (دنیا میں) میری معرفت (یعنی تصدیق کرنے) اور عبادت کرنے کو ترک کیا آج میں بھی تجھے اسی طرح عذاب میں بے یار و مددگار چھوڑتا ہوں۔

سوال: کیا آخرت میں کافر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ نیز یہ کہ کیا کافر سے بھی اللہ تعالیٰ سوال و جواب فرمائے گا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ''ہاں!'' جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور اس بات کے ثبوت میں بکثرت آیاتِ قرآنیہ موجود ہیں جن میں سے بعض آیات بطورِ نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ. تو بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے۔ (الاعراف:٦)

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ. اور کبھی تم دیکھو جب اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے۔ (الانعام:٣٠)

اُولٰٓىٕكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ. وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے۔ (ھود:١٨)

وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ط (الکہف:۴۸)
اور سب تمہارے رب کے حضور قطار باندھے پیش ہوں گے O

اور فرمایا:

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝ (الغاشیہ:۲۵-۲۶)
بے شک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے O پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے ان کا حساب O

ارشادِ خداوندی ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ط الی قوله وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ (العنکبوت:۱۲-۱۳)
اور کافر مسلمانوں سے بولے: ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اُٹھالیں گے یہاں تک کہ فرمایا کہ..... اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ بہتان اُٹھاتے تھے O

ان آیات سے ثابت ہوا کہ کافر سے سوال ہوگا' اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ کافر سے سوال ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِىْ وَالْاَقْدَامِ ۝ (الرحمٰن:۴۱)
مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے O

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ملائکہ مجرمین سے سوال کریں گے اور نہ دریافت کریں گے بلکہ ان کی صورتیں دیکھ کر ہی پہچان لیں گے (کیونکہ ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی) جبکہ اوپر دعویٰ کیا گیا ہے کہ کافر سے بھی سوال ہوگا؟

اسی طرح حدیثِ مبارک ہے' حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

دوزخ سے ایک گردن نمودار ہوگی اور اس سے آواز آئے گی کہ مجھے تین شخصوں پر مقرر اور مسلط کیا گیا ہے: (۱) ظالم اور عناد رکھنے والے ہٹ دھرم پر (۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے پر (۳) اور تصویریں بنانے والے پر۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب حساب کتاب اور اعمال کا وزن ہو چکے گا اور پھر اعمال نامے بعض لوگوں کے دائیں اور بعض کے بائیں ہاتھوں میں اُڑ کر پہنچ جائیں گے تو اس کے بعد ایسا ہوگا۔ اور اس پر یہ قول دلالت کرتا ہے جو حدیث پاک میں ہے کہ ''وبالمصورین'' اب یہ مصور اگر کلمہ گو ہوں گے تو ان سے سوال و جواب اور حساب کتاب ضرور ہوگا اس کے بعد ان کے لیے شدید ترین عذاب کا حکم سنایا جائے گا اور اگر وہ کافر و مشرک ہوں گے تو اس صورت میں ان کا ذکر ''تکرار فی الکلام'' کے قبیل سے ہوگا۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ مخلوق کے حساب لینے کا ذکر فرمایا ہے اور احادیث میں بھی اسی طرح آیا ہے اور بعض احادیث دلالت کرتی ہیں کہ

کثیر مؤمنین بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے تو اس لحاظ سے اب انسانوں کے تین گروہ ہو گئے: ایک گروہ وہ ہوگا جس کا سرے سے کوئی حساب کتاب ہی نہیں ہوگا اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جس کا آسان اور سہل حساب ہوگا' یہ دونوں گروہ مؤمنین کے ہوں گے جبکہ تیسرا گروہ وہ ہوگا جس کا بڑا سخت اور کڑا احتساب ہوگا اور یہ گروہ پھر دو حصوں میں تقسیم ہوگا۔ مسلم اور کافر اور جب مؤمنین میں سے ایک جماعت ایسی ہوگی کہ جو رحمتِ خداوندی کے بہت قریب ہوگی اور مقربین کی یہ جماعت بغیر حساب کے جنت میں جائے گی تو کچھ بعید نہیں ہے کہ اسی طرح کفار میں سے ایک بھاری ٹولہ ایسا ہو جو اللہ کے قہر وغضب کے سب سے زیادہ قریب ہو اور وہ بغیر حساب کے دوزخ میں جائے۔

کتاب ''دقائق ابن المبارک'' میں شہر بن حوشب کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب آگ ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے گی تو اس کے بعد اعمال نامے پھیلا دیئے جائیں گے' میزان قائم کر دیئے جائیں گے اور مخلوق کو حساب کے لیے بلایا جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ؕ (المطففین:۱۵) | ہاں ہاں بے شک وہ اس دن (روزِ قیامت) اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں ۝ |

اور ارشاد فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (القصص:۷۸) | اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں ۝ |

نیز ارشاد ہوتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (البقرہ:۱۷۴) | اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا۔ |

ان مندرجہ بالا آیات کا حکم اپنے عموم کی وجہ سے جمیع کفار کو شامل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے کئی مواقع اور مختلف مقامات ہوں گے' ان میں سے بعض جگہ سوال نہیں ہوگا اور کسی جگہ سوال ہوگا لہٰذا آیات اور احادیث میں کوئی تناقض نہیں ہے (یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ استعلام کے لیے سوال نہ ہوگا لہٰذا نفی کر دی اور زجر و توبیخ کے لیے ہوگا لہٰذا ثبوت بھی صحیح ہے' نفی و اثبات کے محمل الگ الگ ہیں' اس لیے ان میں کوئی تناقض نہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قیامت کے مختلف مراحل اور مقامات ہوں گے' ان میں سے کسی جگہ پوچھ گچھ ہوگی اور کسی جگہ سوال اور پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ان سے شفاء اور راحت کے طریق کا سوال نہیں ہوگا' ان

سے صرف زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر سوال اور پوچھ ہوگی کہ تم نے یہ کیوں کیا اور یہ کیوں کیا؟

اس سلسلہ میں دلیل قاطع اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ (الحجر:۹۲۔۹۳)

تو تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے ۝ جو کچھ وہ کرتے تھے ۝

مفسرین نے فرمایا کہ کلمہ ایمان ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے متعلق سوال ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ کفار سے ان کے اللہ عزوجل کے ساتھ کفر کرنے کے بارے پوچھ ہوگی کہ انہوں نے عمر بھر اللہ تعالیٰ کی توحید کے انکار کو اپنا وطیرہ اور شعار بنائے رکھا' ایمان کے تمام تر دلائل کی مخالفت کی اور براہین و معجزات کو دیکھا مگر ہٹ دھرمی اور اپنی ایمان دشمنی سے باز نہ آئے' ان کو ذلیل کرنے کے لیے ان سے سوال ہوگا اسی طرح رسولوں کے بارے میں ان سے پوچھ ہوگی اور سوال ہوگا کہ انہوں نے رسولوں کے صدق پر دلائل و معجزات کا مشاہدہ کیا لیکن ان پر ایمان کیوں نہ لائے اور ان کو کیوں جھٹلایا تھا۔

اور ارشادِ ربانی ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝ (العنکبوت:۱۲۔۱۳)

اور کافر مسلمانوں سے بولے: ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اُٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اُٹھائیں گے بے شک وہ جھوٹے ہیں ۝ اور بے شک ضرور اپنے (کفر و معاصی کے) بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ' اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ بہتان اُٹھاتے تھے ۝

اللہ تعالیٰ ان کے اعمال و افتراء سب کا جاننے والا ہے لیکن یہ سوال توبیخ کے لیے ہے۔ اس معنی کی آیات بہت ہیں اور جس شخص نے سورۃ مؤمنون کے آخر میں غور و فکر کیا اس پر حقیقت عیاں اور آشکارا ہو جاتی ہے' وہ آیات یہ ہیں:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۝ رَبَّنَآ

تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بابت پوچھیں گے ۝ تو جن کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے ۝ اور جن کے (نیک اعمال کے) پلڑے ہلکے نکلے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں خسارے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ۝ ان کے چہروں پر آگ لپٹ مارے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے ۝ (ان سے فرمایا جائے گا:) کیا تم پر (دنیا میں) میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم انہیں

اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ○ قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ ○ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ○ فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا حَتّٰٓى اَنۡسَوۡكُمۡ ذِكۡرِىۡ وَكُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَكُوۡنَ ○ اِنِّىۡ جَزَيۡتُهُمُ الۡيَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ○ قٰلَ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِيۡنَ ○ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ فَسۡـَٔلِ الۡعَآدِّيۡنَ ○ قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَـقُّ‌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ○ وَمَنۡ يَّدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ‌ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ○

(المؤمنون: ۱۰۱-۱۱۸)

جھٹلاتے تھے ○ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے ○ اے ہمارے رب! ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں ○ رب فرمائے گا: دھتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو ○ بے شک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ○ تو تم نے انہیں ٹھٹھا بنا لیا یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل میں میری یاد بھول گئے اور تم ان سے ہنسا کرتے ○ بے شک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلا دیا کہ وہی کامیاب ہیں ○ فرمایا: تم زمین میں کتنا ٹھہرے برسوں کی گنتی سے؟ ○ بولے: ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ، تو گننے والوں سے دریافت فرما ○ فرمایا: تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑا اگر تمہیں علم ہوتا ○ تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں ○ تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ، کوئی معبود نہیں سوا اس کے، عزت والے عرش کا مالک ○ اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے، بے شک کافروں کا چھٹکارا نہیں ○ اور تم عرض کرو: اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تو ہے سب سے برتر رحم کرنے والا ○

اور ابن المبارک کی شہر بن حوشب کے حوالہ سے جو ابن عباس سے روایت گزری ہے کہ: ''ان بعد أخذ النار هؤلاء الثلاثة تنشر الصحف وتوضع الموازين ويدعى الخلائق للحساب''. تو اس ''شہر بن حوشب'' کی امام مسلم اور دوسرے ائمہ حدیث نے تضعیف فرمائی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ الالکائی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

قیامت کے دن جس بھی شخص کا محاسبہ ہو گا وہ جنتی ہی ہو گا۔

اور علماء فرماتے ہیں کہ حساب تو صرف اس لیے ہو گا تاکہ ثواب اور جزاء دی جائے جبکہ کافر کی نیکیاں ہوتی ہی نہیں کہ اس کا حساب کر کے اس کو نیکیوں پر جزاء دی جائے۔

نیز اس لیے بھی کہ محاسبہ فرمانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک قرآن مجید میں یہ ہے کہ:

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا۔

(البقرہ:۱۷۴)

حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ وہ آیات اور احادیث جو اس سلسلہ میں وارد ہیں' ان کی بناء پر دوسرے لوگوں نے اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول مبارک کے مخالف روایات بیان کی ہیں اور یہی صحیح ہے۔ اور آیت مبارکہ ''لایکلمهم الله'' (اللہ تعالیٰ ان سے بات نہ کرے گا) کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کے ساتھ ان سے بات نہ کرے گا۔

امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: قرآن مجید میں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ دھتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو ۝ (المؤمنون:۱۰۸)

اور آیتِ کریمہ:

وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا ۝ (الرحمٰن:۳۹)

(یعنی ان سے دریافت کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا حال جاننے والا ہے۔ لہٰذا استعلام کے لیے سوال نہ ہوگا' توبیخ و زجر کے لیے ہوگا۔)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مؤمنین اور کفار کے درمیان تمیز اور فرق معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں ہوگا یعنی قیامت کے دن ملائکہ کو کسی سے یہ دریافت کرنے کی حاجت نہ ہوگی کہ وہ مؤمن ہے یا کافر؟ حتیٰ کہ ان سے سوال کرنا پڑے کہ تیرا دین کیا ہے اور تو دنیا میں کیا عمل کرتا تھا؟ تا کہ اس کے خبر دینے سے فرشتوں کو معلوم ہو کہ وہ مؤمن ہے یا کافر ہے' نہیں بلکہ مؤمنین کے چہرے تروتازہ ہوں گے' ان پر شگفتگی اور بشاشت کے آثار نمایاں ہوں گے' دل باغ باغ ہوں گے اور مشرکوں کے چہرے کالے سیاہ ہوں گے' آنکھوں میں نیل پڑے ہوں گے' نہایت کرب و الم میں مبتلا ہوں گے' پھر جب ان کو حکم ہوگا کہ مجرموں کو ہانک کر دوزخ میں دھکیل دو اور ان کو مؤقف میں مؤمنوں سے چھانٹ کر الگ کھڑے کر دو تو ملائکہ کے لیے ان کے ادیان اور عقائد کے تعرف اور جانچ کے لیے ان سے سوال کرنے کی حاجت نہ ہوگی' ان کے چہروں اور صورتوں سے سب کچھ عیاں ہو جائے گا' ان کے احوال ہی پہچان کو کافی ہوں گے۔

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ قیامت کے دن کفار سے سوال نہیں ہوگا اس کا مقصد یہ ہے کہ قیامت کا معاملہ اس سے مختلف ہوگا' وہاں اس طرح سوال نہیں ہوگا جس طرح حدیثوں میں آتا ہے کہ جب لوگ میّت کو دفنانے کے بعد چلے جاتے ہیں تو قبر میں منکر نکیر فرشتے آتے ہیں اور وہ میّت سے اس کے رب کے متعلق' اس کے دین کے متعلق اور اس کے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے سوالات کرتے ہیں اور قیامت میں اس طرح نہیں ہوگا یعنی

جب قیامت کا دن ہوگا اور فرشتوں کو مؤمن اور کافر کے درمیان فرق اور تمیز کرنے کی حاجت پڑے گی تو ان سے سوالات کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ چہروں اور صورتوں ہی سے پہچان لیں گے کہ کون مؤمن ہے اور کون کافر ہے یعنی پہچان کے لیے سوال نہیں ہوگا البتہ زجر و توبیخ کے طور پر ان سے سوال ہوگا اور جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ کفار سے بھی روزِ قیامت سوال ہوگا اس کا استدلال اس آیتِ مبارکہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (الحجر:۹۲) تو تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے○ جو کچھ وہ کرتے تھے○

یہ آیت کفار کے بارے میں ہے اور اس میں خبر دی گئی ہے کہ فرشتے کافروں سے ان کے عملوں کے متعلق سوال کریں گے۔ اور یہ جو کہتا ہے کہ ان سے ان کے اصل کفر کے متعلق سوال ہوگا اور پھر اس کے بارے میں الگ ان سے سوال ہوگا جو وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولانِ عظام علیہم السلام کے ساتھ ہمہ وقت استہزاء کرتے تھے تو تحقیق ان سے سوال ہوگا اس کے متعلق جو کام وہ کرتے تھے اور یہی قائل کی مراد ہے۔

## •••-باب

## اور زمین پر جو کچھ ہوا اور شب و روز میں جو عمل کیے گئے' زمان و مکان (یعنی زمین اور رات و دن کی ان کاموں کے متعلق شہادت و گواہی نیز مالدار کے خلاف اس کے مال و دولت کی گواہی کا بیان اور قولِ باری تعالیٰ ''وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِیْدٌ○''(قٓ:۲۱) کی تفسیر

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا○ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی○

(الزلزال:۴)

پھر سامعین سے دریافت فرمایا: جانتے ہو زمین کی خبریں دینے سے کیا مراد ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے' ارشاد فرمایا:

بے شک اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ ہر مرد و عورت نے جو کچھ اس پر کیا اس کی گواہی دے گی' کہے گی: فلاں روز یہ کیا فلاں روز یہ۔ یہ ہے زمین کی خبریں دینے سے مراد۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۴' المستدرک ج ۲ ص ۵۳۲)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

نوٹ: غافل اور خدا فراموش انسان بڑی بے باکی اور بے حیائی سے زمین کے گوشے گوشے کو اپنے گناہوں سے داغ دار کرتا رہتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ یہ درخت' یہ پتھر' یہ خاک کے ذرّے گونگے' بہرے ہیں' انہیں اس کے کرتوتوں کا احساس تک نہیں لیکن یہ اس کی نادانی ہے' جب قیامت کے جھٹکوں سے کرۂ زمین پھٹ جائے گا۔ اس

میں چھپی ہوئی سب چیزیں آشکارا ہو جائیں گی۔ اس وقت زمین کے وہ درخت جن کی گھنی چھاؤں میں وہ دادِ عیش دیتا رہا اور وہ چٹانیں جن کی اوٹ میں وہ گناہوں کی بزم آباد کرتا رہا، وہ چشم دید گواہوں کی طرح گویا ہو جائیں گے اور اس کے اعمال کا کچا چٹھا کھول کر سامنے رکھ دیں گے، اس وقت اس کی آنکھ کھلے گی، لیکن بے سود۔

آج سے کچھ عرصہ قبل جب یہ آیات تلاوت کی جاتیں تو کمزور ایمان والے لوگ ان کی مختلف تاویلات کرتے۔ اندھی بہری زمین کو کیا خبر کہ اس پر کیا ہو رہا ہے، بے جان در و دیوار کیا جانیں کہ ان کے احاطہ میں کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں، ویرانوں اور تاریکیوں میں نیک و بد اعمال کی جو دنیا آباد رہی ان کا سراغ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے شکوک انہیں پریشان کیا کرتے، لیکن سائنس کی محیر العقول ایجادات نے ان سب سوالات کا علمی جواب بہم پہنچا دیا ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور پھر ٹیپ ریکارڈر کی ایجاد نے ان تمام شکوک کا ازالہ کر دیا، جب ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہونے والی آواز آنِ واحد میں دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتی ہے اور سنی بھی جا سکتی ہے، جب ٹی وی اسٹیشن پر پیش کیا جانے والا پروگرام اپنی تفصیلات کے ساتھ دُور دُور تک دیکھا جا سکتا ہے، مکانوں کی دیواریں، قلعوں کی فصیلیں، اونچے اونچے پہاڑ اور گھنے جنگلات، ان تصاویر کو دیکھنے میں رکاوٹ نہیں ہو سکتے، جب ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ہر آواز کو اس کے لب و لہجہ اور زیر و بم کے ساتھ مقیّد کیا جا سکتا ہے اور جب کوئی چاہے انہیں بار بار سن سکتا ہے، اگر راڈار کی آنکھ ہزاروں میل دُور اڈوں سے اُڑنے والے جہازوں کا سراغ لگا سکتی ہے تو اب اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ زمین کا ذرّہ ذرّہ ایک خاموش تماشائی کی طرح ہماری کارستانیوں کو دیکھ رہا ہے اور اس کا ریکارڈ مرتب کر رہا ہے، قیامت کے روز ہماری زندگی کی پوری فلم تفصیل سے ہمیں دکھا دی جائے گی، پھر کسی میں یہ ہمت ہو گی کہ وہ ان چیزوں کا انکار کرے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کرام کو یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ:

زمین سے اپنی حفاظت کیا کرو یہ تمہاری ماں (اصل) ہے، جو کام بھی اس پر کوئی شخص کرے گا یہ اس کی اطلاع دے دے گی۔

اگر عقلِ سلیم ہو اور انسان غور اور سنجیدگی سے انہی آیات کو پڑھے تو اس کی ہدایت کے لیے مزید کسی وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ (ضیاء القرآن، حضرت ضیاء الامت قدس سرّہ العزیز)

حافظ ابونعیم نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدمی پر ہر آنے والا دن اس کو پکار کر کہتا ہے: اے آدم کے بیٹے! میں نیا پیدا ہونے والا (دن) ہوں اور میں تیرے ہر عمل کی قیامت کے دن گواہی دینے والا ہوں گا پس اے ابن آدم! تو میرے اندر نیکی اور بھلائی کا کام کر میں کل تیرے حق میں اس نیکی کی گواہی دوں گا اور (یاد رکھ کہ) میں جب گزر جاتا ہوں تو دوبارہ کبھی لوٹ کر نہیں آتا ہوں اور اسی طرح رات بھی کہتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۰۳، المیزان ج ۲ ص ۱۰۲)

یہ حدیث غریب ہے اور اس حدیث کو نبی مکرم ﷺ سے مرفوع طور پر میں صرف اسی اسناد سے جانتا ہوں۔

ابن مبارک نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

یعنی آدمی جہاں سجدہ کرتا ہے کسی درخت کے قریب یا کسی چٹان پر تو قیامت کے دن وہ جگہ' درخت اور پتھر اللہ تعالیٰ کے یہاں اس شخص کے لیے گواہی دیں گے۔

انہی سے روایت ہے کہ حضرت یحییٰ بن رافع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ..... اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ ۔۔۔۔۔ اور ہر

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ○ جان یوں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ○ (قٓ:۱۹-۲۱)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسرِ منبر فرمایا کہ ہانکنے والا بھی فرشتہ ہے اور گواہ بھی فرشتہ جو آدمی کے عملوں کی گواہی دے گا۔

## مال کی گواہی کا بیان

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: بے شک یہ مال شاداب اور شیریں ہے اور بہت اچھا مالدار وہ شخص ہے جو اپنے مال سے مسکین' یتیم اور مسافر کا حق ادا کرتا ہے یا جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اور جو شخص اس مال کو اس کے حق کے بغیر لیتا ہے وہ اس کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور قیامت کے دن وہ مال اس شخص کے خلاف گواہی دے گا۔

(صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۴۴' صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۲۷' نسائی (کتاب الزکاۃ باب: ۵۰) مسند احمد ج ۳ ص ۲۱-۹۱)

نوٹ: حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ بیت المال کا سب روپیہ حق داروں میں تقسیم کر دیتے' جب وہ خالی ہو جاتا تو اس میں دو نفل ادا کرتے اور پھر فرماتے: اے بیت المال کے در و دیوار' تمہیں گواہی دینی ہوگی کہ میں نے تمہیں حق کے ساتھ بھرا اور حق کے ساتھ خالی کر دیا۔ (مترجم)

امام مالک اور دوسرے ائمہ حدیث نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: مؤذن کی اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے اور اس کو جو بھی جن' انسان' درخت' پتھر اور کچا روڑا سنتا ہے ان میں سے ہر چیز اس کے لیے قیامت کے دن گواہی دے گی۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۲۳' مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۶۹)

## پند و نصیحت

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے بھائی! تو سوچ! تیرے ساتھ احوال کیا اقوال اور کیا افعال سب کے سب تیرے خلاف قیامت کے دن سلطانی گواہ بن کر پیش ہوں گے اور سب سے بڑا گواہ تو وہ ہے جو تیرے ہر عمل پر مطلع ہے' تیرا کوئی کام تو جہاں بھی کرے اور جب بھی کرے اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتا' وہ عالم الغیب تیری ہر حرکت و سکون کو دیکھنے والا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ

اور تم لوگ کوئی کام کرو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو۔

(یونس:۶۱)

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۷، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳، مؤطا امام مالک ج ا ص ۶۹)

اور تمہارے رب سے ذرّہ بھر کوئی چیز غائب نہیں، زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو پس تو اس علم اور یقین کے ساتھ عمل کر کہ تیرا ہر کام تیری ہی طرف لوٹنے والا ہے اور تیرا کیا تیرے آگے آنا ہے اور تیرے چھوٹے، بڑے، تھوڑے اور بہت، ہر عمل پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ تجھے بدلہ دے گا۔

# ۳۹-آخرت کی گواہی دنیا کی گواہی کے مطابق ہوگی

## دنیا میں بندہ جس بات کی شہادت دیتا ہے قیامت کے دن بھی اس کی گواہی اسی کے مطابق ہوگی

ابن مبارک نے روایت کیا ہے کہ:

حضرت سلیمان بن راشد بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ روایت پہنچی ہے کہ کوئی شخص دنیا میں جس بات پر گواہی دیتا ہے قیامت کے دن بھی تمام لوگوں کے سامنے اسی بات کی گواہی دے گا اور اگر دنیا میں وہ شخص کسی بندے کی مدح اور تعریف کرتا ہے تو قیامت کے دن بھی لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کرے گا۔

(الزھد لابن المبارک رقم الحدیث: ۳۹۷)

میں کہتا ہوں کہ یہ بات درست ہے کیونکہ اس کی صحت پر حق تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے:

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ○

اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا ○ (الزخرف:۱۹)

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○

کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو ○ (قٓ:۱۸)

# ۰۰۰-باب

اس باب میں دو امور کا بیان ہوگا:

(۱) قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام سے تبلیغِ رسالت کے متعلق سوال ہوگا۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت تمام اُمتوں پر گواہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ (الاعراف:۶۔۷)

تو بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے (کہ انہوں نے اپنی اُمتوں کو ہمارے پیغام پہنچائے اور ان اُمتوں نے کیا جواب دیا) O تو ضرور ہم ان کو بتا دیں گے اپنے علم سے اور ہم کچھ غائب نہ تھے (رسولوں کو بھی اور ان کی اُمتوں کو بھی کہ انہوں نے دنیا میں کیا کیا) O

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الحجر:۹۲)

تو تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے O

قیامت کے دن سوالات کا سلسلہ انبیاء کرام علیہم السلام سے شروع کیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ (المائدہ:۱۰۹)

تمہیں کیا جواب ملا۔

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ قیامت کی مشکلات و مصائب' معاملہ کی سختی و سنگینی اور شدت ھول کی وجہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عقلیں اُڑ جائیں گی' سمجھیں غائب ہو جائیں گی' انہیں جواب کا علم تھا لیکن بھول جائیں گے اور عرض کریں گے:

لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (المائدۃ:۱۰۹)

ہمیں کچھ علم نہیں بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا O

**نوٹ:** حضرت سید صدر الافاضل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:...... انبیاء کا یہ جواب ان کے کمالِ ادب کی شان ظاہر کرتا ہے کہ وہ علم الٰہی کے حضور اپنے علم کو اصلاً نظر میں نہ لائیں گے اور قابلِ ذکر قرار نہ دیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم و عدل پر تفویض فرما دیں گے۔ (مترجم)

پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قریب فرمائے گا اور سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور عرض کیا جائے گا کہ ان کے قلوب پر ہیبت چھائی ہوئی ہے اور ان کے اذھان سے جواب اُتر گیا اور ذھول کر گیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ ان کو ثابت قدمی بخشے گا اور ان کے دلوں میں جواب پیدا اور ظاہر فرما دے گا تو انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اُمتوں کے جواب پر گواہی دیں گے جو انہوں نے اپنے نبیوں کی دعوت پر دیئے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام یہ جواب محض اپنی مسکینی کا اظہار کرنے کے لیے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کریں گے جیسے حضرت عیسیٰ ابن مریم نے اپنے اس قول میں کہا کہ:

تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے' بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب

جاننے والا O　　(المائدہ:۱۱۶)

اور پہلا قول صحیح تر ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات و خصائص میں درجے متفاوت اور جداگانہ ہیں۔بعض حضرات سے بعض افضل ہیں۔حضرت مسیح ابن مریم انبیاء میں ایک جلیل القدر مقام رکھتے ہیں کیونکہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کہا ہے۔

ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن انبیاء تشریف لائیں گے تو کسی نبی کے ساتھ ایک اُمتی ہوگا اور کسی نبی کے ساتھ دو اُمتی ہوں گے اور کسی نبی کے ساتھ تین اور اس سے زائد اُمتی ہوں گے تو اس نبی سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا آپ نے اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ نبی کہیں گے: ہاں! چنانچہ ان کی اُمت کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا میرے اس نبی نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا تھا؟ تو وہ انکار کر دیں گے کہ نہیں، تو اللہ تعالیٰ اس نبی سے فرمائے گا: تمہارا شاہد اور گواہ کون ہے؟ وہ نبی کہیں گے: محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور آپ کی اُمت، تو اُمتِ محمدیہ (کے منتخب افراد) کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ کیا اس نبی نے میرا پیغام اپنی اُمت تک پہنچایا تھا؟ حضور ﷺ کی اُمت گواہی دے گی اور کہے گی کہ ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہیں اس کا کیونکر علم ہوا؟ وہ کہیں گے: ہمیں ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اس کی خبر دی اور ہم نے آپ کی بات کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۴، الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۵۸)

اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ:۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

(یعنی اُمت کو تو رسول اللہ ﷺ کی اطلاع کے ذریعے سے احوال اُمم و تبلیغ انبیاء کا علم قطعی و یقینی حاصل ہے اور رسول کریم ﷺ بکرم الٰہی نور نبوت سے ہر شخص کے حال اور اس کی حقیقتِ ایمان اور اعمال نیک و بد اور اخلاص و نفاق پر مطلع اور آگاہ ہیں)۔امام بخاری نے بھی اسی معنیٰ کی حدیث کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو مدعو کیا جائے گا تو وہ کہیں گے: اے اللہ! میں حاضر ہوں اور ساری بھلائی تیرے پاس ہے پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے نوح! کیا تو نے میرا پیغام پہنچایا؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ ''ہاں'' پھر حضرت نوح علیہ السلام کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ کیا انہوں نے تمہیں میرے احکام کی تبلیغ کی تھی؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے نوح! آپ کا گواہ کون ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی اُمت میرے شاہد اور گواہ ہیں۔ چنانچہ یہ گواہی دیں گے کہ بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اُمت کو تبلیغ کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام ان کو پہنچایا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ص ۳۱۶'مسند احمد ج ۳ص ۳۲'ابن حبان ج ۸ص ۱۳۶)

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (البقرہ:۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب اُمتوں میں افضل بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔

ابن المبارک نے اپنے ''دقائق'' میں بطریق ارسال زیادہ تفصیل کے ساتھ اس معنیٰ کی حدیث کو روایت کیا ہے۔

حضرت حبان بن ابی جبلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب تمام بندوں کو جمع فرمائے گا تو سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے گا' رب تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے اسرافیل! تو نے میرے عہد کے متعلق کیا کیا' کیا تو نے میرا عہد اور پیغام پہنچا دیا تھا؟ حضرت اسرافیل علیہ السلام عرض کریں گے کہ ''ہاں'' میں نے جبریل کو تیرا پیغام پہنچا دیا تھا' اب جبریل علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا اسرافیل نے تمہیں میرا پیغام دیا؟ حضرت جبریل علیہ السلام عرض کریں گے: ہاں! اے پروردگار! اسرافیل علیہ السلام نے مجھے آپ کا پیغام پہنچا دیا تھا' اب اسرافیل علیہ السلام تو بری الذمہ ہو جائیں گے اور حضرت جبریل علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے جبریل! کیا تو نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ جبریل علیہ السلام عرض کریں گے: ہاں یارب! بے شک میں نے رسولوں کو تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ رسولوں کو بلائے گا اور ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں جبریل نے میرا پیغام پہنچایا تھا؟ تمام رسول کہیں گے: ''ہاں یارب!'' چنانچہ جبریل علیہ السلام بھی بری الذمہ ہو جائیں گے' پھر رسولوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا تھا؟ تمام رسول عرض کریں گے: بے شک ہم نے اپنی اپنی اُمت کو تیرے احکام کی تبلیغ کی اور انہیں تیرا پیغام پہنچا دیا تھا' اب ساری اُمتوں کو طلب کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہیں میرے رسولوں نے تبلیغ کی تھی؟ تو ان میں سے بعض تصدیق اور اقرار کرنے والے ہوں گے اور بعض تکذیب اور انکار کرنے والے۔ اس پر رسول کہیں گے: اے اللہ! تو تو ہمارا گواہ ہے' اس کے علاوہ ان جھٹلانے والوں کے خلاف ہمارے پاس اور گواہ ہیں جو گواہی دیں گے کہ بلاریب ہم نے تیرا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے گواہ کون ہیں؟ تمام رسول عرض کریں گے: اے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور ان کی اُمت (ہماری گواہی دے گی) پس اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میرے ان رسولوں نے میرا پیغام لوگوں کو پہنچایا تھا؟ حضور ﷺ کے اُمتی کہیں گے: ''ہاں'' اے رب! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تمام رسولوں نے اپنی اُمتوں کو تیرے احکام کی تبلیغ کی ہے' وہ اُمتیں کہیں گی: یہ لوگ کیسے ہم پر گواہی دے سکتے ہیں جبکہ انہوں نے تو ہمارا زمانہ ہی نہیں پایا؟ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم کیسے ان اُمتوں کے خلاف گواہی دے رہے ہو' تم نے تو ان کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ وہ عرض کریں گے: اے رب کریم! تو نے ہمارے پاس رسول بھیجے اور تو

نے ہماری طرف اپنا عہد' کتاب اور احکام نازل فرمائے اور تو نے ہمیں یہ بتایا کہ رسولوں نے تیرے احکام لوگوں تک پہنچائے اور تبلیغ کی اور ہم اس کی گواہی دیتے ہیں جو کچھ تو نے ہم سے عہد لیا تو رب تعالیٰ فرمائے گا: انہوں نے سچ کہا ہے۔ (الزھد لابن المبارک رقم الحدیث: ۱۵۹۸)

اور اس بات کی تائید اللہ عزوجل کے اس ارشادِ مبارک سے ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (والوسط العدل) لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ: ۱۴۳)

اور اس طرح ہم نے تم کو تمام اُمتوں میں افضل کیا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔

امام ابن انعم بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی جس میں بیان ہے کہ:

بے شک اس دن امتِ محمد ﷺ گواہی دے گی سوائے اس شخص کے جس کے دل میں اپنے بھائی کے لیے شفقت اور نرمی نہ ہوگی۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ امام ابو حامد نے بھی ''کتاب العاقبہ'' میں اس کو روایت کیا ہے اور انہوں نے ''الوسط العدل'' کے قول کے بعد یہ بھی ذکر کیا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو بلائے گا اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد پھر ہر انسان کو ایک ایک کر کے علیحدہ علیحدہ اس کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا اور ان کے تھوڑے اور بہت' اچھے اور برے تمام اعمال اللہ رب العزت جلّ جلالہ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

امام ابو حامد الغزالی قدس سرہ اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں: یہ سب کچھ بعد میں ہوگا' پہلے اللہ تعالیٰ چوپایوں' وحشی جانوروں اور پرندوں کے درمیان حکم اور فیصلہ فرمائے گا اور سینگ والے جانور سے بغیر سینگ والے جانور کے لیے قصاص اور بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مٹی ہو جاؤ تو جب ان کو مٹی کر کے زمین برابر کر دی جائے گی تو اس وقت وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تھی' یہ چاہیں گے کہ کاش! ان کو مٹی اور خاک کر کے زمین برابر کر دی جائے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ (النساء: ۴۲)

اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی' کاش! انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے۔

اور کافر کی یہ تمنا ہوگی اور کہے گا:

يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ (النباء: ۴۰)

ہائے! میں کسی طرح خاک ہو جاتا ۝

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا: لوحِ محفوظ کہاں ہے؟ چنانچہ لوحِ محفوظ کو بارگاہِ خداوندی میں لایا جائے گا اور ایک عظیم شور برپا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے لوحِ محفوظ! تیرے اوپر جو تورات' زبور' انجیل

اور فرقان (قرآن مجید) لکھا ہوا تھا وہ کہاں ہے؟ لوحِ محفوظ کہے گی: اے پروردگار! اس کو روح الامین نے مجھ سے نقل کرلیا تھا' اب روح الامین علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور وہ اس حالت میں حاضر ہوں گے کہ ان کے اوپر کپکپی طاری ہوگی اور وہ آ کر گھٹنوں کے بل گر جائیں گے' اللہ جل جلالہ ارشاد فرمائیں گے: اے جبریل! یہ لوحِ محفوظ کہتی ہے کہ تو نے اس سے میرا کلام اور میری وحی کو نقل کیا ہے' کیا وہ سچ کہتی ہے؟ جبریل علیہ السلام عرض کریں گے: ہاں یا رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے اس سے میرا کلام نقل کر کے کیا کیا؟ جبریل عرض کریں گے: یا اللہ! میں نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور فرقان (قرآن مجید) حضرت محمد علیہ السلام کو اور اسی طرح ہر رسول کو ان کا پیغام اور اہلِ صحف کو ان کے صحیفے پہنچا دیئے تھے' تو آواز آئے گی کہ اے نوح (علیہ السلام)! پس ان کو لایا جائے گا تو ان کے اوپر لرزہ طاری ہوگا اور ان کے کندھوں کے درمیان کا گوشت پھڑ پھڑاتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے نوح! جبریل کہتے ہیں کہ اس نے میرا پیغام آپ تک پہنچا دیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: انہوں نے سچ کہا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ نے اپنی قوم (اُمت) کے ساتھ کیا کیا؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: میں نے رات دن انہیں دعوت دی مگر میرے بلانے اور میرے دعوت دینے سے ان کی سرکشی ہی بڑھی تو آواز آئے گی: اے نوح کی قوم! پس ساری قومِ نوح ایک ساتھ لائی جائے گی اور اس سے دریافت کیا جائے گا: تمہارے قومی بھائی حضرت نوح علیہ السلام کہتے ہیں کہ انہوں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! وہ درست نہیں کہتے' انہوں نے ہمیں کوئی تبلیغ نہیں کی اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت اور دعوت و تبلیغ کا انکار کر دیں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے نوح! کیا تمہارا کوئی گواہ ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: ہاں یا رب! میری اس قوم کے خلاف میرے گواہ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اُمتی ہیں' اس پر قوم نوح کے لوگ کہیں گے: یہ ہمارے خلاف کیسے گواہی دے سکتے ہیں جبکہ ہم زمانہ کے اعتبار سے پہلے ہیں اور یہ سب سے آخر میں آنے والے ہیں تو نبی مکرم ﷺ تشریف لائیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے فرمائے گا: یا محمد! یہ نوح علیہ السلام آپ کی گواہی طلب کرتے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی دیں گے اور آپ تلاوت فرمائیں گے:

| | |
|---|---|
| اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ (نوح:۱) | بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۝ |

اس کے بعد اللہ جل جلالہ ارشاد فرمائے گا: اے قومِ نوح! حق ثابت ہو چکا اور کافروں پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو گیا ہے چنانچہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ امر فرمائے گا کہ ان کی ایک جماعت کو ان کے اعمال کا وزن کیے بغیر اور بلاحساب دوزخ میں لے جاؤ۔

پھر نداء ہوگی: ہود علیہ السلام کہاں ہیں؟

تو قوم ہود بھی وہی کچھ کرے گی جو قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کیا' پھر ان کے خلاف بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ کی اُمت کے اخیار سے شہادت اور گواہی طلب کی جائے گی پس حضور نبی مکرم ﷺ یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں گے:

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ○ عاد نے رسولوں کو جھٹلایا○

(الشعراء:۱۲۳)

حکم ہوگا کہ ان کو بھی قوم نوح کی طرح دوزخ میں ڈال دو' پھر نداء کی جائے گی: اے صالح (علیہ السلام) اور اے ثمود (علیہ السلام)! جب وہ آئیں گے اور ان کی قوم ان کو جھٹلائے گی تو ان کے لیے گواہی طلب کی جائے گی پس نبی اکرم ﷺ یہ آیت تلاوت فرمائیں گے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ○ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا○

(الشعراء:۱۴۱)

پس ان کے ساتھ بھی پہلوں کی طرح معاملہ کیا جائے گا' پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا اور یکے بعد دیگر ایک ایک اُمت آتی جائے گی اور اس سے باز پُرس کے بعد فیصلہ ہوتا جائے گا۔

ان میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ آیا ہے اور بعض کے متعلق اشارہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ○ (الفرقان:۳۸) اور ان کے درمیان بہت سی اُمتیں (یعنی قوم عاد و ثمود اور کنویں والوں کے درمیان میں بہت سی قومیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی تکذیب کرنے کے سبب سے ہلاک کر دیا)○

اور ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا . (المؤمنون:۴۴) پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے جب بھی کسی اُمت کے پاس اس کا رسول آیا۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ . (ابراہیم:۹) اور جو ان کے بعد ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' ان کے رسول ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے۔

ان آیات میں ان سرکش اُمتوں کی طرف اشارہ اور تنبیہ ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور ان کا حکم نہیں مانا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا جیسے قومِ تارخ' قومِ تارح' قومِ دوحا' قومِ اُسرا اور ان کے علاوہ اور بہت سی قومیں حتیٰ کہ یہ نداء ہوتے ہوتے اصحاب الرس (کنویں والے) قومِ تبع اور قومِ ابراہیم علیہ السلام تک

پہنچے گی' ان میں سے کسی کے لیے نہ تو میزان قائم کی جائے گی اور نہ ان کا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے رب کے دیدار کی دولت سے محروم رہیں گے' ترجمان ان سے کلام کرے گا کیونکہ اللہ رب العزت جس سے کلام فرماتا ہے اور جس کی طرف نظرِ رحمت کرتا ہے اس کو عذاب نہیں دیا جاتا' اس کے بعد موسیٰ بن عمران کو بلایا جائے گا' وہ اس حالت میں آئیں گے کہ وہ اس طرح لرز رہے ہوں گے جس طرح تیز ہوا میں درخت کے پتے ہلتے ہیں' رنگ زرد ہو چکا ہوگا' اپنے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اے ابن عمران! جبریل کہتے ہیں کہ اس نے تمہیں میرا پیغام اور تورات پہنچا دیئے تھے تو کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے: ہاں یارب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور اپنے منبر پر چڑھ کر جو کچھ میں نے تمہاری طرف دنیا میں وحی بھیجی تھی اس کی تلاوت کرو۔ پس وہ منبر پر چڑھ کر پڑھنا شروع کر دیں گے' ان کی تلاوت کو سن کر موقف میں جتنے لوگ ہوں گے سب خاموش ہو جائیں گے' پھر تورات کو لایا جائے گا اور وہ ایسی تر و تازہ اور نئی نکور حالت میں ہوگی جیسے آج ہی نازل ہوئی ہو اور اس کو کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا ہو' احبارِ یہود یہ خیال کریں گے کہ جیسے وہ پہلی دفعہ اس کو دیکھ رہے ہوں۔ پھر نداء ہوگی: اے داؤد! پس حضرت داؤد علیہ السلام اس حالت میں آئیں گے کہ ان پر کپکپی طاری ہوگی' وہ اس طرح کانپ رہے ہوں گے جس طرح تیز ہوا میں پتے ہلتے ہیں' وہ آتے ہی گھٹنوں کے بل گر جائیں گے' ان کا رنگ خوف سے پیلا زرد پڑ جائے گا' اللہ جل شانہ ان سے فرمائے گا: اے داؤد! جبریل کہتے ہیں کہ اس نے زبور آپ تک پہنچا دی تھی' کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے زبور آپ تک پہنچا دی تھی؟

حضرت داؤد علیہ السلام کہیں گے: ہاں یارب! پس ان سے کہا جائے گا: اپنے منبر کی طرف جایئے اور جو کچھ تمہاری طرف وحی بھیجی گئی تھی اس کی تلاوت کیجئے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر چڑھیں گے اور زبور کی تلاوت فرمائیں گے اور ان کی آواز نہایت خوبصورت ہوگی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام صاحبِ مزامیر ہیں۔

پھر منادی نداء کرے گا: عیسیٰ بن مریم کہاں ہیں؟ چنانچہ ان کو ''باب المرسلین'' پر لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا:

| | |
|---|---|
| أأنت قلت للناس اتخذونی و امی الٰهین من دون الله. | کیا تو نے ان سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو اللہ کے سوا۔ |

یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی کثرت سے حمد و ثناء کریں گے جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا' پھر وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر اس کو خوب کوسیں گے اور اس کو برا کہتے ہوئے اس کی مذمت کریں گے' پھر عرض کریں گے:

| | |
|---|---|
| سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۗ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ (المائدہ:۱۱۶) | تو پاک ہے' میرے لائق نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں' اگر میں نے یہ کہا ہوتا تو اسے تو ضرور جانتا' تو میرے دل میں چھپی ہوئی ہر بات جانتا ہے اور جو تیرے علم میں ہے میں اسے نہیں جانتا' بے شک تو ہی |

سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہےO

اس پر اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق ہنس کر ارشاد فرمائے گا:

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔ (المائدہ:۱۱۹)

پھر اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ارشاد فرمائے گا: اے عیسیٰ! اپنے منبر کے پاس جاؤ اور اس انجیل کی تلاوت کرو جو جبریل نے تمہیں پہنچائی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض پرداز ہوں گے' بجا ہے اور منبر پر چڑھ کر انجیل پڑھیں گے تمام لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب اپنے سر اُٹھا کر انہیں دیکھیں گے کہ انہوں نے کتنا پیارا اور خوبصورت جواب بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا ہے۔ پھر انجیل کو لا کر پیش کیا جائے گا تو وہ بالکل نئی اور تروتازہ ہوگی حتیٰ کہ رھبان یہ گمان کریں گے کہ ان کو اس انجیل کا کبھی علم ہی نہیں ہوا' پھر قوم عیسیٰ کو دو گروہوں میں بانٹ دیا جائے گا' مجرموں کا فرقہ مجرموں کے سنگ جا ملے گا اور گروہ مؤمنین مؤمنوں کے ساتھ مل جائے گا' اس کے بعد اعلان ہوگا کہ حضرت محمد (مصطفیٰ علیہ السلام) کہاں ہیں؟ حضور محبوب رب العالمین جب اپنے مولیٰ کریم جل شانہ کے دربار گہربار میں تشریف لائیں گے تو اللہ رب العزت اپنے محبوب سے ارشاد فرمائے گا: یا محمد (ﷺ)! یہ جبریل (علیہ السلام) کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن مجید آپ تک پہنچا دیا تھا؟ حضور عرض کریں گے: جی ہاں میرے پروردگار! ارشاد ہوگا کہ اپنے منبر کے پاس چلئے اور حسن قرأت کا مظاہرہ کیجیے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کی تلاوت فرمائیں گے اور حضور سید عالم ﷺ کلامِ قدیم قرآن حکیم کی تلاوت اتنے حسین انداز میں فرمائیں گے کہ وہ کلام بالکل تروتازہ معلوم ہوگا اور آپ کی قرأت میں مسحورکن حلاوت اور لہجے میں بڑی خوبصورتی اور نرمی وتازگی ہوگی بقول مداحِ رسول جناب حفیظ تائب صاحب ؎

ہے آج بھی ان کا لب و لہجہ تروتازہ مفہوم کی خوشبو سے ہے مہکا ہوا ہر لفظ

متقین لوگوں کا آپ کی قرأت کو سن کر ایمان تازہ ہو جائے گا' ان کے دلوں میں شگفتگی اور تروتازگی پیدا ہوگی' چہرے کھل اُٹھیں گے اور مجرموں کے مونہوں پر تہہ در تہہ غبار چھایا ہوگا' جب حضور ﷺ قرآن حکیم کی تلاوت فرمائیں گے تو لوگ خیال کریں گے کہ انہوں نے کبھی قرآن کو اس سے پہلے سنا ہی نہیں تھا۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت اصمعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بہت بڑے حافظ اور قاری ہیں تو انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے:

یوم أسمعه من رسول الله صلی الله علیه وسلم کانی ماسمعته. جس روز میں یہ قرآن پاک رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنوں گا تو اس طرح لگے گا کہ جیسے میں آج پہلی مرتبہ قرآن مجید کو سن رہا ہوں۔

حسن "اقرأ" تو دیکھیں گے اس دن ہی ہم

آسمانی کتابوں کی قرأت اور تلاوت سے فراغت کے بعد جلالِ خداوندی کے سراپردوں سے ایک آواز آئے

گی کہ:

وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ○ اور اے مجرمو! آج (نیکوں سے) الگ ہو جاؤ○

(یٰسین:۵۹)

پس ایک بھونچال آ جائے گا اور عظیم خوف قائم ہوگا اور مَوقف میں فرشتوں، جنوں اور انسانوں کے باہم اختلاط کی وجہ سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہوگا، پھر ایک آواز آئے گی: اے آدم! ان میں سے ایک گروہ دوزخ کے لیے بھیجو! حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: یارب! کتنے افراد؟ حکم ہوگا کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے افراد دوزخ میں بھیج دو اور ایک فی ہزار جنت کے لیے (جیسا کہ بعد میں اس کا بیان آتا ہے) پھر مسلسل اسی طرح تمام ملحدوں، غافلوں، فاسقوں کو نکالا جاتا رہے گا تا آنکہ رب تعالیٰ کی (بے کیف) لپ بھر کی مقدار لوگ باقی رہ جائیں گے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

نحن حفنات بحفنات الرب سبحانه وتعالیٰ. ہم رب سبحانہ وتعالیٰ کی (بے کیف) لپ اور مٹھی میں مٹھی بھر تو ہوں گے۔

اور ہم اللہ رحیم وکریم کی بارگاہ میں اس کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلۂ جلیلہ سے دانائے شیراز کی زبان میں یہ درخواست پیش کرتے ہیں ؎

چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پئے زقدر رفیعت بدرگاہ حے

''اے مبارک قدموں والے صدر بزم محشر! آپ کے بلند مرتبے سے کیا کم ہو جائے گا اللہ حی وقیوم کی بارگاہ میں''۔

کہ باشند مشتے گدایان خیل بمہمان دار السلامت طفیل

''کہ مٹھی بھر فقیروں کی جماعت آپ کے طفیل دارالسلام (بہشت) کی مہمان بن جائے''۔ (آمین)

# •••-باب

## حساب کے وقت گواہوں کا بیان

علماء فرماتے ہیں کہ محاسبۂ اعمال انبیاء کرام اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات کے روبرو ان کی گواہی کے مطابق کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجِآئَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ. (الزمر:۶۹) اور لایا جائے گا (تمام) نبیوں اور (سب) گواہوں کو اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اور ارشاد فرمایا:

فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا ؕ (النساء:۴۱) تو کیا حال ہوگا جب ہم لائیں گے ہر اُمت سے ایک گواہ اور لائیں گے ہم آپ کو (اے محبوب! نگران) گواہ بنا کر○

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر اُمت سے گواہ اس اُمت کا نبی ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں اور یہی زیادہ ظاہر قول ہے تو ہر اُمت اور اس کا رسول حاضر ہوں گے اور اُمت سے کہا جائے گا:

مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ○ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا○

(القصص:۶۵)

اور پھر اس کے بعد رسولوں سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ:

ماذا اجبتم. تمہیں کیا جواب ملا؟

تو رُسلِ کرام عرض کریں گے: ہمیں کچھ علم نہیں' بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔ (انبیاءؑ یہ جواب ان کے کمال ادب کی شان ظاہر کرتا ہے کہ وہ علم الٰہی کے حضور اپنے علم کو اصلاً نظر میں نہ لائیں گے اور قابلِ ذکر قرار نہ دیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم و عدل پر تفویض فرما دیں گے) پھر ہر ایک کو انفرادی طور پر الگ الگ بلایا جائے گا اور اس کا گواہ' اس کا صحیفۂ اعمال اور اس کا لکھنے والا فرشتہ ہوگا کیونکہ یہ بات دنیا میں مشتہر کر دی گئی ہے کہ ہر انسان کے ساتھ دو (۲) فرشتے مقرر ہیں جو اس کے اچھے برے کاموں کو لکھتے رہتے اور ان کا ریکارڈ اپنے پاس رکھتے ہیں۔

ابو حامد امام غزالی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں:

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی نداء کرے گا:

لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ○ آج کسی پر زیادتی نہیں' بے شک اللہ جلد حساب

(المؤمن:۱۷) لینے والا ہے○۔

پھر ایک بہت بڑی کتاب نکالی جائے گی جو اتنی بڑی ہوگی کہ اس سے مشرق سے لے کر مغرب تک کا درمیانی حصہ بھر جائے' اس میں تمام مخلوق کے اعمال کا اندراج ہوگا' کوئی چھوٹا اور بڑا عمل ایسا نہ ہوگا جس کا اس کتاب نے احاطہ نہ کر رکھا ہو' لوگ اپنا ہر عمل اس کتاب میں لکھا ہوا پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا' یہ اس لیے ہے کہ مخلوق کے اعمال کو ہر روز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ اس کتاب عظیم میں لکھ لیں' اس بات کا ثبوت اس ارشاد مبارک سے ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ ہم لکھتے رہتے تھے جو تم نے کیا○

(الجاثیہ:۲۹)

پھر فرداً فرداً سب کو بلایا جائے گا اور ہر ایک کا الگ الگ محاسبہ ہوگا تب آدمی کے اعضاء' ہاتھ پیر گواہی دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (النور:۲۴) جس دن (یعنی روزِ قیامت) ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے○

حدیثِ پاک میں ہے کہ ان میں سے ایک آدمی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور لا کر کھڑا کیا جائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے فرمائے گا:

اے بندۂ بدکار! تو مجرم اور نافرمان ہے، وہ بندہ کہے گا: میں نے تو کوئی جرم اور نافرمانی نہیں کی ہے، اسے کہا جائے گا: تیرے خلاف گواہ ہیں چنانچہ اس کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کو لایا جائے گا، وہ شخص کہے گا: یہ میرے خلاف جھوٹی گواہی دے رہے ہیں چنانچہ اس شخص کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے اور اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ اس کو دوزخ میں پھینک دو پس وہ شخص اپنے اعضاء بدن کو ملامت کرنے لگے گا تو اس کے اعضاء بولیں گے: ہم کو تو خواہی نخواہی گواہی دینی ہے کیونکہ ہم سے یہ بیان شہادت بے اختیار صادر ہو رہا ہے اور کہیں گے:

اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۔ ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔

(حم السجدہ:۲۱)

اس کی پوری تفصیل پہلے گزر چکی ہے اور یہ بات بھی ماقبل بیان ہو چکی ہے کہ زمین، زمان (شب و روز) مال اور سامان سب بندہ کے خلاف گواہ ہوں گے اور کافر جب یہ کہے گا کہ میں اپنے نفس کے سوا کسی کی گواہی کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء اور جوارح اس کے خلاف گواہی دینے کے لیے بول اُٹھیں گے جیسا کہ اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔

# ۰۰۰-باب

## حضور نبی اکرم ﷺ کی اپنی اُمت پر گواہی کا بیان

ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ایک انصاری نے منہال ابن عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر روز صبح و شام نبی مکرم ﷺ کی اُمت آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو آپ ﷺ انہیں ان کی علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں، اسی لیے آپ ان کے بارے میں گواہی دیں گے۔ (الزھد لابن المبارک رقم الحدیث:۱۶۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ؕ (النساء:۴۱)

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں O

(اثر زیادات الزھد لابن المبارک رقم الحدیث:۱۶۶)

# فصل

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں۔ انبیاء کرام' آباء اور اُمہات کے سامنے جمعہ کے روز پیش کیے جاتے ہیں۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ان روایات میں تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ یہ کہا جا سکتا ہے ممکن ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہر روز اعمال کا پیش کیا جانا آپ ﷺ کی خصوصیت ہو اور جمعہ کے روز دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ بھی آپ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہوں۔ (واللہ اعلم)

## ●●●-باب

## زکوٰۃ نہ دینے والوں کے عذاب اور غدار اور خیانت (کرپشن) کرنے والوں کی حساب کے وقت محشر میں رسوائی کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سونا چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کرے قیامت کے دن اس سونے چاندی کو ڈھال کر آگ کے چوڑے چوڑے پرت بنائے جائیں گے اور جہنم کی آگ سے ان کو تپایا جائے گا' پھر ان سے مالک سیم و زر کے پہلو' پیشانی اور پیٹھ کو ان کے ساتھ داغا جائے گا جونہی یہ پرت اور سلیں ٹھنڈی ہوں گی' ان کو دوبارہ آگ پر گرم کر لیا جائے گا' جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے اس دن یہ عمل مسلسل جاری رہے گا بالآخر جب تمام لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! اونٹ والوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا: جو اونٹ والا اونٹوں کا حق ادا نہیں کرے گا اور اونٹوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے جائے تو (وہاں گھاٹ پر کوئی غریب محتاج ہو تو) ان اونٹنیوں کا دودھ دوہ کر غریبوں کو دے (ان کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو) قیامت کے دن ایک چٹیل میدان میں اوندھا لٹا دیا جائے گا' اس وقت وہ اونٹ آئیں گے جو خوب فربہ حالت میں ہوں گے اور ان میں سے کوئی بچہ تک غائب نہ ہوگا' وہ اپنے کھروں سے اس شخص کو روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے' ان کا ایک ریوڑ گزر جائے گا تو دوسرا آ جائے گا' پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا یہاں تک کہ جب لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! گائے اور بکریوں والوں کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا: جو گائے اور بکریوں والا ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن اسے چٹیل زمین میں منہ کے بل گرایا جائے گا۔ تمام گائے اور بکریاں اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور اس کو سینگوں سے ماریں گی' اس روز ان میں کوئی اُلٹے سینگوں والی ہوگی نہ بغیر سینگوں والی نہ ٹوٹے ہوئے سینگوں والی' ایک ریوڑ گزرنے نہ پائے گا کہ دوسرا آ جائے گا اور پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یونہی ہوتا رہے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا' پھر اسے جنت یا دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۳' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۱۹' شرح السنۃ ج ۵ ص ۴۸۰)

امام مسلم نے پوری حدیث ذکر کی ہے' امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں یہ معنیٰ روایت کیا ہے۔

## دوسری روایت

امام مالک نے موقوفاً اور امام نسائی اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اس نے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کے مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی' اس کے سر پر سینگ نما دو کانٹے ہوں گے' وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس مالدار کو اپنے دونوں جبڑوں میں لے کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۶۸' نسائی ج ۵ ص ۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَخَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَشَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ . (آل عمران: ۱۸۰)

اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا' قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور جو صاحبِ خزانہ' خزانے میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کا خزانہ گنجے سانپ کی شکل میں منہ کھولے اس کا تعاقب کرے گا۔ مالک خزانہ بھاگے گا تو ایک منادی آواز دے کر کہے گا: اپنا خزانہ لے لو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے جب مالک خزانہ کو کوئی چارۂ کار نظر نہیں آئے گا تو وہ سانپ نما خزانے کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈال دے گا اور سانپ اونٹ کی طرح اس کو چبائے گا۔ (الحدیث)

## مالِ غنیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کی بہت مذمت کی اور اس پر سخت سزا کا ذکر کیا اور فرمایا: میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر اونٹ سوار ہو کر بڑبڑا رہا ہو اور وہ شخص کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجیے اور میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں' میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو کر ہنہنا رہا ہو' وہ شخص کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجیے اور میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تمہیں تبلیغ کر چکا ہوں' میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر بکری سوار ہو کر منمنا رہی ہو' وہ کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجیے' میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں' میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی

گردن پر کسی شخص کی ''جان'' سوار ہو اور وہ چیخ رہا ہو' وہ شخص کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجیے' میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں' میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر کپڑے لدے ہوئے لہرا رہے ہوں اور وہ کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجیے' میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں' میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر سونا' چاندی لدا ہوا ہو' وہ کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجیے' میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔

نوٹ: اس حدیث میں ہے کہ آپ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کے لیے فرمائیں گے کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔

حضرت قاضی عیاض قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر میں تمہارے لیے شفاعت کرنے کا یا تم کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا' کیونکہ اس شخص نے آپ ﷺ کی مخالفت کی تھی اس لیے آپ ابتداءً غصہ میں اس طرح فرمائیں گے' اس کے بعد آپ ﷺ تمام موحدین کی شفاعت فرمائیں گے۔ (بہ حوالہ شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۵۷۷' فرید بک سٹال' لاہور)

## عہد شکنی اور غداری کرنے والے کی سرِ محشر رسوائی کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوّلین اور آخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر غدار (عہد شکن) کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۲ ص ۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹-۱۴۲)

## روزِ قیامت غدار (عہد شکن) کی مقعد کے پاس جھنڈا گاڑا جائے گا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کی سرین (مقعد) کے پاس ایک جھنڈا ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۸۳' صحیح مسلم ج ۱۲ ص ۴۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۱' ج ۲ ص ۷۵' البیہقی ج ۸ ص ۱۶۰)

## دہشت گرد اور امن دشمن کی سزا کا بیان

امام خزاعی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کو اس کی جان کا تحفظ دے کر پھر (غداری کر کے) اس کو قتل کر دے قیامت کے دن اس کے لیے غداری اور عہد شکنی کا جھنڈا بلند کیا جائے گا۔

(ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۱۲۸۵)

# فصل

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ (آل عمران: ۱۶۱)

اور جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا۔

علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں کہ یہ حقیقت پر مبنی ہے یعنی آدمی نے دنیا میں جو چیز چھپائی ہوگی قیامت کے دن وہ اس چیز کو اپنی پشت اور گردن پر اُٹھائے ہوئے میدانِ حشر میں آئے گا' اس چیز کا بوجھ اُٹھانے سے اس کو عذاب اور سزا دینا اور اگر وہ چیز کوئی جانور ہوا تو اس کی آواز سے اس شخص کو مرعوب کرنا اور تمام لوگوں کے سامنے اس کی خیانت کو ظاہر کر کے اس شخص کو ذلیل کرنا اور اس کی رسوائی کرنا مقصود ہے' اسی طرح زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے عذاب کا بھی حدیث پاک میں ذکر ہے۔

ابو حامد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو شخص اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ وہ اونٹ اس کی گردن پر سوار ہوگا اور بڑے پہاڑ کی طرح بھاری ہوگا اور بڑ بڑا رہا ہوگا اور گائے کا مالک اگر گائے کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو وہ قیامت کے دن گائے کو جو بڑے پہاڑ کی طرح گراں ہوگی اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے آئے گا اور وہ ڈکرا رہی ہوگی اور جو اپنی بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ نہیں نکالا کرتا قیامت کے دن وہ بکری ایک کوہِ گراں بن کر اس کی گردن پر سوار ہوگی جو سخت کرخت آواز میں منمنا رہی ہوگی۔

اور ان جانوروں کا بڑبڑانا' ڈکرانا اور منمنانا اس قدر تیز اور سخت ہوگا جیسے آندھی اور بجلی کی تیزی اور کڑک ہوتی ہے اور جو زمین دار اور کاشت کار اپنی زمینی پیداوار کا عشر ادا نہیں کرتا' قیامت کے دن وہ بخیل شخص گندم' جو اور غلہ وغیرہ کی بھری ہوئی بوریاں اپنے کاندھوں پر اُٹھائے ہوئے آئے گا اور ان اناج کی بوریوں کے بوجھ تلے ہلاکت اور تباہی کا واویلہ کرے گا اور شور مچائے گا اور جو شخص سیم وزر اور کرنسی کا مالک ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتا قیامت کے دن وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں اس شخص پر سوار ہوگا اور اس سانپ کی دُم بھی ہوگی اور سر پر دو کانٹے بھی ہوں گے' وہ اس شخص کی گردن کا طوق بن جائے گا اور اس کے ناک کے نتھنوں میں گھس گھس کر اس کو ڈسے گا اور اس سانپ سے وہ شخص اتنا گراں دوش ہوگا جیسے کہیں روئے زمین کے تمام سانپ اور اژدھے اس کے کندھوں پر لاد دیئے گئے ہوں' وہ شخص موت کو آواز دے گا مگر بن نہ آئے گی' فرشتے اس سے کہیں گے یہ تیرا وہ مال ہے جس میں رغبت اور حرص وطمع کی وجہ سے تو بخل کرتا تھا اور یہ بات قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ سے بھی معلوم ہوتی ہے' ارشادِ ربانی ہے:

سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران:۱۸۰)

عنقریب قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا اس چیز کا جس میں انہوں نے بخل کیا۔

## بخیل اور کرپٹ شخص دونوں کا حکم غدار اور عہد شکن کی طرح ہے

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

خیانت کرنے والے شخص اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے شخص کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت اور رسوائی میں مبتلا ہونا بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح غدار اور عہد شکن کو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فضیحت ورسوائی میں مبتلا فرمائے گا اور یہ سزائیں اور رسوائیاں' اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے رسم ورواج اور عرف وفہم کے مطابق واقع کرتا ہے' آپ ذرا غور

فرمائیں' ایک شاعر کہتا ہے:

أسمي ويحک هل سمعت بغدرة رفع اللواء لنا بها في المجمع

''اے سمیہ! افسوس ہے' آپ نے یہ نہیں سن رکھا ہے کہ بے وفائی کرنے اور پیمان شکنی کرنے پر ہمارے لیے بھری محفل میں فضیحت و رسوائی کا علم بلند کیا جائے گا''۔

اہلِ عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ عہد شکن کی عہد شکنی مشہور کرنے کے لیے گلیوں' بازاروں میں جھنڈے نصب کر دیتے' محافل اور پبلک مقامات مثلاً حج کے مواقع پر پیمان شکن اور غدار کی تشہیر اور رسوائی کی خاطر جھنڈے نصب کر دیتے تھے اور اسی طرح کسی جرم اور جنایت کرنے پر مجرم کو گلیوں اور بازاروں میں گھماتے اور گشت کراتے تھے۔

## خیانت اور کرپشن کرنے والے شخص کی سزا کی تحقیق

بعض علماء کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جو یہ بیان ہوا ہے کہ جو شخص دنیا میں کسی چیز میں خیانت کرے گا تو قیامت کے دن وہ خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا' اس سے مراد بعینہ اس چیز کو اُٹھا کر لانا نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ شخص اس خیانت اور کرپشن کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیے ہوئے آئے گا اور قیامت کے دن اس کی رسوائی کا ڈھنڈھورا پیٹا جائے گا اور اس کو کرپٹ اور خائن مشہور کر دیا جائے گا اور اس وصف میں اس کو اس قدر مشہور کر دیا جائے گا کہ جس طرح اگر وہ شخص بڑبڑاتے ہوئے اونٹ یا ہنہناتے ہوئے گھوڑے کو اپنے اوپر لادے ہوئے آتا تو اس عجیب و غریب حالت کی وجہ سے لوگوں میں اس کی شہرت ہوتی یعنی اس سے مراد اس کے معاملہ کا شہرہ اور چرچا ہے۔

## علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ یہ حقیقت کو ترک کر کے مجاز اور تشبیہ کو اختیار کرنا ہے حالانکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حقیقت کی خبر دی ہے لہٰذا اس کو حقیقی معنیٰ پر محمول کرنا ہی بہتر ہے۔

ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب مالِ غنیمت حاصل ہوتا تو آپ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیتے کہ اعلان کر دو (تمام لوگ غنیمت کا سامان جمع کر دیں) چنانچہ لوگ اپنے اپنے سامانِ غنیمت کو لے کر آتے اور آپ اس میں خمس (۱/۵) نکال کر باقی مال تقسیم فرما دیتے' ایک دن ایسا ہوا کہ اعلان کے بعد ایک شخص بالوں کی بٹی ہوئی ایک رسی کی لگام لے کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! یہ رسی بھی ہمیں مالِ غنیمت سے ملی تھی (اور میرے پاس رہ گئی تھی) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے بلال کا تین مرتبہ اعلان سنا تھا (کہ غنیمت کی چیزیں جمع کرا دو؟) اس شخص نے عرض کیا: ہاں سنا تھا۔ فرمایا کہ پھر کس چیز نے تجھے اس رسی کو لانے سے روکا؟ وہ شخص کوئی عذر اور بہانہ کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں' اب میں تجھ سے یہ رسی بالکل قبول نہیں کروں گا اور قیامت کے دن تو اس رسی کو لے کر آئے گا۔

# فصل

علی بن سلیمان مرادی اپنی کتاب ''الاربعین'' میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک پتھر کو اس کے وزن سے سات گنا بڑھا کر اگر جہنم میں پھینکا جائے تو وہ پتھر ستر (۷۰) سال جہنم کے اس کنویں میں گرتے گرتے لگا دے، پھر خیانت کا مال لایا جائے گا اور اس پتھر کے ساتھ اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا، پھر اس خائن اور کرپٹ شخص کو اس بات کا مکلّف کیا جائے گا کہ وہ اس مال کو کنویں سے نکال کر باہر لائے۔

(الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۵۸)

آپ نے فرمایا کہ اس بات کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک سے بھی ہوتی ہے کہ:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ اور جو خیانت کرے گا وہ خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا۔ (آل عمران: ۱۶۱)

## پرچمِ ذلت اور پرچمِ عزت

نبی پاک ﷺ کے اس ارشادِ مبارک ''یرفع لکل غادر لواء یوم القیامۃ'' میں اس چیز پر دلیل ہے کہ آخرت میں لوگوں کے لیے مختلف جھنڈے نصب کیے جائیں گے، کوئی ذلت و رسوائی کا جھنڈا ہوگا جس سے اہلِ ذلت کی پہچان ہوگی اور کوئی حمد و ثنا اور عزت و تکریم کا جھنڈا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: یعنی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور دوسری روایت میں ہے کہ بخشش کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخی شعراء کی قیادت کا جھنڈا امرؤ القیس کے ہاتھ میں ہوگا (اور شعراء امرؤ القیس کے پرچم تلے چلتے ہوئے دوزخ میں جائیں گے)۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸، شرف اصحاب الحدیث للخطیب بغدادی ص ۵۴، العلل الواھیۃ ج ۱ ص ۱۳۸، ضعیف الجامع رقم الحدیث ۱۳۴۹)

اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص بھی کسی کام میں چاہے وہ اچھا کام ہو یا برا لوگوں کا امام (لیڈر) اور چیئرمین ہوگا۔ قیامت کے دن اسے اس کے کام کے مطابق عزت یا ذلت کا جھنڈا دیا جائے گا جس سے اس کی شناخت ہوگی اور یہ جائز ہے کہ اولیاء صالحین کو بھی ان کے اعزاز و اکرام کے لیے جھنڈے عنایت کیے جائیں اگرچہ وہ دنیا میں غیر معروف ہی ہوں۔

حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بہت سے اللہ کے خاکسار بندے ایسے ہیں جن کے بال بکھرے ہوتے ہیں اور در در سے ٹھکرائے جاتے ہیں، اگر وہ اللہ پر بھروسہ کر کے قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو قسم میں سچا کر دے۔ (صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۷۴)

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر

شاید کہ دریں گرد سوارے باشد

اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت کرتا ہے جو متقی ہو، مستغنی ہو اور گوشہ نشین ہو۔

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۷۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت ابو حامد امام غزالی قدس سرہ اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں:

حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب سے پہلے قتل کے متعلق فیصلہ فرمائے گا اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ آخرت میں ان لوگوں کو اجر و ثواب عطا فرمائے گا جو دنیا میں بصارت سے محروم تھے' قیامت کے دن بینائی سے محروم لوگوں کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم زیادہ لائق اور حق دار ہو کہ ہمارا دیدار کرو' پھر اللہ کریم اپنی شانِ حیاء کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمائے گا: دائیں طرف چلے جاؤ اور ان کے لیے ایک جھنڈا باندھ کر حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام ان کے امام اور قائد ہوں گے اور ان کے ساتھ اتنے زیادہ نورانی فرشتے ہوں گے کہ جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں' وہ ان کو اس طرح پالکیوں میں بٹھا کر لے جائیں گے جس طرح دُلہن کو لے جایا جاتا ہے اور وہ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے' ان میں سے ہر ایک کا وصف صبر اور حلم حضرت ابن عباس اور ان ایسے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مثل ہوگا۔ پھر نداء کی جائے گی کہ مصیبت زدہ لوگ کہاں ہیں؟ اس سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں مرض جزام (کوڑھ) میں مبتلا تھے اور انہوں نے اس مرض کی تکلیف کو اس طرح برداشت کیا کہ حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان جیسے دوسرے اماموں کے صبر و برداشت کرنے کی یاد تازہ ہوگئی۔ ان اہلِ مصائب کو جب بارگاہِ الٰہی میں لایا جائے گا تو اللہ کریم ان کی خوب پذیرائی فرمائے گا اور اپنے تحیات طیبات سے نوازے گا اور امر دے گا کہ ان کو بھی اصحابِ یمین کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ ان کے لیے سبز جھنڈا مقرر ہوگا جو حضرت ایوب علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اپنی امامت و قیادت میں ان کو دائیں طرف لے جائیں گے' پھر نداء ہوگی کہ پارسا اور پاکباز نوجوان کہاں ہیں؟ چنانچہ ان پاک دامن نوجوانوں کو بارگاہِ خداوندی میں لایا جائے گا' اللہ کریم ان کو خوش آمدید کہے گا اور جب تک چاہے گا ان سے گفتگو فرمائے گا' پھر امر دے گا کہ ان کو بھی اصحابِ یمین میں شامل کرو۔ ان کے لیے بھی سبز جھنڈا مقرر ہوگا' ان کے علم بردار حضرت یوسف علیہ السلام ہوں گے جو ان کو اپنی قیادت میں دائیں طرف لے جائیں گے اور ان پاک باز نوجوانوں کا پایہ صبر' حلم اور علم میں ایسا ہوگا کہ جس طرح حضرت راشد بن سلیمان اور ان کے مشابہ ائمہ کا مرتبہ ہے۔ پھر نداء کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ چنانچہ للہ فی اللہ آپس میں محبت اور دوستی کرنے والے لوگ جب اللہ تعالیٰ کے حضور شرف بازیابی حاصل کریں گے تو اللہ کریم انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہے گا اور ان کو شرف ہم کلامی سے بہرہ ور فرمائے گا اور جو کچھ اور جب تک چاہے گا ان سے کلام فرمانے کے بعد حکم دے گا کہ ان کو دائیں جانب لے چلیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر آپس میں پیار محبت کرنے والوں کی صفت یہ ہے کہ ان میں صبر' علم اور برداشت کا ملکہ ہوتا ہے' دنیا میں جو بھی احوال ان پر گزریں وہ تسلیم و رضا کے پیکر بن کر خندہ پیشانی سے ان حالات کو قبول اور برداشت کرنے کے عادی اور خوگر ہوتے ہیں' کسی سے ناراض ہوتے ہیں نہ کلمۂ شکایت زبان پر لاتے ہیں

اور ان قلندر صفت لوگوں کو دیکھ کر حضرت علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان ایسے ائمہ کا صبر کرنا اور ان کا علم وحلم انسان کو یاد آجاتا ہے۔

پھر نداء کی جائے گی کہ (اللہ کی یاد میں) رونے اور آنسو بہانے والے کہاں ہیں؟ چنانچہ اشک بہانے والوں کو بارگاہِ خداوندی میں حاضر کیا جائے گا تو حکم ہوگا کہ آنسو بہانے والوں کے آنسوؤں کو' شہداء کے خون کو اور قلم کار علماء کے قلموں کی روشنائی' تینوں کو میزان میں تولا جائے۔ لہٰذا جب وزن کیا جائے گا تو آنسوؤں کا پلہ بھاری ہوگا پس امر ہوگا کہ ان کو دائیں طرف لے جاؤ اور ان کے لیے رنگ برنگا جھنڈا مقرر ہوگا کیونکہ آنسو بہانے والوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں' کوئی خوفِ خداوندی سے آنسو بہاتا ہے' کوئی اپنے کیے پر ندامت اور پشیمانی کی وجہ سے اشکبار ہوتا ہے اور کوئی کسی مطلوب کے لیے امید اور طمع میں روتا ہے۔

(بہر حال جھنڈے کے مختلف رنگ آنسو بہانے اور رونے والوں کے رونے کی مختلف النوع وجوہ واقسام کی نشان دہی اور عکاسی کریں گے) اور ان کے امام اور قائد حضرت نوح علیہ السلام ہوں گے کیونکہ آپ کا لقب نوح بکثرت گریہ ونوحہ اور آنسو بہانے کی وجہ سے نوح ہے اور آپ کا نام مبارک ''عبدالغفار یا یشکر'' ہے۔ (صاوی ص ۱۴۶)

جب گریہ زاری کرنے اور اشک بہانے والوں کو ترجیح دی جائے گی تو علماء غم زدہ ہو جائیں گے اور سوچیں گے کہ ہماری تعلیم کی وجہ سے اور ہمارے وعظ وغیرہ سے ان لوگوں میں خوفِ آخرت پیدا ہوا اور ہماری کوششوں سے ہی تو یہ لوگ یادِ خدا میں آنسو بہانے کے قابل ہوئے اور ان کو ہم پر کیسے ترجیح حاصل ہوگئی؟ اچانک آواز آئے گی کہ اے نوح (علیہ السلام) ٹھہریئے! چنانچہ کارواں رُک جائے گا چنانچہ علماء کے قلموں کی روشنائی اور شہیدوں کے خون کو میزان میں تولا جائے گا پس شہداء کا خون بھاری نکلے گا' حکم ہوگا کہ ان کو دائیں طرف لے جاؤ اور ان کا جھنڈا زعفرانی رنگ کا ہوگا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ ان شہداء کے سپہ سالار ہوں گے۔ اس سے علماء کا غم اور حزن وملال اور بھی بڑھ جائے گا کہ وہ ان دونوں طبقوں کے لوگوں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ پس علماء اللہ رب العزت کے حضور عرض کریں گے: یارب العالمین! ان مجاہدوں میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے اور تیری راہ میں لڑنے مرنے اور سر کٹانے اور شہادت کی سعادت حاصل کرنے کے ذوق وشوق سے ان کو سرشار کرنے والے تو ہم ہیں' ہماری تقریروں اور تحریروں کی بدولت یہ مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ لہٰذا ہم تیرے فضل وکرم کے زائد مستحق ہیں۔ اللہ جل شانہ علماء کی اس بات پر ہنسے گا اور ارشاد فرمائے گا: ''تم میرے نزدیک میرے انبیاء کی مثل ہو' تم جن کے حق میں چاہو سفارش کرو۔'' چنانچہ عالم اپنے پڑوسیوں اور اپنے بھائیوں کے لیے سفارش کرے گا اور ہر ایک عالم ایک فرشتے کو امر کرے گا کہ لوگوں میں منادی کر دو کہ فلاں عالم کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا اذن فرمایا ہے کہ وہ ہر ایسے شخص کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس نے دنیا میں اس عالم کی کوئی حاجت پوری کی تھی یا اس کو بھوک کی حالت میں کوئی لقمہ کھانے کو دیا تھا یا پیاس کے وقت اس کو مشروب پلایا تھا۔ پس وہ عالم اُٹھے اور اپنے معاونین اور مددگاروں کی مغفرت کے لیے میری بارگاہ میں شفاعت کرے۔

(صحیح بخاری ج ۱۲ ص ۱۸۷' صحیح مسلم ج ۱۱ ص ۱۶۷' نسائی ج ۷ ص ۸۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۵' مسند

احمد ج ۱ص ۳۸۸-۴۴۲، ابن حبان ج ۹ص ۲۱۹، قضاعی ص ۲۱۲، البزار ج ۱ص ۲۶۸، حلیۃ الاولیاء ج ۷ص ۸۷، بغوی ج ۱۰ص ۱۴۹)

## سب سے پہلے کون شفاعت کرے گا؟

حدیث صحیح میں ہے، امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے: سب سے پہلے انبیاء، پھر علماء اور ان کے بعد شہداء شفاعت کریں گے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۰)

## اہلِ علم کا جھنڈا اور علماء کے قائد

علماء کا جھنڈا سفید رنگ کا ہوگا اور ان کے قائد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے کیونکہ تمام رسولوں میں درسلسلۂ مکاشفہ ان کو سب سے اونچا مرتبہ حاصل ہے۔

## غریبوں کا جھنڈا اور ان کا قائد

پھر اعلان کیا جائے گا کہ فقراء کہاں ہیں؟ جب ان کو بارگاہِ رب العزت میں لایا جائے گا تو اللہ کریم ان فقراء کو خوش آمدید کہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: ان لوگوں کے لیے مرحبا (خوش آمدید) ہے جو دنیا میں اس طرح رہے کہ دنیا ان کے لیے قید خانہ اور جیل تھی، ان کے لیے زرد رنگ کا جھنڈا مقرر ہوگا۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ان کے قائد ہوں گے جو اللہ وحدہ لاشریک کے حکم کے مطابق غرباء اور فقراء کی قیادت کرتے ہوئے زرد رنگ کا جھنڈا ہاتھ میں تھامے ان لوگوں کو دائیں طرف اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

## امراء کا جھنڈا اور ان کے قائد

اعلان ہوگا کہ امراء کہاں ہیں؟ چنانچہ مالداروں کو اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر کیا جائے گا۔ اللہ عزوجل پانچ سو سال تک ان پر اپنے انعامات اور احسانات گنواتا رہے گا جو اللہ کریم نے دنیا میں ان کو عطا فرمائے تھے، پانچ سو سال کے عرصہ کے بعد حکم ہوگا ان کو دائیں طرف لے جاؤ اور ان کا جھنڈا مختلف رنگوں والا ہوگا، امراء اور اغنیاء کا جھنڈا حضرت سلیمان علیہ السلام کو سونپا جائے گا جو امیروں کی قیادت فرماتے ہوئے انہیں دائیں طرف لے جائیں گے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱ص ۸۷، مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۳۸۱)

## چار طبقات کی چار طبقات پر گواہی کا بیان

حدیث پاک میں ہے کہ چار طبقات پر دوسرے چار طبقات سے گواہی طلب کی جائے گی، مال دار اور خوش حال لوگوں کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے کس چیز نے غافل رکھا؟ مال دار لوگ کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملک اور خوش حالی عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ مال و دولت کی کثرت اور خوشحالی کی وجہ سے نیز حکومتی امور کی انجام دہی کی وجہ سے ہم سے دنیا میں عبادات کے ادا کرنے میں غفلت ہوگئی اور ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا نہ کر سکے۔ چنانچہ ان سے کہا جائے گا کہ کیا تمہارا ملک اور حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام سے بھی بڑا تھا؟ وہ کہیں گے: نہیں بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک اور ان کی حکومت بہت زیادہ وسیع تھی تو ان سے کہا جائے گا کہ اتنی وسیع حکومت کا مالک ہونے کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام

اپنے رب کی یاد اور حقوق اللہ کی ادائیگی سے غافل نہیں رہے۔

پھر پوچھا جائے گا: مصیبت زدہ لوگ کہاں ہیں؟ فرشتے مختلف قسم کے مصیبت زدگان کو لے کر آئیں گے' ان سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ وہ کہیں گے: ہم دنیا میں طرح طرح کے مصائب اور آفات و بلیّات میں مبتلا رہے' ان مشکلات کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہے' ان سے کہا جائے گا: یہ بتاؤ کہ کیا تم حضرت ایوب علیہ السلام سے بھی زیادہ آزمائش سے دوچار تھے؟ وہ کہیں گے: نہیں' بلکہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت بڑی ابتلاء و آزمائش سے گزرے ہیں تو ان سے کہا جائے گا کہ حضرت ایوب علیہ السلام اتنی سخت ابتلاء و آزمائش کے باوجود ہماری یاد سے اور ہماری عبادت کرنے سے غافل نہ ہوئے' پھر نداء کی جائے گی: عیش کوش کنوارے نوجوان اور مملوک اور غلام کہاں ہیں؟ فارغ البال خوش حال نوجوان حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اللہ تعالیٰ نے ہمیں حسن و جمال عطا فرمایا جس کی وجہ سے ہم فتنہ میں مبتلا ہوگئے اور ہم اللہ کا حق بندگی ادا کرنے سے غافل ہوگئے' اسی طرح غلام کہیں گے کہ غلامی نے ہمیں دنیا میں حقوق اللہ کی ادائیگی سے قاصر رکھا' اس پر ان سے کہا جائے گا کہ یہ بتاؤ کہ کیا تم یوسف علیہ السلام سے زیادہ حسین تھے؟ اور اسی طرح وہ غلام بھی رہے لیکن یہ غلامی اور حسن و جمال اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے ان کے لیے رکاوٹ نہ بن سکا تو تمہارا یہ عذر کیونکر قابلِ قبول ہوسکتا ہے کہ تمہیں غلامی کی کمزوری اور حسن و جمال کے فتنہ نے حقوق کی ادائیگی سے غافل کر دیا تھا۔

پھر منادی کی جائے گی: فقراء کہاں ہیں؟ چنانچہ مختلف قسم کے فقراء کو لایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: بتاؤ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے کس چیز نے غافل کر دیا تھا؟ فقراء کہیں گے کہ ہم دنیا میں غربت اور ناداری میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے ہم عبادات نہیں کر سکتے تھے' اس پر ان سے کہا جائے گا: یہ بتاؤ کہ تم زیادہ فقیر اور مفلس تھے یا عیسیٰ علیہ السلام؟ وہ کہیں گے: ہم نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام زیادہ فقر کی حالت میں تھے تو ان سے کہا جائے گا کہ لیکن یہ فقر و افلاس اور غربت و ناداری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے تو ہماری یاد کے طریقے اور ہمارے حقوق کے ادا کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جو شخص دنیا میں ان چار چیزوں (یعنی مال و دولت' مصائب و آلام' حسن و جمال اور غلامی اور فقر و افلاس) کے فتنہ میں مبتلا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے ان چار حضرات (حضرت سلیمان علیہ السلام' حضرت ایوب علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے طریقہ کو نمونہ اور مثال کے طور پر یاد رکھے اور اپنی اصلاح احوال کرے اور اپنے مال و دولت کی فراوانی اور اپنے امراض واسقام اور مصائب و آلام اور حسن و جمال اور غلامی کی کمزوری اور فقر و افلاس اور غربت و ناداری کو بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی عبادات اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں غفلت برتنے کا عذر لنگ پیش نہ کرے۔

## فصل

### آخرت میں آدمی کو اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے بلایا جائے گا یا ماں کی نسبت سے؟

اس باب کی حدیث میں یہ ہے کہ کہا جائے گا:

هذه غدرة فلان بن فلان. یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی عہد شکنی ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آخرت میں لوگوں کو ان کے اپنے اور ان کے باپ کے نام سے پکارا جائے گا (پہلے بھی کئی بار یہ بات گزر چکی ہے)۔ اور اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ آخرت میں صرف ماں کے نام سے پکارا جائے گا کیونکہ اس میں آدمی کے باپ کا پردہ رہ جاتا ہے مگر یہ حدیث ان حضرات کے موقف کے خلاف ہے۔ آپ کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

## فصل

اس باب کی حدیث مین ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی پیشانی، پہلو اور پشت کو آگ کے گرم پرتوں سے داغ دار کیا جائے گا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان تین حصوں کو بالخصوص داغنے کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کا چہرہ بدنما اور بدصورت ہوگا تو اس سے اس کی خوب تشہیر ہوگی جس سے وہ ذلیل ہوگا اور پہلو اور پشت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان حصوں کو آگ سے داغنے سے جسم کے باقی حصوں کی بہ نسبت درد اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چہرے کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ دنیا میں جب کوئی سائل اس کے پاس کچھ مانگنے آتا تو وہ اس کو کوئی چیز دینے کے بجائے اپنا چہرہ سکیڑ لیتا اور منہ بنا لیتا تھا اور پھر اس کے بعد اس سے پہلو تہی کر لیتا اور اگر وہ سائل زیادہ اصرار سے سوال کرتا تو پشت پھیر کر چل دیتا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء پر بالخصوص سزا اور عقوبت کو مرتب فرمایا ہے۔

### صوفیاءِ کرام کے نزدیک اس کی توجیہ

جب مال دار لوگ مال و جاہ کے طالب ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں کو عیب لگا دیا اور جب انہوں نے فقیروں اور ناداروں کے ساتھ بیٹھنے سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلوؤں کو گرم سلاخوں سے داغ دیا اور انہوں نے چونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے کے بجائے اپنے مال پر اعتماد اور وثوق کیا تھا اور اپنے مال و اسباب کو اپنا پشت پناہ اور آسرا سمجھا اس لیے ان کی پشتوں کو گرم سلاخوں سے داغا جائے گا۔

## فصل

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ (المعارج:۴) (وہ عذاب) اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے O

کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور حساب کرے تو اسے پچاس ہزار برس درکار ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا دنیا کے دنوں کے مطابق صرف آدھے دن میں حساب فرما لے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ حساب کے لیے ٹھہرنے کی مقدار میں ابن یمان سے منقول ہے کہ اس دن کے پچاس دورانیے ہوں گے اور ہر دورانیے کی مقدار ایک ہزار برس ہوگی۔ اور حدیث مبارک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' بے شک وہ دن مؤمن پر ایک فرض نماز کے وقت سے بھی سبک تر ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا: روزِ حساب مسلمان کے لیے ایسے گزر جائے گا جیسے ایک نماز کا وقت گزرا ہو۔ (مسند احمد ج۳ ص۷۵' مجمع الزوائد ج۱۰ ص۳۳۷)

امام ابن عزیز اپنی کتاب ''غریب القرآن'' میں لکھتے ہیں: نصف دن نہیں گزرے گا کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔

## اس باب کی حدیث کے بعض الفاظ کی لغوی تحقیق

**بطح**: منہ کے بل گرانا۔ یہ معنیٰ مفسرین کے نزدیک ہے اور اہلِ لغت کے نزدیک اس کا معنیٰ ہے بچھانا' چاہے منہ کے بل ہو یا نہ ہو' اسی سے ''بطحاء مکہ'' ہے۔ ہموار اور کشادہ میدان یا کشادہ نالہ جس میں کنکریاں ہوں۔

''**بقاع**'' قاع کشادہ اور ہموار میدان کو کہتے ہیں' اصل میں ''قاع'' کا معنیٰ ہوتا ہے نشیبی اور پست زمین جس میں پانی جمع ہو جائے اور ٹھہر جائے' اس کی جمع ''قیعان'' آتی ہے۔

**العقصاء** ...... مڑے ہوئے اور ٹیڑھے سینگوں والا جانور۔

**الجلحاء** ...... بے سینگ کا جانور۔

**العضباء** ...... ٹوٹے سینگ والا جانور۔

مطلب یہ ہے کہ تمام جانور تندرست و توانا اور سینگوں والے ہوں گے اور وہ اس دن حشر میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے اپنے مالکوں کو اپنے سینگوں سے ٹکریں ماریں گے حتیٰ کہ انہیں شدید تکلیف ہوگی اور ان کے عذاب اور سزا میں اضافہ ہوگا۔

# ۰۰۰-ایک ذیلی باب

# امیروں' گورنروں اور حکمرانوں کا تذکرہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر امیر کو

لایا جائے گا اگرچہ دس افراد پر ہی امیر مقرر ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اس کے عدل کرنے کی بناء پر اس کو آزاد کر دے گا اور یا اس کے ظلم اور ناانصافی کی وجہ سے اس کو عذاب اور ہلاکت میں مبتلا فرمادے گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۱، ج ۵ ص ۲۸۵، البیہقی ج ۳ ص ۱۲۹، ج ۱۰ ص ۹۵، سنن الدارمی ج ۲ ص ۲۴۰، البغوی ج ۱۰ ص ۵۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اے ابوذر! مجھے کوئی حدیث سناؤ جو تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن والی (حکمران) کو لایا جائے گا اور جہنم کے پل پر لاکر اس کو پھینک دیا جائے گا۔ جہنم کا پل اتنے زور سے لرزنے لگے گا کہ اس کی وجہ سے اس والی کے بدن کا ہر جوڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا اور انگ انگ ہل کر رہ جائے گا، پھر اگر تو وہ اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوگا تو پل سے گزر جائے گا اور اگر وہ اللہ عزوجل کا نافرمان تھا تو پھر وہ پل سے جہنم میں گرا دیا جائے گا اور وہ پچاس ہزار سال تک گرتا رہے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابوذر! اس کے بعد اب کون ہوگا جو اس عمل (کارِ سرکار) کا طلب گار ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا: وہی جو ذلیل ہونے اور اپنی ناک کٹوانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

## ٤٠- سرکاری ملازمین کو ہدیہ لینے کی ممانعت

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنواسد کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنایا، اس کا نام ابن اللتبیہ تھا، جب وہ (زکوٰۃ وصول کرکے) آیا تو اس نے کہا: یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ گر ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: ان عاملوں کا کیا حال ہے؟ میں ان کو (زکوٰۃ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور یہ آکر کہتے ہیں کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے، یہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر کیوں نہیں بیٹھا پھر ہم دیکھتے کہ اس کو کوئی چیز ہدیہ کی جاتی ہے یا نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، تم میں سے جو شخص بھی ان اموال میں سے کوئی چیز بھی لے گا قیامت کے دن وہ مال اس کی گردن پر سوار ہوگا (کسی کی گردن پر) اونٹ بڑبڑا رہا ہوگا، یا گائے ڈکرا رہی ہوگی یا بکری منمنا رہی ہوگی، پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اتنے بلند کیے کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، اس کے بعد آپ نے دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ! میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۵۲۴، صحیح مسلم ج ۱۲ ص ۲۱۹، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۳، البیہقی ج ۴ ص ۱۵۸)

امام ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو ہم کسی کام پر لگائیں اور اس کے لیے جو وظیفہ مقرر کریں (تو اس کے لیے وہی کچھ لینا جائز ہے) اور وہ اس کے بعد کوئی چیز لے گا تو وہ خیانت ہوگی۔

# ٭٭٭-باب

اس باب میں حسب ذیل امور کا بیان ہوگا:

(۱) موقف میں نبی مکرم ﷺ کا حوض (۲) حوض کی وسعت (۳) حوض کے برتن کتنے ہوں گے؟ (۴) حوض کے کتنے کنارے ہوں گے (۵) حوض کے کون سے کنارے پر کون ہوگا۔

## (الف) میدانِ حشر میں نبی اکرم ﷺ کے حوض کا محل وقوع اور حوض کو کوثر کہنے کی وجہ

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''صاحب القوت'' وغیرہ کا مذہب ہے کہ حوضِ نبی ﷺ صراط کے بعد ہے (اور دوسرے علماء کا مذہب یہ ہے کہ حوض صراط سے پہلے ہے) اور صحیح بات یہ ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو حوض ہیں' ایک میدانِ حشر میں صراط سے پہلے اور دوسرا جنت کے اندر ہے اور ان میں سے ہر ایک کا نام کوثر ہے اور کوثر کلام عرب میں خیر کثیر کو کہا جاتا ہے۔

میزان پہلے ہوگا یا حوض؟ ایک قول یہ ہے کہ میزان پہلے ہے اور اس کے برعکس دوسرا قول یہ ہے کہ حوض پہلے ہے۔ امام ابوالحسن قابسی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حوض میزان سے پہلے ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حوض صراط اور میزان سے پہلے ہو کیونکہ لوگ اپنی قبروں سے پیاس کی حالت میں نکلیں گے تاکہ وہ حوض سے اپنی پیاس بجھائیں اور امام ابو حامد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھا ہے کہ بعض متقدمین کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہوا ہے کہ حوض' صراط کے بعد ہوگا یہ غلط ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں بھی امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تائید کرتا ہوں کہ بعض اسلاف کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) جب میں حوض پر کھڑا ہوں گا تو اچانک ایک گروہ وہاں آئے گا حتیٰ کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو میرے اور ان کے درمیان ایک شخص ظاہر ہوگا اور وہ ان سے کہے گا: چلو آؤ! میں پوچھوں گا: تو ان کو کہاں چلنے کو کہہ رہا ہے؟ وہ کہے گا: بہ خدا! دوزخ میں' میں اس سے کہوں گا: ان کو کیا ہوا؟ وہ کہے گا: یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے' پھر ایک اور گروہ آئے گا حتیٰ کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو میرے اور ان کے درمیان ایک شخص نمودار ہوگا اور وہ اس گروہ سے کہے گا کہ چلو ادھر آؤ! میں کہوں گا کہ تو ان کو کہاں چلنے کے لیے کہتا ہے؟ وہ کہے گا: بہ خدا! دوزخ کی طرف' میں اس شخص سے پوچھوں گا: ان کو کیا ہو گیا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ یہ لوگ اُلٹے پاؤں پھر گئے تھے (یعنی مرتد ہو گئے تھے) پس میں لوگوں میں سے بہت کم مقدار کو نجات پانے والا دیکھتا ہوں۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۳۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۲' مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بڑی واضح دلیل ہے کہ حوض صراط سے پہلے میدانِ محشر میں ہوگا جہاں لوگ اللہ تعالیٰ

کے حضور حساب کے لیے کھڑے ہوں گے کیونکہ صراط تو وہ پل ہے جو جہنم کے اوپر بچھایا جائے گا جس کے اوپر سے لوگ گزریں گے تو جو شخص پل صراط کو عبور کرے گا وہ تو دوزخ میں جانے سے بچ جائے گا۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دوسرے تمام نبیوں کے بھی حوض ہوں گے اور یہ سب حوض بھی موقف (میدان محشر) میں ہوں گے۔

## تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے حوضوں کا محل وقوع اور ان کی تفصیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آیا میدانِ محشر میں جہاں لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور حساب دینے کے لیے کھڑے ہوں گے وہاں پانی (کا انتظام) ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ میدانِ محشر میں یقیناً پانی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے دوست' نبیوں کے حوضوں اور تالابوں پر پانی پینے کے لیے آئیں گے اور اللہ (وہاں) ستر ہزار فرشتوں کو بھیجے گا' ان فرشتوں کے ہاتھوں میں آتشی چھڑیاں (فائر ہنٹر) ہوں گی جن کے ذریعے وہ کافروں کو انبیاء کرام کے ان تالابوں سے دُور بھگا دیں گے۔

## حوضِ کوثر کے برتن

امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! حوض کے برتن کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' اس حوض کے برتن آسمان کے ستاروں اور سیاروں کے عدد سے زیادہ ہیں' اس رات کے ستارے جو اندھیری ہو اور بادلوں سے صاف ہو' وہ جنت کے برتن ہیں' جو اس سے پئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا' اس حوض میں جنت کے دو پرنالے بہتے ہیں جو اس میں سے پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا' اس کا طول اور عرض برابر ہے (یعنی مربع شکل ہے) اور ان میں عمان سے لے کر ایلہ تک کا فاصلہ ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۵ ص ۶۲' ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۴۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۲' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۷۲۱' الشریعہ ص ۳۵۴)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے حوض کے کناروں سے لوگوں کو ہٹاؤں گا اہلِ یمن کی خاطر اور میں اپنے عصا سے ان کو ماروں گا حتیٰ کہ میرا پسینہ بہنے لگے گا' پھر آپ ﷺ سے حوض کے عرض کے بارے میں سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا: جہاں میں کھڑا ہوں اس جگہ سے لے کر عمان تک' اور آپ سے اس کے پانی کے بارے سوال کیا گیا' آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے' اس میں دو پرنالے گرتے ہیں جو جنت سے کھینچے گئے ہیں' ایک پرنالہ زرّیں ہے اور ایک سیمیں ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۵ ص ۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۱-۲۸۳' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۷۰۸' الشریعہ ص ۳۵۲)

صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں ہے: اس حوض میں دو پرنالے گرتے ہیں جن کا کنکشن اور لنک (نہر) کوثر سے ہے اور ایک روایت میں یوں ہے:

مابسط احدمنکم یدہ الاوقع علیہ قدح. جو شخص بھی ہاتھ پھیلا دے گا اسی کے ہاتھ میں جام دے دیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ جب ہمارے درمیان جلوہ فرما تھے اچانک آپ کو نیند کا ہلکا سا جھونکا آیا' آپ نے سرمبارک اُٹھایا تو مسکرا رہے تھے' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! مسکرانے کا باعث؟ ارشاد فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے سورت کوثر پڑھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَؕ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ۠ اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم فرمانے والا ہے۔ اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیںO تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کروO بے شک آپ کا دشمن ہی منقطع النسل ہوگاO

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوثر ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا' اس پر خیر کثیر ہے' وہ حوض ہے' قیامت کے دن اس پر میری امت پانی پینے کے لیے آئے گی' اس کے برتن ستاروں جتنے ہیں' میری امت میں سے ایک آدمی کو دور کر دیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے پروردگار! یہ میری امت میں سے ہے تو فرمایا جائے گا: آپ ﷺ نہیں جانتے اس نے آپ کے بعد کیا نیا کام کیا؟

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۱۲' ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۲۱' نسائی ج ۲ ص ۱۳۳-۱۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے حوض (کی لمبائی اور چوڑائی) ایک ماہ کی مسافت ہے اور اس کے سب کونے برابر ہیں' اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی ہے' اس کے کوزے آسمان کے ستاروں جتنے ہیں' جو شخص اس کا پانی پی لے گا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۶۳' صحیح مسلم ج ۱۵ ص ۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ص ۷۲۸)

نوٹ: اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب حوض کوثر کا پانی پینے کے بعد آدمی کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تو پھر جنت کی نہروں کا فائدہ؟ اور نیز شراب طہور کو پھر کون پیئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو پیاس کی وجہ سے نہیں تلذذ کے لیے پیا جائے گا۔ (از افادات استاذی ابوالوفاء دامت برکاتہم العالیہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے سامنے اتنا بڑا حوض ہے جتنا جرباء اور اذرح کا درمیانی فاصلہ ہے' اس پر آسمان کے ستاروں جتنے کوزے رکھے ہیں' جو اس حوض سے پیے گا وہ اس کے بعد کبھی تشنگی محسوس نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۶۳' صحیح مسلم ج ۱۵ ص ۶۱' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۴' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ص ۷۲۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے سوال کیا تو انہوں نے کہا: جرباء اور اذرح شام میں

دو بستیاں ہیں اور ان کے درمیان تین دن رات کی مسافت ہے۔

## اُمت محمدیہ علیہ السلام کا امتیازی نشان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: میرے حوض کا درمیانی بعد اور فاصلہ اتنا ہے جتنا ایلہ سے عدن تک فاصلہ ہے اور اس حوض کا پانی برف سے بھی زیادہ سفید ہے اور دودھ میں ملے ہوئے شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور میں لوگوں کو اس طرح روکوں گا جس طرح ایک مرد اپنے حوض سے لوگوں کو دور کرے اور روکے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں'' تمہارے ایک ایسا نشان ہوگا جو تمام امتوں میں سے کسی شخص کے لیے نہیں ہوگا' تم میرے پاس حوض پر اس حال میں آ ؤ گے کہ تمہارے اعضاء وضو کے اثر کی وجہ سے چمکتے ہوں گے (اور آپ پنج کلیارے ہوں گے)۔

(صحیح مسلم ج ۳ص ۱۳۶۔۱۳۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۳' مسند احمد ج ۴ص ۴۲۴' ابن حبان ج ۸ص ۱۲۷۔ ج ۹ص ۱۸۲)

## قیامت کے دن سب سے زیادہ تعداد حضور علیہ السلام کے پیروکاروں کی ہوگی

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا: بے شک میرا حوض اتنا بڑا ہے کہ اس کا درمیانی فاصلہ کعبہ شریف سے لے کر بیت المقدس تک ہے' (اس کا پانی) دودھ کی طرح سفید ہے' اس کے برتنوں کی تعداد اتنی ہے جتنی آسمان کے ستاروں کی تعداد ہے اور بے شک قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء کرام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوگی۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۱' مسند احمد ج ۴ص ۴۴۴' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۷۲۳)

# فصل

بعض لوگوں کا گمان ہے کہ حوضِ کوثر کے متعلق جو احادیث وارد ہیں ان میں حوض کی حد بندی کے سلسلہ میں اضطراب اور اختلاف ہے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے' اصل بات یہ ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے حوض کوثر کی حدیث مبارک متعدد بار بیان فرمائی اور اس میں آپ نے ہر گروہ جن مقامات اور مواضع کو جانتا تھا اس گروہ کے لیے انہی مواضع کے اعتبار سے اس کا حدود اربعہ اور طول وعرض بیان فرما دیا مثلاً اہل شام کے لیے یہ بیان فرمایا کہ حوض کے دو کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مقام اذرح اور جرباء کے درمیان ہے اور اہل یمن سے فرمایا: اس کے دو کناروں کے درمیان صنعاء سے عدن تک کا فاصلہ اور مسافت ہے اور اسی طرح اور فریقوں کے ان کے علم کے مطابق آپ نے بیان فرما دیا اور کبھی آپ نے مکان کی بجائے زمان کے لحاظ سے اس کی حدود کی مقدار بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے' ان سب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ وہ حوض بہت بڑا ہے اور چاروں اطراف سے بہت وسیع اور کشادہ ہے اور آپ نے حاضر ہونے والوں کے حسب حال اس کو بیان فرمایا

جو گروہ اور فریق جس شہر اور علاقے کا ہوتا اس کے لیے اس کے علم و آگہی کے مطابق اسی علاقے کے مقامات اور مواضع کا نام لے کر اس کی مقدار بیان فرما دیتے تھے لہٰذا یہ گمان کرنا بعض لوگوں کا درست نہیں ہے کہ حوض کی تحدید بارے احادیث مبارکہ میں اختلاف اور اضطراب لفظی ہے۔

## واٹر ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ارکان اربعہ

بے شک میرے حوض کے چار کونے ہیں' پہلا کونا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ انتظام ہوگا' دوسرا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ انتظام ہوگا' تیسرا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ اختیار ہوگا اور چوتھے کونے کی اتھارٹی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوگی' اللہ تعالیٰ ان سب سے ہی راضی ہے۔

## حوض کہاں ہوگا؟

یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ یہ حوض زمین پر میدانِ محشر میں ہوگا لیکن واضح رہے کہ یہ موجودہ زمین قیامت کے دن دوسری زمین سے بدل دی جائے گی لہٰذا یہ حوض اس بدلی ہوئی زمین پر ہوگا جو چاندی کی طرح سفید ہوگی' اس زمین پر کوئی خون ریزی کی گئی ہوگی نہ اس کی سطح پر کبھی کسی نے کسی پر ظلم کیا ہوگا' وہ پاک زمین ہوگی کیونکہ اس پر اللہ جبار جل جلالہ فیصلے فرمانے کے لیے نزول (عدل و فضل) فرمائیں گے۔

## حوض کے ارکان اربعہ کا بیان

مروی ہے کہ حوض کے ایک کنارے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے' دوسرے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تیسرے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چوتھے کنارے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہوں گے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ بات رائے اور قیاس سے نہیں کہی جا سکتی' اس لیے یہ حدیث مرفوع کے درجہ میں ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ صاحب ''الغیلانیات'' نے امام حمید کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پس جو شخص حضرت ابوبکر سے محبت کرنے والا اور حضرت عمر سے بغض رکھنے والا ہوگا حضرت ابوبکر اس شخص کو حوض سے پانی نہیں پینے دیں گے' اسی طرح اس کے برعکس اور یونہی جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنے والا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض رکھتا ہو حضرت عثمان غنی اس کو پانی نہیں پینے دیں گے اور اسی طرح جو حضرت علی کا محب ہو لیکن حضرت عثمان سے محبت نہیں کرتا' مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو حوض سے پانی نہیں پلائیں گے۔ آگے حضرت انس نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

## قیامت کے دن اُمت مصطفوی کا باقی اُمم میں سے تعداد کا کیا تناسب ہوگا؟

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ حوض (کوثر) پر اتریں گے تم ان کا لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو' ابوحمزہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ان دنوں کتنے تھے؟ تو

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سات سو یا آٹھ سو۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٧٤٠، مسند احمد ج ٤ ص ٣٦٧۔ ٣٦٩، الطیالسی رقم الحدیث: ٦٧٧، المستدرک ج ١ ص ٧٦، السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ٧٣٣)

## نبی کریم ﷺ کے حوض پر سب سے پہلے فقیر مہاجرین آئیں گے

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت صنابح احمسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا تو میرے بعد ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٩٤٤، الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣١٨٧، مسند احمد ج ٤ ص ٣٥١، الحمیدی رقم الحدیث: ٧٨٠)

حضرت ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا حوض اتنا بڑا ہے جیسے عدن سے ایلہ اس کے کوزے شمار میں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں اس کا پانی دودھ اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو شخص اس کا ایک گھونٹ پی لے گا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی اور ارشاد فرمایا: اس حوض پر میرے پاس سب سے پہلے پانی پینے والے فقراء مہاجرین ہوں گے جن کے کپڑے میلے کچیلے ہیں بال بکھرے ہوئے ہیں ناز پروردہ خوبصورت عورتوں سے شادی کی طاقت نہیں رکھتے ان کے لیے کوئی بند دروازہ نہ کھلتا ہوگا۔ (ابوسلام) کہتے ہیں: حضرت عمر (بن عبدالعزیز) اس حدیث کو سن کر اتنا روئے کہ ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور فرمانے لگے: میں نے تو عمدہ کپڑے پہن لیے ہیں ناز و نعمت میں پرورش پانے والیوں سے شادی بھی کر لی ہے میرے لیے دروازے بھی کھلے اب جو میں نے کپڑے پہنے ہیں اس وقت تک نہ دھوؤں گا جب تک میلے نہ ہو جائیں اور جب تک میرے سر کے بال پریشان نہ ہو جائیں اپنے سر میں تیل نہیں ڈالوں گا۔

(صحیح مسلم ج ٣ ص ١٣٦۔ ١٣٧، ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٢٠٣، مسند احمد ج ٥ ص ٢٢٤، ابن حبان ج ٨ ص ١٢٧۔ ج ٩ ص ١٨٢)

ابوسلام حبشی سے روایت ہے فرماتے ہیں: مجھے حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پیغام بھیجا کہ مجھے ملو چنانچہ میں (میل سروس) سواری پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا: اے امیر! مجھے ڈاک سواری پر آنے کی وجہ سے بڑی مشقت اُٹھانی پڑی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: اے ابوسلام! میرا ارادہ آپ کو تکلیف دینے کا نہ تھا لیکن مجھے آپ سے ایک حدیث پہنچی جو آپ نے حضرت ثوبان مولائے رسول ﷺ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے حوض کوثر کے متعلق روایت کی میں چاہتا ہوں کہ آپ وہ حدیث میرے سامنے بیان کریں کیونکہ مجھے خود آپ کی زبان سے اس حدیث کو سننے کا اشتیاق ہے۔

ابوسلام نے کہا: مجھ سے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا حوض عدن سے بلقاء کے عمان تک ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے (آخر تک حدیث بیان کی)۔

(مسند احمد ج ٥ ص ٢٧٥، الشریعہ رقم الحدیث: ٣٥٣، السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ٧٠٦)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔

## دوسرا قول کہ سب سے پہلے حوض پر کون وارد ہوگا؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

سب سے پہلے اس حوض پر رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی پینے کے لیے وہ لوگ حاضر ہوں گے جو مرجھائے ہوئے' لاغر اور دبلے پتلے اور عبادت کے لیے مسجد میں رہنے والے اور روزہ دار ہوں گے' جب رات کا اندھیرا ہوتا تو ان کو غم کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔

## ان لوگوں کا بیان جن کو حوض کوثر سے دُور کر دیا جائے گا

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض پر آئیں گے حتیٰ کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو ان کو میرے پاس سے دُور ہٹا دیا جائے گا' میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں پس مجھ سے کہا جائے گا: آپ جانتے نہیں انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ص ۴۶۴' صحیح مسلم ج ۱۵ص ۶۴' مسند احمد ج ۵ص ۴۸۔۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حوض پر میرے اصحاب کی ایک جماعت آئے گی تو ان کو حوض سے دُور ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ کو معلوم نہیں آپ کے بعد انہوں نے جو دین میں بدعتیں نکالی ہیں' یہ لوگ آپ کے بعد اُلٹے پیروں پھر گئے اور مرتد ہو گئے تھے۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ص ۴۶۴' مسند احمد ج ۲ص ۲۹۸۔۳۰۰' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۷۶۹)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض پر ہوں گا حتیٰ کہ میں دیکھوں کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے' پھر میرے سامنے سے کچھ لوگوں کو گرفتار کرلیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے پروردگار! یہ لوگ میرے ہیں اور میری اُمت سے ہیں' جواب ملے گا کہ آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا گل کھلائے' بہ خدا! آپ کے بعد یہ لوگ پے در پے اپنی ایڑیوں پر دین سے برگشتہ ہوتے گئے۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ص ۴۶۶' صحیح مسلم ج ۱۵ص ۵۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک آدمی کو (حوض سے) ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا: یارب! یہ میرا اُمتی ہے' جواب ملے گا کہ آپ جانتے ہیں؟ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کچھ نئے کرتوت ایجاد کر ڈالے تھے؟ اسی طرح صحیح بخاری کی روایت میں ہے: ایک گروہ میرے پاس حوض پر آئے گا حتیٰ کہ جب میں اس کو پہچان چکا ہوں گا۔ الخ

اور موطأ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! جو لوگ آپ کے (وصال کے) بعد آپ کی اُمت میں سے آئیں گے ان کو آپ عرصۂ محشر میں کیسے پہچانیں گے؟

اور اس حدیث میں ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

وہ لوگ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے چہرے اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے چمک رہے ہوں گے۔

## فصل

ہمارے تمام علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم و کرم فرمائے) فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی دین سے برگشتہ ہوا اور مرتد ہو گیا (نعوذ باللہ من ذلک) یا جس شخص نے دین میں کوئی ایسی بدعت نکالی کہ اس عمل کی نہ تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ اس کام سے راضی ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کو حوضِ کوثر سے دُور ہٹا دیا جائے گا' سب سے زیادہ سختی کے ساتھ ان لوگوں کو دُور دفع کیا جائے گا جنہوں نے مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دیا اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہو گئے اور ان کی مخالفت کی جیسے خوارج کے تمام فرقے اور روافض اپنے تمام گروہوں سمیت اور معتزلہ فرقہ کی سب شاخیں جو انہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کے پیش نظر بنا رکھی ہیں' یہ سب فرقے وہ ہیں جنہوں نے اپنا دین بدل ڈالا ہے' اسی طرح ظلم و ستم میں حد سے بڑھنے والے سرکش اور حق کے مٹانے والے' اہلِ حق کو ذلیل اور قتل کرنے والے' اعلانیہ کبائر کا ارتکاب کرنے والے' معاصی کو ہلکا جاننے والے' خواہشاتِ نفسانی اور باطل کے پیچھے دوڑنے والے اور اہلِ بدعت ان سب کو بھی حوض سے دُور بھگا دیا جائے گا' پھر اگر تو یہ تبدیلی اور برگشتگی اعمال کے اندر کی ہو گی تو ایک وقت ان کو حوض سے ہٹانے کے بعد پھر مغفرت کے بعد اور معاف فرما کر حوض پر آنے کی اجازت مرحمت فرما دی جائے گی لیکن اگر انہوں نے اپنے عقائد ہی کو بدل ڈالا ہو گا تو اس صورت میں ان کو کسی حال میں حوض کے قریب پھٹکنے نہیں دیا جائے گا اور اس صورت میں ان کو وضو کا نور حاصل ہو گا جس سے ان کی پہچان ہو گی' پھر ان سے کہا جائے گا: دُور ہو جاؤ دُور ہو جاؤ اور اگر وہ منافقین کا گروہ ہوا جو عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اپنے ایمان کو ظاہر کرتے تھے اور دلوں میں کفر چھپا رکھا تھا تو اوّلاً ان کے ظاہر کو لیا جائے گا' پھر ان کا پردہ چاک کر دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا:

سحقا سحقا. انہیں دُور لے جاؤ' دُور لے جاؤ

اور ''مخلد فی النار'' صرف مبطل اور منکرِ دین اور کافر ہو گا جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہو گا۔

ایک قول یہ ہے کہ جن اہلِ کبائر پر اللہ تعالیٰ اپنی وعید (سزا) کو نافذ فرمائے گا وہ اگر حوض پر وارد ہو گا اور اس سے پانی پی لے گا تو پھر جب اللہ تعالیٰ کی مشیّت سے دوزخ میں داخل ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کو پیاس کا عذاب نہیں دے گا۔ (واللہ اعلم)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے کعب بن عجرہ! میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں' میرے بعد امراء ہوں گے پس جو ان کے دروازوں پر گیا' ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ظلم میں ان کی معاونت کی اس کا مجھ سے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں' اور میرے پاس حوض پر نہیں آ

سکے گا اور جو شخص ان کے پاس نہ گیا' ظلم میں ان کی سپورٹ اور معاونت نہ کی اور نہ جھوٹ میں ان کی تصدیق کی پس میں اس کا اور وہ میرا ہے اور وہ حوض پر میرے پاس آئے گا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ارشاد فرمایا: اے کعب بن عجرہ! نماز برہان ہے اور صبر مضبوط ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے' اے کعب بن عجرہ! جو گوشت حرام رزق سے پرورش پاتا ہے وہ آگ ہی کے لائق ہوتا ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۶۱۴' نسائی ج ۲ ص ۱۸۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۳' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۵۷۲۔۱۵۷۳' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۷۵۸)

امام ترمذی نے اس حدیث کو ''کتاب الفتن'' میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام اوزاعی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

میرا حوض اتنا بڑا ہے کہ اس کا رقبہ مقام ایلہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک ہے' اس کے جگ شمار میں آسمانوں کے ستاروں کے برابر ہیں' اس حوض میں دو پائپ گرتے ہیں جو جنت سے یہاں تک بچھائے گئے ہیں اور وہ اس حوض کا پانی کبھی خشک نہیں ہونے دیتے' جو شخص ایک بار اس حوض کا پانی پی لے پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگتی۔ اس حوض پر ایک قوم اس حال میں آئے گی کہ سخت پیاس کی وجہ سے ان کی زبانیں لٹک رہی ہوں گی' ہونٹ کھلے ہوں گے جب وہ ہانپتے ہوئے وہاں پہنچیں گے تو ایک گھونٹ بھی پانی ان کو پینے کو نہیں دیا جائے گا' جو شخص آج دنیا میں حوض کوثر پر ایمان نہیں رکھتا کل قیامت کے دن اس کو حوضِ کوثر کا پانی نصیب نہیں ہوگا۔

## حوضِ کوثر صرف سنیوں کے لیے ہے

حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں روایت کیا ہے' حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عثمان! میری سنت سے روگردانی نہ کرنا' کیونکہ جس نے میری سنت سے منہ پھیر لیا اور پھر توبہ کیے بغیر مر گیا تو قیامت کے دن فرشتے اس کو میرے حوض سے اس کے منہ پر تھپڑ مار کر دُور کر دیں گے۔

## ایک نبی کے علاوہ ہر نبی کا حوض ہوگا

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے لیے ایک حوض ہے اور وہ آپس میں فخر کرتے ہیں کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں' مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۴۳' الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۶۸۸۱' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۷۳۴' السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۱۵۸۹)

ابن واسطی بیان کرتے ہیں:

ہر نبی کے لیے ایک حوض ہوگا سوائے حضرت صالح علیہ السلام کے اور ان کا حوض ان کی اونٹنی کے پستان

ہیں۔

# ٤١-جنت کی نہر کوثر کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں سیر کر رہا تھا کہ اتنے میں چلتے چلتے ایک نہر سامنے آئی جس کے کنارے موتیوں کے قبے ہیں، میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: یہ وہ (نہر) کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی ہے، اس کی مٹی بہترین کستوری ہے، پھر اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی معراج کرائی گئی تو میں نے اس کے پاس ایک عظیم نور کا مشاہدہ کیا۔

(صحیح بخاری مع فتح الباری ج ۷ ص ۲۱۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۷)

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب معراج کے موقع پر مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں میں نے ایک نہر کو دیکھا جو تیر کی طرح مسلسل سیدھی جاتی تھی (اس میں کہیں کوئی خم اور موڑ نہ تھا) اس کا پانی دودھ سے بڑھ کر سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا (ظاہر ہے آپ نے نوش فرمایا) اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے قبے ہیں، میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ نہر کوثر ہے جو آپ ﷺ کے رب تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں: پس میں نے اس کی گیلی مٹی میں اپنا ہاتھ مارا تو وہ کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار تھی، پھر میں نے اس کے ذرّات اور کنکریوں کو ٹٹول کر دیکھا تو وہ موتی تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوثر جنت میں ایک نہر ہے، اس کے کنارے زرّیں ہیں اور اس کا پانی یاقوت اور موتیوں پر رواں دواں اور جاری ہے، اس کی بھل کستوری سے زیادہ خوشبودار، پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۱، الالبانی صحیح الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۹، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۴)

یہاں تک تذکرہ کا پہلا حصہ مکمل ہو گیا۔

## نوٹ: چند باتوں کی وضاحت

(۱) اس باب کی حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ جو شخص حوضِ کوثر کا پانی پی لے گا، اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس حوض سے پانی پینے کے بعد جب کبھی پیاس نہیں لگے گی تو جنت کی نہروں اور شرابِ طہور کو کون پیئے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو پیاس کی وجہ سے نہیں لذت کی وجہ سے پیا جائے گا۔

(شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٤٦٧ علامہ سعیدی)

(ب) جن لوگوں کو حضور "**عالم ماکان وما یکون**" نے حوض پر آنے سے روک دیا ان کے متعلق آپ ﷺ کا علم اور حدیث عرضِ اعمال کی تحقیق۔

اس باب کی حدیث میں ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے وہ جب حوض پر آئیں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے: یہ میرے صحابہ ہیں' پھر آپ سے کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' تب آپ فرمائیں گے:

**سحقا سحقا.** دُور ہو جاؤ' دُور ہو جاؤ۔

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو یہ علم نہیں تھا کہ صحابہ میں سے کون اسلام پر قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور یہ کہ آپ کو قیامت کے تمام لوگوں کے اسلام اور کفر کا حال معلوم نہیں تھا ورنہ آپ ان مرتدین کو دیکھ کر "**اصیحابی اصیحابی**" نہ فرماتے اور آپ سے یہ نہ کہا جاتا کہ آپ نہیں جانتے' انہوں نے آپ کے بعد آپ کے دین میں کیا بدعات نکالی تھیں؟ حالانکہ مسند بزار میں ہے کہ آپ پر اُمت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

**جواب:** علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا ان کو "**اصیحابی**" کہہ کر نداء کرنا ان میں زیادہ حسرت اور عذاب میں شدت پیدا کرنے کے لیے ہے کیونکہ جب آپ ان کو "**اصیحابی**" کہہ کر نداء فرمائیں گے تو ان کو نجات کی امید ہو جائے گی اور جب "**سحقا سحقا**" (دُور ہو جاؤ' دُور ہو جاؤ) فرمائیں گے تو امید ٹوٹ جائے گی اور امید بندھ کر پھر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا باعث ہے اور فرشتوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے دین کو بدل دیا تھا' یہ بھی ان کے عذاب میں زیادتی کا سبب ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں یہی جواب دیا ہے۔

علاوہ ازیں یہاں اشکال اس وجہ سے ہے کہ آپ نے ان مرتدین کو "**اصیحابی**" فرمایا اور جب آپ پر اپنی اُمت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنی اُمت کو پہچانتے ہیں تو پھر آپ نے ان مرتدین کے متعلق "میرے صحابہ" کیسے فرمایا' نیز عرضِ اعمال کے علاوہ آپ علیہ التحیہ والثناء کی اُمت کا چہرہ سفید ہوگا بلکہ وہ "**غر محجل**" (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید ہوں) ہوں گے' وہ دائیں جانب ہوں گے' ان کی عبادات کا نور ان کے آگے آگے ہوگا' ان کے چہرے خوش و خرم ہوں گے' وہ اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے' ان علامات سے قیامت کے دن کسی شخص کو بھی مؤمن اور کافر میں اشتباہ نہیں ہوگا اور ہر شخص کے نزدیک وہ متمیز ہوں گے' اس لیے یہ اشکال پیدا ہوگا کہ نبی ﷺ نے ان مرتدین کو "**اصیحابی**" "میرے اصحاب" کیسے فرمایا؟

اس کا ایک جواب تو علامہ زرقانی کے حوالے سے گزر چکا ہے اور علامہ زرقانی نے دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور یہ بھی "**غر محجل**" (پنج کلیانے)

ہوں گے اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا جائے گا لہٰذا نبی ﷺ کا ان کو ''اصیحابی'' فرمانا ان کے ''غر محجل'' ہونے کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقا سحقا'' فرما کر ان کو اپنے حوض سے دُور کر دینا ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ ﷺ نے منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا تھا اور مرتدین پر یہ توجیہ اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ مرتدین پہلے اسلام لائے اور پھر دینِ اسلام سے منحرف ہو گئے تو آپ کا ان کو ''اصیحابی'' فرمانا ان کے پہلے حالِ اسلام کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقا سحقا'' فرما کر ان کو حوض سے دُور کر دینا ان کے ارتداد کی سزا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافقین کو ایک نور دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کے وقت اس نور کو بجھا دیا جائے گا۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر ایمان کی وجہ سے ان کو نور عطا کیا تاکہ وہ اس سے دھوکا کھائیں اور ان کی ضرورت کے وقت پلِ صراط پر اس نور کو بجھا دیا اسی طرح یہ مستبعد نہیں ہے کہ پہلے ان کے چہرے اور ہاتھ پیروں کو سفید کر کے غرّ اور محجل کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے اور آپ اس علامت کی وجہ سے ان کو ''اصیحابی'' فرمائیں اور جب ان کو حوض پر پانی پینے کی ضرورت ہو تو آپ ان کو ''سحقا سحقا'' فرما کر حوض سے دُور کر دیں اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو ان کے مکر کی یونہی جزاء دیتا ہے۔ (علامہ زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ شرح المؤطا ج ا ص ۶۰ مطبعہ خیریہ مصر)

(۱) ایک اندھا ٔزِفکر (۲) اور ایک اندازِ فکر

اندھا ٔزِفکر دیوبند مکتب فکر کے بہت بڑے عالم مولانا اشرف علی تھانوی صاحب...... نبی اکرم ﷺ سے علم غیب کی نفی ثابت کرنے کے بیان میں گوہر افشانی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ بعض اُمتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس ﷺ سے کہا جائے گا:

آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے آپ پر بعض کی نیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء۔

(مولوی اشرف علی تھانوی صاحب متوفی ۱۳۶۲ھ بسط البنان مع حفظ الایمان ص ۱۷ مکتبہ نعمانیہ دیوبند)

تھانوی صاحب کی تصریح کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کے کفر اور ارتداد کا علم نہیں تھا' حالانکہ قرآن مجید کے مطابق میدانِ حشر میں کافروں اور مرتدوں کی علامات ہر شخص پر عیاں اور بیان ہوں گی' ان کے چہرے کالے اور غبار آلود ہوں گے' آنکھیں پتھرائی ہوئی' نیلگوں ہوں گی اور وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے اور ان کی علامات کی وجہ سے ان کی پہچان کا تعلق علمِ غیب کے بجائے علمِ شہادت سے ہوگا اور میدانِ حشر میں موجود ہر شخص جان لے گا کہ کافر کون ہے اور مسلمان کون ہے' کس قدر حیرت کی بات ہے کہ علمِ رسالت کے انکار میں یہ لوگ اس قدر جری ہو گئے کہ علمِ غیب تو الگ رہا اب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے علمِ شہادت کی بھی نفی کرنے لگے۔

شرح صحیح مسلم (۷ جلد) اور تفسیر تبیان القرآن (۱۲ جلد) کی عالمگیر مقبولیت اور شاندار پذیرائی کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم کا ایک اور

عظیم تخلیقی شاہکار

# نِعمَۃُ البَارِی

## فِی

# شرحِ صحیح البُخاری

جس کی تصنیف پر کام کا آغاز ہو چکا ہے

چند خصوصیات

★ نِعمَۃُ البَارِي میں ہر حدیث کی مکمل تخریج کی گئی ہے،

★ ہر حدیث کے عنوانِ باب کی سابق عنوان باب کے ساتھ مناسبت بیان کی گئی ہے،

★ ہر حدیث کی سند کے رجال کا مکمل تعارف بیان کیا گیا ہے،

★ ہر حدیث کے عنوان میں درج قرآن مجید کی آیات کی تفسیر کی گئی ہے،

★ ہر حدیث کی شرح میں لغوی معنی، شرعی معنی اور حدیث پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں،

★ ہر حدیث سے ضروری، اعتقادی اور فقہی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے،

★ صحیح بخاری کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث کو بہ حوالہ بیان کیا گیا ہے،

★ مسلکِ اہلسنت وجماعت کے دلائل اور مخالفین کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیے گئے ہیں،

★ صحیح بخاری کی دیگر قدیم وجدید شروح کا متین جائزہ لیا گیا ہے،

★ صحیح بخاری کی جو حدیث صحیح مسلم میں درج ہے اور شرح صحیح مسلم میں جو اس کی شرح کی گئی ہے، اس کی جلد، صفحہ اور حدیث نمبر درج کیا گیا ہے اور شرح صحیح مسلم میں اس کی شرح کے جو عنوانات ہیں ان عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے۔